

خلاصہ قرآنی تفسیر:

ذہنی سکون کا راستہ -

باب 8 الانفال سے

باب 10 یونس



مثبت خصوصیات کو اپنانا ذہنی
سکون کا باعث بنتا ہے

خلاصہ قرآنی تفسیر: ذہنی سکون کا راستہ - باب 8 الانفال سے باب 10 یونس

شیخ پوڈ کتب

شیخ پوڈ کتب، 2025 کے ذریعہ شائع کردہ

اگرچہ اس کتاب کی تیاری میں تمام احتیاط برتی گئی ہے، ناشر غلطیوں یا کوتاہی یا یہاں موجود معلومات کے استعمال کے نتیجے میں ہونے والے نقصانات کے لیے کوئی ذمہ داری قبول نہیں کرتا ہے۔

خلاصہ قرآنی تفسیر: ذہنی سکون کا راستہ - باب 8 الانفال سے باب 10 یونس

پہلا ایڈیشن۔ 24 جولائی 2025۔

کاپی رائٹ © 2025 شیخ پوڈ کتب۔

شیخ پوڈ کتب کے ذریعہ تحریر کردہ۔

مندرجات کا جدول

مندرجات کا جدول

اعترافات

مرتب کرنے والے کے نوٹس

تعارف

باب 8 – الانفال، آیات 1-75 از 75

کی آیات 1 تا 75 پر بحث 75

باب 9 - توبہ میں، آیات 1-16

آیات 1-16 پر بحث

باب 9 - توبہ میں، آیات 17-35

آیات 17-35 پر بحث

باب 9 - توبہ میں، آیات 36-129

کی آیات 36-129 پر بحث 129

باب 10 - یونس، آیات 1-70

آیات 1-70 پر بحث

باب 10 – یونس، آیات 71-109 از 109

میں سے آیات 71-109 پر بحث 109

اچھے کردار پر 500 سے زیادہ مفت ای بکس

دیگر شیخ یوڈ میڈیا

اعترافات

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جو تمام جہانوں کا رب ہے، جس نے ہمیں اس جلد کو مکمل کرنے کی تحریک، موقع اور طاقت بخشی۔ درود و سلام ہو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کا راستہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی نجات کے لیے چنا ہے۔

ہم شیخ پوڈ کے پورے خاندان، خاص طور پر اپنے چھوٹے ستارے یوسف کے لیے اپنی تہ دل سے تعریف کرنا چاہیں گے، جن کی مسلسل حمایت اور مشورے نے شیخ پوڈ کتب کی ترقی کو متاثر کیا ہے۔ اور ہمارے بھائی حسن کا خصوصی شکریہ، جن کے سرشار تعاون نے شیخ پوڈ کو نئی اور دلچسپ بلندیوں پر پہنچا دیا ہے جو ایک مرحلے پر ناممکن لگ رہا تھا۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر اپنا کرم مکمل فرمائے اور اس کتاب کے ہر حرف کو اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرمائے اور اسے روزِ آخرت میں ہماری طرف سے گواہی دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور بے شمار درود و سلام ہو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، آپ کی آل اور صحابہ کرام پر، اللہ ان سب سے راضی ہو۔

مرتب کرنے والے کے نوٹس

ہم نے اس جلد میں انصاف کرنے کی پوری کوشش کی ہے تاہم اگر کوئی شارٹ فال نظر آئے تو مرتب کرنے والا ذاتی طور پر ذمہ دار ہے۔

ہم ایسے مشکل کام کو مکمل کرنے کی کوشش میں غلطیوں اور کوتاہیوں کے امکان کو قبول کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہم نے لاشعوری طور پر ٹھوکر کھائی ہو اور غلطیوں کا ارتکاب کیا ہو جس کے لیے ہم اپنے قارئین سے درگزر اور معافی کے لیے دعا گو ہیں اور ہماری توجہ اس طرف مبذول کرائی جائے گی۔ ہم تہہ دل سے تعمیری تجاویز کی دعوت دیتے ہیں جو ShaykhPod.Books@gmail.com پر دی جا سکتی ہیں۔

تعارف

ذیل میں قرآن کریم کے باب 8 الانفال سے باب 10 یونس تک مکمل طور پر حوالہ اور سمجھنے میں آسان مفصل تفسیر (تفسیر) ہے۔ اس میں خاص طور پر ان اچھے خصائل پر بحث کی گئی ہے جن کو مسلمانوں کو اپنانا چاہیے اور جن برے خصائل سے انہیں بچنا چاہیے تاکہ وہ اعلیٰ کردار حاصل کر سکیں۔

مثبت خصوصیات کو اپنانا ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب 8 - الانفال، آیات 1-75 از 75

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ فَاتَّقُوا اللَّهَ
وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ
مُؤْمِنِينَ ﴿١﴾

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ
عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٢﴾

الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿٣﴾

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ
وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٤﴾

كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
لَكَرِهُونَ ﴿٥﴾

يُجَدِّ لُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا بَيَّنَّ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ
يَنْظُرُونَ ﴿٦﴾

وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ
ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَن يُحَقِّقَ الْحَقَّ
بِكَلِمَتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ﴿٧﴾

لِيُحَقِّقَ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴿٨﴾

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِالْفِ مِّنَ
الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ﴿٩﴾

وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا
مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿١٠﴾

إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً
لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُم رِجْسَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى
قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ﴿١١﴾

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَأَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبَّتُوا الَّذِينَ ءَامَنُوا
سَأَلَتْنِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَأَضْرِبُوا فَوْقَ
الْأَعْنَاقِ وَأَضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿١٢﴾

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۖ وَمَن يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
فَأَبَتْ لَهُ اللَّهُ شَدِيدَ الْعِقَابِ ﴿١٣﴾

ذَٰلِكُمْ فَذُوقُوهُ وَأَنَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابَ النَّارِ ﴿١٤﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحَفًا فَلَا تُولُوهُم
الْأَدْبَارَ ﴿١٥﴾

وَمَنْ يُؤْلِهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرُهُ إِلَّا مَتَحَرِّفًا لِقُنَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَى
فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ
الْمَصِيرُ ﴿١٦﴾

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ
وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا إِنَّ
اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٧﴾

ذَٰلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ ﴿١٨﴾

إِنْ تَسْتَفِنُوا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ وَإِنْ تَنْهَوْا فَهُوَ خَيْرٌ
لَكُمْ وَإِنْ تَعُودُوا نَعُدْ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ وَأَنَّ
اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٩﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ
تَسْمَعُونَ ﴿٢٠﴾

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿٢١﴾

❖ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٢٢﴾

وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ
مُعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا
يُحْيِيكُمْ وَعَلِمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ
إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَعَلِمُوا
أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾

وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَن
يَخَطِفَكُمْ النَّاسُ فَأَوْبَكُكُمْ وَيَأْخُذَكُمْ بِنَصْرِهِ وَرِزْقِكُمْ مِّنَ
الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٢٦﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمْنَتَكُمْ
وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٧﴾

وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا آمَوْلَكُمُ وَأَوْلَدُكُمُ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ
عَظِيمٌ ﴿٢٨﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا إِن تَنَقُّوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ
عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٢٩﴾

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ
وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرِينَ ﴿٣٠﴾

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ءَايَاتُنَا قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ
هَٰذَا إِن هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٣١﴾

وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِن كَانَ هَٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِن عِنْدِكَ فَامْطِرْ
عَلَيْنَا حِجَابًا مِّنَ السَّمَاءِ أَوْ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٢﴾

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ
وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿٣٣﴾

وَمَا لَهُمْ آلًا يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ ۚ إِنَّا أَوْلِيَآؤُهُ إِلَّا الْمُنَافِقُونَ وَلَكِنَّ
أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٤﴾

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصَدِيَةً
فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٥﴾

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ
فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ وَالَّذِينَ
كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿٣٦﴾

لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضُهُ عَلَىٰ
بَعْضٍ فَيَرْكُمُهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلُهُ فِي جَهَنَّمَ أُولَٰئِكَ هُمُ
الْخَاسِرُونَ ﴿٣٧﴾

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ وَإِنْ
يَعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْأَوَّلِينَ ﴿٣٨﴾

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ
كُلَّهُ لِلَّهِ فَإِنْ أُنتَهُوا فَإِذَا بَرَءَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ
بَصِيرٌ ﴿٣٩﴾

وَإِنْ تَوَلَّوْا فَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَكُمْ نِعَمَ الْمَوْلَى وَنِعَمَ
النَّصِيرِ ﴿٤٠﴾

❁ وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ، وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي
الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ
بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ التَّقَىٰ أَجْمَعِينَ وَاللَّهُ
عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٤١﴾

إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ
أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَا خْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ وَلَكِنْ
لَيَقْضِ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ
وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٤٢﴾

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَايِكَ قَلِيلًا وَلَوْ أَرَدْنَاكَهُمْ كَثِيرًا
لَفَشِلْتُمْ وَلَتَنزَعْتُمْ فِي الْأُمْرِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ إِنَّهُ عَلِيمٌ
بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٤٣﴾

وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ التَّقَيْتُمْ فِي آعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي
آعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ
الْأُمُورُ ﴿٤٤﴾

يَتَأَيَّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ
كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٤٥﴾

وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَنفَشِلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَأَصْبِرُوا
إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٤٦﴾

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ
وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿٤٧﴾

وَإِذْ زَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ
مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَأَتْهُ الْفِئَتَانِ نَكَصَ
عَلَى عَقْبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكُمْ إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي
أَخَافُ اللَّهَ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٤٨﴾

إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّ هَؤُلَاءِ
دِينُهُمْ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٩﴾

وَلَوْ تَرَى إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ
وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَرَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿٥٠﴾

ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَمٍ لِلْعَبِيدِ ﴿٥١﴾

كَذَّابٌ ءَالِ فِرْعَوْنَ ۖ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَأَخَذَهُمُ
اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٥٢﴾

ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا
بِأَنفُسِهِمْ ۖ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٥٣﴾

كَدَّابِ ۚ آلِ فِرْعَوْنَ ۚ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ
فَآهَلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَأَغْرَقْنَا ۚ آلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلُّ كَانُوا
ظَالِمِينَ ﴿٥٤﴾

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٥﴾
الَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا
يَنْقُونَ ﴿٥٦﴾

فَأِمَّا تَشَقَّقْنَهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَارِدْ بِهِمْ مَنْ خَلَفَهُمْ لَعَلَّهُمْ
يَذْكُرُونَ ﴿٥٧﴾

وَأِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا
يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ﴿٥٨﴾

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٩﴾

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ
تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَءَاخِرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا
تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ
إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴿٦٠﴾

❁ وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلَامِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ
الْعَلِيمُ ﴿٦١﴾

وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي أَيْدَكَ بِنَصْرِهِ
وَبِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٢﴾

وَأَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلْفَ
بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٣﴾

يَأَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٤﴾

يَتَأْتِيهَا النَّبِيُّ حَرَضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ
عَشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ
يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ﴿٦٥﴾

أَلَنْ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا إِنْ يَكُنْ
مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا
أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٦٦﴾

مَا كَانَتْ لِنَبِيِّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أُسْرَى حَتَّى يُشْخِطَ فِي الْأَرْضِ
تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ
حَكِيمٌ ﴿٦٧﴾

لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٦٨﴾

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ
رَحِيمٌ ﴿٦٩﴾

يَتَأْتِيهَا النَّبِيُّ قُلُوبًا لِّمَنِ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ إِنَّ يَعْلَمَ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِيكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أَخَذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرَ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٧٠﴾

وَإِنْ يُرِيدُوا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٧١﴾

إِنَّ الَّذِينَ ءَامَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ ءَاوُوا وَنَصَرُوا أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِنْ وَلِيَّتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا وَإِنْ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمْ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٧٢﴾

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةً فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ﴿٧٣﴾

وَالَّذِينَ ءَامَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ ءَاوُوا وَنَصَرُوا أَوْلِيَاءَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٧٤﴾

وَالَّذِينَ ءَامَنُوا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ فَأُولَٰئِكَ مِنْكُمْ وَأُولَٰئِ الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٧٥﴾

وہ تم سے نعمتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دو کہ انعامات کا فیصلہ اللہ اور رسول کے لیے ہے، پس اللہ سے ڈرو اور جو کچھ تمہارے درمیان ہے اس کی اصلاح کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر تم مومن ہو۔

مومن تو وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

یہی لوگ واقعی مومن ہیں۔ ان کے لیے ان کے رب کے ہاں درجے اور بخشش اور عمدہ رزق ہیں۔ جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کو حق کے ساتھ آپ کے گھر سے نکالا تھا، حالانکہ مومنوں میں سے ایک جماعت اس سے بے نیاز تھی۔

حق کے واضح ہوجانے کے بعد تم سے جھگڑا کرتے ہیں، گویا وہ دیکھتے ہی دیکھتے موت کی طرف ہانکے جارہے ہیں۔

اے ایمان والو یاد کرو (جب اللہ نے تم سے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کیا تھا - کہ وہ تمہارا ہو گا - اور تم چاہتے تھے کہ غیر مسلح گروہ تمہارا ہو جائے۔ لیکن اللہ نے اپنے کلام سے حق کو قائم کرنے اور کافروں کو ختم کرنے کا ارادہ کیا۔

کہ وہ حق کو قائم کرے اور باطل کو مٹا دے، خواہ مجرموں کو وہ ناپسند ہو۔

(یاد کرو (جب تم نے اپنے رب سے مدد مانگی تو اس نے جواب دیا کہ میں تمہاری مدد ایک ہزار فرشتوں سے کروں گا جو ایک دوسرے کے پیچھے چلیں گے۔

اور اللہ نے اسے صرف بشارت دینے کے لیے بنایا ہے تاکہ اس سے تمہارے دل مطمئن ہوں۔ اور فتح اللہ کی طرف سے نہیں ہے۔ بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

(یاد کرو (جب اس نے اپنی طرف سے سلامتی کے ساتھ تم پر غنودگی طاری کر دی اور تم پر آسمان سے بارش برسائی جس سے تمہیں پاک کر دے اور تم سے شیطان کی برائیوں کو دور کر دے اور تمہارے دلوں کو ثابت قدم رکھے اور اس سے تمہارے پاؤں مضبوط ہو جائیں۔

(یاد کرو (جب تمہارے رب نے فرشتوں کو وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، لہذا ایمان والوں کو تقویت دو، میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا، پس ان کی گردنوں پر مارو اور ہر انگلی کے پور پر مارو۔

یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

وہ [آپ کا] ہے، تو اسے چکھو۔ "اور بے شک کافروں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔"

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم کافروں سے آگے بڑھتے ہوئے ملو تو ان کی طرف پیٹھ نہ موڑو۔

اور جو شخص ایسے دن ان کی طرف پیٹھ پھیرے گا، سوائے اس کے کہ وہ جنگ کے لیے [ترتیب کے طور پر] یا [دوسری جماعت میں شامل ہو جائے، وہ یقیناً اللہ کی طرف سے غضب کے ساتھ لوٹا ہے، اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔

اور تم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو مارا۔ اور جب تم نے پھینکا تو تم نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا تاکہ مومنوں کو اچھی آزمائش میں ڈالے۔ بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

یہ [ایسا ہے] اور [یہ بھی] کہ اللہ کافروں کی چال کو کمزور کر دے گا۔

اگر تم [کافر] فتح چاہتے ہو تو شکست تمہارے پاس آچکی ہے۔ اور اگر تم باز آؤ تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ لیکن اگر آپ [جنگ میں] واپس آئے تو ہم واپس آئیں گے، اور آپ کی [بڑی] کمپنی آپ کو کبھی فائدہ نہیں دے گی، چاہے اس میں اضافہ ہی کیوں نہ ہو۔ اور یہ اس لیے کہ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس کا حکم سنتے ہوئے اس سے منہ نہ موڑو۔

اور ان لوگوں کی طرح نہ بنو جو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ سنتے نہیں۔

بے شک اللہ کے نزدیک سب سے بدتر وہ گونگے بہرے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔

اگر اللہ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو انہیں سنا دیتا۔ اور اگر وہ ان کو سنا دیتا تو وہ منہ پھیر لیتے حالانکہ وہ انکار کر رہے تھے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ اور رسول کی بات مانو جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشی ہے۔ اور جان لو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے اور تم اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔

اور اس فتنے سے ڈرو جو تم میں سے صرف ان لوگوں پر نہیں آئے گی جنہوں نے ظلم کیا ہے اور جان رکھو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے اور زمین میں مظلوم تھے، اس ڈر سے کہ لوگ تمہیں اغوا کر لیں لیکن اس نے تمہیں پناہ دی، اپنی فتح میں تمہاری مدد کی اور تمہیں اچھی چیزیں مہیا کیں تاکہ تم شکر گزار بنو۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ اور رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو جب کہ تم جانتے ہو۔

اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک آزمائش ہے اور یہ کہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہیں ایک معیار دے گا اور تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا۔ اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔

اور جب کافروں نے آپ کے خلاف سازش کی کہ آپ کو روکیں یا آپ کو قتل کریں یا آپ کو [مکہ سے] نکال دیں۔ لیکن وہ تدبیر کرتے ہیں اور اللہ کی تدبیر۔ اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔

اور جب ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا، اگر ہم چاہیں تو ایسا ہی کہہ سکتے ہیں، یہ تو پہلے لوگوں کے افسانے ہیں۔

اور (یاد کرو) جب انہوں نے کہا کہ اے اللہ اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا ہم پر دردناک عذاب لے آ۔

لیکن اللہ ان کو عذاب نہیں دے گا جب تک کہ آپ (اے محمد) ان میں ہوں گے اور اللہ ان کو عذاب نہیں دے گا جب تک کہ وہ استغفار کرتے ہوں۔

لیکن اللہ ان کو عذاب کیوں نہ دے جب کہ وہ مسجد الحرام سے روکتے ہیں اور وہ اس کے محافظ نہیں تھے؟ اس کے سرپرست نہیں ہیں مگر نیک لوگ لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

اور گھر میں ان کی نماز سیٹی اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہ تھی۔ پس چکھو عذاب کا مزہ اس کا جو تم نے کفر کیا۔

بے شک جو لوگ کافر ہیں اپنا مال اللہ کی راہ سے روکنے کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ تو وہ اسے خرچ کریں گے۔ پھر یہ ان کے لیے حسرت کا باعث ہو گا۔ پھر ان پر قابو پالیا جائے گا۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ جہنم میں جمع کیے جائیں گے۔

[یہ] اس لیے ہے کہ اللہ بدکاروں کو نیکوں سے ممتاز کرے اور بدکاروں کو بعض پر رکھ دے اور ان سب کو جمع کر کے جہنم میں ڈال دے۔ نقصان اٹھانے والے وہی ہیں۔

کافروں سے کہہ دو کہ اگر وہ باز آجائیں تو جو کچھ پہلے ہو چکا ہے وہ ان کے لیے معاف کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ [دشمنی کی طرف] لوٹتے ہیں - تو سابقہ [سرکش] لوگوں کی نظیر ہو چکی ہے۔

اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین سب اللہ کے لیے ہو جائے۔ اور اگر وہ باز آجائیں تو یقیناً اللہ ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

لیکن اگر وہ روگردانی کریں تو جان لو کہ اللہ تمہارا کارساز ہے۔ بہترین محافظ ہے، اور بہترین مددگار ہے۔

اور جان لو کہ جو مال غنیمت میں سے تمہیں ملے گا، وہ اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے ہے اور رسول کے لیے اور اس کے قریبی رشتہ داروں اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے، اگر تم

اللہ پر اور اس چیز پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری تھی، جس دن دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوں گی۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

[یاد کرو] جب تم وادی کے قریب تھے اور وہ دور کی طرف تھے اور قافلہ تم سے پست تھا۔ اگر آپ نے ملاقات کا وقت لیا ہوتا تو آپ ملاقات سے محروم رہتے۔ لیکن [یہ] اس لیے تھا کہ اللہ پہلے سے طے شدہ کام کو پورا کر دے۔ کہ جو لوگ [کفر کے ذریعے] ہلاک ہوئے وہ ثبوت پر ہلاک ہو جائیں اور جو [ایمان پر] زندہ رہے وہ ثبوت پر زندہ رہیں۔ اور بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ جب اللہ نے آپ کو خواب میں ان کی تعداد کم دکھائی۔ اور اگر وہ تمہیں ان کی تعداد زیادہ دکھاتا تو تم ہمت ہار جاتے اور اس معاملے میں جھگڑتے لیکن اللہ نے اس سے بچا لیا۔ بے شک وہ سینوں کے اندر کا حال جانتا ہے۔

اور (یاد کرو) جب اس نے تمہیں ان کو دکھایا، جب تم ملے، تمہاری نظروں میں تھوڑے، اور اس نے تمہیں ان کی نظروں میں کم کر دیا تاکہ اللہ پہلے سے طے شدہ کام کو پورا کرے۔ اور تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تمہارا کسی گروہ سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جھگڑا نہ کرو اور ہمت ہارو اور تمہاری طاقت جاتی رہے گی۔ اور صبر کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو اپنے گھروں سے سرکشی کرتے ہوئے اور لوگوں کے سامنے آنے کے لیے نکلے اور اللہ کی راہ سے روکے۔ اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

اور (یاد کرو) جب شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے خوشنما بنا دیا اور کہا کہ آج تم پر لوگوں میں سے کوئی غالب نہیں آسکتا اور میں تمہارا مولیٰ ہوں۔ پھر جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کو دیکھ لیں تو وہ الٹے پاؤں پھر گیا اور کہنے لگا کہ میں تم سے بیزار ہوں، بے شک میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے، میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

(یاد کرو) جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری تھی کہنے لگے کہ ان کے دین نے ان (مسلمانوں کو) دھوکے میں ڈال دیا ہے۔ لیکن جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو یقیناً اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

اور کاش تم دیکھ سکتے کہ جب فرشتے کافروں کی روح قبض کرتے ہیں، وہ ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مار رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ آگ کے عذاب کا مزہ چکھو۔

یہ اس لیے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بڑھایا ہے اور اس لیے کہ اللہ اپنے بندوں پر کبھی ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

(ان کا دستور فرعون اور ان سے پہلے والوں کا ہے۔ انہوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا تو اللہ نے انہیں ان کے گناہوں پر پکڑ لیا۔ بے شک اللہ زبردست اور سخت سزا دینے والا ہے۔

نعمت کو نہیں بدلتا جو اس نے کسی قوم پر عطا کی ہو جب تک کہ وہ اپنے اندر کی چیز کو نہ بدل دیں۔ اور بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

(ان کا دستور فرعون اور ان سے پہلے والوں کا ہے۔ انہوں نے اپنے رب کی نشانیاں کو جھٹلایا تو کہ ہم نے انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور فرعون والوں کو غرق کر دیا۔ اور سب سب ظالم تھے۔

بے شک اللہ کے نزدیک جانداروں میں بدترین وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور وہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔

جن سے تم نے معاہدہ کیا لیکن پھر وہ ہر بار عہد توڑ دیتے ہیں اور اللہ سے نہیں ڈرتے۔

پس اگر تم جنگ میں ان پر غلبہ حاصل کر لو تو ان کے ذریعے ان کے پیچھے والوں کو منتشر کر دو کہ شاید وہ نصیحت حاصل کر لیں۔

اگر آپ کو کسی قوم کی خیانت سے ڈرنا ہے تو ان کی طرف واپس پھینک دو، برابر شرائط پر۔ بے شک اللہ غداروں کو پسند نہیں کرتا۔

اور کافر یہ خیال نہ کریں کہ وہ بچ جائیں گے۔ بے شک وہ (اللہ کے ہاں) عاجز نہیں ہوں گے۔

اور ان کے مقابلے کے لیے جو کچھ تم طاقت رکھتے ہو اور جنگ کی تیاری کرو جس سے تم اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کو خوف زدہ کر سکو جنہیں تم نہیں جانتے [لیکن اللہ جانتا ہے۔ اور جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ تمہیں دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو اس کی طرف بھی جھک جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو۔ بے شک وہی سننے والا جاننے والا ہے۔

لیکن اگر وہ تمہیں دھوکہ دینا چاہیں تو تمہارے لیے اللہ ہی کافی ہے۔ وہی ہے جس نے اپنی مدد اور مومنین کے ساتھ تمہاری مدد کی۔

اور ان کے دلوں کو اکٹھا کیا۔ اگر تم زمین میں سب کچھ خرچ کر دیتے تو ان کے دلوں کو جوڑ نہیں سکتے تھے۔ لیکن اللہ نے انہیں اکٹھا کیا۔ بے شک وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

اے نبیؐ، آپ کے لیے اللہ کافی ہے اور مومنوں میں سے جو آپ کی پیروی کرتا ہے۔

اے نبی مومنوں کو جنگ کی ترغیب دیجئے۔ اگر تم میں سے بیس ثابت قدم ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے۔ اور اگر تم میں سے ایک سو ثابت قدم ہوں گے تو وہ ایک ہزار کافروں پر غالب آجائیں گے کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے۔

اب اللہ نے تم پر [مشکلات] ہلکی کر دی ہیں اور وہ جانتا ہے کہ تم میں کمزوری ہے۔ پس اگر تم میں سے ایک سو ثابت قدم ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے۔ اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں گے تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب آئیں گے۔ اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

کسی نبی کے لیے اس وقت تک قیدی رکھنا ممکن نہیں جب تک کہ وہ زمین میں (اللہ کے دشمنوں پر) قتل عام نہ کر دے۔ کچھ مسلمان دنیا کا سامان چاہتے ہیں، لیکن اللہ آخرت چاہتا ہے۔ اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

اگر اللہ کی طرف سے اس سے پہلے کا حکم نہ ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا اس کی وجہ سے تمہیں بہت بڑا عذاب چھو جاتا۔

سو تم نے جو مال غنیمت لیا ہے اسے حلال اور پاکیزہ سمجھ کر کھاؤ اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو قیدیوں میں سے تمہارے ہاتھ میں ہے اس سے کہہ دو کہ اگر اللہ تمہارے دلوں میں بھلائی جانتا ہے تو وہ تمہیں اس سے بہتر دے گا جو تم سے لیا گیا ہے اور وہ تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

لیکن اگر وہ آپ کے ساتھ خیانت کرنا چاہتے ہیں تو وہ پہلے ہی اللہ سے خیانت کر چکے ہیں اور اس نے آپ کو ان پر اقتدار دیا ہے۔ اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے لڑے اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی، تمہارے لیے ان کی کوئی سرپرستی نہیں ہے جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں۔ اور اگر وہ تم سے دین کے معاملے میں مدد چاہیں تو تم پر لازم ہے کہ مدد کرو، سوائے اس قوم کے خلاف جن کے درمیان آپس میں معاہدہ ہو۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

اور جنہوں نے کفر کیا وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین پر فتنہ اور بڑا فساد ہو گا۔

لیکن جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی وہی لوگ واقعی مومن ہیں۔ ان کے لیے بخشش اور عمدہ رزق ہے۔

اور جو لوگ [ابتدائی ہجرت] کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور تم سے لڑے وہ تم میں سے ہیں۔
لیکن [خون] کے رشتہ دار اللہ کے حکم میں [وراثت کے] زیادہ حقدار ہیں۔ بے شک اللہ ہر چیز کا
“جاننے والا ہے۔

کی آیات 1 تا 75 پر بحث 75

آیت 1 کا آغاز اسلامی اور دنیاوی دونوں علم سے متعلق متعلقہ مضامین کی کھوج اور جانچ کی اہمیت: کو اجاگر کرتا ہے۔ باب 8 الانفال، آیت 1

"...وہ تم سے پوچھتے ہیں"

دینی علم کے بارے میں، افراد کو اپنی تحقیق اور مطالعہ ان موضوعات پر مرکوز کرنا چاہیے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پوچھے گا، جیسے کہ پڑوسی کے ساتھ سلوک۔ ایسے موضوعات جن پر قیامت کے دن بات نہیں کی جائے گی وہ غیر متعلقہ ہیں اور محض ایک شخص کے وقت اور کوشش کو ضائع کرنے کا کام کرتے ہیں۔ صرف وہی لوگ جو پہلے ہی متعلقہ موضوعات پر عمل کر چکے ہیں وہ اپنی توانائی غیر متعلقہ معاملات میں لگانے کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ چونکہ اسے مکمل طور پر پورا کرنا تقریباً ناممکن ہے، اس لیے لوگوں کو اپنی تمام تر کوششیں، وقت اور توانائی دینی علم کے ان شعبوں کو تلاش کرنے اور ان پر عمل کرنے کی طرف لگانی چاہیے جن سے قیامت کے دن سوال کیا جائے گا، باقی تمام چیزوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک متعلقہ موضوع کی مثال بعد میں پہلی آیت میں دی گئی ہے۔ باب 8 الانفال، آیت 1

"...وہ تم سے [جنگ کی] نعمتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں"

غزوہ بدر کے بعد، جو اسلام کی پہلی جنگ تھی، بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنگی غنیمت کے بارے میں اختلاف میں مبتلا ہو گئے۔ جب کہ کچھ نے مال غنیمت اکٹھا کیا، دوسروں نے غیر مسلم

سپاہیوں کا تعاقب کیا تاکہ ان کی واپسی کو روکا جا سکے، اور کچھ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی بھی ممکنہ اچانک حملے سے بچانے کے لیے پیچھے رہ گئے۔ اس جھگڑے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سونپا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد ازاں اسے سپاہیوں میں برابر تقسیم کر دیا۔ تفسیر ابن کثیر، جلد 4، صفحہ 253 اور سیرت ابن ہشام، صفحہ 134 میں اس پر بحث کی گئی ہے۔ باب 8 الانفال، آیت 1

وہ آپ سے [جنگ کی نعمتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دو کہ انعامات اللہ اور رسول کے لیے]" ہیں، پس اللہ سے ڈرو اور جو کچھ تمہارے درمیان ہے اس کی اصلاح کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر تم مومن ہو۔

اس آیت نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس بات کی ترغیب دی کہ وہ دنیاوی اموال کے پیچھے بھاگنے کی بجائے اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی اطاعت پر توجہ دیں۔ یہ اجاگر کرنا بہت ضروری ہے کہ غنیمت حاصل کرنا ہمیشہ ان کے لیے ایک اضافی فائدہ سمجھا جاتا تھا، اور یہ کبھی بھی ان کا بنیادی مقصد نہیں تھا۔ ان کی اصل نیت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش میں لگاتار مشغول رہنا تھا۔ اگر ان کی واحد دلچسپی جنگی غنیمت میں ہوتی تو ان کے لیے کسی بھی محاذ آرائی میں مسلم فوج کے شانہ بشانہ لڑنا غیر منطقی ہوتا، کیونکہ انہیں اکثر زبردست مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور طاقت اور ہتھیاروں کے لحاظ سے ان کا مقابلہ اکثر ہوتا تھا۔ جو جھگڑا ہوا وہ جنگ کے ختم ہونے کے بعد ہی ہوا اور انہیں غنیمت حاصل کرنے کا موقع فراہم ہوا۔ یہ کہا جا رہا ہے، عام طور پر، یہ آیت مسلمانوں کو ترغیب دیتی ہے کہ وہ اپنے اعمال میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے دنیاوی فائدے حاصل کرنے سے گریز کریں۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرتا ہے وہ آخر کار اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے وفائی اختیار کر لیتا ہے جس کے تحت وہ صرف دنیاوی فائدے کے لیے کام کرتے ہیں۔ جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو خوش کرنے کے علاوہ کسی اور وجہ سے عمل کرتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ سے ان نیک اعمال کا کوئی اجر نہیں ملے گا جو وہ انجام دیتے ہیں۔ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ جیسا کہ آیت 1 میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو شخص دنیاوی چیزوں مثلاً قیادت کے حصول کے لیے عمل کرتا ہے، وہ اپنی خواہشات کے حصول کے لیے جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں، ان کا غلط استعمال کرے گا۔ یہ انہیں اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے سے روک دے گا۔ اس کے نتیجے میں معاشرے میں انتشار، ناانصافی اور کرپشن پھیلے گی۔ باب 8 الانفال، آیت 1

کہہ دو کہ نعمتیں اللہ اور رسول کے لیے ہیں، پس اللہ سے ڈرو اور جو کچھ تمہارے درمیان ہے اسے ”درست کرو۔“

لہذا دنیاوی چیزوں کے حصول کے لیے اعمال صالحہ سے اجتناب کرنا چاہیے اور اس کے بجائے اللہ تعالیٰ پر اپنے ایمان کو ثابت کرنا چاہیے اور اس کی اور اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اطاعت کر کے اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا چاہیے۔ باب 8 الانفال، آیت 1

پس اللہ سے ڈرو اور جو کچھ تمہارے درمیان ہے اسے درست کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی ”اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔“

اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے دنیاوی اسباب مثلاً مال اور اولاد کے حصول کے لیے بہت سارے اسباب پیدا کیے ہیں، وہ انہیں حاصل کرنے کے لیے اسلام کو استعمال نہ کریں کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز عمل سے متصادم ہے، اور اس لیے اللہ تعالیٰ پر حقیقی ایمان کے منافی ہے۔ باب 8 الانفال، آیت 1

”اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر تم مومن ہو۔“

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے قرآن کریم کے مختلف پہلوؤں کی تکمیل کی ضرورت ہے۔ اس میں نہ صرف اسے درست اور مستقل طور پر پڑھنا بلکہ اس کی تعلیمات کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا بھی شامل ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کو صرف اس زبان میں تلاوت کرنے سے گریز کرنا چاہیے جس کی

وہ سمجھ نہیں پاتے، کیونکہ یہ قرآن پاک کے ذریعے کامیابی حاصل کرنے کے لیے ناکافی ہے، جو کہ تلاوت کے لیے محض ایک متن کے بجائے رہنما کا کام کرتا ہے۔ اسی طرح جس طرح ایک نقشہ کسی فرد کو استفادہ کیے بغیر اس کی منزل تک نہیں پہنچا سکتا، اسی طرح قرآن پاک دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کی رہنمائی نہیں کر سکتا جب تک کہ اسے سمجھا اور اس پر عمل نہ کیا جائے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا تقاضا ہے کہ آپ کی تعلیمات کا مطالعہ اور ان، باب 3 علی عمران پر عمل کرتے ہوئے ان کے ایمان، محبت اور احترام کے اظہار کو تقویت ملے۔
آیت 31

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور ”تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

اور باب 59 الحشر، آیت 7

”اور جو کچھ تمہیں رسول نے دیا ہے اسے لے لو اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز رہو۔“

باب 4 النساء آیت 80 اور

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔

حسد، غرور اور لالچ جیسی برائیوں کو ترک کرتے ہوئے صبر، شکرگزاری اور سخاوت جیسی خوبیوں کو اپنانا، اپنے کردار کو اس کے معزز کردار کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کے لیے بہت ضروری ہے۔ یہ تبدیلی اندرونی سکون کو فروغ دیتی ہے، کیونکہ مثبت خصوصیات کو مجسم کرنا ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اور تعلیمات سے سیکھ کر افراد بھی دنیا میں ان کی صحیح نمائندگی کر سکتے ہیں۔ اس فرض کو نبھانے میں ناکامی سے غلط بیانی کا خطرہ ہے، جو غیر مسلموں اور ساتھی مسلمانوں دونوں کو اسلامی تعلیمات کی خوبصورتی سے دور کر سکتا ہے۔ اس طرح کی غلط بیانی کے نتیجے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بلاجواز تنقید ہو سکتی ہے، خاص طور پر جب بعض مسلمانوں کے منفی رویے دیکھے جائیں۔ ہر مسلمان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وسیع تر برادری کے لیے درست طریقے سے نمائندگی کرے اور اس لیے دونوں جہانوں میں اس کا جوابدہ ہو گا۔

مزید برآں، پچھلی قوموں کی طرح جو اپنے انبیاء علیہم السلام سے محبت کے اپنے زبانی اعلان کی عملی حمایت کرنے میں ناکام رہی، جو لوگ ان کی تعلیمات کو مجسم کرنے میں ناکام رہے وہ آخرت میں ان کے ساتھ دوبارہ نہیں ملیں گے۔ اسی طرح جو مسلمان خلوص نیت سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی نہیں کرتے وہ آخرت میں ان کے ساتھ نہیں ہوں گے۔ اس کے بجائے افراد ان لوگوں کے ساتھ شامل ہو جائیں گے جن کی انہوں نے اس زندگی میں تقلید کرنے کا انتخاب کیا ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4031 میں درج ایک حدیث میں اس اصول پر زور دیا گیا ہے۔

کی اطاعت اس بات کی ضمانت دے گی کہ لوگ قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق ان پر عطا کردہ نعمتوں سے استفادہ کریں گے۔ یہ پابندی دماغ اور جسم کے درمیان ایک متوازن حالت کے حصول میں سہولت فراہم کرے گی، جس سے افراد قیامت کے دن اپنے احتساب کی تیاری کرتے ہوئے اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مؤثر طریقے سے ترجیح دے سکیں گے۔ ایسا طرز عمل بالآخر دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دے گا۔

اس کے برعکس، اگر کوئی فرد اپنے عقیدے کے زبانی اثبات کو متعلقہ اعمال سے ثابت کرنے میں ناکام رہتا ہے، تو وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو اسے ملی ہیں۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو ایک بے ترتیب ذہنی اور جسمانی حالت میں پائیں گے، اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیتے ہوئے، اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے ناکافی تیاری کر رہے ہوں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چینجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، یہاں تک کہ اگر وہ اس زندگی میں عارضی خوشیوں کا تجربہ کرتے ہیں۔ باب 8 الانفال، آیت 1

اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔“۔

اس کے علاوہ، اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت اعمال کے ساتھ کرنی چاہیے، ورنہ وہ اس دنیا سے جانے سے پہلے اپنا ایمان کھو سکتے ہیں۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے سے مشابہت رکھتا ہے جسے پھلنے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ایک پودا جو ضروری رزق حاصل نہیں کرتا سورج کی روشنی کی طرح فنا ہو جاتا ہے، اسی طرح ایک فرد کا ایمان بھی کم ہو سکتا ہے اور فنا ہو سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے عمل سے برقرار نہ رکھا جائے۔ یہ سب سے اہم نقصان کی نمائندگی کرتا ہے۔

مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کرنے کے بعد کہ وہ اس پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کو عمل کے ساتھ کریں، اللہ تعالیٰ، پھر ایمان کی کچھ خصوصیات پر بات کرتا ہے۔ باب 8 الانفال، آیت 2

”مومن تو وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔“

مومن اللہ تعالیٰ کی طرف سے جوابدہ ہونے سے ڈرتا ہے۔ یہ خوف اہم ہے کیونکہ یہ گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال انجام دینے کے لیے اپنے احتساب کے لیے تیار ہونے کی ترغیب دیتا ہے، جس میں اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے۔ اس کے علاوہ، اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں، اس کی اطاعت کرتے ہوئے، پھر بھی وہ ڈرتے ہیں کہ ان کی نیکیاں کسی عیب کی وجہ سے قبول نہیں ہوں گی، جیسے کہ بے حسی، یا ان کے گناہ ان کی نیکیوں پر غالب آجائیں گے۔ نتیجے کے طور پر، ان کا خوف انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کے سلسلے میں خواہش مندانہ سوچ اختیار کرنے سے بچاتا ہے۔ خواہش مند سوچ کی خصوصیت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استقامت سے ہے، جبکہ بیک وقت دنیا اور آخرت دونوں میں اس کی رحمت اور بخشش کی توقع ہے۔ اسلام میں اس طرح کے رویے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اس کے برعکس، حقیقی امید اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لیے کوشاں ہے، جس میں ان نعمتوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق استعمال کرنا شامل ہے جس کے بعد دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کی مخلصانہ امید ہو۔ اس فرق کو جامع ترمذی نمبر 2459 میں درج ایک حدیث میں واضح کیا گیا ہے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ اس فرق کو پہچانا جائے اور خواہش مندانہ سوچ سے پرہیز کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش میں مستند امید پیدا کی جائے، کیونکہ آخرت والے انہیں اس زندگی میں فائدہ نہیں پہنچائیں گے اور نہ ہی آخرت میں۔

ان کے اندر جو خوف ہے وہ انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے کی ترغیب دیتا ہے۔ لیکن یہ تب ہی ممکن ہے جب وہ وقت اور توانائی قرآن پاک کی تعلیمات اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے وقف کریں۔ باب 8 الانفال، آیت 2

اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔“۔

اس کے علاوہ، وہ جتنا زیادہ اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں ان کا ایمان اتنا ہی مضبوط ہوتا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے عزم کو برقرار رکھنے کے لیے مضبوط ایمان ضروری ہے، ہر حال میں، خواہ وہ خوشحالی کے وقت ہوں یا مصیبت کے۔ اس پختہ ایمان کی آبیاری قرآن پاک میں موجود واضح نشانوں اور تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے فہم اور عمل سے ہوتی ہے۔ یہ تعلیمات واضح کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت کا نتیجہ دنیا اور آخرت میں سکون ہے۔ اس کے برعکس، جو لوگ اسلامی اصولوں سے بے خبر ہیں وہ کمزور ایمان کے مالک ہوتے ہیں جو انہیں اطاعت سے ہٹنے کے لیے زیادہ حساس بنا دیتے ہیں، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات الہی رہنمائی سے متصادم ہوں۔ بصیرت کا یہ فقدان اس حقیقت کو دھندلا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کے حق میں اپنی خواہشات کو ترک کرنا دونوں جہانوں میں حقیقی امن کے حصول کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کے حصول اور اس کے عملی اطلاق کے ذریعے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی غیر متزلزل اطاعت کو یقینی بنائیں۔ اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق ان کو عطا کی گئی نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا، بالآخر ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دینا اور ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کی درست ترجیح شامل ہے۔

مزید برآں، کسی کا ایمان جتنا مضبوط ہو گا، اتنا ہی زیادہ وہ ان چیلنجوں کے پیچھے موجود حکمت کو سمجھ سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، مضبوط ایمان رکھنے والا فرد تسلیم کرتا ہے کہ صبر کے ساتھ مشکلات کو برداشت کرنا اس کے چھوٹے گناہوں کی معافی کا باعث بن سکتا ہے۔ یہ رہنمائی امام بخاری کی، ادب المفرد، نمبر 492 میں درج ایک حدیث میں پائی جاتی ہے۔ قیامت کے دن ان گناہوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کے بجائے صبر کے ساتھ مشکلات کا مقابلہ کر کے اپنے چھوٹے گناہوں کو معاف کر دینا زیادہ افضل ہے۔ مزید برآں، مضبوط ایمان ایک مسلمان کو ہدایت دیتا ہے کہ اس دنیا میں زندگی کی آزمائشوں کا ایک حصہ یہ ہے کہ ان کو درپیش چیلنجوں کے پیچھے موجود تمام حکمتیں ان پر ظاہر نہیں کی جائیں گی۔ نتیجے کے طور پر، وہ اس بات پر بھروسہ کریں

گے کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی ان کے لیے چنتا ہے وہ سب سے بہتر ہے، چاہے یہ ان پر واضح نہ ہو۔
باب 8 الانفال، آیت 2

اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ اپنے رب پر ”
”بھروسہ کرتے ہیں۔

ان کا بھروسہ انہیں آسانی اور مشکل دونوں وقتوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے میں مدد
نیت کے دے گا۔ آسانی کے وقت شکر ادا کریں گے اور مشکل کے وقت صبر کا مظاہرہ کریں گے۔
ذریعے شکر ادا کرنے کا مطلب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرنا ہے۔ تقریر
کے ذریعے اظہار تشکر یا تو مثبت بات کرنا یا خاموش رہنے کا انتخاب کرنا ہے۔ مزید برآں، اعمال
کے ذریعے شکرگزاری کا اظہار کرنے کے لیے ضروری ہے کہ جو نعمتیں موصول ہوئی ہیں ان کو
ان طریقوں سے استعمال کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہوں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ مزید برآں، صبر کی خصوصیت یہ ہے کہ
وہ گفتار اور عمل دونوں میں شکایات سے پرہیز کرے، جب کہ ثابت قدمی سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت
پر قائم رہے، اس یقین کے ساتھ کہ وہ ہمیشہ ان کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے، یہاں تک کہ
جب یہ فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ
”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

نتیجتاً ایک فرد جو ہر حال میں مناسب رویہ اختیار کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی غیر متزلزل تائید اور
رحمت حاصل ہوتی ہے جس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں سکون ہوتا ہے۔ یہ ہدایت صحیح مسلم
باب 8 الانفال، آیت 2 نمبر 7500 میں درج ایک حدیث میں مذکور ہے۔

اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ اپنے رب پر ”بھروسہ کرتے ہیں۔“

عام طور پر، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے کا مطلب ہے کہ وہ ان وسائل کو استعمال کرے جو اس نے ایک فرد کو اسلامی تعلیمات کے مطابق عطا کیے ہیں، اور بعد ازاں یہ تسلیم کرنا کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے سب سے زیادہ سازگار نتائج کا تعین کرے گا، چاہے وہ اس کے فیصلوں کے پیچھے موجود حکمت کو سمجھنے میں ناکام کیوں نہ ہوں۔ مثال کے طور پر، بیماری میں مبتلا فرد کو چاہیے کہ وہ اپنے اختیار میں جائز دوائیں تلاش کرے اور پھر اپنے علاج کے نتائج کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو قبول کرے۔ لہذا اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو وسائل دیے گئے ہیں ان کو نظر انداز کرنا۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر توکل اختیار کرتا ہے وہ آسانی اور مشکل کے وقت اس کی اطاعت پر قائم رہتا ہے۔ اطاعت کا مرکزی ستون فرض نمازوں کا قیام ہے۔ چنانچہ اسلام کے اندر دیگر تمام اعمال فرض نمازوں کے گرد مرکوز ہیں۔ باب 8 الانفال، آیت 3

”...نماز قائم کرنے والے“

فرض نمازوں کے قیام کے لیے ان کی درست ادائیگی ضروری ہے جس میں ان کے مقررہ اوقات کی پابندی بھی شامل ہے۔ ان دعاؤں کی اہمیت کو قرآن پاک میں کثرت سے اجاگر کیا گیا ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر کسی کے ایمان کے ایک اہم مظہر کے طور پر کام کرتی ہیں۔ مزید برآں، پانچ فرض نمازیں، جو پورے دن میں پھیلی ہوئی ہیں، قیامت کے دن کی مستقل یاد دہانی کے طور پر کام کرتی ہیں، اس کے لیے لوگوں کی تیاری میں مدد کرتی ہیں، نماز کے ہر حصے کو علامتی طور پر یوم قیامت سے جوڑ دیا جاتا ہے۔ نماز کے دوران سیدھا کھڑا ہونا اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ انسان

باب 83 المطففين، آیات 4- اس عظیم دن پر کس طرح اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرے گا۔
6:

کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے، ایک عظیم دن کے لیے جس دن انسان رب "
"العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے؟

جھکنا ان بے شمار افراد کی ایک اہم یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے جنہیں قیامت کے دن زمین پر
اپنی زندگی بھر اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے میں ناکام رہنے پر تنقید کا سامنا کرنا پڑے گا۔
باب 77 المرسلات، آیت 48

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو تو وہ رکوع نہیں کرتے۔

یہ تنقید زندگی کے ہر پہلو میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے سامنے پوری طرح سر تسلیم خم کرنے میں
ناکامی پر زور دیتی ہے۔ نماز کے دوران سجدہ کرنے کا عمل قیامت کے دن سب کے لیے اللہ تعالیٰ
کے سامنے سجدہ کرنے کی دعوت کی یاد دہانی کا کام کرتا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنے زمینی وجود
کے دوران پوری طرح اس کے تابع نہیں ہوئے، جس میں زندگی کے تمام پہلوؤں میں اس کی ہدایات
پر عمل کرنا ضروری ہے، وہ قیامت کے دن ایسا کرنے سے قاصر ہوں گے۔ باب 68 القلم، آیات 42-
43:

جس دن حالات سنگین ہو جائیں گے، انہیں سجدہ کرنے کی دعوت دی جائے گی، لیکن ایسا کرنے "
سے روکا جائے گا، ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی، ذلت ان پر چھائی ہوئی ہے، اور انہیں سجدے
"کی طرف بلایا جاتا تھا جب وہ ٹھیک تھے۔

نماز کے دوران گھٹنے ٹیکنے کی پوزیشن کو سنبھالنا اس مقام کی ایک اہم یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے قیامت کے دن اختیار کرے گا اور اس کے ساتھ ان کی آخری منزل کے بارے میں تشویش بھی ہو گی۔ باب 45 الجثیہ، آیت 28

اور تم ہر امت کو گھٹنے ٹیکتے ہوئے دیکھو گے اور ہر قوم کو اس کے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا کہ آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

جو لوگ نماز پڑھتے وقت ان عناصر کو مدنظر رکھتے ہیں وہ اپنی نماز کو صحیح طریقے سے ادا کریں گے، اس طرح فرض نمازوں کے درمیان وقفوں کے دوران اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کی سچی اطاعت کو یقینی بنایا جائے گا۔ باب 29 العنکبوت، آیت 45

“...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے”

نتیجتاً، وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہیں گے، ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ اس بات کی ضمانت دے گا کہ وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں اور افراد کو مناسب طور پر پوزیشن میں رکھیں گے، جبکہ قیامت کے دن اپنے جوابدہی کے لیے کافی حد تک تیار ہوں گے۔ چنانچہ اس طرز عمل سے دونوں جہانوں میں سکون پیدا ہوگا۔ باب 8 الانفال، آیت 3

جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔“

یہ آیت واضح طور پر اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ ہر نعمت ان کو تحفے کے بجائے قرض کے طور پر عطا کی گئی ہے۔ تحفہ ملکیت کی علامت ہے، جب کہ قرض کا مطلب یہ ہے کہ نعمت کو اس کے حقدار، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جانا چاہیے۔ اس مادی دنیا کی نعمتوں کی واپسی کا واحد طریقہ جو کہ انسانوں کو قرض کے طور پر مہیا کیا گیا ہے، ان کو ایسے آداب میں استعمال کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو۔ یہ، جوہر میں، حقیقی شکر گزاری ہے اور اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں برکتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

“...اگر تم شکر گزار رہو گے تو میں تمہارے حق میں ضرور اضافہ کروں گا”

قرض کے طور پر انسانوں کو جو دنیاوی نعمتیں عطا کی گئی ہیں وہ آخر کار ان کے حقیقی مالک اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائی جائیں گی، خواہ رضامندی سے ہو یا مجبوری سے۔ اگر یہ نعمتیں خوشی سے لوٹائی جائیں تو لوگوں کو بہت زیادہ اجر ملے گا۔ تاہم، اگر وہ مجبوری میں واپس کر دیے جائیں، جیسے موت کے وقت، تو یہ نعمتیں ان کے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں بوجھ بن جائیں گی۔

دوسری طرف، ایک مسلمان جنت کا وارث ہو گا، جو اس بات کی علامت ہے کہ انہیں اس کی ملکیت ایک الہی تحفہ کے طور پر ملے گی۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو جنت میں جو چاہیں اس میں مشغول ہونے کی آزادی ہوگی، کیونکہ انہیں اس کی ملکیت دی جائے گی۔ باب 7 الاعراف، آیت 43

اور ان کو پکارا جائے گا کہ یہ وہ جنت ہے جس کا تم وارث بنائے گئے ہو ان اعمال کے بدلے جو “تم کرتے تھے۔“

مسلمانوں کے لیے تحفہ اور قرض کے درمیان فرق کو سمجھنا ضروری ہے، کیونکہ یہ سمجھ انہیں اس مادی دنیا کی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی ترغیب دیتی ہے جیسا کہ اسلامی: باب 8 الانفال، آیت 3 تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔

”اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے وہ خرچ کرتے ہیں۔“

اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جب کوئی شخص اپنے ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ پر اپنے ایمان کا ثبوت دیتے ہیں۔ باب 8 الانفال، آیات 2-4:

مومن تو وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں، جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں، یہی لوگ ایمان والے ہیں۔“

یہ اس بات کی ضمانت دے گا کہ وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں اور افراد کو مناسب طور پر پوزیشن میں رکھیں گے، جبکہ قیامت کے دن اپنے جوابدہی کے لیے کافی حد تک تیار ہوں گے۔ نتیجتاً، یہ طرز عمل اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ: دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا عمدہ رزق حاصل کریں۔ باب 8 الانفال، آیت 4

”ان کے لیے ان کے رب کے ہاں درجے اور بخشش اور عمدہ رزق ہے۔“

جبکہ جو شخص اپنے ایمان کے زبانی اعلان کو عمل کے ساتھ ثابت کرنے میں ناکام رہتا ہے وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی عدم توازن کی حالت میں ہوں گے، ہر چیز اور اپنے اردگرد موجود ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے، اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام ہوں گے۔ یہ زندگی کے دونوں پہلوؤں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، باوجود اس کے کہ وہ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ، جو لوگ اپنے ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت کرنے میں ناکام رہتے ہیں وہ اسے کھونے کے بڑے خطرے میں ہیں۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے سے مشابہت رکھتا ہے جسے پھلنے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے اطاعت کے اعمال سے رزق کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ایک پودا جس میں سورج کی روشنی جیسے اہم اجزا کی کمی ہوتی ہے وہ فنا ہو جاتا ہے، اسی طرح ایک شخص کا ایمان بھی فنا ہو سکتا ہے اگر اسے فرمانبرداری کے اعمال کی تائید نہ ہو۔

مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کرنے کے بعد کہ وہ اس پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کو عمل کے ساتھ ساتھ دیں، اللہ تعالیٰ، اسلامی تاریخ سے اس کی ایک مثال بیان کرتا ہے۔ باب 8 الانفال، آیت 5

ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ کا رب آپ کو حق کے ساتھ آپ کے گھر سے [بدر کی جنگ] کے لیے نکال ”کر لائے۔“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ پر ایمان کے ان کے زبانی اعلان کی تائید کی، عمل کے ساتھ ہر وقت اخلاص کے ساتھ اس کی اطاعت کی خواہ اس کا مطلب اسلام کو اس کے دشمنوں سے بچانے کے لیے لڑنا ہی کیوں نہ ہو۔

جیسا کہ مکہ کے غیر مسلموں نے واضح طور پر اشارہ کیا کہ جب تک مدینہ ایک قائم اسلامی ریاست ہے ان دونوں شہروں کے درمیان تصادم کے سوا کچھ نہیں ہوگا، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے غیر مسلموں کے مالی وسائل کو نشانہ بنا کر ان کے عزم کو کمزور کرنے کی کوشش کی۔ مکہ کے غیر مسلم تجارت کے لیے سفر کرتے ہوئے مدینہ کے قریب سے گزرتے تھے۔ چنانچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سفری قافلوں کا مقصد مکہ کے غیر مسلموں کے مالی استحکام میں خلل ڈالنا اور اس مال و دولت کا معاوضہ حاصل کرنا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مدینہ کی طرف ہجرت کے دوران مکہ میں چھوڑ کر جانا پڑا تھا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے دوسرے سال مدینہ کی طرف مسلمانوں کا ایک چھوٹا دستہ، جس کی قیادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کر رہے تھے، مدینہ سے ایک تجارتی قافلہ کو روکنے کے لیے روانہ ہوا جس کی ملکیت مکہ کے غیر مسلموں کے رہنما تھے۔ ان کے سفر کے دوران ہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی کہ مکہ کے غیر مسلموں کے سرداروں نے مسلمانوں کو للکارنے کے لیے ایک لشکر جمع کیا ہے۔ یہ صورت حال اسلام کی پہلی جنگ پر منتج ہوئی جسے جنگ بدر کہا جاتا ہے۔ امام ابن کثیر کی سیرت نبوی جلد 2 صفحہ 267 میں اس پر بحث کی گئی ہے۔

غور طلب ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک ہی وقت میں اسلام قبول نہیں کیا اور نہ ہی وہ اسلام میں یکساں علم اور ایمان کے حامل تھے۔ نتیجتاً بعض نئے مسلمان جنہوں نے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مشکلات کو برداشت نہیں کیا تھا، ان کا سامنا نہیں کیا گیا اور نہ ہی وہ ان جیسا ایمان رکھتے تھے، جب انہیں اسلام کی حفاظت کے لیے لڑنے کی دعوت دی گئی تو وہ ہچکچاہٹ کا شکار ہو گئے۔ باب 8 الانفال، آیات 5-6

ایسا ہی ہے جیسے جب آپ کے رب نے آپ کو آپ کے گھر سے حق کے ساتھ نکالا تھا، حالانکہ اہل ایمان میں سے ایک جماعت اس سے بے نیاز تھی، آپ سے حق کے واضح ہو جانے کے بعد اس طرح ”جھگڑ رہے تھے کہ گویا وہ موت کی طرف ہانکے جا رہے ہیں اور وہ دیکھ رہے ہیں۔“

،زندگی کے دیگر طریقوں کے برعکس جو لوگوں کی خواہشات کے مطابق بدلے یا گھڑے گئے ہیں اسلام دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے کے لیے لوگوں سے قربانیاں کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ انسان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ جس طرح وہ دنیاوی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے، جیسے ڈاکٹر بننا، امتحانات جیسی مشکلات کا سامنا کیے بغیر، نہ ہی دونوں جہانوں میں بغیر جدوجہد اور مشکلات پر قابو پا کر ذہنی سکون حاصل کر سکتے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ لوگ یہ کیسے سمجھتے ہیں کہ بغیر محنت کے وہ دنیا میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتے لیکن وہ دنیا میں سکون قلب اور اگلی دنیا میں بغیر قربانی کے جنت حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں۔

مزید برآں، اللہ تعالیٰ پر حقیقی ایمان کا ایک حقیقی اشارہ، ہر حال میں، خواہ راحت یا مشکل کے لمحات میں، اس کی اطاعت میں اٹل رہنے کی صلاحیت ہے۔ درحقیقت، مشکل وقت ان لوگوں کے درمیان فرق کرنے کے لیے ضروری ہے جو وفاداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور جو نہیں کرتے جیسا کہ عام طور پر آسانی کے دور میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا مشکل کے وقت سے کم مشکل ہوتا ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیات 2-3

کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں یہ کہنے پر چھوڑ دیا جائے گا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور "ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی، لیکن ہم نے ان سے پہلے والوں کو ضرور آزمایا ہے، اور اللہ "ضرور ان لوگوں کو ظاہر کرے گا جو سچے ہیں اور وہ ضرور جھوٹوں کو ضرور ظاہر کر دے گا۔"

نتیجتاً ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو برقرار رکھے، ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، اور ہمیشہ اس بات سے آگاہ رہتے ہوئے کہ وہ آخرکار انہیں مدد اور راحت عطا کرے گا۔ باب 65 میں طلاق، آیت 2

”اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔“

تاہم، یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ یہ الہی مدد افراد کی خواہشات کے مطابق نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے بے پایاں علم اور حکمت کے مطابق ہے۔ نتیجتاً، یہ الہی مدد لوگوں کے لیے انتہائی مناسب وقت پر ظاہر ہوتی ہے اور اس طریقے سے جو ان کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہوتی ہے، چاہے یہ ان پر ظاہر نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

لہذا انسان کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں ہر وقت ثابت قدم رہنا چاہیے، یہ سمجھتے ہوئے کہ انہیں ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی ملے گی، خواہ یہ ان پر ظاہر ہو یا نہ ہو۔ جو فرد اس ذہنیت کو اپناتا ہے وہ ان نعمتوں کو مؤثر طریقے سے استعمال کرے گا جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ نقطہ نظر اس بات کی ضمانت دے گا کہ وہ اپنے دماغ اور جسم کی ہم آہنگی حاصل کریں گے اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو ترتیب دیتے ہوئے اور روز قیامت اپنے احتساب کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس طرز عمل سے دونوں جہانوں میں سکون پیدا ہوگا۔ باب 16 النحل: آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

باب 8 الانفال، آیات 5-7

ایسا ہی ہے جیسے جب آپ کا رب آپ کو حق کے ساتھ آپ کے گھر سے [بدر کی لڑائی] کے لیے نکال لایا تھا، جب کہ مومنوں میں سے ایک جماعت ناخوش تھی، حق کے واضح ہونے کے بعد آپ سے اس طرح جھگڑا کر رہے تھے، گویا وہ موت کی طرف ہانکے جا رہے ہیں اور وہ دیکھ رہے ہیں، جب اللہ نے آپ سے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کیا تھا کہ وہ آپ کے ہاتھ میں ہو گا، اور آپ چاہتے ہیں کہ وہ آپ کے ہاتھ میں ہو۔"

اس کے علاوہ، الہی تعلیمات کے وسیع فوائد اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے کی اہمیت کی تعریف صرف اس وقت کی جا سکتی ہے جب وہ مضبوط ایمان کو اپنا لیں۔ اللہ تعالیٰ کی پیروی کے عزم کو برقرار رکھنے کے لیے مضبوط ایمان ضروری ہے، ہر حال میں، خواہ آسانی کے لمحات ہوں یا مشکل۔ یہ پختہ ایمان قرآن کریم میں موجود واضح نشانیوں اور تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے پیدا ہوتا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ یہ تعلیمات اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت سے دنیا اور آخرت دونوں میں سکون ملتا ہے۔ اس کے برعکس، جو لوگ اسلامی اصولوں سے آگاہی نہیں رکھتے وہ اکثر، کمزور ایمان کے مالک ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ اطاعت سے انحراف کا شکار ہو جاتے ہیں خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات الہی رہنمائی سے متصادم ہوں۔ سمجھ کی یہ کمی اس حقیقت کو دھندلا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کے حق میں اپنی خواہشات کو ترک کرنا دونوں جہانوں میں حقیقی امن کے حصول کے لیے بہت ضروری ہے۔ چنانچہ لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کو حاصل کر کے اور اسے اپنی زندگیوں میں نافذ کر کے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اور اس طرح ہر وقت اللہ تعالیٰ کی غیر متزلزل اطاعت کو یقینی بنائیں۔ اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق انہیں حاصل ہونے والی برکات کو بروئے کار لانا، بالآخر ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دینا اور اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مناسب طور پر ترجیح دینا شامل ہے۔ درحقیقت

یہ ابتدائی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا غیر متزلزل ایمان تھا جس نے انہیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ثابت قدم رہنے کی ترغیب دی۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ جب مکہ کے غیر مسلموں کے قافلے پر چھاپہ مارا جا رہا تھا جو بالآخر غزوہ بدر کی صورت میں نکلا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ مکہ کے غیر مسلم رہنماؤں نے مسلمانوں کو للکارنے کے لیے ایک لشکر جمع کیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مناسب طریقہ کار کے بارے میں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رائے طلب کی۔

اس موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر حال میں اپنی غیر متزلزل حمایت کا یقین دلایا اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کی پیروی کرنے کی تلقین کی۔ اس کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی کھڑے ہوئے اور اسی طرح کا عہد کیا: انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کا عہد کیا اور دوسروں کو بھی اسی طرح کی ترغیب دی۔ اس پر امام محمد السلابی، عمر بن الخطاب، ان کی زندگی اور اوقات جلد 1، صفحہ 93-94 میں بحث کی گئی ہے۔

مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے اعمال کی تقلید کرتے ہوئے انہیں ترک نہیں کیا تھا، جب انہوں نے اہانت کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے رب کی مدد کرنے سے وہ جنگ میں آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔ باب 5 المائدة، آیت 24

انہوں نے کہا اے موسیٰ ہم اس میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے جب تک وہ اس میں موجود ہیں۔ پس تم "اور تمہارا رب جاؤ اور لڑو۔ درحقیقت، ہم یہیں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

اس کے مقابلے میں مقداد رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہر حال میں ان کے شانہ بشانہ جنگ میں شریک ہوں گے۔ اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 2، صفحہ 250-260 میں بحث کی گئی ہے۔

چونکہ اس مسلم فوج کی اکثریت مدینہ کے صحابہ پر مشتمل تھی، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے رائے طلب کی۔ ان کے سرداروں میں سے ایک سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کو پہچان لیا اور مدینہ کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے اس بات کا اظہار کیا کہ وہ جو حکم دیں گے اس کی تعمیل کریں گے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگر انہیں جنگ میں حصہ لینے کے لیے سمندر میں غوطہ لگانے کی ہدایت کی گئی تو وہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے ایسا کریں گے اور کوئی بھی باز نہیں آئے گا۔ اس پر امام صفی الرحمن رحمۃ اللہ علیہ، دی سیلڈ نیکٹر، صفحہ 212-213 میں بحث کی گئی ہے۔

اس لیے یہ واقعہ اسلامی تعلیمات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے ذریعے مضبوط ایمان کو اپنانے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے تاکہ انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہے۔ مضبوط ایمان اس بات کو یقینی بنائے گا کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی ان کے لیے چنتا ہے وہ سب سے بہتر ہے، چاہے یہ ان کے لیے واضح نہ ہو اور ان کی خواہشات کے خلاف ہو۔ باب 8 الانفال، آیت 7

جب اللہ نے تم سے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کیا تھا - کہ وہ تمہارا ہوگا - اور تم نے چاہا کہ "غیر مسلح گروہ تمہارا ہوگا، لیکن اللہ نے اپنے کلام سے حق کو قائم کرنا اور کافروں کی جڑ کو ختم کرنا چاہا۔"

کچھ نئے مسلمانوں کو امید تھی کہ وہ صرف اس تجارتی قافلے کا مقابلہ کریں گے جو مکہ سے غیر مسلموں کی بھاری مسلح فوج کا مقابلہ کرنے کے بجائے ہلکے ہتھیاروں سے لیس تھا جو ان کے خلاف

جمع ہوئی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ مسلم فوج غیر مسلم فوج سے لڑے گی اور اسے شکست دے گی۔ یہ شکست اہم تھی کیونکہ جنگ بدر میں مکہ کے غیر مسلموں کے بہت سے رہنما مارے گئے تھے۔ اس کے علاوہ یہ شکست اسلام کی حقانیت کی واضح نشانی تھی کیونکہ مسلمانوں کی فوج تقریباً ناقص ہتھیاروں سے لیس سپاہیوں پر مشتمل تھی جنہوں نے 1000 سپاہیوں کی بھاری ہتھیاروں 300 سے لیس فوج کو شکست دی۔ اس شکست سے غیر مسلموں کو اسلام کی سچائی کو قبول کرنے کی ترغیب دینی چاہیے تھی، خاص طور پر جب انہوں نے واضح طور پر تسلیم کر لیا تھا کہ قرآن پاک کسی انسان کے الفاظ نہیں ہیں، کیونکہ وہ عربی زبان پر عبور رکھتے ہیں اور جیسا کہ انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دیانت دار اور امانت دار شخصیت کے طور پر پہچانا تھا، جس کی مثالی شخصیت بے مثال تھی۔ باب 10 یونس، آیت 16

”کیونکہ میں اس سے پہلے زندگی بھر تمہارے درمیان رہا تھا، پھر کیا تم عقل نہیں کرو گے؟...“

:اور باب 8 الانفال، آیات 7-8

لیکن اللہ کا ارادہ یہ تھا کہ اپنے قول سے حق کو قائم کرے اور کافروں کی جڑ کو مٹا دے، کہ وہ ”حق کو قائم کرے اور باطل کو مٹا دے، خواہ مجرموں کو ناپسند ہو۔“

عام طور پر تاریخ کا مشاہدہ کرنا چاہیے اور اس حقیقت کی قدر کرنی چاہیے کہ باطل اگر کسی معاشرے میں اپنے آپ کو جما بھی لے تو بالآخر ایک وقت ایسا آیا کہ باطل طاقت اور اثر و رسوخ کی سطح تک پہنچنے کے باوجود حق کے ذریعے اسے مٹا دیا۔ تاریخ میں ہر وہ معاشرہ جس نے طاقت اور اثر و رسوخ کا غلط استعمال کیا اسے ایک ہی انجام کا سامنا کرنا پڑا: تباہی، کسی نہ کسی طریقے سے۔ جبکہ جن معاشروں نے خدائی ضابطہ اخلاق قائم کیا انہیں عطا کیا گیا انہیں انفرادی اور معاشرتی سطح پر ذہنی سکون حاصل ہوا۔ حالات ان کے لیے صرف منفی انداز میں بدلے، جب انہوں نے اس الہی ضابطہ اخلاق کو ترک کر دیا جو انہیں عطا کی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے انہیں دیا گیا تھا۔ اس

تاریخی سچائی سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے کی اہمیت کو سیکھنا چاہیے اور اسلامی تعلیمات میں دی گئی نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے اسے سیکھنا چاہیے۔ یہ صرف اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دماغ اور جسم کا ہم آہنگ توازن حاصل کریں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مؤثر طریقے سے تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھیں گے۔ نتیجتاً، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔ اس کے علاوہ یہ طرز عمل لوگوں کے حقوق کی تکمیل کو یقینی بنائے گا اور اس کے نتیجے میں معاشرے میں انصاف اور امن پھیلے گا۔ لیکن اگر کوئی فرد اور وسیع تر معاشرہ اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرنے کا فیصلہ کرے تو وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت میں پائیں گے، جس کی وجہ سے ان کی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز گم ہو جائے گی، اور وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے ناکافی طور پر تیاری کریں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، خواہ وہ کچھ دنیاوی آسائشوں کا تجربہ کریں۔ اس کے علاوہ ان کا طرز عمل انہیں لوگوں کے حقوق کی ادائیگی سے روک دے گا، نتیجتاً معاشرے میں ناانصافی اور بدعنوانی پھیلے گی۔ یہ دونوں نتائج اس وقت ظاہر ہوتے ہیں جب کوئی تاریخ کا مشاہدہ کرے، چاہے وہ کسی مذہب کو نہ مانے۔ باب 8 الانفال، آیت 8:

”کہ وہ حق کو قائم کرے اور باطل کو مٹا دے، خواہ مجرموں کو وہ ناپسند ہو۔“

نتیجتاً، ایک فرد کو اپنے فائدے کے لیے اسلامی تعلیمات کو اپنانا اور نافذ کرنا چاہیے، چاہے یہ تعلیمات اس کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہوں۔ انہیں اپنے آپ کو ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفاد میں ہے، باوجود اس کے کہ ناخوشگوار دوائیں تجویز کی گئی ہیں اور غذا کا سخت طریقہ۔ جس طرح یہ عقلمند مریض اچھی ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ فرد بھی جو اسلامی تعلیمات کو اپنائے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ یہ اس حقیقت کی وجہ سے ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس وہ علم ہے جو اس بات کو یقینی بنانے کے لیے ضروری ہے کہ انسان ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کو حاصل کرے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو مناسب طریقے سے منظم کرے۔ معاشرے کے زیر انتظام انسانی ذہنی اور جسمانی حالات کی تفہیم اس نتیجے کو حاصل کرنے کے لیے کبھی بھی کافی نہیں ہوگی، چاہے کتنی ہی وسیع تحقیق کی گئی ہو، کیونکہ یہ زندگی میں کسی شخص کو درپیش ہر چیلنج سے نمٹ نہیں سکتی۔ ان کی رہنمائی ہر قسم کے ذہنی اور جسمانی تناؤ کو نہیں روک سکتی اور نہ ہی یہ محدود علم، تجربے، دور اندیشی اور موروثی

تعصبات کی وجہ سے کسی کو اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو درست طریقے سے پوزیشن دینے کے قابل بنا سکتی ہے۔ یہ علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، جو اس نے قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ذریعے انسانیت کو عطا کیا ہے۔ یہ حقیقت اس وقت عیاں ہو جاتی ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو اپنی حاصل کردہ نعمتوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق استعمال کرتے ہیں بمقابلہ جو نہیں کرتے۔ اگرچہ، بہت سی صورتوں میں، مریض ان سائنسی اصولوں کو نہیں سمجھ پاتے جو ان کو تجویز کی گئی ہیں اور اس طرح وہ اپنے ڈاکٹر پر اندھا بھروسہ کرتے ہیں، تاہم، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام کی تعلیمات پر غور کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی پر اس کے فائدہ مند اثرات کو پہچان سکیں۔ وہ لوگوں سے اسلام کی تعلیمات کو بلاوجہ قبول کرنے کا مطالبہ نہیں کرتا۔ بلکہ وہ چاہتا ہے کہ وہ اس کے واضح ثبوتوں کے ذریعے اس کی سچائی کو تسلیم کریں۔ تاہم، اس کے لیے ضروری ہے کہ ایک شخص غیر جانبدارانہ اور کھلے ذہن کے ساتھ اسلام کی تعلیمات سے رجوع کرے۔ باب 12 یوسف، آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں"

مزید برآں، چونکہ اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کے روحانی دلوں پر اکیلا اختیار رکھتا ہے، ذہنی سکون کا گھر ہے، اس لیے وہی طے کرتا ہے کہ کس کو یہ عطا کیا گیا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43:

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف اور صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون اور اپنی نصرت عطا کرتا ہے جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ اصولوں کے مطابق استعمال کرتے ہیں۔ باب 8 الانفال، آیت 9

جب تم نے اپنے رب سے مدد مانگی تو اس نے جواب دیا کہ میں تمہاری مدد ایک ہزار فرشتوں سے ”کروں گا جو ایک دوسرے کے پیچھے چلیں گے۔“

غزوہ بدر کے دوران اللہ تعالیٰ نے ہزاروں فرشتے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدد کے لیے بھیجے۔ اس پر امام محمد السلابی کی کتاب ، نبوی زندگی، جلد 1، صفحہ 977-978 اور امام واحدی کی، اسباب النزول ، 8:17، صفحہ 82 میں بحث کی گئی ہے ۔

جب تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہے گا، وہ اس کی نصرت حاصل کرے گا۔ یہ مدد ان کی ہر صورت حال میں رہنمائی کرے گی، خواہ آسانی کا وقت ہو یا مشکل، تاکہ وہ ہر صورت حال کا صحیح جواب دیں۔ باب 65 میں طلاق، آیت 2

”اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔“

یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہیں گے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ ان کے دماغ اور جسم کے درمیان ہم آہنگی کے توازن کو حاصل کرنے میں مدد کرے گا، وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کی تیاری کرتے ہوئے اپنی زندگی میں تمام چیزوں کو صحیح طریقے سے جگہ دیں گے۔ نتیجے کے طور پر، یہ سلوک دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کو فروغ دے گا۔

اس کے علاوہ، اللہ تعالیٰ کی لامحدود قدرت کی قدر کرنے کی کوشش ان کی صلاحیت کے مطابق کرنی چاہیے، کیونکہ اس سے اس کی مدد حاصل کرنے کے بارے میں شکوک و شبہات دور ہو جائیں گے، حتیٰ کہ ان حالات میں بھی جو ناممکن نظر آتے ہیں۔ باب 8 الانفال، آیت 10

اور اللہ نے اسے صرف بشارت دینے کے لیے بنایا ہے اور اس سے تمہارے دلوں کو اطمینان حاصل "ہے، اور فتح اللہ کی طرف سے نہیں، بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔"

لیکن جیسا کہ اس آیت کے آخر میں اشارہ کیا گیا ہے، یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ یہ غیبی مدد افراد کی خواہشات یا نظام الاوقات کے بجائے اللہ تعالیٰ کے بے پایاں علم اور حکمت کے مطابق عطا کی گئی ہے۔ نتیجتاً، یہ الہی مدد سب سے زیادہ سازگار وقت پر آتی ہے اور سب سے زیادہ اثر انگیز انداز میں ظاہر ہوتی ہے، چاہے یہ افراد پر ظاہر نہ ہو۔ لہذا، انسان کو اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت کا عزم کرتے ہوئے اس یقین پر قائم رہنا چاہیے کہ انہیں دونوں جہانوں میں مدد ملے گی، چاہے وہ سہارا انہیں آسانی سے نظر نہ آئے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں اپنے ایمان کو مضبوط کرنے کے لیے، جیسے کہ ناممکن حالات میں بھی لوگوں کی مدد کرنے کی اس کی صلاحیت کی قدر کرنا، انسان کو ان الہی صفات کا مطالعہ کرنا چاہیے جن کا ذکر قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو شروع میں خدائی صفات اور اسماء کی اہمیت کو سمجھنا چاہیے، بعد ازاں ان معانی کو ان کے کردار میں ان کی پیدا کردہ صلاحیت کے مطابق اپنے اعمال کے ذریعے ڈھالنا چاہیے، جیسے کہ دوسروں کو معاف کرنا سیکھنا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے، اور دوسروں پر رحم کرنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی طرح، تمام رحم دل ہیں، جب تک یہ صفات ان کے دل کی گہرائیوں میں داخل نہ ہوں۔ مثبت خصوصیات کو حاصل کرنے کے لئے یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اپنی عطا کردہ نعمتوں کو ان آداب کے ساتھ استعمال کریں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، جیسا کہ قرآن پاک کی تعلیمات اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے انہیں دماغ اور جسم کے درمیان متوازن ہم آہنگی حاصل کرنے میں مدد ملے گی، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک

کو صحیح طریقے سے جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے صحیح طریقے سے تیاری کریں گے۔ نتیجتاً، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔

مزید برآں، اللہ تعالیٰ کے بارے میں تحریف شدہ تفہیم کی تشکیل سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی صفات اور ناموں کا مطالعہ کیا جائے جیسا کہ قرآن پاک میں پیش کیا گیا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ اس علم کو حاصل کرنے سے اللہ تعالیٰ پر صحیح اعتقاد پیدا ہوتا ہے اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق استعمال کرتے ہوئے مخلصانہ اطاعت کی ترغیب ملتی ہے۔ اس کے برعکس، اللہ تعالیٰ کی صفات اور ناموں کے بارے میں علم میں کمی، غلط عقائد کا باعث بنتی ہے جو نافرمانی کی طرف لے جاتی ہے، جیسے خواہش مندانه سوچ۔ مثال کے طور پر، ایک فرد جو صحیح طور پر سمجھتا ہے کہ اللہ، سب سے زیادہ بخشنے والا ہے، اس کی اطاعت کرنے کی پوری کوشش کرے گا، اس امید کے ساتھ کہ وہ اپنے گناہوں کی معافی حاصل کرے گا۔ اس کے مقابلے میں، جو شخص اللہ تعالیٰ کی بخشش کی فطرت کو پوری طرح نہیں سمجھتا، وہ نافرمانی جاری رکھ سکتا ہے، غلطی سے یہ مانتا ہے کہ اس کے طرز عمل سے قطع نظر اسے معاف کر دیا جائے گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنگ بدر کے دوران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدد کرنے کے کچھ اور طریقوں پر بھی بحث کی۔ باب 8 الانفال، آیت 11

جب اس نے تم پر غنودگی طاری کر دی اور اپنی طرف سے سلامتی دے کر تم پر آسمان سے بارش برسائی جس سے تم کو پاک کر دے اور تم سے شیطان کی برائیوں کو دور کر دے اور تمہارے دلوں کو ثابت قدم رکھے اور اس سے تمہارے پاؤں جمائے۔

جیسے ہی غیر مسلم فوج میدان بدر میں پہنچی تو انہوں نے اپنا پڑاؤ اس جگہ قائم کیا جو زیادہ فائدہ مند معلوم ہوتا تھا، جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس جگہ واپس بھیج دیا گیا جو کم سازگار جگہ

معلوم ہوتا تھا۔ تاہم بارش کے بعد یہ منظر بدل گیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کیمپ زیادہ فائدہ مند مقام میں تبدیل ہو گیا۔ بارش نے زمین کو مضبوط کر دیا جہاں وہ ٹھہرے ہوئے تھے۔ مزید برآں، بارش نے وضو اور دیگر ضروریات کے لیے پانی جمع کرنے میں سہولت فراہم کی۔ تفسیر ابن کثیر، جلد 4، صفحہ 271-272 میں اس پر بحث کی گئی ہے۔

انہیں جو غنودگی نصیب ہوئی وہ تحفظ کے احساس کی وجہ سے تھی جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ڈال دی جس نے انہیں شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رکھا۔ اگر وہ گھبراتے تو سوتے ہی نہیں۔ اس نیند نے انہیں جنگ سے پہلے مکمل آرام کرنے کا موقع بھی دیا۔ وہ واحد شخص جس کو نیند نہیں آتی تھی وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اس نے رات اللہ تعالیٰ سے فتح کے لیے دعائیں مانگتے ہوئے گزاری۔ مسند احمد نمبر 1161 میں موجود حدیث میں اس پر بحث ہوئی ہے۔

آیت نمبر 11 اور غزوہ بدر کا واقعہ یہ بتاتا ہے کہ جب حالات مثالی سے کم دکھائی دیتے ہیں تب بھی اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت پر ثابت قدم رہنا چاہیے کیونکہ حالات جیسے بھی کیوں نہ ہوں ان پر برکتیں اور کامیابیاں نازل ہوں گی۔

عام اصطلاحات میں سنن ابن ماجہ نمبر 4168 میں درج ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو تقدیر کے بارے میں سوال کرنے کی تلقین فرمائی کیونکہ اس سے شیطان کا اثر ہو سکتا ہے۔ انہوں نے مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو قبول کریں کیونکہ وہ اکثر اپنے محدود نقطہ نظر اور فہم کی کمی کی وجہ سے بنیادی حکمتوں کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں۔ یہ، بدلے میں، بے صبری کو فروغ دیتا ہے اور اس کے نتیجے میں انعامات ضائع ہوتے ہیں۔ افراد کو اپنے ماضی کے تجربات پر غور کرنا چاہیے جہاں انہوں نے غلطی سے کسی چیز کو فائدہ مند سمجھا جب وہ نقصان دہ تھا، اور اس کے برعکس، انہیں صبر کو برقرار رکھنے کے لیے ترغیب دلانا چاہیے، کیوں کہ آخر کار ان پر فائدے اور حکمتیں ظاہر ہوں گی۔ باب 2: البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس بات کی وضاحت فراہم کرنے کا پابند نہیں ہے کہ اس کے احکام کس طرح ان کے فائدے میں ہیں۔ افراد کو چاہیے کہ وہ اللہ کے بندوں کے طور پر کائنات میں اپنے کردار کو سمجھیں۔ آقا کو کبھی بھی بندے کے فیصلوں کا جواز پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے کے ایک حصے میں صبر کو برقرار رکھنا اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق استعمال کرتے ہوئے اس کی اطاعت جاری رکھنا شامل ہے چاہے وہ اس کے فیصلوں کے پیچھے حکمت کو نہ بھی سمجھیں، اور یہ بھروسہ رکھتے ہوئے کہ وہ مناسب وقت پر اور انتہائی مناسب طریقے سے ان کی مدد کرے گا، چاہے یہ ان کے لیے فوری طور پر نہ ہو۔ باب 65 میں طلاق، آیت 2

”اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔“

یہ واقعی اس دنیا کی زندگی کے امتحان کا ایک پہلو ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیات 2-3

کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں یہ کہنے پر چھوڑ دیا جائے گا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور ”ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی، لیکن ہم نے ان سے پہلے والوں کو ضرور آزمایا ہے، اور اللہ ”ضرور ان لوگوں کو ظاہر کرے گا جو سچے ہیں اور وہ ضرور جھوٹوں کو ضرور ظاہر کر دے گا۔“

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہزاروں فرشتوں کے ذریعے مسلمانوں کی فوج کی مدد کی جنہوں نے بدر کی جنگ میں جسمانی طور پر حصہ لیا۔ باب 8 الانفال، آیت 12

جب تمہارے رب نے فرشتوں کو وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، تم ایمان والوں کو تقویت دو۔" میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا، لہذا ان کی گردنوں پر مارو اور ہر انگلی کے پور پر "مارو۔

ایک موقع پر جنگ بدر کے دوران ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے ایک غیر مسلم سپاہی کا پیچھا کیا اور کسی دوسرے شخص کی عدم موجودگی کے باوجود اس کے ساتھ ایک کوڑے کی آواز سنی۔ اس نے غیر مسلم میت کو دریافت کیا۔ جب اس واقعہ کی اطلاع حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی گئی تو آپ نے تصدیق کی کہ یہ تیسرے آسمان کا فرشتہ ہے۔ یہ روایت صحیح مسلم نمبر 4588 میں موجود ایک حدیث میں درج ہے۔

ایک اور موقع پر ایک فرشتے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس بن عبدالمطلب کو پکڑنے میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی مدد کی۔ عباس پر مکہ کے غیر مسلموں نے اس جنگ کے دوران ان کے ساتھ اتحاد کرنے کے لیے دباؤ ڈالا تھا۔ یہ واقعہ مسند احمد نمبر 948 میں موجود حدیث میں مذکور ہے۔

باب 8 الانفال، آیت 12

جب تمہارے رب نے فرشتوں کو وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، تم ایمان والوں کو تقویت دو۔" ... میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈالوں گا

عام طور پر، یہ آیت بتاتی ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں، وہ بالآخر ذہنی سکون اور کامیابی حاصل کرنے میں ناکام رہیں گے، خواہ یہ ان پر فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔ کسی کو یہ سوچنے کی غلطی نہیں کرنی چاہئے کہ دولت اور اثر و رسوخ جیسی دنیاوی چیزوں کا حصول ہی حقیقی کامیابی کی علامت ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو امیر اور معروف لوگ کرہ ارض پر سب سے زیادہ مطمئن اور مطمئن افراد ہوتے۔ تاہم، یہ واضح طور پر درست نہیں ہے، کیونکہ جو لوگ دولت مند اور مشہور ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں، ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اکثر اپنے آپ کو ذہنی صحت کے شدید مسائل سے دوچار ہوتے ہیں، جن میں ڈپریشن، منشیات کی زیادتی اور خودکشی کے خیالات شامل ہیں۔ باب 8 الانفال، آیت 13

یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی ”مخالفت کرے گا تو اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔“

مزید برآں، اگر وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہے جو انہیں دی گئی ہیں، وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے صحیح طریقے سے تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ باب 8 الانفال، آیت 14

وہ [تمہارا] بے تو اس کا مزہ چکھو "اور یقیناً کافروں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔"

چنانچہ یہ جاننا ضروری ہے کہ حقیقی کامیابی دنیا اور آخرت دونوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے میں ہے۔ یہ صرف اسلامی اصولوں کے مطابق دی گئی نعمتوں کو بروئے کار لا کر ہی پورا کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح کی پابندی ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کی ضمانت دے گی، جس سے افراد روز قیامت کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کرتے ہوئے اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو مناسب طور پر ترجیح دے سکیں گے۔ لہذا ایک فرد کو چاہیے کہ وہ اسلامی اصولوں کو اپنے فائدے کے لیے قبول کرے اور ان کا اطلاق کرے، خواہ یہ اصول اس کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہوں۔ انہیں ایک

عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے جو اپنے معالج کی طبی سفارشات پر عمل کرتا ہے، یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفادات کو پورا کرتا ہے، یہاں تک کہ اگر اس کے لیے ناخوشگوار علاج اور سخت غذا پر قائم رہنے کی ضرورت ہو۔ جس طرح یہ سمجھدار مریض بہترین ذہنی اور جسمانی تندرستی حاصل کرے گا، اسی طرح اسلامی تعلیمات کو اپنانے اور اس پر عمل کرنے والا بھی خوشحال ہوگا۔

باب 8 الانفال، آیات 13-14

یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے، یہ (تمہارا) ہے، اس کا مزہ چکھو "اور یقیناً کافروں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

بالآخر، چونکہ تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کے مکمل کنٹرول اور اختیار میں آتی ہے، اس لیے افراد کے پاس اس کے احکام پر عمل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ جس طرح کسی کو کسی مخصوص قوم کے گورننگ باڈی کے قائم کردہ قوانین پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اسی طرح اگر وہ حاکم کائنات کی ہدایات کو نظر انداز کرے گا تو اسے دونوں جہانوں میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگرچہ کوئی شخص کسی قوم کو چھوڑنے کا انتخاب کر سکتا ہے اگر وہ اس کے قوانین سے اختلاف رکھتا ہے، لیکن وہ ایسی جگہ فرار نہیں ہو سکتا جہاں اللہ تعالیٰ کا اختیار اور ضابطے غالب نہ ہوں۔ اگرچہ افراد اپنی برادری کے قوانین کو بدل سکتے ہیں، لیکن وہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے احکام اور قوانین میں ترمیم کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ مزید برآں، جیسا کہ ایک گھر کا مالک اپنی رہائش کے قوانین کا تعین کرتا ہے، دوسروں کے اعتراضات سے قطع نظر یہ کائنات اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے، جو بلند و بالا ہے، جو صرف رائے عامہ کی پرواہ کیے بغیر، اس پر حکمرانی کے ضوابط قائم کرتا ہے۔ چنانچہ ان اصولوں کی تعمیل اپنے فائدے کے لیے ضروری ہے۔ جو لوگ اس حقیقت کو سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل پیرا ہوں گے اور ان پر عطا کردہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرتے ہوئے اس کی اطاعت کرنے کی کوشش کریں گے جو اس کو پسند ہیں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ لوگ یا تو اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ممانعتوں کے پیچھے موجود حکمت کو سمجھنے کی

کوشش کر سکتے ہیں، یہ جان کر کہ وہ کس طرح اپنے اور وسیع تر طبقے کے مفادات کی تکمیل کرتے ہیں، بالآخر دونوں جہانوں میں سکون کا باعث بنتے ہیں، یا وہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے اور اسلام کے اصولوں کو مسترد کرنے کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ تاہم، جو لوگ اسلامی ضوابط پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں، انہیں دونوں جہانوں میں اپنے فیصلوں کے اثرات کے لیے خود کو تیار کرنا چاہیے، کیونکہ کوئی اعتراض، احتجاج یا شکایت انہیں پناہ نہیں دے گی۔ باب 18 الکہف، آیت 29:

اور کہہ دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے۔ اور جو چاہے کفر کرے، بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایک آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی، اور اگر وہ راحت کے لیے پکاریں گے تو ان کو ایسے پانی سے راحت ملے گی جیسے گدھے تیل سے، جو ان کے چہروں کو جھلسا دیتا ہے، برا مشروب ہے اور برا ٹھکانہ ہے۔

جب اللہ تعالیٰ مومنین کو قرآن پاک میں طلب کرتا ہے تو اس کی دعوتیں اکثر ان کے ایمان کے اعلانیہ کی تکمیل سے منسلک ہوتی ہیں۔ یہ اس حقیقت کی وجہ سے ہے کہ عمل سے خالی ایمان کا بولا ہوا اعلان اسلام میں کم سے کم اہمیت رکھتا ہے۔ اعمال اس ثبوت اور ثبوت کے طور پر کام کرتے ہیں جو دونوں جہانوں میں انعام اور رحمت حاصل کرنے کے لیے حاصل کرنا ضروری ہے۔ جس طرح پھل دینے والا درخت تب ہی فائدہ مند ہوتا ہے جب وہ پھل دیتا ہے، اسی طرح ایمان بھی تب ہی قیمتی ہوتا ہے جب اس کا نتیجہ نیکیوں پر ہو۔ اس صورت میں، اللہ تعالیٰ مومنوں کو اپنی اطاعت پر ثابت قدم رہنے کی دعوت دیتا ہے، حتیٰ کہ لڑائی جیسے مشکل حالات میں بھی۔ باب 8 الانفال، آیات 15-16:

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم کافروں سے [جنگ کے لیے] پیش قدمی کرتے ہوئے ملو تو" ان کی طرف پیٹھ نہ موڑو، اور جو شخص ایسے دن ان کی طرف پیٹھ پھیرے گا، سوائے اس کے کہ وہ جنگ کی حکمت عملی اختیار کرے یا [دوسری جماعت میں شامل ہو جائے، وہ یقیناً اللہ کی طرف سے غضب کے ساتھ لوٹا، اور اس کی پناہ گاہ ہے۔"

عام طور پر، آسانی کے وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اتنا مشکل نہیں ہے۔ کسی کے ایمان کا اصل امتحان اس کی فرمانبرداری پر ثابت قدم رہنے میں ہے کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرے جو اسے اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، مشکل کے وقت، خاص طور پر جب اس کی خواہشات متضاد ہوں۔ اس لیے مشکل کے اوقات ان لوگوں کے درمیان فرق کرتے ہیں جو حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں، ان لوگوں سے جو نہیں مانتے۔ لہذا جو شخص آسانی اور مشکل دونوں وقتوں میں عمل کے ذریعے اللہ تعالیٰ پر ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت کرنے میں ناکام رہتا ہے وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی عدم توازن کی حالت میں ہوں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، باوجود اس کے کہ وہ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ اور جو شخص زبانی طور پر اللہ تعالیٰ پر ایمان کا دعویٰ کرتا ہے لیکن عمل سے اس کے زبانی اعلان کی تائید نہیں کرتا وہ اس کے غضب اور عذاب کا مستحق ہے۔ باب 8 الانفال، آیت 16:

اور جو شخص ایسے دن ان کی طرف پیٹھ پھیرے گا، سوائے اس کے کہ وہ جنگ کے لیے [ایک] حکمت عملی کے طور پر [یا] دوسری [جماعت میں شامل ہو جائے، وہ یقیناً اللہ کی طرف سے غضب کے ساتھ لوٹا ہے، اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔

خاص طور پر، یہ آیت اس فطری خوف کی طرف اشارہ نہیں کرتی ہے جو لوگ رکھتے ہیں بلکہ اس شخص کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو لڑائی جیسی خوفناک صورتحال کا سامنا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو مکمل طور پر چھوڑ دیتا ہے۔ جبکہ جو شخص خوف کے مارے ایک ہی موقع پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے بھاگتا ہے لیکن اپنے زبانی اعلان ایمان کی تائید کے لیے مسلمانوں کے مرکزی جسم میں واپس آتا ہے تو وہ عذاب سے محفوظ رہے گا۔

اس کے علاوہ یہ آیت اس بات کی بھی تنبیہ کرتی ہے کہ جو لوگ اپنے ایمان کے زبانی اعلان کو عمل کے ساتھ نہیں مانتے وہ اس دنیا سے جانے سے پہلے ہی اپنا ایمان کھو سکتے ہیں۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے سے مشابہ ہے جس کو پھلنے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے

اطاعت کے اعمال سے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی جیسے اہم وسائل سے محروم پودا مر جائے گا، اسی طرح انسان کا ایمان بھی فرمانبرداری کے بغیر مر سکتا ہے۔

غزوہ بدر کے دوران حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مٹھی بھر ریت اور کنکر غیر مسلم فوج کی طرف پھینکے جو ہر غیر مسلم سپاہی کی آنکھوں تک پہنچ گئے اور ان کی توجہ لڑائی سے ہٹ گئی۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال آیت 17 نازل فرمائی:

،اور تم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو مارا، اور جب تم نے پھینکا تو تم نے نہیں پھینکا" بلکہ اللہ نے پھینکا ہے تاکہ مومنوں کو اچھی آزمائش میں ڈالے، بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

،السّلابی کی کتاب ، نبوی زندگی، جلد 1، صفحہ 977-978 اور امام واحدی کی، اسباب النزول ، 8:17، صفحہ 82 میں بحث کی گئی ہے ۔

یہ آیت غزوہ بدر میں پیش آنے والے واقعات کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتی ہے کیونکہ مخلوق میں کوئی بھی چیز اس کی مرضی اور اجازت کے بغیر نہیں ہوتی۔ اس حقیقت کو یاد رکھنا انسان کو اپنے اچھے کاموں پر فخر کرنے سے روکتا ہے۔ کسی کے اچھے کاموں پر فخر کرنے سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ ان کے اچھے اعمال کی بربادی کا باعث بنتا ہے۔ اس کے بجائے، انسان کو اپنے نیک اعمال کے صلہ کو ہمیشہ یاد رکھ کر محفوظ رکھنا چاہیے کہ اچھے کام کرنے کا الہام، علم صلاحیت اور موقع سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ وہ نیک اعمال کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اس کی فرمانبرداری پر ثابت قدم رہتے ہوئے ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتا ہے جو اس نے اسلامی تعلیمات میں بیان کی ہیں۔ باب 8 الانفال، آیت 17:

اور تم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو مارا اور جب تم نے پھینکا تو تم نے نہیں پھینکا بلکہ”
”اللہ نے پھینکا تاکہ مومنوں کو اچھی آزمائش میں ڈالے۔

غزوہ بدر اگرچہ ایک انتہائی کٹھن امتحان تھا، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اسے ایک اچھا امتحان قرار دیا۔ اس لیے مختلف حالات کا اندازہ لگاتے وقت ان کی علم کی کمی اور دور اندیشی کو تسلیم کرنا چاہیے کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ کون سے حالات اچھے یا برے ہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہیں گے، اس یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے جو کچھ بھی فرماتا ہے وہ سب سے بہتر ہے، چاہے یہ ان پر ظاہر نہ ہو۔ باب 64 تغابن، آیت 11

کوئی مصیبت اللہ کے حکم کے بغیر نہیں آتی اور جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ اس کے دل کو ہدایت دے گا۔

:اور باب 8 الانفال، آیت 17

”بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔“

جب تک کوئی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ہر وقت ثابت قدم رہے گا، اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، ان کو درپیش ہر صورت حال ان کے لیے دونوں جہانوں میں بھلائی کا باعث بنے گی کیونکہ یہ انہیں متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کی طرف لے جائے گی، یہ یقینی بنائے گا کہ وہ ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی کے اندر صحیح طریقے سے

جگہ دیں گے اور روز حساب کے لیے مناسب طور پر پیشگی حساب کتاب کے لیے تیار ہوں گے۔ اس کے علاوہ جب کوئی یہ طرز عمل اختیار کرے گا تو اس سے لوگوں کے حقوق پورے ہوں گے، اس کے نتیجے میں معاشرے میں امن و انصاف پھیلے گا۔ یہ ان لوگوں کی سازشوں میں رکاوٹ بنے گا، جو دنیاوی چیزوں جیسے دولت اور طاقت کے حصول کی خاطر فساد پھیلانا چاہتے ہیں۔ باب 8 الانفال، آیت 18:

"یہ [ایسا ہے] اور [یہ بھی] کہ اللہ کافروں کی چال کو کمزور کر دے گا۔"

غزوہ بدر کے لیے مکہ سے روانگی سے قبل مکہ کے غیر مسلموں کے قائدین خانہ کعبہ کے پردوں سے لپٹ گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں کہ وہ اس گروہ کو فتح عطا فرمائے جس پر اس نے احسان کیا۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال آیت 19 نازل فرمائی۔

اگر تم فیصلہ [یعنی فتح] چاہتے ہو تو تمہارے پاس فیصلہ آچکا ہے اور اگر تم باز آؤ گے تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، لیکن اگر تم [نافرمانی کی طرف] واپس آؤ گے تو ہم واپس آ جائیں گے اور تمہاری [بڑی] جماعت سے تمہیں برگز فائدہ نہیں پہنچے گا، چاہے اس میں اضافہ ہی کیوں نہ ہو، اور [یہ ہے] کیونکہ اللہ پر ایمان ہے۔

تفسیر ابن کثیر، جلد 4، صفحہ 281-282 اور امام واحدی کی، اصحاب النزول، 8:19، صفحہ 82 میں اس پر بحث کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ چنانچہ مکہ کے غیر مسلموں کو چاہیے کہ وہ اس واضح نشانی پر دھیان دیں اور سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں۔

خلاصہ یہ کہ یہ آیت افراد کو خود غرض رویہ سے بچنے کی ترغیب دیتی ہے، جہاں وہ خصوصی طور پر اپنی زندگیوں اور چیلنجوں پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ جو لوگ اس طرح کے نقطہ نظر کو اپناتے ہیں وہ تاریخی واقعات اور اپنے تجربات کے ساتھ اپنے اردگرد کے لوگوں کے حالات سے سیکھنے کا موقع ضائع کرتے ہیں۔ ان عناصر سے علم حاصل کرنا کسی کے طرز عمل کو بہتر بنانے، اور ماضی کی غلطیوں کی تکرار کو روکنے کے لیے سب سے مؤثر طریقوں میں سے ایک ہے بالآخر اندرونی سکون کو فروغ دیتا ہے۔ مثال کے طور پر، دولت مند اور نامور افراد کا مشاہدہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں، صرف پریشانی، دماغی صحت کی جدوجہد، لت، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات سے دبے رہنے کے لیے — خوشی اور عیش کے مختصر لمحات کے باوجود — ایک اہم سبق پیش کرتا ہے۔ یہ تماشائیوں کو ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے سے باز رہنے کی ہدایت کرتا ہے جو انہیں دی گئی ہیں، اس خیال کو تقویت دیتے ہوئے کہ حقیقی سکون مادی دولت یا ہر دنیوی خواہش کی تکمیل سے پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح، خراب صحت میں کسی کو گواہی دینے سے کسی کی اپنی بھلائی کے لیے تعریف کی تحریک پیدا کرنی چاہیے اور اسے چھین لینے سے پہلے اس کے صحیح استعمال کو فروغ دینا چاہیے۔ لہذا، اسلام مسلمانوں کو مسلسل ہوشیار رہنے کی نصیحت کرتا ہے، بجائے اس کے کہ وہ اپنی ذاتی زندگیوں میں اس قدر مشغول ہو جائیں کہ وہ اپنے اردگرد کی وسیع دنیا کو نظر انداز کر دیں۔

باب 8 الانفال، آیت 19

اور اگر تم (نافرمانی سے) باز آؤ تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، لیکن اگر تم (نافرمانی کی طرف) ”واپس آؤ گے تو ہم واپس آجائیں گے اور تمہاری [بڑی] جماعت تمہیں کبھی بھی فائدہ نہیں پہنچائے گی چاہے اس میں اضافہ ہی کیوں نہ ہو جائے۔“

، عام طور پر، یہ لوگوں کو یاد دلاتا ہے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ، کائنات کے معاملات کو کنٹرول کرتا ہے، باب 53 عن وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کس کو ذہنی سکون اور کامیابی حاصل ہوتی ہے اور کس کو نہیں۔
:نجم، آیت 43

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

لیکن جو اس حقیقت کو پہچاننے میں ناکام رہے گا وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال، نتیجتاً، ان کے وجود کا ہر پہلو، بشمول ان کا خاندان کرتے ہوئے اس کی نافرمانی کرتا رہے گا۔ دوست، کیرئیر، اور دولت، ان کے لیے تناؤ کا باعث بن جائے گی۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہیں گے تو وہ اپنے تناؤ کو غلط افراد اور اپنی زندگی کے حالات، جیسے کہ ان کی شریک حیات سے منسوب کریں گے۔ ان مثبت اثرات کے ساتھ تعلقات منقطع کرنے سے، وہ صرف اپنے دماغی صحت کے مسائل میں اضافہ کریں گے، جو ممکنہ طور پر انہیں ڈپریشن، مادے کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کی طرف لے جائیں گے۔ یہ نتیجہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کوئی ایسے افراد کو دیکھتا ہے جو اپنی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ امیر اور مشہور، ظاہری باب 8 الانفال، آیت 19 طور پر دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہونے کے باوجود۔

اور اگر تم (نافرمانی سے) باز آؤ تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، لیکن اگر تم (نافرمانی کی طرف)“
، واپس آؤ گے تو ہم واپس آجائیں گے اور تمہاری [بڑی] جماعت تمہیں کبھی بھی فائدہ نہیں پہنچائے گی
چاہے اس میں اضافہ ہی کیوں نہ ہو جائے۔“

جبکہ جو شخص اس حقیقت کو پہچانتا ہے اور اس لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہتا ہے، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، اسے خدائی مدد حاصل ہوگی۔ باب 8 الانفال، آیت 19

”اور یہ کہ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔“

قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے کافی حد تک تیار ہوں گے۔ چنانچہ اس طرز عمل سے دونوں جہانوں میں سکون پیدا ہوگا۔

باب 8 الانفال، آیت 19

اور اگر تم باز آؤ تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، لیکن اگر تم (نافرمانی کی طرف) واپس آؤ گے تو ہم لوٹ آئیں گے اور تمہاری [بڑی] جماعت کبھی بھی تمہارے کام نہیں آئے گی، خواہ اس میں اضافہ ہی کیوں نہ ہو جائے اور یہ کہ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔

عام طور پر دیکھا جائے تو آج اگر مسلمان برتری کے مقام پر نہیں ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حقیقی عقیدہ کی شرط کو پورا کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ اس میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں دی گئی ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 139:

پس تم کمزور نہ ہو اور غم نہ کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔“

لہذا اگر مسلمان دنیا کے اندر برتری چاہتے ہیں تاکہ معاشرے میں امن و انصاف قائم ہو تو انہیں چاہیے کہ وہ اپنے زبانی اعلان ایمان کی حمایت عمل سے کریں۔ باب 8 الانفال، آیت 20

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس کا حکم سنتے ہوئے اس "سے منہ نہ موڑو۔"

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے قرآن کریم کے مختلف پہلوؤں کی تکمیل کی ضرورت ہے۔ اس میں نہ صرف متن کی درست اور مستقل تلاوت شامل ہے بلکہ اس کی تعلیمات کو سمجھنا اور اس پر عمل درآمد بھی شامل ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کو صرف اس زبان میں تلاوت کرنے سے گریز کرنا چاہیے جس کی وہ سمجھ نہیں پاتے، کیونکہ یہ قرآن پاک کے ذریعے کامیابی حاصل کرنے کے لیے ناکافی ہے، جو کہ تلاوت کے لیے محض ایک متن کے بجائے رہنما کا کام کرتا ہے۔ جس طرح ایک نقشہ کسی کو فعال طور پر استعمال کیے بغیر اس کی منزل تک نہیں پہنچا سکتا، اسی طرح قرآن پاک دونوں جہانوں میں امن کی راہنمائی نہیں دے سکتا جب تک اسے سمجھ کر اس پر عمل نہ کیا جائے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا تقاضا ہے کہ ان کی تعلیمات کا مطالعہ اور ان باب 3 علی پر عمل کرتے ہوئے ان کے ایمان، محبت اور احترام کے زبانی اعلان پر عمل کیا جائے۔ عمران، آیت 31

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور "تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

اور باب 59 الحشر، آیت 7

”اور جو کچھ تمہیں رسول نے دیا ہے اسے لے لو اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز رہو۔“

باب 4 النساء آیت 80 اور

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

اور باب 33 الاحزاب، آیت 21

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔

کسی کے کردار کو اس کی عمدہ فطرت کے مطابق بنانا بہت ضروری ہے، تاکہ وہ حسد، غرور اور لالچ جیسی برائیوں کو ترک کرتے ہوئے صبر، شکر اور سخاوت جیسی خوبیوں کو اپنائے۔ یہ تبدیلی اندرونی سکون کو پروان چڑھاتی ہے، کیونکہ مثبت خصوصیات کو مجسم کرنا ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اور تعلیمات سے سیکھ کر افراد حقیقی طور پر دنیا کے سامنے ان کی نمائندگی کر سکتے ہیں۔ اس ذمہ داری کو نبھانے میں ناکامی سے غلط بیانی کا خطرہ ہے، جو غیر مسلموں اور ساتھی مسلمانوں دونوں کو اسلامی تعلیمات کی خوبصورتی سے دور کر سکتا ہے۔ اس طرح کی غلط بیانی کے نتیجے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم پر بلاجواز تنقید ہو سکتی ہے، خاص طور پر جب بعض مسلمانوں کے منفی رویے دیکھے جائیں۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وسیع تر کمیونٹی کے لیے درست طریقے سے نمائندگی کرے۔

اس کے علاوہ پہلے کی امتوں نے بھی اپنے انبیاء علیہم السلام سے محبت کا اظہار کیا۔ لیکن چونکہ وہ اپنی تعلیمات کو مجسم کرنے میں ناکام رہے وہ آخرت میں ان کے ساتھ دوبارہ نہیں ملیں گے۔ اسی طرح جو مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر نہیں چلتے وہ آخرت میں ان کی صحبت میں نہیں رہیں گے۔ اس کے بجائے، افراد ان لوگوں کے ساتھ منسلک ہوں گے جنہیں انہوں نے اس زندگی میں پیروی کرنے کا انتخاب کیا ہے۔ یہ تصور سنن ابوداؤد نمبر 4031 میں موجود حدیث میں نمایاں ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے سے لوگ قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق ان کو عطا کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کریں گے۔ اس طرح کی پابندی دماغ اور جسم کے درمیان ایک متوازن ہم آہنگی کو فروغ دے گی، لوگوں کو اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مؤثر طریقے سے ترجیح دینے کی اجازت دے گی کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیاری کر رہے ہیں۔ یہ طرز عمل بالآخر دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دے گا۔ باب 8 الانفال، آیت 20

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس کا حکم سنتے ہوئے اس "سے منہ نہ موڑو۔"

دوسری طرف، اگر کوئی فرد مناسب اعمال کے ساتھ اپنے زبانی ایمان کے اعلان کی حمایت نہیں کرتا ہے، تو وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ اپنے آپ کو ایک انتشار کی ذہنی اور جسمانی حالت میں پائیں گے، اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز

کو غلط جگہ دیتے ہوئے، اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے ناکافی تیاری کر رہے ہوں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور چیلنجوں کا باعث بنے گا، حالانکہ وہ اس زندگی میں عارضی خوشیوں کا تجربہ کر سکتے ہیں۔ باب 8 الانفال، آیات 21-22

اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو کہتے ہیں کہ ہم نے سنا، حالانکہ وہ نہیں سنتے، بے شک "اللہ کے نزدیک سب سے بدتر وہ گونگے بہرے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔"

یہ آیات واضح کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی درست اطاعت کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی علم کو صحیح طور پر سننا چاہیے تاکہ وہ مثبت طرز عمل کی تبدیلیوں کی طرف ترغیب دے۔ افراد کو اسلامی تعلیمات کو دھیان سے سننا چاہیے، انہیں اپنے ذاتی تجربات سے جوڑنا چاہیے، مستقبل میں ان اسباق کو کس طرح نافذ کرنا ہے اس کا اندازہ لگانا چاہیے، اور اس پر عمل درآمد کے لیے سنجیدگی سے کوشش کرنی چاہیے۔ اس عمل میں شامل ہو کر، افراد حقیقی طور پر اسلامی علم سے استفادہ کر سکتے ہیں جسے وہ سنتے ہیں۔ ان اقدامات پر عمل کیے بغیر محض اسلامی تعلیمات کو سننے سے رویے میں مثبت تبدیلی نہیں آئے گی۔ یہ ایک اہم وجہ ہے کہ بہت سے مسلمان بامعنی تبدیلی سے نہیں گزرتے، حالانکہ ان کی اسلامی معلومات تک بے مثال رسائی ہے۔ جو لوگ ٹھیک طرح سے نہیں سنتے وہ ایک بہرے، اندھے اور گونگے جانور کے مشابہ ہیں، جنہیں خطاب کرنے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ اپنی زندگی کے تجربات یا دوسروں کے تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور نتیجتاً وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہیں گے، ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے، چاہے باب 8 الانفال، آیات 21-22 وہ اسلامی علم کے سامنے کیوں نہ ہوں۔

اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو کہتے ہیں کہ ہم نے سنا، حالانکہ وہ نہیں سنتے، بے شک "اللہ کے نزدیک سب سے بدتر وہ گونگے بہرے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔"

نتیجتاً، ان کے وجود کا ہر پہلو، خاندان، دوستوں، کیریئر اور مالی حالات پر محیط، ان کے لیے پریشانی کا باعث بن جائے گا۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں تو وہ غلط طور پر اپنے تناؤ کو غلط افراد اور اپنی زندگی کے حالات جیسے کہ ان کی شریک حیات سے منسوب کریں گے۔ ان مثبت رابطوں کو منقطع کرنے سے، وہ صرف اپنے دماغی صحت کے مسائل کو بڑھا دیں گے، جو ممکنہ طور پر ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بنتے ہیں۔ یہ نتیجہ خاص طور پر ظاہر ہوتا ہے جب ان لوگوں کا مشاہدہ کیا جاتا ہے جو زندگی کی آسائشوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے بھی دولت مندوں اور مشہور لوگوں کی طرح اپنے پاس موجود نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہتے ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر صحیح رہنمائی کرنے پر مجبور نہیں کرتا، جیسا کہ اس سے دنیا کی زندگی کی آزمائش ختم ہو جائے گی، اس لیے جو شخص اسلامی تعلیمات کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے سے انکار کرے گا، جیسا کہ یہ ان کی خواہشات کے خلاف ہے، وہ دونوں جہانوں میں مشکلات کے اندھیروں میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا جائے گا۔ باب 8 الانفال، آیت 23

اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو انہیں سنا دیتا اور اگر انہیں سنا دیتا تو وہ منہ پھیر لیتے ” اور انکار کر رہے تھے۔

یہ شخص ایک بے مقصد اور بے مقصد وجود کی رہنمائی کرے گا، خواہ وہ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں، کیونکہ اسے نہ دنیا میں سکون ملے گا اور نہ ہی آخرت میں۔ درحقیقت جو اس دنیا میں ذہنی سکون حاصل نہیں کرتا وہ حقیقی معنوں میں زندہ نہیں ہے، وہ محض ایک تناؤ کی کیفیت سے دوسری حالت میں گزر رہے ہیں۔ اس لیے جو لوگ اس دنیا میں حقیقی معنوں میں جینا چاہتے ہیں انہیں ذہنی سکون حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ لیکن اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا عملی طور پر جواب دینا شامل ہے۔ اس میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں دی گئی ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، کیونکہ ایک بامعنی وجود صرف اسی میں مضمر ہے۔ باب 8 الانفال، آیت 24

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ اور رسول کی بات مانو جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو "تمہیں زندگی بخشتی ہے۔"

:اور باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ جب کوئی اسلامی تعلیمات کا عملی طور پر جواب دے گا تو اس کی دنیاوی خواہشات کے خلاف ہو جائے گا۔ باب 8 الانفال، آیت 24

اور جان لو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے۔“۔

اسلام لوگوں کی بعض دنیاوی خواہشات سے متصادم ہے، کیونکہ ان سب کو پورا کرنے سے ذہنی اور جسمانی طور پر غیرمتوازن حالت حاصل کرنے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو گمراہ کرنے کے ذریعے تناؤ اور مشکلات پیدا ہوں گی۔ اس طرح کے معاملات میں، افراد کو اپنے آپ کو ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہیے جو اپنے معالج کی طرف سے فراہم کردہ طبی رہنمائی کو تسلیم کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفاد میں ہے باوجود اس کے کہ ناخوشگوار دوائیں تجویز کی جائیں اور سخت غذا کا طریقہ ہو۔ جس طرح یہ عقلمند مریض ذہنی اور جسمانی تندرستی حاصل کرے گا، اسی طرح وہ فرد بھی جو اسلامی اصولوں کو

اپنائے گا اور ان پر عمل کرے گا۔ یہ اس حقیقت کی وجہ سے ہے کہ واحد ہستی جو عقل کی حامل ہے جس کی ضمانت ایک شخص کی ذہنی اور جسمانی حالت کو ہم آہنگ کرتی ہے، اور اپنی زندگی کے باب 2 البقرہ، آیت 216 تمام پہلوؤں اور افراد کو مناسب طریقے سے منظم کرتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ ہے۔

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

ایمان کا یقین حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ جب بھی ان کی خواہشات کے خلاف ہوں تو یہ انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے میں مدد دے گا۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے عزم کو برقرار رکھنے کے لیے مضبوط ایمان بہت ضروری ہے، ہر حال میں، خواہ آسانی ہو یا مشکل۔ اس گہرے ایمان کی پرورش قرآن پاک میں موجود واضح نشانیوں اور تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سمجھنے سے ہوتی ہے۔ یہ تعلیمات اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت دنیا اور آخرت میں سکون لاتی ہے۔ دوسری طرف جو لوگ اسلامی اصولوں سے ناواقف ہیں وہ اکثر کمزور ایمان کے حامل ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ اطاعت سے بھٹکنے کا زیادہ شکار ہو جاتے ہیں، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات الہی ہدایت سے ٹکرا جاتی ہیں۔ یہ سمجھ کی کمی اس حقیقت کو دھندلا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کے حق میں اپنی خواہشات کے حوالے کر دینا دونوں جہانوں میں حقیقی امن کے حصول کے لیے ضروری ہے۔ لہذا، افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کو حاصل کر کے اور اس کو عملی طور پر استعمال کرتے ہوئے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی مستقل اطاعت کو یقینی بنائیں۔ اس میں ان کو عطا کی گئی برکات کا مناسب استعمال کرنا، جیسا کہ اسلامی تعلیمات نے بیان کیا ہے، بالآخر ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دینا اور ان کی زندگی کے تمام شعبوں کی درست ترجیح شامل ہے۔ مزید برآں، ایک شخص کا ایمان جتنا مضبوط ہوگا، ان کی چیلنجوں کے پیچھے حکمت کو سمجھنے کی صلاحیت اتنی ہی بہتر ہوگی۔ مثال کے طور پر مضبوط ایمان رکھنے والا فرد یہ سمجھتا ہے کہ صبر کے ساتھ مشکلات کا سامنا کرنا اس کے چھوٹے گناہوں کی معافی کا باعث بن سکتا ہے۔ اس تصور پر تاکید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حدیث المفرد نمبر 492 میں ملتی ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑے ہونے سے کہیں زیادہ، فائدہ مند ہے کہ آزمائشوں پر صبر کے ساتھ اپنے چھوٹے گناہوں کو معاف کر دیا جائے۔ مزید برآں گہرا ایمان ایک مسلمان کو یہ بصیرت بھی فراہم کرتا ہے کہ اس دنیا میں زندگی کی آزمائشوں کا ایک

حصہ یہ حقیقت بھی شامل کرتا ہے کہ ان کے سامنے آنے والی مشکلات کے پیچھے تمام حکمتیں موجود ہیں۔ باب 8 الانفال، آیت 24

اور جان لو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے۔“

لوگ خواہ اس سچائی کو قبول کر لیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہیں یا اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کر دیں کیونکہ یہ ان کی خواہشات کے خلاف ہے، دونوں جہانوں میں انہیں اپنے اعمال کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ باب 8 الانفال، آیت 24

“اور یہ کہ تم اسی کے پاس جمع کیے جاؤ گے۔“

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ایک حصہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 110

تم بہترین امت ہو جو انسانوں کے لیے پیدا کی گئی ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“

اس لیے مسلمانوں کے لیے اسلامی تعلیمات کے مطابق نیکی کی مسلسل ترویج اور برائی کی حوصلہ شکنی کرنا نہایت ضروری ہے، ایسا احسان کے ساتھ کرنا۔ ایک مسلمان کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیے

کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ان کو گمراہ افراد کے منفی اثرات سے محفوظ رکھے گی۔ جس طرح ایک اچھا سیب بوسیدہ سیب کے درمیان رکھ کر خراب کیا جا سکتا ہے، اسی طرح ایک مسلمان جو دوسروں کو اچھے کام کرنے کی ترغیب دینے میں کوتاہی کرتا ہے بالآخر ان کے منفی اعمال سے متاثر ہوتا ہے: خواہ یہ ظاہر ہوں یا لطیف۔ باب 8 الانفال، آیت 25

اور ایسے فتنے سے ڈرو جو تم میں سے صرف ان لوگوں پر نہیں آئے گی جنہوں نے ظلم کیا ہے”
”اور جان رکھو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔“

یہاں تک کہ اگر وسیع تر معاشرہ لاتعلق ہو جائے تو بھی اپنے زیر کفالت افراد کو مشورہ دیتے رہنا چاہیے، جیسا کہ خاندان کے افراد، کیونکہ ان کے منفی رویے کا ان پر زیادہ گہرا اثر پڑ سکتا ہے۔ مزید برآں، سنن ابوداؤد نمبر 2928 میں موجود حدیث میں اس ذمہ داری کی تاکید کی گئی ہے۔ اگر کسی مسلمان کو دوسروں کی طرف سے بے عزتی کا سامنا کرنا پڑے تو بھی اسے ٹھوس شواہد اور علم سے ثابت قدمی سے نرم نصیحت کرتے ہوئے اپنی ذمہ داری پوری کرنی چاہیے۔ صحیح سمجھ اور شائستگی کے بغیر نیکی کی ترویج اور برائی سے منع کرنا ہی لوگوں کو حق اور صحیح رہنمائی سے دور کر دے گا جس سے پوری کمیونٹی بری طرح متاثر ہوگی۔

نیکی کا صحیح حکم دینے اور برائی سے منع کرنے سے ہی معاشرہ کے مضر اثرات سے خود کو محفوظ رکھا جا سکتا ہے اور قیامت کے دن بخشش حاصل ہو سکتی ہے۔ باب 7 الاعراف، آیت 164

اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ تم ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا سخت عذاب دینے والا ہے؟ ”تو انہوں نے کہا: ”تمہارے رب کے سامنے بری ہو جاؤ اور شاید کہ وہ اس سے ڈریں۔“

تاہم، اگر افراد صرف اپنی ذات سے متعلق ہیں اور دوسروں کے اعمال کو نظر انداز کرتے ہیں، تو اس بات کا خدشہ ہے کہ دوسروں کے برے رویے کے برے نتائج بالآخر ان کی اپنی گمراہی کی صورت میں نکل سکتے ہیں۔ باب 8 الانفال، آیت 25

اور ایسے فتنے سے ڈرو جو تم میں سے صرف ان لوگوں پر نہیں آئے گی جنہوں نے ظلم کیا ہے”
”اور جان رکھو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

جب کسی کو دوسروں کی طرف سے حقیقی نقصان کا اندیشہ ہو تو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے سے معذرت کی جاتی ہے لیکن اس دور میں یہ خوف اسلام کے ابتدائی دور کے مقابلے میں عام نہیں ہے، خاص طور پر زیادہ ترقی یافتہ ممالک میں جو آزادی اظہار کے تصور کی حمایت کرتے ہیں۔ باب 8 الانفال، آیت 26

اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے اور زمین میں مظلوم تھے، اس ڈر سے کہ لوگ تمہیں اغوا نہ کر...
لیں، لیکن اس نے تمہیں پناہ دی، اپنی فتح میں تمہاری مدد کی اور تمہیں اچھی چیزیں مہیا کیں

لہذا، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے اپنے کردار کو صحیح طریقے سے ادا کریں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، کیونکہ یہ ان کو عطا کی گئی سلامتی اور دیگر نعمتوں کے لیے اس کا شکر ادا کرنے کا ایک پہلو ہے۔ باب 8 الانفال، آیت 26

اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے اور زمین میں مظلوم تھے، اس ڈر سے کہ لوگ تمہیں اغوا نہ کر لیں، لیکن اس نے تمہیں پناہ دی، اپنی فتح میں تمہاری مدد کی اور تمہیں اچھی چیزیں مہیا کیں تاکہ تم "شکر گزار بنو۔"

عام طور پر، یہ آیت مسلمانوں کو آسانی کے وقت شکر گزاری کرنے کی ترغیب دیتی ہے، جو کہ مشکل کے وقت صبر کرنے سے زیادہ مشکل ہو سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض صورتوں میں مشکل کا سامنا کرنے والے کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے راحت کا انتظار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ جب کہ جس کو آسانیوں کا سامنا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کی پوزیشن میں ہے اور ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کر رہا ہے۔ انسان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں مشکل کے وقت سے بچایا اور آسانیاں عطا کیں تاکہ وہ اس کا شکر ادا کریں۔ نیت کے ذریعے شکر ادا کرنے کا مطلب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرنا ہے۔ تقریر کے ذریعے اظہار تشکر یا تو مثبت بات کرنا یا خاموش رہنے کا انتخاب کرنا ہے۔ مزید برآں اعمال کے ذریعے شکرگزاری کا اظہار کرنے کے لیے ضروری ہے کہ جو نعمتیں حاصل کی گئی ہوں ان کو ان آداب میں استعمال کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ اس کے نتیجے میں دنیا اور آخرت: باب 14 ابراہیم، آیت 7 دونوں میں مزید برکات، سکون اور کامیابی حاصل ہوگی۔

“... اگر تم شکر گزار رہو گے تو میں تمہیں ضرور بڑھاؤں گا”

اس کے علاوہ آیت نمبر 26 مسلمانوں کو یاد دلاتی ہے کہ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہیں گے، اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، بالآخر انہیں مشکلات سے نجات، ذہنی سکون اور کامیابی مل جائے گی، خواہ یہ ان پر واضح نہ ہو۔ تاریخ کے مختلف لمحات کا جائزہ لینا چاہیے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بحث کی گئی ہے، جب ایسا ہوا: باب 8 الانفال، آیت 26 تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے اپنے عزم کو مضبوط کرنے کے لیے۔

اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے اور زمین میں مظلوم تھے، اس ڈر سے کہ لوگ تمہیں اغوا نہ کر لیں، لیکن اس نے تمہیں پناہ دی، اپنی فتح میں تمہاری مدد کی اور تمہیں اچھی چیزیں مہیا کیں تاکہ تم "شکر گزار بنو۔"

لیکن اگر کوئی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے میں ناکام رہتا ہے اور اس کی نافرمانی کرنے کے بجائے ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے جو اسے عطا کی گئی ہیں تو اس نے اس پر ایمان کے زبانی اعلان سے خیانت کی ہے۔ باب 8 الانفال، آیت 27

”اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو۔“

جو اس طرز عمل کو اختیار کرے گا وہ ذہنی اور جسمانی عدم توازن کا شکار ہو جائے گا، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دے گا اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب، تیاری کرنے میں ناکام ہو جائے گا۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا باوجود اس کے کہ وہ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو شخص یہ رویہ اختیار کرے گا وہ لازماً لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں ناکام رہے گا اور ان کے حق میں ان کے فرائض میں خیانت کرے گا۔ باب 8 الانفال، آیت 27

”اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو جبکہ تم جانتے ہو۔“

اس سے معاشرے میں بدعنوانی اور ناانصافی پھیلے گی۔

غزوہ احزاب کے بعد جو کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ ہجرت کے پانچویں سال ہوئی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنو قریظہ سے ان کی غداری کی وجہ سے مقابلہ کرنے کا حکم ملا۔ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنے صلح اور حمایت کے معاہدے کی خلاف ورزی کی اور اس کے بجائے غیر مسلم قوتوں کے ساتھ اتحاد کیا۔ چنانچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں خوف پیدا کر دیا۔ مایوسی کے عالم میں انہوں نے ایک صحابی ابو لبابہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کیا کیونکہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جنگ کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ ابو لبابہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اشارہ کیا کہ اگر وہ ہتھیار ڈال دیں تو اس بات کا قوی امکان تھا کہ ان کے مرد سپاہیوں کو ان کی غداری کے جرم میں پھانسی کا سامنا کرنا پڑے گا، یہ ایسی سزا ہے جو عصر حاضر میں بھی معیاری ہے۔ ابو لبابہ رضی اللہ عنہ کو اپنے اس اشارے پر شدید پشیمانی کا سامنا کرنا پڑا، یہ مانتے ہوئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خیانت کی ہے۔ اپنے غم میں اس نے اپنے آپ کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک درخت سے باندھ دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے بخشش حاصل کر لی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ابو لبابہ ان کے پاس آتا تو وہ اللہ تعالیٰ سے ان کی بخشش کی شفاعت کرتا۔ تاہم، چونکہ اس نے اس معاملے کو آزادانہ طور پر حل کرنے کا انتخاب کیا، اس لیے وہ صورت حال اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے گا۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال آیت 27 نازل فرمائی:

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ اور رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو اور اپنی امانتوں میں خیانت نہ کرو، حالانکہ تم جانتے ہو۔

:اور باب 9 توبہ آیت 102

اور کچھ اور ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا، انہوں نے ایک نیک عمل کو دوسرے برے کے ساتھ ملا دیا، شاید اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے، بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

، اس پر امام ابن کثیر کی کتاب زندگی، جلد 3، صفحہ 162-164 اور امام واحدی کی، اصاب النزل صفحہ 82-83 میں بحث کی گئی ہے۔ - 8:27

عام طور پر، آیت 27 میں جن امانتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں اللہ، عالی اور لوگوں سے مربوط امانتیں شامل ہیں۔ ہر نعمت جو کسی کے پاس ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد کی ہے۔ ان امانتوں کی تعظیم کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ان نعمتوں کو ان آداب کے ساتھ استعمال کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ ایسا کرنے سے، وہ اضافی برکات حاصل کریں گے، کیونکہ یہ حقیقی شکرگزاری کی نمائندگی کرتا ہے۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ کروں" گا۔

افراد کے درمیان قائم اعتماد کو برقرار رکھنے کے لیے بھی ضروری ہے، خواہ وہ دنیاوی ہو یا مذہبی۔ جن لوگوں کے پاس دوسروں کی ملکیتیں سونپی گئی ہیں انہیں ان کا غلط استعمال کرنے سے گریز کرنا چاہیے اور اس کے بجائے صرف مالک کی مرضی کے مطابق استعمال کرنا چاہیے۔ لوگوں کے درمیان اعتماد کی سب سے اہم شکلوں میں سے ایک بات چیت کی رازداری ہے، سوائے اس کے کہ جب دوسروں کو معلومات ظاہر کرنے میں کوئی واضح فائدہ ہو۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں میں اس اصول کو اکثر نظر انداز کیا جاتا ہے۔ دوسروں کی امانتوں کو پورا کرنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح کوئی چاہتا ہے کہ لوگ اپنی امانتوں کو پورا کریں۔

مزید برآں، یہ امانتیں کسی کی سرپرستی کے تحت افراد تک پھیلی ہوئی ہیں، جیسے کہ انحصار کرنے والے۔ ایک مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ان افراد کے حقوق کو برقرار رکھتے

ہوئے ان امانتوں کا احترام کرے۔ مثال کے طور پر، یہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیمات کو سیکھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے ساتھ لوگوں کی امانتوں میں خیانت کرنے کی بڑی وجہ بیان کی گئی ہے۔ باب 8 الانفال، آیت 28:

”اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک آزمائش ہے۔“

لوگ اپنی امانتوں میں خیانت کرتے ہیں یا تو دنیاوی فائدے کے لیے، جیسے زیادہ مال، یا لوگوں کو خوش کرنے کے لیے، جیسے کہ اپنے رشتہ دار۔ جب کوئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے وعدے سے خیانت کرتا ہے، دنیاوی فائدے کی خاطر ان کو عطا کی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے، تو اس کی زندگی کا ہر پہلو، بشمول خاندان، دوست، کیرئیر اور مال، تناؤ کا باعث بن جاتا ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں، تو وہ غلطی سے اپنے شوہر کی طرح غیر موزوں ذرائع پر اپنے دباؤ کا الزام لگا سکتے ہیں۔ ان مثبت اثرات سے خود کو دور کرنے سے، وہ اپنے دماغی صحت کے مسائل کو مزید خراب کر دیں گے، جو ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ نتیجہ خاص طور پر ان افراد میں ظاہر ہوتا ہے جو ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہتے ہیں جو انہیں دی گئی ہیں، بشمول دولت مند اور مشہور، خواہ وہ دنیاوی لذتوں میں ہی کیوں نہ ہوں۔

اس کے علاوہ، جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر توڑتا ہے، دوسروں کو، جیسے کہ رشتہ داروں کو راضی کرنے کے لیے، اسے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی قیمت پر لوگوں کو خوش کرنے کی کوشش کرنے سے بالآخر سکون حاصل نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ کسی کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے سے عاجز ہیں۔ مزید برآں، لوگوں کی فطری طور پر بدلنے والی

فطرت کو دیکھتے ہوئے، چاہے کتنی ہی کوشش کیوں نہ کی جائے، کوئی بھی انہیں پوری طرح سے مطمئن نہیں کر سکتا۔ نتیجتاً وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں دونوں کو راضی کرنے میں ناکام رہیں گے۔

جو شخص اس سچائی کی قدر کرے گا وہ سمجھے گا کہ ان کی دنیاوی خواہشات اور ان کی زندگی کے اندر کے لوگ اس دنیا میں رہنے کے امتحان کا ایک حصہ ہیں۔ اس کے نتیجے میں وہ صحیح رویہ اختیار کریں گے جس کے تحت وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہیں گے، ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، خواہ یہ لوگوں کو ناگوار کیوں نہ ہو۔ یہ اس بات کی ضمانت دے گا کہ وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو مناسب طور پر پوزیشن میں رکھیں گے جبکہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے کافی حد تک تیار ہوں گے۔ چنانچہ اس طرز عمل سے دونوں جہانوں میں سکون پیدا ہوگا۔ باب 8 الانفال، آیت 28

اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک آزمائش ہے اور یہ کہ اللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔“

درحقیقت جب کوئی خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے تو اسے اچھے اور برے میں فرق کرنے کی صلاحیت عطا ہوتی ہے، مفید چیزوں کو بیکار چیزوں سے اور ذہنی دباؤ سے بھری زندگی سے سکون حاصل ہوتا ہے۔ باب 8 الانفال، آیت 29

”...اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہیں ایک معیار دے گا“

اس سے قطع نظر کہ کوئی معاشرہ کتنا ہی ترقی یافتہ کیوں نہ ہو، اور لوگوں کے ذہنی اور جسمانی پہلوؤں سمیت مختلف شعبوں میں حاصل کیے گئے علم سے قطع نظر، یہ ان کے لیے ایک ایسا ضابطہ، اخلاق وضع کرنا ناممکن رہتا ہے جو مکمل طور پر انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہو اور ان تمام حالات حالات اور منظرناموں کو ایڈجسٹ کرتا ہو جن سے افراد یا معاشرہ زمین پر موجود ہو سکتے ہیں۔ یہ کوشش بنیادی طور پر ناممکن ہے، کیونکہ انسانیت انسانی وجود کے مخصوص اجزاء، جیسے انسانی دماغ کے مختلف خطوں کے افعال کے بارے میں نئی بصیرت سے پردہ اٹھاتی رہتی ہے، ایک بے عیب ضابطہ اخلاق قائم کرنے کے لیے کافی سمجھ بوجھ کو اکٹھا کرنا چھوڑ دیں جو انفرادی اور معاشرتی سطح پر سکون اور انصاف کو فروغ دیتا ہے۔ اس کو پورا کرنے کی صلاحیت صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، کیونکہ وہ ہر چیز کا خالق ہے، اور اس کا علم بے حد ہے، جو ماضی، حال اور مستقبل کی تمام چیزوں پر محیط ہے۔ لہذا، وہ اکیلے ہی انسانیت کو ایک ضابطہ اخلاق فراہم کرنے کے لیے بجا طور پر پوزیشن میں ہے، ایک ایسا معیار جو اچھائی کو برائی سے الگ کرتا ہے، نقصان دہ سے فائدہ مند، اور تناؤ سے بھری زندگی پر ذہنی سکون کے حصول میں سہولت فراہم کرتا ہے۔ تاریخی شواہد واضح طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ جب اس الہی ضابطہ اخلاق کو افراد کی زندگیوں میں مؤثر طریقے سے نافذ کیا گیا تو اس کے نتیجے میں معاشرے میں امن، انصاف اور امن کی فضاء پھیلی۔ نتیجتاً، افراد کو ان کے عطا کردہ الہی ضابطہ اخلاق کو قبول کرنا چاہیے، اسے اپنی فلاح و بہبود کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند سمجھتے ہوئے، چاہے بعض عناصر ان کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہوں۔ انہیں اپنے آپ کو ایک عقلمند مریض کے طور پر برتاؤ کرنا چاہئے جو اپنے معالج کے طبی مشورے کو تسلیم کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ بالآخر ان کے بہترین مفاد میں ہے باوجود اس کے کہ ناخوشگوار دوائیوں کے نسخے اور سخت خوراک کے طریقہ کار کے باوجود۔

باب 8 الانفال، آیت 29

"...اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہیں ایک معیار دے گا"

مزید برآں، تقویٰ اور معیار رکھنے والے کو فضول چیزوں سے بچنے کی ہدایت کی جائے گی، اس خوف سے کہ وہ انہیں گناہ کی طرف لے جائیں گے۔ یہ ایک اہم اسلامی اصول ہے جسے سمجھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں درخت کا

پہل کھانے سے پرہیز کرنے کا حکم دیا اور درخت کے قریب جانے سے بھی منع فرمایا، حالانکہ اس کے قریب جانا جائز تھا۔ باب 7 الاعراف، آیت 19

اور اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ لیکن اس درخت کے قریب”
”نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

کسی عمل کی محض قانونی حیثیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کا تعاقب کرنا مناسب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے قریب جانا ممنوع نہیں ہے۔ صرف ان حدود سے تجاوز کرنا غیر قانونی سمجھا جاتا ہے۔ بعض جائز اعمال، خاص طور پر وہ کام جو بیہودہ ہیں، ان سے پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ ان کے نتیجے میں اکثر گناہ کے رویے میں ملوث ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر، فضول گفتگو جب کہ اسے گناہ کے طور پر درجہ بندی نہیں کیا گیا ہے، گپ شپ اور جھوٹ جیسے گناہ کے کاموں کا باعث بن سکتا ہے۔ اسی طرح وسائل کا فضول خرچ اکثر فضول خرچی پر منتج ہوتا ہے جسے گناہ سمجھا جاتا ہے۔ باب 17 الاسراء، آیت 27

بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا کبھی ناشکرا رہا”
”ہے۔

راہ راست سے بھٹکنے والے افراد کی اکثریت نے ایسا تدریجی عمل سے کیا ہے۔ مثال کے طور پر وہ شروع میں ان میں حصہ لیے بغیر غیر قانونی معاملات میں مشغول ہو گئے، اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ، انہیں آہستہ آہستہ ان غیر قانونی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی ترغیب دی گئی اور لالچ دیا گیا۔ مثال کے طور پر، ایک فرد جو الکحل پینے والوں کے ساتھ رفاقت رکھتا ہے اس کے آخر میں اس میں حصہ لینے کا امکان اس شخص کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے جو شراب پینے والوں کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا۔ بعض حلال امور خصوصاً فضول چیزوں سے پرہیز کرنے کی یہ ذہنیت وہ چیز ہے جس کی نصیحت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2451 میں درج ایک حدیث

میں فرمائی ہے۔ درحقیقت آپ نے یہ نصیحت کی ہے کہ انسان تقویٰ حاصل نہیں کر سکتا، یعنی وہ اس وقت تک ثابت قدم نہیں رہ سکتا جب تک کہ اسلامی تعلیمات سے استفادہ نہ کر لیا جائے۔ بعض حلال امور کو اس خوف سے چھوڑ دیں کہ کہیں یہ انہیں حرام کی طرف لے جائے۔ نتیجتاً، کسی کو نہ صرف غیر قانونی امور سے بچنے کے لیے بلکہ بعض حلال امور سے، خاص طور پر فضول چیزوں سے بچنے کے لیے سخت چوکسی اختیار کرنی چاہیے، اس خدشے کی وجہ سے کہ یہ آخر کار انہیں حرام کی طرف لے جا سکتا ہے۔ یہ تندہی اس بات کو یقینی بنائے گی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں ثابت قدم رہیں، جس میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے، جو راستبازی کے جوہر کو مجسم بناتا ہے اور اس دنیا میں ذہنی اور ذہنی توازن کو فروغ دیتا ہے۔ ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھ کر۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود تک پہنچنے سے اجتناب کی اہمیت کو نہیں سمجھتے، ان کے لیے جائز معاملات خصوصاً فضول کاموں میں حد سے زیادہ ملوث ہونے کا امکان ہے۔ یہ رویہ غیر قانونی کاموں میں ملوث ہونے کے امکانات کو بڑھاتا ہے اور ان پر دی گئی نعمتوں کے غلط استعمال کا باعث بنتا ہے۔ نتیجتاً، اس کا نتیجہ دنیا اور آخرت دونوں میں تناؤ، چیلنجز اور ہنگامہ آرائی کا باعث بنتا ہے، کبھی کبھار لطف کے لمحات کے باوجود، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اختیار میں رہتے ہیں۔ یہ ان افراد کی زندگیوں میں واضح طور پر قابل مشاہدہ ہے جو اس طرح کے طرز عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں، بشمول امیر لوگ۔ باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جس کے بدلے میں وہ کماتے تھے۔"

:اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (اللہ تعالیٰ) (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے انہیں بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

جب کوئی شخص ان کو عطا کردہ الہی معیار کے مطابق عمل کرتا ہے، تاکہ وہ صحیح راستے کا انتخاب کریں اور زندگی میں غلط راستوں سے بچیں، تو راستے میں اس سے جو بھی گناہ سرزد ہوں گے وہ معاف ہو جائیں گے۔ باب 8 الانفال، آیت 29

“...اور تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے گا اور تمہیں معاف کر دے گا”

اس کے علاوہ، انہیں جو الہی معیار دیا گیا ہے وہ انہیں اپنے تمام گناہوں سے مخلصانہ توبہ کرنے کی ترغیب دے گا، کیونکہ وہ تسلیم کریں گے کہ یہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے۔ سچی توبہ کے لیے جرم کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی مانگنا نیز ہر اس شخص سے جس کو نقصان پہنچا ہے، بشرطیکہ اس سے اضافی پیچیدگیاں پیدا نہ ہوں۔ ایک فرد کو ایک ہی یا اس سے ملتے جلتے گناہ کو دہرانے سے باز رہنے کا عزم کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ اور دوسروں کے بارے میں جو حقوق پامال ہوئے ہیں ان کی اصلاح کرنا چاہیے۔ مزید برآں، انہیں اسلامی اصولوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو صحیح طور پر استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت پر قائم رہنا چاہیے۔

نتیجتاً، انہیں جو معیار دیا گیا ہے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے پر ثابت قدم رہیں گے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دماغ اور جسم کی متوازن حالت حاصل کریں، اپنی زندگی کے تمام عناصر اور لوگوں کو سیدھ میں لاتے ہوئے، قیامت کے دن اپنے جوابدہی کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کریں۔ اس کے نتیجے میں یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کا باعث بنے گا۔

ایک معیار اس بات کو یقینی بنائے گا کہ کوئی اپنے اچھے کاموں پر غرور نہ کرے اور اس کے بجائے یہ سمجھے کہ اچھے کام کرنے کا الہام، علم، صلاحیت اور موقع سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ یہ تفہیم اس بات کو یقینی بنائے گی کہ انسان عاجز رہے۔ باب 8 الانفال، آیت 29

”اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔“

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، اسے بھی اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور تمام مشکلات سے نجات مل جائے گی۔ سورۃ الطلاق، آیت نمبر 65۔

”اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔“

تاہم، یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ یہ الہی تحفظ انسانی خواہشات کے مطابق نہیں ہے۔ اس کے بجائے، اس کی رہنمائی اللہ تعالیٰ کے لامحدود علم اور حکمت سے ہوتی ہے۔ نتیجے کے طور پر، یہ الہی تحفظ افراد کے لیے سب سے زیادہ سازگار لمحے میں ظاہر ہوتا ہے اور اس طریقے سے جو ان

کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہے، چاہے یہ ان کے لیے فوری طور پر واضح نہ ہو۔ باب 2 البقرہ
آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”
تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک خاص مثال کے ساتھ اس حقیقت پر زور دیا ہے۔ باب 8 الانفال، آیت 30

اور جب کافر تمہارے خلاف سازشیں کر رہے تھے کہ تمہیں روکیں یا تمہیں قتل کر دیں یا تمہیں ”
(مکہ سے) نکال دیں لیکن وہ تدبیر کرتے ہیں اور اللہ کی تدبیر ہوتی ہے اور اللہ بہترین تدبیر کرنے
والا ہے۔“

جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدینہ کی طرف ہجرت کا آغاز کیا، مکہ کے غیر مسلم رہنماؤں
کو معلوم ہوا کہ یہ صرف وقت کی بات ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مدینہ کی
طرف ہجرت کریں گے۔ انہیں خدشہ تھا کہ اگر مدینہ ایک اسلامی ریاست میں تبدیل ہو گیا تو اس سے
خطے میں ان کا اثر و رسوخ خطرے میں پڑ جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں واقع دار الندوہ
میں خانہ کعبہ کے نزدیک ایک اجلاس بلایا۔ یہاں تک کہ ابلیس بھی، ایک بزرگ کا بھیس بدل کر ان
کی مجلس میں شریک ہوا۔ حاضرین نے اپنے خیالات کا اظہار کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے ساتھ ان کے مشن کو ناکام بنانے کی کوشش میں کیسے پیش آئیں۔ تاہم، شیطان نے ان
کی تجاویز کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ ابوجہل، جو کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا
تھے، نے اپنا خیال پیش کیا۔ اس نے سفارش کی کہ وہ اسے مختلف قبائل کے افراد کے ایک گروپ کے
ساتھ قتل کر دیں۔ یہ حکمت عملی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبیلے کو اجتماعی طور
پر ان کے خلاف انتقامی کارروائیوں سے روک دے گی، اور وہ اس معاملے کو حل کرنے کے لیے
اپنے قبیلے کو خون بہا دینے کی پیشکش کر سکتے ہیں۔ شیطان اور اجلاس میں موجود دیگر تمام شرکاء

نے اس مذموم منصوبے سے اتفاق کیا۔ اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 2، صفحہ 152-153 میں بحث کی گئی ہے۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے لیے اپنے گھر سے نکلے تو آپ نے قرآن پاک کی تلاوت کی اور اللہ تعالیٰ نے ان قاتلوں کی بینائی عارضی طور پر چھین لی جو آپ کے گھر کے باہر آپ کو قتل کرنے کے لیے تعینات تھے۔ ان کے درمیان سے گزرتے ہوئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سروں پر مٹی ڈالی اور چلے گئے۔ قاتلوں کو تب ہی اس بات کا اندازہ ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس علاقہ سے نکل جانے کے بعد کیا ہوا تھا اور جب انہیں ایک راہگیر نے ان کے ساتھ کیا ہوا تھا اس کی اطلاع دی۔ اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 2، صفحہ 153 میں بحث کی گئی ہے۔

باب 8 الانفال، آیت 30

اور جب کافر تمہارے خلاف سازشیں کر رہے تھے کہ تمہیں روکیں یا تمہیں قتل کر دیں یا تمہیں ”(نکال دیں لیکن وہ تدبیر کرتے ہیں اور اللہ کی تدبیر ہوتی ہے اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔

عام طور پر، ایک مسلمان کو یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے، یہاں تک کہ جب چیلنجوں کے پیچھے وجوہات فوری طور پر واضح نہ ہوں۔ یہ ایک فرد کا ردعمل ہے جو اس بات کا تعین کرتا ہے کہ آیا وہ نعمتیں حاصل کرتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو پکارتے ہیں۔ کسی کو صرف اپنی زندگی میں ان متعدد واقعات پر غور کرنے کی ضرورت ہے جہاں وہ شروع میں کسی چیز کو منفی سمجھتے تھے، صرف بعد میں اپنا نقطہ نظر تبدیل کرنے کے لیے، اور اس کے برعکس۔ یہ صورت حال ڈاکٹر کی تجویز کردہ کڑوی دوا کھانے والے شخص کے مشابہ ہے۔ ناخوشگوار ذائقہ کے باوجود، وہ اسے اس یقین کے ساتھ لیتے ہیں کہ یہ فائدہ مند ہوگا۔

یہ واقعی عجیب بات ہے کہ ایک مسلمان ڈاکٹر پر اندھا بھروسہ کیسے کر سکتا ہے، جس کی مہارت محدود ہے اور جو اس بات کی ضمانت نہیں دے سکتا کہ کڑوی دوا فائدہ مند ہو گی، پھر بھی اللہ پر بھروسہ نہیں کر سکتا، جس کا علم لا محدود ہے اور جو صرف اپنے بندوں کے لیے بہتر فیصلہ کرتا ہے۔

ایک مسلمان کو محض خوابش مندانہ سوچ اور اللہ تعالیٰ پر حقیقی توکل کے درمیان فرق کو بھی سمجھنا چاہیے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور پھر مشکلوں میں اس کی مدد کی امید رکھتا ہے وہ محض خوابش مندانہ سوچ میں مصروف ہے۔ اس کے برعکس، جس کو اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہو گی، جیسا کہ اس تناظر میں اشارہ کیا گیا ہے، وہ فرد ہے جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے پوری کوشش کرتا ہے اور اس کے بعد اس کے فیصلوں پر عدم اطمینان کا اظہار کیے بغیر اور اس کے فیصلوں پر سوال اٹھائے بغیر اس کے فیصلے پر بھروسہ کرتا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ سے معجزانہ طور پر فرار ہونا اسلام کی حقانیت کی واضح نشانی تھی لیکن مکہ کے غیر مسلموں نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ درحقیقت انہوں نے قرآن کریم کے لازوال معجزے کی طرف توجہ ہی نہیں کی حالانکہ انہوں نے اس کی صداقت کو پہچان لیا تھا۔ مکہ میں مقیم غیر مسلم عربی زبان پر عبور رکھتے ہوئے سمجھتے تھے کہ قرآن پاک کسی فانی مخلوق کی تخلیق نہیں ہے۔ مزید برآں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چالیس سال گزارنے کے بعد، اعلان نبوت سے پہلے، انہوں نے تسلیم کیا کہ وہ دھوکے باز نہیں تھے۔ باب 10 یونس، آیت 16:

"کیونکہ میں اس سے پہلے زندگی بھر تمہارے درمیان رہا تھا، پھر کیا تم عقل نہیں کرو گے؟..."

یہ دیکھتے ہوئے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سابقہ آسمانی صحیفوں کے ساتھ تعامل نہیں کیا تھا۔ ایک حقیقت جسے اہل کتاب اور مکہ کے غیر مسلموں نے تسلیم کیا ہے، وہ ان مقدس متون کی ترمیم شدہ یا غیر ترمیم شدہ تعلیمات سے واقف نہیں ہوں گے، جو حضور کے الہی: ماخذ کو مزید ثابت کرتی ہیں۔ باب 29 العنکبوت، آیت 48

اور تم نے اس سے پہلے کوئی صحیفہ نہیں پڑھا اور نہ ہی کسی کو اپنے دابنے ہاتھ سے لکھا، پھر”
“(یعنی دوسری صورت میں (جھٹلانے والے شک میں پڑ جاتے۔

مکہ کے غیر مسلموں نے اسلام کی توثیق کو تسلیم کیا لیکن اسے مسترد کر دیا کیونکہ اس سے ان کے دنیاوی عزائم کو خطرہ لاحق تھا اور اسلام کی آمد سے ان کی سماجی حیثیت اور اختیار کو کھونے کا اندیشہ تھا۔ نتیجتاً، انہوں نے اسلام کو قبول کرنے سے دوسروں کو روکنے کی کوشش میں اسلام کو مسترد کرنے کے لیے کمزور جواز گھڑ لیے۔ باب 8 الانفال، آیت 31

اور جب ان پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سنا۔ اگر ہم چاہیں تو اس طرح [کچھ]
”...کہہ سکتے ہیں

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ عربی زبان پر عبور رکھنے کے باوجود اور باقی دنیا کو بولنے میں نابلد سمجھتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعدد بار للکارنے کے باوجود وہ قرآن پاک سے میل نہیں کھا سکے۔ باب 2 البقرہ، آیت 23

اور اگر تمہیں اس میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسی ایک سورت بنا”
”لو اور اللہ کے سوا اپنے گواہوں کو بلا لو، اگر تم سچے ہو۔

اس چیلنج میں نہ صرف قرآن پاک کے تال میل سے مطابقت رکھنے والی آیات تیار کرنا شامل ہے بلکہ آیات اور ایک باب تیار کرنا بھی شامل ہے جو قرآن پاک کی ہر خصوصیت کی عکاسی کرتا ہے۔ اس میں اس کی ہمہ گیر نوعیت، ہر حال میں، ہر جگہ اور وقت میں اس کا اطلاق، جاہل اور اہل علم دونوں کے لیے اس کی فہم، اور اس کی عملی نصیحت کی فراہمی جو کسی کی زندگی میں باآسانی عمل میں آسکتی ہے، نہ کہ محض ایسے تصورات کو پیش کرنے کے جو مفید معلوم ہوں لیکن عملی طور پر قابل اطلاق نہ ہوں۔

چونکہ وہ کسی بھی طرح سے قرآن پاک سے میل نہیں کھا سکتے تھے وہ دعویٰ کریں گے کہ یہ قدیم لوگوں کے بارے میں صرف مٹھی بھر کہانیاں ہیں تاکہ دوسروں کو اسلام قبول کرنے سے روکا جا سکے۔ باب 8 الانفال، آیت 31:

وہ کہتے ہیں، "ہم نے سنا ہے۔ اگر ہم چاہیں تو اس طرح [کچھ] کہہ سکتے ہیں۔ یہ نہیں بلکہ سابق..." "لوگوں کے افسانے ہیں۔"

اس دعوے نے دراصل ان کی پوزیشن کو کمزور کیا۔ اگر قرآن پاک قدیم لوگوں کے بارے میں صرف چند کہانیاں تھے تو انہیں آسانی سے اس جیسا کچھ تیار کرنا چاہیے تھا۔

پاک کے اندر موجود الفاظ بے مثال ہیں اور اس کے معانی واضح عام طور پر دیکھا جائے تو قرآن، اور براہ راست بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے الفاظ اور آیات غیر معمولی فصاحت کا مظاہرہ کرتے ہیں کسی بھی دوسرے متن سے زیادہ۔ یہ تضادات سے پاک ہے، جو کہ دیگر تمام صحیفوں اور مختلف مذاہب کی تعلیمات میں مشترک ہیں۔ قرآن پاک ماضی کی قوموں کی تاریخوں کا ایک جامع بیان پیش

کرتا ہے، حالانکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاریخ میں باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ یہ ہر ایک نیکی کا حکم دیتا ہے اور ہر برائی سے منع کرتا ہے، انفرادی اور معاشرتی دونوں طرح کے نتائج کو حل کرتا ہے، اس طرح ہر گھر اور برادری میں انصاف، سلامتی اور امن کو فروغ دیتا ہے۔ قرآن پاک مبالغہ آرائی، جھوٹ، یا کسی بھی قسم کے فریب سے اجتناب کرتا ہے، شاعری کہانیوں اور افسانوں کے برعکس۔ تمام آیات مفید ہیں اور عملی طور پر کسی کی زندگی پر لاگو کی جا سکتی ہیں۔ یہاں تک کہ جب قرآن پاک میں ایک ہی کہانی کو دہرایا جاتا ہے تو یہ مختلف اہم اسباق کو اجاگر کرتا ہے۔ دیگر نصوص کے برعکس، قرآن پاک بار بار جانچنے پر تھکاوٹ کا شکار نہیں ہوتا۔ یہ وعدے اور انتباہات پیش کرتا ہے، جن کی تائید ناقابل تردید اور واضح ثبوتوں سے ہوتی ہے۔ جب قرآن پاک ان تصورات پر بحث کرتا ہے جو خلاصہ معلوم ہو سکتے ہیں، جیسے صبر کی مشق تو یہ روزمرہ کی زندگی میں عمل درآمد کے لیے مستقل طور پر سیدھے اور عملی طریقے پیش کرتا ہے۔ یہ افراد کو اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جس میں خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا شامل ہے، ان نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرنا جو اس کو پسند ہیں، اس طرح ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی کو یقینی بناتا ہے۔ یہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کے ذریعے اور ہر چیز اور ہر ایک کو ان کی زندگیوں میں مناسب طور پر پوزیشن دینے کے ساتھ ساتھ قیامت کے دن جوابدہی کے لیے مناسب تیاری کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون اور حقیقی کامیابی کے متلاشی افراد کے لیے سیدھے راستے کی وضاحت اور پرکشش بناتا ہے۔ اس کا مشورہ، جو انسانیت کے بنیادی جوہر سے متعلق ہے، اس لیے ہر فرد، مقام اور نسل کے لیے لازوال اور فائدہ مند ہے۔ یہ تمام جذباتی، معاشی اور جسمانی چیلنجوں کے علاج کے طور پر کام کرتا ہے جب اسے مناسب طریقے سے سمجھا جائے اور اس کا اطلاق کیا جائے۔ یہ ہر اس مسئلے کا حل پیش کرتا ہے جس کا سامنا ایک فرد یا پوری کمیونٹی کو ہو سکتا ہے۔ صرف تاریخ کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ جن معاشروں نے قرآن پاک کی تعلیمات کو صحیح طریقے سے قبول کیا ہے انہوں نے اس کی جامع اور ابدی حکمت کے ثمرات کیسے حاصل کیے ہیں۔ صدیاں گزرنے کے باوجود قرآن پاک کے ایک حرف میں بھی تبدیلی نہیں کی گئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا عہد کیا ہے۔ پوری تاریخ میں کوئی دوسرا متن اس قابل ذکر خصوصیت کا حامل نہیں ہے۔ باب 15 الحجر، آیت 9

بے شک ہم نے ہی اس پیغام کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے ایک کمیونٹی کے اندر موجود بنیادی مسائل کو حل کیا اور ان میں سے ہر ایک کے لیے موثر حل کا خاکہ پیش کیا۔ ان بنیادی مسائل کی اصلاح سے ان سے پیدا ہونے والے بے شمار ثانوی مسائل بھی حل ہو جائیں گے۔ یہ وہ طریقہ ہے جس میں قرآن پاک نے دونوں جہانوں میں افراد اور معاشروں کی ترقی کے لیے تمام ضروریات کو پورا کیا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 89

”اور ہم نے آپ پر ہر چیز کی وضاحت کے لیے کتاب نازل کی ہے۔“

یہ سب سے نمایاں اور ابدی معجزہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا تھا۔ البتہ حق کی پیروی کرنے والے اور اس پر عمل کرنے والے ہی اس کا فائدہ اٹھاتے ہیں جب کہ جو لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور اس میں سے انتخاب کرتے ہیں وہ آخر کار: دونوں جہانوں میں نقصان اٹھاتے ہیں۔ باب 17 الاسراء، آیت 82

اور ہم قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے، لیکن یہ ظالموں کے لیے نقصان کے سوا کچھ نہیں بڑھاتا۔

باب 8 الانفال، آیت 31

اور جب ان پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سنا۔ اگر ہم چاہیں تو اس طرح [کچھ] کہہ سکتے ہیں۔ یہ نہیں بلکہ سابق لوگوں کے افسانے ہیں۔

پوری تاریخ میں اسلام پر بے بنیاد تنقیدیں اور بہانے مسلسل کیے جاتے رہے ہیں، کیونکہ یہ افراد کی خواہشات کے خلاف ہے۔ درحقیقت، سماجی اثرات جیسے کہ سوشل میڈیا، فیشن کے رجحانات، اور ثقافتی اصول اکثر اسلامی اقدار کو برقرار رکھنے والوں پر دباؤ ڈالتے ہیں۔ اسلام کی ترویج کو اکثر دولت اور سماجی حیثیت کے لیے ان کے عزائم کی راہ میں رکاوٹ کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ وہ صنعتیں جن پر اسلام تنقید کرتا ہے، خاص طور پر شراب اور تفریح سے منسلک، اسلامی اصولوں کو شامل کرنے کی سرگرمی سے مزاحمت کرتی ہے اور مسلمانوں کو اپنے عقیدے پر عمل کرنے سے روکتی ہے۔ اس سے سوشل میڈیا سمیت مختلف پلیٹ فارمز پر پائے جانے والے اسلام مخالف جذبات میں بہت زیادہ تعاون ہوتا ہے۔

مزید برآں، وہ افراد جو اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے ہیں، جو ذاتی خواہشات میں اعتدال کو فروغ دیتے ہیں اور ان سے عطا کی گئی نعمتوں کے صحیح استعمال کو اکثر ان لوگوں کی طرف سے منفی تاثرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو حد سے زیادہ اپنی خواہشات پر عمل کرتے ہیں جیسا کہ اسلام انہیں حیوانی ظاہر کرتا ہے۔ یہ افراد اکثر دوسروں کو اسلام قبول کرنے سے روکتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے عقیدے پر عمل کرنے سے روکتے ہیں، انہیں ایسے طرز زندگی کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کی خصوصیت بے لگام خواہش ہوتی ہے۔ وہ اسلام کے مخصوص پہلوؤں پر توجہ مرکوز کرتے ہیں، جیسے خواتین کے لیے لباس کوڈ، اس کی اپیل کو کمزور کرنے کی کوشش میں۔ اس کے باوجود، ادراک رکھنے والے افراد ان تنقیدوں کی سطحی نوعیت کو آسانی سے پہچان سکتے ہیں، جو اسلام کی خود نظم و ضبط پر توجہ دینے کی توہین سے پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، اگرچہ وہ خواتین کے لیے اسلامی لباس کوڈ کی مذمت کر سکتے ہیں، لیکن وہ قانون نافذ کرنے والے، فوج، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم اور کاروبار سمیت دیگر اہم پیشوں پر اسی سطح کی جانچ کا اطلاق نہیں کرتے ہیں۔ اسلامی لباس کوڈ پر یہ منتخب تنقید، دوسرے لباس کے ضابطوں پر ان کی خاموشی کے برعکس، ان کے دلائل کی کمزوری اور بے بنیاد نوعیت کو واضح کرتی ہے۔ بالآخر، یہ اسلام کے اصول اور اس کے پیروکاروں کا نظم و ضبط والا رویہ ہے جو اسلام پر ان مختلف حملوں کو ابھارتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اس پر کسی بھی طرح سے تنقید کر سکتے ہیں، جیسا کہ مکہ کے غیر مسلموں نے کیا تھا۔

قرآن کریم کے مساوی کوئی چیز پیش کرنے میں ناکامی کے بعد مکہ کے غیر مسلموں کے قائدین نے ایک اور قدیم حربہ اختیار کیا جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے خلاف استعمال کیا جاتا تھا تاکہ دوسروں کو اسلام قبول کرنے سے روکا جا سکے۔ باب 8 الانفال، آیت 32

جب انہوں نے کہا کہ اے اللہ اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا ہم اور پر کوئی دردناک عذاب نازل فرما۔

ضدی غیر مسلم عذاب الہی کو دعوت دیتے یا قیامت کے دن کے لیے دعا کرتے اور جب ان کی خواہش پوری نہ ہوتی تو وہ اسے اسلام کی حقانیت کے خلاف ثبوت کے طور پر استعمال کرتے۔ یہ ایک احمقانہ رویہ تھا کیونکہ نزول سزا یا قیامت کے قیام سے معاملہ ختم ہو جائے گا اور انہیں دونوں جہانوں میں تباہی سے مزید مہلت نہیں ملے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ لوگوں کو مہلت دی ہے تاکہ وہ اپنے طرز عمل کی اصلاح کر سکیں اور اس لیے اس نے انہیں ان کے گناہوں کی فوری سزا نہیں دی۔ باب 35 فاطر، آیت 45:

اور اگر اللہ لوگوں پر ان کی کمائی کا الزام لگاتا تو وہ زمین پر کسی جاندار کو نہ چھوڑتا، لیکن وہ" ان کو ایک معینہ مدت تک مہلت دیتا ہے، اور جب ان کا وقت آجاتا ہے، تو یقیناً اللہ اپنے بندوں کو "دیکھنے والا ہے۔

عام طور پر، ایک فرد جو ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے اسے یہ سوچنے کے دھوکے میں نہیں آنا چاہئے کہ فوری سزا کی عدم موجودگی، یا کسی سزا کو پہچاننے میں ان کی ناکامی کا مطلب یہ ہے کہ وہ مکمل طور پر نتائج سے بچ جائیں گے۔ اس زندگی میں، ان کی ذہنیت انہیں ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے سے روکے گی، جس سے وہ اپنے وجود میں ہر چیز اور ہر چیز کو، غلط جگہ پر لے جائیں گے۔ اس کے نتیجے میں، ان کی زندگی کے پہلو، بشمول خاندان، دوست کیریئر، اور دولت، تناؤ کے ذرائع میں تبدیل ہو جائیں گے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی جاری رکھیں

گے تو وہ اپنے تناؤ کو غلط لوگوں اور حالات جیسے کہ ان کی شریک حیات سے منسوب کریں گے۔ ان مثبت اثرات کے ساتھ تعلقات منقطع کرنے سے، وہ صرف اپنے دماغی صحت کے مسائل میں اضافہ کریں گے، جو ممکنہ طور پر ٹپریشن، مادے کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بنتے ہیں۔ یہ نتیجہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کوئی ایسے افراد کو دیکھتا ہے جو ان کی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہتے ہیں، جیسے کہ امیر اور معروف، ظاہری دنیاوی لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے باوجود۔

مکہ کے غیر مسلموں کے بارے میں جب تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے درمیان موجود ہیں اللہ تعالیٰ انہیں تباہ نہیں کرے گا۔ مختلف قوموں کے ساتھ معاملہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ یہی روایت رہی ہے۔ جب تک ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان ہیں، وہ ان کی نافرمانی کے باوجود قوم کو تباہ کر دیتا ہے۔ قومیں تب ہی تباہ ہوتی ہیں جب ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے شہر سے ہجرت کا حکم دیا جاتا ہے۔ باب 8 الانفال، آیت 32

لیکن اللہ ان کو عذاب نہیں دے گا جب تک کہ آپ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ان میں سے ہوں۔
"..."

لیکن جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں مستقل قیام نہیں کریں گے، اللہ تعالیٰ نے آخر وقت تک لوگوں کو اس کی نافرمانی سے سچے دل سے توبہ کر کے اپنے عذاب سے بچنے کی ترغیب دی۔ باب 8 الانفال، آیت 33

اور اللہ ان کو عذاب نہیں دے گا جب تک وہ استغفار کرتے ہوں۔“

سچی توبہ کے لیے جرم کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا اور ان لوگوں سے جن کو نقصان پہنچا ہے، بشرطیکہ اس سے اضافی مسائل پیدا نہ ہوں۔ ایک فرد کو چاہیے کہ وہ ایک ہی گناہ کو دوبارہ کرنے سے باز رہے اور اللہ تعالیٰ اور دوسروں کے بارے میں جو حقوق پامال ہوئے ہوں ان کی اصلاح کرے۔ مزید برآں، انہیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق استعمال کرتے ہوئے خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہیں۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کے غیر مسلموں کو ہلاک نہیں کیا، پھر بھی اس نے ان کی نافرمانی پر تنقید: ہر اس شخص کے لیے جو اس کی نافرمانی پر قائم رہے۔ باب 8 الانفال، آیت 34

لیکن اللہ ان کو عذاب کیوں نہ دے جب کہ وہ مسجد الحرام سے [لوگوں کو] روکتے ہیں اور وہ اس” کے محافظ نہیں تھے؟

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے چھٹے سال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ زیارت کے لیے مکہ روانہ ہوئے۔ ان کو مکہ کے غیر مسلموں کے سرداروں نے مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا حالانکہ اہل عرب کے دستور کے مطابق انہیں ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔ اس کے نتیجے میں، مسلمانوں نے مکہ کے قریب حدیبیہ میں کیمپ لگا دیا۔ آخر کار دونوں فریقوں کے درمیان ایک امن معاہدہ طے پا گیا جو غیر مسلموں کے حق میں تھا۔ معاہدے پر دستخط ہونے کے بعد، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ، عمرہ کیے بغیر مدینہ واپس چلے گئے، جو کہ صلح کے معاہدے کا حصہ تھا۔ اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 3، صفحہ 231 میں بحث کی گئی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مکہ کے غیر مسلموں کو تنقید کا نشانہ بنایا جو اس حقیقت پر بہت فخر کرتے تھے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور اس کے نتیجے میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے

اس گھر کا متولی سمجھتے تھے جو اس نے بنایا تھا اور اس طرح خود کو اس کی میراث کا علمبردار سمجھتے تھے۔ باب 8 الانفال، آیت 34

لیکن اللہ ان کو عذاب کیوں نہ دے جب کہ وہ مسجد الحرام سے روکتے ہیں اور وہ اس کے محافظ "نہیں تھے، اس کے (حقیقی) ولی صرف نیک لوگ ہیں لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

غیر مسلموں کو یاد دلایا جاتا ہے کہ اسلام کی غیر واضح سچائی کو رد کرنے کا انتخاب کر کے انہوں نے خود کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی میراث سے محروم کر دیا ہے۔ اس کے بجائے یہ میراث ان لوگوں کو عطا کی جائے گی جو اس کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں، خاص طور پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر۔ اگر غیر مسلم اپنی نافرمانی پر اڑے رہیں تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وراثت سے دنیا یا آخرت میں کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔

عام طور پر، یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سلسلے میں خواہش مندانہ سوچ کو اپنانے کے خلاف تنبیہ کرتا ہے، جس کے تحت کوئی اس کی نافرمانی پر قائم رہتا ہے اور یہ یقین رکھتا ہے کہ کوئی اور اسے عذاب سے بچائے گا، جیسے کہ نیک رشتہ دار۔ چونکہ اسلام کی بنیاد عدل و انصاف کے اصولوں پر رکھی گئی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ لوگوں کو نیک لوگوں کے ساتھ ان کی رفاقت کی وجہ سے ان کے اعمال کے نتائج سے کوئی خاص رعایت نہیں دے گا۔ ہر فرد کو اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہے تو دونوں جہانوں میں کوئی بھی انہیں عذاب سے نہیں بچا سکے گا۔ باب 31 لقمان، آیت 33

اے لوگو، اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جب کوئی باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام نہ آئے گا" اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آئے گا، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، اس لیے تمہیں دنیا کی "زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور دھوکے باز اللہ کے بارے میں دھوکے میں نہ پڑے۔

باب 8 الانفال، آیت 34

”اس کے سرپرست نہیں ہیں مگر نیک لوگ، لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔“

عام طور پر، یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ صالحین اللہ تعالیٰ کے گھروں کی دیکھ بھال کرتے ہیں، جو صرف اس وقت ممکن ہے جب کوئی ان میں باقاعدگی سے حاضر ہو۔ درحقیقت صحیح مسلم نمبر 1528 میں درج ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ مقامات مساجد ہیں اور جن جگہوں کو وہ سب سے زیادہ ناپسند کرتا ہے وہ بازار ہیں۔

اسلام مسلمانوں کو مساجد کے علاوہ دیگر مقامات پر جانے سے منع نہیں کرتا اور نہ ہی یہ حکم دیتا ہے کہ وہ ہمیشہ ان کے اندر ہی رہیں۔ تاہم، ان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ بازاروں اور دیگر مقامات کے غیر ضروری دوروں پر باجماعت نماز کے لیے مساجد میں جانے اور مذہبی اجتماعات میں شرکت کو ترجیح دیں۔

جب کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو، دوسرے مقامات، جیسے شاپنگ سینٹرز پر جانے میں کوئی مسئلہ نہیں ہوتا ہے۔ تاہم، ایک مسلمان کو ضرورت کے بغیر ان کے پاس جانے سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ یہ ایسے ماحول ہیں جہاں گناہوں کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ جب بھی وہ دوسری جگہوں کا سفر کرتے ہیں، تو انہیں یقینی بنانا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچیں، جس میں دوسروں کو نقصان پہنچانا بھی شامل ہے۔ انہیں ضرورت سے زیادہ سماجی تعلقات کو بھی محدود کرنا چاہیے کیونکہ یہ معاشرے میں ہونے والے بہت سے گناہوں کی بنیادی وجہ ہے۔

مساجد گناہوں سے پناہ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے خوش آئند ماحول کا کام کرتی ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہونا، اس کی ممانعتوں سے پرہیز کرنا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنا ہے۔ جس طرح ایک طالب علم لائبریری سے استفادہ حاصل کرتا ہے، جسے مطالعہ کے لیے بنایا گیا ہے، اسی طرح مسلمان بھی مساجد سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، جیسا کہ ان کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو فائدہ مند علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دینا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے صحیح طریقے سے استعمال کریں۔

مزید برآں، مساجد لوگوں کو ان کے مقصد کی یاد دلانے کا ایک بہترین موقع فراہم کرتی ہیں، جو کہ خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا ہے۔ مساجد لوگوں کو اپنی سرگرمیوں کو مناسب طریقے سے ترجیح دینے کی ترغیب دیتی ہیں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کریں، آخرت کی زندگی کے لیے کافی تیاری کریں، اور اعتدال میں حلال لذتوں سے لطف اندوز ہوں۔ جو لوگ مساجد کو نظر انداز کرتے ہیں وہ اکثر اپنا وقت اور وسائل فضول اور لایعنی کاموں میں ضائع کر دیتے ہیں، نتیجتاً وہ دنیا اور آخرت دونوں کے فوائد سے محروم رہتے ہیں۔

مسلمانوں کو نہ صرف مساجد کو دوسرے مقامات پر ترجیح دینی چاہیے بلکہ اپنے بچوں سمیت دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب دینی چاہیے۔ درحقیقت نوجوانوں کے لیے گناہوں، جرائم اور منفی رفاقتوں سے دور رہنے کے لیے یہ ایک بہترین ماحول ہے، جس سے دونوں جہانوں میں مشکلات اور پچھتاوے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

:باب 8 الانفال، آیت 34

”اس کے سرپرست نہیں ہیں مگر نیک لوگ، لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔“

عام طور پر، یہ آیت مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی اہمیت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے گھروں کی حفاظت کا حصہ ہے۔ قرآن پاک میں فرض نماز باجماعت ادا کرنے کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 43

”اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔“

درحقیقت، اس آیت اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کی بنا پر، متعدد معزز علماء نے اس عمل کو مسلمان مردوں کے لیے لازمی قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر سنن ابوداؤد نمبر 550 میں درج ایک حدیث میں واضح طور پر تنبیہ کی گئی ہے کہ جو مسلمان اپنی فرض نماز مسجد 550 میں باجماعت ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے منافق قرار دیا ہے۔ مزید برآں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مردوں کے گھروں کو آگ لگانے کی دھمکی بھی دی ہے جو بغیر کسی شرعی عذر کے باجماعت مسجد میں اپنی فرض نمازوں میں شرکت نہیں کرتے تھے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 1482 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ جو مسلمان اس اہم ذمہ داری کو پورا کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں انہیں ایسا کرنا چاہیے۔ انہیں یہ کہہ کر اپنے آپ کو دھوکہ نہیں دینا چاہیے کہ وہ دیگر نیک کاموں میں ملوث ہیں، جیسے کہ گھریلو کاموں، میں اپنے خاندان کی مدد کرنا۔ اگرچہ یہ واقعی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل ہے جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 676 کی ایک حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ ذاتی ترجیحات کے مطابق آپ کی روایات کی اہمیت کو غلط نہ سمجھا جائے۔ جو کوئی ایسا کرتا ہے وہ اپنی روایات پر قائم نہیں رہتا۔ بلکہ وہ محض اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں، خواہ وہ کسی نیک عمل میں مصروف ہوں۔ درحقیقت اسی حدیث سے یہ بات ختم ہوتی ہے کہ جب فرض نماز کا وقت ہوتا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لے جاتے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی میراث کو پورا کرنے کے بجائے مکہ کے غیر مسلموں نے عبادت کو تفریح اور دوسروں کو دکھاوے میں بدل دیا۔ باب 14 ابراہیم، آیت 40

اے میرے رب، مجھے نماز قائم کرنے والا بنا، اور میری اولاد میں سے بہت سے لوگوں کو، اے"
"ہمارے رب، اور میری دعا قبول فرما۔

:اور باب 8 الانفال، آیت 35

اور گھر میں ان کی نماز سیٹیاں بجانے اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہیں تھی۔

:اور باب 107 المعون، آیات 4-6

"پس خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے، جو اپنی نماز سے غافل ہیں، جو [اپنے اعمال] دکھاتے ہیں۔"

مکہ کے غیر مسلم اپنی برادری میں عزت حاصل کرنے کے لیے اپنے جھوٹے دیوتاؤں کی عبادت کرنے کا ڈھونگ رچائیں گے اور ان کے جھوٹے معبود ان کے لیے دولت کا ذریعہ تھے، کیونکہ حجاج کرام اپنے جھوٹے دیوتاؤں کی عبادت کے لیے پورے عرب سے مکہ آتے تھے۔ اپنے جھوٹے مذہب میں بھی، وہ اپنے دیوتاؤں کے لیے مخلص نہیں تھے۔ درحقیقت ان کے اس رویے نے انہیں اللہ کی نافرمانی پر اڑے رہنے کی ترغیب دی اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کیا۔ نتیجتاً، جو کوئی بھی ان کے نقش قدم پر چلے گا وہ لازماً ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو حاصل کر لے گا، اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو غلط جگہ دے گا، اور روز قیامت اپنے احتساب کے

لیے ناکافی تیاری کر رہا ہو گا۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجوں اور مشکلات کا باعث بنے گا،
:چاہے وہ کچھ دنیاوی آسائشوں کا تجربہ کرتے ہوں۔ باب 8 الانفال، آیت 35

”پس عذاب کا مزہ چکھو اس کا جو تم نے کفر کیا۔“

:باب 8 الانفال، آیت 35

اور گھر میں ان کی نماز سیٹیاں بجانے اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہیں تھی۔

عام طور پر، مسلمانوں کو اسلام کے ذریعے تفریح حاصل کرنے کی کوشش سے گریز کرنا چاہیے۔ افسوس کی بات ہے کہ کچھ مسلمان اسلام کے ذریعے تفریح کا حصول کرتے ہیں، جیسے کہ اسلام کے نام پر مخصوص موسیقی کا مواد تیار کرنا۔ اس کو گناہ نہیں سمجھا جا سکتا، پھر بھی یہ قرآن کریم کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے متصادم ہے۔ دوسرے، غیر مسلموں کو اس کی طرف راغب کرنے کے لیے اسلام کو مزید تفریحی بنانا چاہتے ہیں۔ ایک بار پھر، یہ اسلامی تعلیمات سے متصادم ہے اور اس سے بچنا چاہیے۔ اس کے بجائے انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنا چاہیے، جنہوں نے لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے ان کو دل لگی بنانے کا سہارا لیے بغیر اسلامی تعلیمات کو اپنے عمل اور تقریر کے ذریعے پھیلایا۔

مسلمان اکثر مذہبی اجتماعات میں شرکت اور لیکچرز میں شرکت کے باوجود اللہ تعالیٰ سے، آخر میں تعلق ختم کرنے کے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔ اس منقطع ہونے کی ایک بنیادی وجہ ان کا ایک نامناسب ذہنیت اختیار کرنا ہے جو نیک پیشروؤں کے نقطہ نظر سے متصادم ہے۔ وہ فائدہ مند علم حاصل کرنے اور اس پر عمل درآمد کرنے کی بجائے حلال تفریح کی تلاش میں ان سرگرمیوں میں

مشغول ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ کرے، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب، اور صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرے، جو بالآخر اللہ تعالیٰ کی قربت کو فروغ دیتا ہے۔ یہ ان صالح پیشروؤں کی ذہنیت تھی جو اپنی تمام تر کوششوں میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے تھے۔ اس بات کا اندازہ کرنے کا ایک عملی طریقہ کہ آیا کوئی شخص صحیح ذہنیت کے ساتھ کام کر رہا ہے، سرگرمی میں حصہ لینے کے بعد اپنے تجربے پر غور کرنا ہے۔ اگر انہوں نے قیمتی علم حاصل کیا ہے یا انہیں مفید بصیرت کی یاد دہانی کرائی ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو بڑھانے کی ترغیب دیتی ہے تو یہ سرگرمی فائدہ مند رہی ہے۔ اس کے برعکس، اگر ایسا نہیں ہوتا ہے، تو یہ مذہبی اجتماع یا لیکچر میں خرابی، یا سامع کی نیت میں کمی کی نشاندہی کر سکتا ہے۔ دونوں صورتوں میں، انہوں نے اس طرح کے اجتماعات یا لیکچرز کا بنیادی مقصد حاصل نہیں کیا۔ ایک مسلمان کو ایسے اجتماعات اور لیکچرز سے پرہیز کرنا چاہیے جو تفریح کو ترجیح دیتے ہیں، جیسے کہ کہانی سنانا جو سامعین کو موہ لیتی ہے لیکن معنی خیز اسباق کی کمی ہے۔ صحیح نیت کے ساتھ مناسب اجتماعات میں شرکت سے ہی ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ بصورت دیگر وہ محض تفریحی محفلوں میں شرکت کر رہے ہیں جو نہ تو ان کے کردار میں اضافہ کرے گا اور نہ ہی ان کی اطاعت اور اللہ تعالیٰ کی قربت میں اضافہ کرے گا۔

جو لوگ اسلام کے ذریعے تفریح کی تلاش پر اڑے رہتے ہیں وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی توازن کی کمی کا تجربہ کریں گے، وہ اپنے تعلقات اور ذمہ داریوں کو غلط جگہ دیں گے، اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ اس سے دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، چاہے وہ کچھ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔

اس کے علاوہ، جیسا کہ اسلام دنیاوی خواہشات پر ضبط نفس کے خیال کو فروغ دیتا ہے۔ نتیجتاً، وہ افراد جن کی زندگی کا بنیادی مقصد ان خواہشات کو پورا کرنا ہے، وہ اسلام پر تنقید کریں گے، جیسا کہ یہ انہیں حیوانی روشنی میں پیش کرتا ہے۔ مزید برآں، وہ کاروبار اور صنعتیں جو اپنی خواہشات میں مبتلا افراد سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اسلام کی مخالفت کریں گے، لوگوں کو اس کی تعلیمات پر عمل کرنے سے روکنا چاہتے ہیں۔ یہ حاصل کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اپنے وسائل، جیسے دولت اور اثر و رسوخ کو اسلام کو مزید دل لگی بنانے کے لیے وقف کر دیں تاکہ مسلمان تفریح حاصل کرنے پر زیادہ توجہ دیں پھر اسلامی تعلیمات کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے پر توجہ دیں۔ مثال کے طور

پر، فلم انڈسٹری جان بوجھ کر ایسے مسلمانوں کو ملازمت دیتی ہے جو دوسرے مسلمانوں کو تفریح حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، جبکہ انہیں یہ باور کراتے ہیں کہ وہ اسلام کی تعلیمات سے متصادم نہیں ہیں۔ وہ مسلمانوں کے بارے میں فلمیں اور ٹیلی ویژن شوز بھی بناتے ہیں جن کا مقصد صرف اسلام کے ذریعے تفریح حاصل کرنا ہے۔ فیشن انڈسٹری ایسے کپڑے ڈیزائن کرتی ہے جو ظاہری طور پر اسلامی رہنما اصولوں پر عمل کرتے نظر آتے ہیں، جب کہ حقیقت میں وہ ایسا نہیں کرتے۔ تنظیموں کا مقصد ان مسلمانوں کو قائل کر کے شادی سے باہر کے تعلقات کو حلال بنانا ہے جو ان کے ذریعے شادی کے خواہاں ہیں۔ باب 8 الانفال، آیت 36

”یقیناً کافر اپنا مال اللہ کی راہ سے روکنے کے لیے خرچ کرتے ہیں۔“

لیکن جب تک مسلمان اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے اپنے زبانی اعلان کو عمل کے ساتھ پورا کرتے رہیں گے، وہ اسلام کے ذریعے تفریح اور دنیاوی خواہشات کے حصول کی گمراہی سے محفوظ رہیں گے۔ اس کے علاوہ، جو لوگ اپنے وسائل دوسروں کو گمراہ کرنے کے لیے وقف کرتے ہیں، وہ دیکھیں گے کہ ان کی تمام کوششیں دونوں جہانوں میں رائیگاں جاتی ہیں، چاہے یہ ان کے لیے واضح نہ ہو۔ باب 8 الانفال، آیت 36

”تو وہ اسے خرچ کریں گے، پھر یہ ان کے لیے حسرت کا باعث ہوگا، پھر وہ مغلوب ہو جائیں گے۔“

اس دنیا میں ان کی ذہنیت انہیں ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کی طرف لے جائے گی جو انہیں دی گئی ہیں۔ اس طرح کا غلط استعمال ان کی متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو برقرار رکھنے کی صلاحیت میں رکاوٹ بنے گا اور وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ پر رکھ دیں گے۔ اس کے نتیجے میں، ان کی زندگی کے پہلو، بشمول خاندان، دوست، کیریئر اور دولت، تناؤ کے ذرائع میں بدل جائیں گے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت جاری رکھیں گے تو وہ اپنے تناؤ کو اپنے شریک حیات سمیت دوسروں کی طرف بلا جواز قرار دیں گے۔ اپنے آپ کو ان مثبت اثرات سے دور رکھنے سے، وہ اپنی ذہنی صحت کے مسائل کو بڑھانے کا خطرہ مول لیتے ہیں، جو ممکنہ طور پر ڈپریشن مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بنتے ہیں۔ یہ نتیجہ خاص طور پر ان

لوگوں میں ظاہر ہوتا ہے جو اپنی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور، جو دنیاوی آسائشوں تک رسائی کے باوجود ذہنی صحت کے مسائل سے دوچار ہیں۔ اگر انہوں نے یہ رویہ برقرار رکھا تو آخرت میں اس کے نتائج بہت زیادہ خراب ہوں گے۔ باب 8 :الانفال، آیت 36

”اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ جہنم میں جمع کیے جائیں گے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے تیسرے سال مکہ کے غیر مسلم رہنماؤں نے ان غیر مسلموں سے ملاقات کی جنہوں نے بدر کی لڑائی میں اپنے رشتہ داروں کو کھو دیا تھا۔ انہوں نے اعلان کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں خاصا نقصان پہنچایا ہے، جس کے نتیجے میں ان کی اہم شخصیات اور رشتہ داروں کی موت واقع ہوئی۔ انہوں نے اپنی برادری سے مطالبہ کیا کہ وہ انتقام کی تلاش میں مالی اور جسمانی مدد فراہم کریں۔ بدلہ لینے کی خواہش، ان کے تجارتی قافلوں پر مسلمانوں کے چھاپوں سے پیدا ہونے والی ان کی مسلسل مالی مشکلات کے ساتھ، انہیں تنازعات میں ملوث ہونے پر اُکسایا جب انہیں عاجزی اور سچائی کو قبول کرنا چاہیے تھا۔ ان سب نے اس شیطانی مہم کا ارتکاب کیا جو بالآخر جنگ احد پر منتج ہوئی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال آیت 36 نازل فرمائی

”بے شک کافر اپنا مال اللہ کی راہ سے روکنے کے لیے خرچ کرتے ہیں تو وہ اسے خرچ کریں گے“ پھر یہ ان کے لیے حسرت کا باعث ہوگا، پھر وہ مغلوب ہو جائیں گے، اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ جہنم میں جمع کیے جائیں گے۔“

اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 3، صفحہ 12 میں بحث کی گئی ہے۔

اس آیت میں غیر مسلموں کے قائدین کی جنگ بدر میں اپنی شکست کا بدلہ لینے کی کوششوں کی طرف اشارہ ہے، جو انہوں نے ایک حد تک جنگ احد میں انجام دیے تھے، جب انہوں نے جنگ جیت کر

مسلمانوں کو بھاری نقصان پہنچایا اور تقریباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا ہے کہ وہ مغلوب اور شکست خوردہ ہوں گے حالانکہ احد کی جنگ میں غیر مسلموں کی فتح ہوئی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت درحقیقت ایک جنگ نہیں بلکہ پوری جنگ کی طرف اشارہ کرتی ہے جس میں غیر مسلم ہار گئے تھے۔ عام طور پر دیکھا جائے تو یہ آیت چھوٹے مسائل پر توجہ مرکوز کرنے کے بجائے زندگی میں اعلیٰ مقصد کے مشاہدے کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ درحقیقت، چیلنجوں کا سامنا کرتے وقت افراد صبر کا مظاہرہ کرنے کی جدوجہد کرنے کی بنیادی وجوہات میں سے ایک ان کا زندگی کے وسیع تناظر کو دیکھنے کا رجحان ہے۔ ایک شخص کے سامنے آنے والے ہر حالات کو پورے جیگس پزل کے سلسلے میں ایک تنہا جیگس پیس سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ تاہم، جب کوئی شخص اس انفرادی ٹکڑے پر مکمل طور پر فکس ہو جاتا ہے، جو اکثر ایک چیلنج کی علامت ہوتا ہے، تو وہ اپنی توجہ مکمل پہیلی سے ہٹا دیتے ہیں۔ نتیجتاً، مشکل اس سے کہیں زیادہ مشکل دکھائی دیتی ہے جتنا کہ حقیقی طور پر ہے، اور اس کے منفی اثرات ان کی حقیقت سے کہیں زیادہ واضح نظر آتے ہیں۔ یہ خلفشار صبر کا مظاہرہ کرنے کی صلاحیت کو روکتا ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت کو برقرار رکھتے ہوئے الفاظ یا عمل کے ذریعے صورتحال پر عدم اطمینان کا اظہار کرنے سے گریز کرتا ہے۔ اس نتیجہ کو روکنے کے لیے ایک انتہائی موثر حکمت عملی یہ ہے کہ قیامت کے دن پر مسلسل توجہ مرکوز رکھی جائے۔ یہ توجہ افراد کو یہ سمجھنے میں مدد دے گی کہ ان کا موجودہ مسئلہ یا چیلنج اتنا اہم نہیں ہے جیسا کہ کوئی بھی دنیاوی مصیبت قیامت کے فتنوں سے موازنہ نہیں کر سکتی۔ مزید برآں، زمینی چیلنجوں کے منفی اثرات قیامت کے دن درپیش چیلنجوں سے زیادہ شدید نہیں ہیں۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ یہ وہ دن ہے جب سورج تخلیق کے دو میل کے اندر اندر کھینچا جائے گا، اور ہر ایک کو اپنے اعمال کے مطابق پسینہ آئے گا۔ یہ تنبیہ جامع ترمذی نمبر 2421 میں موجود ایک حدیث میں موجود ہے۔ یہ وہ دن ہے جب وہی رشتہ دار جن کے بارے میں فکر مند اور خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے انہیں چھوڑ دے گا۔ باب 80 اباسہ، آیات 33-37

لیکن جب بہرا کرنے والا دھماکا آئے گا۔ جس دن آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں اور اپنے باپ سے "اور اس کی بیوی اور اس کے بچوں سے بھاگ جائے گا۔ ہر آدمی کے لیے، وہ دن اس کے لیے کافی ہوگا۔"

وہ دن جب لوگ جہنم کا مشاہدہ کرنے کے بعد اپنے اعمال پر غور کریں گے۔ باب 89 الفجر، آیت 23

"اور لایا گیا، وہ دن جہنم ہے، اس دن آدمی یاد رکھے گا، لیکن اس کے لیے کیا فائدہ ہوگا؟"

جب کوئی فرد اس دن پر توجہ مرکوز کرے گا، تو اس کے زمینی چیلنجز اور مشکلات کم نمایاں ہوں گی۔ یہ ذہنیت انہیں چیلنج کے آغاز سے ہی صبر کا مظاہرہ کرنے میں مدد کرے گی اور اس کا اندازہ لگانے اور اسے مناسب طریقے سے حل کرنے میں مدد کرے گی جس سے ان کے تناؤ کو کم کیا جائے۔

مزید برآں، قیامت کے دن اپنی توجہ برقرار رکھنا اس بات کی ضمانت بھی دے گا کہ وہ کسی بھی چیز سے منہ موڑ لیں گے، نظر انداز کر دیں گے اور اس کی اہمیت کو کم کر دیں گے جو قیامت کے دن اہمیت نہیں رکھتی، بشمول زندگی بھر درپیش چیلنجز اور دباؤ۔ اس کے بجائے، وہ ان معاملات کی طرف اپنی توجہ مرکوز کریں گے جو قیامت کے دن مناسب ہوں گے، جیسے کہ مشکلات کے درمیان صبر کا مظاہرہ کرنا۔ باب 39 از زمر، آیت 10

"بے شک، مریض کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا [یعنی حد]۔..."

ممکن ہے کہ اس مناسب ذہنیت نے اس وجہ سے کردار ادا کیا ہو کہ فرعون کے جادوگر، جنہوں نے ایمان قبول کیا، فرعون کی جسمانی سزا کی دھمکیوں سے بے خوف رہے، کیونکہ وہ قیامت کے دن پر اکتفا کر رہے تھے۔ باب 26 اشعرا، آیات 49-50

[فرعون نے [کہا، "تم نے ان (یعنی موسیٰ) کو میری اجازت سے پہلے ہی مان لیا۔ بے شک وہ تمہارا" لیڈر ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے مگر تم جان لینے والے ہو۔ میں یقیناً تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دوں گا اور تم سب کو ضرور سولی پر چڑھا دوں گا۔" انہوں نے کہا "کوئی حرج نہیں۔ بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔"

جیسا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر کوئی زبردستی صحیح رہنمائی نہیں کرتا، کیونکہ یہ اس دنیا میں زندگی کے امتحان کو ختم کر دیتا ہے، وہ لوگوں کو اپنی زندگی کے انتخاب کو پورا کرنے کی اجازت دیتا ہے تاکہ جو لوگ اس کی سچی اطاعت کرتے ہیں وہ ان لوگوں سے ممتاز ہو جائیں جو اس کی اطاعت نہیں کرتے۔ باب 8 الانفال، آیت 37

"...تاکہ اللہ برے کو نیک سے ممتاز کر دے"

لہذا اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے، اسلامی تعلیمات میں دی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے زندگی کا صحیح انتخاب کریں۔ جو لوگ ایسا کرنے میں ناکام رہتے ہیں وہ ان لوگوں سے الگ ہو جائیں گے جو ایسا کرتے ہیں، کیونکہ وہ اس دنیا میں یا آخرت میں ذہنی سکون حاصل نہیں کر پائیں گے۔ اس کے بجائے، وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے صحیح طریقے سے تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ اس کے علاوہ ان کا یہ رویہ انہیں لوگوں کے حقوق کی ادائیگی سے روک دے گا۔ نتیجتاً وہ معاشرے میں بدعنوانی اور ناانصافی کو پھیلانے کا سبب بنیں گے۔ باب 8 الانفال، آیت 37

تاکہ اللہ بدوں کو نیکوں سے ممتاز کر دے اور بدکاروں کو بعض پر رکھ دے اور سب کو جمع کر "کے جہنم میں ڈال دے، یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔"

بالآخر، چونکہ تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور مکمل طور پر حکومت کرتی ہیں، اس لیے افراد کو اس کے ضابطوں کی تعمیل کرنی چاہیے۔ جس طرح کسی کو کسی مخصوص قوم کی حکمرانی کے قائم کردہ قوانین پر عمل نہ کرنے کے نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اسی طرح اگر وہ کائنات کے حاکم کی ہدایات کو نظر انداز کرے گا تو اسے دونوں جہانوں میں چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جب کہ کوئی شخص کسی قوم کو چھوڑنے کا انتخاب کر سکتا ہے اگر وہ اس کے قوانین سے متفق نہ ہوں

لیکن وہ ایسی جگہ پر فرار نہیں ہو سکتا جہاں اللہ تعالیٰ کا اختیار اور ضابطے لاگو نہ ہوں۔ اگرچہ افراد اپنی برادری کے قوانین میں ترمیم کر سکتے ہیں، لیکن وہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کو بدلنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ مزید برآں، جس طرح ایک گھر کا مالک دوسروں کی مخالفت سے قطع نظر اپنی رہائش کے قوانین طے کرتا ہے، اسی طرح یہ کائنات اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے، جو صرف عوامی جذبات سے قطع نظر اس پر حکومت کرنے والے ضوابط قائم کرتا ہے۔ اس لیے ان اصولوں پر عمل کرنا اپنے فائدے کے لیے ضروری ہے۔ جو لوگ اس حقیقت کو سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل پیرا ہوں گے اور ان پر عطا کردہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرتے ہوئے اس کی بندگی کرنے کی کوشش کریں گے جو اس کو پسند ہیں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ افراد یا تو اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ممانعتوں کے پیچھے موجود حکمت کو سمجھنے کی کوشش کر سکتے ہیں، یہ جانتے ہوئے کہ وہ کس طرح اپنے اور وسیع تر طبقے کے مفادات کی تکمیل کرتے ہیں، بالآخر دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دیتے ہیں، یا پھر وہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے اور اسلام کے اصولوں کو نظر انداز کرنے کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ تاہم، جو لوگ اسلامی ضوابط کی پیروی کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں، انہیں چاہیے کہ وہ دونوں جہانوں میں اپنے انتخاب کے نتائج کے لیے خود کو تیار کریں، کیونکہ کوئی اعتراض، احتجاج یا شکایت انہیں کوئی پناہ نہیں دے گی۔ باب 18 الکہف، آیت 29

اور کہہ دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے۔ اور جو چاہے کفر کرے، بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایک آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی، اور اگر وہ راحت کے لیے پکاریں گے تو ان کو ایسے پانی سے راحت ملے گی جیسے گدھے تیل سے، جو ان کے چہروں کو جھلسا دیتا ہے، برا مشروب ہے اور برا ٹھکانہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پھر مکہ کے غیر مسلموں کو اپنی نافرمانی پر قائم رہنے سے خبردار کیا اور انہیں معافی کی دعوت دی۔ باب 8 الانفال، آیت 37

کافروں سے کہہ دو کہ اگر وہ باز آجائیں تو ان کے لیے جو کچھ ہو چکا ہے وہ معاف کر دیا جائے گا۔

یہ اس عظیم رحمت کی طرف اشارہ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لیے ہے کیونکہ وہ ان کی نافرمانی کے باوجود انہیں مسلسل توبہ اور اصلاح کی دعوت دیتا ہے۔ لہذا اس پیشکش سے مخلصانہ توبہ کر کے فائدہ اٹھانا چاہیے تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کر سکے۔ سچی توبہ میں احساس جرم شامل ہے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور ان لوگوں سے جن پر ظلم ہوا ہے، جب تک کہ اس سے مزید مسائل پیدا نہ ہوں۔ ایک فرد کو خلوص دل سے وعدہ کرنا چاہیے کہ وہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ دوبارہ نہ کرے گا اور کسی ایسے حقوق کو درست کرے گا جو اللہ تعالیٰ اور دوسروں کے حوالے سے پامال ہوئے ہوں۔ مزید برآں، انہیں اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے وفاداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہنا چاہیے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دماغ اور جسم کی متوازن حالت حاصل کریں، اپنی زندگی کے تمام عناصر اور لوگوں کو مناسب طریقے سے ترتیب دیتے ہوئے، اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کریں۔ اس کے نتیجے میں یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کا باعث بنے گا۔

اللہ تعالیٰ انہیں سابقہ قوموں سے سبق سیکھ کر اپنی نافرمانی پر اڑے رہنے سے خبردار کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر بھی ڈٹے رہیں اور اس کے نتیجے میں وہ کیسے تباہ ہوئیں۔ باب 8 الانفال: آیت 38:

"لیکن اگر وہ [دشمنی کی طرف] لوٹتے ہیں - تو سابقہ [سرکش] لوگوں کی نظیر ہو چکی ہے۔۔۔"

یہ آیت لوگوں پر زور دیتی ہے کہ وہ خود غرضانہ رویہ سے پرہیز کریں جو صرف ان کی اپنی زندگیوں اور مشکلات پر مرکوز ہو۔ جو لوگ اس نقطہ نظر کو اپناتے ہیں وہ تاریخی واقعات، اپنے تجربات اور دوسروں کے حالات سے سیکھنے کا موقع کھو دیتے ہیں۔ ان پہلوؤں سے بصیرت حاصل کرنا کسی کے طرز عمل کو بڑھانے اور ماضی کی غلطیوں کو دہرانے سے روکنے کے بہترین طریقوں میں سے ایک ہے، جو بالآخر اندرونی سکون کا باعث بنتا ہے۔ مثال کے طور پر، دولت مند اور مشہور افراد کو دی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے دیکھنا، صرف پریشانی، دماغی

— صحت کے مسائل، نشے، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں خوشی اور عیش کے لمحات کے باوجود — ایک اہم سبق فراہم کرتا ہے۔ یہ مبصرین کو سکھاتا ہے کہ وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال نہ کریں جو انہیں دی گئی ہیں، اس خیال کو تقویت دیتے ہیں کہ حقیقی امن مادی دولت یا ہر دنیوی خواہش کی تسکین سے نہیں ہوتا۔ اسی طرح، کسی کو خراب صحت میں دیکھ کر اس کی اپنی بھلائی کے لیے شکر گزار ہونا چاہیے اور اس کے ضائع ہونے سے پہلے اس کے صحیح استعمال کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ اس طرح، اسلام مسلمانوں کو اپنے ذاتی معاملات میں اس قدر مگن ہونے کے بجائے ہوشیار اور باخبر رہنے کی مسلسل نصیحت کرتا ہے کہ وہ اپنے اردگرد کی وسیع دنیا کو نظر انداز کر دیں۔

لیکن جب مکہ کے غیر مسلم اسلام کے خلاف لڑتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ اسلام کا دفاع کریں اور جزیرہ نما عرب کو مکہ کے غیر مسلموں کے ظلم و جبر سے آزاد کر دیں۔ لیکن اس نے مسلمانوں کو خبردار کیا کہ لڑائی تب تک جاری رہے گی جب تک مکہ کے غیر مسلم اسلام کی پر تشدد مخالفت جاری رکھیں گے۔ باب 8 الانفال، آیت 39

اور ان سے اس وقت تک لڑو جب تک کہ فتنہ نہ ہو جائے اور دین سب اللہ کے لیے ہو جائے اور”
 “اگر وہ باز آجائیں تو یقیناً اللہ ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

قرآن مجید کی آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے معانی کو درست طریقے سے سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کے مناسب تناظر میں غور کیا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی آیت یا حدیث کو اس کے نزول یا دستاویزات کے گرد و پیش کے حالات کو مدنظر رکھے بغیر تنہائی میں اس کی تشریح نہیں کی جانی چاہیے کیونکہ اس سے اسلامی تعلیمات کی غلط تشریح ہو سکتی ہے۔ آیات و احادیث کے سیاق و سباق کو صحیح معنوں میں سمجھنے کے لیے ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے حوالے سے پرکھنا چاہیے۔ اس نقطہ نظر سے ہی کسی آیت یا حدیث کے مخصوص موضوع یا حوالہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مزید برآں، مسلمانوں کو اجازت ہے کہ وہ بیرونی جارحوں کے خلاف مسلح تصادم میں صرف اور صرف ایک جائز حکمران کے اختیار کے تحت اور قرآن پاک میں بیان کردہ ہدایات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق۔ ایسے کاموں میں حصہ لینے والوں کو چاہیے کہ وہ اللہ عزوجل کا ہمیشہ خیال رکھیں تاکہ ان مقررہ حدود و قیود کو پامال نہ کریں۔ باب 2 البقرہ، آیت 190

اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں لیکن زیادتی نہ کرو، بے شک اللہ زیادتی "کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

اور باب 2 البقرہ، آیت 194

پس جس نے تم پر زیادتی کی ہے تو اس پر بھی ویسا ہی حملہ کرو جس طرح اس نے تم پر کیا ہے "اور اللہ سے ڈرو۔"

ایک اصول صرف اور صرف حملے کے جواب میں جنگ میں شامل ہونا ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 190

اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔"

نتیجتاً، امن کے وقت میں مخالف پر جسمانی جارحیت کا مظاہرہ کرنا ممنوع ہے۔ مزید برآں، یہ لازمی ہے کہ جب دشمن جارحیت سے باز آجائے تو مسلمانوں پر بھی لازم ہے کہ وہ باز آجائیں۔ باب 2 البقرہ: آیت 193

لیکن اگر وہ باز آجائیں تو پھر خلاف ورزی کرنے والوں کے علاوہ کوئی جارحیت [یعنی حملہ]..."

اگر مخالف امن چاہتا ہے تو اسے فراہم کیا جائے۔ باب 4 النساء، آیت 90

پس اگر وہ تم سے دور ہو جائیں اور تم سے جنگ نہ کریں اور صلح کی پیشکش کریں تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ان کے خلاف جنگ کا کوئی سبب نہیں بنایا۔"

تیسرا اصول یہ بتاتا ہے کہ شہریوں کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیے۔ مزید برآں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کے وقت عورتوں، بچوں، بوڑھوں، بیماروں، نیز راہبوں اور متولیوں کو نقصان پہنچانے سے مسلسل منع فرمایا ہے۔ اس ممانعت کی توثیق متعدد احادیث سے ہوتی ہے جن میں سنن ابوداؤد نمبر 2614 اور مسند احمد نمبر 2728 شامل ہیں۔

اسلام کے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کے قتل سے واضح طور پر منع فرمایا۔ اس نے پھل دار درختوں کو تباہ کرنے، املاک کو نقصان پہنچانے اور مویشیوں کو مارنے سے بھی منع کیا۔ یہ ہدایت مصحف ابن ابی شیبہ نمبر 33121 میں درج ہے -

اسلام کے دوسرے خلیفہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسلم فوجوں کو واضح طور پر ہدایت کی کہ وہ غیر جنگجووں جیسے کسانوں کو نقصان نہ پہنچائیں۔ یہ ہدایت مصحف ابن ابی شیبہ نمبر 33120 میں بھی موجود ہے ۔

آنے والے تنازعہ کی صورت میں مسلم قوم کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی بہترین صلاحیتوں کے مطابق تیاری کرے۔ اس تیاری کا مقصد دشمن کو حملہ کرنے سے روکنا ہے۔ اگر دشمن امن کا خواہاں ہے تو اسے ضرور ملنا چاہیے۔ باب 8 انفال، آیات 60-61

اور ان کے مقابلے میں جو کچھ تم طاقت رکھتے ہو اور جنگی سواریاں تیار کرو جس سے تم اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو خوف زدہ کر سکو اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو اس کی طرف ”مائل ہو جاؤ۔

مسلمانوں کے ساتھ اپنے معاہدوں کو برقرار رکھنے میں ناکام رہنے والوں کا مقابلہ کرنے کی اجازت ہے۔ توبہ میں باب 9، آیات 12-13

اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین کو بدنام کریں تو کفر کے سرداروں سے مقابلہ کرو، کیونکہ ان کے لیے کوئی قسمیں نہیں ہیں، کیا تم ان لوگوں سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا اور انہوں نے تم پر حملہ شروع کیا؟

اسلام ان افراد پر حملہ کرنے سے منع کرتا ہے جو اپنے معاہدوں کا احترام کرتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 7:

پس جب تک وہ تمہاری طرف سیدھے ہیں، ان کے ساتھ سیدھے رہو، بے شک اللہ نیک لوگوں سے ”محبت کرتا ہے۔“

یہ واضح ہے کہ کسی فرد کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہ کیا جائے، کیونکہ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جسے دل سے قبول کرنا ضروری ہے، نہ کہ محض زبانی کلامی یا عمل سے۔ باب 2 البقرہ، آیت 256

دین میں کوئی جبر نہیں ہوگا۔“

مسلمانوں کے ساتھ پر امن تعلقات رکھنے والے افراد کے ساتھ مستقل طور پر انصاف کیا جائے گا۔ باب 8-9 آیت 60 الممتحنہ،

اللہ تمہیں ان لوگوں سے نہیں روکتا جو تم سے دین کی وجہ سے نہیں لڑتے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالتے - ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کے ساتھ انصاف کرنے سے، بے شک اللہ عدل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، اللہ تمہیں صرف ان لوگوں سے منع کرتا ہے جو تم سے لڑتے ہیں۔... دین کے بارے میں اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکال دو اور تمہارے نکالنے میں مدد

جنگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے اور مسلمانوں کو نہ چاہتے ہوئے بھی اس میں شامل ہونے پر مجبور ہونا چاہیے۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

تم پر جنگ فرض کی گئی ہے جبکہ وہ تمہارے لیے ناگوار ہے۔“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو تصادم کی خواہش سے خبردار کیا اور اس کے بجائے اللہ تعالیٰ سے حفاظت کی تلقین کی۔ تاہم، اگر وہ اپنے آپ کو دشمن کا مقابلہ کرنے پر مجبور پاتے ہیں، تو انہیں ثابت قدم رہنا چاہیے۔ یہ ہدایت صحیح بخاری نمبر 2966 میں موجود ایک حدیث میں درج ہے۔

ان آیات کا بنیادی پیغام اس بات پر زور دیتا ہے کہ طاقت کا استعمال صرف اس وقت ہونا چاہیے جب بالکل ضروری ہو، صرف ضروری باتوں تک محدود ہو، اور قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق ہو۔

جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ کسی آیت یا حدیث کا صحیح تناظر میں جائزہ لینا بہت ضروری ہے تاکہ اس کے اطلاق کو سمجھنے کے لیے اس کا کون، کیا اور کہاں سے تعلق ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے لوگ، خواہ دانستہ یا غیر ارادی طور پر، اس طرح اختلاف سے متعلق آیات اور احادیث کی غلط تشریح کرتے ہیں۔ ایک معروف مثال ایک آیت ہے جسے قرآن پاک میں "تلوار" کی اصطلاح کی عدم موجودگی کے باوجود عام طور پر تلوار والی آیت کہا جاتا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 5

اور جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں پکڑو اور ان کا ”محاصرہ کرو اور ہر گھات کی جگہ پر ان کی تاک میں بیٹھو۔“

جیسا کہ پہلے تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ جنگ کا یہ اعلان بھی خاص شرائط اور امن کی مراعات تک محدود ہے۔ مزید برآں، اس اور دیگر متعلقہ آیات کے ارد گرد کے تاریخی سیاق و سباق کا جائزہ واضح طور پر ظاہر کرتا ہے کہ یہ غیر مسلموں کے ساتھ تنازعہ میں ملوث ہونے کے لیے عالمی اصول کے طور پر کام نہیں کرتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ آیت کا تعلق افراد کے ایک مخصوص گروہ سے ہے، ایک خاص وقت اور ایک مخصوص مقام پر۔

تلوار کی آیت کے ارد گرد کی آیات متعدد مواقع پر واضح طور پر اشارہ کرتی ہیں کہ جن مشرکین کا ذکر کیا گیا ہے وہ صرف وہی لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے امن معاہدوں کی مسلسل خلاف ورزی کی اور امت مسلمہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف پرتشدد جارحیت کی کارروائیاں کیں۔ مثال کے طور پر، تلوار والی آیت سے فوراً پہلے والی آیت، معنی، باب 9 توبہ، آیت 4، بیان کرتی ہے:

سوائے وہ لوگ جن سے تم نے مشرکوں کے درمیان معاہدہ کیا اور پھر انہوں نے تم سے کسی چیز" میں کوتاہی نہیں کی اور نہ ہی تمہارے خلاف کسی کی حمایت کی، تو ان کے لیے ان کے عہد کو ان "کی میعاد ختم ہونے تک پورا کرو، بے شک اللہ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔

اس کے بعد متعلقہ آیت میں ایک اور حکم آیا ہے، باب 9 توبہ، آیت 7:

مشرکوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی معاہدہ کیسے ہو سکتا ہے، سوائے ان کے "جن سے تم نے مسجد الحرام میں معاہدہ کیا ہے، جب تک وہ تمہاری طرف سیدھے ہیں، ان کے ساتھ "سیدھے رہو، بے شک اللہ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔

ان مشرکوں نے جن جرائم کا ارتکاب کیا تھا، جن کے خلاف جنگ کا حکم دیا گیا تھا، دوسری متعلقہ آیات میں مذکور ہیں۔ توبہ میں باب 9، آیات 8-10:

کیسے ہو سکتا ہے کہ اگر وہ تم پر غلبہ حاصل کر لیں تو وہ تمہارے بارے میں کسی عہد و پیمان کی پاسداری نہیں کرتے، منہ سے تم کو مطمئن کرتے ہیں، لیکن ان کے دل انکار کرتے ہیں، اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں، انہوں نے اللہ کی نشانیوں کو تھوڑی سی قیمت کے بدلے بدل دیا ہے، اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت اور برائی تھی۔ وہ کسی مومن کے ساتھ رشتہ داری یا حفاظت کے عہد کی پاسداری نہیں کرتے اور وہی لوگ فاسق ہیں۔

اور باب 9 توبہ، آیات 12-13:

اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین کو بدنام کریں تو کفر کے سرداروں سے لڑو، کیونکہ ان کے لیے کوئی قسمیں نہیں ہیں، [ان سے لڑو] کہ وہ باز آجائیں، کیا تم ان لوگوں سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا، اور انہوں نے تم پر حملہ شروع کیا؟

ان خاص مشرکوں نے بار بار اپنے معاہدوں کی خلاف ورزی کی اور اسلام کی مخالفت میں دوسروں کا ساتھ دیا۔ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف دشمنی شروع کی، افراد کو اسلام قبول کرنے سے روکا اور مسلمانوں کو مکہ اور مسجد الحرام سے نکال دیا۔ مسلمانوں کے خلاف ان کی زیادتیوں کا ذکر آیات میں کم از کم آٹھ مرتبہ ہوا ہے۔

باب 9، توبہ، آیت 12 میں، جس کا پہلے حوالہ دیا گیا تھا، 'کفر کے رہنماؤں' کا مقابلہ کرنے کا مقصد انہیں اپنے جارحانہ اقدامات کو 'بند کرنے' پر مجبور کرنا ہے۔ یہ آیات، دیگر کے ساتھ، جنگ کے دوران مخصوص حالات پر عمل کرنے کی ضرورت پر زور دیتی ہیں، جیسے صرف ان لوگوں کے ساتھ مشغول ہونا جو ان کے خلاف تنازعہ شروع کرتے ہیں۔

مزید یہ کہ ان مشرکین کو اب بھی متعدد تنبیہات اور رعایتیں پیش کی گئیں۔ انہیں چار ماہ کی مہلت اور :امن کی مہلت دی گئی۔ باب 9 توبہ آیت 2

"پس اے کافرو، چار مہینے پورے ملک میں سفر کرو، لیکن جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔"

:اور باب 9 توبہ آیت 5

اور جب غضبناک [چار مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں پکڑو اور ان "کا محاصرہ کرو اور ہر گھات کی جگہ پر ان کی تاک میں بیٹھو۔

یہ مہلت انہیں اس لیے فراہم کی گئی تھی کہ وہ یا تو اسلام قبول کریں یا جزیرہ نما عرب سے امن کے ساتھ نکل جائیں۔ مزید برآں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت کی گئی تھی کہ ان مشرکوں میں سے کسی کو بھی تحفظ فراہم کریں جو اس کے خواہاں ہیں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ انہیں اسلام کی تعلیمات کو بغیر کسی خوف اور جبر کے سننے کا موقع ملے یا متبادل طور پر جزیرہ نمائے عرب کو بغیر کسی نقصان کے پر امن طریقے سے چھوڑ دیں۔ باب 9 توبہ آیت 6

،اور اگر مشرکوں میں سے کوئی تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو تاکہ وہ اللہ کا کلام سن لے ”
”پھر اسے اس کے امن کی جگہ پہنچا دو، یہ اس لیے کہ وہ لوگ نہیں جانتے۔

تلوار والی آیت میں ان مشرکوں سے جنگ اور ان کے خاتمے کا حکم صرف اسی صورت میں نافذ ہو گا جب وہ چار ماہ کی رعایتی مدت کے بعد اسلام قبول کیے بغیر جزیرہ نما عرب میں رہنے کا انتخاب کریں کیونکہ یہ ان کی طرف سے اسلام کے خلاف اعلان جنگ ہو گا۔ یہ اجاگر کرنا بہت ضروری ہے کہ متعدد مشرکوں نے اسلام قبول کرنے کے لیے اس رعایتی مدت کو استعمال کیا۔ اس مہلت کے نتیجے میں دشمنی ختم ہو گئی اور تلوار والی آیت کی وجہ سے کوئی خون نہیں بہایا گیا، جس کا مقصد مزید تشدد کے خلاف روکنا تھا، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مشرکین یا تو اسلام قبول کر لیں یا جزیرہ نمائے عرب سے امن کے ساتھ نکل جائیں۔

آخر میں، ارد گرد کی آیات اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ، تلوار والی آیت کے لیے ضروری سیاق و سباق فراہم کرتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیات خاص طور پر مسلم کمیونٹی پر مخصوص دشمن مشرکوں کے حملوں کو روکنے کے لیے نازل ہوئی ہیں۔ نتیجتاً ان کے بعد آنے والوں پر اندھا دھند اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔

باب 8 الانفال، آیت 39

اور ان سے اس وقت تک لڑو جب تک کہ فتنہ نہ ہو جائے اور دین سب اللہ کے لیے ہو جائے اور ”
”اگر وہ باز آجائیں تو یقیناً اللہ ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

عام طور پر، سماجی اثرات جیسے سوشل میڈیا، فیشن کے رجحانات، اور ثقافتی اصول اکثر ان افراد پر دباؤ ڈالتے ہیں جو اسلامی اقدار کے لیے وقف ہیں۔ اسلام کی ترویج کو اکثر دولت اور سماجی حیثیت کے لیے ان کے عزائم کی راہ میں رکاوٹ کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ وہ صنعتیں جن پر اسلام تنقید کرتا ہے، خاص طور پر شراب اور تفریح سے منسلک، اسلامی اصولوں کو قبول کرنے کی سرگرمی سے مزاحمت کرتی ہے اور مسلمانوں کو اپنے عقیدے پر عمل کرنے کی حوصلہ شکنی کرتی ہے۔ اس سے سوشل میڈیا سمیت مختلف پلیٹ فارمز پر پائے جانے والے وسیع پیمانے پر اسلام مخالف جذبات کو نمایاں طور پر تقویت ملتی ہے۔

مزید برآں، اسلام افراد کو اپنی دنیاوی خواہشات کو سنبھالنا سکھاتا ہے، پھر بھی جو لوگ صرف ان خواہشات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اکثر اسلام پر تنقید کرتے ہیں کیونکہ یہ انہیں حیوانیت کا شکار بناتا ہے۔ مزید برآں، وہ کاروبار اور صنعتیں جو لوگوں کو اپنی خواہشات میں مبتلا کر کے پروان چڑھتی ہیں، اسلام کی بھرپور مخالفت کریں گی، جو اس کی تعلیمات کے مطابق تحمل کو فروغ دیتا ہے۔ اس طرح کی تنقید کے جواب میں، مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اٹل رہنا چاہیے، جو انہیں سکون عطا کرے گا اور انہیں معاشرتی دباؤ کے منفی اثرات سے محفوظ رکھے گا، چاہے یہ تحفظ فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔ اس کے برعکس، جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر معاشرتی رضامندی کو ترجیح دیتے ہیں، وہ اس کے عذاب سے بچ نہیں پائیں گے، اور نہ ہی وہ حقیقی طور پر معاشرتی توقعات کو پورا کریں گے، کیونکہ انسانی آراء اور دنیاوی اثرات بشمول سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت فطری طور پر غیر مستحکم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر ثابت قدمی سے عمل کرتے ہوئے، اسلامی رہنمائی کے مطابق ان پر عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، افراد اپنی زندگی کے ساتھ ہر چیز اور ہر ایک کو مؤثر طریقے سے ترجیح دیتے ہوئے ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے۔ مزید برآں، اللہ تعالیٰ، ان کے منفی ساتھیوں کو۔ جو اس کے لیے ان کی عقیدت پر تنقید کرتے ہیں۔ کو مثبت اثرات کے ساتھ بدل دے گا جو انہیں اپنی اطاعت پر قائم رہنے کی ترغیب دیتے ہیں، اس طرح اس زندگی میں ان کے ذہنی سکون کو بڑھاتا ہے۔ جیسا کہ ان کے اعمال انہیں قیامت کے دن احتساب کے لیے تیار کرتے ہیں، وہ انہیں ناقابل تصور نعمتوں سے نوازے گا۔

جو لوگ سماجی منظوری حاصل کرنے اور اپنی دنیاوی خواہشات کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں وہ آخر کار ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو ذہنی

اور جسمانی انتشار کی حالت میں پائیں گے، اپنی ترجیحات اور تعلقات کو مؤثر طریقے سے نبھانے کے لیے جدوجہد کر رہے ہوں گے، اور روز قیامت اپنے احتساب کے لیے ناکافی تیاری کر رہے ہوں گے۔ اس کا نتیجہ دنیا اور آخرت دونوں میں تناؤ اور چیلنجوں کا باعث بنے گا، چاہے ان کے پاس جو بھی مادی آسائشیں ہوں۔

بیرونی تنقید کے درمیان اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ثابت قدم رہنے کے لیے مضبوط ایمان پیدا کرنا بہت ضروری ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی فرمانبرداری کے عزم کو برقرار رکھنے کے لیے مضبوط ایمان ضروری ہے، خواہ وہ خوشحالی کے وقت ہوں یا مشکلات میں۔ اس پختہ ایمان کی پرورش قرآن کریم میں موجود واضح نشانوں اور تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے ہوتی ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں پائی جاتی ہے۔ یہ تعلیمات یہ ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت اس زندگی اور آخرت دونوں میں سکون لاتی ہے۔ اس کے برعکس، جو لوگ اسلامی اصولوں کی مضبوط گرفت سے محروم ہوتے ہیں وہ اکثر کمزور ایمان کے مالک ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ اطاعت سے بھٹکنے کا زیادہ شکار ہو جاتے ہیں، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات الہی ہدایت سے ٹکراتی ہیں۔ تفہیم کی یہ کمی اس احساس کو دھندلا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حق میں ذاتی خواہشات کے حوالے کرنا دونوں جہانوں میں امن کے حصول کے لیے ضروری ہے۔ لہذا، افراد کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کی پیروی اور اس پر عمل کرتے ہوئے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی مستقل اطاعت کو یقینی بنائیں۔ اس میں ان کو عطا کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات نے بیان کیا ہے، بالآخر ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت اور ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کی مناسب ترجیح کا باعث بنتا ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ جنگ بدر میں فتح کے بعد کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ابتدائی طور پر مال غنیمت پر اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے شروع میں سارا کام اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا، جس نے اسے سپاہیوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کی تقسیم کے وقت عمومی اصول نازل فرمایا۔ باب 8 الانفال، آیت 41

اور جان لو کہ تم کو جو مال غنیمت ملے گا، وہ اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے ہے اور رسول کے لیے اور اس کے قریبی رشتہ داروں اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے۔“

جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے قریبی رشتہ داروں کو صدقہ لینے سے منع کیا گیا تھا، اس لیے انہیں مال غنیمت میں سے تھوڑا سا حصہ دیا گیا۔ اس چھوٹے حصے کا ایک حصہ ضرورت مندوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ہمیشہ کی طرح اسلام نے ضرورت مندوں کی مدد کو اپنے وسائل اور استطاعت کے مطابق اولین ترجیح قرار دیا ہے۔ باب 8 الانفال، آیت 41

“...اور یتیم، مسکین ”

اسلامی تعلیمات میں یتیموں کا کثرت سے حوالہ دیا جاتا ہے کیونکہ وہ اکثر ان کے سماجی کمزوری کی وجہ سے حقوق سے محروم رہتے ہیں۔ چنانچہ ایک مسلمان پر فرض ہے کہ وہ ان لوگوں کی مدد کرے جو معاشرے میں سماجی طور پر کمزور سمجھے جاتے ہیں جن میں یتیم اور بیوائیں بھی شامل ہیں۔ آج کی دنیا میں، یتیموں اور بیواؤں کی کفالت کرنا بہت آسان ہو گیا ہے، کیونکہ اس کا آن لائن انتظام صرف چند منٹوں میں کیا جا سکتا ہے۔ مزید یہ کہ اسپانسر شپ کی لاگت عام طور پر کسی کے ماہانہ فون بل سے کم ہوتی ہے۔ لہذا مسلمانوں کو اسلام کے اس ضروری پہلو کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہ دنیا اور آخرت دونوں میں اللہ تعالیٰ کی مسلسل حمایت کا نتیجہ ہے۔ یہ اصول صحیح مسلم نمبر 6853 میں درج ایک حدیث سے ثابت ہے۔ مزید برآں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ کیا ہے کہ یتیم کی پرورش کرنے والے کو جنت میں اس کا قرب حاصل ہوگا جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 6005 میں موجود حدیث میں ہے کہ آخر میں ضرورت مندوں کو یتیم کا قرب حاصل ہوگا۔ رات بھر عبادت کرنے والے اور روزے رکھنے والے کے برابر ثواب، جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 6006 کی ایک حدیث میں مذکور ہے۔ لہذا جو لوگ نفلی نیک کاموں میں مشغول ہوتے ہیں، جیسے کہ نفلی رات کی نماز اور روزہ، انہیں اس حدیث پر عمل کرنا چاہیے تاکہ کم سے کم محنت کے ساتھ یہ ثواب حاصل کیا جا سکے۔

یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ افراد کو یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ان کے پاس جو بھی وسائل ہیں، بشمول دولت، اللہ تعالیٰ نے انہیں تحفہ کے بجائے قرض کے طور پر عطا کیا ہے۔ قرض

کے لیے اس کے صحیح مالک کو واپسی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ قرض کی ادائیگی کا طریقہ ان وسائل کو ان طریقوں سے استعمال کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ چنانچہ جو شخص ضرورت مندوں کی مدد کرتا ہے وہ صرف اس ذمہ داری کو پورا کرتا ہے جو اس پر اللہ تعالیٰ کا واجب ہوتا ہے۔ اس سچائی کو پہچاننا ان کو ایسا کام کرنے سے باز رکھے گا جیسے وہ اللہ تعالیٰ یا کسی ضرورت مند پر احسان کر رہے ہوں۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیاوی نعمتیں دے کر اور ضرورت مندوں کی مدد کے ذریعے بے پناہ اجر کمائے کا موقع فراہم کر کے ان پر احسان کیا ہے۔ مزید برآں، ضرورت مند شخص نے ان کی حمایت کو قبول کر کے محسن پر احسان کیا ہے۔ اگر ہر ضرورت مند دوسروں کی مدد سے انکار کر دے تو خدائی تعلیمات میں بیان کردہ انعامات کو کیسے حاصل کر سکے گا؟ ان خیالات کو ذہن میں رکھنے سے کسی کو نامناسب ذہنیت اپنا کر اپنے انعامات کو تباہ کرنے سے روکنے میں مدد ملے گی۔

بالآخر، ضرورت مندوں کی مدد کرنا کسی بھی قانونی ضروریات کو پورا کرنا شامل ہے جو کسی فرد کو ہو سکتی ہے۔ اس میں جذباتی، جسمانی اور مالی امداد شامل ہے۔ اس لیے کوئی بھی مسلمان خواہ اس کے پاس کتنی ہی دولت کیوں نہ ہو، ضرورت مندوں کی مدد نہ کرنے کا جواز پیش نہیں کر سکتا۔

باب 8 الانفال، آیت 41

"...اور [پہنسنے ہوئے] مسافر..."

مسافر باہر والے کی نمائندگی کرتا ہے جو خود کو ایک غیر مانوس علاقے میں پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے تاکید کرتا ہے کہ وہ اپنے مال کا کچھ حصہ ان افراد کو ان کے سفر میں مدد کے لیے بانٹ دیں، اگر انہیں مدد کی ضرورت ہو۔ جن لوگوں کے پاس دولت ہے ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ وہ اس اجنبی کے ساتھ مہربانی کا مظاہرہ کریں اور کسی بھی شکل میں مدد کی پیشکش کریں

چاہے وہ کھانا فراہم کرنا ہو، نقل و حمل کا ذریعہ ہو، یا سفر کے دوران انہیں پہنچنے والے کسی نقصان سے بچانا ہو۔

چونکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اللہ تعالیٰ ایک دنیاوی معاملہ کو جوڑتا ہے، مال غنیمت تقسیم کرتا ہے، اپنے اور قرآن پاک پر ایمان لاتا ہے۔ باب 8 الانفال، آیت 41

اور جان لو کہ تم کو جنگی غنیمت میں سے جو کچھ ملے گا، یقیناً اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے" ہے اور رسول کے لیے اور (اس کے (قریبی رشتہ داروں اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے، اگر تم اللہ پر اور اس چیز پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری تھی، جس دن دونوں "بازو آپس میں ملیں گے۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اسلام ہر صورت حال پر اثر انداز ہوتا ہے، خواہ دنیاوی ہو یا مذہبی، اور ہر اس دنیاوی نعمت کو متاثر کرتا ہے جس کے ساتھ کوئی رابطہ کرتا ہے۔ اس لیے ایسے جاہلانہ رویہ اختیار کرنے سے گریز کرنا چاہیے جس کے تحت وہ اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں، ان سے صرف دینی فرائض جیسے فرض نمازوں کے بارے میں سوال کریں گے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں سے ان کی ہر صورت حال کے بارے میں سوال کرے گا، خواہ وہ دنیاوی ہو یا مذہبی۔ اس لیے انہیں اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ اسلامی تعلیمات کو سیکھیں اور ان پر عمل کریں تاکہ وہ ہر حال میں صحیح طریقے سے عمل کریں۔ یہ اس بات کی ضمانت دے گا کہ وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو مناسب طور پر پوزیشن میں رکھیں گے جبکہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے کافی حد تک تیار ہوں گے۔ چنانچہ اس طرز عمل سے دونوں جہانوں میں سکون پیدا ہوگا۔ لہذا اسلام کو ایک زرہ کی طرح سمجھنے سے گریز کرنا چاہیے جس سے وہ اسے اتار کر اپنی خواہشات کے مطابق پہن لیں۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرتا ہے وہ صرف اپنی خواہشات کی پرستش کرتا ہے، خواہ وہ کوئی اور دعویٰ کرے۔ باب 25 الفرقان، آیت 43

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

جو شخص ہر حال میں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے میں ناکام رہے گا وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت میں پائیں گے، اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیتے ہوئے، اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے ناکافی تیاری کر رہے ہوں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تباہی، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، خواہ وہ کچھ دنیاوی آسائشوں کا تجربہ کریں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، اس سے قطع نظر کہ کوئی شخص کیسا سلوک اختیار کرتا ہے، دونوں جہانوں میں ان کے اعمال کا جوابدہ ہوگا۔ باب 8 الانفال، آیت 41

”اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

باب 8 الانفال، آیت 41

اگر تم اللہ پر اور اس پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر کسوٹی کے دن نازل کیا تھا - جس ”دن دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوں گی۔“

یہ آیت، متعدد دیگر کی طرح، اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ ایک شخص اس دنیا میں سب سے زیادہ مقام حاصل کر سکتا ہے، خاص طور پر، اللہ کے بندے کا۔ بہت سے مواقع پر جب اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو مخاطب کرتا ہے تو اکثر اوقات ان کو اپنے بندے کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر، بعد والی آیت میں، اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آسمانی سفر کا ذکر کیا ہے، جو ان کی عظمت کا ثبوت ہے، پھر بھی آپ کو اپنا بندہ قرار دیتا ہے۔ باب 17 الاسراء، آیت 1

پاک ہے وہ جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے اطراف”
 “میں ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ اسے اپنی نشانیاں دکھائیں، بے شک وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

ایک اور مثال میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ایک کے استاد، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو محض اپنے بندوں میں سے ایک بندے کے طور پر بیان کیا ہے، یہاں تک کہ استاد کا نام لیے بغیر۔ باب 18 الکہف، آیات 64-65

[موسیٰ] نے کہا، ”یہ وہی ہے جس کی ہم تلاش کر رہے تھے“ پس وہ اپنے نقش قدم پر چلتے ہوئے“
 واپس لوٹے اور انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنی طرف سے رحمت عطا کی تھی اور اسے اپنی طرف سے ایک علم سکھایا تھا۔

یہاں تک کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نبوت و رسالت کا اعلان کرنے سے پہلے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا بندہ بن کر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس کا ثبوت متعدد احادیث سے ملتا ہے، جن میں صحیح مسلم نمبر 851 میں درج ایک حدیث بھی شامل ہے۔ درحقیقت نبوت اور رسالت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا سچا بندہ بننے کے لیے کوشش کرنا ضروری ہے۔ اس میں ان کو عطا کی گئی نعمتوں کو ان آداب کے ساتھ استعمال کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ ایک بندہ اپنے آقا، اللہ عزوجل کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنی ذمہ داری کو تسلیم کرتا ہے۔ ان کی ذمہ داری یہ نہیں ہے کہ وہ اپنی تسکین یا دوسروں کی منظوری حاصل کریں۔ وہ دوسروں کا احسان نہیں چاہتے بلکہ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کوشش کرنے کی ترغیب دیتے ہیں جیسا کہ وہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کیونکہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، چاہے وہ اس حقیقت کو تسلیم کریں یا نہ کریں۔ مزید برآں، اللہ کا بندہ، برگزیدہ، اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ جو کچھ ان کا ہے وہ سب کچھ ان کے مالک، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور نے پیدا کیا اور عطا کیا ہے اور اس طرح ان کی زندگی سمیت، اس کی ملکیت ہے۔ نتیجتاً یہ نقطہ نظر انہیں ان نعمتوں سے استفادہ کرنے کی ترغیب دے گا جو ان نعمتوں کے مالک اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں، جو بالآخر ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح: باب 16 النحل، آیت 97 طریقے سے رکھ کر دونوں جہانوں میں سکون اور کامیابی کا باعث بنتا ہے۔

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

مزید یہ کہ انسان فطری طور پر کسی چیز یا کسی کی خدمت کے لیے بنائے گئے ہیں۔ بندے کے بغیر انسان کا وجود ناممکن ہے۔ کوئی شخص اللہ کی خدمت کرنے کا انتخاب کر سکتا ہے، جو اس کی زندگی اور آخرت دونوں میں سکون اور کامیابی لاتا ہے، کیونکہ وہ اکیلا ہی لوگوں کے روحانی دلوں، ذہنی سکون کے گھر پر حکومت کرتا ہے، اور اس طرح یہ طے کرتا ہے کہ کون سکون کا تجربہ کرتا ہے: اور کون نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

،مزید برآں، اللہ تعالیٰ کی خدمت کرنا، ذہنی اور جسمانی دونوں طرح کے سکون کو فروغ دیتا ہے کیونکہ افراد اپنی روزمرہ کی زندگی میں صرف اس کو خوش کرنے پر توجہ مرکوز کریں گے۔ ایک آقا کی خدمت کرنا متعدد آقاؤں کی خدمت کرنے کے مقابلے میں نمایاں طور پر آسان ہے، خاص طور پر جب وہ مالک نہایت مہربان ہو اور اسے اپنے بندے سے صرف کم سے کم کوشش کی ضرورت ہو۔ اس کے برعکس، جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا انکار کرتے ہیں، وہ لامحالہ خود کو دوسرے اداروں یا افراد، جیسے کہ ان کے آجر، سماجی اصول، سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت کی خدمت کرتے ہوئے پائیں گے۔ اس سے بھی زیادہ نقصان دہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی اپنی خواہشات کا غلام بن جاتا ہے جو انسانیت کی بدترین خصلتوں کو مجسم کرتا ہے، جو عصمت دری کرنے والوں اور قاتلوں کی طرح ہوتا ہے۔ ایسے افراد اپنے آقاؤں کو راضی کرنے کی کوشش کریں گے جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو غیر مستحکم ذہنی اور جسمانی حالت میں پائیں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے، اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے ناکافی تیاری کر رہے ہوں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ: باب 9 توبہ آیت 82 چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، چاہے وہ کچھ مادی آسائشوں کا تجربہ کریں۔

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

مزید برآں، آجروں یا خاندان کے افراد سمیت دوسروں کی خدمت کرنا ناگزیر طور پر ناخوشی کا باعث بنے گا، کیونکہ کوئی بھی کوشش کیوں نہ کی جائے، کوئی بھی دوسروں کو مکمل طور پر مطمئن نہیں کر سکتا۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔ نتیجتاً، دوسروں کی خدمت کرنے والا یہ فرد وقت کے ساتھ ناراضگی اور عدم اطمینان میں اضافہ کرے گا، کیونکہ دوسروں کو خوش کرنے کی ان کی کوششیں اطمینان حاصل کرنے میں ناکام رہتی ہیں۔ اس سے دونوں جہانوں میں ان کے تناؤ، اضطراب اور مشکلات میں اضافہ ہی ہوگا۔

پس چونکہ بندگی ناگزیر ہے اس لیے ہر فرد کو چاہیے کہ وہ اپنے تئیں ہمدردی کا مظاہرہ کرے اور دوسرے اداروں کی بندگی کے بجائے اللہ تعالیٰ کی بندگی کا انتخاب کرے کیونکہ یہی انتخاب دونوں جہانوں میں سکون اور کامیابی کا باعث ہے۔ اس میں ان کو عطا کی گئی نعمتوں کو ایسے آداب میں استعمال کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی ضمانت دے گا کہ وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں اور افراد کو مناسب طور پر پوزیشن میں رکھیں گے، جبکہ قیامت کے دن اپنے جوابدہی کے لیے کافی حد تک تیار ہوں گے۔ چنانچہ اس طرز عمل سے دونوں جہانوں میں سکون پیدا ہوگا۔ باب 5: المائدہ، آیات 15-16

تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور روشن کتاب آچکی ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ ان ”لوگوں کو جو اپنی رضا کی راہ پر چلتے ہیں سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے اور اپنے حکم سے ان کو“ اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس بات کا تذکرہ کیا کہ جنگ بدر کا ہونا ضروری تھا تاکہ اس کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے والوں کو ان لوگوں سے الگ کیا جا سکے جنہوں نے اس کی اطاعت نہیں کی۔ باب 8: الانفال، آیت 42

جب آپ وادی کے قریب تھے اور وہ دور کی طرف تھے، اور قافلہ آپ سے نیچے تھا، اگر آپ ملاقات کا وقت مقرر کرتے تو آپ ملاقات سے محروم رہتے، لیکن [یہ اس لیے تھا کہ اللہ اس بات کو پورا کر دے جو پہلے سے مقدر ہے - تاکہ ہلاک ہونے والے شہادتوں پر ہلاک ہوں اور جو ایمان پر زندہ رہیں]

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ ہجرت کے دوسرے سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مکہ کے غیر مسلموں کے سرداروں کے تجارتی قافلے پر چھاپہ مارنے کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی کہ مکہ کے غیر مسلم لیڈروں نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے لشکر تیار کر رکھا ہے۔ اس لیے جنگ بدر کا فیصلہ پہلے سے نہیں کیا گیا تھا اور غیر متوقع طور پر ہوا۔ باب 8 الانفال، آیت 42

لیکن یہ اس لیے تھا کہ اللہ پہلے سے طے شدہ کام کو پورا کر دے - کہ جو ہلاک ہو گئے وہ شہادت "پر ہلاک ہو جائیں اور جو لوگ [ایمان پر] زندہ رہے وہ شہادت پر زندہ رہیں۔

جنگ بدر کے اختتام اور غیر مسلموں کی شکست کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ غیر مسلموں کی لاشوں کو ایک قدیم کنوئیں میں ڈال دیا جائے۔ ایک بار جب یہ کام ہو گیا تو آپ نے کنوئیں میں موجود لوگوں کی فہرست بنا کر ان کو پکارا اور دریافت کیا کہ کیا انہیں وہ چیز مل گئی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے جو وعدہ کیا تھا، اسی طرح انہیں ملا تھا۔ جب ان سے میت کو پکارنے کے عمل کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا کہ وہ اس کی باتیں سن سکتے ہیں، حالانکہ وہ جواب دینے سے قاصر تھے۔ اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 2، صفحہ 300 میں بحث کی گئی ہے۔

عام طور پر، یہ آیت لوگوں کو خود غرض رویہ سے بچنے کی ترغیب دیتی ہے، جہاں وہ خصوصی طور پر اپنی زندگیوں اور چیلنجوں پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ جو لوگ اس نقطہ نظر کو اپناتے ہیں وہ

دونوں تاریخی واقعات اور اپنے تجربات کے ساتھ ساتھ اپنے اردگرد کے لوگوں کے حالات سے سیکھنے کا موقع ضائع کرتے ہیں۔ ان عناصر سے علم حاصل کرنا اپنے رویے کو بہتر بنانے اور ماضی کی غلطیوں کو دہرانے سے بچنے کے لیے سب سے طاقتور طریقوں میں سے ایک ہے، بالآخر اندرونی سکون کو فروغ دیتا ہے۔ مثال کے طور پر، دولت مند اور مشہور افراد کا مشاہدہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں، صرف پریشانی، دماغی صحت کی جدوجہد، نشے، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات سے دبے رہنے کے لیے — خوشی اور عیش کے مختصر لمحات کے باوجود — ایک اہم سبق پیش کرتا ہے۔ یہ تماشائیوں کو ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے سے باز رہنے کی ہدایت کرتا ہے جو انہیں دی گئی ہیں، اس تصور کو تقویت دیتے ہوئے کہ حقیقی امن مادی دولت یا ہر دنیوی خواہش کی تکمیل سے پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح، کسی کو خراب صحت میں دیکھ کر اس کی اپنی فلاح و بہبود کے لیے تعریف کی تحریک پیدا کرنی چاہیے اور اس کے چھیننے سے پہلے اس کے صحیح استعمال کو فروغ دینا چاہیے۔ لہذا، اسلام مسلمانوں کو مسلسل تاکید کرتا ہے کہ وہ اپنے ذاتی معاملات میں اس قدر مشغول ہونے کے بجائے ہوشیار اور ہوشیار رہیں کہ وہ اپنے اردگرد کی وسیع دنیا کو نظر انداز کر دیں۔

باب 8 الانفال، آیت 42

لیکن یہ اس لیے تھا کہ اللہ پہلے سے طے شدہ کام کو پورا کر دے - کہ جو ہلاک ہو گئے وہ شہادت ”پر ہلاک ہو جائیں اور جو لوگ [ایمان پر] زندہ رہے وہ شہادت پر زندہ رہیں۔

اس کے علاوہ، یہ آیت مسلمانوں کو جہالت اختیار کرنے سے بچنے کی ترغیب دیتی ہے جس کے تحت وہ ایمان کے بغیر زندگی گزارتے ہیں۔ گہرا ایمان پیدا کرنا بہت ضروری ہے، کیونکہ یہ اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ ایک فرد ہر حال میں، خواہ آسانی کے لمحات میں یا مشکل میں، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے وقف رہے۔ اس پختہ ایمان کی پرورش علم حاصل کرنے اور قرآن کریم میں موجود واضح ہدایت اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے سے ہوتی ہے۔ یہ تعلیمات واضح کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت کا نتیجہ دنیا اور آخرت دونوں میں سکون ہے۔ اس کے برعکس، جو شخص اسلامی تعلیمات کو نہ سمجھتا ہو اس کے ایمان کمزور ہونے کا امکان ہے۔ ایسا شخص اس وقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا جب اس کی خواہشات اس کے احکام سے

متصادم ہوں اور یہ نہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت نفسانی خواہشات سے بالاتر ہو کر دونوں جہانوں میں سکون ملتا ہے۔ لہذا، علم کے حصول اور اسلامی اصولوں پر عمل کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی مستقل اطاعت کو یقینی بناتے ہوئے ایمان کا یقین حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق ان کو عطا کی گئی نعمتوں کو بروئے کار لانا، بالآخر دونوں جہانوں میں ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کی حوصلہ افزائی کر کے اور اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مناسب طریقے سے ترجیح دے کر ذہنی سکون کو فروغ دینا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا، خواہ وہ جہالت پر مبنی ہوں یا واضح ثبوت۔ باب 8 الانفال، آیت 42:

”اور بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔“

غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیر مسلم فوج کی تعداد کم دکھائی۔ اس خواب نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسلام کے دفاع پر ثابت قدم رہنے کی ترغیب دی کیونکہ پسپائی اسلام کی ترقی کو نقصان پہنچاتی تھی۔ باب 8 الانفال، آیت 43:

جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو خواب میں ان کی تعداد کم دکھائی اور اگر وہ آپ کو ان کی تعداد زیادہ دکھاتا تو آپ ہمت ہار جاتے اور اس معاملے میں آپس میں جھگڑتے، لیکن اللہ نے آپ کو اس سے بچا لیا، بے شک وہ سینوں کی باتوں کو جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب میں غیر مسلم لشکر کو چھوٹا دکھایا لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے جسمانی طور پر غیر مسلم لشکر کو

چھوٹا دکھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دکھایا کہ ان کی نظر میں تعداد میں کم ہونا دونوں غیر مسلموں کی فوج پر ثابت قدم رہیں، تاکہ دونوں کا مقابلہ ہو۔ شاید اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبعی حقیقت میں کوئی تبدیلی نہیں کی تھی اور انہیں صرف ایک خواب دکھایا تھا، کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ وہ ہمیشہ حقیقت کو اسی طرح دیکھے۔ باب 8 الانفال، آیت 44

اور یاد کرو جب اس نے تمہیں ان کو دکھایا، جب تم ملے، تمہاری نظروں میں تھوڑے، اور اس نے "تمہیں ان کی نظروں میں کم دکھایا تاکہ اللہ پہلے سے طے شدہ کام کو پورا کر دے۔"

مثال کے طور پر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے دشمن کی تعداد 70 بتائی اور صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے دشمن کی تعداد 100 بتائی۔

بہر حال جنگ شروع ہوتے ہی اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو غیر مسلموں کی فوج سے دگنی تعداد میں ظاہر کر کے ان کے دلوں میں خوف پیدا کیا اور اس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نصرت فرمائی۔ درحقیقت یہ تعداد تقریباً 310 مسلمانوں کے مقابلے میں 1000 غیر مسلم تھی۔ باب 3 علی عمران، آیت 13

تمہارے لیے ان دو لشکروں میں نشانی پہلے سے موجود ہے جو (جنگ بدر میں) آپس میں مل چکے ہیں، ایک اللہ کی راہ میں لڑنے والی اور دوسری کافروں کی، انہوں نے اپنی آنکھوں سے ان کو اپنی تعداد سے دوگنا ہوتے دیکھا، لیکن اللہ جسے چاہتا ہے اپنی فتح سے نوازتا ہے، یقیناً اس میں بینائی والوں کے لیے عبرت ہے۔

امام ابن کثیر کی سیرت نبوی جلد 2 صفحہ 269 میں اس پر بحث کی گئی ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ ہی تمام چیزوں کو کنٹرول کرنے والا ہے، لہذا انسان کو چاہیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خلوص نیت سے اس کی اطاعت کرے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور فیصلے سے نہیں بچ سکتے۔ باب 8 الانفال، آیت 44

”اور تمام معاملات اللہ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔“

اس اطاعت میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دماغ اور جسم کی متوازن حالت حاصل کریں، اپنی زندگی کے تمام عناصر اور لوگوں کو سیدھ میں لاتے ہوئے، قیامت کے دن اپنے جوابدہی کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کریں۔ اس کے نتیجے میں یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کا باعث بنے گا۔

جب اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں مومنین کو طلب کرتا ہے تو یہ دعوت اکثر اس پر ایمان کے ان کے زبانی اعلان کی حمایت سے منسلک ہوتی ہے۔ ایمان کا بولا ہوا اثبات، متعلقہ اعمال سے عاری، اسلام میں کم سے کم اہمیت رکھتا ہے۔ اعمال بہت اہم ہیں کیونکہ وہ دونوں جہانوں میں اجر اور رحمت کو محفوظ بنانے کے لیے ضروری ثبوت اور ثبوت پیش کرتے ہیں۔ جس طرح پھل دار درخت تب ہی قیمتی ہوتا ہے جب وہ پھل دیتا ہے اسی طرح ایمان کی اہمیت تب ہوتی ہے جب وہ عمل صالح میں بدل جائے۔ اس تناظر میں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تاکید کرتا ہے کہ وہ ان نعمتوں کو عقلمندی کے ساتھ استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، خاص طور پر تنقید اور مخالفت کا سامنا کرتے ہوئے اس کے احکام پر ثابت قدم رہیں۔ باب 8 الانفال، آیت 45

اے ایمان والو جب تم کسی جماعت سے دوچار ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ ”تم فلاح پاؤ۔“

عام طور پر، جب کوئی فرد اپنے ساتھیوں کے راستے سے مختلف راستہ اختیار کرتا ہے، تو یہ دوسروں میں اپنی پسند کے بارے میں ناواقفیت کے جذبات کو جنم دے سکتا ہے، خاص طور پر اگر وہ انتخاب ذاتی عزائم کو اللہ تعالیٰ کی تعلیمات پر ترجیح دیتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر، یہ ان لوگوں پر تنقید کا باعث بن سکتا ہے جو اپنے عقیدے میں پختہ رہتے ہیں، اکثر خاندان کے افراد کی طرف سے۔

مزید برآں، سماجی عوامل جیسے سوشل میڈیا، فیشن کے رجحانات، اور ثقافتی اصول اکثر اسلامی اقدار کے پابند افراد پر دباؤ ڈالتے ہیں۔ اسلام کی وکالت کو اکثر دولت اور سماجی حیثیت کے لیے ان کے عزائم کی راہ میں رکاوٹ سمجھا جاتا ہے۔ وہ شعبہ جات جن پر اسلام تنقید کرتا ہے وہ اسلامی اصولوں کو اپنانے کی سرگرمی سے مزاحمت کرتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے عقیدے پر عمل کرنے سے روکتے ہیں۔ یہ سوشل میڈیا سمیت متعدد پلیٹ فارمز پر موجود وسیع پیمانے پر اسلام مخالف جذبات میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

مزید برآں، اسلامی اصولوں کی پیروی کرنے کی کوشش کرنے والے افراد، جو ذاتی خواہشات میں اعتدال اور ان کو ملنے والی نعمتوں کے صحیح استعمال کی وکالت کرتے ہیں، اکثر ان لوگوں کی طرف سے منفی فیصلوں کا سامنا کرتے ہیں جو حد سے زیادہ اپنی خواہشات پر عمل کرتے ہیں، کیونکہ اسلام انہیں حیوانیت پسند ظاہر کرتا ہے۔ یہ افراد اکثر دوسروں کو اسلام قبول کرنے سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے عقیدے پر عمل کرنے سے حوصلہ شکنی کرتے ہیں، انہیں بے لگام خواہشات کے حامل طرز زندگی میں آمادہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اکثر اسلام کے مخصوص پہلوؤں پر توجہ مرکوز کرتے ہیں، جیسے کہ خواتین کے لیے لباس کوڈ، اس کی کشش کو کم کرنے کے لیے۔ تاہم، سمجھدار افراد ان تنقیدوں کی اٹھلی نوعیت کو آسانی سے دیکھ سکتے ہیں، جو اسلام کے ضبط نفس پر زور دینے کے لیے نفرت سے پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، اگرچہ وہ خواتین کے لیے اسلامی لباس کے ضابطے پر تنقید کر سکتے ہیں، لیکن وہ دیگر ضروری پیشوں، جیسے قانون نافذ کرنے والے، فوج، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم اور کاروبار کو اسی سطح کی جانچ پڑتال کے تابع نہیں کرتے ہیں۔ اسلامی لباس کوڈ پر یہ منتخب تنقید، دیگر لباس کے ضابطوں پر ان کی خاموشی کے

برعکس، ان کے دلائل کی کمزوری اور بے بنیاد پن کو نمایاں کرتی ہے۔ بالآخر، یہ اسلام کے اصول اور اس کے پیروکاروں کا نظم و ضبط ہے جو اسلام پر ان مختلف حملوں کو اکساتے ہیں، اور انہیں ہر ممکن طریقے سے اس پر تنقید کرنے پر اکساتے ہیں۔

تمام صورتوں میں، ایک شخص کو مستقل طور پر اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت کا عہد کرنا چاہیے، یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ اس سے انہیں سکون ملے گا اور وہ دوسروں کے منفی اثرات سے محفوظ رہے گا۔ باب 8 الانفال، آیت 45

اے ایمان والو جب تمہارا کسی گروہ سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ ”تم فلاح پاؤ۔“

اس کے برعکس، لوگوں کو خوش کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا، اندرونی سکون کو کھونے کا باعث بنے گا، کیونکہ وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی عدم توازن کی حالت میں ہوں گے، اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام ہوں گے۔ یہ زندگی کے دونوں پہلوؤں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، باوجود اس کے کہ وہ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ باب 8 الانفال، آیت 46

اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جھگڑا نہ کرو اور ہمت ہار جاؤ اور تمہاری طاقت ”جاتی رہے گی، اور صبر کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے قرآن مجید کے مختلف پہلوؤں کو پورا کرنا ضروری ہے۔ اس میں نہ صرف اس کی آیات کی درست اور باقاعدہ تلاوت شامل ہے بلکہ اس کی تعلیمات کو سمجھنا اور اپنی زندگی میں لاگو کرنا بھی شامل ہے۔ لہذا، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ صرف اس زبان میں تلاوت کرنے سے گریز کریں جس کی وہ سمجھ نہیں رکھتے، کیونکہ یہ قرآن پاک کے ذریعے کامیابی حاصل کرنے میں ناکام ہے، جس کا مقصد صرف تلاوت کی بجائے رہنمائی کرنا ہے۔ جس طرح ایک نقشہ فعال طور پر استعمال کیے بغیر کسی کو اس کی منزل تک نہیں پہنچا سکتا، اسی طرح قرآن پاک دونوں جہانوں میں امن کی رہنمائی نہیں کر سکتا جب تک کہ اسے سمجھ کر اس پر عمل نہ کیا جائے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے لیے ضروری ہے کہ لوگ آپ کی تعلیمات کے مطالعہ اور عمل کے ذریعے آپ کے لیے ایمان، محبت اور عقیدت کا اظہار زبانی طور پر کریں۔
باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور ”تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

اور باب 59 الحشر، آیت 7

”اور جو کچھ تمہیں رسول نے دیا ہے اسے لے لو اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز رہو۔“

باب 4 النساء آیت 80 اور

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

اور باب 33 الاحزاب، آیت 21

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔

اپنے کردار کو اس کے اعلیٰ کردار کے مطابق بنانا ضروری ہے، تاکہ وہ حسد، غرور اور لالچ جیسی برائیوں کو چھوڑ کر صبر، شکر اور سخاوت جیسی خوبیاں اپنائے۔ یہ ذاتی تبدیلی اندرونی سکون کو پروان چڑھاتی ہے، کیونکہ مثبت خصلتوں کا مجسم ہونا ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے سے، لوگ مستند طور پر دنیا کے سامنے ان کی نمائندگی کر سکتے ہیں۔ اس فرض کو نظر انداز کرنے سے غلط بیانی کا خطرہ ہے جو غیر مسلموں اور ساتھی مسلمانوں دونوں کو اسلامی تعلیمات کی خوبصورتی سے دور کر سکتا ہے۔ اس طرح کی غلط بیانی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بلاجواز تنقید کا باعث بن سکتی ہے، خاص طور پر جب مسلمانوں کے منفی اعمال دیکھے جائیں۔ ہر مسلمان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیع تر کمیونٹی کے سامنے درست طریقے سے پیش کرے۔

مزید برآں، جس طرح سابقہ امتوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام سے محبت کا دعویٰ کیا، ان کی تعلیمات کو مجسم کرنے میں ناکام رہے، آخرت میں ان کے ساتھ دوبارہ نہیں ملیں گے، اسی طرح وہ مسلمان جو عملی طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرتے، آخرت میں ان کے ساتھ نہیں ہوں گے۔ اس کے بجائے، افراد ان لوگوں کے ساتھ متحد ہو جائیں گے جنہیں انہوں نے زمین پر اپنی

زندگی کے دوران نقل کرنے کا انتخاب کیا ہے۔ یہ اصول سنن ابوداؤد نمبر 4031 میں موجود ایک حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ لوگ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں جو انہیں قرآن پاک کی تعلیمات اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق دی گئی ہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دماغ اور جسم کے درمیان متوازن ہم آہنگی حاصل کریں گے، جس سے وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کی تیاری کرتے ہوئے اپنی زندگی کے ہر پہلو کو درست طریقے سے ترجیح دے سکیں گے۔ اس طرح کے طرز عمل سے آخر کار دنیا اور آخرت دونوں میں امن پیدا ہوگا۔

اس کے برعکس، اگر کوئی شخص مناسب اعمال کے ساتھ اپنے عقیدے کے اثبات کی حمایت کرنے، میں ناکام رہتا ہے، تو وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ نتیجتاً وہ ایک ہنگامہ خیز ذہنی اور جسمانی حالت کا سامنا کریں گے، جو اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو بے گھر کر دیں گے، اور قیامت کے دن اپنے آپ کو جوابدہی کے لیے ناکافی طور پر تیار کریں گے۔ اس کا نتیجہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور رکاوٹوں کا باعث بنے گا، باوجود اس کے کہ وہ اس زندگی میں مبہم لذتوں کا تجربہ کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی زیادہ اطاعت کرے گا اس کے علاوہ اتنا ہی لوگوں کے حقوق ادا کرے گا۔ اس سے معاشرے میں انصاف اور امن پھیلے گا۔ لیکن جب کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے تو یہ اسے لوگوں کے حقوق ادا کرنے سے روک دیتا ہے۔ اس سے کرپشن، ناانصافی اور انتشار پھیلے گا۔ باب 8 الانفال، آیت 46

”اور جھگڑا نہ کرو اور ہمت ہارو اور تمہاری طاقت جاتی رہے گی۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد دوسری قوموں کے مقابلے میں بہت کم تھی لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر متحد ہونے کی وجہ سے باقی سب پر غالب آئے۔ اگر مسلمان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو عطا کی گئی برتری کے خواہاں ہیں تو انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وفاداری اور اطاعت کو سب سے بڑھ کر رکھیں، جیسا کہ قیادت اور دولت حاصل کرنے کی خواہش۔ دنیاوی خواہشات کی پیروی سے بچنے کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور تفرقہ کا باعث بنتی ہیں، صبر کو اپنانا چاہیے۔
باب 8 الانفال، آیت 46:

اور جھگڑا نہ کرو اور ہمت ہارو پھر تمہاری طاقت جاتی رہے گی اور صبر کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

صبر کی تعریف اس قابلیت کے طور پر کی جاتی ہے کہ وہ آزمائش کے اوقات میں مستقل طور پر اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے عمل یا الفاظ کے ذریعے اپنے چیلنجوں کے بارے میں عدم اطمینان کا اظہار کرنے سے گریز کرے۔ اس فرمانبرداری کا مطلب ہے کہ ان کو عطا کی گئی نعمتوں کو ان آداب کے ساتھ استعمال کیا جائے جو اس کے نزدیک پسندیدہ ہوں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ استقامت کی بنیاد اسلامی علم کو حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے میں ہے۔ اسلامی تعلیمات کے ساتھ جتنا زیادہ مشغول ہوتا ہے اور اس کا اطلاق ہوتا ہے، اتنا ہی ان کی سمجھ میں اضافہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی فرماتا ہے وہ تمام فریقین کے لیے بالآخر بہترین ہوتا ہے، یہاں تک کہ جب یہ فوری طور پر ظاہر نہ ہو، کیوں کہ ان کو جن آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان میں پوشیدہ حکمتیں ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر اسلامی تعلیمات میں بے شمار واقعات بیان کیے گئے ہیں، جن میں حضرت یوسف علیہ السلام کی حکایت بھی شامل ہے، جنہیں ان کے بھائیوں نے چھوٹی عمر میں اپنے والدین سے جدا کر دیا، ایک اندھیرے اور گہرے کنویں میں ڈال دیا، بچپن میں غلامی میں بیچ دیا، اور ناحق قید کر دیا گیا۔ تاہم، ان میں سے ہر ایک تجربے نے اسے اہم اسباق سے لیس کیا جس نے بالآخر اسے مصر کے لوگوں کو تباہ کن قحط سے بچانے کے قابل بنایا۔ اگر وہ ان مشکلات پر ثابت قدمی سے کام نہ لیتا تو:
باب 2 البقرہ، آیت 216 لاکھوں جانوں کو بچانے میں کامیاب نہ ہوتا۔

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

ان پوشیدہ حکمتوں پر ایمان لانا اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنا، ایمان کا ایک لازمی پہلو ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور آرام کے اوقات میں اس کی خوبیاں بیان کرنا نسبتاً آسان ہے۔ تاہم، حقیقی چیلنج اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کسی کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن پھر بھی اس کی اطاعت اور تسبیح جاری رکھتا ہے، ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو اس نے انہیں عطا کی ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔

اسلامی تعلیمات کے ساتھ مشغول ہونا افراد کو مزید اپنے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے قابل بناتا ہے جو دوسروں کی طرف سے درپیش تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے زیادہ پسند کیا تھا، اور جنہوں نے اس سے بھی بڑی آزمائشیں برداشت کی تھیں۔ یہ موازنہ کسی کی اپنی جدوجہد کی اہمیت کو کم کرتا ہے، اس طرح صبر کو برقرار رکھنے میں ان کی مدد کرتا ہے۔ اس نقطہ نظر کو ان ہم عصروں کا مشاہدہ کر کے بھی پروان چڑھایا جاسکتا ہے جو خود سے زیادہ شدید مشکلات سے دوچار ہیں۔

مزید برآں، اسلامی تعلیمات تقدیر کی اہمیت کو سمجھنے میں سہولت فراہم کرتی ہیں، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی کی زندگی کا ہر واقعہ، خواہ موافق ہو یا منفی، پہلے سے طے شدہ ہے۔ جو ناگزیر اور ناگزیر ہے اس کے بارے میں شکایت کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ایک فرد ان لاتعداد انعامات کو ضائع کرنے کا خطرہ مول لے سکتا ہے جو ان ناگزیر چیلنجوں کے مقابلہ میں صبر کے باب 39 از زمر، آیت 10 ذریعے حاصل کیے جاسکتے ہیں جن کا سامنا کرنا ان کا مقدر ہے۔

مریض کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا [یعنی حد]۔

اس طرح ایک فرد کے پاس یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ کسی ناگزیر واقعہ کا صبر کے ساتھ مقابلہ کرے اور بے تحاشا انعام حاصل کرے، یا اسی ناگزیر واقعہ کا بے صبری سے مقابلہ کرے اور اس انعام کو ضائع کر دے جو وہ حاصل کر سکتا تھا۔ دونوں صورتوں میں، وہ ناگزیر واقعہ کا سامنا کریں گے جس سے دونوں جہانوں میں ان سے فوائد حاصل کرنا منطقی ہو جائے گا۔ باب 57 الحديد، آیات 22-23:

زمین پر یا تمہارے درمیان کوئی آفت نہیں آتی مگر یہ کہ ہم اسے پیدا کرنے سے پہلے ایک رجسٹر " میں موجود ہوتے ہیں - بیشک یہ اللہ کے لیے آسان ہے، تاکہ تم اس چیز سے مایوس نہ ہو جاؤ جو تم سے چھوٹ گئی ہے۔"

اسلامی تعلیمات کا جائزہ لینے سے یہ احساس ہوتا ہے کہ اس دنیا میں جو خواہشات ہوتی ہیں وہ ہمیشہ ان کے بہترین مفاد میں نہیں ہوتیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ "تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

ہر فرد کو اپنی زندگی میں بے شمار واقعات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو اس سچائی کی مثال دیتے ہیں۔ بہت سی خواہشات ہیں جو ایک شخص رکھتا ہے، ان کو فائدہ مند مانتا ہے، صرف ان خواہشات کے لیے جو تناؤ کے ذرائع میں بدل جاتی ہیں۔ اس کے برعکس، بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو ایک شخص کو ناپسند ہو سکتا ہے، یہ سوچ کر کہ وہ نقصان دہ ہیں، پھر بھی وہی چیزیں نیکی کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔ جو شخص اس کو سمجھتا ہے وہ ان حالات کا سامنا کرنے پر زیادہ صبر کا مظاہرہ کرے گا جو ان کی خواہشات کے خلاف ہوں، کیونکہ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ صورت حال کا مقابلہ کرنا بالآخر ان کے بہترین مفاد میں ہے، چاہے یہ ان پر فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔

مزید برآں، جس طرح سونا آگ کے ذریعے بہتر ہوتا ہے، اسی طرح افراد چیلنجوں کا مقابلہ کر کے ذہنی قوت حاصل کرتے ہیں۔ جو لوگ آرام کی زندگی کے عادی ہوتے ہیں وہ اکثر معمولی مشکلات کا سامنا کرنے پر بھی ذہنی خرابی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ آزمائشوں کے ذریعے، اللہ تعالیٰ، ایک مسلمان کی ذہنی لچک کو مضبوط کرتا ہے، انہیں مستقبل اور بڑے چیلنجوں سے بڑی آسانی کے ساتھ نمٹنے کے قابل بناتا ہے۔

اسلام صبر کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے کیونکہ یہ ہر حال میں ضروری ہے، بشمول آسانی کے ادوار۔ آرام کے اوقات میں، ایک فرد کو صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے تاکہ وہ حاصل کردہ نعمتوں کا غلط استعمال نہ کرے، جیسے اچھی صحت یا دولت میں اضافہ۔

اس دنیا میں درپیش چیلنجز کے حوالے سے بہت سی حکمتیں ہیں جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان تعلیمات کا مطالعہ کریں، سمجھیں اور ان پر عمل کریں تاکہ ہر حال میں صبر پیدا ہو، اس طرح دنیا اور آخرت دونوں میں بے پناہ اجر حاصل ہوں۔ ایک فرد کو ہر حال میں صبر کو برقرار رکھنا چاہیے، ایک عقلمند مریض کی طرح جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفاد میں ہے، یہاں تک کہ جب ناخوشگوار دوائیں تجویز کی گئی ہوں اور غذا کا سخت طریقہ۔

صبر کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک فرد غیر فعال ہو جاتا ہے۔ صبر کے جز میں حالات سے نمٹنے اور اسلامی اصولوں کے مطابق اس کی اصلاح کی کوشش کرنا شامل ہے۔ مثال کے طور پر، اپنے شوہر کی طرف سے بدسلوکی برداشت کرنے والی بیوی کو اپنی اور اپنے بچوں کی حفاظت کے لیے اقدامات کرنے چاہئیں، جیسے کہ اپنے شوہر سے علیحدگی کا مطالبہ کرنا۔ اس طریقے سے عمل کرنا صبر کے جوہر سے متصادم نہیں ہے، جبکہ بے عملی کا صبر یا اسلامی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح رونے جیسے جذبات کا اظہار کسی بھی طرح صبر کی نفی نہیں کرتا، جیسا کہ حضرت

يعقوب عليه السلام سے ثابت ہے، جو اپنے غم پر اس قدر روئے کہ بینائی سے محروم ہو گئے، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان پر کبھی ملامت نہیں کی۔ باب 12 یوسف، آیت 84

اور اس نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا، "یوسف پر میرا افسوس" اور اس کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں، کیونکہ وہ دبانے والا تھا۔

ایسی بے شمار مثالیں ہیں جہاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کے انتقال جیسے المناک واقعات پر افسوس کا اظہار کیا۔ سنن ابوداؤد نمبر 3126 میں ایک حدیث میں اس کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اپنے قول و فعل سے براہ راست صبر کے خلاف ہے۔ تاہم، رونا اور اداسی محسوس کرنا جیسے ردعمل قابل قبول اور انسانی فطرت کا حصہ ہیں۔

یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ مشکل کے آغاز سے لے کر اس دنیا سے رخصت ہونے تک صبر کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ صحیح بخاری نمبر 1302 میں موجود ایک حدیث میں یہ اصول واضح کیا گیا ہے۔ مدت گزر جانے کے بعد ہی صبر کا مظاہرہ کرنا حقیقی صبر نہیں ہے۔ بلکہ، یہ صرف قبولیت ہے جو قدرتی طور پر ہر ایک کے لیے ہوتی ہے۔ ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ مشکل کے آغاز سے ہی اپنے قول و فعل کو منظم کرتے ہوئے صبر کو برقرار رکھے تاکہ بے صبری کی علامتیں ظاہر نہ ہوں، اس رویے کو اس وقت تک برقرار رکھیں جب تک کہ وہ اس دنیا سے رخصت نہ ہو جائیں، کیونکہ بعد میں بے صبری کا مظاہرہ کرنے سے صبر کا اجر ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ باب 8 الانفال، آیت 46

”اور صبر کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اس غیر مسلم فوج پر تنقید کی جس نے بدر کی جنگ میں مسلمانوں کا تکبر کے ساتھ
مقابلہ کیا۔ باب 8 الانفال، آیت 47

اور ان لوگوں کی طرح نہ بنو جو اپنے گھروں سے سرکشی کرتے ہوئے نکلے ہیں۔“

تکبر سے ہمیشہ بچنا چاہیے کیونکہ جب بھی یہ ان کی خواہشات کے خلاف ہوتا ہے تو یہ حق کو قبول کرنے سے روکتا ہے اور یہ انسان کو دوسروں کو نیچا دکھانے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس طرح عمل کرنے والوں کو دنیاوی یا دینی معاملات میں کبھی بھی صحیح رہنمائی نہیں ملے گی۔ بلکہ، علم اور شواہد کی بنیاد پر درپیش ہر صورت حال کا جائزہ لینا ضروری ہے، بعد میں مناسب انتخاب کرنا، چاہے یہ ان کی ذاتی خواہشات کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اگر کوئی شخص تکبر پر قائم رہے تو وہ آخر کار اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذلیل و خوار ہو گا جس طرح غزوہ بدر میں متکبر غیر مسلم لشکر کو ذلیل کیا گیا تھا۔ باب 8 الانفال، آیت 47

“اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔“

اس کے علاوہ، تکبر انسان کو یہ سوچنے پر مجبور کر سکتا ہے کہ اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر وہ اللہ تعالیٰ کا احسان کر رہے ہیں۔ یہ تکبر اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کے سچے سر تسلیم خم کرنے، میں رکاوٹ بن سکتا ہے، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات اس کے احکام سے ٹکراتی ہیں جو انہیں صحیح راستے سے لامحالہ ہٹا دیتی ہیں۔ اس کے برعکس، جو لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کا ایمان اور لگن بالآخر اپنے آپ کو فائدہ پہنچاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی پیدا کریں گے اور آزمائشوں اور آسانیوں دونوں میں اپنی اطاعت میں پختہ رہیں گے۔ مشکل حالات میں، وہ صبر کا مظاہرہ کریں گے، اور آرام کے لمحات میں، وہ شکر گزاری کا مظاہرہ کریں گے۔ نیت میں شکر ادا کرنے کا مطلب صرف اللہ کو راضی کرنے کے لیے عمل کرنا ہے، جب کہ تقریر میں شکرگزاری کا اظہار اچھے الفاظ یا خاموشی کے ذریعے کیا جا سکتا ہے۔ مزید برآں، اعمال میں شکر گزاری کا مطلب

ہے کہ ان پر عطا کردہ نعمتوں کو مناسب طریقے سے استعمال کیا جائے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں تفصیل سے بتایا گیا ہے۔ صبر کے لیے گفتار اور عمل دونوں میں شکایات سے پرہیز کرنے کی ضرورت ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ کی مسلسل اطاعت کرتے ہوئے، اس یقین کے ساتھ کہ وہ ہمیشہ وہی چیز منتخب کرتا ہے جو ان کے لیے سب سے زیادہ: باب 2 البقرہ، آیت 216 فائدہ مند ہے، یہاں تک کہ جب یہ فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

نتیجتاً ایک فرد جو ہر حال میں مناسب رویے پر عمل کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیر متزلزل حمایت اور رحمت حاصل ہوگی۔ اس کے نتیجے میں دنیا اور آخرت دونوں میں امن ہے جیسا کہ صحیح مسلم نمبر 7500 میں موجود حدیث میں واضح ہے۔

اس کے علاوہ، غیر مسلموں کے لیڈروں کو اپنے عقیدے یا روایت سے کوئی خلوص نہیں تھا، کیونکہ وہ صرف اسلام سے انکار اور لڑ کر اپنی قیادت کو برقرار رکھنا چاہتے تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنے عقیدے اور روایت کے ساتھ وفاداری ظاہر کرنے کا ڈرامہ کیا تاکہ دوسروں کو ان کی حمایت میں گمراہ کیا جا سکے، حالانکہ وہ صرف اسلام کی مخالفت کر کے اپنی قیادت کو برقرار رکھنے میں دلچسپی رکھتے تھے۔ باب 8 الانفال، آیت 47

اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے سرکشی کرتے ہوئے اور لوگوں کے ”سامنے آنے کے لیے نکلے اور اللہ کی راہ سے روکتے رہے۔“

بہت سے لیڈروں نے اس طرح کا برتاؤ کیا ہے۔ وہ کسی خاص مقصد کے لیے کھڑے ہونے کا ڈرامہ کرتے ہیں جب حقیقت میں وہ صرف اپنی قیادت کو برقرار رکھنے میں دلچسپی رکھتے ہیں اور اس کی دوسروں کی طرف لے جانے والی چیزوں جیسے کہ دولت۔ اس لیے گمراہ ہونے سے بچنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ غیر سوچے سمجھے اکثریت کی رائے کو مان - اندھی تقلید سے گریز کرنا چاہیے کر چوپایوں کی طرح کام کرنے سے گریز کیا جائے کیونکہ اس کا نتیجہ اکثر دنیاوی اور دینی معاملات میں گمراہ کن انتخاب کی صورت میں نکلتا ہے۔ باب 6 الانعام، آیت 116

اور اگر تم زمین والوں میں سے اکثر لوگوں کی بات مانو گے تو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں" "گے، وہ صرف گمان کی پیروی نہیں کرتے اور وہ صرف گمان نہیں کرتے۔

اس کے بجائے، افراد کو علم اور شواہد کی بنیاد پر ہر صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے استدلال اور عقل سے کام لینا چاہیے، تاکہ وہ باخبر فیصلے کر سکیں، چاہے یہ فیصلے اکثریت کی مروجہ رائے سے الگ کیوں نہ ہوں۔ درحقیقت، اسلام اس وجہ سے عقیدے کے معاملات میں دوسروں کی اندھی تقلید پر سخت تنقید کرتا ہے اور اس لیے مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات کو سمجھ کر سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ باب 12 یوسف، آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو" "...میری پیروی کرتے ہیں

جنگ بدر کے دوران، شیطان نے ایک غیر مسلم رہنما کا روپ دھار لیا اور خود کو غیر مسلم قوتوں کے ساتھ ملایا، اور مسلمانوں کو ان کے تحفظ اور حمایت کا یقین دلاتے ہوئے ان کا مقابلہ کرنے پر زور دیا۔ تاہم، مسلمانوں کی فوج کی مدد کے لیے فرشتوں کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھ کر، وہ اپنے پیروکاروں کے ساتھ میدان جنگ سے پیچھے ہٹ گیا۔ جب غیر مسلموں کا سامنا ہوا تو اس نے جواب دیا کہ میں نے وہ دیکھا ہے جو وہ نہیں جان سکتے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

اس پر امام ابن کثیر کی کتاب حیاتِ نبوی، جلد 2، صفحہ 288 میں بحث کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں باب 8 الانفال آیت 48 نازل ہوئی:

اور یاد کرو جب شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے خوشنما بنا دیا اور کہا کہ آج تم پر لوگوں میں سے کوئی غالب نہیں آسکتا اور میں تمہارا محافظ ہوں، لیکن جب دونوں لشکر ایک دوسرے کو دیکھے تو وہ الٹے پاؤں پھر گیا اور کہنے لگا کہ میں تم سے بیزار ہوں۔ بے شک میں وہ دیکھتا ہوں "جو تم نہیں دیکھتے۔ بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔"

شیطان ہمیشہ انسان کی دنیاوی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے لیے استعمال کرتا رہے گا۔ لہذا انسان کو ہمیشہ اپنی دنیاوی خواہشات پر قابو پا کر صرف ان چیزوں پر عمل کرنا چاہیے جو حلال ہیں اور حقیقی فائدے کا باعث ہیں، خواہ اس دنیا میں ہو یا آخرت میں۔ انہیں اپنی ناجائز دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے سے باز رہنا چاہیے کیونکہ وہ انہیں دونوں جہانوں میں کبھی بھی ذہنی سکون کی طرف نہیں لے جا سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے جو ان کو دی گئی ہیں وہ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل نہیں کرسکے گا، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دے گا اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام رہے گا۔ یہ انہیں دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے سے روک دے گا، خواہ وہ کتنی ہی دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ باب 9 توبہ آیت 82:

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

باب 20 طہ، آیات 124-126:

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟) اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

لہذا ایک فرد کو چاہیے کہ وہ اپنے فائدے کے لیے اسلامی تعلیمات کو اپنائے اور ان پر عمل درآمد کرے، چاہے یہ تعلیمات اس کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہوں۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح کام کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کی سفارشات پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفاد میں ہے، چاہے اس کا مطلب ناخوشگوار علاج کو برداشت کرنا اور سخت غذا پر عمل کرنا ہو۔ جس طرح یہ عقلمند مریض بہترین ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ شخص بھی جو اسلامی اصولوں کو قبول کرے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس وہ حکمت ہے جو انسان کی ذہنی اور جسمانی حالت کو ہم آہنگ کرنے اور اس کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مناسب طور پر ترجیح دینے کی طرف رہنمائی کے لیے ضروری ہے۔

مزید برآں، شیطان دنیاوی عناصر کو استعمال کرتا ہے، بشمول سوشل میڈیا، فیشن، اور ثقافت، لوگوں کو یہ باور کرانے کے لیے کہ حقیقی ذہنی سکون ان کی خواہشات کو پورا کرنے میں پایا جاتا ہے، اس طرح وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہتے ہیں جو انہیں ملی ہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو جو لوگ اس دنیا میں سب سے زیادہ ذہنی سکون حاصل کریں گے وہ دولت مند اور نامور ہوں گے۔ واضح طور پر یہ معاملہ نہیں ہے۔

مزید برآں، شیطان لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اعمال کو مزین کرتا ہے اور یہ باور کراتا ہے کہ معاشرے کے لوگوں کی اکثریت اسی طرح کا برتاؤ کرتی ہے۔ جب کوئی دیکھتا ہے کہ زیادہ تر معاشرہ، اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرتا ہے، تو شیطان انہیں قائل کرتا ہے کہ اکثریت کے اعمال درست ہیں جس کی وجہ سے وہ بغیر کسی غور و فکر کے اس کی پیروی کرتے ہیں۔ درحقیقت اکثریت کی رائے ضروری نہیں کہ درست ہو۔ تاریخ نے ثابت کیا ہے کہ مروجہ عقیدہ یا رائے کو نئے شواہد اور علم کے ظہور کے ساتھ غلط ثابت کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ ایک زمانے میں پھیلی ہوئی غلط فہمی کی مثال ہے کہ زمین چپٹی ہے۔ اکثریت کے خیالات کی آنکھیں بند کر کے جانوروں کی طرح برتاؤ کرنے سے

گریز کرنا بہت ضروری ہے، کیونکہ یہ اکثر سیکولر اور مذہبی دونوں معاملات میں گمراہ کن فیصلوں کا باعث بنتا ہے۔ باب 6 الانعام، آیت 116

اور اگر تم زمین والوں میں سے اکثر لوگوں کی بات مانو گے تو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں" گے، وہ صرف گمان کی پیروی نہیں کرتے اور وہ صرف گمان نہیں کرتے۔

بلکہ، افراد کو چاہیے کہ وہ علم اور شواہد پر مبنی ہر صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے انہیں عطا کردہ استدلال اور عقل کو بروئے کار لاتے ہوئے، انہیں باخبر فیصلے کرنے کے قابل بناتے ہیں، چاہے ایسے فیصلے اکثریت کے غالب خیالات سے مختلف ہوں۔ درحقیقت، اسلام اس وجہ سے مذہبی معاملات میں غیر تنقیدی طور پر دوسروں کی پیروی کرنے کے عمل کی سخت مذمت کرتا ہے اور اس طرح مسلمانوں کو اسلامی علم کو فہم کے ساتھ حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ باب 12 یوسف، آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو" ...میری پیروی کرتے ہیں

باب 8 الانفال، آیت 48

"...اور یاد کرو جب شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے خوشنما بنا دیا تھا"

اس کے علاوہ، شیطان مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ مسلسل ان لوگوں پر توجہ مرکوز کریں جن کا طرز عمل ان کی ذات سے کمتر ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور ان کے کردار اور اخلاق کو بڑھانے میں ان کی کوششوں کی کمی کو معقول بناتا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک مسلمان جو کبھی کبھار اپنی فرض نمازیں ادا کرتا ہے، اپنے اعمال کے بارے میں بہتر محسوس کرنے کے لیے اپنا موازنہ کسی ایسے شخص سے کر سکتا ہے جو بالکل نماز نہیں پڑھتا ہے۔ اسی طرح، ایک چور قاتل کو دیکھ سکتا ہے اور اپنے آپ کو قاتل کر سکتا ہے کہ چوری کرنا اتنا برا نہیں ہے۔ مثالیں بے شمار ہیں۔ یہ بہت عجیب بات ہے کہ یہ مسلمان کس طرح آسانی سے ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جو خود سے بدتر نظر آتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی ناکافی کوششوں کا جواز پیش کر سکیں، پھر بھی یہی لوگ چیلنجوں کا سامنا کرتے ہوئے ان لوگوں کو زیادہ پسماندہ حالت میں سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر، کمر کے درد میں مبتلا فرد کسی ایسے شخص پر غور نہیں کرے گا جو جسمانی طور پر معذور ہے، جو انہیں اپنی شکایات کا اظہار کرنے سے روک سکتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2513 میں درج ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ذہنیت کے خلاف خاص طور پر تلقین کی ہے۔

مزید برآں، اگر بدتر سلوک کرنے والوں کا مشاہدہ کرنا کسی کو دنیاوی عدالت میں سزا سے مستثنیٰ نہیں کرتا، جیسا کہ متعدد قاتلوں کی موجودگی کی وجہ سے ایک جج کی طرف سے چور کو بری کر دیا جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس دلیل کے صحیح ہونے کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے؟

چنانچہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے سے بہتر نظر آنے والوں پر توجہ مرکوز کر کے شیطان کے اس فریب سے بچیں، تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں بتدریج اضافہ کریں۔ یہ وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے۔ وہ کمال کا مطالبہ نہیں کرتا۔

"...اور یاد کرو جب شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے خوشنما بنا دیا تھا"

شیطان لوگوں کو غلط فیصلے کرنے کے لیے بہلاتا ہے۔ غلط انتخاب کو دلکش کے طور پر پیش کر کے، وہ لوگوں کو گناہ کے کاموں اور ناقص فیصلوں کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ چال اس وقت ہوتی ہے جب کسی کو متعدد اختیارات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ اس وقت بھی ہوتا ہے جب انتخاب میں صحیح اور غلط اعمال کے درمیان فرق شامل ہوتا ہے، یا اس وقت بھی جب دو حلال متبادل کے درمیان انتخاب ہوتا ہے۔ اگر شیطان کسی کو گناہ پر آمادہ نہیں کر سکتا، تو وہ ان کو کم مطلوبہ انتخاب کی طرف لے جانے کی کوشش کرے گا، چاہے وہ جائز ہی کیوں نہ ہو، امید ہے کہ یہ آخر کار کسی نہ کسی غلط کام کی طرف لے جائے گا، جیسے کہ کوئی شخص اپنی زندگی اور تقدیر سے ناخوش ہو۔ شیطان کسی شخص کو اس کے سطحی فوائد پر توجہ مرکوز کرنے کا باعث بنا کر انتخاب کی کشش کو بڑھاتا ہے جہاں وہ اس فیصلے کے بڑے نتائج اور اثرات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر، ایک بالغ بچکانہ سلوک کر سکتا ہے، اپنے اعمال کے نتائج پر غور کیے بغیر انتخاب کر سکتا ہے۔ یہ جھکاؤ ان بنیادی وجوہات میں سے ایک ہے جو لوگ گناہ پر مبنی رویے میں پڑ جاتے ہیں۔ حقیقت میں، اگر کوئی اپنے گناہوں کے نتائج پر صحیح معنوں میں غور کرے، تو وہ ان کے ارتکاب سے گریز کرے گا۔

اس طرح کے حالات میں ایک موثر حکمت عملی یہ ہے کہ ذہنی طور پر پیچھے ہٹیں اور ان کے طویل مدتی فوائد اور نقصانات کا جائزہ لے کر اختیارات کا جائزہ لیں۔ ایک شخص کو صرف اس وقت آگے بڑھنا چاہئے جب کسی فیصلے کے جائز فوائد ممکنہ نقصانات سے زیادہ ہوں۔ مزید برآں، ہاتھ میں موجود انتخاب کے نتائج پر احتیاط سے غور کرنا فائدہ مند ہے۔ کچھ فیصلے قانونی ہو سکتے ہیں، پھر بھی ان پر عمل کرنا کسی کی زندگی کو پیچیدہ بنا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، لوگ بعض اوقات کسی ایسے شخص کے ساتھ شادی میں جلدی کرتے ہیں جس کے بارے میں وہ سمجھتے ہیں کہ وہ محبت کرتے ہیں۔ وہ اکثر اپنا انتخاب مکمل طور پر جذبات کی بنیاد پر کرتے ہیں، دیگر اہم عوامل کو نظر انداز کرتے ہوئے، جیسے کہ آیا ان کا ہونے والا شریک حیات ایک ہم آہنگ جیون ساتھی ہوگا یا ایک اچھا والدین، اور آیا وہ اللہ تعالیٰ سے ان کی عقیدت میں ان کی مدد کریں گے۔ بہت سی شادیاں طلاق پر ختم ہو چکی ہیں کیونکہ جوڑے نے شادی کرنے کے اپنے فیصلے کے طویل مدتی مضمرات پر غور نہیں کیا۔

کچھ افراد اکثر جذباتی طور پر کام کرتے ہیں، صرف بعد میں پچھتاوا محسوس کرتے ہیں کیونکہ ان کے انتخاب زیادہ اہم چیلنجوں کا باعث بنتے ہیں، اکثر ایسے مسائل سے پیدا ہوتے ہیں جو ابتدائی طور پر معمولی تھے۔ اس قسم کے جذباتی رویے کو صورتحال کے بارے میں سوچنے کے لیے وقت نکال کر اور وسیع تر مضمرات پر غور کر کے کم کیا جا سکتا ہے، بشمول طویل مدتی اثرات اور ایک مخصوص طریقہ کار پر عمل کرنے کے نتائج۔

آگے بڑھنے سے پہلے نہ صرف کسی فیصلے کی قانونی حیثیت کا جائزہ لینا ضروری ہے، بلکہ یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ اگرچہ یہ پہلو اہم ہے، لیکن اس پر غور کرنے کا واحد عنصر نہیں ہے۔ بہت سے قانونی لیکن گمراہ کن فیصلے ہیں جو اگرچہ پہلے پرکشش لگ سکتے ہیں، لیکن راستے میں مشکلات کا باعث بن سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ کسی بھی فیصلے پر پہنچنے سے پہلے، اس کی قانونی حیثیت کے ساتھ ساتھ ممکنہ طویل المدتی فوائد اور نقصانات پر گہرائی سے غور کرنے کے لیے ایک لمحہ نکالنا چاہیے، قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے حکمت اخذ کرنا چاہیے۔ جو لوگ اس طریقہ پر عمل کرتے ہیں ان کے انتخاب کرنے کا امکان کم ہوتا ہے انہیں افسوس ہوگا۔

باب 8 الانفال، آیت 48

"...اور یاد کرو جب شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے خوشنما بنا دیا تھا"

شیطان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بارے میں خواہش مندانہ سوچ اپنانے پر بھی اکساتا ہے۔ خواہش مند سوچ میں شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں لگے رہنا، اس کی رحمت اور بخشش کی دنیا اور آخرت دونوں میں امید رکھنا۔ اسلام میں ایسی ذہنیت کی کوئی اہمیت نہیں۔ اس کے برعکس مستند امید اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے کوشش کرنے کی ضرورت ہے، جس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق ان کو عطا کی گئی نعمتوں کو استعمال کرنے کی ضرورت ہے، اس کے بعد دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کی مخلصانہ امید ہے۔ اس فرق کو جامع ترمذی نمبر 2459 میں موجود حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ لہذا اس فرق کو سمجھنا اور خواہش مندانہ سوچ سے گریز کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش میں حقیقی امید پیدا کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ آخر الذکر ان کی اس زندگی میں کوئی خدمت نہیں کرے گا اور نہ ہی آخرت میں۔

:باب 8 الانفال، آیت 48

"...اور یاد کرو جب شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے خوشنما بنا دیا تھا"

شیطان لوگوں کو اپنی فوری دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے پر توجہ مرکوز کرنے کی بھی ترغیب دیتا ہے، انہیں اس بات پر قائل کرتا ہے کہ اس طرح کے طرز عمل سے حقیقی ذہنی سکون حاصل کیا جا سکتا ہے۔ تاہم، حقیقت میں، یہ ان نعمتوں کے غلط استعمال کا باعث بنتا ہے جو انہیں حاصل ہوئی ہیں۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو ذہنی اور جسمانی دونوں طرح کے خلفشار کی حالت میں پائیں گے، اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو غلط جگہ دیتے ہوئے، اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے صحیح طریقے سے تیاری کرنے میں ناکام ہوں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، چاہے وہ دنیاوی چیزوں سے کچھ لذت حاصل کریں۔ اس کے مقابلے میں جو لوگ اپنی دنیاوی خواہشات کا انتظام کرتے ہیں اور اسلامی تعلیمات میں بتائی گئی نعمتوں کو دانشمندی کے ساتھ استعمال کرتے ہیں، وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو صحیح طور پر ترجیح دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے پوری طرح تیار ہوں گے۔ چونکہ اس نتیجہ کو حاصل کرنے کے لیے ضروری علم صرف اللہ تعالیٰ

کے پاس ہے، اس لیے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے فائدے کے لیے اسلامی تعلیمات کو قبول کریں اور ان پر عمل درآمد کریں، خواہ یہ تعلیمات ان کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہوں۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح کام کرنا چاہیے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے کو سمجھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے، یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفاد میں ہے، چاہے اس کا مطلب ناگوار دوائیں لینا اور سخت خوراک پر عمل کرنا ہو۔ جس طرح یہ عاقل مریض بہتر ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ فرد بھی جو اسلامی تعلیمات کو اپنائے گا اور اس پر عمل کرے گا۔

باب 8 الانفال، آیت 48

"...اور یاد کرو جب شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے خوشنما بنا دیا تھا"

شیطان ان اچھے کاموں کو کمزور کرنے کی کوشش کرتا ہے جو لوگ انجام دیتے ہیں، اس کا مقصد ان سے اس زندگی اور آخرت دونوں میں ان کے انعامات کو چھیننا ہے۔ اس لیے لوگوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کے حصول اور اس پر عمل کرتے ہوئے اپنی آخرت کے لیے اپنے نیک اعمال کی حفاظت کریں، جس سے انہیں ایسے رویوں اور خصلتوں سے پاک رہنے میں مدد ملتی ہے جو ان کے اچھے اعمال کو مٹا سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، دوسروں کو ان کے احسانات کی یاد دلانا ان: نیکیوں کی تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 264

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے صدقات کو نصیحت یا ایذاء سے باطل نہ کرو۔"

تقابلی طور پر، یہ ضروری ہے کہ مصیبت کے آغاز سے ہی مشکلات کا سامنا کرتے وقت صبر کا مظاہرہ کیا جائے اور اس صبر کو اس وقت تک برقرار رکھا جائے جب تک کہ کوئی اس زندگی سے رخصت نہ ہو جائے، تاکہ آخرت میں ان کی برداشت کا اجر حاصل کیا جا سکے۔

باب 8 الانفال، آیت 48

"...اور یاد کرو جب شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے خوشنما بنا دیا تھا"

شیطان نیک اعمال کرنے کے خواہشمندوں کو دو اہم چیزوں کے علاوہ دوسرے ذرائع سے رہنمائی حاصل کرنے کے لیے بھی آمادہ کرتا ہے: قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ ایک شخص جتنا زیادہ متبادل مذہبی علم کی طرف متوجہ ہوتا ہے، خواہ یہ مثبت اعمال کی طرف لے جائے، وہ ہدایت کے ان بنیادی ذرائع پر اتنا ہی کم عمل کرے گا، جو بالآخر گمراہی کی صورت میں نکل سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابو داؤد نمبر 4606 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ جو بات ان دو منابع میں نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دی جائے گی۔ مزید برآں، جتنا زیادہ کوئی مذہبی علم کے دوسرے ذرائع کا پیچھا کرتا ہے، اتنا ہی وہ اسلامی تعلیمات سے متصادم طریقوں کو اپنانا شروع کر دیتا ہے۔ یہ بتدریج بڑھتا ہے کہ کس طرح شیطان قدم بہ قدم لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، مشکلات کا سامنا کرنے والے شخص کو بعض روحانی طریقوں میں مشغول ہونے کی ترغیب دی جا سکتی ہے جو اسلامی اصولوں کی مخالفت اور چیلنج کرتے ہیں۔ علم کی کمی اور دینی رہنمائی کے متبادل ذرائع کی پیروی کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے وہ آسانی سے اس جال میں پھنس سکتے ہیں اور ایسی روحانی مشقیں کرنا شروع کر سکتے ہیں جو براہ راست اسلامی اقدار سے متصادم ہوں۔ یہاں تک کہ وہ اللہ، برگزیدہ اور کائنات کے بارے میں ایسے عقائد بھی پیدا کر سکتے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں، جیسے کہ یہ خیال کہ افراد یا مافوق الفطرت ہستیاں اپنی تقدیر کو کنٹرول کر سکتی ہیں، کیونکہ ان کی سمجھ ہدایت کے دو بنیادی ذرائع کے علاوہ دوسرے ذرائع سے آتی ہے۔ ان گمراہ کن طریقوں اور عقائد میں: باب 2 البقرہ، آیت 102 سے کچھ واضح کفر ہیں، جیسے کالا جادو کرنا۔

سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور" جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل ہوا تھا لیکن وہ [یعنی دونوں فرشتے] کسی کو نہیں "سکھاتے جب تک یہ نہ کہیں کہ "ہم آزمائش ہیں، اس لیے کفر نہ کرو۔"

لہذا، ایک مسلمان نادانستہ طور پر اپنے عقیدے سے دور ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ اکثر مذہبی علم کے متعدد ذرائع پر انحصار کرتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر، مذہبی بدعات میں حصہ لینا جن کی رہنمائی کے دو اہم ذرائع میں بنیاد نہیں ہے، شیطان کے راستے پر چلنے کے مشابہ ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 208:

،اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو" "بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

باب 8 الانفال، آیت 48

"...اور یاد کرو جب شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے خوشنما بنا دیا تھا"

شیطان لوگوں کو گمراہ کن ارادوں پر آمادہ کر کے اچھے اعمال کو کمزور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے علاوہ کسی اور وجہ سے عمل کرتا ہے اسے اللہ کی طرف سے کوئی اجر نہیں ملے گا۔ یہ تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں درج ایک حدیث میں نمایاں ہے۔

"...اور یاد کرو جب شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے خوشنما بنا دیا تھا"

شیطان لوگوں کو ان کے حالات اور ان لوگوں کے درمیان موازنہ کر کے اچھے کاموں میں مشغول کرنے کی کوشش کرتا ہے جو زیادہ سازگار حالات سے لطف اندوز ہوتے ہیں، اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ان کی سستی کی دلیل کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک کل وقتی ملازم اپنے آپ کو جز وقتی کارکن سے تشبیہ دے کر، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی کوشش کی کمی کو سمجھ سکتا ہے، اور یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ بعد والے کے لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا آسان ہے، کیونکہ ان کے پاس زیادہ فارغ وقت ہے۔ اسی طرح، ایک غریب مسلمان زیادہ مالدار لوگوں کو دیکھ کر صدقہ دینے میں ہچکچاہٹ محسوس کر سکتا ہے، یہ دلیل دیتا ہے کہ امیر اپنی استطاعت سے زیادہ آسانی سے دے سکتا ہے۔ وہ اس حقیقت کو نظر انداز کرتے ہیں کہ اگرچہ یہ جواز ان کے دلوں کو عارضی سکون تو دے سکتے ہیں، لیکن وہ ان کی زندگی یا آخرت میں خدمت نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ لوگ اپنے اعمال کی بنیاد دوسروں کے حالات پر رکھیں۔ اس کے بجائے، وہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کے مطابق اس کی اطاعت میں کام کریں۔ مثال کے طور پر، ایک کل وقتی کارکن اپنے پاس جو بھی فارغ وقت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے وقف کر سکتا ہے، چاہے وہ جز وقتی کارکن سے کم ہی کیوں نہ ہو۔ اس تناظر میں، جز وقتی کارکن کے اعمال کل وقتی کارکن پر اثر انداز نہیں ہوتے، لہذا انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرنے کے عذر کے طور پر استعمال کرنا محض ایک کمزور جواز ہے۔ غریب مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق دے، چاہے وہ مالداروں کی پیش کردہ رقم سے بہت کم کیوں نہ ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ان کا اندازہ ان کی نیتوں اور اعمال کی بنیاد پر کرے گا، نہ کہ دوسرے مسلمانوں کے مقابلے میں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان فضول بہانوں کو ترک کر دیں اور اپنے وسائل اور طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں۔

"...اور یاد کرو جب شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے خوشنما بنا دیا تھا"

شیطان لوگوں کو ان کے اچھے کاموں کو یاد کر کے ان کے غلط کاموں، جیسے دوسروں کو نقصان پہنچانے، کو عقلی طور پر سمجھنے پر آمادہ کر کے گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ کوئی بھی نیک عمل، خواہ اس کی وسعت یا خوبی سے قطع نظر، گناہ کے روپے کو معاف نہیں کر سکتا۔ جو لوگ اس ذہنیت میں مبتلا ہیں وہ اپنے اچھے اعمال کے اجر سے محروم رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہیں گے اور ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہیں گے۔ نتیجے کے طور پر، وہ اپنے آپ کو ذہنی اور جسمانی طور پر ایک انتشار کی حالت میں پائیں گے، اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیتے ہوئے، اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے ناکافی تیاری کر رہے ہوں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور آزمائشوں کا باعث بنے گا، باوجود اس کے کہ وہ مادی آسائشوں سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ مزید برآں، اگرچہ نیک اعمال چھوٹے گناہوں کو مٹا سکتے ہیں، لیکن وہ کبیرہ گناہوں کو معاف نہیں کرتے، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ ان کے نیک اعمال کو قبول کرے گا اگر ان کے گناہوں کو درست کرنے کی نیت سے انجام دیا جائے۔ لہذا ضروری ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان سے صحیح طور پر استفادہ کرتے ہوئے نیک اعمال کو جاری رکھیں اور سرزد ہونے والے گناہوں پر صدق دل سے توبہ کریں۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، سچی توبہ میں پچھتاوا، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور ان لوگوں سے معافی مانگنا شامل ہے جن پر ظلم ہوا ہے، جب تک کہ اس سے مزید پیچیدگیاں پیدا نہ ہوں۔ مستقبل میں ان جیسے یا اس جیسے گناہوں سے بچنے کے لیے حقیقی طور پر عہد کرنا اور اللہ تعالیٰ اور دیگر کے بارے میں جو حقوق پامال ہوئے ہیں ان کی اصلاح کرنا بہت ضروری ہے۔

اسی طرح، شیطان افراد کو گناہوں کو معمولی سمجھنے کے لیے اکساتا ہے، جو معاشرے میں عام ہو چکے ہیں۔ مثال کے طور پر غیبت کو لے لیں؛ یہ ایک بڑا گناہ ہے، اور اس کی مشترکیت اس کی کشش ثقل کو کم نہیں کرتی۔ ایک مسلمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے اعمال کا اسلامی تعلیمات کی عینک سے جائزہ لے، جو ابدی اور غیر جانبدار ہیں، اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ وہ زندگی میں صحیح طرز عمل کو فروغ دیں۔ جو لوگ اپنے فیصلوں کی بنیاد سوشل میڈیا، رجحانات اور ثقافتی اصولوں جیسے عارضی اثرات پر رکھتے ہیں وہ لامحالہ کبیرہ گناہوں میں پڑ جائیں گے، اکثر ان کی

شدت سے غافل رہتے ہیں۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت میں پائیں گے، اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیتے ہوئے، قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے ناکافی تیاری کر رہے ہوں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، چاہے ان کے پاس کوئی بھی مادی دولت کیوں نہ ہو۔

باب 8 الانفال، آیت 48

"...اور یاد کرو جب شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے خوشنما بنا دیا تھا"

جیسا کہ اسلام ایک جامع ضابطہ حیات کی نمائندگی کرتا ہے، اس لیے اس میں اللہ تعالیٰ کے اور لوگوں کے دونوں حقوق کی تکمیل ضروری ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمان غلطی سے یہ سوچتے ہیں کہ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ واجبات کو پورا کرتے ہیں، جیسے فرض نمازیں ادا کرتے ہیں، انہیں دوسروں کے حقوق کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نتیجتاً یہ لوگوں کے ساتھ بدسلوکی کا باعث بنتا ہے۔ اس کے نتیجے میں معاشرے میں بدعنوانی اور ناانصافی پھیلتی ہے۔ یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ اسلام میں اللہ تعالیٰ، بزرگی اور انسانیت دونوں کے حقوق شامل ہیں، اس لیے دونوں کو برقرار رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ دوسروں کو نقصان پہنچانے والوں کو قیامت کے دن انصاف ملے گا، چاہے وہ اس دنیا میں انصاف سے بچ جائیں۔ ظالم مجبور ہو گا کہ وہ اپنی نیکیاں اپنے متاثرین کو منتقل کرے اور اگر ضرورت پڑے تو انصاف کے حصول تک وہ اپنے مظلوم کی غلطیوں کا بوجھ اٹھائے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ ظالم کو قیامت کے دن جہنم میں عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا، خواہ وہ حقوق اللہ کی پابندی کرے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 کی ایک حدیث میں اس اہم تنبیہ کی تاکید کی گئی ہے۔

باب 8 الانفال، آیت 48

"...اور یاد کرو جب شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے خوشنما بنا دیا تھا"

یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ کوئی شخص جتنا بھی دینی علم حاصل کرتا ہے یا اس کی عبادت اور نیک اعمال کی مقدار سے قطع نظر، وہ کبھی بھی شیطان کے حملوں اور پھندوں سے مکمل طور پر محفوظ نہیں رہے گا۔ یہ اس حقیقت کی وجہ سے ہے کہ شیطان لوگوں کو ان کے علم کی سطح اور ان کے اعمال صالحہ کی مقدار کی بنیاد پر نشانہ بناتا ہے۔ مثال کے طور پر، وہ اس مسلمان کو قائل کرنے کی کوشش کر سکتا ہے جو اپنی فرض نمازیں پوری توجہ کے ساتھ پڑھتا ہے اسے مسجد میں باجماعت ادا کرنے یا ان کی فرض نمازوں کو ان کے مقررہ اوقات سے آگے ملتوی کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کر سکتا ہے، کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ وہ انہیں اپنی نماز کو مکمل طور پر ترک کرنے پر قائل نہیں کر سکتا۔ اس کے برعکس، جو مسلمان اپنی فرض نمازوں کو قائم کرنے کے لیے جدوجہد کرتا ہے، وہ انہیں یہ باور کرانے کی کوشش کرے گا کہ یہ نمازیں برقرار رکھنے کے لیے بہت مشکل ہیں، یہ تجویز کرے گا کہ انہیں صرف اس وقت ادا کرنا چاہیے جب ان کے پاس کافی فارغ وقت ہو۔ وہ ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو بہتر بنانے کے لیے متعدد رضاکارانہ اعمال صالحہ میں مشغول ہیں ان کو اسلامی علم کے حصول اور اس پر عمل کرنے سے روکنے کی بھی کوشش کرتا ہے، اس طرح وہ جھوٹ اور غیبت جیسی منفی خصلتوں کے ذریعے اپنے اچھے اعمال کو تباہ کرنے کی طرف لے جاتا ہے۔

شیطان کا مقصد یہ ہے کہ اگر کسی فرد کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ذریعے درجات میں گراوٹ پر آمادہ نہ کر سکے تو اسے اعلیٰ روحانی مقام حاصل کرنے سے روکنا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کو اپنے درجات کو بلند کرنے، اپنے کردار کو سنوارنے اور نافرمانی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہوئے اس کے حملوں اور جال سے چوکنا رہنا چاہیے، یہ سب کچھ اسلامی علم کے حصول اور اس کے اطلاق کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس سے ایمان کا یقین ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کے لیے مضبوط ایمان بہت ضروری ہے، ہر حال میں، خواہ آسانی ہو یا مشکل۔ اس پختہ ایمان کی پرورش قرآن کریم اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے ہوتی ہے۔ یہ تعلیمات یہ ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت اس زندگی اور آخرت دونوں میں سکون لاتی ہے۔ دوسری طرف، جو لوگ اسلامی اصولوں سے آگاہی نہیں رکھتے، وہ اکثر کمزور ایمان ظاہر کرتے ہیں، جس سے وہ اطاعت سے بھٹکنے کا زیادہ خطرہ بن جاتے ہیں خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات الہی ہدایت سے ٹکرا جاتی ہیں۔ یہ جہالت انہیں یہ سمجھنے

سے روک سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کے لیے اپنی خواہشات کے حوالے کر دینا دونوں جہانوں میں حقیقی امن کے حصول کے لیے ضروری ہے۔ لہذا، افراد پر لازم ہے کہ وہ اسلامی علم کی تلاش اور اس پر عمل کرتے ہوئے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی مستقل اطاعت کو یقینی بنائیں۔ اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق ان کو دی گئی نعمتوں کا صحیح طور پر استعمال کرنا شامل ہے، جو بالآخر ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کا باعث بنتا ہے اور ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو صحیح ترجیح دیتا ہے۔

باب 8 الانفال، آیت 48

اور یاد کرو جب شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے خوشنما بنا دیا اور کہا کہ آج تم پر لوگوں میں سے کوئی غالب نہیں آسکتا اور میں تمہارا محافظ ہوں، لیکن جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کو دیکھ لیں تو اس نے الٹے پاؤں پھیر لیا اور کہا کہ میں تم سے بیزار ہوں، تم جو کچھ کرتے ہو اسے "میں نہیں دیکھتا۔ بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔"

یہ واقعہ بری صحبت سے بھی خبردار کرتا ہے۔ ایک شخص ہمیشہ اپنے ساتھیوں سے متاثر ہوتا ہے چاہے وہ مثبت ہو یا منفی اور چاہے ظاہر ہو یا لطیف۔ سنن ابوداؤد نمبر 4833 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ لہذا جو شخص اس دنیا میں صالح اور سچوں کا ساتھ دے گا، اسے اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کی ترغیب دی جائے گی۔ جبکہ گمراہوں کا ساتھ دینے والے ان کی صفات اور طرز عمل اپنائیں گے۔ نتیجتاً وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی عدم توازن کی حالت میں ہوں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ پر رکھ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، باوجود اس کے کہ وہ کسی بھی مادی آسائش سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔

لیکن جب دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو وہ [یعنی شیطان] اپنی ایڑیوں پر پلٹا اور کہنے لگا: "بے شک میں تم سے بیزار ہوں، میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔"

ایک مسلمان کو شیطانی رویہ اختیار کرنے سے گریز کرنا چاہیے جو صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا مظاہرہ کرتا ہے جب وہ مشکلات کی صورت میں عذاب کا مشاہدہ کرتا ہے۔ یہ رویہ اختیار کرنے والا اپنے گناہوں سے سچے دل سے توبہ نہیں کرے گا۔ اس کے بجائے، وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں گے، اس ارادے کے ساتھ کہ وہ جس مشکل کا سامنا کر رہے ہیں اس سے بچ کر اپنے گناہ کے رویے کی طرف لوٹ جائیں۔ اس رویہ سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہنے کا سبب بنے گا اور ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت میں پائیں گے، اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیتے ہوئے، اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے ناکافی تیاری کر رہے ہوں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، خواہ وہ کچھ دنیاوی آسائشوں کا تجربہ کریں۔

مزید برآں، مخلصانہ توبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کے سلسلے میں خواہش مندانہ سوچ کو اپنانے کی ترغیب دے گی۔ خواہش مند سوچ میں شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہنا، اس کی رحمت، اور بخشش کی دنیا اور آخرت میں امید رکھنا۔ اسلام میں یہ رویہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ دوسری طرف حقیقی امید کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کوشش کی جائے، جس کا مطلب ہے کہ ان کو دی گئی نعمتوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق استعمال کیا جائے، اس کے بعد دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کی دلی امید ہو۔ اس فرق کو جامع ترمذی نمبر 2459 میں موجود حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ لہذا اس فرق کو سمجھنا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و بخشش میں مستند امید پیدا کرنا اور خواہش مندانہ سوچ سے پرہیز کرنا بہت ضروری ہے، کیونکہ آخر الذکر ان کی دنیا یا آخرت میں مدد نہیں کرے گا۔

جیسا کہ اگلی آیت میں اشارہ کیا گیا ہے، شیطان منافق لوگوں اور کمزور ایمان والے مسلمانوں کو مختلف قسم کی تنقیدوں کے ذریعے دوسرے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منع کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ باب 8 الانفال، آیت 49

جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری تھی کہنے لگے کہ ان کے دین نے ان [مسلمانوں] کو دھوکے میں ڈال دیا ہے۔

عام طور پر، جب کوئی اپنے ساتھیوں سے مختلف راستے کا انتخاب کرتا ہے، تو یہ دوسروں میں اپنے انتخاب کے بارے میں ناواقفیت کے جذبات کو جنم دے سکتا ہے، خاص طور پر اگر وہ انتخاب اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر ذاتی مقاصد کو نمایاں کرتا ہے۔ نتیجے کے طور پر، یہ ان لوگوں پر تنقید کا باعث بن سکتا ہے جو اپنے عقیدے پر قائم رہتے ہیں، جو اکثر خاندان کے افراد سے آتے ہیں۔

جیسا کہ اسلام دنیاوی خواہشات پر قابو پانے کے نظریہ کو فروغ دیتا ہے، وہ لوگ جو صرف اپنی خواہشات کی تسکین پر توجہ مرکوز کرتے ہیں، اس نقطہ نظر پر تنقید کریں گے، کیونکہ اسلام انہیں حیوانیت پسند ظاہر کرتا ہے۔ مزید برآں، وہ کاروبار اور صنعتیں جو اپنی خواہشات میں مبتلا افراد پر پروان چڑھتی ہیں، اسلام کی مخالفت کریں گی، جو لوگوں کو اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے اپنی خواہشات پر قابو پانے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس طرح کی تنقید کے جواب میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں غیر متزلزل رہنا چاہیے، جو انہیں ذہنی سکون عطا کرے گا اور انہیں دوسروں کے منفی اثرات سے بچائے گا، چاہے یہ تحفظ فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔ اس کے برعکس، جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نظر انداز کرتے ہوئے سماجی رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ اس کے عذاب سے بچ نہیں سکیں گے اور نہ ہی وہ حقیقی طور پر معاشرے کو مطمئن کر سکیں گے، کیونکہ انسانی آراء اور دنیاوی رجحانات، سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت فطری طور پر غیر مستحکم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے پابند رہنے سے، اسلامی اصولوں کے مطابق ان پر عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، افراد اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو مناسب طریقے سے ترجیح دیتے ہوئے، ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت

حاصل کر سکتے ہیں۔ مزید برآں، اللہ تعالیٰ ان کے منفی ساتھیوں کو بدل دے گا — جو شیطان کے الہام سے اپنی عقیدت پر تنقید کرتے ہیں — ایسے مثبت اثرات سے جو اطاعت میں ثابت قدمی کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں، اس طرح اس زندگی میں ان کے ذہنی سکون کو بڑھاتے ہیں۔ جیسا کہ ان کے اعمال انہیں قیامت کے دن احتساب کے لیے تیار کرتے ہیں، وہ انہیں ناقابل تصور نعمتوں سے نوازے گا۔ باب 8 الانفال، آیت 49:

”لیکن جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے، تو یقیناً اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔“

لیکن جو لوگ سماجی منظوری حاصل کرنے اور اپنی دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے کی کوشش میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں وہ بالآخر ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو ذہنی اور جسمانی انتشار کی حالت میں پائیں گے، اپنی ترجیحات اور تعلقات کو مؤثر طریقے سے نبھانے کے لیے جدوجہد کر رہے ہوں گے، اور روز قیامت اپنے احتساب کے لیے ناکافی تیاری کر رہے ہوں گے۔ اس کا نتیجہ دنیا اور آخرت دونوں میں تناؤ اور چیلنجوں کا باعث بنے گا، خواہ وہ مادی آسائشوں سے قطع نظر۔ باب 8 الانفال، آیت 50:

اور کاش تم دیکھ سکتے جب فرشتے کافروں کی روح قبض کرتے ہیں، وہ ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مار رہے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آگ کے عذاب کا مزہ چکھو۔

مزید برآں، یہ آیت مسلمانوں کو متنبہ کرتی ہے کہ اگر وہ اعمال کے ذریعے اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت کرنے میں ناکام رہے تو وہ اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے چلے جائیں گے۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کی طرح ہے جسے پھلانے پھولنے اور مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی جیسے ضروری عناصر سے محروم پودا مرجھا جاتا ہے، اسی طرح ایک شخص کا ایمان بھی ختم ہو کر مر سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے کاموں سے مدد نہ ملے۔ باب 8 الانفال، آیت 51:

یہ اس لیے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بڑھایا ہے اور اس لیے کہ اللہ اپنے بندوں پر کبھی ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پھر مکہ کے غیر مسلموں اور تمام لوگوں کو اس بات کی ترغیب دی کہ وہ ماضی کی قوموں سے سبق سیکھیں جنہوں نے اس کی نافرمانی کی اور اس کے نتیجے میں وہ کیسے تباہ ہوئیں۔
باب 8 الانفال، آیت 52

(ان کا (دستور فرعون والوں اور ان سے پہلے والوں کا ہے، انہوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا تو اللہ نے انہیں ان کے گناہوں پر پکڑ لیا، بے شک اللہ زبردست اور سخت سزا دینے والا ہے۔

یہ آیت لوگوں کے لیے ایک یاد دہانی کے طور پر کام کرتی ہے کہ وہ خود غرضی کے نقطہ نظر سے دور رہیں جو صرف ان کی اپنی زندگیوں اور جدوجہد پر مرکوز ہے۔ جو لوگ اس ذہنیت کو اپناتے ہیں وہ اہم تاریخی واقعات، اپنے تجربات اور دوسروں کے حالات سے بصیرت حاصل کرنے کا موقع گنوا دیتے ہیں۔ ان پہلوؤں سے سیکھنا اپنے رویے کو بڑھانے اور ماضی کی غلطیوں کو دہرانے سے روکنے کے لیے سب سے طاقتور طریقوں میں سے ایک ہے، جو بالآخر اندرونی سکون کی طرف لے جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، دولت مند اور مشہور لوگوں کو ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے دیکھنا جو انہیں دی گئی ہیں، صرف پریشانی، ذہنی صحت کے مسائل، نشے کی لت، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات — خوشی اور عیش کے لمحات کے باوجود — ایک اہم سبق فراہم کرتا ہے۔ یہ مبصرین کو سکھاتا ہے کہ وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال نہ کریں جو انہیں دی گئی ہیں، اس خیال کو تقویت دیتے ہوئے کہ حقیقی سکون مادی دولت یا ہر دنیوی خواہش کی تسکین سے حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح، کسی کو خراب صحت میں دیکھ کر اس کی اپنی بھلائی کے لیے شکر گزار ہونا چاہیے اور اس کے ضائع ہونے سے پہلے اس کے صحیح استعمال کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ اس طرح اسلام مسلمانوں کو اپنی ذاتی زندگیوں میں اس قدر مگن ہونے کے بجائے ہوشیار اور باخبر رہنے کی مسلسل نصیحت کرتا ہے کہ وہ اپنے اردگرد کی بڑی دنیا کو نظر انداز کر دیں۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس وقت سزا دیتا ہے جب وہ اس کی نافرمانی پر قائم رہتے ہیں، اس سے کم نہیں، وہ واضح کرتا ہے کہ وہ ان اچھے حالات کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اس کی ناشکری کرنے کا انتخاب نہ کریں، ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے جو ان کو عطا کی گئی ہیں۔ باب 8 الانفال: آیت 53

یہ اس لیے کہ اللہ کسی نعمت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جو اس نے کسی قوم پر کی ہو جب تک کہ وہ اپنے اندر کی چیز کو نہ بدلیں۔"

درحقیقت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہر دنیاوی نعمت یا تو ان کے لیے دونوں جہانوں میں خیر کا ذریعہ بن سکتی ہے یا نقصان کا باعث۔ یہ نتیجہ اس بات پر منحصر ہے کہ آیا وہ اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں یا نہیں۔ جب کوئی ناشکری کا مظاہرہ کرتا ہے اور ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے جو اسے دی گئی ہیں تو اس کی زندگی کا ہر پہلو خواہ وہ خاندان ہو، دوست ہو، کیریئر ہو یا دولت۔ تناؤ کا باعث بن جائے گا۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں، تو وہ غلطی سے اپنے تناؤ کو اپنے شریک حیات سمیت دوسروں کی طرف منسوب کر سکتے ہیں۔ ان مثبت رابطوں کو منقطع کرنے سے، وہ صرف اپنے دماغی صحت کے چیلنجوں کو بڑھا دیں گے، جو ممکنہ طور پر ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بنتے ہیں۔ یہ سلوک خاص طور پر ان لوگوں میں واضح ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مسلسل ناشکری کرتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور، جو مادی آسائشوں کے باوجود، ذہنی صحت کے سنگین مسائل کا شکار ہیں۔ باب 8 الانفال، آیت 54

(ان کا (دستور فرعون والوں اور ان سے پہلے والوں کا ہے، انہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا" تو ہم نے انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور فرعون والوں کو غرق کر دیا، اور وہ "سب ظالم تھے۔"

اس نتیجہ سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ نیت کے ذریعے شکر ادا کرنے کا مطلب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرنا ہے۔ الفاظ میں شکر گزاری کا مطلب ہے یا تو مثبت بولنا یا خاموشی اختیار کرنا۔ مزید برآں، اعمال میں شکرگزاری کا مطلب ہے کہ جو نعمتیں کسی نے حاصل کی ہیں ان کو ان طریقوں سے استعمال کرنا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہوں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ نقطہ نظر اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ انسان ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرے، اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو مناسب طریقے سے ترتیب دے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے خود کو مناسب طریقے سے تیار کرے۔ نتیجے کے طور پر، یہ سلوک دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دیتا ہے۔ مزید برآں، شکر گزاری دونوں جہانوں میں مزید برکات، امن اور کامیابی میں اضافے کو یقینی بنائے گی۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

”...اگر تم شکر گزار رہو گے تو میں تمہارے حق میں ضرور اضافہ کروں گا“

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، وہ اس بات سے پوری طرح واقف ہے کہ کون اس کا شکر ادا کرتا ہے اور کون نہیں کرتا، اس لیے وہ دونوں جہانوں میں سب کا محاسبہ کرے گا۔ باب 8 الانفال، آیت 53:

”اور بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔“

لوگوں کو اپنی خاطر شکر ادا کرنے کی ترغیب دینے کے بعد، تاکہ وہ دونوں جہانوں میں سکون حاصل کر سکیں، اللہ تعالیٰ پچھلی امتوں کی طرح اپنی ناشکری کرنے سے خبردار کرتا ہے۔ باب 8 الانفال آیت 54:

(ان کا (دستور فرعون والوں اور ان سے پہلے والوں کا ہے، انہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا" تو ہم نے انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور فرعون والوں کو غرق کر دیا، اور وہ "سب ظالم تھے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ناشکری پر اڑے رہتے ہیں وہ عملی طور پر اس کی اطاعت کرتے ہوئے اس کی ربوبیت کو تسلیم کرنے میں ناکام رہیں گے، جس میں اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے۔ اس کے نتیجے میں، ان کی ناشکری انہیں اس کے ساتھ کفر پر مجبور کر سکتی ہے۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے سے مشابہت رکھتا ہے جسے پھلنے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے اطاعت کے اعمال سے رزق کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ایک پودا جس میں سورج کی روشنی جیسے اہم اجزا کی کمی ہوتی ہے وہ فنا ہو جاتا ہے، اسی طرح ایک فرد کا ایمان بھی زوال پذیر اور فنا ہو سکتا ہے اگر اسے فرمانبرداری کے عمل سے مدد نہ ملے۔ باب 8 الانفال، آیت 55

بے شک اللہ کے نزدیک جانداروں میں بدترین وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور وہ ایمان نہیں لائیں" گئے۔

جب کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتا ہے تو وہ اس کے حقوق یا لوگوں کے حقوق کو پورا نہیں کرتا جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، اس کے نتیجے میں وہ معاشرے میں ناانصافی اور فساد پھیلاتے ہیں، کیونکہ وہ اپنے اعمال کے نتائج سے نہیں ڈرتے۔ باب 8 الانفال، آیت 56

وہ جن سے تم نے معاہدہ کیا پھر وہ ہر بار عہد توڑ دیتے ہیں اور اللہ سے نہیں ڈرتے۔“

جیسا کہ مکہ کے غیر مسلم اور مدینہ میں رہنے والے اہل کتاب اللہ تعالیٰ پر صحیح طور پر ایمان نہیں رکھتے تھے، اس لیے وہ اپنے اعمال کے جوابدہ ہونے سے نہیں ڈرتے تھے۔ نتیجے کے طور پر، وہ اپنے وعدوں اور وعدوں کو جب بھی ان کی خواہشات کے مطابق توڑ دیتے تھے۔ مثال کے طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے پانچویں سال جنگ احزاب کے دوران مدینہ میں مقیم اہل کتاب میں سے ایک قبیلہ جسے بنو قریظہ کہا جاتا ہے، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صلح کا معاہدہ کیا تھا، اپنے قلعے میں واپس چلے گئے۔ غیر مسلم فوج کے ایک سپاہی نے بنو قریظہ کے ایک سردار کعب بن اسد کے پاس جا کر اس کو آمادہ کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنے صلح نامے کی خلاف ورزی کرے اور اس کے بدلے غیر مسلم فوجوں کے ساتھ مل کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر حملہ کر کے مدینہ منورہ کے اندر سے ہی ایک مرتبہ مدینہ میں داخل ہوا۔ شروع میں، کعب بن اسد اپنے عہد کی خلاف ورزی کرنے سے گریزاں تھے، اس بات پر زور دیتے ہوئے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکمل طور پر امانت دار اور دیانت دار تھے۔ تاہم، غیر مسلم نے کعب پر دباؤ ڈالنا جاری رکھا یہاں تک کہ وہ بالآخر اس بدنیتی پر قابو نہ پا گیا۔ اس کے بعد کعب بن اسد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنے صلح نامے کو منسوخ کر دیا اور اس دستاویز کو تباہ کر دیا جس میں اسے درج کیا گیا تھا۔ اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 3، صفحہ 139-140 میں بحث کی گئی ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ ہجرت کے آٹھویں سال، مکہ کے غیر مسلموں کے قائدین نے حدیبیہ میں قائم اپنے امن معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک قبیلے کی حمایت کی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک دوسرے قبیلے پر حملہ کیا۔ یہ جنگ بندی تقریباً 18 ماہ تک جاری رہی۔ اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 3، صفحہ 377 میں بحث کی گئی ہے۔

بے شک اللہ کے نزدیک جانداروں میں بدترین وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور وہ کبھی بھی ایمان " نہیں لائیں گے، وہ جن سے تم نے عہد کیا لیکن پھر وہ ہر بار عہد توڑ دیتے ہیں اور اللہ سے نہیں "ڈرتے۔

یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ معاشرے میں انصاف اور امن دو بنیادی عناصر کے بغیر پروان نہیں چڑھ سکتا، جو دونوں اللہ تعالیٰ سے جڑے ہوئے ہیں: اللہ تعالیٰ کا خوف، اللہ تعالیٰ کا خوف، جو اس پر ایمان لائے بغیر ممکن نہیں، اور ایک مضبوط قانونی نظام۔ صرف ایک مضبوط قانونی ڈھانچہ ناکافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف کے بغیر، لوگ قانون کی خلاف ورزی کرنے کا حوصلہ محسوس کر سکتے ہیں اگر وہ سمجھتے ہیں کہ وہ دنیاوی حکام سے بچ سکتے ہیں۔ مزید برآں، خدائی فیصلے کے خوف کی عدم موجودگی میں ایک مناسب طریقے سے کام کرنے والے قانونی نظام سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ مزید برآں، مجرمانہ سرگرمیوں کو روکنے کے لیے ایک موثر اور منصفانہ قانونی نظام بہت ضروری ہے، خاص طور پر ان لوگوں میں جو اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں رکھتے۔ نتیجتاً، عدل اور امن کو فروغ دینے کے لیے، معاشرے میں ایک قابل اعتماد اور غیر جانبدارانہ قانونی نظام اور اللہ تعالیٰ کا خوف ہونا چاہیے، دونوں کی جڑیں اس پر ایمان لانے کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں۔

جیسا کہ اسلام متوازن اور حقیقت پسندانہ ہے، اس لیے بعض احکام سطحی طور پر سخت معلوم ہوتے ہیں لیکن ان سے پورے معاشرے کو حاصل ہونے والے طویل المدتی اور وسیع فائدے ان سخت احکام کو ضروری بنا دیتے ہیں، جیسے کہ اسلامی حکومت کی طرف سے قانونی انتقام۔ باب 8 الانفال، آیت 57:

پس اگر تم جنگ میں ان پر غلبہ حاصل کر لو تو ان کے ذریعے ان کے پیچھے والوں کو منتشر کر " "دو کہ شاید وہ نصیحت حاصل کر لیں۔

دشمن کی فوج کو تباہ کرنا ان کے جرائم کی منصفانہ سزا ہے اور یہ مکہ کے غیر مسلموں کے پرتشدد رویے کے خلاف ایک مضبوط رکاوٹ کے طور پر کام کرتا۔ یہ رکاوٹ، طویل مدت میں، مزید لڑائیوں کو روک سکتی تھی جس سے دونوں طرف کی جانیں بچ جاتی تھیں۔ اس کے علاوہ، سنگین شکست کا سامنا کرنے سے مکہ کے غیر مسلموں کو اسلام کے خلاف اپنے موقف پر نظر ثانی کرنے کی ترغیب دی گئی ہو گی کیونکہ انہوں نے اس کی سچائی کو تسلیم کیا تھا۔ اگر مسلمانوں نے انتہائی رحمدل طبیعت اختیار کی تو مکہ کے غیر مسلم اسے کمزوری کی علامت یا شک کی نگاہ سے دیکھتے۔ اس سے انہیں مسلمانوں پر مزید حملہ کرنے کی ترغیب ملتی۔ اس کی وجہ سے طویل مدت میں مزید جانیں ضائع ہوتیں۔ لہذا، غیر مسلم فوج کو تباہ کرنے کا حکم اس نتیجے کو روک سکتا تھا اور ممکنہ طور پر دونوں طرف سے زیادہ جانیں بچ سکتی تھیں۔

جیسا کہ پہلے بحث کی جا چکی ہے کہ مدینہ میں رہنے والے اہل کتاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلح کے معاہدے کیے تھے، جیسا کہ مدینہ کے قریب کچھ دوسرے غیر مسلم قبائل نے کیے تھے۔ لیکن وہ اکثر اپنے امن معاہدوں کو توڑ دیتے جب بھی یہ ان کے لیے مناسب ہوتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ خیانت کو ناپسند کرتا ہے، اس لیے وہ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ دوسرے قبائل کے ساتھ اپنے امن معاہدے کو کھلے عام اور کھلم کھلا ختم کر دیں، اگر انہیں ان سے دھوکہ دہی کا شبہ ہو، بجائے اس کے کہ وہ خفیہ طور پر ان کے ساتھ اپنے امن معاہدے کو توڑ دیں۔ باب 8 الانفال، آیت 58:

"اگر آپ کو کسی قوم کی خیانت سے ڈرنا ہے، تو [آپ کو] برابر شرائط پر رکھتے ہوئے، [ان کا معاہدہ]"
 "واپس ان کی طرف پھینک دو۔"

عام طور پر، یہ تمام حالات میں دوسروں کے ساتھ سیدھے رہنے کی اہمیت کی نشاندہی کرتا ہے، چاہے وہ دنیاوی ہو یا مذہبی۔ کسی کو کبھی بھی دھوکہ دہی کے انداز میں برتاؤ یا بات نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ منافقت کا ایک پہلو ہے۔ باب 33 الاحزاب، آیت 70

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور اچھی بات کہو جو سیدھی بات ہو۔“

دھوکہ دہی کا برتاؤ صرف دوسروں کے ساتھ تعلقات کو تباہ کرتا ہے، جیسے ان کے رشتہ دار، جو لوگوں کو دوسروں کے حقوق کو پورا کرنے سے روکتا ہے۔ اس سے معاشرے میں ہمیشہ کرپشن اور ناانصافی پھیلتی ہے۔ باب 8 الانفال، آیت 58

”بے شک اللہ غداروں کو پسند نہیں کرتا۔“

سیدھے انداز میں بات کرنا اور عمل کرنا اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ سچائی سب پر واضح ہو اور ایک شخص کے احساسات، رائے اور ارادے سب پر واضح ہوں۔ یہ طرز عمل دوسروں کے ساتھ تعلقات کو بہتر بنانے کو یقینی بنائے گا۔ یہی بڑی وجہ ہے کہ شادی کے مشیر شادی شدہ جوڑوں کے درمیان کھلے اور واضح مکالمے کا مشورہ دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ کاروباری معاملات میں، جو اپنے گاہکوں کے ساتھ براہ راست آگے بڑھتا ہے وہ کاروبار میں کامیاب ہونے کا زیادہ امکان رکھتا ہے کیونکہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ کاروبار نہیں کرنا چاہتے جو دھوکہ دہی سے پیش آتے ہیں۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ سیدھے انداز میں بات کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی سچائی کے ساتھ دوسروں کی توہین کرے اور پھر یہ دعویٰ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر رہے ہیں۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ بعض کبیرہ گناہوں کی جڑیں سچائی میں ہوتی ہیں، جیسے غیبت اور بعض قسم کی چغل خوری، لیکن چونکہ وہ نقصان کا باعث ہیں اور کوئی فائدہ نہیں پہنچاتے، اس لیے ان سے بچنا چاہیے، اگرچہ ان کی جڑ حق میں ہی کیوں نہ ہو۔ صرف وہی سچ بولا جائے جو اسلامی تعلیمات کے مطابق ہو اور اس وجہ سے دوسروں کو فائدہ پہنچے۔

اللہ تعالیٰ لوگوں کو دھوکہ دینے والا رویہ اختیار کرنے سے خبردار کرتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنے وعدوں کو پورا کرنے میں ناکام رہتے ہیں، کیونکہ یہ اس شخص کی نشانی ہے جو اللہ تعالیٰ پر یقین نہیں رکھتا، یا ان کی جوابدہی نہیں کرتا۔ باب 8 الانفال، آیت 59

"اور کافر یہ خیال نہ کریں کہ وہ فرار ہو جائیں گے، بے شک وہ (اللہ کی طرف) عاجز نہیں ہوں گے۔"

لہذا، اللہ تعالیٰ نے امانتوں میں خیانت کرنا اور دھوکہ دہی سے کام لینا کفر سے جوڑا۔ اس لیے کہ جو اس طرزِ عمل پر اڑے رہے گا وہ لامحالہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہے گا اور ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا۔ اس بات کو تسلیم کرنا کہ ایمان ایک پودے کے مشابہ ہے جو فرمانبرداری کے عمل سے پروان چڑھتا ہے۔ اسی طرح جس طرح سورج کی روشنی جیسے ضروری عناصر کے بغیر ایک پودا مرجھا جاتا ہے، اسی طرح ایک شخص کا ایمان کمزور ہو سکتا ہے اور فرمانبردار اعمال کی حمایت کے بغیر مر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ جو شخص ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو ان کو دی گئی ہیں وہ غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لیں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام ہو جائیں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور پیچیدگیاں پیدا ہوں گی، چاہے وہ بعض دنیوی آسائشوں میں ہی کیوں نہ شریک ہوں۔ اور جیسا کہ ان کا یہ رویہ انہیں لوگوں کے حقوق کی ادائیگی سے روکے گا، معاشرے میں ناانصافی اور بدعنوانی پھیلے گی۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں ان کے عذاب میں اضافہ ہی ہوگا۔ باب 8 الانفال، آیت 59

"اور کافر یہ خیال نہ کریں کہ وہ فرار ہو جائیں گے، بے شک وہ (اللہ کی طرف) عاجز نہیں ہوں گے۔"

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، چونکہ اسلام ایک حقیقت پسند مذہب ہے، اس لیے یہ اسلام کے دشمنوں کے حملوں کو مدنظر رکھتا ہے۔ نتیجے کے طور پر، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے عطا کردہ وسائل کے ذریعے ان مختلف حملوں کے لیے تیاری کریں۔ یہ تیاری روک کے طور پر کام

کرے گی اور کسی بھی اور ہر قسم کے حملے کے خلاف دفاع کے طور پر کام کرے گی۔ باب 8
الانفال، آیت 60:

اور ان کے مقابلے میں جو کچھ تم طاقت رکھتے ہو اور جنگی سواریاں تیار کرو جس سے تم اللہ کے ”
دشمنوں اور اپنے دشمنوں اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کو خوف زدہ کر سکو جنہیں تم نہیں جانتے
لیکن اللہ جانتا ہے۔“

اسلام کے دشمنوں کے انتہائی طاقتور ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس دولت اور اثر و رسوخ
جیسے وسائل ہیں جنہیں وہ اسلام کے خلاف اپنے مقصد میں مدد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ مسلمانوں
کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیے تاکہ اسلام کے دشمنوں کو مسلمانوں پر حملہ کرنے سے روکا جا سکے
اور وہ ان کے حملوں سے اپنا دفاع کر سکیں۔ مسلمان جو وسائل اس مقصد میں وقف کرے گا وہ ایک
نیکو میں شمار ہوگا اور ان کی تمام کوششوں کا بدلہ دونوں جہانوں میں دیا جائے گا۔ باب 8 الانفال
آیت 60:

اور جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ تمہیں دیا جائے گا اور تم پر کوئی ”
ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

درحقیقت اس طرح کا برتاؤ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ایک اہم حصہ ہے، ان نعمتوں کا صحیح استعمال
کرتے ہوئے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے انہیں دماغ اور جسم کا ہم آہنگ
توازن حاصل کرنے میں مدد ملے گی، ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں اور افراد کو سیدھ میں لاتے
ہوئے، قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مؤثر طریقے سے تیار ہونے میں مدد ملے گی۔ نتیجتاً، یہ
نقطہ نظر دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔ اور یہ مسلم قوم کی حفاظت کو یقینی بنائے گا
جبکہ معاشرے میں انصاف اور امن کے پھیلاؤ کی حوصلہ افزائی کرے گا، کیونکہ یہ رویہ لوگوں کے
حقوق کی تکمیل کو یقینی بنائے گا۔

اور ان کے مقابلے میں جو کچھ تم طاقت رکھتے ہو اور جنگی سواریاں تیار کرو جس سے تم اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کو خوف زدہ کر سکو جنہیں تم نہیں جانتے لیکن اللہ جانتا ہے۔“

عام طور پر، ایک چیز جو اسلام کے دشمنوں کو ہر چیز سے زیادہ خوفزدہ کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ جب مسلمان اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں استقامت اختیار کرتے ہیں، ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، ہر وقت، خواہ ان کی موت ہی کیوں نہ ہو۔ تاریخ نے واضح کیا ہے کہ اسلام کے دشمنوں کو مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روکنے کے لیے طرح طرح کے پروپیگنڈے کا سہارا لینا پڑا کیونکہ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہیں گے انہیں شکست نہیں دی جا سکتی۔ درحقیقت مسلمانوں کے خلاف اس قسم کا حملہ مسلمانوں پر جسمانی حملہ کرنے سے زیادہ موثر تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کو شکست صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے جب وہ قرآن پاک اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق منقطع کر لیں۔ جب بھی وہ اس مقصد کو حاصل کریں گے تو وہ لوگ جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں حتیٰ کہ غیر مسلموں کا ساتھ دیں گے اور اسلام کے خلاف ان کے مشن میں ان کی مدد کریں گے۔ ایسے لوگوں کی بے شمار مثالیں ہیں جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جو اقتدار اور اثر و رسوخ کے عہدوں پر ہیں لیکن اپنی تمام تر کوششیں اسلام کی مخالفت کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔ لہذا مسلمانوں کو اس نتیجہ سے بچنے کے لیے مضبوط ایمان کو اپناتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا چاہیے۔ مضبوط عقیدہ پیدا کرنا بہت ضروری ہے، کیونکہ یہ ہر حال میں، خواہ آسودگی ہو یا مشکل کے وقت، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے انسان کے عزم کو یقینی بناتا ہے۔ قرآن پاک میں موجود واضح رہنمائی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے گہرا ایمان پروان چڑھتا ہے۔ یہ تعلیمات اس بات پر روشنی ڈالتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت دنیا اور آخرت میں سکون لاتی ہے۔ دوسری طرف جو شخص اسلامی تعلیمات سے ناواقف ہے اس کا ایمان کمزور ہوگا۔ یہ فرد اس وقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا انتخاب کر سکتا ہے جب اس کی ذاتی خواہشات اس کے احکام سے ٹکرائیں، یہ نہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ

کی اطاعت کو اپنی خواہشات سے بالاتر رکھنا دونوں جہانوں میں سکون کا باعث ہے۔ لہذا، اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل پیرا ہو کر ایمان کا یقین حاصل کرنا ضروری ہے، جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی غیر متزلزل اطاعت کو فروغ دیتا ہے۔ اس میں اسلامی اصولوں کے مطابق ملنے والی نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے۔ ایسا کرنے سے، وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کریں گے، اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مؤثر طریقے سے ترجیح دیتے ہوئے ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دیں گے۔ باب 8 الانفال، آیت 60

اور جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ تمہیں دیا جائے گا اور تم پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

چونکہ اسلام کے اہداف میں معاشرے کے اندر سے ظلم کا خاتمہ اور انصاف اور امن کو فروغ دینا شامل ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں اور اسلام کے دشمنوں کے درمیان اس وقت تک امن کو ترجیح دیتا ہے جب تک کہ مسلمانوں کو آزادی کے ساتھ اپنے عقیدے پر عمل کرنے اور اسلامی قانون کے قیام سے روکا نہیں جاتا۔ باب 8 الانفال، آیت 61

”اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو اس کی طرف بھی جھک جاؤ۔“

اس سے وہ احمقانہ عقیدہ ختم ہو جاتا ہے کہ اسلام تشدد کے ساتھ پھیلا۔ اگر یہ سچ ہوتا تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دیتا کہ وہ لڑائی جاری رکھیں اور امن کا سہارا نہ لیں، یہاں تک کہ اسلام دنیا پر غلبہ حاصل کر لے۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ اسلام کو روحانی قلب سے قبول کرنا ضروری ہے، اس لیے اسے کسی شخص پر زبردستی مسلط کرنا ناممکن ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 256

دین میں کوئی جبر نہیں ہوگا۔“

اگر صلح کا معاہدہ ہو جائے تو مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر بھروسہ کرنا چاہیے، اس کی فرمانبرداری پر ثابت قدم رہتے ہوئے، ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت حاصل کریں، خاص طور پر اگر ان کے دشمن ان کے ساتھ صلح کا معاہدہ توڑ دیں۔ باب 8 الانفال، آیات 61-62

اور اللہ پر بھروسہ رکھو، بے شک وہی سننے والا، جاننے والا ہے، لیکن اگر وہ تمہیں دھوکہ دینا چاہیں تو تمہارے لیے اللہ ہی کافی ہے، وہی ہے جس نے اپنی مدد اور مومنوں کے ساتھ تمہاری مدد کی۔“

اور ج 65 میں طلاق، آیت 2

“اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔“

لیکن یہ سمجھنا ضروری ہے کہ یہ خدائی تحفظ ضروری نہیں کہ انسانی خواہشات کے مطابق ہو۔ اس کے بجائے، اس کی رہنمائی اللہ تعالیٰ کے لامحدود علم اور حکمت سے ہوتی ہے۔ نتیجتاً، یہ الہی تحفظ افراد کے لیے موزوں ترین لمحات پر ظاہر ہوتا ہے اور ان طریقوں سے جو ان کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہوتے ہیں، چاہے یہ ان کے لیے ابھی واضح نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

مسلمانوں کی جسمانی، سیاسی اور مالی طاقت حاصل کرنے کی اہمیت پر بحث کرنے کے بعد، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے درمیان طاقت کے ایک اور پہلو پر بحث کی۔ باب 8 الانفال، آیات 62-63:

وہی ہے جس نے تمہاری مدد اپنی مدد سے اور مومنوں سے کی اور ان کے دلوں کو جوڑ دیا، اگر تم ”زمین میں جو کچھ ہے خرچ کر دیتے تو ان کے دلوں کو جوڑ نہیں سکتے تھے، لیکن اللہ نے ان کو ”جوڑ دیا۔

حقیقی اتحاد، جو آسانی اور مشکل کے وقت میں قائم رہتا ہے، اس کی جڑ اللہ کی اطاعت میں ہے، ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے سے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ تاریخ واضح طور پر بتاتی ہے کہ دنیوی وجوہ پر مبنی اتحاد، جیسے مال یا خون، کمزور ہوتا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ ٹوٹ جاتا ہے۔ جب بھی دنیوی نقصانات دنیاوی فائدے سے بڑھ جاتے ہیں تو لوگوں کے درمیان رشتے جلد ٹوٹ جاتے ہیں اور دوسرے لوگوں سے نئے رشتے بن جاتے ہیں۔ اس سچائی کی تعریف کرنے کے لیے صرف قوموں، مجرمانہ تنظیموں اور خاندانوں کی تاریخ کا مشاہدہ کرنے کی ضرورت ہے۔ جبکہ جو مسلمان اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں متحد تھے وہ دنیاوی حالات کے بدلتے ہوئے مضبوط رہیں گے۔ یہی وہ بنیادی وجہ ہے جس کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اپنی کم تعداد اور وسائل کی کمی کے باوجود دوسری طاقتور قوموں پر غالب آئے۔

عام طور پر، جیسے جیسے وقت آگے بڑھتا ہے، مسلمان رشتہ دار الگ ہو جاتے ہیں اور وہ مضبوط رشتے کھو دیتے ہیں جو وہ کبھی بانٹتے تھے۔ بہت سے عوامل اس رجحان میں حصہ ڈالتے ہیں، لیکن ایک اہم وجہ بنیاد ہے جس پر ان کے والدین اور بزرگوں نے ان کے روابط قائم کیے تھے۔ یہ بڑے پیمانے

پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ کمزور بنیاد والی عمارت وقت کے ساتھ نقصان کا شکار ہوتی ہے یا گر سکتی ہے۔ اسی طرح کی رگ میں، جب باہمی بانڈز کی بنیاد میں خامی ہوتی ہے، تو وہ روابط بالآخر کمزور ہو جائیں گے یا یہاں تک کہ بکھر جائیں گے۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپس میں ملایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ان کا رشتہ قائم کیا۔ اس کے برعکس، آج بہت سے مسلمان قبائلیت، بھائی چارے، یا معاشرے کو متاثر کرنے کے لیے افراد کو جمع کرتے ہیں۔ اگرچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت کا تعلق خون سے نہیں تھا، لیکن ان کے رشتوں کی مضبوطی صحیح بنیاد سے ماخوذ تھی یعنی اللہ تعالیٰ سے ان کی مشترکہ عقیدت نے ان کے رشتوں کو پروان چڑھنے دیا۔ اس کے برعکس، آج بہت سے مسلمان خون کے رشتے کے باوجود، خود کو وقت کے ساتھ ساتھ الگ ہوتے ہوئے پاتے ہیں کیونکہ ان کے روابط کی بنیاد جھوٹ پر مبنی ہے، جیسے کہ قبائلیت اور اسی طرح کے نظریات۔

مسلمانوں کو یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ اگر وہ اپنے رشتوں کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں اور رشتہ داریوں کو برقرار رکھنے اور دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کے اہم فریضے کو پورا کرنے کے لیے اجر حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ربط قائم کرنا چاہیے۔ اس اصول کا خلاصہ یہ ہے کہ افراد کو صرف ایک دوسرے کے ساتھ مشغول ہونا چاہیے اور ایسے طریقوں سے تعاون کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں۔ یہ ہدایت قرآن پاک میں واضح طور پر بیان کی گئی ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دوسروں سے تعلق قائم کرتے ہیں انہیں دونوں جہانوں میں اس کی نصرت حاصل ہوگی۔ باب 8 الانفال، آیت 63

“بے شک وہ غالب اور حکمت والا ہے۔“

لہذا کسی کو خواہش مندانہ سوچ سے بچنا چاہیے جس کے تحت وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں اور پھر بھی دونوں جہانوں میں اس کی نصرت اور رحمت کی امید رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل کرنے کے لیے، انہیں ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، خلوص کے ساتھ اس کی اطاعت کرنی چاہیے۔ جیسا کہ اگلی آیت میں اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کا زبانی طور پر اعلان کرنا، بغیر عمل کے ان کی حمایت کے کافی نہیں ہے اور جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی تائید نہیں کرے گا۔ باب 8 الانفال، آیت 64

”اے نبیؐ، آپ کے لیے اللہ کافی ہے اور مومنوں میں سے جو آپ کی پیروی کرے گا۔“

درحقیقت جو شخص اللہ تعالیٰ کی عملاً اطاعت میں کوتاہی کرتا ہے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عملاً پیروی سے حاصل ہوتا ہے، اس کا ایمان ضائع ہونے کا شدید خطرہ ہے۔ یہ سمجھنا کہ ایمان پودے سے مشابہت رکھتا ہے۔ اسے پھلنے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے اطاعت کے اعمال سے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ایک پودا سورج کی روشنی جیسے اہم عناصر کے بغیر فنا ہو جاتا ہے، اسی طرح ایک شخص کا ایمان بھی فرمانبرداری کے عمل کے بغیر فنا ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سچے دل سے اس کی اطاعت کرنے والوں کے لیے اپنی حمایت کی ایک خاص مثال دی۔ باب 8 الانفال، آیت 65

”اے نبیؐ، اہل ایمان کو جہاد کی ترغیب دو، اگر تم میں سے بیس ثابت قدم ہوں گے تو دو سو پر غالب“
 ”آئیں گے، اور اگر تم میں سے ایک سو ثابت قدم ہوں گے تو وہ ایک ہزار کافروں پر غالب آئیں گے۔“

اللہ تعالیٰ پر سچے ایمان کی علامت یہ ہے کہ ہر حال میں اس کی فرمانبرداری میں اٹل عام طور پر رہنے کی صلاحیت ہے خواہ وہ راحت یا مشکل کے لمحات میں ہوں۔ درحقیقت، مشکل وقت ان لوگوں کے درمیان فرق کرنے کے لیے ضروری ہے جو وفاداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور جو نہیں کرتے، کیونکہ آسانی کے دور میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا مشکل کے وقت کی نسبت کم مشکل ہوتا ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیات 2-3

کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں یہ کہنے پر چھوڑ دیا جائے گا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور "ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی، لیکن ہم نے ان سے پہلے والوں کو ضرور آزمایا ہے، اور اللہ "ضرور ان لوگوں کو ظاہر کرے گا جو سچے ہیں اور وہ ضرور جھوٹوں کو ضرور ظاہر کر دے گا۔

نتیجتاً انسان کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں ہر وقت ثابت قدم رہنا چاہیے، یہ سمجھ کر کہ وہ آخر کار انہیں مدد اور راحت عطا کرے گا۔ باب 65 میں طلاق، آیت 2

”اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔“

تاہم، یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ یہ الہی مدد انسانی خواہشات کے مطابق نہیں ہے۔ اس کے بجائے یہ اللہ تعالیٰ کے لامحدود علم اور حکمت کے مطابق عطا کیا گیا ہے۔ نتیجتاً، یہ الہی مدد لوگوں کے لیے انتہائی مناسب وقت پر ظاہر ہوتی ہے اور اس طریقے سے جو ان کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہوتی ہے، چاہے یہ ان پر ظاہر نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

لہذا، ہر وقت اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو برقرار رکھنا چاہیے، ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو اس نے انہیں عطا کی ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کے ساتھ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو صحیح طریقے سے پوزیشن میں رکھ کر ذہنی سکون حاصل کریں گے، چاہے یہ ان پر ظاہر ہو یا نہ ہو۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی ”بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔“

جب تک مسلمان ہر وقت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہیں گے، اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، انہیں دنیا کے اندر ذہنی سکون، سلامتی تحفظ اور برتری حاصل رہے گی، جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ چیزیں عطا ہوئی تھیں۔ باب 3 علی عمران، آیت 139

پس تم کمزور نہ ہو اور غم نہ کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔“

اور باب 24 النور، آیت 55

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین پر ضرور جانشینی عطا کرے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے والوں کو دیا تھا اور یہ کہ وہ ان کے لیے ان کے دین کو ضرور قائم کرے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور یہ کہ وہ ان کی جگہ ضرور لائے گا، ان کے خوف اور سلامتی کے بعد جو مجھ سے بیزار کر رہے ہیں، وہ میری عبادت نہیں کرتے۔ کہ پھر وہی لوگ نافرمان ہیں۔

:اور باب 8 الانفال، آیت 65

اور اگر تم میں سے ایک سو ثابت قدم ہوں گے تو وہ ایک ہزار کافروں پر غالب آجائیں گے کیونکہ ”وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے۔“

یہ نتیجہ ناگزیر ہے کیونکہ اسلام کے دشمن لوگوں سے نہیں بلکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے لڑ رہے ہیں جو اپنے فرمانبردار بندوں کی حمایت کرتا ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 56

اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کا حلیف ہے، بیشک اللہ کی جماعت ہے، وہی ”غالب ہوں گے۔“

:باب 8 الانفال، آیت 65

اور اگر تم میں سے ایک سو ثابت قدم ہوں گے تو وہ ایک ہزار کافروں پر غالب آجائیں گے کیونکہ ”
”وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے۔“

ابتدائی طور پر، مسلمانوں سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ اپنے سائز سے دس گنا بڑی فوج کے خلاف
جنگ کے دوران ثابت قدم رہیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس امید کو ہلکا کر دیا اور مسلمان سپاہیوں
کے لیے آسانیاں پیدا کر دیں۔ باب 8 الانفال، آیت 66

اب اللہ نے تم پر [مشکلات] ہلکی کر دی ہیں اور وہ جانتا ہے کہ تم میں کمزوری ہے، پس اگر تم میں
سے ایک سو ثابت قدم ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں گے
”تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب آئیں گے۔“

کامیابی کا کلیدی جزو جیسا کہ بہت سی آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم
رہنا، ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ ہمیشہ یاد
رکھنا ضروری ہے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کائنات کے معاملات کو کنٹرول کرتا ہے، وہی فیصلہ کرتا ہے
کہ کون کامیابی حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 8 الانفال، آیت 66

”اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اٹل رہنے کے لیے ایک مضبوط ایمان پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے عزم کو برقرار رکھنے کے لیے مضبوط ایمان ضروری ہے، ہر حال میں، خواہ وہ خوشحالی کے وقت ہوں یا مصیبت۔ اس پختہ ایمان کی پرورش قرآن کریم اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں موجود واضح نشانیوں اور تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے ہوتی ہے۔ یہ تعلیمات واضح کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت سے دنیا اور آخرت میں سکون ملتا ہے۔ اس کے برعکس، جو لوگ اسلامی اصولوں سے ناواقف ہیں وہ اکثر کمزور ایمان کے مالک ہوتے ہیں، جو انہیں اطاعت سے ہٹنے کے لیے زیادہ حساس بنا دیتے ہیں، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات الہی ہدایت سے متصادم ہوں۔ بصیرت کا یہ فقدان اس حقیقت کو دھندلا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کے حق میں اپنی خواہشات کو ترک کرنا دونوں جہانوں میں حقیقی امن کے حصول کے لیے بہت ضروری ہے۔ لہذا، افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کو حاصل کرتے ہوئے اور اسے عملی طور پر استعمال کرتے ہوئے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی غیر متزلزل اطاعت کو یقینی بنائیں۔ اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق ان پر دی گئی نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا، بالآخر ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دینا اور ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو درست ترجیح دینا شامل ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے کا ایک پہلو اس کے احکام کی تعمیل ہے جو سطحی طور پر سخت اور سخت نظر آتے ہیں، حالانکہ ان کے وسیع اور طویل المدتی فوائد ہیں، جن کی قدر کرنا شاید ان لوگوں کے لیے مشکل ہو جو علم و فہم سے محروم ہیں۔ باب 8: الانفال، آیت 67:

”کسی نبی کے لیے اس وقت تک قیدی ہونا ممکن نہیں جب تک کہ وہ زمین میں قتل و غارت نہ کرے۔“

جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح کے بعد، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جنگی قیدیوں کے انجام کے بارے میں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تجویز پیش کی کہ ان کو ان کے متعدد جرائم اور جنگی کارروائیوں کی وجہ سے قتل کر دیا جائے۔ تاہم، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تجویز کو نامناسب پایا۔ اس کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سفارش کی کہ انہیں پھانسی سے معافی دی جائے اور اس کے بجائے

انہیں اپنی آزادی خریدنے کی اجازت دی جائے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نصیحت کو سراہا اور اس پر عمل درآمد کیا۔ اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 2، صفحہ 305 میں بحث کی گئی ہے۔

جیسا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسلامی علم کو حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کی، انہیں اسلام کی گہرا فہم عطا کی گئی، ایک ایسی فہم کی سطح جس کے متوازی چند منتخب افراد ہی تھے۔ اس نے ایسا قد حاصل کیا کہ اس کے خیالات اور اعلانات کو بار بار وحی الہی کے ذریعے توثیق کیا گیا۔ اسی لیے علی بن ابی طالب نے کہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ تھا کہ کوئی فرشتہ ہے جو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی آواز سے بیان کرتا ہے۔ یہ معاملہ امام اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ، ہلیۃ الاولیاء، نمبر 64 میں بیان ہوا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا انکار کرتے ہوئے، جنگی قیدیوں کو پھانسی دینے کی تجویز اور بجائے اس کے کہ انہیں اپنی آزادی حاصل کرنے کی اجازت دی جائے، اس کے بعد کے دن، عمر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ ان کے رویے کے بارے میں دریافت کرنے پر، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر وہ عذاب نازل کیا ہے جو انہیں قیدیوں کو پھانسی دینے کے بجائے فدیہ قبول کرنے پر آتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال آیت نمبر 67-69 نازل فرمائی۔

کسی نبی کے لیے اس وقت تک قیدی ہونا ممکن نہیں جب تک کہ وہ زمین میں [اللہ کے دشمنوں پر] "قتل و غارت نہ کر دے، تم [یعنی بعض مسلمان] دنیا کے سامان کے خواہاں ہو، لیکن اللہ آخرت کو چاہتا ہے، اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ تم نے جو مال غنیمت لیا ہے اسے حلال سمجھ کر کھا لو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی جلد 2 صفحہ 305 اور صحیح مسلم نمبر 4588 میں موجود حدیث میں بحث ہوئی ہے۔

قیدیوں کو پھانسی دینا ان کے جرائم کی منصفانہ سزا تھی اور یہ مکہ کے غیر مسلموں کے پرتشدد رویے کے خلاف ایک مضبوط رکاوٹ کے طور پر کام کرتا۔ اگر مسلمانوں نے حد سے زیادہ رحم دلی کا رویہ اختیار کیا ہوتا تو مکہ کے غیر مسلم اسے کمزوری یا یقین کی کمی سمجھتے۔ اس طرح کا تصور انہیں مسلمانوں کے خلاف مزید حملے کرنے پر اکسا سکتا تھا۔ نتیجتاً، اس کے نتیجے میں وقت کے ساتھ ساتھ زیادہ جانی نقصان ہوتا۔ اس طرح، جنگی قیدیوں کو پھانسی دینے کی سفارش اس منظر نامے کو ٹال سکتی تھی اور ممکنہ طور پر طویل مدت میں دونوں طرف سے زیادہ جانیں محفوظ کر سکتی تھی۔

:باب 8 الانفال، آیت 67

کسی نبی کے لیے یہ نہیں ہے کہ وہ اسیر ہوں جب تک کہ وہ زمین میں قتل و غارت نہ کر دے، کچھ” مسلمان دنیا کی چیزیں چاہتے ہیں لیکن اللہ آخرت چاہتا ہے۔“

کچھ مسلمانوں نے جنگی قیدیوں کو اپنی آزادی خریدنے کی اجازت دینے کو ترجیح دی کیونکہ وہ دولت حاصل کرنے اور اسلام کے خلاف مکہ کے غیر مسلموں کے موقف کو نرم کرنے کی خواہش رکھتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو اس ظلم کے خلاف نرم رویہ اختیار کرنے سے خبردار کیا جو مکہ کے غیر مسلموں نے مسلمانوں کو مسخر کیا تھا، خواہ اس کا مطلب یہ ہو کہ وہ دولت جیسی دنیاوی چیزوں کو حاصل کرنے کے کچھ مواقع سے محروم ہو جائیں گے۔

عام طور پر دیکھا جائے تو یہ واقعہ دور اندیشی کی کمی کو تسلیم کرنے اور اس کے بجائے اللہ تعالیٰ کی ہدایت، احکامات اور ممنوعات پر بھروسہ کرنے اور ان پر عمل کرنے کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ اکثر، افراد اپنے فیصلوں کے منفی نتائج کو نظر انداز کر سکتے ہیں، اور ایسے نتائج کو روکنے کے لیے، انہیں دونوں جہانوں میں سکون حاصل کرنے کے لیے اسلامی مشورے پر بھروسہ کرنا چاہیے اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ جس طرح ایک عقلمند مریض اپنے معالج کی طبی سفارشات پر عمل کرتا ہے، باوجود اس کے کہ یہ اکثر اس کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہوتی ہیں، اسی طرح ایک فرد کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر بھروسہ اور اس پر عمل کرنا چاہیے تاکہ ذہنی سکون اور جسمانی تندرستی حاصل ہو۔ ان مختلف مثالوں کو یاد کرنا ضروری ہے جب کوئی شخص کسی چیز کو فائدہ مند سمجھتا تھا، صرف اس کے نتیجے میں تناؤ پیدا ہوتا تھا، اور اس کے برعکس، جب وہ کسی چیز کو نقصان دہ سمجھتا تھا، جو بالآخر نیکی کا ذریعہ بنتی تھی۔ یہ غور و فکر انہیں اللہ تعالیٰ کی نصیحتوں احکامات اور ممانعتوں پر بھروسہ کرنے کی ترغیب دے گا، چاہے وہ ان کے پیچھے موجود حکمتوں کو پوری طرح نہ سمجھیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

:اور باب 8 الانفال، آیت 67

”اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔“

:باب 8 الانفال، آیت 67

کچھ مسلمان دنیا کا سامان چاہتے ہیں لیکن اللہ آخرت چاہتا ہے۔“

اس کے علاوہ، جیسا کہ آیت 69 میں تنبیہ کی گئی ہے، یہ مسلمانوں کو یہ بھی یاد دلاتا ہے کہ وہ اپنی دنیاوی خواہشات سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے ہٹنے سے گریز کریں، چاہے وہ جائز ہی کیوں نہ ہوں۔
باب 8 الانفال، آیت 69

”پس تم نے جو مال غنیمت لیا ہے اسے حلال اور پاک سمجھ کر کھا لو اور اللہ سے ڈرو۔“

درحقیقت جو شخص اپنی دنیاوی خواہشات کے پیچھے لگا رہتا ہے، خواہ وہ حلال ہی کیوں نہ ہوں، وہ آخر کار ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو اسے فضول یا گناہ والی چیزوں پر دی گئی ہیں۔ نتیجتاً وہ اپنے آپ کو ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت میں پائیں گے، جس کی وجہ سے ان کی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز گم ہو جائے گی، اور وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے ناکافی طور پر تیاری کریں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، خواہ وہ کچھ دنیاوی آسائشوں کا تجربہ کریں۔

درحقیقت، تقویٰ کا ایک پہلو یہ ہے کہ بعض جائز اعمال کو اس خدشے کی وجہ سے روکنا ہے کہ وہ حرام کی طرف لے جا سکتے ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 187

”یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں، ان کے قریب نہ جاؤ۔“

اللہ تعالیٰ نے صرف یہ نہیں فرمایا کہ اس کی حدود سے تجاوز نہ کیا جائے۔ بلکہ اس نے اس بات پر زور دیا کہ افراد کو ان حدود کے قریب بھی نہیں آنا چاہیے، حالانکہ اس کی حدود تک پہنچنا جائز ہے۔ یہ ہدایت پورے قرآن پاک میں دہرائی گئی ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت کے درخت کا پھل کھانے سے پرہیز کرنے کا حکم دیا لیکن ساتھ ہی ان کو درخت کے قریب، جانے سے بالکل اجتناب کرنے کی تلقین فرمائی حالانکہ اس کے قریب جانا جائز تھا۔ باب 7 الاعراف، آیت 19:

اور اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ لیکن اس درخت کے قریب”
”نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

متعدد مثالیں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ محض اس لیے کہ کسی چیز کی اجازت ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو اس میں مشغول ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود تک پہنچنا ممنوع نہیں ہے۔ صرف ان حدود سے تجاوز کرنا ہے۔ کچھ جائز اعمال ہیں، جیسے فضول معاملات میں مشغول ہونا، جن سے پرہیز کیا جانا چاہیے کیونکہ وہ اکثر غیر قانونی رویے کا باعث بنتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگرچہ فضول گفتگو کو گناہ کے طور پر درجہ بندی نہیں کیا گیا ہے، لیکن اس کے نتیجے میں اکثر گپ اور جھوٹ جیسے گناہ کے کام ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح مال کا فضول خرچی فضول خرچی کا باعث بنتا ہے جو کہ درحقیقت گناہ ہے۔ باب 17 الاسراء، آیت 27:

بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا کبھی ناشکرا رہا”
”ہے۔

راہِ راست سے بھٹکنے والے افراد کی غالب اکثریت نے بتدریج عمل کے ذریعے ایسا کیا۔ مثال کے طور پر، وہ شروع میں غیر قانونی معاملات میں براہِ راست شرکت کیے بغیر مشغول ہو گئے، اور وقت

گزرنے کے ساتھ، انہوں نے خود کو حوصلہ افزائی اور اس میں ملوث ہونے کے لیے لالچ میں پایا۔ مثال کے طور پر، ایک شخص جو شراب پینے والوں کے ساتھ وقت گزارتا ہے۔ وہ آخر کار شراب پینے میں حصہ لینے کا امکان کسی ایسے شخص کے مقابلے میں جو شراب پینے والوں کے ساتھ وابستہ نہیں ہے۔ بعض حلال کاموں خصوصاً فضول کاموں سے پرہیز کرنے کی یہ ذہنیت وہ چیز ہے جس کی سفارش حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2451 میں درج ایک حدیث میں فرمائی ہے۔ درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص حقیقی تقویٰ حاصل نہیں کر سکتا، یعنی وہ ان نعمتوں کو مستقل طور پر استعمال نہیں کر سکتا جب تک کہ اسے اسلامی اصولوں کے تحت دی گئی نعمتوں سے استفادہ نہ کیا جائے۔ تاکہ یہ انہیں غیر قانونی کاموں کی طرف لے جائیں۔ لہذا، یہ ضروری ہے کہ نہ صرف غیر قانونی کاموں سے پرہیز کیا جائے بلکہ بعض حلال کاموں سے بچنا بھی ضروری ہے، خاص طور پر جو بیکار ہیں، اس خوف سے کہ وہ آخر کار غیر قانونی کاموں کی طرف لے جائیں۔ یہ چوکسی اس بات کو یقینی بنانے میں مدد کرے گی کہ وہ اللہ عزوجل کی اپنی مخلصانہ اطاعت میں ثابت قدم رہیں، جس میں ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا ہے جو قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ عمل راستبازی کا مرکز ہے اور ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھ کر اس زندگی اور آخرت دونوں میں سکون لاتا ہے۔ باب 8 الانفال، آیت 69

”پس تم نے جو مال غنیمت لیا ہے اسے حلال اور پاک سمجھ کر کھا لو اور اللہ سے ڈرو۔“

اور باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے احترام کی اہمیت کو نہیں سمجھتے، وہ جائز کاموں خصوصاً فضول کاموں میں حد سے زیادہ ملوث ہوتے ہیں۔ یہ زیادتی حرام کاموں میں ملوث ہونے کے امکانات کو بڑھا دیتی ہے اور ان کو حاصل کردہ نعمتوں کے غلط استعمال کا باعث بنتی ہے۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو ایک غیر مستحکم ذہنی اور جسمانی حالت میں پائیں گے، اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیتے ہوئے، اور وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کا سامنا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں شعبوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، چاہے وہ کچھ مادی: آسائشوں کا تجربہ کریں۔ باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جس کے بدلے میں وہ کماتے تھے۔"

:اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (اللہ تعالیٰ) (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے انہیں بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

چونکہ کسی کی موت تک توبہ کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں، اگر اس نے غلط رویہ اختیار کر لیا ہے تو اسے توبہ کرنی چاہیے اور اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کے صحیح استعمال پر اپنی توجہ مرکوز کرنی چاہیے۔ یہ اس بات کی ضمانت دے گا کہ وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مناسب طریقے سے پوزیشن میں رکھیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے کافی حد تک تیار ہوں گے۔ چنانچہ اس طرز عمل سے دونوں جہانوں میں سکون پیدا ہوگا۔ باب 8 الانفال، آیت 69

”بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔“

سچی توبہ کے لیے جرم کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا اور ان لوگوں سے جن کو نقصان پہنچا ہے، بشرطیکہ اس سے اضافی مسائل پیدا نہ ہوں۔ ایک شخص کو ایک ہی یا اس کے برابر گناہ کو دہرانے سے باز رہنے اور اللہ تعالیٰ اور دوسروں کے بارے میں جو حقوق پامال ہوئے ہیں ان کی اصلاح کرنے کا عزم کرنا چاہیے۔ مزید برآں، انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق استعمال کرتے ہوئے فرض شناسی سے اس کی اطاعت کرتے رہیں۔

درحقیقت اللہ تعالیٰ نے بدر کے جنگی قیدیوں کو بھی سچے دل سے توبہ کرنے اور اسلام کی حقانیت کو قبول کرنے کی دعوت دی جسے انہوں نے واضح طور پر تسلیم کر لیا تھا۔ غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ جنگی قیدیوں کے ساتھ مدینہ واپس روانہ ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس بن عبدالمطلب جو جنگی قیدی تھے، ان کی آزادی خریدنے پر مجبور ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے پھر باب 8 الانفال آیت 70-71 نازل فرمایا:

اے نبیؐ، جو قیدی تمہارے ہاتھ میں ہے اس سے کہہ دو کہ اگر اللہ تمہارے دلوں میں [کوئی] بھلائی جانتا ہے تو وہ تمہیں اس سے بہتر دے گا جو تم سے لیا گیا ہے، اور وہ تمہیں بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے "لیکن اگر وہ تم سے خیانت کرنا چاہتے ہیں تو وہ پہلے بھی اللہ سے خیانت کر چکے ہیں اور اس نے ان پر غلبہ دیا ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔"

بعد ازاں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور جنگ بدر کے دوران بیس بندوں یا چالیس بندوں کے ساتھ جو نقصان ہوا اس کی تلافی کی گئی اور وہ ہمیشہ امید رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی بخش دے گا۔ اس پر امام محمد السلابی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی، جلد 1، صفحہ 1021-1022 میں بحث کی گئی ہے۔

عام طور پر، جب تک کوئی شخص اپنی نافرمانیوں سے سچے دل سے توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ثابت قدم رہتا ہے، اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، اسے جو بھی دنیوی نقصان پہنچے گا اس کا ازالہ دونوں جہانوں میں بہتر سے ہوگا۔ باب 8 الانفال، آیت 70

اے نبیؐ، قیدیوں میں سے جو تمہارے ہاتھ میں ہے اس سے کہہ دو کہ اگر اللہ تمہارے دلوں میں [کوئی] ”بھلائی جانتا ہے تو وہ تمہیں اس سے بہتر دے گا جو تم سے لیا گیا ہے، اور وہ تمہیں بخش دے گا۔ اور ”اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے کو کم از کم معاوضہ دونوں جہانوں میں ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طور پر رکھ کر اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے سے ملے گا۔

لیکن اگر کسی کی توبہ مخلصانہ ہو اور اس کے نتیجے میں وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہے تو وہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور پریشانیوں سے مغلوب ہو جائیں گے۔ باب 8 الانفال، آیت 71

لیکن اگر وہ تم سے خیانت کرنا چاہتے ہیں تو وہ پہلے بھی اللہ کے ساتھ خیانت کر چکے ہیں، اور ”اس نے تم کو ان پر طاقت بخشی ہے۔

ان کا طرز عمل ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا سبب بنے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، ان کی زندگی کا ہر پہلو، بشمول خاندان، دوست، کیریئر، اور مالی حیثیت، ان کے لیے پریشانی کا باعث بن جائے گی۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں گے تو وہ اپنے دباؤ کا الزام اپنے رشتہ داروں کی طرح اپنی زندگی کے غلط لوگوں اور حالات پر ڈالیں گے۔ ان مثبت اثرات کو ختم کرنے سے، وہ صرف اپنی ذہنی صحت کے چیلنجوں کو مزید خراب کریں گے، جو اکثر ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بنتے ہیں۔ یہ نتیجہ اس وقت واضح ہوتا ہے جب کوئی ایسے افراد کو دیکھتا ہے جو انہیں دی گئی نعمتوں کا مسلسل غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور، خواہ وہ دنیاوی لذتوں میں ہی کیوں نہ ہوں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، وہ ہر ایک کو اس کی نیت، قول اور فعل کے مطابق دونوں جہانوں میں بدلہ دے گا۔ باب 8 الانفال، آیت 71

”اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔“

باب 7 الانفال، آیت 71

”...لیکن اگر وہ تم سے خیانت کرنا چاہتے ہیں تو وہ اللہ سے پہلے ہی خیانت کر چکے ہیں“

خاص طور پر، مکہ کے غیر مسلموں کے حوالے سے، انہوں نے ابتداء میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ غداری کی، جب انہوں نے اسلام کی حقانیت کو تسلیم کرنے کے بعد رد کر دیا۔ مکہ میں رہنے والے غیر مسلم، عربی زبان میں مہارت رکھتے تھے، سمجھتے تھے کہ قرآن پاک کسی انسان نے نہیں لکھا۔ مزید برآں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چالیس سال گزارنے کے بعد، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی نبوت کا اعلان کرنے سے پہلے، انہوں نے پہچان لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 16

"کیونکہ میں اس سے پہلے زندگی بھر تمہارے درمیان رہا تھا، پھر کیا تم عقل نہیں کرو گے؟..."

اور باب 7 الاعراف، آیت 184

پھر کیا وہ غور نہیں کرتے ان کے ساتھی (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) میں کوئی جنون نہیں ہے۔

اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے کے آسمانی صحیفوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھا تھا - اس حقیقت کو اہل کتاب اور مکہ کے غیر مسلموں دونوں نے تسلیم کیا ہے - وہ ان مقدس نصوص کی ترمیم شدہ یا اصل تعلیمات کو نہیں جانتے ہوں گے، جو کہ قرآن پاک کے الہی ماخذ کی مزید تائید کرتی ہیں۔ باب 29 العنکبوت، آیت 48

اور تم نے اس سے پہلے کوئی صحیفہ نہیں پڑھا اور نہ ہی کسی کو اپنے داہنے ہاتھ سے لکھا، پھر" (یعنی دوسری صورت میں (جھٹلانے والے شک میں پڑ جاتے۔

مکہ میں غیر مسلموں نے اسلام کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا لیکن اس سے انکار کر دیا کیونکہ اس سے ان کے دنیاوی مقاصد کو خطرہ لاحق تھا اور اسلام کے عروج کے ساتھ انہیں اپنی سماجی حیثیت

اور طاقت کھونے کا اندیشہ تھا۔ نتیجے کے طور پر، انہوں نے اسلام کو قبول کرنے سے دوسروں کی حوصلہ شکنی کرنے کی کوشش میں اسلام کو مسترد کرنے کے لیے کمزور وجوہات پیدا کیں۔

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے اس عہد سے خیانت کرنے سے گریز کرنا چاہیے جو انہوں نے اسلام کو اپنی زندگی کے طور پر قبول کرتے وقت لیا تھا۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اس عہد کو پورا کرنے میں ناکام رہتا ہے، تو وہ نہ صرف ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لے گا اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو گمراہ کر دے گا، بلکہ اس دنیا سے جانے سے پہلے ان کا ایمان ختم ہونے کا شدید خطرہ ہے۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کی مانند ہے جسے بڑھنے اور زندہ رہنے کے لیے اطاعت کے اعمال سے پرورش کی ضرورت ہے۔ جس طرح ایک پودا جس میں سورج کی روشنی جیسی ضروری غذا کی کمی ہوتی ہے وہ مر جائے گا، اسی طرح ایک شخص کا ایمان بھی مر سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے کاموں سے مدد نہ ملے۔

اس کے بجائے، مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے اپنے عہد کو پورا کرنا چاہیے، ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو اس نے انہیں عطا کی ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا تھا۔ باب 8 الانفال، آیت 72

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کیا اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔“

اس سے مراد وہ اصحاب مکہ ہیں جنہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور مدینہ کے وہ صحابہ جنہوں نے ان کی حمایت اور مدد کی، اللہ ان سب سے راضی ہو۔

اس آیت میں بیان کردہ کوشش سے مراد مقصد کے حصول کی ہر ممکن کوشش کرنا ہے۔ اسے جنگ کے ساتھ الجھایا نہیں جانا چاہئے، جسے عربی اصطلاح قتال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کوشش ایک وسیع دائرہ پر محیط ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کی جانے والی تمام کوششیں شامل ہیں۔ ایک شخص جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جدوجہد کرتا ہے، اپنے مشن کے لیے حقیقی طور پر مصروف عمل ہوتا ہے، اپنی عقل کو بروئے کار لاتے ہوئے اس مقصد تک پہنچنے کے مؤثر ترین طریقوں پر غور کرتا ہے۔ وہ تقریر اور تحریر دونوں کے ذریعے اسلام کی وکالت کرتے ہیں۔ وہ اپنی جسمانی طاقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔ وہ اسلام کو آگے بڑھانے کے لیے تمام دستیاب وسائل مختص کرتے ہیں، اسلامی تعلیمات میں بیان کیے گئے وسائل کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، کسی بھی مخالف قوت کو چیلنج کرنے کے لیے اپنا تمام تر اثر و رسوخ استعمال کرتے ہیں، اور جب ضرورت پڑے تو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی جانیں خطرے میں ڈالنے کو تیار ہیں۔ یہ ساری سعی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد ہے۔ وہ اس جدوجہد میں صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے، اس کے ایمان کی بالادستی کو برقرار رکھنے اور اس کے پیغام کو غالب کرنے کے لیے مصروف عمل ہیں۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا، اتحاد اور طاقت کی کنجی، جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ہر چیز پر ترجیح دینا ہے۔ جب لوگ زندگی میں ایک متحد مقصد رکھتے ہیں، تو وہ قدرتی طور پر متحد ہوں گے اور ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ اگر اس دور میں مسلمان آپس میں منتشر ہیں تو یہ ان کی زندگی کے مقاصد ایک دوسرے سے مختلف ہونے کا نتیجہ ہے۔ نتیجتاً وہ اچھی باتوں میں ایک دوسرے کا ساتھ نہیں دیتے اور نہ ہی ایک دوسرے کے حقوق پورے کرتے ہیں۔ یہ ناگزیر طور پر معاشرے میں ناانصافی اور بدعنوانی کے پھیلاؤ کو چھوڑ دیتا ہے۔ جبکہ وہ لوگ جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے کوشاں رہتے ہیں، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی کے ساتھ صحیح طریقے سے ڈھال کر ذہنی سکون حاصل کریں گے۔ اس کے علاوہ ان کا طرز عمل اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ لوگوں کے حقوق کو پورا کریں۔ اس کے نتیجے میں وہ اتحاد کی ترغیب دیں گے اور معاشرے میں عدل اور امن کو پھیلانے کا سبب بنیں گے، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا تھا۔

جیسا کہ فتح مکہ سے پہلے صحابہ کرام پر مدینہ کی طرف ہجرت فرض تھی، جیسا کہ یہ ان کے اللہ، تعالیٰ پر ایمان کی واضح علامت تھی، جو لوگ بغیر کسی معقول وجہ کے ہجرت کرنے میں ناکام رہے اللہ تعالیٰ نے ان پر تنقید کی، کیونکہ وہ اپنے ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت میں ناکام رہے۔ باب 8 الانفال، آیت 72:

لیکن جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت نہیں کی، تمہارے لیے ان کی کوئی سرپرستی نہیں جب تک کہ ”وہ ہجرت نہ کر لیں۔“

لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ ان لوگوں کی مدد کریں جنہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت نہیں کی، ایمان کے معاملات میں، مثلاً مدینہ کی طرف ہجرت میں ان کی مدد کرنا، الا یہ کہ اس حمایت سے ان کے کسی معاہدے کی خلاف ورزی ہو۔ باب 8 الانفال، آیت 72:

اور اگر وہ تم سے دین کے لیے مدد چاہیں تو تم ضرور مدد کرو، سوائے اس قوم کے خلاف جن کے ”درمیان آپس میں معاہدہ ہو۔“

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ایک مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق اچھی چیزوں میں دوسروں کی مدد کرے، جیسے مالی، جسمانی اور جذباتی مدد۔ باب 5 المائدہ، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

کسی کو یہ دیکھنے سے گریز کرنا چاہیے کہ ان کی مدد کرنے کا فیصلہ کرنے سے پہلے یہ دیکھنے سے گریز کرنا چاہیے کہ کون کسی سرگرمی میں مصروف ہے۔ اس کے بجائے، انہیں فیصلہ کرنے سے پہلے اس شخص کے اعمال کی نوعیت پر توجہ دینی چاہیے۔ اگر فرد مثبت کوششوں میں مصروف ہے تو اسے اپنی صلاحیتوں کے مطابق مدد فراہم کرنی چاہیے، چاہے وہ مالی ہو یا جسمانی۔ اس کے برعکس، اگر وہ شخص منفی کاموں میں ملوث ہے، تو اسے اسے جاری رکھنے سے احتیاط کرنی چاہیے اور کسی بھی قسم کی مدد کی پیشکش کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمانوں نے ایک گمراہ کن انداز اپنایا ہے جہاں وہ اندھی وفاداری کے باعث ہر حال میں دوسروں کا ساتھ دیتے ہیں۔ یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بجائے لوگوں میں وفاداری رکھنا بالآخر اس کی عطا کردہ نعمتوں کے غلط استعمال کا باعث بنے گا۔ نتیجتاً، اس کے نتیجے میں ذہنی اور جسمانی تندرستی میں خلل پیدا ہوگا، زندگی میں ترجیحات کی غلط ترتیب اور قیامت کے دن جوابدہی کے لیے تیاری کی کمی ہوگی۔ یہ انہیں دنیا اور آخرت دونوں میں تناؤ، چیلنجوں اور مشکلات کی طرف لے جائے گا، چاہے وہ کسی بھی مادی آسائش کے حامل ہوں۔ مزید برآں، افراد کے ساتھ اندھی وفاداری دوسروں کے حقوق کو برقرار رکھنے میں رکاوٹ بنتی ہے، اس طرح معاشرے میں انصاف اور امن کے قیام میں رکاوٹ بنتی ہے۔ آخرکار وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے خوش کرنا ہو گا، وہ مصیبت اور ناخوشی کا باعث بنیں گے۔ نتیجتاً یہ لوگ نہ ان سے راضی ہوں گے اور نہ اللہ تعالیٰ سے۔ اس کے علاوہ لوگ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتے۔ تاہم، اللہ تعالیٰ اس شخص کی حفاظت کرے گا جو اس کا وفادار رہتا ہے دوسروں کے منفی اثرات سے، چاہے اس طرح کی حفاظت فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔

باب 8 الانفال، آیت 72

اور اگر وہ تم سے دین کے لیے مدد چاہیں تو تم ضرور مدد کرو، سوائے اس قوم کے خلاف جن کے ”درمیان آپس میں معاہدہ ہو۔“

دوسری بات یہ ہے کہ ایک مسلمان کو اپنے وعدوں کی پاسداری کرنی چاہیے کیونکہ یہ اسلام میں بہت سنگین معاملہ ہے۔ ایک مسلمان نے جو سب سے اہم وعدہ کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، جو اسے اپنا رب اور خدا تسلیم کرنے پر قائم ہوا ہے۔ یہ عہد اس کے احکام پر عمل کرنے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق صبر و استقامت کے ساتھ کرنا ہے۔

مزید برآں، دوسروں سے کیے گئے تمام وعدوں کو بھی پورا کیا جانا چاہیے، جب تک کہ ایسا نہ کرنے کی کوئی معقول وجہ نہ ہو، خاص طور پر وہ وعدے جو والدین نے اپنے بچوں سے کیے ہوں۔ وعدوں کو پورا کرنے میں ناکامی صرف بچوں میں خراب کردار کو جنم دیتی ہے اور انہیں جھوٹا یقین کرنے کی طرف لے جاتی ہے کہ دھوکہ دہی ایک قابل قبول خصلت ہے۔ صحیح بخاری نمبر 2227 میں درج ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص اس کے نام پر کوئی وعدہ کرے اور پھر بغیر کسی جواز کے اسے توڑ دے تو وہ اس کی مخالفت کرے گا۔ قیامت کے دن جس کے خلاف اللہ تعالیٰ ہو وہ کامیاب ہونے کی امید کیسے رکھ سکتا ہے؟ جب بھی ممکن ہو دوسروں سے وعدے کرنے سے گریز کرنا عموماً دانشمندی ہے۔ تاہم جب کوئی وعدہ کیا جائے تو اسے پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی نیت، قول اور فعل سے پوری طرح واقف ہے، وہ جانتا ہے کہ لوگ اچھے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں یا نہیں اور وہ جانتا ہے کہ کون اپنے وعدے پورے کرتا ہے اور کون نہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ دونوں جہانوں میں سب کو جوابدہ ہوگا۔ باب 8 الانفال، آیت 72:

”اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔“

جس طرح مسلمانوں کا مقصد اسلام کی تعلیمات کے مطابق اچھی چیزوں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور برے کاموں سے ایک دوسرے کو تنبیہ کرنا ہے، اسی طرح جو لوگ اسلامی تعلیمات کو جھٹلاتے یا نظر انداز کرتے ہیں اور اس کے بجائے مختلف ضابطہ اخلاق کی پیروی کرتے ہیں وہ فطری طور پر ان چیزوں میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے، جو بہت سے معاملات میں اسلام کی تعلیمات سے متصادم ہیں۔ باب 8 الانفال، آیت 73

”اور جنہوں نے کفر کیا وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔“

وہ اپنے ضابطہ اخلاق کو فروغ دینے میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے جس کی وجہ سے وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت میں پائیں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو غلط جگہ دیں گے، آخر کار قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے صحیح طریقے سے تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، باوجود اس کے کہ وہ کسی بھی دنیاوی آسائش کا تجربہ کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کا طرز عمل انہیں لوگوں کے حقوق کی ادائیگی سے بھی روک دے گا جو معاشرے میں بدعنوانی اور ناانصافی کے پھیلاؤ کا سبب بنے گا۔ اس نتیجہ کو روکنے کے لیے مسلمانوں کو ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا چاہیے جو انہیں عطا کی گئی ہیں تاکہ وہ لوگوں کے حقوق کی ادائیگی اور معاشرے میں عدل و انصاف کو پھیلانے کا باعث بنیں۔ لیکن اگر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہے تو پھر بدعنوانی اور ناانصافی ان کے معاشرے پر حاوی ہو جائے گی۔ باب 8 الانفال، آیت 73

”اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین پر ظلم و ستم اور بڑا فساد ہو گا۔“

عام طور پر، یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایک معاشرے میں انصاف اور امن دو ضروری عناصر کے بغیر پروان نہیں چڑھ سکتا، دونوں اللہ تعالیٰ سے جڑے ہوئے ہیں: اللہ تعالیٰ کا خوف، عالی، جس

کی جڑ اس پر ایمان ہے، اور ایک مضبوط قانونی نظام۔ صرف ایک مضبوط قانونی ڈھانچہ ناکافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف کے بغیر، لوگ قانون توڑنے کا لالچ محسوس کر سکتے ہیں اگر وہ سمجھتے ہیں کہ وہ دنیاوی حکام سے بچ سکتے ہیں۔ مزید برآں، الہی احتساب کے خوف کے بغیر قانونی نظام سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ مزید برآں، مجرمانہ سرگرمیوں کو روکنے کے لیے ایک موثر اور منصفانہ قانونی نظام بہت ضروری ہے، خاص طور پر ان لوگوں میں جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔ لہذا، انصاف اور امن کو فروغ دینے کے لیے، معاشرے میں قابل اعتماد اور منصفانہ قانونی نظام اور اللہ تعالیٰ کا خوف ہونا چاہیے، دونوں پہلوؤں کا اسلام سے باطنی طور پر تعلق ہونا چاہیے۔

جب تک مسلمان مکہ اور مدینہ کے صحابہ کے نقش قدم پر چلتے رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہے تب تک وہ اس بات کو یقینی بنائیں گے کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، عمل کے ساتھ اپنے ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت کریں۔ اس کے نتیجے میں وہ متوازن ذہنی اور جسمانی حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طور پر رکھ کر دونوں جہانوں میں سکون حاصل کریں گے اور وہ معاشرے میں انصاف اور امن کے پھیلاؤ کا سبب بنیں گے کیونکہ وہ لامحالہ لوگوں کے حقوق کو پورا کریں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر سچے یقین کا نتیجہ ہے۔ باب 8 الانفال، آیت 74

لیکن جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی وہی لوگ واقعی مومن ہیں، ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کرنے کے بعد، جنہوں نے ابتداء میں بغیر کسی معقول وجہ کے مدینہ کی طرف ہجرت نہیں کی، جیسا کہ ان پر ایسا کرنا واجب تھا، اللہ تعالیٰ نے انہیں دعوت دی کہ وہ ایسا کر کے اپنے ایمان کے زبانی اعلان کی تائید کریں۔ باب 8 الانفال، آیت 75

اور جو لوگ [ابتدائی ہجرت کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا، وہ تم میں سے ہیں۔

عام طور پر دیکھا جائے تو اگرچہ مسلمان صحابہ کرام کے درجے تک نہیں پہنچ سکتے لیکن اللہ تعالیٰ ان سے بھی کم نہیں، ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے ان کے نقش قدم پر چلنے کی اپنی صلاحیت پوری کرنی چاہیے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درجے تک پہنچنے کی توقع نہیں رکھتا اور نہ ہی ان سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ جس طرح اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے تک پہنچ جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، اپنی صلاحیت کے مطابق عمل کے ساتھ اس پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت کرے۔ جیسا کہ ایک شخص اس گروہ سے تعلق رکھتا ہے جس کی وہ نقل کرتے ہیں، سنن ابو داؤد نمبر 4031 میں موجود حدیث کے مطابق، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تقلید کرنے والوں کو وہ ذہنی سکون اور کامیابی عطا کی جائے گی جو انہیں : نور، آیت 24 55 دی گئی تھی اور وہ آخرت میں ان کے ساتھ متحد ہوں گے۔ باب

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین پر ضرور جانشینی عطا کرے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے والوں کو دیا تھا اور یہ کہ وہ ان کے لیے ان کے دین کو ضرور قائم کرے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور یہ کہ وہ ان کی جگہ ضرور لائے گا، ان کے خوف اور سلامتی کے بعد جو مجھ سے بیزاری کرتے ہیں، وہ میری عبادت نہیں کرتے۔ کہ پھر وہی لوگ نافرمان ہیں۔

:باب 4 النساء، آیت 69 اور

اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انبیاء، ثابت "قدمی کرنے والے، شہداء اور صالحین کا فضل کیا ہے، اور وہ لوگ بہترین ہیں جو ساتھی ہیں۔

مدینہ کی طرف ہجرت کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے اپنے ہم وطن ہجرت کرنے والوں اور مدینہ سے آنے والے اصحاب کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا، اللہ ان سب سے راضی ہو۔ آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں بھائی بھائی بننے کی تلقین کی۔ اس اخوت کے نتیجے میں وہ ایک دوسرے کے وارث بھی ہوں گے یہاں تک کہ درج ذیل آیت نازل ہو گئی۔ باب 8 الانفال، آیت 75:

”لیکن [خون کے [رشتے والے اللہ کے حکم میں [وراثت کے [زیادہ حقدار ہیں۔“

اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 2، صفحہ 215 میں بحث کی گئی ہے۔

جیسا کہ اسلام ایک جامع ضابطہ اخلاق کی نمائندگی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مسلسل دنیاوی معاملات، جیسے وراثت، کو اپنی اطاعت سے جوڑ دیا ہے۔ یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ اسلام ہر صورت حال پر اثر انداز ہوتا ہے، چاہے وہ سیکولر ہو یا مذہبی، اور ہر اس دنیاوی نعمت کو متاثر کرتا ہے جس سے کوئی تعلق رکھتا ہے۔ لہذا، کسی کو ایک گمراہ کن نقطہ نظر اختیار کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے جو کہ اللہ تعالیٰ ان سے صرف فرض نمازوں کی طرح دینی فرائض کے بارے میں سوال کرے گا۔ اللہ عزوجل درحقیقت انسانوں کو درپیش ہر صورت حال کے بارے میں پوچھے گا چاہے اس کی نوعیت کچھ بھی ہو۔ اس لیے ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کو سیکھیں اور ان کا اطلاق کریں تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ وہ ہر حال میں مناسب طریقے سے جواب دیں۔ یہ نقطہ نظر انہیں ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے میں مدد کرے گا، جو کہ ان کی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو صحیح طریقے سے ترتیب دے گا جبکہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کرے گا۔ نتیجے کے طور پر، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دے گا۔ لہذا، اسلام کو ایک ایسا لباس سمجھنے سے گریز کرنا چاہیے جسے ذاتی خواہشات کی بنیاد پر پہنایا یا اتارا جاسکتا ہے۔ جو لوگ اس طرح عمل کرتے ہیں وہ محض اپنی خواہشات کی پرستش کرتے ہیں، خواہ وہ کسی اور طرح کا دعویٰ کریں۔ باب 25 الفرقان، آیت 43

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

جو لوگ اسلامی تعلیمات کو ہر حال میں لاگو کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کر سکتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی عدم توازن کی حالت میں ختم ہو جائیں گے اپنی ترجیحات اور ذمہ داریوں کو غلط انداز میں انجام دیں گے، اور وہ قیامت کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام ہو جائیں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، باوجود اس کے کہ وہ کسی بھی مادی آسائش سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، چاہے کوئی شخص ہر حال میں اسلامی تعلیمات کو قبول کرے اور اس پر عمل کرے یا اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کا انتخاب اور انتخاب کرے، دونوں جہانوں میں اس کا جوابدہ ہوگا۔ باب 8 الانفال، آیت 75

”بے شک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔“

چنانچہ افراد کو چاہیے کہ وہ اسلامی تعلیمات کو اپنے مفاد کے لیے قبول کریں اور ان کا اطلاق کریں، خواہ یہ تعلیمات ان کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہوں۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کی طبی سفارشات پر عمل کرتا ہے، اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ یہ ان کے بہترین مفادات کو پورا کرتا ہے، چاہے اس کا مطلب ناخوشگوار ادویات لینا اور سخت غذا کی پیروی کرنا ہو۔ جس طرح یہ عقلمند مریض اچھی ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ فرد جو اسلامی تعلیمات کو اپنائے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی واحد حکمت والا ہے جس کی ضرورت انسان کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول میں مدد کرنے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو درست طریقے سے ترتیب دینے کے لیے درکار ہے۔ انسانی دماغی اور جسمانی حالات کا ادراک جو معاشرے میں ہے، وسیع تحقیق کے باوجود اس مقصد تک

پہنچنے کے لیے کبھی بھی کافی نہیں ہوگا، کیونکہ یہ زندگی میں انسان کو درپیش ہر چیلنج سے نمٹ نہیں سکتا۔ ان کی رہنمائی ہر قسم کے ذہنی اور جسمانی تناؤ کو ختم نہیں کر سکتی اور نہ ہی یہ اس بات کی ضمانت دے سکتی ہے کہ علم، تجربے، دور اندیشی اور موروٹی تعصبات کی حدود کی وجہ سے کوئی شخص اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو صحیح طریقے سے ترتیب دے سکتا ہے۔ یہ علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، جو اس نے قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ذریعے انسانیت کو پہنچایا ہے۔ یہ حقیقت اس وقت واضح ہو جاتی ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو اسلامی تعلیمات کے مطابق حاصل شدہ نعمتوں کو استعمال نہ کرنے والوں کے مقابلے میں کرتے ہیں۔ اگرچہ بہت سے مریض اپنی تجویز کردہ دوائیوں کے پیچھے سائنسی تصورات کو نہیں سمجھ سکتے اور اس لیے اپنے ڈاکٹر پر اندھا اعتماد کرتے ہیں، تاہم، اللہ تعالیٰ لوگوں سے تاکید کرتا ہے کہ وہ اسلام کی تعلیمات پر غور کریں تاکہ وہ اپنی زندگیوں پر اس کے مثبت اثرات کو دیکھ سکیں۔ وہ لوگوں سے اسلامی تعلیمات کو آنکھ بند کر کے قبول کرنے کو نہیں کہتا۔ اس کے بجائے، وہ چاہتا ہے کہ وہ اس کی سچائی کو اس کے واضح ثبوت کے ذریعے پہچانیں۔ تاہم، اس کا تقاضا ہے کہ ایک شخص کھلے اور غیر جانبدارانہ ذہن کے ساتھ اسلام کی تعلیمات تک پہنچ جائے۔ باب 12 یوسف، آیت 108:

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں"

مزید برآں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ، لوگوں کے روحانی دلوں، ذہنی سکون کا گھر، پر خصوصی قدرت رکھتا ہے، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کس کو ذہنی سکون ملتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

یہ واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون عطا کرتا ہے جو اس کی دی ہوئی نعمتوں کو اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ اصولوں کے مطابق استعمال کرتے ہیں۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور اس کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی آل اور صحابہ کرام پر درود و سلام ہو۔

بَرَاءَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١﴾

فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ وَأَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ ﴿٢﴾

وَأَذِّنْ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ فَإِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣﴾

إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿٤﴾

فَإِذَا أُنْسِلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ
وَخُذُواهُمْ وَأَحْصُرُوهُمْ وَأَقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ فَإِنْ تَابُوا
وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوْا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ
رَحِيمٌ ﴿٥﴾

وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلِمَ اللَّهِ
ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَا مَنَعَهُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦﴾

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ
رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا
اسْتَقِيمُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿٧﴾

كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلَّا وَلَا ذِمَّةً
يَرْضَوْنَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَى قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٨﴾

أَشْتَرُوا بِعَايَتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِهِ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا
كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٩﴾

لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلَّا وَلَا ذِمَّةً وَأُولَئِكَ هُمُ
الْمُعْتَدُونَ ﴿١٠﴾

فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي
الدِّينِ وَنُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿١١﴾

وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ
فَقَتِّلُوا آيِمَةً الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ
يَنْتَهُونَ ﴿١٢﴾

أَلَا تَقْتُلُونَ قَوْمًا نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ
الرَّسُولِ وَهُمْ بِكَدِّكُمْ أَوْلَىٰ مَرَّةً اتَّخَشَوْنَهُمْ فَاللَّهُ
أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٣﴾

قَتِلُوهُمْ يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِيهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ
عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ ﴿١٤﴾

وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ
حَكِيمٌ ﴿١٥﴾

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ
وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِجَنَّةً
وَاللَّهُ خَيْرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾

اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان لوگوں سے جن کے ساتھ تم نے مشرکوں کے درمیان " معاہدہ کیا تھا، علیحدگی کا اعلان ہے۔

پس اے کافرو، چار مہینے پورے ملک میں سفر کرو، لیکن جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور اللہ کافروں کو رسوا کرے گا۔

اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حج کے دن لوگوں کے لیے یہ اعلان ہے کہ اللہ کافروں سے بیزار ہے اور اس کا رسول بھی۔ پس اگر تم توبہ کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ لیکن اگر تم روگردانی کرو گے تو جان لو کہ تم اللہ کے سامنے ناکام نہیں ہو گے۔ اور کافروں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔

سوائے وہ لوگ جن سے تم نے مشرکوں کے درمیان معاہدہ کیا اور پھر انہوں نے تم سے کسی چیز میں کوتاہی نہیں کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی حمایت کی۔ تو ان کے لیے ان کا معاہدہ مکمل کر دے یہاں تک کہ ان کی مدت ختم ہو جائے۔ بے شک اللہ نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے [جو اس سے ڈرتے ہیں]۔

اور جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور ان کو پکڑو اور ان کا محاصرہ کرو اور ہر گھات کی جگہ پر ان کی تاک میں بیٹھو۔ لیکن اگر وہ توبہ کریں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو انہیں اپنے راستے پر جانے دو۔ بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اور اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے تاکہ وہ اللہ کا کلام سنے۔ پھر اسے اس کی حفاظت کی جگہ پہنچا دو۔ یہ اس لیے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو نہیں جانتے۔

مشرکین کے لیے اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی معاہدہ کیسے ہو سکتا ہے، سوائے ان کے جن سے تم نے مسجد الحرام میں معاہدہ کیا تھا۔ پس جب تک وہ تمہاری طرف سیدھے ہیں، ان کی طرف سیدھے رہو۔ بے شک اللہ نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے [جو اس سے ڈرتے ہیں]۔

[معاہدہ کیسے ہو سکتا ہے] جب کہ اگر وہ تم پر غلبہ حاصل کر لیں تو وہ تمہارے بارے میں کسی قرابت داری یا تحفظ کے عہد کی پابندی نہیں کرتے؟ وہ تم کو اپنے منہ سے مطمئن کرتے ہیں، لیکن ان کے دل انکار کرتے ہیں، اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں۔

انہوں نے اللہ کی نشانیوں کو تھوڑی قیمت پر بدل دیا اور لوگوں کو اس کے راستے سے روک دیا۔ درحقیقت یہ برا کام تھا جو وہ کر رہے تھے۔

وہ کسی مومن کے ساتھ رشتہ داری یا تحفظ کے عہد کی پابندی نہیں کرتے۔ اور وہی لوگ فاسق ہیں۔

لیکن اگر وہ توبہ کریں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں۔ اور ہم آیات کو ان لوگوں کے لیے تفصیل سے بیان کرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔

اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین کو بدنام کریں تو کفر کے سرداروں سے لڑو، کیونکہ ان کے لیے کوئی قسمیں نہیں ہیں۔ ان سے لڑو تاکہ وہ باز آ جائیں۔

کیا تم ان لوگوں سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا اور انہوں نے تم پر پہلی بار حملہ کیا؟ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ لیکن اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو، اگر تم مومن ہو۔

ان سے لڑو؛ اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں عذاب دے گا اور انہیں رسوا کرے گا اور تمہیں ان پر فتح دے گا اور مومنوں کے سینوں کو تسکین دے گا۔

اور مومنین کے دلوں میں موجود غصہ کو دور فرما۔ اور اللہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم کو چھوڑ دیا جائے گا حالانکہ اللہ نے ابھی تک تم میں سے ان لوگوں کو ظاہر نہیں کیا ہے جو (اس کی راہ میں) جہاد کرتے ہیں اور اللہ، اس کے رسول اور مومنین کے سوا کسی کو اپنا دوست نہیں بناتے؟ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

آیات 1-16 پر بحث

فتح مکہ اور عرب کی عام آبادی کے کثیر تعداد میں اسلام میں داخل ہونے کے بعد، اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا کہ اب وہ مشرکین عرب کے ساتھ مزید کوئی امن معاہدہ نہیں کریں گے۔ نتیجے کے طور پر، انہیں یا تو اسلام قبول کرنا ہوگا یا اپنے موجودہ امن معاہدے کے اختتام تک یا چار ماہ بعد جزیرہ نما عرب: کو چھوڑنا ہوگا۔ 9 باب توبہ، آیات 1-3

اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان لوگوں سے جن کے ساتھ تم نے مشرکوں کے درمیان معاہدہ کیا تھا، [یہ بیزارى کا اعلان ہے، لہذا چار مہینے زمین میں آزادانہ سفر کرو، لیکن جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور اللہ کافروں کو رسوا کرے گا۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ قوموں کے ساتھ معاملہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی روایت کبھی نہیں بدلی۔ جو لوگ کفر پر اڑے رہے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروکاروں کو اذیتیں دیتے رہے وہ آخر کار اس دنیا میں سزا پا گئے، خواہ یہ عذاب تاخیر سے ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی روایت میں کبھی تبدیلی نہیں آتی، مکہ اور اس کے آس پاس کے مشرکین جو کفر اور مسلمانوں پر ظلم و ستم پر قائم رہے، سزا پانے والے تھے، بشرطیکہ وہ توبہ کر کے اسلام قبول کر لیں یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی چار ماہ کی مہلت کے اندر جزیرہ نمائے عرب سے نکل جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس منصوبے کو پوشیدہ رکھنے کے بجائے ان پر یہ نتیجہ واضح کر کے انہیں ایک اور رحمت عطا فرمائی۔ 9 باب توبہ آیت 3

اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کے لیے حج کے عظیم دن کا اعلان ہے کہ اللہ اور اس کا رسول کافروں سے بیزار ہے، پس اگر تم توبہ کرلو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے، اور اگر تم منہ پھیر لو تو جان لو کہ تم اللہ کے سامنے عاجز نہیں ہو گے، اور کافروں کو دردناک عذاب کی خوشخبری "سنا دو۔"

عام طور پر، جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہے، خواہ وہ مسلمان ہو یا نہ ہو، ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے جو انہیں عطا کی گئی ہیں، آخر کار اسے اپنے طرز عمل کے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا، چاہے یہ ان پر ظاہر نہ ہو۔ اس دنیا میں، ان کی ذہنیت انہیں ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے سے روکے گی، جس سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ پر لے جائیں گے۔ اس کے نتیجے میں، ان کی زندگی کے پہلو، بشمول خاندان، دوست، کیریئر، اور دولت تنائو کے ذرائع میں بدل جائیں گے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہیں گے، تو وہ غلط طریقے سے اپنے تنائو کو دوسروں کی طرف منسوب کریں گے، جیسا کہ ان کی شریک حیات۔ ان مثبت اثرات کو، کو اپنی زندگیوں سے خارج کر کے، وہ صرف اپنے دماغی صحت کے مسائل میں اضافہ کریں گے ممکنہ طور پر ڈپریشن، مادے کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات بھی۔ یہ نتیجہ ان لوگوں کا مشاہدہ کرنے پر ظاہر ہوتا ہے جو دنیاوی لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے باوجود دولت مند اور مشہور جیسی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ آیت نمبر 3 کے آخر میں اشارہ کیا گیا ہے، جو مسلمان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہتا ہے، وہ بھی اپنے ایمان سے محروم ہونے کے شدید خطرے میں ہے۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے سے مشابہت رکھتا ہے جسے پھلنے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے فرمانبرداری کے اعمال کے ساتھ کھلایا جانا ضروری ہے۔ جس طرح ایک پودا جو سورج کی روشنی کی طرح پرورش نہیں پاتا، فنا ہو جاتا ہے، اسی طرح کسی شخص کا ایمان بھی مر سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے عمل سے برقرار نہ رکھا جائے۔ یہ سب سے اہم نقصان کی نمائندگی کرتا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 3

پس اگر تم توبہ کر لو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، لیکن اگر تم روگردانی کرو گے تو جان لو کہ ”تم اللہ کے سامنے عاجز نہیں ہو گے، اور کافروں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔“

اس نتیجہ سے بچنے کے لیے اپنی نافرمانی سے سچے دل سے توبہ کرنی چاہیے۔ سچی توبہ کے لیے پچھتاوے کے احساس کی ضرورت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور ہر اس شخص سے جس کو نقصان پہنچا ہے، بشرطیکہ اس سے اضافی مسائل پیدا نہ ہوں۔ ایک ہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہ کرنے کا حقیقی طور پر عہد کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ اور دیگر کے بارے میں جو حقوق پامال ہوئے ہیں ان کی اصلاح کرنا چاہیے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتے رہیں، اس کی عطا

کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین عرب کو چار مہینے کا وقت دیا کہ وہ اسلام قبول کریں یا جزیرہ نما عرب سے نکل جائیں لیکن امن معاہدوں کو مکمل ہونے دیا جو پہلے سے قائم ہو چکے تھے، چاہے ان کی مدت کچھ بھی ہو، جب تک کہ غیر مسلم اس معاہدے کی خلاف ورزی نہ کریں۔ باب 9 توبہ آیت 4

سوائے وہ لوگ جن سے تم نے مشرکوں کے درمیان معاہدہ کیا اور پھر انہوں نے تم سے کسی چیز" میں کوتاہی نہیں کی اور نہ ہی تمہارے خلاف کسی کی حمایت کی، تو ان کے لیے ان کا معاہدہ اس "وقت تک پورا کرو جب تک کہ ان کی مدت پوری نہ ہو جائے۔

یہ ہر وقت اپنے وعدوں کو پورا کرنے کی اہمیت کی نشاندہی کرتا ہے۔ درحقیقت، جیسا کہ آیت 4 کے آخر میں اشارہ کیا گیا ہے، اپنے وعدوں کو پورا کرنا راستبازی کا ایک پہلو ہے۔ باب 9 توبہ آیت 4

”بے شک اللہ نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔“

جیسا کہ اسلام ایک جامع ضابطہ حیات کی نمائندگی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس آیت میں دنیاوی معاملات کو، جیسے وعدوں کی تکمیل، کو تقویٰ سے جوڑتا ہے۔ لہذا، یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ اسلام ہر صورت حال پر اثر انداز ہوتا ہے، خواہ وہ سیکولر ہو یا مذہبی، اور ہر اس دنیاوی نعمت کو متاثر کرتا ہے جس سے کوئی تعلق رکھتا ہے۔ لہذا کسی کو اس جاہلانہ ذہنیت کو اپنانے سے پرہیز کرنا چاہیے جو یہ بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو صرف دینی فرائض مثلاً فرض نمازوں کے لیے جوابدہ ٹھہرائے گا۔

اللہ تعالیٰ ان سے دنیوی اور دینی دونوں طرح کے حالات کے بارے میں پوچھے گا۔ لہذا، افراد کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ اسلامی تعلیمات کو سیکھیں اور ان پر عمل کریں تاکہ وہ تمام حالات میں صحیح طریقے سے عمل کریں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر سکیں گے، اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو مناسب طریقے سے ترتیب دیتے ہوئے قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کر سکیں گے۔ اس کے نتیجے میں یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کا باعث بنے گا۔ لہذا اسلام کو ایک ایسے لباس کی طرح سمجھنے سے گریز کرنا چاہیے جسے ذاتی خواہشات کی بنیاد پر پہنا یا اتارا جا سکتا ہے۔ جو لوگ اس طرح عمل کرتے ہیں وہ محض اپنی خواہشات کی پرستش کرتے ہیں، خواہ ان کے دعوے اس کے برعکس ہوں۔ باب 25 الفرقان، آیت 43:

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

جو لوگ اسلامی تعلیمات کو ہر حال میں لاگو کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں وہ آخر کار ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں ملی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی عدم توازن کی حالت میں ختم ہو جائیں گے، ہر چیز اور اپنے اردگرد کی ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے، اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام ہو جائیں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، چاہے وہ کچھ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔

مزید برآں، ایک مسلمان نے جو سب سے اہم وعدہ کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، جو اسے اپنا رب اور معبود تسلیم کرنے پر قائم ہے۔ اس عہد میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنا ہے۔

مزید برآں، دوسروں سے کیے گئے تمام وعدوں کا احترام کیا جانا چاہیے، جب تک کہ ایسا نہ کرنے کی کوئی معقول وجہ نہ ہو، خاص طور پر وہ وعدے جو والدین نے اپنے بچوں سے کیے ہوں۔ وعدوں

کی پاسداری میں ناکامی صرف بچوں میں خراب کردار پیدا کرتی ہے اور انہیں یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ دھوکہ دہی ایک قابل قبول صفت ہے۔ صحیح بخاری نمبر 2227 میں درج ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص اس کے نام پر کوئی وعدہ کرے اور پھر بغیر کسی جواز کے اسے توڑ دے تو وہ اس کی مخالفت کرے گا۔ جس کے خلاف اللہ تعالیٰ ہے وہ قیامت کے دن کامیابی کی امید کیسے رکھ سکتا ہے؟ جب ممکن ہو دوسروں سے وعدے کرنے سے گریز کرنا عموماً دانشمندی ہے۔ تاہم جب کوئی وعدہ کیا جائے تو اسے پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے مشرکین عرب کو خبردار کیا کہ چار ماہ کی مدت ختم ہونے کے بعد یا جب ان کے امن معاہدوں کی آخری مدت پوری ہو جائے گی تو پھر انہیں یا تو اسلام قبول کرنا پڑے گا یا جزیہ نمائے عرب کو چھوڑنا پڑے گا اور ایسا نہ کرنا اسلام کے خلاف اعلان جنگ ہو گا۔ یہ کفر و نافرمانی کا آخری عمل ہو گا جو ان کی سزا کا باعث بنے گا، اس طرح اللہ عزوجل کی روایت، کفر، اس کی نافرمانی اور مسلمانوں پر ظلم و ستم پر قائم رہنے والوں کو سزا دینے کی روایت پوری ہوگی۔ باب 9 توبہ آیت 5:

اور جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں پکڑو اور ان کا” محاصرہ کرو اور ہر گھات کی جگہ پر ان کی تاک میں بیٹھو، پھر اگر وہ توبہ کریں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو انہیں اپنے راستے پر چل دو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

قرآن مجید کی آیات کے معانی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو مکمل طور پر سمجھنے کے لیے ان کو ان کے صحیح تناظر میں دیکھنا بہت ضروری ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی آیت یا حدیث کو اس کے نزول یا دستاویزات کے حالات پر غور کیے بغیر اکیلے اس کی تشریح نہیں کی جانی چاہیے کیونکہ اس کے نتیجے میں اسلامی اصولوں کی غلط فہمی ہو سکتی ہے۔ آیات و احادیث کے سیاق و سباق کو صحیح معنوں میں سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کا سیرت طیبہ کے حوالے سے تجزیہ کیا جائے۔ صرف ایسا کرنے سے ہی کسی آیت یا حدیث کے مخصوص سیاق و سباق کی نشاندہی کی جا سکتی ہے۔

مزید برآں، مسلمانوں کو بیرونی جارحوں کے خلاف مسلح تصادم میں صرف ایک جائز حکمران کے حکم کے تحت اور قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق مسلح تصادم میں حصہ لینے کی اجازت ہے۔ اس طرح کے کاموں میں حصہ لینے والوں کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ہوشیار رہنا چاہیے تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ وہ ان طے شدہ حدود اور ضوابط سے تجاوز نہ کریں۔ باب 2 البقرہ، آیت 190

اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں لیکن زیادتی نہ کرو، بے شک اللہ زیادتی "کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

:اور باب 2 البقرہ، آیت 194

پس جس نے تم پر زیادتی کی ہے تو اس پر بھی ویسا ہی حملہ کرو جس طرح اس نے تم پر کیا ہے "اور اللہ سے ڈرو۔"

ایک اصول یہ ہے کہ جنگ میں صرف حملے کے ردعمل کے طور پر حصہ لیا جائے، جیسا کہ قرآن پاک میں زور دیا گیا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 190

اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔"

نتیجے کے طور پر، پرامن اوقات میں کسی مخالف کے خلاف جسمانی جارحیت ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ مزید یہ کہ جب مخالف جارحیت کا مظاہرہ نہ کرے تو مسلمانوں کو بھی پیچھے ہٹنا چاہیے۔
:باب 2 البقرہ، آیت 193

لیکن اگر وہ باز آجائیں تو پھر خلاف ورزی کرنے والوں کے علاوہ کوئی جارحیت [یعنی حملہ]..."
"نہیں ہوگی۔"

:اگر مخالف امن چاہتا ہے تو اسے منظور کیا جائے۔ باب 4 النساء، آیت 90

پس اگر وہ تم سے دور ہو جائیں اور تم سے جنگ نہ کریں اور صلح کی پیشکش کریں تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ان کے خلاف جنگ کا کوئی سبب نہیں بنایا۔"

تیسرا اصول کہتا ہے کہ شہریوں کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیے۔ مزید برآں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کے وقت عورتوں، بچوں، بوڑھوں، بیماروں، نیز راہبوں اور متولیوں کو نقصان پہنچانے سے مسلسل منع فرمایا ہے۔ اس ممانعت کی تائید بہت سی احادیث سے ہوتی ہے، جن میں سنن ابوداؤد نمبر 2614 اور مسند احمد نمبر 2728 شامل ہیں۔

اسلام کے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کے قتل کو واضح طور پر ممنوع قرار دیا۔ اس نے پھل دار درختوں کو تباہ کرنے، املاک کو نقصان پہنچانے اور مویشیوں کو مارنے سے بھی منع کیا۔ یہ ہدایت مصحف ابن ابی شیبہ نمبر 33121 میں درج ہے۔

اسلام کے دوسرے خلیفہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسلم فوجوں کو واضح طور پر ہدایت کی کہ وہ غیر جنگجوؤں جیسے کسانوں کو نقصان نہ پہنچائیں۔ یہ ہدایت مصحف ابن ابی شیبہ نمبر 33120 میں بھی موجود ہے ۔

ایک آنے والے تنازعہ کے پیش نظر، مسلم قوم کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی بہترین صلاحیتوں کے مطابق تیاری کرے۔ اس تیاری کا مقصد دشمن کو حملے سے روکنا ہے۔ اگر دشمن امن کا خواہاں ہے تو اسے ضرور ملنا چاہیے۔ باب 8 انفال، آیات 60-61

اور ان کے مقابلے میں جو کچھ تم طاقت رکھتے ہو اور جنگی سواریاں تیار کرو جس سے تم اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو خوف زدہ کر سکو اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو اس کی طرف ”مائل ہو جاؤ۔

ان لوگوں کے خلاف لڑنے کی اجازت دی گئی ہے جو مسلمانوں کے ساتھ اپنے معاہدوں کی پاسداری نہیں کرتے۔ توبہ میں باب 9، آیات 12-13

اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین کو بدنام کریں تو کفر کے سرداروں سے مقابلہ کرو، کیونکہ ان کے لیے کوئی قسمیں نہیں ہیں، کیا تم ان لوگوں سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا اور انہوں نے تم پر حملہ شروع کیا؟

اسلام ان لوگوں پر حملہ کرنے سے منع کرتا ہے جو اپنے عہد کو برقرار رکھتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 7:

پس جب تک وہ تمہاری طرف سیدھے ہیں، ان کے ساتھ سیدھے رہو، بے شک اللہ نیک لوگوں سے ”محبت کرتا ہے۔“

یہ واضح ہے کہ کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جانا چاہئے، کیونکہ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جسے دل سے قبول کرنا ضروری ہے، نہ کہ صرف زبانی اظہار یا عمل سے۔ باب 2 البقرہ، آیت 256:

دین میں کوئی جبر نہیں ہوگا۔“

مسلمانوں کے ساتھ ہم آہنگی کے رشتوں کو برقرار رکھنے والوں کے ساتھ ہر حال میں انصاف کیا جائے گا۔ باب 60 الممتحنہ، آیات 8-9:

اللہ تمہیں ان لوگوں سے نہیں روکتا جو تم سے دین کی وجہ سے نہیں لڑتے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالتے - ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کے ساتھ انصاف کرنے سے، بے شک اللہ عدل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، اللہ تمہیں صرف ان لوگوں سے منع کرتا ہے جو تم سے لڑتے ہیں۔... دین کے بارے میں اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکال دو اور تمہارے نکالنے میں مدد

جنگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ ہے اور مسلمانوں کو ضرورت پڑنے پر اس میں شریک ہونا چاہیے۔
باب 2 البقرہ، آیت 216

تم پر جنگ فرض کی گئی ہے جبکہ وہ تمہارے لیے ناگوار ہے۔“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو تصادم کی ترغیب سے خبردار کیا اور اس کے بجائے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کی ترغیب دی۔ تاہم، اگر وہ دشمن کا سامنا کرنے پر مجبور ہیں تو انہیں ثابت قدم رہنا چاہیے۔ یہ مشورہ صحیح بخاری نمبر 2966 کی ایک حدیث میں موجود ہے۔

ان آیات کا بنیادی پیغام اس بات پر روشنی ڈالتا ہے کہ طاقت کا استعمال صرف ایک آخری حربہ ہونا چاہیے، جو ضروری ہے اس تک محدود ہو، اور قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق ہو۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، ضروری ہے کہ کسی آیت یا حدیث کا صحیح تناظر میں جائزہ لیا جائے تاکہ اس کی مطابقت کو سمجھ سکیں کہ یہ کون، کیا اور کہاں لاگو ہوتا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے لوگ، خواہ جان بوجھ کر یا نہ کریں، اس طرح اختلاف سے متعلق آیات اور احادیث کی غلط تشریح کرتے ہیں۔ ایک معروف مثال ایک آیت ہے جسے اکثر تلوار کی آیت کہا جاتا ہے، حالانکہ لفظ: "تلوار" قرآن پاک میں موجود نہیں ہے۔ باب 9 توبہ آیت 5

اور جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں پکڑو اور ان کا”
“محاصرہ کرو اور ہر گھات کی جگہ پر ان کی تاک میں بیٹھو۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، یہ اعلان جنگ مخصوص شرائط اور امن معاہدوں تک محدود ہے۔ مزید برآں، اس اور اس جیسی دیگر آیات سے متعلق تاریخی سیاق و سباق کا جائزہ واضح طور پر ظاہر کرتا ہے کہ یہ غیر مسلموں کے ساتھ تنازعہ میں ملوث ہونے کے لیے کوئی عالمی رہنما اصول نہیں ہے۔ بنیادی طور پر، آیت کا اطلاق لوگوں کے ایک خاص گروہ پر، ایک مخصوص وقت اور جگہ پر ہوتا ہے۔

تلوار والی آیت کے ارد گرد کی آیات متعدد بار واضح طور پر اشارہ کرتی ہیں کہ جن مشرکین کا حوالہ دیا گیا ہے وہ صرف وہی لوگ ہیں جنہوں نے بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے امن معاہدوں کی خلاف ورزی کی اور امت مسلمہ اور اس کے حامیوں کے خلاف پرتشدد جارحیت کا ارتکاب کیا۔ مثال کے طور پر، تلوار والی آیت سے فوراً پہلے والی آیت، معنی، باب 9 توبہ، آیت 4، بیان کرتی ہے:

سوائے وہ لوگ جن سے تم نے مشرکوں کے درمیان معاہدہ کیا اور پھر انہوں نے تم سے کسی چیز”
میں کوتاہی نہیں کی اور نہ ہی تمہارے خلاف کسی کی حمایت کی، تو ان کے لیے ان کے عہد کو ان
”کی میعاد ختم ہونے تک پورا کرو، بے شک اللہ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔

اس کے بعد متعلقہ آیت میں ایک اور حکم آیا ہے، باب 9 توبہ، آیت 7

مشرکوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی معاہدہ کیسے ہو سکتا ہے، سوائے ان کے "جن سے تم نے مسجد الحرام میں معاہدہ کیا ہے، جب تک وہ تمہاری طرف سیدھے ہیں، ان کے ساتھ "سیدھے رہو، بے شک اللہ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔

ان مشرکوں نے جو کارروائیاں کیں، جو جنگ کے تابع تھے، دوسری متعلقہ آیات میں مذکور ہیں۔ توبہ
:میں باب 9، آیات 8-10

کیسے ہو سکتا ہے کہ اگر وہ تم پر غلبہ حاصل کر لیں تو وہ تمہارے بارے میں کسی عہد و پیمان کی "پاسداری نہیں کرتے، منہ سے تم کو مطمئن کرتے ہیں، لیکن ان کے دل انکار کرتے ہیں، اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں، انہوں نے اللہ کی نشانیوں کو تھوڑی سی قیمت کے بدلے بدل دیا ہے، اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت اور برائی تھی۔ وہ کسی مومن کے ساتھ رشتہ داری یا حفاظت کے عہد کی پاسداری نہیں کرتے اور وہی لوگ فاسق ہیں۔

:اور باب 9 توبہ، آیات 12-13

اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین کو بدنام کریں تو کفر کے سرداروں "سے لڑو، کیونکہ ان کے لیے کوئی قسمیں نہیں ہیں، [ان سے لڑو] کہ وہ باز آجائیں، کیا تم ان لوگوں سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا، اور انہوں نے تم "پر حملہ شروع کیا؟

ان مخصوص مشرکوں نے مسلسل اپنے معاہدوں کو توڑا اور اسلام کی مخالفت میں دوسروں کی مدد کی۔ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف دشمنی شروع کی، لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے روکا، اور

مسلمانوں کو مکہ اور مسجد الحرام سے نکال دیا۔ مسلمانوں کے خلاف ان کے جرائم کا ذکر آیات میں کم از کم آٹھ بار آیا ہے۔

باب 9، توبہ، آیت 12 میں، جس کا حوالہ پہلے دیا گیا ہے، 'کفر کے رہنماؤں' سے لڑنے کا مقصد انہیں اپنے دشمنانہ اقدامات کو 'روکنے' پر مجبور کرنا ہے۔ یہ آیات، دیگر کے ساتھ، جنگ کے دوران بعض شرائط پر عمل کرنے کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہیں، جیسے کہ صرف ان لوگوں کے ساتھ مشغول ہونا جو ان کے خلاف تنازعہ شروع کرتے ہیں۔

مزید برآں، ان مشرکوں کو اب بھی بہت سے تنبیہات اور مواقع دیے گئے تھے۔ انہیں چار ماہ کی مہلت: اور امن کی اجازت دی گئی۔ باب 9 توبہ آیت 2

"پس اے کافرو، چار مہینے پورے ملک میں سفر کرو، لیکن جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔"

:اور باب 9 توبہ آیت 5

اور جب غضبناک [چار مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں پکڑو اور ان "کا محاصرہ کرو اور ہر گھات کی جگہ پر ان کی تاک میں بیٹھو۔

یہ مہلت انہیں یہ اختیار دینے کے لیے دی گئی کہ وہ یا تو اسلام قبول کر لیں یا جزیرہ نما عرب کو پر امن طریقے سے چھوڑ دیں۔ مزید برآں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت کی گئی تھی کہ ان مشرکوں میں سے کسی کو بھی تحفظ فراہم کریں جو اس کی درخواست کریں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ بغیر کسی خوف اور دباؤ کے اسلام کی تعلیمات کے بارے میں جان سکتے ہیں، یا متبادل طور پر جزیرہ نمائے عرب سے پر امن طریقے سے کسی نقصان کے خطرے کے بغیر نکل سکتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 6

،اور اگر مشرکوں میں سے کوئی تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو تاکہ وہ اللہ کا کلام سن لے ”
”پھر اسے اس کے امن کی جگہ پہنچا دو، یہ اس لیے کہ وہ لوگ نہیں جانتے۔

تلوار والی آیت میں ان مشرکوں سے لڑنے اور ہٹانے کی ہدایت صرف اس صورت میں نافذ العمل ہو گی جب وہ چار ماہ کی رعایتی مدت کے بعد اسلام قبول کیے بغیر جزیرہ نما عرب میں رہنے کا انتخاب کریں، کیونکہ یہ اسلام کے خلاف اعلان جنگ کی علامت ہے۔ یہ بات اہم ہے کہ بہت سے مشرکوں نے اس رعایتی مدت کا فائدہ اٹھا کر اسلام قبول کیا۔ اس مہلت کی وجہ سے دشمنی تھم گئی، اور تلوار والی آیت کی وجہ سے کوئی خون نہیں بہا، جس کا مقصد مزید تشدد کو روکنا تھا، اور یہ مشورہ دیا گیا کہ یا تو ان مشرکین کو اسلام قبول کر لینا چاہیے یا جزیرہ نما عرب کو پر امن طریقے سے چھوڑ دینا چاہیے۔

خلاصہ یہ کہ آس پاس کی آیات اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زندگی، تلوار والی آیت کے لیے ضروری سیاق و سباق پیش کرتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیات خاص طور پر بعض دشمن مشرکوں کے حملوں کو روکنے کے لیے نازل ہوئی ہیں جن کا مقصد امت مسلمہ پر ہے۔ اس لیے ان کا اطلاق بعد میں آنے والے دوسروں پر بلامتیاز نہیں کیا جا سکتا۔

باب 9 توبہ آیت 5

اور جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں پکڑو اور ان کا ”محاصرہ کرو اور ہر گھات کی جگہ پر ان کی تاک میں بیٹھو، پھر اگر وہ توبہ کریں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو انہیں اپنے راستے پر چل دو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

عام طور پر، یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین عرب کا ایمان صرف اسی صورت میں قبول کرے گا جب وہ اپنی فرض نمازوں کو قائم کرنے اور اپنے واجب صدقات کے ذریعے اپنے ایمان کے زبانی اعلان کی تائید کریں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں ایمان کا زبانی اعلان اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتا، اگر اس کی تائید اعمال سے نہ ہو۔ درحقیقت، جو اپنے ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت کرنے میں ناکام رہتا ہے وہ اسے کھونے کے بڑے خطرے میں ہے۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کی طرح ہے جسے پھلنے پھولنے اور زندہ رہنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک پودے کی طرح جو سورج کی روشنی جیسے ضروری عناصر کے بغیر مرجھا جاتا ہے، ایک شخص کا ایمان بھی ختم ہو سکتا ہے اور اگر فرمانبردارانہ اعمال کی حمایت نہ کی جائے تو وہ مر سکتا ہے۔

لہذا کسی کو اپنے ایمان کے زبانی اعلان کو اعمال کے ساتھ حمایت کرتے ہوئے اس نتیجہ سے بچنا چاہیے۔ سب سے بڑا عمل فرض نمازوں کو قائم کرنا ہے، کیونکہ یہ اعمال کا مرکزی ستون ہیں، جیسا کہ دیگر تمام نیک اعمال ان کے گرد گھومتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 5

لیکن اگر وہ توبہ کریں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو انہیں اپنے راستے پر جانے دو، بیشک اللہ ’ بخشنے والا مہربان ہے۔“

فرض نمازوں کے قیام کے لیے ان کی صحیح بجا آوری کی ضرورت ہے، اور اس میں ان کے مخصوص اوقات میں ادا کرنا بھی شامل ہے۔ قرآن پاک میں ان دعاؤں کی اہمیت پر اکثر زور دیا گیا ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر کسی کے ایمان کا ایک اہم اظہار ہیں۔ مزید برآں، پانچ فرض نمازیں، جو پورے دن میں تقسیم کی جاتی ہیں، قیامت کے دن کی مستقل یاد دہانی کے طور پر کام کرتی ہیں، لوگوں کو اس کے لیے تیاری کرنے میں مدد کرتی ہیں، نماز کے ہر حصے کو علامتی طور پر یوم قیامت سے منسلک کیا جاتا ہے۔ نماز کے دوران سیدھا کھڑا ہونا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انسان: باب 83 المطففین، آیات 4-6 اس عظیم دن پر اللہ تعالیٰ کے سامنے کس طرح کھڑا ہوگا۔

کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے، ایک عظیم دن کے لیے جس دن انسان رب "العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے؟

رکوع ان بہت سے لوگوں کی ایک اہم یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے جنہیں قیامت کے دن زمین پر اپنے وقت کے دوران اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل نہ کرنے پر تنقید کا سامنا کرنا پڑے گا۔ باب: المرسلات، آیت 48 77

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو تو وہ رکوع نہیں کرتے۔

یہ تنقید زندگی کے تمام شعبوں میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے آگے سر تسلیم خم کرنے میں ناکامی کو نمایاں کرتی ہے۔ نماز میں سجدہ کا عمل قیامت کے دن ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرنے کی پکار کی یاد دہانی کا کام کرتا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے زمین پر اپنے وقت کے دوران مکمل طور پر اس کے تابع نہیں ہوئے، جس میں زندگی کے ہر پہلو میں اس کے احکام کی پیروی شامل ہے، وہ قیامت کے دن جان لیں گے کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ باب 68 القلم، آیات 42-43

جس دن حالات سنگین ہو جائیں گے، انہیں سجدہ کرنے کی دعوت دی جائے گی، لیکن ایسا کرنے سے روکا جائے گا، ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی، ذلت ان پر چھائی ہوئی ہے، اور انہیں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا جب وہ ٹھیک تھے۔

نماز پڑھتے وقت گھٹنے ٹیکنا ایک طاقتور یاددہانی کے طور پر کام کرتا ہے کہ کس طرح کوئی شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے گھٹنے ٹیکتا ہے، جو ان کی حتمی قسمت کے بارے میں فکر مند ہے۔ باب 45 الجثیہ، آیت 28

اور تم ہر امت کو گھٹنے ٹیکتے ہوئے دیکھو گے اور ہر قوم کو اس کے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا کہ آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

پانچوں فرض نمازوں کے درمیان کے اوقات میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سامنے ان کی حقیقی اطاعت کی ضمانت ہوگی۔ باب 29 العنکبوت، آیت 45

”...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے“

جس طرح فرض نماز تمام اعمال صالحہ کا مرکزی ستون ہے، اسی طرح مالی نیکیوں کے حوالے سے بھی واجب صدقہ بھی اعمال کا مرکزی ستون ہے، کیونکہ تمام نیک اعمال انہی کے گرد گھومتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 5

لیکن اگر وہ توبہ کریں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو انہیں اپنے راستے پر جانے دو، بیشک اللہ“
”بخشنے والا مہربان ہے۔

واجب صدقہ کسی فرد کی کل آمدنی کا محض ایک چھوٹا سا حصہ ہے اور صرف اس وقت دیا جاتا حصہ ڈالنے کا ایک مقصد ایک ۔ اس واجب صدقہ میں ہے جب ایک مخصوص رقم کی ملکیت ہو مسلمان کو یہ یاد دلانا ہے کہ جو دولت ان کے پاس ہے وہ واقعی ان کی نہیں ہے۔ دوسری صورت میں، وہ اپنی مرضی کے مطابق اسے استعمال کرنے کے لیے آزاد ہوں گے۔ یہ دولت ان کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور نے پیدا کی ہے اور عطا کی ہے اور اس لیے اس کا اس طرح استعمال کیا جانا چاہیے جس سے وہ خوش ہو۔ درحقیقت ہر نعمت محض ایک قرض ہے جو اس کے حقدار اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائی جائے۔ یہ ادائیگی اس وقت ہوتی ہے جب کوئی شخص اپنی حاصل کردہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ جو لوگ اس حقیقت کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں اور اس طرح کام کرتے ہیں کہ گویا ان کے پاس جو نعمتیں ہیں، جیسے کہ ان کا مال، وہ ان کے صدقات دینے میں کوتاہی برتتے ہیں، ان کو ایسے ہی نتائج کا سامنا واجب لیتے ہیں، اور اس طرح اپنے کرنا پڑے گا جو دنیا کا قرض ادا نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری نمبر 1403 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو لوگ اپنا فرض صدقہ نہیں کریں گے ان کا سامنا ایک بڑا زہریلے سانپ سے ہوگا جو انہیں قیامت کے دن مسلسل ڈستا رہے گا۔ باب 3 علی عمران، آیت 180

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو کچھ ان کو دیا ہے اس سے باز رہنے والے ہرگز یہ نہ“
سوچیں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے، بلکہ یہ ان کے لیے بدتر ہے، قیامت کے دن ان کی گردنوں میں وہ چیز گھیرے گی جس سے انہوں نے روک رکھا تھا۔“

اس دنیا میں جو دولت وہ واجب صدقہ میں حصہ ڈالنے میں کوتاہی کرتے ہیں وہ بالآخر ان کے تنناؤ اور تکلیف کا باعث بن جائے گی، کیونکہ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ان نعمتوں پر حق ہے جو اس نے انہیں عطا کی ہیں۔ باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (اللہ) (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

باب 9 توبہ آیت 5

لیکن اگر وہ توبہ کریں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو انہیں اپنے راستے پر جانے دو، بیشک اللہ" بخشنے والا مہربان ہے۔

اس بات کی تعریف کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ خاص طور پر مکہ اور اس کے آس پاس کے ان مشرکین کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مسلسل ظلم کرتے رہے، اس طرح ان میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا گیا اور انہوں نے متعدد بار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی کوشش کی، پھر بھی وہ انہیں معاف فرما دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت اور بخشش کی دلیل ہے۔ لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ یہ آیت واضح کرتی ہے کہ کسی کو اپنے ایمان کے زبانی اعلان کو اعمال کے ساتھ تائید کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کے بارے میں خواہش مندانہ سوچ سے بچنا چاہیے اور اس کے بجائے حقیقی امید کو اپنانا چاہیے۔ خواہش مند سوچ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں جاری رہنے کا عمل ہے اور اس کی رحمت اور بخشش کی دنیا اور آخرت دونوں میں امید رکھتے ہیں۔ اس طرح کا رویہ اسلام میں کوئی جواز نہیں رکھتا۔ اس کے برعکس، حقیقی امید اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لیے کوشش کرنا ہے، جس کا مطلب

ہے اسلامی اصولوں کے مطابق ان پر عطا کردہ نعمتوں کو استعمال کرنا۔ تب ہی دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کی صحیح امید رکھی جا سکتی ہے۔ اس فرق کو جامع ترمذی نمبر 2459 میں درج ایک حدیث میں واضح کیا گیا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس فرق کو پہچانا جائے اور، خواہش مندانہ سوچ سے پرہیز کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش میں سچی امید پیدا کی جائے کیونکہ اس سے ان کو اس کی زندگی یا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ لہذا، انسان کو حقیقی امید کو اپنانا چاہیے، جس میں اللہ تعالیٰ پر ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت کرنا، اعمال کے ساتھ، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، اور جب بھی کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو سچے دل سے توبہ کرنا ہے۔ سچی توبہ کے لیے گہرے احساس جرم کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ سے معافی کے لیے دل کی گہرائیوں سے، اور ہر اس شخص سے جس کو نقصان پہنچا ہے، بشرطیکہ اس سے اضافی مسائل پیدا نہ ہوں۔ یہ ضروری ہے کہ ایک ہی یا اس سے ملتے جلتے گناہوں کے اعادہ سے بچنے کا مخلصانہ عہد کیا جائے اور اللہ تعالیٰ اور دوسروں کے بارے میں جو حقوق پامال ہوئے ہوں ان کی اصلاح کی جائے۔ مزید برآں، اسلامی اصولوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اللہ: باب 9 توبہ آیت 5 تعالیٰ کی وفاداری کے ساتھ اطاعت پر قائم رہنا چاہیے۔

لیکن اگر وہ توبہ کریں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو انہیں اپنے راستے پر جانے دو، بیشک اللہ ”بخشنے والا مہربان ہے۔“

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ مشرکین عرب کو چار ماہ کی مہلت دی گئی تھی کہ وہ یا تو اسلام قبول کر لیں یا جزیرہ نما عرب کو چھوڑ دیں جو اسلام کے زیر تسلط آ چکا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ مشرک قبائل کو تحفظ فراہم کریں جو اسلامی تعلیمات سے ناواقف تھے تاکہ انہیں اسلام کے بارے میں جاننے کا موقع ملے اور پھر وہ اس کو قبول کرنے یا جزیرہ نمائے عرب کو امن کے ساتھ چھوڑنے کا انتخاب کر سکیں۔ باب 9 توبہ آیت 6

،اور اگر مشرکوں میں سے کوئی تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو تاکہ وہ اللہ کا کلام سن لے ”پھر اسے اس کے امن کی جگہ پہنچا دو، یہ اس لیے کہ وہ لوگ نہیں جانتے۔“

یہ جاننا ضروری ہے کہ چونکہ اسلام قبول کرنا دل کا معاملہ ہے اس لیے اسے قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ باب 2 البقرہ، آیت 256

دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔“۔

اللہ تعالیٰ نے کسی بھی امن معاہدوں کو ان کی مدت کے اختتام تک پورا کرنے کے حکم پر دوبارہ زور دیا جب تک کہ مشرکین کی طرف سے ان کی خلاف ورزی نہ کی گئی ہو۔ توبہ میں باب 9، آیات 7-8

مشرکوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی معاہدہ کیسے ہو سکتا ہے، سوائے ان " کے جن سے تم نے مسجد الحرام میں معاہدہ کیا ہے، پس جب تک وہ تمہاری طرف سیدھے ہیں، ان کے ساتھ سیدھے رہو، بے شک اللہ نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے، کیونکر ہو سکتا ہے، جب کہ وہ تم پر غلبہ حاصل نہیں کر رہے ہوں گے یا تم پر کوئی غلبہ حاصل نہیں کریں گے۔ "وہ آپ کو اپنے "منہ سے مطمئن کرتے ہیں، لیکن ان کے دل انکار کرتے ہیں، اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں۔

اگر مشرکین نے مسلمانوں کے ساتھ اپنے صلح نامے کی خلاف ورزی کی تو مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے معاہدے کے خاتمے کا اعلان کریں اور اس طرح دھوکہ دہی سے پرہیز کریں۔ باب 8 الانفال، آیت 58

،اگر تمہیں کسی قوم کی خیانت سے ڈر لگتا ہے تو ان کی طرف واپس پھینک دو، برابری کے ساتھ ”
“بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

عام طور پر، آیات 7 اور 8 کسی کی امانتوں کو پورا کرنے کی اہمیت کی نشاندہی کرتی ہیں کیونکہ یہ ان تمام امانتوں پر محیط ہے جو اللہ تعالیٰ اور دوسروں کی طرف سے راستبازی کا ایک پہلو ہے۔ عطا کی گئی ہیں۔ ہر نعمت جو کسی کے پاس ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد کی ہے۔ ان امانتوں کا احترام کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ان نعمتوں کو ایسے آداب میں استعمال کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ ایسا کرنے سے، وہ مزید برکات حاصل کریں گے، کیونکہ یہ حقیقی شکرگزاری کی عکاسی کرتا ہے۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ کروں”
”گا۔

افراد کے درمیان موجود اعتماد کو برقرار رکھنے کے لیے بہت ضروری ہے۔ جن لوگوں کو کسی اور کے مال کی ذمہ داری دی گئی ہے انہیں ان کا غلط استعمال نہیں کرنا چاہئے اور انہیں صرف مالک کی مرضی کے مطابق استعمال کرنا چاہئے۔ لوگوں کے درمیان اعتماد کی سب سے اہم شکلوں میں سے ایک بات چیت کی رازداری ہے، جب تک کہ اس معلومات کو دوسروں کے ساتھ بانٹنے میں کوئی واضح فائدہ نہ ہو۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں میں اس اصول کو اکثر نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اپنے اور دوسروں کے درمیان امانتوں کو اس انداز میں سنبھالنا ضروری ہے کہ کوئی شخص اپنی امانتوں کے ساتھ سلوک کرنے کی خواہش کرے۔

مزید یہ کہ یہ امانتیں ان افراد تک پھیلی ہوئی ہیں جو کسی کی سرپرستی میں ہیں، جیسے کہ انحصار کرنے والے۔ ایک مسلمان پر فرض ہے کہ وہ ان امانتوں کا احترام کرے اور اس بات کو یقینی بنائے کہ ان افراد کے حقوق پورے ہوں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر، یہ

والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیمات کو سیکھنے، سمجھنے اور اس پر باب 9 توبہ عمل کرنے کی ترغیب دیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھیں۔
آیت 7

پس جب تک وہ تمہاری طرف سیدھے ہیں، ان کے ساتھ سیدھے رہو، بے شک اللہ نیک لوگوں سے ’ ’
”محبت کرتا ہے۔“

مزید برآں، چونکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے دونوں حقوق کو پورا کرنا چاہیے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلمان اکثر اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ادا کرنے میں اچھے ہوتے ہیں، جیسے کہ فرض نماز، لیکن لوگوں کے حقوق کو یہ سمجھتے ہوئے نظر انداز کرتے ہیں کہ وہ غیر متعلق ہیں۔ دوسروں پر ظلم کرنے والوں کو قیامت کے دن انصاف کا سامنا کرنا پڑے گا، چاہے وہ اس دنیا میں اس سے بچ جائیں۔ ظالم کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنے نیک اعمال متاثرین کو منتقل کرے اور اگر ضرورت پڑی تو وہ اپنے مظلوم کے گناہوں کا بوجھ اس وقت تک اٹھائے گا جب تک کہ انصاف نہ مل جائے۔ اس سے ظالم کو قیامت کے دن جہنم میں عذاب کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی پاسداری کیوں نہ کرے۔ اس اہم تنبیہ کو صحیح مسلم نمبر 6579 کی ایک حدیث میں نمایاں کیا گیا ہے۔ اس نتیجہ سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق ادا کرنا چاہیے۔

باب 9 توبہ آیت 7

پس جب تک وہ تمہاری طرف سیدھے ہیں، ان کے ساتھ سیدھے رہو، بے شک اللہ نیک لوگوں سے ’ ’
”محبت کرتا ہے۔“

یہ آیت بھی ایک مسلمان کے پہلے سے طے شدہ رویے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ انہیں ہمیشہ دوسروں کے ساتھ اچھا اور سیدھے طریقے سے پیش آنا چاہیے، جب تک کہ ان کے ساتھ بدسلوکی نہ ہو۔ بدسلوکی کی صورت میں اسلام کی حدود میں رہ کر اپنا دفاع کریں اور اپنے تحفظ کے لیے اقدامات کریں تاکہ تاریخ اپنے آپ کو دہرانے سے بچ سکے۔ باب 16 النحل، آیت 126

اور اگر تم سزا دو تو اتنی ہی سزا دو جس سے تمہیں نقصان پہنچایا گیا ہے، لیکن اگر تم صبر کرو "تو یہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اس آیت میں صبر کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی غیر فعال رویہ اختیار صبر اور معافی کو کیا جائے جس کے تحت کوئی دوسروں کو ان پر ظلم کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ کبھی بھی نقصان کی غیر فعال قبولیت کے ساتھ الجھنا نہیں چاہئے۔ اس کے بجائے، وہ حفاظت کو یقینی بنانے کے لیے فعال اقدامات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ یہ اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ مثال کے طور پر، گھریلو تشدد کا سامنا کرنے والی خاتون کو خود کو اور اپنے بچوں کی حفاظت کے لیے زور دار اقدامات کرنے چاہئیں، جس میں قانون نافذ کرنے والے اداروں سے رابطہ کرنا اور بدسلوکی کی صورت حال سے باہر نکلنا شامل ہے۔ ایک بار جب وہ اپنی اور اپنے بچوں کی حفاظت حاصل کر لیتی ہے، تو وہ قانونی راستوں سے انصاف حاصل کر سکتی ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے انصاف حاصل کر سکتی ہے۔ تاہم، اگر وہ اپنے دل میں اپنے سابقہ شوہر کو اللہ تعالیٰ کی خاطر اس کی سابقہ باب برائیوں کو معاف کرنے کا ارادہ پاتی ہے، تو اس کا نتیجہ بالآخر اس کی اپنی معافی کا باعث ہوگا۔
النور، آیت 22 24

”اور وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا آپ پسند نہیں کریں گے کہ اللہ آپ کو معاف کر دے؟“

چونکہ اسلام ایک متوازن مذہب ہے یہ لوگوں کو ایک خاص حد کے اندر اپنے دفاع کا حق دیتا ہے لیکن یہ واضح کرتا ہے کہ ایک مسلمان کی نارمل حالت ہر وقت سیدھی اور دوسروں کا احترام کرتی ہے تاکہ ان کے حقوق اسلام کی تعلیمات کے مطابق پورے ہوں۔ درحقیقت سنن نسائی نمبر 4998 میں درج ایک حدیث میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ کسی فرد کو اس وقت تک حقیقی مسلمان اور مومن نہیں کہا جا سکتا جب تک کہ وہ دوسروں اور ان کے سامان کو جسمانی اور زبانی نقصان پہنچانے سے باز نہ آئے، خواہ وہ کسی بھی عقیدے پر ہو۔ اور کوئی شخص اس وقت تک سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ دوسروں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے چاہتا ہے۔ صحیح بخاری جیسا کہ ہر شخص دوسروں سے نمبر 13 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ امن و سلامتی حاصل کرنا چاہتا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے قول و فعل سے دوسروں کو بھی وہی چیز عطا کرے۔ لہذا ایک مسلمان کی عام حالت یہ ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ ہر وقت مہربانی اور احترام کا مظاہرہ کرے تاکہ ان کے حقوق پورے ہوں۔ اس سے معاشرے میں انصاف اور باب 9 توبہ آیت 7 امن کے پھیلاؤ کو یقینی بنایا جائے گا۔

پس جب تک وہ تمہاری طرف سیدھے ہیں، ان کے ساتھ سیدھے رہو، بے شک اللہ نیک لوگوں سے ' ' محبت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مکہ اور اس کے ہمسایہ علاقوں کے مشرکین کو نصیحت کرتا ہے جنہوں نے اسلام کی حقیقت کو واضح طور پر سمجھنے کے باوجود اسے رد کرنے کا انتخاب کیا۔ مکہ کے غیر مسلموں نے، جو عربی زبان میں مہارت رکھتے تھے، تسلیم کیا کہ قرآن پاک کسی انسان کی طرف سے نہیں لکھا جا سکتا تھا۔ مزید برآں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جاننے کے بعد، آپ کے اعلان نبوت سے پہلے چالیس سال تک، وہ جانتے تھے کہ وہ جھوٹے نہیں ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 16

"کیونکہ میں اس سے پہلے زندگی بھر تمہارے درمیان رہا تھا، پھر کیا تم عقل نہیں کرو گے؟..."

اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سابقہ آسمانی صحیفوں سے کوئی تعلق نہیں تھا - اس حقیقت کو اہل کتاب اور مکہ کے غیر مسلموں دونوں نے تسلیم کیا ہے آپ کو ان مقدس صحیفوں میں موجود بدلی ہوئی یا اصل تعلیمات کا علم نہ ہوتا۔ یہ حقیقت قرآن کریم - کی الہی ماخذ کو مزید تقویت دیتی ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 48

اور تم نے اس سے پہلے کوئی صحیفہ نہیں پڑھا اور نہ ہی کسی کو اپنے دابنے ہاتھ سے لکھا، پھر”
“(یعنی دوسری صورت میں (جھٹلانے والے شک میں پڑ جاتے۔

مکہ میں غیر مسلموں نے اسلام کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا لیکن اس سے ان کی دنیاوی خواہشات کو لاحق خطرے کی وجہ سے اس کے خلاف ہو گئے۔ وہ اسلام کے عروج کے ساتھ اپنی سماجی حیثیت اور طاقت کے کھو جانے کا اندیشہ رکھتے تھے۔ نتیجتاً، انہوں نے اسلام کو مسترد کرنے کے لیے ناقص وجوہ گھڑ لیے، اس امید پر کہ وہ دوسروں کو اسے قبول کرنے سے باز رکھیں گے۔ 9 باب توبہ، آیت: 9

انہوں نے اللہ کی نشانیوں کو تھوڑی قیمت کے بدلے دے دیا اور لوگوں کو اس کے راستے سے روک”
”دیا، بیشک یہ بہت برا کام کرتے تھے۔

سماجی اثرات جیسے کہ سوشل میڈیا، فیشن کے رجحانات، اور ثقافتی اصول اکثر ان افراد، عام طور پر پر دباؤ ڈالتے ہیں جو اسلامی اقدار کے لیے وقف ہیں۔ اسلام کی ترویج کو اکثر دولت اور سماجی حیثیت کی ان کی خواہشات کی راہ میں رکاوٹ کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ وہ صنعتیں جن پر اسلام تنقید کرتا ہے وہ اسلامی اصولوں کو اپنانے کی سرگرمی سے مزاحمت کرتی ہے اور مسلمانوں کو اپنے عقیدے پر عمل کرنے کی حوصلہ شکنی کرتی ہے۔ یہ سوشل میڈیا سمیت مختلف پلیٹ فارمز پر پائے جانے والے اسلام مخالف جذبات میں نمایاں طور پر حصہ ڈالتا ہے۔

مزید برآں، جو لوگ اسلامی اصولوں پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جو ذاتی خواہشات میں اعتدال کو فروغ دیتے ہیں اور جو نعمتیں انہیں عطا کی گئی ہیں ان کے ذمہ دارانہ استعمال کو اکثر ایسے افراد کی طرف سے منفی رویے کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو حد سے زیادہ اپنی خواہشات پر عمل کرتے ہیں، جیسا کہ اسلام انہیں حیوانیت پسند ظاہر کرتا ہے۔ یہ افراد اکثر دوسروں کو اسلام قبول کرنے سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے عقیدے پر عمل کرنے سے روکتے ہیں انہیں ایسے طرز زندگی کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کی خصوصیت بے لگام خواہش ہوتی ہے۔ وہ اکثر اسلام کے مخصوص عناصر کو نشانہ بناتے ہیں، جیسے خواتین کے لیے لباس کوڈ، اس کی اپیل کو کمزور کرنے کے لیے۔ تاہم، ادراک رکھنے والے افراد ان تنقیدوں کی سطحی نوعیت کو آسانی سے پہچان سکتے ہیں، جو اسلام کی خود نظم و ضبط پر توجہ دینے کی توہین سے پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، اگرچہ وہ خواتین کے لیے اسلامی لباس کوڈ پر تنقید کر سکتے ہیں لیکن وہ دیگر اہم پیشوں، جیسے قانون نافذ کرنے والے، فوج، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم اور کاروبار پر اسی سطح کی جانچ کا اطلاق نہیں کرتے ہیں۔ اسلامی لباس کوڈ پر یہ منتخب تنقید، دیگر لباس کے ضابطوں کے بارے میں ان کی خاموشی کے برعکس، ان کے دلائل کی کمزوری اور بے بنیاد نوعیت کو واضح کرتی ہے۔ بالآخر، یہ اسلام کے اصول اور اس کے ماننے والوں کا نظم و ضبط والا طرز عمل ہے جو اسلام پر ان مختلف حملوں کو ابھارتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اس پر کسی بھی طرح سے تنقید کر سکتے ہیں۔

مزید برآں، جب کوئی فرد اپنے ساتھیوں کے مقابلے میں مختلف راستے کا انتخاب کرتا ہے، تو اس سے دوسروں میں اپنے فیصلوں کے بارے میں ناواقفیت کے جذبات پیدا ہوسکتے ہیں، خاص طور پر اگر ان فیصلوں میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر عمل کرنے پر ذاتی خواہشات پر زور دیا جائے۔ نتیجتاً، یہ تنقید کا باعث بن سکتا ہے جس کا مقصد ان لوگوں پر ہوتا ہے جو اپنے عقیدے پر ثابت قدم رہتے ہیں، جو اکثر خاندان کے افراد سے آتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 10

”وہ مومن کے لیے کسی عہد و پیمان یا عقد کی پابندی نہیں کرتے اور وہی لوگ فاسق ہیں۔“

ہر حال میں، ایک فرد کو ثابت قدمی کے ساتھ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت کے لیے وقف کر دینا چاہیے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ عہد انہیں سکون بخشے گا اور انہیں دوسروں کے منفی اثرات سے محفوظ رکھے گا۔ دوسروں کو راضی کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا انتخاب کرنا بالآخر اندرونی سکون کے نقصان کا باعث بنے گا، کیونکہ یہ انہیں اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کی ترغیب دے گا۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو ذہنی اور جسمانی خلفشار کی حالت میں پائیں گے، اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو گمراہ کرتے ہوئے، اور وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔ اس سے دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات آئیں گی، چاہے وہ کسی بھی مادی آسائش سے لطف اندوز ہوں۔

صحیح رویے پر ثابت قدم رہنے کے لیے مضبوط ایمان حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کے لیے ہر حال میں، خواہ خوشحالی کے وقت ہوں یا مصیبت کے وقت مضبوط ایمان ضروری ہے۔ اس گہرے ایمان کی آبیاری قرآن پاک میں موجود واضح نشانیوں اور تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے ہوتی ہے۔ یہ تعلیمات اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت سے دنیا اور آخرت میں سکون ملتا ہے۔ اس کے برعکس، جو لوگ اسلامی اصولوں سے ناواقف ہوں گے وہ کمزور ایمان کے مالک ہوں گے، جس سے وہ اطاعت سے ہٹنے کا زیادہ شکار ہو جائیں گے، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات الہی رہنمائی سے متصادم ہوں۔ یہ جہالت ان کے اس فہم کو دھندلا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کے حق میں اپنی خواہشات کو ترک کرنا ہی دونوں جہانوں میں حقیقی امن کے حصول کا راستہ ہے۔ لہذا، افراد کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کے حصول اور اس کے عملی اطلاق کے ذریعے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہیں۔ اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق ان کو حاصل ہونے والی برکات کا صحیح استعمال کرنا ہے، جس کا نتیجہ بالآخر ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت اور ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کی درست ترجیح ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ اگرچہ مشرکین مکہ نے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایذا دینے اور قتل کرنے پر اصرار کیا، پھر بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرمائی، ان کے سابقہ گناہوں کی معافی کی ضمانت دی اور ان کا شمار اخوان المسلمین میں کیا جائے گا۔ باب 9 توبہ آیت 11:

لیکن اگر وہ توبہ کر لیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں، اور ہم آیات کو ”ان لوگوں کے لیے تفصیل سے بیان کرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا گیا کہ وہ مشرکین مکہ کے ساتھ برتاؤ کریں، جو اسلام قبول کرنے پر انہیں بھائیوں کی طرح قتل کرنے کی کوشش پر اڑے رہے۔ اس قسم کا اتحاد تبھی حاصل ہو سکتا ہے جب ایک گروہ کے اندر ہر ایک کا ایک ہی مقصد ہو: اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت۔ تاریخ یہ ظاہر کرتی ہے کہ مادی وجوہات پر قائم ہونے والا اتحاد، جیسے دولت یا نسب، فطری طور پر کمزور ہے اور بالآخر وقت کے ساتھ ساتھ بکھر جاتا ہے۔ جب دنیاوی معاملات کے نقصانات فائدے سے بڑھ جاتے ہیں تو لوگوں کے درمیان رشتے تیزی سے ٹوٹ جاتے ہیں جس سے دوسروں کے ساتھ نئے روابط قائم ہوتے ہیں۔ قوموں، جرائم پیشہ گروہوں اور خاندانوں کی تاریخ پر ایک نظر ڈالنے سے اس ناقابل تردید حقیقت کا پتہ چلتا ہے۔ اس کے برعکس مسلمان اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں متحد ہو کر دنیاوی حالات کے اتار چڑھاؤ کے باوجود اپنی طاقت کو برقرار رکھیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے اپنی محدود تعداد اور وسائل کے باوجود زیادہ طاقتور قوموں پر فتح کیوں حاصل کی۔

عام طور پر، جیسے جیسے وقت گزرتا ہے، مسلمان رشتہ داروں کا دور ہو جانا اور ان مضبوط رشتوں سے محروم ہونا ایک عام بات ہے جس سے وہ کبھی لطف اندوز ہوتے تھے۔ مختلف عوامل اس رجحان میں حصہ ڈالتے ہیں، لیکن ایک اہم عنصر وہ بنیاد ہے جس پر ان کے والدین اور بزرگوں نے ان کے تعلقات استوار کیے تھے۔ یہ ایک معروف حقیقت ہے کہ کمزور بنیاد کے ساتھ ڈھانچہ خراب ہونے کا شکار ہوتا ہے یا گر سکتا ہے۔ اسی طرح، جب باہمی تعلقات کی بنیادیں خراب ہوں گی، تو وہ روابط لامحالہ کمزور یا ٹوٹ جائیں گے۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اکٹھا کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ان سے رشتہ جوڑ لیا۔ اس کے برعکس، آج بہت سے مسلمان قبائلیت، بھائی چارے، یا سماجی منظوری سے جڑے وجوہات کی بنا پر لوگوں کو جمع کرتے ہیں۔ اگرچہ اکثر صحابہ کرام، اللہ ان سے راضی ہیں، خون کے رشتے دار نہیں تھے، لیکن ان کے روابط کی مضبوطی ایک مضبوط بنیاد سے پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سے ان کی باہمی عقیدت۔ ان کے تعلقات کو فروغ دینے کے قابل بنا۔ دوسری طرف، آج بہت سے مسلمان، خون کے رشتے میں ہونے کے باوجود، وقت کے ساتھ ساتھ خود کو الگ ہوتے ہوئے پاتے ہیں کیونکہ ان کے روابط کی بنیاد جھوٹ پر مبنی ہے، جیسے کہ قبائلیت اور اسی طرح کے نظریات۔

مسلمانوں کو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اگر وہ اپنے رشتوں کو قائم رکھنا چاہتے ہیں اور خاندانی رشتوں کو برقرار رکھنے اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے کے لازمی فرض کے لیے اجر حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے رشتہ جوڑنا چاہیے۔ اس اصول کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو باہم مل جل کر ایسے آداب سے کام لینا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو۔ یہ ہدایت قرآن پاک میں واضح طور پر بیان ہوئی ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

باب 9 توبہ آیت 11

لیکن اگر وہ توبہ کر لیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں، اور ہم آیات کو“ ان لوگوں کے لیے تفصیل سے بیان کرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔

عام طور پر یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین عرب کے ایمان کو صرف اسی صورت میں قبول کرے گا جب وہ اپنے فرض نمازوں کی ادائیگی اور ان کے واجب صدقات کے ساتھ اپنے ایمان کے زبانی اعلان کی تائید کریں۔ یہ اس بات پر روشنی ڈالتا ہے کہ اسلام میں ایمان کا محض زبانی اعلان اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت کم اہمیت رکھتا ہے، الا یہ کہ اس کے ساتھ اعمال بھی ہوں۔ لہذا، اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سلسلے میں خواہش مندانہ سوچ کو اپنانے سے گریز کرنا چاہیے، جس کے ذریعے وہ اس پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت کرنے میں ناکام رہتے ہیں اور پھر بھی دونوں جہانوں میں اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ اسلام میں اس ذہنیت کی کوئی اہمیت نہیں۔ دوسری طرف حقیقی امید میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی کوشش کرنا شامل ہے، جس میں اسلامی تعلیمات کے

مطابق ان کو دی گئی نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے۔ صرف اسی طرح سے دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کا حقیقی طور پر اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس فرق کو جامع ترمذی نمبر 2459 میں موجود حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ لہذا اس فرق کو سمجھنا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور 2459 بخشش میں مستند امید پیدا کرنا ضروری ہے اور خواہش مندانہ سوچ سے گریز کیا جائے، کیونکہ یہ ان کو نہ دنیا میں فائدہ دے گا اور نہ ہی آخرت میں۔

مزید برآں، جو لوگ اپنے عقیدے کے زبانی اثبات کو عمل کے ساتھ ساتھ دینے میں ناکام رہتے ہیں وہ اسے کھونے کا کافی خطرہ رکھتے ہیں۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کی طرح ہے جس کو پھلنے پھولنے اور برقرار رہنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ایک پودا سورج کی روشنی جیسے اہم اجزا کے بغیر مرجھا جاتا ہے، اسی طرح ایک فرد کا ایمان بھی فوت ہو سکتا ہے اگر اسے فرمانبرداری کے عمل سے مدد نہ ملے۔

لہذا، اس صورت حال سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اپنے زبانی اثبات کو اسی طرح کے اعمال سے تقویت دے کر۔ ان اعمال میں سب سے اہم فرض نمازوں کا قیام ہے، کیونکہ یہ تمام اعمال کے بنیادی ستون کے طور پر کام کرتے ہیں اور ہر دوسرے نیک عمل ان کے گرد گھومتے ہیں۔ باب 9 11 توبہ آیت:

لیکن اگر وہ توبہ کر لیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں، اور ہم آیات کو ”ان لوگوں کے لیے تفصیل سے بیان کرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔“

فرض نمازوں کے نفاذ کے لیے ان کی درستی کی ضرورت ہے، جس میں ان کے مقررہ اوقات کی پابندی بھی شامل ہے۔ ان دعاؤں کی اہمیت کو قرآن پاک میں کثرت سے اجاگر کیا گیا ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے ایک اہم مظہر کے طور پر کام کرتی ہیں۔ مزید برآں، پانچ فرض نمازیں، جو پورے دن میں پھیلی ہوئی ہیں، قیامت کے دن کی مسلسل یاد دہانی کے طور پر کام کرتی ہیں، اس کی

تیاری میں لوگوں کی مدد کرتی ہیں، نماز کے ہر حصے کو علامتی طور پر یوم قیامت سے جوڑا جاتا ہے۔ نماز کے دوران اونچا کھڑا ہونا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ اس اہم دن پر اللہ تعالیٰ کے سامنے باب 83 المطففین، آیات 4-6 کس طرح کھڑا ہوگا۔

کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے، ایک عظیم دن کے لیے جس دن انسان رب "العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے؟

جھکنا ان بے شمار افراد کی ایک اہم یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے جنہیں قیامت کے دن اس دنیا، میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے میں ناکام رہنے پر تنقید کا سامنا کرنا پڑے گا۔ باب 77 المرسلات آیت 48

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو تو وہ رکوع نہیں کرتے۔

یہ تنقید زندگی کے ہر پہلو میں مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع ہونے کی جدوجہد پر زور دیتی ہے۔ نماز کے دوران سجدہ کا عمل اس یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے جب قیامت کے دن تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ وہ لوگ جو زمین پر رہتے ہوئے زندگی کے تمام شعبوں میں اس کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے اس کے سامنے پوری طرح سے سر تسلیم خم کرنے میں ناکام رہے - وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے سے قاصر ہوں گے۔ باب 68 القلم، آیات 42-43

جس دن حالات سنگین ہو جائیں گے، انہیں سجدہ کرنے کی دعوت دی جائے گی، لیکن ایسا کرنے سے روکا جائے گا، ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی، ذلت ان پر چھائی ہوئی ہے، اور انہیں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا جب وہ ٹھیک تھے۔

نماز کے دوران گھٹتے ٹیکنے کی حالت کو سنبھالنا اس بات کی گہری یاد دہانی کا کام کرتا ہے کہ کس طرح کوئی شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے گھٹتے ٹیکتا ہے جو اپنی آخری منزل کے بارے میں فکرمندی سے بھرا ہوا ہے۔ باب 45 الجثیہ، آیت 28

اور تم ہر امت کو گھٹتے ٹیکتے ہوئے دیکھو گے اور ہر قوم کو اس کے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا کہ آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

جو لوگ نماز میں مشغول رہتے ہوئے ان عناصر پر غور کریں گے وہ فرض نمازوں کے درمیان کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو یقینی بناتے ہوئے اپنی نماز کو صحیح طریقے سے ادا کریں گے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 45

”...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے“

نمازیں تمام اعمال صالحہ کی بنیاد کا کام کرتی ہیں، اسی طرح فرض صدقہ بھی اللہ فرض جس طرح تعالیٰ کی مالی اطاعت کے لحاظ سے اسی طرح کی اہمیت رکھتا ہے۔ درحقیقت، تمام اچھے مالی اعمال اسی واجب ستون کے گرد مرکوز ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 11

لیکن اگر وہ توبہ کر لیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں، اور ہم آیات کو ”ان لوگوں کے لیے تفصیل سے بیان کرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔“

واجب صدقہ کسی شخص کی مجموعی آمدنی کے صرف ایک چھوٹے سے حصے کی نمائندگی کرتا ہے اور صرف اس وقت دیا جاتا ہے جب ایک مخصوص حد پوری ہو جاتی ہے۔ اس واجب صدقہ میں حصہ ڈالنے کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو یہ یاد دہانی کرائی جائے کہ جو دولت ان کے پاس ہے وہ حقیقی طور پر ان کی نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو انہیں اس کو استعمال کرنے کی آزادی حاصل ہوتی جس طرح وہ چاہیں۔ یہ دولت اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا کی گئی ہے اور انہیں عطا کی گئی ہے اور اس لیے اس کا استعمال ان طریقوں سے کیا جانا چاہیے جو اس کے لیے پسند ہوں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ درحقیقت ہر نعمت جو حاصل ہوتی ہے وہ محض ایک قرض ہے جو اس کے حقیقی مالک اللہ تعالیٰ کو واپس کرنا ضروری ہے۔ یہ ادائیگی اس وقت ہوتی ہے جب لوگ ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہیں جو انہیں دی گئی ہیں ان طریقوں سے جو قرآن پاک کی تعلیمات اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے مطابق ہوں۔ جو لوگ اس حقیقت کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں اور ایسا برتاؤ کرتے ہیں کہ گویا اس کی نعمتیں بشمول ان کے مال کو ان کی مرضی کے مطابق استعمال کرنا ہے، اپنے واجب صدقات کو دینے میں کوتاہی کرتے ہیں، ان کو ان لوگوں کی طرح عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا جو دنیا کا قرض ادا نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری نمبر 1403 میں درج ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو لوگ اپنا فرض صدقہ نہ کریں گے ان کا سامنا ایک بڑے زہریلے سانپ سے ہوگا جو انہیں قیامت کے دن مسلسل کاٹے گا۔ باب 3 علی: عمران، آیت 180

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو کچھ ان کو دیا ہے اس سے باز رہنے والے ہرگز یہ نہ سوچیں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے، بلکہ یہ ان کے لیے بدتر ہے، قیامت کے دن ان کی گردنوں میں وہ چیز گھیرے گی جس سے انہوں نے روک رکھا تھا۔“

اس دنیا میں جو دولت وہ واجب صدقہ کے ذریعے بانٹتے ہیں ناکام رہتے ہیں وہ آخر کار ان کی پریشانی اور تناؤ کا باعث بن جاتی ہے کیونکہ وہ اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کی ہوئی نعمتوں کا دعویٰ کیا ہے۔ درحقیقت ان کا یہ رویہ ان کو اس کی نافرمانی پر اڑے رہنے کا سبب بنے گا اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے ان کی نافرمانی پر اڑے رہیں گے۔ نتیجتاً، وہ ایک غیر مستحکم ذہنی اور جسمانی حالت کے ساتھ ختم ہو جائیں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے، اور وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کا سامنا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، مسائل اور چیلنجز پیدا ہوں گے، چاہے وہ کچھ مادی آسائشوں کا تجربہ کریں۔ باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟) اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

لہذا، اللہ تعالیٰ پر سچے دل سے اس کی اطاعت کرتے ہوئے ان کے زبانی اعلان کی تائید کرنی چاہیے۔ اس میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو اس نے انہیں عطا کی ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی ضمانت دے گا کہ وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، جس سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو مناسب طور پر پوزیشن دینے کی اجازت دے گا جبکہ قیامت کے دن اپنے جوابدہی کے لیے کافی حد تک تیار ہوں گے۔ نتیجتاً، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اگر مشرکین مکہ قبول نہ کریں یا انہیں دی گئی چار ماہ کی مہلت کے بعد جزیرہ نمائے عرب سے نکل جائیں تو ان سے جنگ کریں، کیونکہ یہ ان کی طرف سے اعلان جنگ ہوتا۔ باب 9 توبہ آیت 12

اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین کو بدنام کریں تو کفر کے سرداروں "سے لڑو، کیونکہ ان کے لیے کوئی قسمیں نہیں ہیں، [ان سے لڑو [کہ وہ باز آجائیں۔

سب سے پہلے غور کرنے والی بات یہ ہے کہ کفر کے رہنما خاص طور پر مکہ کے غیر مسلموں کے قائدین کا حوالہ دیتے ہیں کیونکہ انہوں نے اسلام کے خلاف جنگ کی قیادت کی تھی۔ اس کی مزید تائید اگلی آیت سے ہوتی ہے، کیونکہ مکہ کے غیر مسلموں کے قائدین ہی تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کیا تھا کیونکہ انہوں نے آپ کے قتل کی سازش کی تھی۔ باب 9 توبہ آیت 13

کیا تم ان لوگوں سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کر ”
”لیا اور انہوں نے تم پر پہلی بار حملہ کیا؟

جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدینہ کی طرف ہجرت کا آغاز کیا، مکہ کے غیر مسلم رہنماؤں نے پہچان لیا کہ ابھی کچھ ہی وقت کی بات ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مدینہ کی طرف سفر کریں گے۔ انہیں خدشہ تھا کہ اگر مدینہ ایک اسلامی ریاست میں تبدیل ہو گیا تو اس سے خطے میں ان کا اثر و رسوخ خطرے میں پڑ جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ کے نزدیک دار الندوہ میں ایک اجلاس بلایا۔ یہاں تک کہ ابلیس نے بھیس بدل کر ایک بوڑھے آدمی کی گفتگو میں حصہ لیا۔ اس میٹنگ کے دوران مختلف ممبران نے اپنے خیالات کا اظہار کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کس طرح سلوک کیا جائے، ان کے مشن کو ناکام بنایا جائے لیکن شیطان نے ان کی تجاویز کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابو جہل نے ایک منصوبہ پیش کیا۔ اس نے سفارش کی کہ وہ مختلف قبائل کے افراد کے ایک گروپ کو استعمال کرتے ہوئے اسے قتل کر دیں۔ یہ حکمت عملی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلے کو ان سب کے خلاف انتقامی کارروائی سے روک دے گی اور وہ اس معاملے کو حل کرنے کے لیے اپنے قبیلے کو رقم کی پیشکش کر سکتے ہیں۔ شیطان اور اجلاس کے دیگر تمام حاضرین نے اس شریر منصوبے سے اتفاق کیا۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کی طرف ہجرت کے لیے اپنے گھر سے روانہ ہوئے تو آپ نے قرآن پاک کی تلاوت کی، اور اللہ تعالیٰ نے ان قاتلوں کو عارضی طور پر اندھا کر دیا جو آپ کے گھر کے باہر آپ کو قتل کرنے کے لیے انتظار کر رہے تھے۔ جب وہ

ان کے پاس سے گزرے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سروں پر مٹی بکھیر دی اور اپنے راستے پر چل پڑے۔ قاتلوں کو صرف اس بات کا علم ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرب و جوار سے نکلنے کے بعد کیا ہوا تھا، اور انہیں ایک راہگیر نے واقعہ کی اطلاع دی۔ اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 2، صفحہ 152-153 میں بحث کی گئی ہے۔

توبہ میں باب 9، آیات 12-13:

اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین کو بدنام کریں تو کفر کے سرداروں سے لڑو، کیونکہ ان کے لیے کوئی قسمیں نہیں ہیں، کیا تم ان لوگوں سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کر لیا، اور انہوں نے تم پر پہلی بار حملہ کیا؟

اس کے علاوہ یہ دونوں آیات واضح کرتی ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس وقت تک لڑنا تھا جب تک اسلام کے دشمن اسلام اور ان پر حملہ کرنے سے باز نہ آجائیں۔ اس لیے جنگ کا حکم ایک دفاعی حکمت عملی تھی کیونکہ مشرکین نے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ لڑائی شروع کی تھی۔ اس سے مزید واضح ہوتا ہے کہ لڑائی مسلمانوں کی عام حالت نہیں ہے اور اسے صرف اپنے دفاع جیسے معاملات کو ختم کرنے میں اپنایا جاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، ایک مسلمان کی پہلے سے طے شدہ حالت یہ ہے کہ وہ کسی بھی مذہب سے قطع نظر سب کے ساتھ مہربانی اور احترام کا مظاہرہ سنن نسائی نمبر 4998 میں ایک حدیث واضح طور پر بتاتی ہے کہ کوئی شخص اس کرے۔ درحقیقت وقت تک سچا مسلمان اور مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ دوسروں اور ان کے سامان کو جسمانی اور زبانی نقصان پہنچانے سے باز نہ آجائے، خواہ ان افراد کا ایمان کچھ بھی ہو۔ مزید برآں، کوئی شخص اس وقت تک مخلص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ دوسروں کے لیے وہی نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے۔ اس تصور کو صحیح بخاری نمبر 13 کی ایک حدیث سے تقویت ملتی ہے۔ جس طرح ہر شخص دوسروں سے امن و سلامتی کا خواہاں ہوتا ہے، اسی طرح اسے اپنے قول و فعل کے ذریعے دوسروں کو بھی وہی پیش کرنا چاہیے۔ لہذا، ایک مسلمان کا دوسروں کے ساتھ پہلے سے طے شدہ رویہ ہمیشہ مہربانی اور احترام کا ہونا چاہیے، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ ہر ایک کے حقوق اسلامی اصولوں کے مطابق پورے ہوں، خواہ ان کے عقائد کچھ بھی ہوں۔

اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تنبیہ فرماتا ہے کہ لوگوں کا خوف اور ان کی ظاہری قوت انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے باز نہ آنے دیں۔ باب 9 توبہ آیت 13

”کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ لیکن اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو، اگر تم مومن ہو۔“

عام طور پر، ایک مسلمان کو لوگوں کے خوف اور ان کی تنقیدوں سے، اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت سے کبھی نہیں روکنا چاہیے۔ اسلام افراد کو اپنی دنیاوی خواہشات پر قابو رکھنا سکھاتا ہے، پھر بھی جو لوگ ان خواہشات کو پورا کرنے کو ترجیح دیتے ہیں وہ اکثر اس نقطہ نظر پر تنقید کرتے ہیں، کیونکہ اسلام انہیں حیوانیت کی شکل میں دکھاتا ہے۔ مزید برآں، وہ کاروبار اور صنعتیں جو لوگوں کو اپنی خواہشات میں مبتلا کرنے پر پروان چڑھتی ہیں، اسلام کی فعال طور پر مخالفت کریں گی، اور لوگوں کو اس کی تعلیمات پر عمل کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کریں گی۔ اس طرح کی تنقید کے جواب میں، مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اٹل رہنا چاہیے، جو انہیں ذہنی سکون عطا کرے گا اور انہیں معاشرتی دباؤ کے منفی اثرات سے بچائے گا، چاہے یہ تحفظ فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔ اس کے برعکس، جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نظر انداز کرتے ہوئے معاشرتی توقعات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ اپنے آپ کو اس کے عذاب سے غیر محفوظ پائیں گے اور بالآخر حقیقی سماجی منظوری حاصل کرنے میں ناکام رہیں گے، کیونکہ سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت جیسے لوگ اور دنیاوی اثرات فطری طور پر غیر مستحکم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے سے، اسلامی اصولوں کے مطابق اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، افراد اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو مؤثر طریقے سے ترجیح دیتے ہوئے ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر سکتے ہیں۔ مزید برآں، اللہ تعالیٰ ان منفی ساتھیوں کی جگہ لے گا جو ان کی عقیدت پر تنقید کرتے ہیں ایسے مددگار دوستوں سے جو انہیں اس کی فرمانبرداری پر قائم رہنے کی ترغیب دیتے ہیں، اس طرح اس زندگی میں ان کے ذہنی سکون میں اضافہ ہوتا ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 9

”اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم انہیں ضرور نیک لوگوں میں داخل کریں گے۔“

لیکن جو لوگ سماجی رضامندی حاصل کرنے اور اپنی دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں وہ آخرکار ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ اس کے نتیجے میں، ان کی زندگی کا ہر پہلو، بشمول خاندان، دوست، کیریئر، اور دولت، تناؤ کا باعث بن جائے گا۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہیں گے، تو وہ اپنے تناؤ کے لیے غلط لوگوں اور اپنی زندگی میں موجود چیزوں، جیسے اپنے شریک حیات کی طرح، پر الزام لگا دیں گے۔ اپنی زندگیوں سے ان مثبت اثرات کو ہٹانے سے، وہ صرف اپنی ذہنی صحت کے مسائل کو بڑھا دیں گے جو ممکنہ طور پر ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بنتے ہیں۔ یہ نتیجہ ان لوگوں کا مشاہدہ کرنے پر ظاہر ہوتا ہے جو اپنی حاصل کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور، ظاہری طور پر دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہونے کے باوجود۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ کفر پر قائم رہنے والی قوموں کو سزا دینے اور نسل در نسل مسلمانوں پر ظلم ڈھانے کی اللہ تعالیٰ کی روایت کبھی نہیں بدلی۔ مشرکین مکہ اور اس کے آس پاس کے علاقوں کے معاملے میں، اللہ تعالیٰ نے آسمان سے عذاب الہی بھیجنے کے بجائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں ان کو سزا دینے کا فیصلہ کیا، جیسا کہ اس نے پہلی امتوں پر کیا تھا۔ باب 9 توبہ آیت 14

ان سے لڑو، اللہ تمہارے ہاتھوں ان کو عذاب دے گا اور انہیں رسوا کرے گا اور تمہیں ان پر فتح دے گا۔“

ان کو اس طرح کی سزا دینا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رحمت تھی، کیونکہ اس قسم کی سزا سے آسانی سے بچا جا سکتا تھا اگر مشرکین یا تو اسلام قبول کر لیتے یا ان کو دی گئی چار ماہ

کی مہلت کے اندر جزیرہ نما عرب سے نکل جاتے۔ جبکہ آسمان سے عذاب الہی سے بچ نہیں سکتا، جب وہ کسی قوم پر نازل ہو جائے۔

مزید برآں، جیسا کہ اسلام انسانوں کی ذہنی حالت کو سمجھتا اور قبول کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اطمینان دلانا چاہا کہ وہ مشرکین مکہ کے ہاتھوں ناقابل تصور ظلم و ستم سہنے کے بعد ان کے ہاتھوں مشرکین کو شکست دے دیں۔ توبہ میں باب 9، آیات 14-15

اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں ان کو عذاب دے گا اور انہیں رسوا کرے گا اور تمہیں ان پر فتح دے گا اور ”مومنوں کے سینوں کو تسکین دے گا اور ان کے دلوں سے غصہ نکال دے گا۔

لیکن مشرکین مکہ اور آس پاس کے علاقوں کو اس تنبیہ اور دھمکی کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں توبہ کی دعوت دی۔ باب 9 توبہ آیت 15

اور اللہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔“

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے اس لیے وہ سچے دل سے توبہ کرنے والوں اور توبہ کرنے والوں سے پوری طرح واقف ہے اور اس کے نتیجے میں وہ ہر ایک کو اس کے سلوک کے مطابق معاوضہ دے گا۔ باب 9 توبہ آیت 15

”اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔“

عام طور پر، لہذا کسی کو اپنی توبہ میں بے حسی سے بچنا چاہیے، جس کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں، پھر بھی اس کی نافرمانی پر قائم رہتے ہیں۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتا رہے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو ذہنی اور جسمانی عدم توازن کی حالت میں پائیں گے، جس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ پر لے جائیں گے، بالآخر قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے صحیح طریقے سے تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی چاہے وہ کچھ مادی آسائشوں کا تجربہ کریں۔ اس نتیجہ سے بچنے کے لیے توبہ میں مخلص ہونا چاہیے۔ سچی توبہ میں پچھتاوے کا گہرا احساس، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور ان لوگوں سے جن پر ظلم ہوا ہے، معافی کی مخلصانہ خواہش شامل ہے، جب تک کہ یہ مزید پیچیدگیوں کا باعث نہ بنے۔ اسی یا اسی طرح کی زیادتیوں کو دہرانے سے بچنے کا حقیقی عہد کرنا اور اللہ تعالیٰ اور دوسروں کے سلسلے میں جو حقوق پامال ہوئے ہیں ان کو بحال کرنا بہت ضروری ہے۔ مزید برآں، اسلامی تعلیمات کے مطابق اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی وفاداری کے ساتھ اطاعت کرتے رہنا چاہیے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دینے کی ایک اور وجہ پر روشنی ڈالی ہے کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، اس کی اطاعت میں کوشش کریں، جس کا ایک پہلو اسلام کے دشمنوں سے لڑنا تھا۔ باب 9 توبہ: آیت 16

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم کو چھوڑ دیا جائے گا جب کہ اللہ نے ابھی تک تم میں سے ان لوگوں کو ”ظاہر نہیں کیا جو“ اس کی راہ میں (جہاد کرتے ہیں اور اللہ، اس کے رسول اور مومنین کے علاوہ کسی کو اپنا دوست نہیں بناتے؟

دوسرے طرز زندگی کے برعکس جو انسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے تبدیل کیے گئے ہیں یا ایجاد کیے گئے ہیں، اسلام لوگوں سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے کے لیے قربانیاں دیں۔ یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ جس طرح کوئی شخص امتحانات جیسے چیلنجوں کو برداشت کیے بغیر ڈاکٹر بن کر دنیاوی کامیابیاں حاصل نہیں کر سکتا، اسی طرح جدوجہد اور رکاوٹوں کو عبور کیے بغیر انسان دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ حیران کن ہے کہ لوگ یہ کیسے سمجھتے ہیں کہ اس دنیا میں کامیابی کے لیے کوشش کی ضرورت ہے، پھر بھی وہ بغیر کسی قربانی کے اس زندگی میں سکون اور آخرت میں جنت کے حصول کی توقع رکھتے ہیں۔

مزید برآں، اللہ تعالیٰ پر کسی کے سچے ایمان کا صحیح ثبوت یہ ہے کہ اس کی فرمانبرداری میں ثابت قدم رہنے کی صلاحیت خواہ کسی بھی حالات میں ہو، خواہ آسودگی ہو یا مشکل۔ درحقیقت، مشکل لمحات ان لوگوں کے درمیان فرق کرنے کے لیے بہت ضروری ہیں جو وفاداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور جو نہیں کرتے، جیسا کہ عام طور پر مشکل کے وقت کی نسبت آسانی کے وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا آسان ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیات 2-3

کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں یہ کہنے پر چھوڑ دیا جائے گا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور "ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی، لیکن ہم نے ان سے پہلے والوں کو ضرور آزمایا ہے، اور اللہ "ضرور ان لوگوں کو ظاہر کرے گا جو سچے ہیں اور وہ ضرور جھوٹوں کو ضرور ظاہر کر دے گا۔

اس لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو برقرار رکھا جائے، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو عقلمندی سے استعمال کرتے ہوئے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ کسی کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہ بالآخر انہیں مدد اور راحت فراہم کرے گا۔ باب 65 میں طلاق، آیت 2

”اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔“

یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ یہ خدائی مدد ضروری نہیں کہ ذاتی خواہشات کے مطابق ہو۔ اس کے بجائے، یہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی لامحدود حکمت اور علم کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔ نتیجتاً، یہ الہی رہنمائی افراد کے لیے انتہائی سازگار لمحات میں اور ان طریقوں سے ظاہر ہوتی ہے جو ان کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہوتے ہیں، خواہ وہ فوری طور پر اس کا ادراک نہ کریں۔ باب 2 البقرہ، آیت 216:

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

لہذا انسان کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو ہمیشہ قائم رکھنا چاہیے، یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ وہ ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کریں گے، چاہے یہ ان پر فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔ جو شخص اس طرز عمل کو اپنائے گا وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرے گا جو اسے دی گئی ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دماغ اور جسم کی ایک متوازن حالت تک پہنچیں، اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو ہم آہنگ کرتے ہوئے قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کریں۔ نتیجے کے طور پر، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی ”بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔“

مزید برآں، جب وہ مضبوط ایمان کا مالک ہو تو کوئی شخص الہی تعلیمات کے وسیع فوائد اور اللہ تعالیٰ کی مسلسل اطاعت کی اہمیت کو صحیح معنوں میں سمجھ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے عزم کو برقرار رکھنے کے لیے مضبوط ایمان ضروری ہے، ہر حال میں، خواہ آسانی ہو یا مشکل۔ اس پختہ ایمان کی آبپاری قرآن پاک میں موجود واضح نشانیوں اور تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے سے ہوتی ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں پائی جاتی ہے۔ یہ تعلیمات واضح کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت دنیا اور آخرت دونوں میں سکون کا باعث بنتی ہے۔ اس کے برعکس، جو لوگ اسلامی اصولوں سے آگاہی نہیں رکھتے ان کا ایمان اکثر کمزور ہوتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اطاعت سے انحراف کا شکار ہو جاتے ہیں، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات الہی رہنمائی سے متصادم ہوں۔ یہ سمجھ کی کمی اس حقیقت کو دھندلا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حق میں اپنی خواہشات کے حوالے کر دینا دونوں جہانوں میں حقیقی امن کے حصول کے لیے بہت ضروری ہے۔ لہذا، افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کو حاصل کرتے ہوئے اور اسے اپنی زندگیوں میں لاگو کرتے ہوئے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی غیر متزلزل اطاعت کو یقینی بنائیں۔ اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق انہیں حاصل ہونے والی برکات کو بروئے کار لانا، بالآخر ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دینا اور اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مناسب طور پر ترجیح دینا شامل ہے۔ درحقیقت یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا غیر متزلزل ایمان ہی تھا جس نے انہیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے کی ترغیب دی۔

اس کے علاوہ، اس آیت میں جس کوشش کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے مراد کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ کوشش کرنا ہے۔ یہ جنگ سے الگ ہے، جسے عربی اصطلاح قتال سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ کوشش ایک وسیع دائرہ کار پر محیط ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی خدمت میں کی جانے والی تمام کوششیں شامل ہیں۔ ایک شخص جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جدوجہد کرتا ہے حقیقی طور پر اپنے مشن کے لیے مصروف عمل ہوتا ہے، اپنی عقل کو بروئے کار لاتے ہوئے اس مقصد کی تکمیل کے لیے بہترین طریقے متعین کرتا ہے۔ انہوں نے تقریر اور تحریر دونوں کے ذریعے اسلام کا پیغام پھیلا دیا۔ وہ اپنی کوششیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے وقف کرتے ہیں، ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو اس نے انہیں عطا کی ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ اسلام کو آگے بڑھانے کے لیے تمام دستیاب وسائل لگاتے ہیں اور کسی بھی مخالفت کو چیلنج کرنے کے لیے اپنی تمام تر طاقت کو متحرک کرتے ہیں۔ ضرورت پڑنے پر وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی جانیں خطرے میں ڈالنے کو تیار ہیں۔ یہ ساری سعی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد ہے۔ ان کی جدوجہد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے، اس کے ایمان کی بالادستی کو برقرار رکھنے اور اس کے پیغام کو غالب کرنے کے لیے ہے۔

باب 9 توبہ آیت 16

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم کو چھوڑ دیا جائے گا جب کہ اللہ نے ابھی تک تم میں سے ان لوگوں کو ”ظاہر نہیں کیا جو (اس کی راہ میں) جہاد کرتے ہیں اور اللہ، اس کے رسول اور مومنین کے علاوہ کسی کو اپنا دوست نہیں بناتے؟“

اس کے علاوہ، اللہ تعالیٰ پر ایمان کے زبانی اعلان کی عملی طور پر تائید کرنا، یہ بھی واضح کرتا ہے کہ آیا کسی کی وفاداری اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے یا لوگوں کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کا وفادار ہے وہ اس کی اطاعت پر ثابت قدم رہے گا، وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرے گا جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، چاہے اس سے لوگوں کی ناراضگی ہی کیوں نہ ہو۔ جبکہ جو لوگوں کا وفادار ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا اگر اس سے لوگوں کو خوش کیا جائے۔ لہذا مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ثابت قدم رہنا چاہیے، کیونکہ وہ انہیں ذہنی سکون عطا کرے گا اور انہیں دوسروں کے منفی اثرات سے بچائے گا، چاہے یہ فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔ اس کے مقابلے میں جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بے توقیری کرتے ہوئے معاشرے کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ اس کے عذاب سے محفوظ نہیں رہیں گے اور نہ ہی وہ حقیقی طور پر معاشرے کو خوش کر سکیں گے کیونکہ لوگ اور دنیاوی معاملات جیسے سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت، فطری طور پر غیر مستحکم ہیں۔ جب تک کوئی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کے پابند رہے گا، اسلامی تعلیمات میں بتائی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر سکے گا اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو صحیح طریقے سے ترجیح دے سکے گا۔ مزید برآں، اللہ تعالیٰ ان کے منفی ساتھیوں کی جگہ لے گا جو ان کی اطاعت پر تنقید کرتے ہیں مثبت ساتھیوں سے جو انہیں اس کی اطاعت میں ثابت قدم رہنے کی ترغیب دیتے ہیں، اس طرح دنیا اور آخرت دونوں میں ان کے ذہنی سکون میں اضافہ ہوگا۔ باب 29 العنکبوت، آیت 9:

”اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم انہیں ضرور نیک لوگوں میں داخل کریں گے۔“

اس کے برعکس جو لوگ سماجی رضامندی اور اپنی دنیاوی خواہشات کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں وہ آخر کار ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں ملی ہیں۔ نتیجتاً انہیں ذہنی اور جسمانی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ اس کا نتیجہ دنیا اور آخرت دونوں میں تناؤ اور چیلنجوں کا باعث بنے گا، چاہے وہ مادی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ لوگ کیا کرتے ہیں، چاہے کوئی اپنی وفاداری اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرے یا لوگوں کے ساتھ، دونوں جہانوں میں انہیں اپنی پسند کے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ باب 9 توبہ آیت 16:

”اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔“

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، افراد کو اپنے فائدے کے لیے اسلامی تعلیمات کو اپنانا اور ان پر عمل کرنا چاہیے، یہاں تک کہ جب یہ تعلیمات ان کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہوں۔ انہیں اپنے آپ کو ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفاد میں ہے، باوجود اس کے کہ انہیں کڑوی ادویات اور سخت غذائی پابندیوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ جس طرح یہ ہوشیار مریض اچھی ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ فرد بھی جو اسلامی تعلیمات کو قبول کرے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی وہ واحد علم ہے جس کے پاس انسان کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اس کی زندگی میں صحیح مقام دینے میں مدد فراہم کرنے کے لیے ضروری علم ہے۔ انسانی دماغی اور جسمانی حالات کا ادراک جو معاشرہ کے پاس ہے اس مقصد تک پہنچنے کے لیے کبھی بھی کافی نہیں ہوگا، خواہ وہ وسیع تحقیق کیوں نہ کی گئی ہو، کیونکہ یہ زندگی میں انسان کو درپیش ہر چیلنج کو حل نہیں کرسکتی۔ ان کی رہنمائی ہر قسم کے ذہنی اور جسمانی تناؤ کو نہیں روک سکتی، اور نہ ہی اس بات کو یقینی بنا سکتی ہے کہ علم، تجربے

دور اندیشی اور تعصبات کی موروثی حدود کی وجہ سے کوئی شخص اپنی زندگی میں ہر چیز کو درست طریقے سے جگہ دے سکتا ہے۔ یہ جامع علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، جو اس نے قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ذریعے انسانیت کو عطا کیا ہے۔ یہ حقیقت اس وقت عیاں ہو جاتی ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو اپنی حاصل کردہ نعمتوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق استعمال کرتے ہیں بمقابلہ جو نہیں کرتے۔ اگرچہ زیادہ تر مریض اپنی تجویز کردہ دوائیوں کے پیچھے سائنسی اصولوں کو نہیں سمجھتے اور اس طرح اپنے ڈاکٹروں پر اندھا اعتماد کرتے ہیں، تاہم، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام کی تعلیمات پر غور کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی پر اس کے فائدہ مند اثرات کو پہچان سکیں۔ وہ لوگوں سے اسلامی تعلیمات کو آنکھ بند کر کے قبول کرنے کا مطالبہ نہیں کرتا۔ بلکہ وہ چاہتا ہے کہ وہ واضح ثبوت کے ذریعے اس کی سچائی کو تسلیم کریں۔ تاہم اس کے لیے ضروری ہے کہ افراد اسلام کی تعلیمات کو غیر جانبدارانہ اور کھلے ذہن کے ساتھ دیکھیں۔ باب 12 یوسف، آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں"

مزید برآں، چونکہ اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کے روحانی دلوں کا واحد حاکم، ذہنی سکون کا گھر ہے، اس لیے وہی طے کرتا ہے کہ کون اسے حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون عطا کرتا ہے جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق استعمال کرتے ہیں۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسْجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَى
أَنْفُسِهِمْ بِالْكَفْرِ أُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ
خَالِدُونَ ﴿١٧﴾

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنْ ءَامَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَءَاتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَىٰ
أُولَئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴿١٨﴾

﴿١٨﴾ أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ ءَامَنَ
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٩﴾

الَّذِينَ ءَامَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ
أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٢٠﴾

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ
مُّقِيمٌ ﴿٢١﴾

خَلِيدِينَ فِيهَا أَبَدًا إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٢٢﴾

يَتَأَيَّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَتَّخِذُوا ءَابَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ
إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ مِّنكُمْ
فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٢٣﴾

قُلْ إِن كَانَ ءَابَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ
وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ
تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي
سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَكُمُ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الْفَاسِقِينَ ﴿٢٤﴾

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ
أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا
وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمُ
مُدْبِرِينَ ﴿٢٥﴾

ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ ۖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ
جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَٰلِكَ جَزَاءُ
الْكَافِرِينَ ﴿٢٦﴾

ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ غَفُورٌ

رَحِيمٌ ﴿٢٧﴾

يَتَأْتِيهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا
الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً
فَسَوْفَ يُغْنِيَكُمْ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنْ شَاءَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ

حَكِيمٌ ﴿٢٨﴾

قَالُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ
مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ
أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ

صَاغِرُونَ ﴿٢٩﴾

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ
ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ
الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَالَهُمْ اللَّهُ أَنَّى

يُؤْفَكُونَ ﴿٣٠﴾

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ
وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا
إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا
يُشْرِكُونَ ﴿٣١﴾

يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ
نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿٣٢﴾

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى
الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾

﴿٣٤﴾ يَتَأَيَّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ
لِيَآكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ
اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا ينفقُونَهَا فِي
سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٤﴾

يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فُتْكُوىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ
وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا
كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ﴿٣٥﴾

مشرکوں کے لیے یہ کام نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو قائم رکھیں [جب کہ] اپنے خلاف کفر کی گواہی دیں۔ ان لوگوں کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ کی مسجدوں کو صرف وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، امید ہے کہ وہی لوگ ہدایت یافتہ ہوں گے۔

کیا تم نے حاجی کے لیے پانی پلانے اور مسجد الحرام کی دیکھ بھال کو اس شخص کے اعمال کے برابر قرار دیا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہو؟ اللہ کے نزدیک وہ برابر نہیں ہیں۔ اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کیا، اللہ کے نزدیک ان کا درجہ بڑا ہے۔ اور وہی لوگ ہیں جو [کامیابی کے] ہیں۔

ان کا رب انہیں اپنی طرف سے رحمت اور رضامندی اور ان کے لیے ایسے باغوں کی بشارت دیتا ہے جن میں دائمی لذت ہے۔

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ بے شک اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے باپوں اور بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور تم میں سے جو ایسا کرے گا تو وہی ظالم ہیں۔

کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے رشتہ دار، وہ مال جو تم نے کمایا ہو، تجارت جس میں تمہیں زوال کا اندیشہ ہو اور وہ مکان جس سے تم خوش ہو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہو تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم نافذ کر دے، اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اللہ تمہیں بہت سے علاقوں میں فتح دے چکا ہے اور حنین کے دن بھی جب تمہاری کثیر تعداد تمہیں خوش کر چکی تھی لیکن وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعتوں سے تمہارے لیے بند ہو گئی۔ پھر تم بھاگتے ہوئے واپس لوٹ گئے۔

پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنین پر اپنی تسکین نازل کی اور ایسے سپاہی فرشتے بھیجے جنہیں تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو عذاب دیا۔ اور یہ کافروں کی سزا ہے۔

پھر اللہ اس کے بعد جس کی چاہے گا توبہ قبول کرے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بے شک مشرک ناپاک ہیں، لہذا وہ اپنے آخری سال کے بعد مسجد الحرام کے قریب نہ جائیں۔ اور اگر تم محرومی سے ڈرتے ہو تو اللہ چاہے گا اپنے فضل سے تمہیں غنی کر دے گا۔ بے شک اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

ان لوگوں سے لڑو جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یوم آخرت پر اور جو اللہ اور اس کے رسول کی حرام کردہ چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے اور جن کو کتاب دی گئی ہے ان میں سے دین حق کو نہیں اپناتے، [لڑو] یہاں تک کہ وہ عاجزی کے ساتھ جزیہ دے دیں۔

یہودی کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔ اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کے منہ سے نکلا ہوا بیان ہے۔ وہ ان لوگوں کے قول کی نقل کرتے ہیں جنہوں نے [ان سے پہلے] کفر کیا۔ اللہ ان کو غارت کرے۔ وہ کیسے دھوکے میں ہیں؟

انہوں نے اللہ کے سوا اپنے علماء اور راہبوں کو رب بنا لیا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی۔ اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ ایک اللہ کی عبادت کریں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ان چیزوں سے بلند ہے جن کو وہ اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔

وہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دینا چاہتے ہیں، لیکن اللہ اپنے نور کو مکمل کرنے کے سوا انکار کرتا ہے، اگرچہ کافروں کو یہ ناپسند ہو۔

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے، اگرچہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں کو یہ ناپسند ہو۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بے شک بہت سے علماء اور راہب لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔

جس دن اسے جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور اس سے ان کی پیشانیاں، ان کے پہلو اور ان کی پیٹھوں کو داغ دیا جائے گا، (کہ یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، سو چکھو جو تم ذخیرہ کرتے تھے۔

آیات 17-35 پر بحث

اللہ تعالیٰ نے مکہ کے غیر مسلموں پر تنقید کا اظہار کیا جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے پر بڑا فخر کیا۔ چنانچہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے گھر کے نگہبان سمجھتے تھے جسے اس نے بنایا تھا اور اس طرح وہ خود کو اس کی میراث کا علمبردار سمجھتے تھے۔ باب 9 توبہ آیت 17:

مشرکوں کے لیے یہ کام نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے خلاف کفر کی گواہی دیں۔“

مکہ کے غیر مسلموں کو یاد دلایا جاتا ہے کہ اسلام کی واضح حقیقت سے منہ موڑ کر انہوں نے اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وراثت حاصل کرنے سے باز رکھا۔ اس کے بجائے یہ میراث ان لوگوں کو ملے گی جو حقیقی طور پر آپ کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں، خاص طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر۔ اگر مکہ کے غیر مسلم اپنی نافرمانی میں لگے رہے تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی میراث سے نہ دنیا میں حاصل کریں گے اور نہ آخرت میں۔ باب 9 توبہ آیت 17:

“ان لوگوں کے لیے ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔“

عام طور پر، یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بارے میں خواہش مندانہ سوچ میں ملوث ہونے کے خلاف احتیاط کا کام کرتا ہے۔ خواہش مند سوچ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہنا شامل ہے، جبکہ یہ یقین

رکھتے ہوئے کہ کوئی اور، ایک نیک رشتہ دار کی طرح، انہیں عذاب سے بچا لے گا۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ اسلام عدل و انصاف کی بنیادوں پر استوار ہے، اللہ تعالیٰ، صالحین کے ساتھ تعلق کی بنیاد پر افراد کو خصوصی مراعات نہیں دیتا۔ ہر ایک کو اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہے تو انہیں دونوں جہانوں میں عذاب سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ باب 31: لقمان، آیت 33

اے لوگو، اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جب کوئی باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام نہ آئے گا" اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آئے گا، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، اس لیے تمہیں دنیا کی "زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور دھوکے باز اللہ کے بارے میں دھوکے میں نہ پڑے۔

جو لوگ کفر کا انتخاب کرتے ہیں یا اللہ تعالیٰ پر ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت کرنے میں ناکام رہتے ہیں، عمل کے ساتھ، جو کہ عملی طور پر کفر کے برابر ہے، لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو ایک غیر مستحکم ذہنی اور جسمانی حالت میں پائیں گے، جس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ پر لے جائیں گے آخر کار قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے صحیح طریقے سے تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، چاہے وہ کچھ مادی: آسائشوں کا تجربہ کریں۔ باب 9 توبہ آیت 17

”ان لوگوں کے لیے ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔“

یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ دنیاوی کامیابی کی کوئی بھی شکل جو دونوں جہانوں میں ذہنی سکون لانے میں ناکام ہو اسے حقیقی کامیابی نہیں سمجھا جا سکتا۔ درحقیقت دنیاوی خواہشات کے پیچھے بھاگنا جن کا نتیجہ دونوں جہانوں میں باطنی سکون نہیں ہوتا، محض وقت اور وسائل کو ضائع کرنا ہے، خواہ: باب 18 الکہف، آیات 103-104 یہ ان پر ظاہر نہ بھی ہو۔

کہہ دو، کیا ہم تمہیں ان کے اعمال کے لحاظ سے سب سے بڑے خسارے میں رہنے والوں کے بارے میں بتائیں؟ وہ لوگ ہیں جن کی محنت دنیاوی زندگی میں ضائع ہو جاتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ "وہ کام میں اچھا کر رہے ہیں۔"

:اور باب 9 توبہ آیت 17

"...[ان کے لیے]، ان کے اعمال ضائع ہو گئے ہیں..."

اس لیے اس بات کا مسلسل جائزہ لینا ضروری ہے کہ آیا اس زندگی میں کسی کی دنیاوی کامیابیاں حقیقی ذہنی سکون لاتی ہیں، کیونکہ آخرت میں سکون حاصل کرنے کا یہی واحد راستہ ہے۔ اسے پہچاننے میں ناکامی وقت، توانائی اور وسائل کو ضائع کرنے کا باعث بن سکتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس اہم حقیقت کو نہیں سمجھتا تو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا رہتا ہے اور ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے۔ اس طرح کے اعمال قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے کی صلاحیت میں رکاوٹ بنیں گے، جس کے نتیجے میں آخرت میں ان کے مصائب اور مشکلات میں اضافہ ہوگا۔ باب 9 توبہ آیت 17

“ان لوگوں کے لیے ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔”

عام طور پر، قیامت کے دن، اللہ تعالیٰ کفر کو معاف نہیں کرے گا، کیونکہ یہ انسانی وجود کے بنیادی مقصد کے خلاف ہے۔ باب 67 الملک، آیت 2

"...[وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں بہتر ہے]"

اگر ہر طالب علم کو پاسنگ گریڈ دیا جائے اس سے قطع نظر کہ اس نے کس طرح کا مظاہرہ کیا، تو امتحان بے معنی ہو جائے گا۔ امتحان کا بنیادی مقصد پاس ہونے والوں اور نہ کرنے والوں کے درمیان فرق کرنا ہے۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مومنین کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی تو اس کا نتیجہ دونوں کے درمیان غیر منصفانہ برابری کا باعث بنے گا اور عدل و انصاف کے بنیادی اصولوں کو نقصان پہنچے گا۔ باب 45 الجثیہ، آیت 21

کیا وہ لوگ جو برائیاں کرتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے - ان کی زندگی اور موت میں برابری پیدا کر دیں گے، یہ جو فیصلہ کرتے ہیں وہ برا ہے۔"

جب کہ اللہ تعالیٰ، لامحدود رحمت کو مجسم کرتا ہے، لیکن اس کی شفقت اس کے عدل و انصاف کو کمزور نہیں کرتی، کیونکہ یہ ناقابل قبول رویے کا باعث بنے گا، جس سے وہ بالکل آزاد ہے۔ اس دنیا میں ایک جج کو سخت تنقید کا سامنا کرنا پڑے گا اور وہ اپنے عہدے سے ہٹا دیا جائے گا اگر وہ بغیر کسی نتیجے کے ہر مجرم کو معاف کر دیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ سے اس طرح کے کاموں کی توقع رکھنا غیر معقول ہے جو کہ سب سے بڑا قاضی ہے۔

زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے عام طور پر کافی محنت اور عزم کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ ڈاکٹر بننے کا سفر ہے۔ چونکہ جنت میں داخل ہونا کسی بھی دنیاوی کامیابی سے کہیں زیادہ بڑی کامیابی کی نمائندگی کرتا ہے، اس لیے اس کے لیے ایک خاص حد تک جدوجہد کی بھی ضرورت ہے۔ جنت میں داخلے کے لیے بنیادی شرط ایمان ہے، خواہ اس ایمان کو تھامے ہوئے گناہ ہی کیوں نہ کیے ہوں۔

مزید برآں، کفر اپنے خالق اور پالنے والے کے خلاف بغاوت کا ایک صریح فعل ہے، اور یہ اس مقصد کے انکار کی نمائندگی کرتا ہے جس کے لیے اسے تخلیق کیا گیا تھا۔ باب 51 ذریات، آیت 56

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا نہیں کیا کہ میری عبادت کریں۔“

جو لوگ اپنے خالق اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں وہ قیامت کے دن اس کی تکذیب کا سامنا کریں گے۔ اسی طرح، جو لوگ اپنے مطلوبہ مقصد کو پورا کرنے میں ناکام رہتے ہیں، وہ اس دن جہنم میں پھینکے جانے کے لائق ہیں، ایک ایسے آلے کی طرح جو اس کے مطلوبہ کام کو پورا نہیں کرتا اور اسے ناکام سمجھا جاتا ہے، اس طرح اسے ضائع کر دیا جاتا ہے۔

ایک غیر مسلم کو جہنم میں ابدی عذاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ زمین پر ان کا عارضی وجود اللہ تعالیٰ پر ان کے کفر کی وجہ سے چھایا ہوا ہے، جو اس کی ابدی وحدانیت سے متصادم ہے۔ چنانچہ اس کفر کے اثرات آخرت میں بھی لازوال ہیں۔

مزید برآں، کسی کو یہ یقین کرنے میں گمراہ نہیں ہونا چاہیے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ لامحدود بخشش کا مالک ہے، اس لیے اسے کفر کو بھی معاف کرنا چاہیے۔ تمام گناہوں کی حقیقی معافی صرف ان لوگوں

کو دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس کی وحدانیت کا انکار اس کی بے پناہ رحمت اور بخشش کے تصور کو رد کرنے کے مترادف ہے، جیسا کہ یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور ہستی سے معافی مانگی جا سکتی ہے۔ اس لیے یا تو اللہ کی وحدانیت اور اس کی بخشش کی لامحدود فطرت کو قبول کرنا چاہیے یا وہ اس کی وحدانیت اور اس کے نتیجے میں اس کی رحمت اور بخشش کی وسعت کو پہچاننے میں ناکام ہو جائیں گے۔ اگر وہ اس کی لامحدود بخشش کو قبول نہیں کریں گے تو یہ ان کے لیے ناقابل رسائی رہے گی اور وہ اپنے کفر پر قائم رہیں گے جب تک کہ وہ سچی توبہ نہ کریں۔

مزید برآں، ایک فرد جو کفر کا انتخاب کرتا ہے وہ دوسروں کو اس کی پیروی کرنے پر مجبور کر سکتا ہے، کیونکہ ان کا انتخاب فطری طور پر گمراہ کن ہونے کے باوجود آزادی کی ایک شکل کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کے برعکس، حقیقی آزادی باطنی سکون کو فروغ دیتی ہے، اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اس کی مخالفت کرتے رہتے ہیں، وہ اس طرح کے سکون کا تجربہ نہیں کریں گے۔ اس کے بجائے، وہ ذہنی اور جسمانی عدم استحکام کو برداشت کریں گے، جس کی وجہ سے ان کی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کی غلط ترتیب ہو جائے گی۔ اس سفر کے نتیجے میں دنیا اور آخرت دونوں میں تناؤ، چیلنجز اور مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے، چاہے وہ مادی آسائشوں کے مالک ہوں۔ تاہم، چونکہ اس طرز عمل کو آزادی کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے، اس لیے یہ نسلوں میں بے شمار پیروکاروں کو اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے جو کسی ایک شخص کے اعمال کی وجہ سے کفر میں ایک دوسرے کی اندھی تقلید کرتے ہیں۔ چنانچہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے کفر کرتا ہے، وہ بہت سے دوسرے لوگوں کو اسی فیصلے کی طرف رہنمائی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس کے نتیجے میں، وہ آخرت میں بے شمار لوگوں کو گمراہ کرنے کے نتائج کا سامنا کرے گا۔ باب 4 النساء آیت 48

”اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس نے یقیناً بہت بڑا گناہ باندھا۔“

آخر کار، چونکہ ہر چیز جو موجود ہے اس کی ملکیت اور حکومت اللہ تعالیٰ کی ہے، اس لیے لوگوں کے لیے اس کے احکام کی تعمیل کرنا بہت ضروری ہے۔ جس طرح کسی کو کسی ملک کے قوانین کی خلاف ورزی کے نتائج کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، اسی طرح خالق کے مقرر کردہ الہی ضابطوں

کو نظر انداز کرنے سے اس کی زندگی اور آخرت دونوں میں مشکلات پیدا ہوں گی۔ اگرچہ کوئی شخص کسی ناخوشگوار ملک کو چھوڑنے کا انتخاب کر سکتا ہے، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت سے نہیں بچ سکتا۔ اگرچہ افراد معاشرتی اصولوں کو تبدیل کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ الہی قوانین کو تبدیل نہیں کر سکتے۔ جس طرح ایک گھر کا مالک اپنی جائیداد کے لیے اصول طے کرتا ہے، اسی طرح کائنات پر اللہ تعالیٰ کی حکومت ہے، جو انسان کی رضامندی کے بغیر اپنے قوانین کا تعین کرتا ہے۔ لہذا ذاتی فائدے کے لیے ان احکام الہی کی پابندی ضروری ہے۔ جو لوگ اس حقیقت کو سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں گے جو اس نے انہیں قرآن کریم اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات سے بیان کی ہیں۔ افراد ذاتی اور معاشرتی بھلائی کو فروغ دینے میں ان کے کردار کو تسلیم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ممانعتوں کے پیچھے موجود حکمت کو سمجھنے کا انتخاب کر سکتے ہیں، یا وہ اپنی خواہشات کے آگے جھک سکتے ہیں اور اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ تاہم، جو لوگ اسلامی اصولوں کو نظر انداز کرتے ہیں، ان کو اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنے کے لیے دنیا اور آخرت میں تیار رہنا چاہیے، کیونکہ کوئی اعتراض یا شکایت انہیں نتائج سے محفوظ نہیں رکھ سکتی۔ باب 18 الکہف، آیت 29

اور کہہ دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے۔ اور جو چاہے کفر کرے، بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایک آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی، اور اگر وہ راحت کے لیے پکاریں گے تو ان کو ایسے پانی سے راحت ملے گی جیسے گدھے تیل سے، جو ان کے چہروں کو جھلسا دیتا ہے، برا مشروب ہے اور برا ٹھکانہ ہے۔

باب 9 توبہ آیت 17

مشرکوں کے لیے یہ کام نہیں کہ وہ اپنے خلاف کفر کی گواہی دیتے ہوئے اللہ کی مسجدوں کو قائم رکھیں، ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اس بات پر بحث کرتا ہے کہ کون اپنے گھروں کو برقرار رکھنے کا مستحق ہے۔ باب
توبہ آیت 18 9

اللہ کی مسجدوں کو صرف وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور ”
“نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

اللہ تعالیٰ پر حقیقی یقین کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو ان کے ایمان کی زبانی اثبات کو متعلقہ اعمال کے
ساتھ کرنا چاہیے۔ جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کو حقیقی معنوں میں اپنا رب تسلیم کرتا ہے وہ فطری طور
پر اس کے بندے کے طور پر اپنے کردار کو قبول کرے گا۔ ایک سچا بندہ ذاتی تسکین کی کوشش نہیں
کرتا اور نہ ہی وہ دوسروں سے ان کی ضروریات کو پورا کرنے کی توقع رکھتا ہے۔ اس کے بجائے
، وہ اپنے مالک کی خوشنودی اور فرمانبرداری کو ہر چیز پر ترجیح دیں گے، بشمول لوگوں کی اطاعت
ذاتی خواہشات میں ملوث ہونا، یا سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافتی رجحانات کی پیروی کرنا۔ بندے کی
واحد خواہش اپنے مالک کو راضی کرنا ہے۔ مزید برآں، ایک بندہ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ ان کی
ہر چیز، حتیٰ کہ ان کی اپنی جان، ان کے خالق اور مالک، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تحفہ ہے۔
نتیجتاً، وہ بے تابی سے ان تمام نعمتوں سے استفادہ کریں گے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہوں
جیسا کہ قرآن کریم اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک
سچا بندہ یہ سمجھتا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ ان کا خالق اور رب ہے، نیز ہر چیز کا خالق اور رب ہے
اس لیے وہ اس کی نافرمانی کرتے ہوئے حقیقی ذہنی سکون حاصل نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ وجود
باب 53 عن کے تمام پہلوؤں پر حکومت کرتا ہے، بشمول افراد کے روحانی دل، ذہنی سکون کا گھر۔
نجم، آیت 43

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

لہذا وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں ان سے استفادہ کرتے ہوئے پوری تندہی سے اس کی اطاعت کرنے کی کوشش کریں گے، کیونکہ یہ دنیا اور آخرت دونوں میں سکون قلب حاصل کرنے کا واحد راستہ ہے متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کے ذریعے اور اپنی زندگی میں ہر چیز کو درست طریقے سے رکھ کر اور قیامت : النحل، آیت 16 97 کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کر کے۔ باب

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

،جتنا کوئی اس طرح کا برتاؤ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ پر اس کا ایمان اتنا ہی گہرا ہوتا جاتا ہے۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے کو اس میں کوئی شک نہیں ہوگا کہ وہ قیامت کے دن اپنے اعمال کی جوابدہی کا سامنا کریں گے۔ یہ سمجھ انہیں اپنے ایمان کو فعال طور پر اس کے لیے تیار کرنے کے لیے متحرک کرے گی، جس کا مطلب ہے کہ انہیں جو نعمتیں ملی ہیں ان کو اسلامی تعلیمات کے مطابق :ان طریقوں سے استعمال کرنا جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 18

"اللہ کی مسجدوں کو صرف وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں "

لہذا جو کوئی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہے اور اس کے احکام پر عملاً عمل نہیں کرتا اور قیامت کی تیاری میں کوتاہی کرتا ہے، اسے اپنے ایمان پر غور کرنا چاہیے۔ ان کے اعمال صالحہ کی عدم موجودگی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ان کے یقین میں کمی کی دلیل ہے۔

قرآن کریم کے ساتھ مشغول ہو کر اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ کائنات میں موجود ان نشانیوں کو پہچان کر جن کو قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات نمایاں کرتی ہیں، اللہ، برگزیدہ اور یوم آخرت پر انسان کے ایمان کو گہرا اور مضبوط کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، جب کوئی کائنات میں متعدد ہم آہنگ نظاموں پر غور کرتا ہے، جیسے سورج کا زمین سے مثالی فاصلہ، پانی کا چکر، اور سمندر کی کثافت جو بحری حیات کو سہارا دیتے ہوئے جہازوں کو نیویگیٹ کرنے کے قابل بناتی ہے، تو وہ ایک خالق کے کام کا مشاہدہ کریں گے۔ بالکل متوازن نظاموں کی اتنی بڑی تعداد محض بے ترتیب واقعات سے پیدا نہیں ہو سکتی۔ مزید برآں، اگر بہت سے خدا ہوں گے، تو اس کے نتیجے میں خرابی ہوگی، جیسا کہ ہر دیوتا کی کائنات کے لیے متضاد خواہشات ہوں گی۔ ظاہری طور پر ایسا نہیں ہے، جو ایک واحد خدا، اللہ، بلند کے وجود کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

باب 21 الانبیاء، آیت 22

”اگر ان کے اندر اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو وہ دونوں برباد ہو جاتے۔“

کائنات بے شمار نشانیوں سے بھری پڑی ہے جو قیامت کی آمد کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر، جب کوئی بالکل متوازن نظاموں کو دیکھتا ہے جو آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر حکومت کرتے ہیں، تو وہ ایک اہم عدم توازن کا مشاہدہ کریں گے: انسانیت کے اعمال۔ جو لوگ نیکی کرتے ہیں وہ اکثر اس زندگی میں اپنا پورا پورا اجر نہیں پاتے، جب کہ برائی کرنے والوں کو اپنے پورے نتائج کا سامنا نہیں کرنا پڑتا، چاہے معاشرے کی طرف سے انہیں سزا کیوں نہ دی جائے۔ یہ نتیجہ اخذ کرنا، معقول ہے کہ واحد خالق اللہ تعالیٰ جس نے اس کائنات کے تمام نظاموں میں توازن قائم کر رکھا ہے آخر کار انسانی اعمال میں بھی توازن پیدا کر دے گا جو اس دنیا میں عدم توازن کا بنیادی ذریعہ ہیں۔ اعمال کے اس توازن کے لیے سب سے پہلے انسانی اعمال کو ختم کرنا ہوگا۔ یہ قیامت کے دن کی نشاندہی کرتا ہے، جب لوگوں کے اعمال کا جائزہ لیا جائے گا اور ہمیشہ کے لیے متوازن رکھا جائے گا۔

مزید برآں، اللہ تعالیٰ بے جان، بنجر زمین کو زندہ کرنے کے لیے بارش کا استعمال کرتا ہے اور ایک مردہ بیج کو زندہ کرتا ہے، جس سے مخلوق کو رزق ملتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ انسان کو دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور اسے زمین میں دفن مردہ بیج سے تشبیہ دی گئی ہے، جس طرح

بیج سے زندگی نکلتی ہے۔ موسموں کی تبدیلی قیامت کی واضح مثال ہے۔ مثال کے طور پر، سردیوں میں، درختوں کے پتے مرجھا کر گر جاتے ہیں، جس سے درخت بظاہر بے جان ہو جاتا ہے۔ تاہم دوسرے موسموں میں، پتے دوبارہ نمودار ہوتے ہیں، اور درخت ایک بار پھر زندگی کے ساتھ متحرک ہو جاتا ہے۔ تمام جانداروں کی نیند جاگنے کا چکر قیامت کی ایک اور مثال کے طور پر کام کرتا ہے۔ نیند موت کے مترادف ہے کیونکہ سونے والے کے حواس عارضی طور پر معطل ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ، پھر کسی شخص کی روح کو ان میں بحال کرتا ہے اگر وہ زندہ رہنے کے لیے ہے، اس طرح: سوئے ہوئے فرد کو ایک بار پھر زندہ کر دیتا ہے۔ باب 39 از زمر، آیت 42

اللہ تعالیٰ روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جو نہیں مرتے ان کی روحيں ان کی "نیند میں قبض کرتا ہے، پھر جن کے لیے موت کا حکم دیا ہے ان کی روحيں قبض کر لیتا ہے اور باقیوں کو ایک مقررہ مدت کے لیے چھوڑ دیتا ہے، بیشک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے "نشانیوں ہیں۔"

بہت سی دوسری مثالوں کے ساتھ ان مثالوں پر غور کرنے سے انسان کے جی اٹھنے کے امکانات اور قیامت کے دن اس کی ضرورت واضح طور پر ظاہر ہوتی ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ پر یقین اور قیامت کے دن جوابدہی کا اظہار کسی کے اعمال میں ہوتا ہے، اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ تمام اچھے اعمال کے مرکزی ستون کا ذکر کرتا ہے، کیونکہ تمام اچھے اعمال اسی کے گرد گھومتے ہیں۔ باب 9 توبہ: آیت 18

اللہ کی مسجدوں کی آباد کاری صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں "اور نماز قائم کرتے ہیں۔"

فرض نمازوں کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ ان کا صحیح طریقے سے ادا کیا جائے، جس میں ان کے مخصوص اوقات میں ان کی پابندی بھی شامل ہے۔ قرآن پاک میں ان دعاؤں کی اہمیت پر اکثر زور دیا گیا ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر کسی کے ایمان کا ایک اہم اظہار ہیں۔ مزید برآں، روزانہ کی پانچ فرض نمازیں قیامت کے دن کی مستقل یاد دہانی کے طور پر کام کرتی ہیں، لوگوں کو اس کے لیے تیاری کرنے میں مدد کرتی ہیں، نماز کے ہر پہلو کو علامتی طور پر یوم قیامت سے منسلک کیا جاتا ہے۔ نماز کے دوران سیدھا کھڑا ہونا اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ انسان اس عظیم دن پر اللہ تعالیٰ: باب 83 المطففین، آیات 4-6 کے سامنے کس طرح کھڑا ہوگا۔

کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے، ایک عظیم دن کے لیے جس دن انسان رب "العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے؟

جھکنا ان بہت سے لوگوں کی ایک اہم یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے جنہیں قیامت کے دن اس زندگی میں اللہ تعالیٰ کے سامنے نہ جھکنے پر تنقید کا سامنا کرنا پڑے گا۔ باب 77 المرسلات، آیت 48

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو تو وہ رکوع نہیں کرتے۔

یہ تنقید زندگی کے ہر پہلو میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے آگے سر تسلیم خم کرنے میں ان کی ناکامی کو نمایاں کرتی ہے۔ نماز کے دوران سجدہ کا عمل اس لمحے کی یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے جب قیامت کے دن ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرنے کی ہدایت کی جائے گی۔ وہ لوگ جنہوں نے زمین پر اپنے وقت کے دوران - زندگی کے تمام پہلوؤں میں اس کے احکامات کی پیروی کرتے ہوئے اسے مکمل طور پر تسلیم نہیں کیا - وہ جان لیں گے کہ وہ قیامت کے دن اسے سجدہ کرنے سے قاصر ہیں۔ باب 68 القلم، آیات 42-43

جس دن حالات سنگین ہو جائیں گے، انہیں سجدہ کرنے کی دعوت دی جائے گی، لیکن ایسا کرنے سے روکا جائے گا، ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی، ذلت ان پر چھائی ہوئی ہے، اور انہیں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا جب وہ ٹھیک تھے۔

نماز پڑھتے وقت گھٹتے ٹیکنا اس بات کی گہری یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے کہ کس طرح کوئی شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے گھٹتے ٹیکتا ہے، جو اپنی حتمی قسمت کے بارے میں فکرمند ہو کر مغلوب ہوتا ہے۔ باب 45 الجنہ، آیت 28

اور تم ہر امت کو گھٹتے ٹیکتے ہوئے دیکھو گے اور ہر قوم کو اس کے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا کہ آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

جو لوگ اپنی نماز کے دوران ان عوامل کو مدنظر رکھتے ہیں وہ ان کو صحیح طریقے سے قائم کریں گے، اس طرح فرض نمازوں کے درمیان وقفوں میں خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں گے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 45

”...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے“

مزید برآں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2618 میں درج ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ عقیدہ اور کفر کے درمیان فرق فرض نمازوں کو ترک کرنے میں مضمر ہے۔ جو لوگ ان دعاؤں سے غفلت برتتے ہیں ان کو اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے رخصت ہونے کی فکر ہونی چاہیے۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کی طرح ہے جسے پھلنے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ایک پودا جس میں سورج کی روشنی جیسی غذائیت کی کمی ہوتی ہے، وہ مرجھا جاتا ہے اور فنا ہو جاتا ہے، اسی طرح ایک فرد کا ایمان بھی کمزور ہو سکتا ہے اور بالآخر اس کی موت ہو سکتی ہے اگر اسے اطاعت کے عمل سے برقرار نہ رکھا جائے۔ یہ سب سے بڑے نقصان کی نمائندگی کرتا ہے۔

باب 9 توبہ آیت 18:

اللہ کی مسجدوں کی آباد کاری صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں” اور نماز قائم کرتے ہیں۔“

آخر میں، یہ آیت مسجد میں باجماعت نماز میں شرکت کی اہمیت پر روشنی ڈالتی ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے گھروں کی دیکھ بھال میں معاون ہے۔ قرآن پاک میں فرض نمازوں کو باجماعت ادا کرنے کی: باب 2 البقرہ، آیت 43 اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔

”اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔“

درحقیقت اس آیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے مطابق بہت سے معزز علماء نے اس عمل کو مسلمان مردوں کے لیے واجب قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر سنن ابوداؤد نمبر 550 میں

نماز مسجد میں باجماعت فرض درج ایک حدیث میں واضح طور پر تنبیہ کی گئی ہے کہ جو مسلمان اپنی ادا کرنے میں ناکام رہتے ہیں انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے منافق قرار دیا تھا۔ مزید برآں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مردوں کے گھروں کو جلانے کی دھمکی بھی دی ہے جو بغیر کسی عذر کے باجماعت مسجد میں اپنی فرض نمازوں میں شرکت نہیں کرتے تھے۔ اس کی تائید صحیح مسلم نمبر 1482 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ جو مسلمان اس اہم ذمہ داری کو ادا کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں وہ کریں۔ انہیں اپنے آپ کو یہ سوچ کر بے وقوف نہیں بنانا چاہیے کہ وہ دوسرے اچھے کام کر رہے ہیں، جیسے کہ گھر کے کاموں میں اپنے خاندان کی مدد کرنا۔ حالانکہ یہ واقعی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل ہے، جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 676 کی ایک حدیث میں مذکور ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ ذاتی ترجیحات کی بنیاد پر آپ کی روایات کی اہمیت کو غلط نہ سمجھا جائے۔ جو کوئی ایسا کرتا ہے وہ صحیح معنوں میں اپنی روایات کی پیروی نہیں کر رہا ہے۔ اس کے بجائے، وہ محض اپنی خواہشات کو پورا کر رہے ہیں، چاہے وہ کسی نیک عمل میں ملوث ہوں۔ درحقیقت اسی حدیث کا اختتام یہ بیان کرتے ہوئے ہوتا ہے کہ جب فرض نماز کا وقت ہوتا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لے جاتے۔

صدقہ بھی اللہ واجب جس طرح فرض نمازیں تمام اعمال صالحہ کی بنیاد کا کام کرتی ہیں، اسی طرح تعالیٰ کے نزدیک مالی ذمہ داریوں کے برابر اہمیت رکھتا ہے۔ درحقیقت، ہر قابل ستائش مالی اقدام اس اہم ستون کے گرد مرکوز ہے۔ باب 9 توبہ آیت 18:

”اللہ کی مسجدوں کی آباد کاری صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں“ اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔“

لازمی صدقہ کسی فرد کی کل آمدنی کا صرف ایک معمولی حصہ ہے اور صرف ایک مخصوص حد تک پہنچنے کے بعد دیا جاتا ہے۔ اس واجب صدقہ کو دینے کی ایک اہم وجہ مسلمانوں کو یہ یاد دلانا ہے کہ جو دولت ان کے پاس ہے وہ واقعی ان کی نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو انہیں اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرنے کی آزادی ہوتی۔ یہ دولت اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا کی گئی ہے اور انہیں عطا کی گئی ہے، اور اس لیے اس کو ان طریقوں سے استعمال کیا جانا چاہیے جو اس کے لیے پسند ہوں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ درحقیقت ہر نعمت جو حاصل ہوتی ہے وہ محض ایک

قرض ہے جو اس کے حقیقی مالک اللہ تعالیٰ کو واپس کرنا ضروری ہے۔ یہ ادائیگی اس وقت ہوتی ہے جب لوگ ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہیں جو انہیں قرآن پاک کی تعلیمات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق عطا کی گئی ہیں۔ جو لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے اور اس طرح کام کرتے ہیں کہ گویا ان کی نعمتیں، بشمول ان کے مال، کو ان کی مرضی کے مطابق استعمال کرنا ہے، اور اس طرح اپنے واجب صدقات سے کوتاہی کرتے ہیں، ان کو دنیاوی قرض کی ادائیگی نہ کرنے والوں کی طرح کے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری نمبر 1403 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو لوگ اپنے واجب صدقات سے غفلت برتتے ہیں ان سے قیامت کے دن ایک بڑے زہریلے سانپ کا سامنا ہو گا جو انہیں مسلسل ڈستا رہے گا۔ باب 3 علی: عمران، آیت 180

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو کچھ ان کو دیا ہے اس سے باز رہنے والے ہرگز یہ نہ سوچیں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے، بلکہ یہ ان کے لیے بدتر ہے، قیامت کے دن ان کی گردنوں میں وہ چیز گھیرے گی جس سے انہوں نے روک رکھا تھا۔“

اس دنیا میں، وہ مال جو وہ واجب صدقہ کے ذریعے عطیہ نہ کرنے کا انتخاب کرتے ہیں، بالآخر ان کی پریشانی اور تناؤ کا باعث بنے گا، کیونکہ وہ اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو نعمتیں عطا کی ہیں، ان کا حق کا دعویٰ ہے۔ درحقیقت، ان کی ذہنیت انہیں اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اس کی نافرمانی جاری رکھنے پر آمادہ کرے گی۔ نتیجے کے طور پر، وہ اپنے آپ کو ایک غیر مستحکم ذہنی اور جسمانی حالت میں پائیں گے، اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیتے ہوئے، اور قیامت کے دن اپنے احتساب کا سامنا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور چیلنجوں کا باعث بنے گا، چاہے وہ کچھ مادی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟" اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

جب کوئی اللہ تعالیٰ پر اپنے ایمان کو ثابت کرتا ہے اور اعمال کے ذریعے قیامت کے دن اپنی جوابدہی کو اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے کرتا ہے تو معاشرے کے عناصر کی طرف سے ان پر تنقید کی جائے گی۔ درحقیقت، جب کوئی زندگی میں اپنے ساتھیوں کے مقابلے میں مختلف راستے کا انتخاب کرتا ہے، تو یہ دوسروں میں اپنے انتخاب کے بارے میں ناکافی کے جذبات کو بھڑکا سکتا ہے، خاص طور پر اگر وہ انتخاب اللہ تعالیٰ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے پر ذاتی خواہشات کو نمایاں کریں۔ نتیجے کے طور پر، اس کے نتیجے میں ان لوگوں پر تنقید کی جا سکتی ہے جو اپنے عقیدے پر قائم رہتے ہیں، اکثر خاندان کے افراد کی طرف سے۔

اس کے علاوہ، سماجی عوامل جیسے سوشل میڈیا، فیشن کے رجحانات، اور ثقافتی اصول اکثر اسلامی اقدار کے پابند افراد پر دباؤ ڈالتے ہیں۔ اسلام کی وکالت کو اکثر دولت اور سماجی حیثیت کے لیے ان کے عزائم کی راہ میں رکاوٹ سمجھا جاتا ہے۔ جن شعبوں پر اسلام تنقید کرتا ہے وہ اسلامی اصولوں کو اپنانے کی فعال طور پر مخالفت کرتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے عقیدے کے مطابق زندگی گزارنے سے روکتے ہیں۔ اس سے سوشل میڈیا سمیت متعدد پلیٹ فارمز پر پائے جانے والے وسیع پیمانے پر اسلام مخالف جذبات میں اضافہ ہوتا ہے۔

مزید برآں، وہ افراد جو اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جو ذاتی خواہشات میں اعتدال اور ان کو عطا کی گئی نعمتوں کے صحیح استعمال کی وکالت کرتے ہیں، انہیں ان لوگوں کی طرف سے منفی ردعمل کا سامنا کرنا پڑے گا جو حد سے زیادہ اپنی خواہشات پر عمل کرتے ہیں، جیسا کہ اسلام انہیں حیوانیت پسند ظاہر کرتا ہے۔ یہ افراد اکثر دوسروں کو اسلام قبول کرنے سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے عقیدے پر عمل کرنے سے حوصلہ شکنی کرتے ہیں انہیں ایسے طرز زندگی میں آمادہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس میں بے لگام خواہشات ہیں۔ وہ اکثر اسلام کے مخصوص پہلوؤں پر توجہ مرکوز کرتے ہیں، جیسے کہ خواتین کے لیے لباس کوڈ، اس کی کشش کو کم کرنے کے لیے۔ تاہم، مشاہدہ کرنے والے افراد ان تنقیدوں کی سطحی کیفیت کو آسانی سے دیکھ سکتے ہیں، جو اسلام کے خود نظم و ضبط پر زور دینے کے لیے نفرت سے پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، اگرچہ وہ خواتین کے لیے اسلامی لباس کوڈ پر تنقید کر سکتے ہیں، لیکن وہ دوسرے اہم پیشوں، جیسے قانون نافذ کرنے والے، فوج، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم، اور کاروبار پر ایک ہی سخت

امتحان کا اطلاق نہیں کرتے ہیں۔ اسلامی لباس کوڈ پر یہ منتخب تنقید، دیگر لباس کے ضابطوں پر ان کی خاموشی کے برعکس، ان کے دلائل کی نزاکت اور بے بنیاد پن کو نمایاں کرتی ہے۔ بالآخر، یہ اسلام کے اصول اور اس کے پیروکاروں کا نظم و ضبط ہے جو اسلام پر ان مختلف حملوں کو اکساتے ہیں، اور انہیں ہر ممکن طریقے سے اس پر تنقید کرنے پر اکساتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 18

اللہ کی مسجدوں کو صرف وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور ”نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔“

ہر حال میں، ایک شخص کو اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت کے لیے غیر متزلزل طور پر عزم کرنا چاہیے یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ یہ لگن انہیں سکون بخشے گی اور انہیں دوسروں کے منفی اثرات سے محفوظ رکھے گی، چاہے یہ تحفظ ان کے لیے واضح نہ ہو۔ ان کی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس بات کو یقینی بنائے گی کہ وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ اس سے انہیں ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے میں مدد ملے گی، جس سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو مناسب پوزیشن دینے کے ساتھ ساتھ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے بھی تیاری کر سکیں گے۔ نتیجتاً، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کو فروغ دے گا۔ نتیجتاً، ان کی ہر صورت حال میں صحیح رہنمائی کی جائے گی، خواہ وہ آسانی کا وقت ہو یا مشکل، تاکہ ان کا ذہنی سکون بڑھے اور دونوں جہانوں میں انہیں بے حساب اجر ملے۔ باب 9 توبہ آیت 18

”کیونکہ امید ہے کہ وہی لوگ ہدایت یافتہ ہوں گے۔۔۔“

جبکہ دوسروں کو خوش کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا انتخاب کرنا لازماً باطنی سکون کے نقصان کا باعث بنے گا، کیونکہ یہ طرز عمل انہیں اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کی ترغیب دے گا۔ نتیجے کے طور پر، وہ اپنے آپ کو ایک افراتفری کی ذہنی اور جسمانی حالت میں پائیں گے، ہر چیز کو اور اپنے اردگرد کے ہر فرد کو گمراہ کرتے ہوئے، انہیں قیامت کے دن اپنے

احتساب کے لیے تیار نہیں چھوڑیں گے۔ اس سے اس کی زندگی اور اگلی زندگی میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، خواہ وہ مادی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔

ثابت قدمی کو برقرار رکھنے کے لیے، مضبوط ایمان کو فروغ دینے کے لیے کام کرنا چاہیے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہنے کے لیے مضبوط ایمان ضروری ہے، ہر حال میں، خواہ فراوانی ہو یا مشکل۔ اس پختہ ایمان کی آبیاری قرآن پاک میں موجود واضح نشانوں اور تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے ہوتی ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ یہ تعلیمات اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت دنیا اور آخرت میں سکون لاتی ہے۔ اس کے برعکس، جو لوگ اسلامی اصولوں کا علم نہیں رکھتے وہ کمزور ایمان کے مالک ہوں گے، جس سے وہ اطاعت سے ہٹنے کا زیادہ شکار ہو جائیں گے، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات الہی رہنمائی سے متصادم ہوں۔ علم کی یہ کمی ان کے اس فہم کو دھندلا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حق میں اپنی خواہشات کا نتیجہ دونوں جہانوں میں امن کے حصول کی کلید ہے۔ لہذا، افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کے حصول اور اس کے عملی اطلاق کے ذریعے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہیں۔ اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق ان کو حاصل ہونے والی برکات کو بروئے کار لانا، بالآخر ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت اور ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کی مناسب ترجیح کا باعث بنتا ہے۔

باب 9 توبہ آیت 18

اللہ کی مسجدوں کو صرف وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور "نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، امید ہے کہ وہی لوگ "ہدایت یافتہ ہوں گے۔"

عام طور پر، یہ آیت بتاتی ہے کہ صالحین اللہ تعالیٰ کے گھروں کی حفاظت کرتے ہیں، جو صرف باقاعدہ حاضری سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ درحقیقت صحیح مسلم نمبر 1528 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین جگہیں ہیں اور بازار وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسند ہیں۔

اسلام مسلمانوں کو مساجد سے باہر کی جگہوں پر جانے سے منع نہیں کرتا اور نہ ہی ان سے ہر وقت ان کے اندر رہنے کا تقاضا کرتا ہے۔ تاہم، ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ بازاروں اور دیگر مقامات کے غیر ضروری دوروں کے بجائے باجماعت نماز کے لیے مساجد میں جانے اور مذہبی اجتماعات میں شرکت کو ترجیح دیں۔

جب کوئی حقیقی ضرورت ہو تو، دوسری جگہوں پر جانا، جیسے شاپنگ سینٹرز، قابل قبول ہے۔ تاہم ایک مسلمان کو ضرورت کے بغیر وہاں جانے سے گریز کرنا چاہئے، کیونکہ یہ ترتیبات ایسی ہیں جہاں گناہوں کے ہونے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ جب بھی وہ دوسری جگہوں پر جاتے ہیں تو انہیں احتیاط کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچیں، جس میں دوسروں کو نقصان نہ پہنچانا بھی شامل ہے۔ انہیں ضرورت سے زیادہ سماجی کاری کو بھی کم کرنا چاہیے، کیونکہ یہ معاشرے کے اندر ہونے والے بہت سے گناہوں کا ایک بڑا حصہ ہے۔

مساجد گناہوں سے پناہ گاہ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے خوش آئند جگہ کے طور پر کام کرتی ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنا، اس کی ممانعتوں سے بچنا، اور زندگی کے چیلنجوں کا صبر کے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق مقابلہ کرنا شامل ہے۔ جس طرح ایک طالب علم لائبریری سے مطالعہ کرتے ہوئے استفادہ کرتا ہے، اسی طرح مسلمان مساجد سے بھی استفادہ کر سکتے ہیں، جیسا کہ ان کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو دانشمندی کے ساتھ استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے مفید علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دینا ہے۔ یہ انہیں ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے کے قابل بنائے گا، ان کی مدد کرے گا کہ وہ اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو صحیح طریقے سے ترتیب دے سکیں اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیار ہوں۔ نتیجے کے طور پر، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔

مزید برآں، مساجد لوگوں کو ان کے حقیقی مقصد کی یاد دلاتی ہیں، جو کہ خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا ہے۔ وہ افراد کی حوصلہ افزائی بھی کرتے ہیں کہ وہ اپنی سرگرمیوں کو دانشمندی سے ترجیح دیں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کریں بعد کی زندگی کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کریں، اور اعتدال میں حلال لذتوں سے لطف اندوز ہوں۔ جو لوگ مساجد کو نظر انداز کرتے ہیں وہ اکثر معمولی اور بے معنی کاموں میں اپنا وقت اور وسائل ضائع کرتے ہیں اور اس طرح دنیا اور آخرت دونوں میں برکت اور سکون سے محروم رہتے ہیں۔

مسلمانوں کو نہ صرف مساجد میں جانے کو دوسری جگہوں پر ترجیح دینی چاہیے بلکہ اپنے بچوں سمیت دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب دینی چاہیے۔ درحقیقت نوجوانوں کے لیے گناہوں، جرائم اور منفی اثرات سے بچنے کے لیے یہ ایک شاندار ماحول ہے، جس سے دونوں جہانوں میں مصیبت اور پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح کے بعد، جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے دوسرے سال ہوئی، کئی جنگی قیدی پکڑے گئے جن میں عباس بن عبدالمطلب بھی شامل تھے۔ صحابہ کرام جن میں سے علی ابن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے عباس کے ایمان نہ ہونے پر ناراضگی کا اظہار کیا اور ان سے سخت بات کی۔ جواب میں، عباس نے پوچھا کہ ان کی مثبت شراکتوں کو تسلیم کرنے کے بجائے صرف ان کی غلطیوں پر توجہ کیوں دی گئی۔ اس کے بعد اس نے ان میں سے کچھ کو اجاگر کیا، جن میں شامل ہیں: اللہ کے گھر، برگزیدہ، کعبہ کی دیکھ بھال، اس کے دربان کے طور پر کام کرنا، اور حج کے موسم میں حجاج کو پانی فراہم کرنا۔ توبہ میں باب 9، آیات 17-19

مشرکوں کے لیے یہ کام نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو قائم رکھیں [جب کہ] اپنے خلاف کفر کی "گواہی دیں، [ان کے لیے] ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ کی مسجدوں کی حفاظت صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز

قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کے علاوہ ہر چیز کی امید رکھتے ہیں اور ان سے ڈرتے ہیں۔ کیا تم نے حجاج کے لیے پانی پلانے اور مسجد حرام کی دیکھ بھال کو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے برابر کر دیا ہے اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اصباب النزول ، 9:17، صفحہ 85-86 میں بحث کی گئی ہے ۔

غیر مسلموں کے قائدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت دوسروں پر اپنی برتری کا دعویٰ کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ فتح مکہ سے پہلے، وہ خانہ کعبہ، مکہ میں واقع اللہ تعالیٰ کے نگہبان کے معزز عہدے پر فائز تھے۔ اللہ کے گھر کی زیارت کرنے والے زائرین کے لیے ان کی خدمت بنیادی طور پر اپنی حیثیت کو ظاہر کرنے اور دوسروں کی تعریف حاصل کرنے کا ذریعہ تھی۔ یہ دعویٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے طور پر ان کے شجرہ نسب سے نکلا، جو بیت اللہ کے معمار تھے، اور جن سے حج کی رسمیں بنیادی طور پر جڑی ہوئی ہیں۔ اس طرح، وہ محافظ کے طور پر اپنے کردار کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چھوڑی ہوئی میراث کے تسلسل کے طور پر دیکھتے تھے۔ لیکن جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے غیر مسلم عربوں کو یاد دلایا کہ اسلام کی ناقابل تردید سچائی سے منہ موڑ کر انہوں نے اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وراثت سے محروم کر دیا۔ یہ مقدس وراثت ان لوگوں کے سپرد کی جائے گی جو خلوص دل سے اس کے راستے پر چلتے ہیں، خاص طور پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اگر غیر مسلم عرب اپنی نافرمانی پر اڑے رہے تو وہ اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وراثت کے ثمرات دنیا یا آخرت میں حاصل نہ کر سکیں گے۔ باب 9 توبہ آیت 19

کیا تم نے حاجی کے لیے پانی پلانے اور مسجد الحرام کی دیکھ بھال کو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے اعمال کے برابر کر دیا ہے، وہ اللہ کے نزدیک "برابر نہیں ہیں، اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

عام طور پر، یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان، اور انسان کی جوابدہی ہی اعمال صالحہ کو اہمیت دیتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا وہ اس کی خوشنودی کے لیے نیک اعمال نہیں کرے گا۔ وہ اس کے بجائے دنیاوی وجوہات کی بناء پر کام کریں گے، جیسے لوگوں کو دکھاوا، جیسا کہ مکہ کے غیر مسلموں نے کیا تھا۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ جو شخص اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو خوش کرنے کے علاوہ کسی اور وجہ سے نیک عمل کرتا ہے تو اسے دونوں جہانوں میں کوئی اجر نہیں ملے گا۔ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے بے وفائی کرتا ہے وہ کبھی اپنے حقوق اور لوگوں کے حقوق ادا نہیں کرے گا۔ نتیجتاً وہ معاشرے میں بدعنوانی اور ناانصافی کو پھیلانے کا سبب بنیں گے۔ جب کہ جو اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان رکھتا ہے اور ان کی جوابدہی کرتا ہے، وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرے گا۔ اس کے نتیجے میں وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق ادا کریں گے۔ اس سے معاشرے میں انصاف اور امن پھیلے گا۔ اس کے علاوہ، جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے، یا اس پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت میں عمل سے ناکام رہتے ہیں، وہ لامحالہ ان لوگوں اور صنعتوں کی حمایت کریں گے جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں، جیسے شراب کی صنعت۔ اس کے نتیجے میں وہ معاشرے کے اندر بدعنوانی اور ناانصافی کے پھیلاؤ میں اضافہ کریں گے، چاہے وہ کچھ اچھے کام ہی کیوں نہ کریں۔ مزید برآں، وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے، یا اس پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کو عمل سے ثابت کرنے میں ناکام رہتے ہیں، وہ بھی لامحالہ دیگر لوگوں کو اسلامی تعلیمات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے، خواہ دانستہ یا غیر ارادی طور پر، دنیاوی خواہشات میں مبتلا ہونے کے اپنے طرز عمل سے، خاص طور پر جب وہ دوسروں پر اثر انداز ہو جائیں، گمراہ کریں گے۔ لوگ ان کا مشاہدہ کریں گے اور جھوٹا یقین کریں گے، ذہنی سکون اور کامیابی ان کی پیروی میں ہے۔ نتیجے کے طور پر، زیادہ سے زیادہ لوگ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ اس سے حقوق العباد اور لوگوں کے حقوق ادا ہونے سے رک جائیں گے اور اس کے نتیجے میں معاشرے میں مزید ناانصافی اور فساد پھیلے گا، خواہ وہ کچھ نیکیاں ہی کیوں نہ کریں۔ اس کے علاوہ، جو لوگ اللہ تعالیٰ پر یقین نہیں رکھتے، یا اس پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت کرنے میں ناکام رہتے ہیں، جیسے کہ لوگ اثر انداز ہوں گے، وہ لامحالہ اچھی چیز پر سمجھوتہ کریں گے جبکہ یہ جھوٹا یقین کرتے ہوئے کہ وہ ایک بڑی بھلائی کی خدمت کر رہے ہیں۔ اگر چہ وہ معاشرے میں کچھ بھلائی پھیلانے کا سبب بن سکتے ہیں، لیکن جب وہ اچھی اور درست باتوں پر سمجھوتہ کریں گے، تو وہ لامحالہ معاشرے میں مزید بدعنوانی اور ناانصافی کو پھیلائیں گے۔ یہی حال سیاست دانوں کی اکثریت کا ہے۔ آخر میں، جو لوگ اللہ تعالیٰ پر یقین نہیں رکھتے، یا اس پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت میں عمل سے ناکام رہتے ہیں، وہ حق و باطل کی تعریف متعصب چیزوں، جیسے سوشل میڈیا فیشن اور ثقافت سے لیں گے۔ نتیجے کے طور پر، یہ شخص ایسے کام کرے گا جو معاشرے میں بدعنوانی اور ناانصافی کو پھیلاتے ہیں، یہ فرض کرتے ہوئے کہ وہ اچھا کر رہے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ معاشرے میں ناانصافی اور بدعنوانی پھیلانے والا کبھی معاشرے میں انصاف اور امن پھیلانے والے کے برابر نہیں ہو سکتا، خواہ سابقہ کوئی نیک کام ہی کیوں نہ کرے۔ باب 9 توبہ آیت 19

کیا تم نے حاجیوں کے لیے پانی پلانے اور مسجد الحرام کی دیکھ بھال کو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے اعمال کے برابر کر دیا ہے، وہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہیں۔

نتیجتاً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہتے ہیں، ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے انہیں دونوں جہانوں میں سکون قلب حاصل نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ معاشرے میں عدل و انصاف اس کے نتیجے میں، ان کی زندگی کا ہر پہلو، بشمول خاندان، دوست، کیریئر، اور کو پھیلا سکیں گے۔ دولت، تناؤ کا باعث بن جائے گا۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی جاری رکھیں گے، تو وہ اپنی زندگی میں اپنے تناؤ کے لیے اپنے شریک حیات کی طرح غلط لوگوں پر اپنا الزام غلط طریقے سے ڈال دیں گے۔ ان مثبت اثرات سے خود کو دور کرنے سے، وہ صرف اپنے دماغی صحت کے مسائل کو بڑھاتے ہیں جو ممکنہ طور پر ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بنتے ہیں۔ یہ نتیجہ ان لوگوں کا مشاہدہ کرنے پر ظاہر ہوتا ہے جو اپنی حاصل کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور، ظاہری طور پر دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہونے کے باب 9 توبہ آیت 19 باوجود۔

”اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

جبکہ جو لوگ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں، اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور اپنی زندگی میں ہر چیز کو درست طریقے سے رکھ کر اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب طور پر تیار ہو کر دونوں جہانوں میں سکون حاصل کریں گے۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ ان کا طرز عمل لوگوں کے حقوق کی تکمیل کو یقینی بناتا ہے، وہ معاشرے میں انصاف اور امن کے پھیلاؤ کا سبب بنتا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 20

جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا، اللہ کے نزدیک "ان کا درجہ بڑا ہے، اور وہی لوگ ہیں جو کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ پر ایک مخلصانہ یقین کا تقاضا یہ ہے کہ کسی کو مناسب اعمال کے ساتھ اپنے ایمان کے اعلانیہ کی تائید کرنی چاہیے۔ جو کوئی بھی سچے دل سے اللہ تعالیٰ کو رب کے طور پر قبول کرتا ہے وہ فطری طور پر اس کے بندے کے طور پر ان کے کردار کو قبول کرے گا۔ ایک سچا بندہ ذاتی تسکین کے پیچھے نہیں رہتا اور نہ ہی دوسروں سے ان کی خواہشات کی تکمیل کی توقع رکھتا ہے۔ بلکہ، وہ اپنے مالک کی رضا اور فرمانبرداری کو ہر چیز پر ترجیح دیتے ہیں، بشمول دوسروں کی اطاعت، اپنی خواہشات، سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافتی رجحانات۔ بندے کا بنیادی مقصد اپنے مالک کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ مزید برآں، ایک بندہ یہ سمجھتا ہے کہ ان کے پاس جو کچھ بھی ہے، یہاں تک کہ ان کی اپنی جان بھی، ان کے خالق اور مالک، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت ہے۔ نتیجتاً وہ اپنی عطا کردہ تمام چیزوں کو اپنی مرضی سے استعمال کریں گے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے ہوں گے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک حقیقی بندے کو یہ احساس ہوتا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ ان کا خالق اور رب ہے، نیز سب کا خالق اور رب ہے، اس لیے وہ اس کی مخالفت کرتے ہوئے حقیقی ذہنی سکون حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ وہ وجود کے تمام پہلوؤں کو کنٹرول کرتا ہے، بشمول افراد کے روحانی دل، ذہنی سکون کا گھر۔ لہذا، وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، اس کی اطاعت کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔ اس سے وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر سکیں گے، ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو منظم کرنے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیار ہونے میں ان کی مدد کر سکیں گے۔ نتیجتاً یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں : النحل، آیت 97 16 امن کو فروغ دے گا۔ باب

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

باب 9 توبہ آیت 20

"جو لوگ ایمان لائے، انہوں نے ہجرت کی۔"

فتح مکہ سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مکہ سے مدینہ ہجرت فرض تھی، کیونکہ یہ ان کے اللہ تعالیٰ پر ایمان کی واضح اور عملی علامت تھی۔ عام طور پر سنن نسائی نمبر 2527 کی ایک حدیث میں مذکور ہے کہ موجودہ زمانے میں سب سے قابل تحسین ہجرت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے منہ موڑنا ہے۔ لہذا، یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روحانی طور پر ہجرت کی جائے، نہ کہ محض جسمانی طور پر غیر مسلم معاشرے کو چھوڑ دیا جائے جس میں انسان رہتا ہے۔ جو لوگ اس طرز عمل کو اپناتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھرپور حمایت حاصل ہوگی، جو انہیں اس کی اطاعت، باب 29 العنکبوت میں ثابت قدم رہنے میں مدد دے گی، جس میں اچھی صحبت کی نعمت بھی شامل ہے۔
آیت 9:

”اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم انہیں ضرور نیک لوگوں میں داخل کریں گے۔“

اگر کوئی مسلمان سماجی پابندیوں کی وجہ سے اپنے عقیدے پر عمل کرنے سے قاصر ہے اور وہ ہجرت کا فیصلہ کرتا ہے، تو وہ بہت سی ایسی کمیونٹیز کو تلاش کرے گا جو انہیں اپنے عقائد کا اظہار آزادی سے کرنے کی اجازت دیتی ہیں۔ ایسے حالات میں کسی کے رزق یا زندگی سے ٹرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ دونوں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ اس طرح، جو لوگ حقیقی طور پر اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں وہ ان کے تصور سے باہر کے طریقوں سے رزق حاصل کریں گے۔ باب
طلاق میں، آیات 2-3 65

اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اس کے لیے کافی ہے۔

باب 9 توبہ آیت 20

”جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا۔“

اس آیت میں جو کوشش بیان کی گئی ہے اس سے مراد مقصد کے حصول کے لیے زیادہ سے زیادہ کوشش کرنا ہے۔ یہ جنگ سے الگ ہے، جسے عربی اصطلاح قتال سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ کوشش ایک وسیع دائرہ پر محیط ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کے نام پر کی جانے والی تمام کوششیں شامل ہیں۔ ایک شخص جو اللہ تعالیٰ کے لیے کوشش کرتا ہے، حقیقی طور پر اپنے مشن کے لیے مصروف عمل ہوتا ہے، اپنی عقل کو بروئے کار لاتے ہوئے اس مقصد کو پورا کرنے کے بہترین طریقوں پر غور کرتا ہے۔ انہوں نے تقریر اور تحریر دونوں کے ذریعے اسلام کا پیغام پھیلا دیا۔ وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہیں جو اس نے انہیں عطا کی ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ اسلام کو آگے بڑھانے کے لیے تمام دستیاب وسائل خرچ کرتے ہیں اور کسی بھی مخالفت کو چیلنج کرنے کے لیے اپنی تمام تر قوت کو متحرک کرتے ہیں اور جب ضرورت پڑتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی جانیں خطرے میں ڈالنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ یہ ساری کوشش اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد ہے۔ وہ اس جدوجہد میں صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے، اس کے ایمان کی بالادستی کو برقرار رکھنے اور اس کے پیغام کو غالب کرنے کے لیے مصروف عمل ہیں۔

اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں جتنا زیادہ کوشش کرے گا، اتنا ہی زیادہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی توازن حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھ کر اور

قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کر کے دونوں جہانوں میں سکون حاصل کرے گا۔ اس کے علاوہ وہ اللہ تعالیٰ کی جتنی زیادہ اطاعت کریں گے، اتنا ہی لوگوں کے حقوق ادا کریں گے جس سے معاشرے میں عدل و انصاف کے پھیلاؤ میں اضافہ ہوگا۔ لہذا جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی کوشش کرے گا اتنا ہی زیادہ ذہنی سکون حاصل کرے گا اور معاشرے میں پھیلے گا۔ توبہ میں باب: آیات 20-22، 9

جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا، اللہ کے نزدیک ان کا درجہ بڑا ہے، اور وہی لوگ ہیں جو کامیابی حاصل کرنے والے ہیں، ان کا رب انہیں اپنی رحمت اور رضامندی اور ان کے لیے ایسے باغوں کی بشارت دیتا ہے جن میں ہمیشہ رہنے والی خوشنودی ہے، اللہ اس کے ساتھ ہمیشہ رہنے والا ہے۔

یہ آیات اس بات پر روشنی ڈالتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ایک اہم حصہ، جس کا نتیجہ اس کی رضامندی کا باعث بنتا ہے، اس زندگی میں اس سے اور اس کے فیصلوں پر راضی رہنا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ کی حقیقی خوشنودی تب ہی حاصل ہو سکتی ہے جب انسان اس سے راضی ہو۔ یہ اطمینان اس کے انتخاب، احکام، احکام اور ممانعتوں کی قبولیت پر محیط ہے۔ لہذا، یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی لوگوں کے لیے منتخب کرتا ہے وہ بالآخر ان کے بہترین مفاد کے لیے ہوتا ہے، چاہے وہ اس کے فیصلوں اور انتخاب کے پیچھے موجود حکمت کو پوری طرح نہ سمجھیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

جو لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اپنی نافرمانی کرتے رہیں گے اور اس کے بجائے لوگوں کی رضامندی حاصل کریں گے۔ باب 9 توبہ آیت 23

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے باپ دادا یا اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو ”ترجیح دیں اور تم میں سے جو ایسا کرے گا تو وہی ظالم ہیں۔“

نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی عدم استحکام کا سامنا کریں گے، اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو غلط انداز میں ڈالیں گے، اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے خود کو تیار کرنے سے غافل ہوں گے۔ یہ اس زندگی اور آخرت دونوں میں تناؤ اور مشکلات کا باعث بنے گا، چاہے ان کے پاس کوئی بھی مادی دولت کیوں نہ ہو۔

اگرچہ مسلمانوں کو لوگوں بالخصوص اپنے رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی ضرور کرنی چاہیے لیکن یہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہونا چاہیے۔ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کی بنیاد پر مثبت کوششوں میں دوسروں کی مدد کرے، جس میں مالی، جسمانی اور جذباتی مدد شامل ہو سکتی ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

کسی کو یہ فیصلہ کرنے سے گریز کرنا چاہیے کہ مدد کی پیشکش کرنے سے پہلے کون کسی سرگرمی میں حصہ لے رہا ہے۔ بلکہ، اس کا انتخاب کرنے سے پہلے توجہ اس شخص کے اعمال کی نوعیت پر ہونی چاہیے۔ اگر فرد مثبت سرگرمیوں میں مصروف ہے، تو اسے اپنی صلاحیتوں کی بنیاد پر اپنا تعاون بڑھانا چاہیے، چاہے اس میں مالی امداد شامل ہو یا جسمانی مدد۔ دوسری طرف، اگر وہ شخص برے کاموں میں حصہ لے رہا ہے، تو اسے جاری رکھنے کے خلاف خبردار کیا جانا چاہیے اور کوئی مدد فراہم نہیں کرنی چاہیے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمانوں نے اندھی وفاداری سے ہر حال

میں دوسروں کا ساتھ دے کر گمراہ کن موقف اختیار کر لیا ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بجائے افراد میں وفاداری رکھنا بالآخر ان نعمتوں سے محروم ہو جائے گا جو اس نے انہیں عطا کی ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 23

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے باپ دادا یا اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو ”ترجیح دیں اور تم میں سے جو ایسا کرے گا تو وہی ظالم ہیں۔“

نتیجتاً، اس کے نتیجے میں ذہنی اور جسمانی تندرستی میں خلل پیدا ہوگا، زندگی میں ترجیحات کی غلط ترتیب اور قیامت کے دن جوابدہی کے لیے تیاری کی کمی ہوگی۔ یہ انہیں دنیا اور آخرت دونوں میں تناؤ، چیلنجوں اور مشکلات کی طرف لے جائے گا، چاہے وہ کسی بھی مادی آسائش کے حامل ہوں۔ مزید برآں، افراد کے ساتھ اندھی وفاداری دوسروں کے حقوق کو صحیح طریقے سے ادا کرنے میں رکاوٹ بنتی ہے، اس طرح معاشرے میں انصاف اور امن کے قیام میں رکاوٹ بنتی ہے۔ آخرکار وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے خوش کرنا ہو گا، وہ مصیبت اور ناخوشی کا باعث بنیں گے۔ نتیجتاً یہ لوگ نہ ان سے راضی ہوں گے اور نہ اللہ تعالیٰ سے۔ اس کے علاوہ لوگ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتے۔ باب 9 توبہ آیت 24

کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے رشتہ دار، وہ مال جو تم نے کمایا ہے، وہ تجارت جس کے زوال کا تمہیں ڈر ہے، اور وہ مکانات جن سے تم خوش ہو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہو، تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم صادر کرے۔ اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

حقیقت میں، زیادہ تر حالات میں، اس مادی دنیا میں کوئی بھی چیز فطری طور پر اچھی یا بری نہیں ہے، بشمول دولت۔ کسی چیز کی اچھائی یا برائی کا تعین اس بات سے ہوتا ہے کہ اسے کس طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ ہر چیز کا مقصد اسلامی

تعلیمات کے مطابق مناسب استعمال کرنا تھا۔ اس کا صحیح استعمال اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ یہ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کے ذریعے اور قیامت کے دن اپنے جوابدہی کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی کے اندر صحیح طریقے سے رکھ کر دنیا اور آخرت دونوں میں ان کے لیے سکون اور راحت کا ذریعہ بن جائے۔ اس کے برعکس، جب کسی چیز کا غلط استعمال ہوتا ہے، تو یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات کا باعث بنتا ہے۔ مثال کے طور پر، دولت دونوں جہانوں میں فائدہ مند ہو سکتی ہے جب اسے اپنی اور اپنے زیر کفالت افراد کی ضروریات پر دانشمندی سے خرچ کیا جائے۔ تاہم، اگر اسے فضول یا گناہ کے کاموں میں ضائع کر دیا جائے تو یہ اپنے مالک کے لیے ایک بوجھ یا یہاں تک کہ لعنت میں بدل جائے گا۔ اس لیے حاصل کردہ نعمتوں کا غلط استعمال ذہنی اور جسمانی تندرستی دونوں میں عدم توازن کا باعث بنے گا جس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں ترجیحات اور تعلقات کو غلط جگہ دے گا۔ نتیجتاً، ان کے وجود کا ہر پہلو—جیسے خاندان، دوستی، کیریئر، اور مالی حالات — تناؤ کا باعث بن جائیں گے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں تو وہ اپنی پریشانی کا ذمہ دار اپنے رشتہ داروں کی طرح دوسروں پر بھی لگا سکتے ہیں۔ اپنے آپ کو ان مثبت اثرات سے دور کرنے سے، وہ اپنی ذہنی صحت کے مسائل کو بڑھاتے ہیں، جو ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ نتیجہ خاص طور پر ان لوگوں میں واضح ہے جو اپنی نعمتوں کا اکثر غلط استعمال کرتے ہیں۔ باب 9 بشمول امیر اور مشہور، جو کہ مادی فوائد کے باوجود، اکثر ان مشکلات کا سامنا کرتے ہیں۔

توبہ آیت 24:

”اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

اگر کوئی مسلمان چاہتا ہے کہ اس کے تمام دنیاوی اموال اور رشتے دنیا اور آخرت دونوں میں برکت کے طور پر کام آئیں تو اسے صرف قرآن مجید کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق ان سے استفادہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسا کرنے سے انہیں ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے میں مدد ملے گی، جس سے وہ اپنی زندگی کے ہر پہلو کو مؤثر طریقے سے منظم کر سکیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے خود کو تیار کر سکیں گے۔ نتیجتاً یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دے گا۔

لہذا افراد کو چاہیے کہ وہ اپنی بھلائی کے لیے اسلامی اصولوں کو اپنائیں اور ان پر عمل کریں، چاہے یہ ان کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہو۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کی طبی سفارشات پر عمل کرتا ہے، یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفادات کو پورا کرتا ہے، یہاں تک کہ جب ناخوشگوار علاج اور سخت خوراک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جس طرح یہ محتاط مریض اچھی ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ شخص جو اسلامی تعلیمات کو قبول کرے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس وہ علم ہے جو انسان کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو مناسب طریقے سے ترتیب دینے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ انسانی دماغی اور جسمانی حالات کا ادراک جو معاشرے کے پاس ہے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کبھی بھی کافی نہیں ہو گا، وسیع تحقیق کے باوجود، کیونکہ یہ زندگی میں انسان کو درپیش ہر چیلنج سے نمٹ نہیں سکتا۔ ان کی رہنمائی ہر قسم کے ذہنی اور جسمانی تناؤ کو ختم نہیں کر سکتی، اور نہ ہی یہ اس بات کی ضمانت دے سکتی ہے کہ علم، تجربے، دور اندیشی اور موروٹی تعصبات کی حدود کی وجہ سے کوئی شخص اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو درست طریقے سے پوزیشن میں رکھتا ہے۔ یہ ہمہ جہت علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، جسے اس نے قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ذریعے انسانیت کے ساتھ شیئر کیا ہے۔ یہ حقیقت اس وقت واضح ہو جاتی ہے جب کوئی ان لوگوں کا مشاہدہ کرتا ہے جو اپنی حاصل کردہ نعمتوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق استعمال کرنے والوں کے مقابلے میں استعمال کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ بہت سے مریض اپنی تجویز کردہ دوائیوں کے پیچھے سائنس کو نہیں سمجھتے اور اس طرح اپنے ڈاکٹر پر اندھا اعتماد کرتے ہیں، تاہم، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام کی تعلیمات پر غور کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی پر اس کے مثبت اثرات کو پہچان سکیں۔ وہ یہ توقع نہیں رکھتا کہ لوگ بغیر سوال کے اسلامی تعلیمات کو قبول کریں گے۔ بلکہ وہ چاہتا ہے کہ وہ واضح ثبوت کے ذریعے اس کی سچائی کو تسلیم کریں۔ تاہم، اس کا تقاضا ہے کہ ایک شخص کھلے اور غیر جانبدارانہ ذہن کے ساتھ اسلام کی تعلیمات تک پہنچ جائے۔ باب 12: یوسف، آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں"

مزید برآں، چونکہ اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کے روحانی دلوں کا واحد حاکم، ذہنی سکون کا گھر ہے، اس لیے وہی طے کرتا ہے کہ کون اسے حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون عطا کرتا ہے جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ اصولوں کے مطابق استعمال کرتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 24

کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے رشتہ دار، وہ مال جو تم نے کمایا ہے، وہ تجارت جس کے زوال کا تمہیں ڈر ہے، اور وہ مکانات جن سے تم خوش ہو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہو، تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم صادر کرے۔ اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اس سچائی پر زور دینے کے لیے، اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو جنگ حنین کی یاد دلاتا ہے اور یہ کہ مسلمانوں کی فوج کے پاس جو دنیاوی چیزیں تھیں، جیسے کہ دولت اور عسکری طاقت، اگر وہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت میں ناکام رہے تو انہیں کامیابی نہیں پہنچ سکتی۔ باب 9 توبہ آیت 25

اللہ تعالیٰ نے تمہیں بہت سے علاقوں میں فتح عطا فرمائی ہے اور حنین کے دن بھی جب تمہاری کثیر تعداد تمہیں خوش کر چکی تھی، لیکن وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے ساتھ تمہارے لیے بند ہو گئی، پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ ہجرت کے آٹھویں سال اور فتح مکہ کے بعد جنگ حنین ہوئی۔ ابتدائی طور پر مسلمانوں کی فوج پر گھات لگا کر حملہ کیا گیا جس کے نتیجے میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عارضی پسپائی اختیار کی۔ تاہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے واپس بلائے جانے پر وہ سب ایک بار پھر آگے بڑھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطا فرمائی۔ اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 3، صفحہ 451 میں بحث کی گئی ہے۔

یہ ابتدائی مشکل اس وقت پیش آئی جب جنگ سے پہلے کچھ نئے مسلمانوں نے اعلان کیا کہ ان کی بڑی فوج کو شکست نہیں دی جائے گی۔ باب 9 توبہ، آیات 25-26:

حنین کے دن بھی جب تمہاری کثیر تعداد تمہیں خوش کر چکی تھی، لیکن وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر محصور ہو کر رہ گئی، پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگے، پھر اللہ نے اپنے رسول پر اپنی تسکین نازل فرمائی اور تم پر ایمان لانے والوں اور سپاہیوں کو نہ دیکھا جنہوں نے تم کو نہ دیکھا۔ کافروں کو سزا دی اور یہ کافروں کا بدلہ ہے۔

یہ واقعہ اس بات کو تسلیم کرنے کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے کہ حقیقی کامیابی صرف ان لوگوں کو ملتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں اٹل ہیں۔ یہ اطاعت اس کے احکام پر عمل کرنے، اس کی ممانعتوں سے بچنے اور تقدیر کا صبر کے ساتھ مقابلہ کرنے پر مشتمل ہے، جو کہ حضور نبی، اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق ہے۔ اس لیے حقیقی کامیابی کا تعلق مادی دولت، بڑی تعداد یا جسمانی طاقت سے نہیں ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 139:

پس تم کمزور نہ ہو اور غم نہ کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔“

دنیا اور آخرت دونوں میں برتری اور کامیابی کا دارومدار سچے عقیدے کو اپنانے پر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو نعمتیں قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق عطا کی گئی ہیں ان سے استفادہ کرنا۔ لہذا یہ اسلام میں محض عقیدے کا دعویٰ کرنے سے بہت آگے تک پھیلا ہوا ہے۔ اگر آج مسلمان اپنے آپ کو برتری میں کمی محسوس کرتے ہیں تو یہ سچے عقیدے میں کمی کی نشاندہی کرتا ہے۔ لہذا ہر مسلمان کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ آیا ان کے اعمال اسلام پر ایمان کے زبانی اثبات کے مطابق ہیں یا نہیں، اور اگر ضرورت ہو تو اپنے طرز عمل میں تبدیلی لاتے ہوئے دونوں جہانوں میں سکون اور برتری حاصل کر کے، متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی کے اندر درست طریقے سے رکھ کر قیامت کے دن ان کے احتساب کے لیے مناسب تیاری کریں۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

باب 24 نور، آیت 55 اور

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین پر ضرور جانشینی عطا کرے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے والوں کو دیا تھا اور یہ کہ وہ ان کے لیے ان کے دین کو ضرور قائم کرے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور یہ کہ وہ ان کی جگہ ضرور لائے گا، ان کے خوف اور سلامتی کے بعد جو مجھ سے بیزاری کرتے ہیں، وہ میری عبادت نہیں کرتے۔ کہ پھر وہی لوگ نافرمان ہیں۔

جبکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے، مدد الہی سے محروم ہو جائے گی اور نتیجتاً مسلمان اپنے مخالفوں کے ہاتھوں مغلوب ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ، ان کی نافرمانی انہیں ذہنی سکون حاصل کرنے سے روک دے گی، کیونکہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی

حالت حاصل کرنے میں ناکام ہو جائیں گے اور اس کے بجائے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے صحیح طریقے سے تیاری کرنے میں ناکام ہو جائیں گے۔ باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جس کے بدلے میں وہ کماتے تھے۔"

:اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (اللہ تعالیٰ) (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے انہیں بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

ہمیشہ کی طرح، توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے، جب تک انسان زندہ ہے، ان لوگوں کے لیے جو اپنی دنیاوی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ترجیح دیتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 27

"پھر اللہ اس کے بعد جس کے لیے چاہے گا توبہ قبول کرے گا۔"

سچی توبہ کے لیے احساسِ جرم، اللہ تعالیٰ سے معافی کی خواہش، اور ہر اس شخص سے جس کو نقصان پہنچا ہے، کی ضرورت ہوتی ہے، بشرطیکہ اس سے اضافی مسائل پیدا نہ ہوں۔ ایک جیسے یا اس جیسے گناہوں کو نہ دہرانے اور اللہ تعالیٰ اور دوسروں کے بارے میں جو حقوق پامال ہوئے ہیں ان کی اصلاح کے لیے دل سے عہد کرنا ضروری ہے۔ مزید برآں، اسلامی اصولوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں سے صحیح طور پر استفادہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی مسلسل 27 توبہ کرنی چاہیے۔ باب 9 توبہ آیت 27

”اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

جب اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں اہل ایمان کو پکارتا ہے تو اس کی دعوت کا تعلق اکثر ان کے ایمان کے اعلان کو پورا کرنے سے ہوتا ہے۔ یہ اس حقیقت کی وجہ سے ہے کہ بغیر کسی عمل کے ایمان کا بولا ہوا اعلان اسلام میں کم سے کم اہمیت رکھتا ہے۔ اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں ثواب اور رحمت حاصل کرنے کے لیے ضروری ثبوت اور ثبوت کے طور پر کام کرتے ہیں۔ جس طرح پھل دینے والا درخت تب ہی فائدہ مند ہوتا ہے جب وہ پھل دیتا ہے، اسی طرح ایمان بھی تب ہی با معنی ہوتا ہے جب اس کا نتیجہ نیک اعمال پر ہو۔ اس معاملے میں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ کی کہ وہ اپنی دنیاوی خواہشات اور تعلقات کو اس کی اطاعت پر ترجیح نہ دیں، اس نے ایک خاص حکم کے ساتھ ان کا امتحان لیا، جس سے مال کا نقصان ہو گا۔ باب 9 توبہ آیت 28

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بے شک مشرک ناپاک ہیں، لہذا وہ اپنے آخری سال کے بعد مسجد الحرام کے قریب نہ جائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے نویں سال اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ مشرکین کو بیت اللہ کے اطراف کے مقدس علاقے میں داخل ہونے سے روک دیا جائے، مکہ، کعبہ دونوں میں حج کے دوران اور دیگر اوقات میں۔ اس حکم نامے سے مکہ کے کچھ مسلمانوں میں تشویش

پیدا ہوئی ، کیونکہ وہ حج کے موسم میں تجارت کے لیے مسلم اور غیر مسلم دونوں حجاج پر انحصار کرتے تھے۔ تاہم، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو یقین دلایا جو اس دنیا میں خسارے کا سامنا کرتے ہیں جیسے کہ مال میں کمی، اس کی اطاعت کرتے ہوئے، کہ وہ ان کی تمام دنیاوی اور روحانی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کافی معاوضہ حاصل کریں گے۔ باب 9 توبہ آیت 28

اور اگر تم محرومی سے ڈرتے ہو تو اللہ چاہے گا اپنے فضل سے تمہیں غنی کر دے گا۔“

اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 4، صفحہ 1 میں بحث کی گئی ہے۔

کم از کم معاوضہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہے، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، اسے ملے گا، چاہے اس سے کچھ دنیوی نقصان ہی کیوں نہ ہو ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے اور ہر چیز اور ہر چیز کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھنے سے ذہنی سکون ہے۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ یہ طرز عمل اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے صحیح طریقے سے تیاری کریں گے، اسی طرح انہیں ذہنی سکون اور آخرت میں بھی کامیابی ملے گی۔ لہذا، ایک فرد کو اپنے فائدے کے لیے اسلامی تعلیمات کو مکمل طور پر قبول کرنا چاہیے اور اس پر عمل کرنا چاہیے، چاہے یہ اس کی ذاتی خواہشات کے خلاف ہو۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح کام کرنا چاہیے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے کو سمجھتا اور اس پر عمل کرتا ہے، یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفاد میں ہے، یہاں تک کہ جب مشکل علاج اور سخت خوراک کا سامنا کرنا پڑے۔ جس طرح یہ عقلمند مریض اچھی ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ شخص بھی جو اسلامی اصولوں کو قبول کرے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک بے مثال حکمت کی ضرورت ہے جو انسان کو ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کی طرف لے جائے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو صحیح طریقے سے ترتیب دے سکے۔ باب 9 توبہ آیت 28

”بے شک اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ایک پہلو جو دونوں جہانوں میں خوشحالی اور امن کا باعث بنتا ہے۔ باب 9 توبہ
آیت 29:

ان لوگوں سے لڑو جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یوم آخرت پر اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے حرام کردہ چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے اور جن کو کتاب دی گئی ہے ان میں سے دین حق کو نہیں اپناتے، [لڑو] یہاں تک کہ وہ عاجزی کے ساتھ مالی ٹیکس خوشی سے نہ دیں۔

عام طور پر قرآن کریم کی آیات اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے معانی کو صحیح معنوں میں سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کا مناسب تناظر میں جائزہ لیا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی آیت یا حدیث کو اس کے نزول یا دستاویزات کے ارد گرد کے حالات کو مدنظر رکھے بغیر تنہائی میں اس کی تشریح نہیں کی جانی چاہئے کیونکہ اس سے اسلامی اصولوں کی غلط تشریح ہو سکتی ہے۔ آیات و احادیث کے سیاق و سباق کو خلوص کے ساتھ سمجھنے کے لیے ان کا سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے جائزہ لینا چاہیے۔ اس نقطہ نظر سے ہی کسی آیت یا حدیث کے مخصوص سیاق و سباق کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مزید برآں، مسلمانوں کو اجازت ہے کہ وہ بیرونی حملہ آوروں کے خلاف مسلح تصادم میں صرف اور صرف ایک جائز حکمران کے اختیار کے تحت اور قرآن پاک میں بیان کردہ رہنما اصولوں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق حصہ لیں۔ اس طرح کے کاموں میں حصہ لینے والوں کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں رہنا چاہیے تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ وہ ان طے شدہ حدود اور ضوابط سے تجاوز نہ کریں۔ باب 2 البقرہ، آیت 190

اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں لیکن زیادتی نہ کرو، بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

:اور باب 2 البقرہ، آیت 194

پس جس نے تم پر زیادتی کی ہے تو اس پر بھی ویسا ہی حملہ کرو جس طرح اس نے تم پر کیا ہے ” اور اللہ سے ڈرو۔

ایک رہنما اصول صرف اور صرف حملے کے جواب کے طور پر جنگ میں شامل ہونا ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں واضح کیا گیا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 190

اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔“۔

نتیجتاً امن کے اوقات میں مخالف پر جسمانی جارحیت کا مظاہرہ کرنا ممنوع ہے۔ مزید برآں یہ ضروری ہے کہ جب حریف جارحیت سے باز آجائے تو مسلمانوں کو بھی تحمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ باب 2 البقرہ، آیت 193

لیکن اگر وہ باز آجائیں تو پھر خلاف ورزی کرنے والوں کے علاوہ کوئی جارحیت [یعنی حملہ]..."
"نہیں ہوگی۔"

اگر مخالف امن چاہتا ہے تو اسے فراہم کیا جانا چاہیے۔ باب 4 النساء، آیت 90

پس اگر وہ تم سے دور ہو جائیں اور تم سے جنگ نہ کریں اور صلح کی پیشکش کریں تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ان کے خلاف جنگ کا کوئی سبب نہیں بنایا۔"

تیسرا قاعدہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ شہریوں کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیے۔ مزید برآں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کے وقت عورتوں، بچوں، بوڑھوں، بیماروں، نیز راہبوں اور متولیوں کو نقصان پہنچانے سے مسلسل منع فرمایا ہے۔ اس پابندی کو متعدد احادیث سے تقویت ملتی ہے جن میں سنن ابوداؤد نمبر 2614 اور مسند احمد نمبر 2728 شامل ہیں۔

اسلام کے پہلے خلیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے واضح طور پر بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کے قتل سے منع فرمایا۔ اس نے پھل دار درختوں کو تباہ کرنے، املاک کو نقصان پہنچانے اور مویشیوں کو مارنے سے بھی منع کیا۔ یہ ہدایت مصحف ابن ابی شیبہ نمبر 33121 میں درج ہے۔

اسلام کے دوسرے خلیفہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسلم فوجوں کو واضح طور پر ہدایت کی کہ وہ غیر جنگجوؤں جیسے کسانوں کو نقصان پہنچانے سے گریز کریں۔ یہ ہدایت مصحف ابن ابی شیبہ نمبر 33120 میں بھی درج ہے۔

جب تنازعہ کے امکانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، تو مسلم کمیونٹی کو اپنی بہترین صلاحیتوں کے لیے تیار رہنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس تیاری کا مقصد دشمن کو حملہ کرنے سے روکنا ہے۔ اگر دشمن: امن کا خواہاں ہے تو اسے ان کو پیش کرنا چاہیے۔ باب 8 انفال، آیات 60-61

اور ان کے مقابلے میں جو کچھ تم طاقت رکھتے ہو اور جنگی سواریاں تیار کرو جس سے تم اللہ کے ”دشمن اور اپنے دشمن کو خوف زدہ کر سکو اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو اس کی طرف“ مائل ہو جاؤ۔

مسلمانوں کے ساتھ اپنے وعدوں کو نبھانے میں ناکام رہنے والوں کے خلاف کارروائی جائز ہے۔ توبہ میں باب 9، آیات 12-13:

اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین کو بدنام کریں تو کفر کے سرداروں سے مقابلہ کرو، کیونکہ ان کے لیے کوئی قسمیں نہیں ہیں، کیا تم ان لوگوں سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا اور انہوں نے تم پر حملہ شروع کیا؟

اسلام ان لوگوں کے خلاف جارحیت سے منع کرتا ہے جو اپنے وعدوں کا احترام کرتے ہیں۔ باب 9 توبہ: آیت 7

پس جب تک وہ تمہاری طرف سیدھے ہیں، ان کے ساتھ سیدھے رہو، بے شک اللہ نیک لوگوں سے ”محبت کرتا ہے۔“

ظاہر ہے کہ کسی فرد کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جانا چاہیے کیونکہ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جسے دل سے قبول کیا جانا چاہیے نہ کہ محض زبانی کلامی یا عمل سے۔ باب 2 البقرہ، آیت 256

دین میں کوئی جبر نہیں ہوگا۔“

مسلمانوں کے ساتھ مثبت تعلقات برقرار رکھنے والے افراد کے ساتھ مسلسل منصفانہ سلوک کیا جائے گا۔ باب 60 الممتحنہ، آیات 8-9

اللہ تمہیں ان لوگوں سے نہیں روکتا جو تم سے دین کی وجہ سے نہیں لڑتے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالتے - ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کے ساتھ انصاف کرنے سے، بے شک اللہ عدل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، اللہ تمہیں صرف ان لوگوں سے منع کرتا ہے جو تم سے لڑتے ہیں۔... دین کے بارے میں اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکال دو اور تمہارے نکالنے میں مدد

جنگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے اور مسلمانوں کو اس میں شامل ہونا چاہیے جب ضرورت ہو لیکن اس کی خواہش کے بغیر۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

تم پر جنگ فرض کی گئی ہے جبکہ وہ تمہارے لیے ناگوار ہے۔“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو تصادم کی خواہش سے خبردار کیا اور اس کے بجائے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کی تلقین کی۔ تاہم، اگر وہ اپنے آپ کو دشمن کا مقابلہ کرنے پر مجبور پاتے ہیں، تو انہیں ثابت قدم رہنا چاہیے۔ یہ ہدایت صحیح بخاری نمبر 2966 کی ایک حدیث میں درج ہے۔

ان آیات کا بنیادی پیغام اس بات پر زور دیتا ہے کہ طاقت کا استعمال صرف ایک آخری حربہ ہونا چاہیے، جو ضروری ہے اس تک محدود ہو، اور قرآن کریم کی تعلیمات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق ہو۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، کسی آیت یا حدیث کا صحیح تناظر میں جائزہ لینا بہت ضروری ہے تاکہ اس کی اہمیت کو سمجھا جا سکے کہ یہ کون، کیا اور کہاں لاگو ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے لوگ، خواہ دانستہ یا نادانستہ، اس طرح اختلاف سے متعلق آیات اور احادیث کی غلط تشریح کرتے ہیں۔ ایک معروف مثال ایک آیت ہے جسے عام طور پر تلوار والی آیت کہا جاتا ہے، اس حقیقت کے باوجود کہ قرآن پاک میں "تلوار" کی اصطلاح موجود نہیں ہے۔ باب 9 توبہ آیت 5

اور جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں پکڑو اور ان کا ”محاصرہ کرو اور ہر گھات کی جگہ پر ان کی تاک میں بیٹھو۔“

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ اعلان جنگ بعض شرائط اور امن معاہدوں تک محدود ہے۔ مزید برآں، اس اور اس جیسی دیگر آیات سے متعلق تاریخی تناظر کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ غیر مسلموں کے ساتھ تصادم شروع کرنے کا کوئی عالمی اصول نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ آیت کا تعلق افراد کے ایک مخصوص گروہ سے ہے، ایک خاص وقت اور مقام کے دوران۔

تلوار والی آیت کے ارد گرد کی آیات متعدد بار واضح طور پر اس بات پر زور دیتی ہیں کہ زیر بحث مشرکین صرف وہی ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے امن معاہدوں کی مسلسل خلاف ورزی کی اور امت مسلمہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف پرتشدد جارحیت کی کارروائیوں میں مصروف رہے۔ مثال کے طور پر، تلوار والی آیت سے فوراً پہلے والی آیت، معنی، باب 9 توبہ، آیت 4، بیان کرتی ہے:

سوائے وہ لوگ جن سے تم نے مشرکوں کے درمیان معاہدہ کیا اور پھر انہوں نے تم سے کسی چیز" میں کوتاہی نہیں کی اور نہ ہی تمہارے خلاف کسی کی حمایت کی، تو ان کے لیے ان کے عہد کو ان "کی میعاد ختم ہونے تک پورا کرو، بے شک اللہ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔

اس کے بعد اسی آیت میں ایک اور ہدایت ملتی ہے، باب 9 توبہ، آیت 7:

مشرکوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی معاہدہ کیسے ہو سکتا ہے، سوائے ان کے " جن سے تم نے مسجد الحرام میں معاہدہ کیا ہے، جب تک وہ تمہاری طرف سیدھے ہیں، ان کے ساتھ "سیدھے رہو، بے شک اللہ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔

جنگ کا سامنا کرنے والے ان مشرکوں کے اعمال کا ذکر دوسری متعلقہ آیات میں ملتا ہے۔ توبہ میں آیات 8-10، باب 9، آیات 8-10:

کیسے ہو سکتا ہے کہ اگر وہ تم پر غلبہ حاصل کر لیں تو وہ تمہارے بارے میں کسی عہد و پیمان کی پاسداری نہیں کرتے، منہ سے تم کو مطمئن کرتے ہیں، لیکن ان کے دل انکار کرتے ہیں، اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں، انہوں نے اللہ کی نشانیوں کو تھوڑی سی قیمت کے بدلے بدل دیا ہے، اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت اور برائی تھی۔ وہ کسی مومن کے ساتھ رشتہ داری یا حفاظت کے عہد کی پاسداری نہیں کرتے اور وہی لوگ فاسق ہیں۔

:اور باب 9 توبہ، آیات 12-13

اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین کو بدنام کریں تو کفر کے سرداروں سے لڑو، کیونکہ ان کے لیے کوئی قسمیں نہیں ہیں، [ان سے لڑو] کہ وہ باز آجائیں، کیا تم ان لوگوں سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا، اور انہوں نے تم پر حملہ شروع کیا؟

ان خاص مشرکوں نے بار بار اپنے معاہدوں کی خلاف ورزی کی اور اسلام کے خلاف مزاحمت میں دوسروں کا ساتھ دیا۔ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف دشمنی شروع کی، افراد کو اسلام قبول کرنے سے روکا، اور مسلمانوں کو مکہ اور مسجد الحرام سے نکال دیا۔ مسلمانوں کے خلاف ان کی زیادتیوں کا ذکر آیات میں کم از کم اٹھ مرتبہ ہوا ہے۔

باب 9، توبہ، آیت 12 میں، جس کا حوالہ پہلے دیا گیا ہے، 'کفر کے رہنماؤں کا مقابلہ کرنے کا مقصد انہیں اپنے جارحانہ اقدامات کو 'بند کرنے' پر مجبور کرنا ہے۔ یہ آیات، دیگر کے ساتھ، جنگ کے دوران مخصوص شرائط پر عمل کرنے کی ضرورت پر زور دیتی ہیں، جیسے کہ صرف ان لوگوں کے ساتھ مشغول ہونا جو ان کے خلاف تنازعات کو ہوا دیتے ہیں۔

مزید یہ کہ ان مشرکوں کو اب بھی متعدد تنبیہات اور مواقع پیش کیے گئے۔ انہیں چار ماہ کی مہلت اور امن کی مہلت دی گئی۔ باب 9 توبہ آیت 2:

”پس اے کافرو، چار مہینے پورے ملک میں سفر کرو، لیکن جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔“

:اور باب 9 توبہ آیت 5

اور جب غضبناک [چار مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں پکڑو اور ان کا محاصرہ کرو اور ہر گھات کی جگہ پر ان کی تاک میں بیٹھو۔

یہ مہلت انہیں یہ اختیار دینے کے لیے پیش کی گئی کہ وہ یا تو اسلام قبول کریں یا جزیرہ نما عرب سے امن کے ساتھ نکل جائیں۔ مزید برآں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت کی گئی تھی کہ ان مشرکوں میں سے کسی کو بھی تحفظ فراہم کریں جو اس کی تلاش میں ہے، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ بغیر کسی خوف اور جبر کے اسلام کی تعلیمات کو تلاش کر سکیں، یا دوسری طرف جزیرہ نمائے عرب کو کسی خطرے کے بغیر پر امن طریقے سے چھوڑ دیں۔ باب 9 توبہ آیت 6:

،اور اگر مشرکوں میں سے کوئی تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو تاکہ وہ اللہ کا کلام سن لے“
”پھر اسے اس کے امن کی جگہ پہنچا دو، یہ اس لیے کہ وہ لوگ نہیں جانتے۔

تلوار کی آیت میں جنگ اور مشرکوں کو نکالنے کے بارے میں جو رہنمائی فراہم کی گئی ہے وہ صرف اس صورت میں نافذ ہو گی جب وہ چار ماہ کی رعایتی مدت کے بعد اسلام قبول کیے بغیر جزیرہ نما عرب میں رہنے کا انتخاب کریں، کیونکہ اسے اسلام کے خلاف اعلان جنگ سے تعبیر کیا جائے گا۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ بہت سے مشرکوں نے اس رعایتی مدت کو اسلام قبول کرنے کے لیے استعمال کیا۔ اس مہلت کی بدولت دشمنی ختم ہو گئی اور تلوار والی آیت کے نتیجے میں کوئی خونریزی نہیں ہوئی، جس کا مقصد مزید تشدد کو روکنا تھا، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مشرک یا تو اسلام قبول کر لیں یا جزیرہ نمائے عرب سے امن کے ساتھ نکل جائیں۔

آخر میں، ارد گرد کی آیات اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی، تلوار والی آیت کے لیے ضروری سیاق و سباق فراہم کرتی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ آیات خاص طور پر مسلمانوں کو نشانہ بنانے والے بعض جارح مشرکوں کے حملوں کو روکنے کے لیے نازل ہوئی ہیں۔ نتیجتاً، بعد میں آنے والے دوسروں پر ان کا اطلاق اندھا دھند نہیں ہونا چاہیے۔

باب 9 توبہ آیت 29:

ان لوگوں سے لڑو جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یوم آخرت پر اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے حرام کردہ چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے اور جن کو کتاب دی گئی ہے ان میں سے دین حق کو نہیں اپناتے، [لڑو] یہاں تک کہ وہ عاجزی کے ساتھ مالی ٹیکس خوشی سے نہ دیں۔

اہل کتاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ ان کا شمار مومنوں میں نہیں ہوتا کیونکہ انہوں نے ان دونوں کو پہچاننے کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کا انکار کیا۔ چونکہ وہ دوسرے آسمانی صحیفوں سے واقف تھے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کو قرآن مجید کا مصنف تسلیم کیا۔

مزید برآں، قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں کو ان کی مقدس کتابوں میں البقرہ آیت نمبر 146 زیر بحث لایا گیا ہے۔ سورۃ

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو” جانتے ہیں۔“

مزید برآں، اہل کتاب اور مکہ کے غیر مسلموں دونوں نے تسلیم کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سابقہ آسمانی صحیفوں کا مطالعہ نہیں کیا تھا، جس کی وجہ سے ان کے لیے قرآن مجید کا تصنیف کرنا ناقابل فہم تھا۔ باب 29 العنکبوت، آیت 48

اور تم نے اس سے پہلے کوئی صحیفہ نہیں پڑھا اور نہ ہی کسی کو اپنے داہنے ہاتھ سے لکھا، پھر” (یعنی دوسری صورت میں (جھٹلانے والے شک میں پڑ جاتے۔

اہل کتاب کو مقدس حکمت کے محافظ کے طور پر دیکھا جاتا تھا، جس نے انہیں معاشرے میں ایک منفرد مقام عطا کیا، حتیٰ کہ بت پرستوں کے درمیان بھی۔ تاہم اسلام کے عروج کے ساتھ اس قابل احترام حیثیت کو نمایاں مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔

اہل کتاب نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسد محسوس کیا کیونکہ وہ اپنے بھائی حضرت اسحاق علیہ السلام کے بجائے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے نازل ہوئے تھے، جیسا کہ انہوں نے کیا تھا۔ ان کا پورا عقیدہ نظام نسب کی اہمیت کے گرد گھومتا تھا، جس کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ انہیں دوسروں پر برتری حاصل ہے۔ نتیجتاً، انہیں ایک مختلف نسب سے تعلق رکھنے والے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کرنا مشکل معلوم ہوا ، کیونکہ اس سے ان کے گھڑے ہوئے اعلیٰ مقام کو نقصان پہنچے گا ۔

مزید برآں، اہل کتاب میں سے علماء نے تسلیم کیا کہ اسلام قبول کرنے کے لیے ان نعمتوں کو استعمال کرنے کی ضرورت ہوگی جو انہیں خدائی ہدایت کے مطابق ملی ہیں۔ وہ اس بات سے بھی خوفزدہ تھے کہ اسلام قبول کرنے سے وہ اختیار، عزت، اور سماجی حیثیت جو انہوں نے اپنی برادری میں قائم کی تھی، ختم ہو جائے گی، جس سے اسلام کے خلاف ان کی مخالفت میں شدت پیدا ہو گئی۔ انہوں نے غلطی سے یہ سوچا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے ہیں، باوجود اس کے کہ ان کے اعمال ان کے کفر پر منتج ہوئے، جیسا کہ انہوں نے قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا۔ حقیقت میں، وہ غلط طور پر یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پسندیدہ ہیں، اور اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں نجات حاصل کریں گے، چاہے ان کے اعمال کچھ بھی ہوں۔ باب 5 المائدہ، آیت 18

لیکن یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کی اولاد اور اس کے پیارے ہیں، کہہ دو کہ پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیتا ہے؟ بلکہ تم اس کی پیدا کردہ مخلوقات میں سے انسان ہو، وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔

افسوس کی بات ہے کہ بہت سے مسلمانوں نے خواہش مندانہ سوچ کی اسی طرح کی شکل اختیار کر لی ہے۔ یہ جاہل لوگ اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ محض اس لیے کہ ان کا تعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے ہے اس لیے ان کے اعمال کی پرواہ کیے بغیر ان کی بخشش ہو گی۔ ایک جاہل فرد جو اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتا ہے وہ یہ گمان کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو ان کے فائدے کے لیے تبدیل کر دیا جائے گا جو اہل کتاب کے مفروضوں کے مترادف ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس حقیقت کے باوجود کہ اس نے پچھلی قوموں کو سزا دی ہے اور وہ سزا دیتا رہے گا جنہوں نے اس کی مسلسل نافرمانی کی ہے، جاہل شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس حکم میں ان کے لیے تبدیلی کی جائے گی۔ تاہم وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان کسی اور قوم کے لیے غیر متغیر ہے۔ باب 35 فاطر، آیت 43

پھر کیا وہ پہلے لوگوں کے راستے [یعنی تقدیر] کے سوا انتظار کرتے ہیں؟ لیکن تم اللہ کے راستے ”
”میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے اور اللہ کی راہ میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔“

اہل کتاب کے گمراہ کن اعتقاد نے انہیں یقین دلایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کے باوجود اب بھی مومن ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بڑی دلیری سے کہا کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے، چاہے ابتدا میں انہیں: باب 2 البقرہ، آیت 80 کچھ عذاب ہی کیوں نہ اٹھانا پڑے۔

اور وہ کہتے ہیں کہ آگ ہمیں کبھی نہیں چھوئے گی سوائے چند دنوں کے، کہو، کیا تم نے اللہ سے ”
کوئی عہد لیا ہے؟ کیونکہ اللہ اپنے عہد کو کبھی نہیں توڑے گا۔ یا تم اللہ کے بارے میں ایسی بات کہتے
”ہو جو تم نہیں جانتے؟“

افسوس کی بات یہ ہے کہ کچھ مسلمانوں نے بھی ایسی ہی ذہنیت اختیار کر لی ہے، یہ یقین رکھتے
ہوئے کہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے، اور نتیجتاً اپنے آپ کو پاک اور
نجات یافتہ سمجھتے ہیں۔ باب 4 النساء آیت 49

”کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاکیزہ کہتے ہیں؟“

تاہم، اللہ تعالیٰ اس بات پر زور دیتا ہے کہ سچی پاکیزگی کسی کے کہے گئے ایمان کے اعلان کو متعلقہ اعمال سے ہم آہنگ کرنے میں پائی جاتی ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے مخلصانہ عزم کی ضرورت ہے، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح کا طرز عمل اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ اس کی نیت، قول اور عمل خالص ہیں، بالآخر دونوں جہانوں میں سکون کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو مناسب پوزیشن دینے کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے، ساتھ ہی ساتھ قیامت کے دن ان کے جوابدہی کے لیے بھی مناسب تیاری کر کے۔

مزید برآں، آیت نمبر 29 ایک احتیاط کے طور پر کام کرتی ہے کہ اگر کوئی مسلمان اہل کتاب کی تقلید کرتا ہے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر اپنے بولے گئے عقیدے کو ٹھوس اعمال کے ساتھ ساتھ نہیں دیا، تو ان کا ایمان ختم ہونے کا خطرہ ہے، جیسا کہ اہل کتاب کا انجام ہوا ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کی طرح ہے۔ اسے پھلنے پھولنے اور برقرار رہنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہے۔ جس طرح مناسب سورج کی روشنی سے محروم ایک پودا آخر کار ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح ایک فرد کا ایمان بھی فرمانبردار اعمال کی تقویت کے بغیر کمزور اور فنا ہو سکتا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 29:

ان لوگوں سے لڑو جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یوم آخرت پر اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے حرام کردہ چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے اور جن کو کتاب دی گئی ہے ان میں سے دین حق کو نہیں اپناتے، [لڑو] یہاں تک کہ وہ عاجزی کے ساتھ مالی ٹیکس خوشی سے نہ دیں۔

اپنی دنیوی خواہشات کی تکمیل کے مقصد کے لیے اہل کتاب میں سے بہت سے علماء نے اپنے آسمانی صحیفوں کے قوانین کو بدل کر حرام چیزوں کو حلال اور حلال چیزوں کو حرام قرار دیا۔ صرف یہی طرز عمل ان کے کفر کی دلیل کے لیے کافی تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے نمائندوں یعنی انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی کو حلال یا حرام کا فیصلہ کرنے کا حق نہیں ہے۔ مسلمانوں کو اس طرز عمل کو اختیار کرنے سے گریز کرنا چاہیے جو اس وقت ہو سکتا ہے جب وہ ہدایت کے دو ذرائع کے علاوہ دین کے علم کے متبادل ذرائع پر عمل کریں: قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کی روایات۔ کوئی شخص جتنا زیادہ مذہبی علم کے متبادل ذرائع پر انحصار کرتا ہے، خواہ وہ ذرائع اچھے اعمال کی ترغیب دیتے ہوں، وہ ہدایت کے دو بنیادی ذرائع پر اتنا ہی کم عمل کریں گے، جو بالآخر گمراہی کا باعث بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابو داؤد نمبر 4606 میں درج ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ جو بھی بات ان دو منابع ہدایت پر مبنی نہیں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دی جائے گی۔ مزید برآں، جتنا زیادہ کوئی مذہبی علم کے دوسرے ذرائع کی پیروی کرتا ہے، اتنا ہی وہ ایسے طریقوں میں مشغول ہو سکتا ہے جو اسلام کی تعلیمات سے متصادم ہوں۔ یہ بتدریج گمراہی ہے کہ شیطان کس طرح لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، مشکلات کا سامنا کرنے والے شخص کو بعض روحانی مشقیں کرنے کی ترغیب دی جا سکتی ہے جو اسلامی تعلیمات کی مخالفت اور چیلنج کرتے ہیں۔ اگر یہ فرد جاہل ہے اور دینی علم کے متبادل ذرائع کی پیروی کرنے کا رجحان رکھتا ہے تو وہ آسانی سے اس جال میں پھنس سکتا ہے اور ایسی روحانی مشقوں میں مشغول ہو سکتا ہے جو براہ راست اسلامی اصولوں سے متصادم ہوں۔ حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ اور کائنات کے بارے میں ایسے عقائد رکھنے لگتے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں، جیسا کہ یہ تصور کہ لوگ یا مافوق الفطرت مخلوق اپنی تقدیر کا حکم دے سکتے ہیں، کیونکہ ان کا فہم ہدایت کے دو بنیادی ذرائع کے علاوہ دیگر ذرائع سے اخذ کیا گیا ہے۔ ان میں سے کچھ گمراہ کن عقائد اور عمل صریح کفر ہیں، جیسے کالا جادو کرنا۔ باب 2 البقرہ، آیت 102

سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور ”جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل ہوا تھا لیکن وہ [یعنی دونوں فرشتے] کسی کو نہیں سکھاتے جب تک یہ نہ کہیں کہ ”ہم آزمائش ہیں، اس لیے کفر نہ کرو۔“

مذہبی علم کے مختلف ذرائع پر انحصار کرنے کے رجحان کی وجہ سے ایک مسلمان نادانستہ طور پر اپنا ایمان کھو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذہبی بدعات میں مشغول ہونا جو ہدایت کے دو بنیادی ذرائع پر مبنی نہیں ہیں شیطان کے راستے پر چلنے کا باعث بن سکتے ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 208

، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو ”بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“

باب 9 توبہ آیت 29

ان لوگوں سے لڑو جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یوم آخرت پر اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے حرام کردہ چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے اور جن کو کتاب دی گئی ہے ان میں سے دین حق کو نہیں اپناتے، [لڑو] یہاں تک کہ وہ عاجزی کے ساتھ مالی ٹیکس خوشی سے نہ دیں۔

اہل کتاب کے حوالے سے جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں کی شدید مخالفت کرنے والے اہم قبائل کو سزا اور جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ باقی باقی ماندہ قبائل اسلام کے خلاف اتنے سرگرم نہیں تھے اور اس لیے انہیں جزیرہ نما عرب کے اندر رہنے کا اختیار دیا گیا جب تک کہ وہ مالیاتی ٹیکس ادا کر دیں۔ یہ ٹیکس اسلامی قوم کے اندر ان کی سلامتی کی ضمانت دے گا اور انہیں امن کے ساتھ اپنے عقیدے پر عمل کرنے کی اجازت دے گا۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے رہنے کی اجازت دے کر انہیں اسلام کی سچائی کو قبول کرنے کا ایک اور موقع دیا جسے ان کے علماء نے واضح طور پر تسلیم کر لیا تھا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل کتاب کے ساتھ پیش آنے کا طریقہ بیان کرنے کے بعد ان کے بے بنیاد عقائد پر تنقید کرتے ہوئے حق کو قبول کرنے کی ترغیب دی۔ باب 9 توبہ آیت 30

یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔“

یہودیوں کے چند فرقوں نے غلط دعویٰ کیا کہ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے فرزند ہیں جبکہ عیسائیوں کے اکثر فرقوں نے غلط دعویٰ کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے فرزند ہیں۔ وہ اپنے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید کرتے ہوئے ان باتوں پر یقین کرتے تھے، حالانکہ ان کے پاس اپنے دعوؤں کا کوئی ثبوت نہیں تھا۔ باب 9 توبہ آیت 30

”وہ ان لوگوں کے قول کی نقل کرتے ہیں جنہوں نے [ان سے پہلے] کفر کیا تھا۔“

پوری تاریخ میں گمراہی کا ایک اہم ذریعہ دوسروں کی غیر سوچی سمجھی تقلید رہا ہے، جس سے بچنا چاہیے، خاص طور پر اسلام سے متعلق معاملات میں۔ عام طور پر، اسلام میں دوسروں کی اندھی پیروی کرنے سے اکثر گمراہی جنم لیتی ہے، کیونکہ ایسے افراد کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ وہ لوگ کب قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے بھٹک رہے ہیں۔ جب ایسا ہوتا ہے، تو وہ سوچ سکتے ہیں کہ وہ اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہیں جبکہ درحقیقت ان روایتی طریقوں پر عمل پیرا ہیں جو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ نہیں ہیں۔ جو لوگ اس ذہنیت کے ساتھ جاری رہتے ہیں وہ اس سے آگاہی کے بغیر بھی گمراہ ہونے کا خطرہ رکھتے ہیں۔ اس کے برعکس، وہ افراد جو دوسروں کی اندھی تقلید کرنے کے بجائے اسلامی علم پر بھروسہ کرتے ہیں وہ ایسے طریقوں کی نشاندہی کر سکیں گے جن کی اسلام میں کوئی بنیاد نہیں ہے اور اس طرح وہ ان سے پرہیز کریں گے۔ نتیجتاً، وہ قرآن پاک کی تعلیمات اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات پر عمل کریں گے، جو ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کے ذریعے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے ڈھالنے کے ذریعے دنیا اور آخرت دونوں میں ذہنی سکون کو فروغ دیتی ہے۔ یہ ایک اہم وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، اسلام کے تناظر میں بھی، اندھی تقلید کے خلاف نصیحت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ لوگ اسلام کی تعلیمات کا مطالعہ کریں اور انہیں دوسروں کی غیر سوچے سمجھی تقلید کے بجائے سمجھ بوجھ کے ذریعے قبول کریں۔ باب 12 یوسف، آیت 108

کہو، ”یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو“
 ”...میری پیروی کرتے ہیں“

مزید برآں، یہ ضروری ہے کہ معاشرے میں بغیر کسی سوال کے اکثریت کی رائے پر عمل کرنے سے گریز کیا جائے، کیونکہ یہ اکثر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا باعث بنتا ہے۔ جب لوگ زیادہ تر لوگوں کو اسلامی اصولوں کو نظر انداز کرتے ہوئے دیکھتے ہیں، تو وہ غلطی سے یہ سوچ سکتے ہیں کہ اکثریت کے اعمال جائز ہیں، جس کی وجہ سے وہ احتیاط کے بغیر اس کی پیروی کرتے ہیں۔ تاہم، یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ اکثریت ہمیشہ درست نہیں ہوتی۔ تاریخ نے بار بار یہ ثابت کیا ہے کہ وسیع پیمانے پر پائے جانے والے عقائد کو نئی بصیرت اور دریافتوں سے غلط ثابت کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ یہ غلط فہمی کہ زمین چپٹی تھی۔ لہذا، یہ ضروری ہے کہ اکثریت کے خیالات کے مطابق بے فکری سے موافقت کرنے کی خواہش کی مزاحمت کی جائے، کیونکہ اس سے دنیاوی اور مذہبی دونوں معاملات: باب 6 الانعام، آیت 116 میں غلط فیصلے ہو سکتے ہیں۔

اور اگر تم زمین والوں میں سے اکثر لوگوں کی بات مانو گے تو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں" گے، وہ صرف گمان کی پیروی نہیں کرتے اور وہ صرف گمان نہیں کرتے۔

بلکہ، لوگوں کو چاہیے کہ وہ علم اور شواہد کی بنیاد پر ہر صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے انہیں دیے گئے استدلال اور عقل کا استعمال کریں، اور انہیں باخبر انتخاب کرنے کے قابل بناتے ہیں، چاہے وہ انتخاب زیادہ تر کے مشترکہ خیالات سے مختلف ہوں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دوسروں کے غلط عقائد سے دھوکہ میں نہ آئیں، جیسا کہ اہل کتاب میں سے بہت سے لوگوں کو ان کے آباؤ اجداد اور علماء نے دھوکہ دیا تھا۔ باب 9 توبہ آیت 30:

”اللہ ان کو تباہ کرے، یہ کیسے دھوکے میں ہیں؟“

عام طور پر دیکھا جائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلط عقائد کے پھیلنے کے اسباب میں آپ کی معجزانہ ولادت، آپ کے معجزات اور زندہ رہتے ہوئے آپ کا آسمان پر چڑھ جانا شامل

ہے۔ قرآن پاک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ ولادت کی تصدیق کرتا ہے اور واضح طور پر ان کی پیدائش کو بغیر باپ کے اللہ تعالیٰ کی لامحدود قدرت کی گواہی کے طور پر بیان کرتا ہے۔ باب: علی عمران، آیت 347

اس نے کہا: اے میرے رب، میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا جب کہ مجھے کسی آدمی نے چھوا تک نہیں؟ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اس سے صرف اتنا کہتا ہے کہ ہو جا، اور وہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے وجود میں لایا، جس طرح اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا اور نہ ہی ماں کے۔ اس حقیقت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ: الوہیت کے مالک ہیں۔ باب 3 علی عمران، آیت 59

بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے، اس نے انہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اس سے ”کہا کہ ہو جا، تو وہ ہو گیا۔“

یہ بات کافی پریشان کن ہے کہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے فرزند ہیں، کیونکہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ اس کے باوجود وہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے بیٹے کے طور پر تسلیم نہیں کرتے، باوجود اس کے کہ وہ بغیر باپ اور نہ ماں کے پیدا ہوئے۔ ان کے نقطہ نظر سے حضرت آدم علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے فرزند کے لقب کا زیادہ مضبوط دعویٰ کرتے نظر آتے ہیں، لیکن وہ اس بات کا دعویٰ نہیں کرتے۔ یہ واقعی دلچسپ ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں کس طرح استدلال اور عقل کا اطلاق کرتے ہیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں ایسا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب معجزات کی تصدیق قرآن پاک سے ہوتی ہے۔ اس میں واضح طور پر لکھا ہے کہ یہ معجزات اللہ تعالیٰ کی مرضی، اجازت اور حکم سے انجام پائے تھے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام الہی ہوتے تو انہیں اللہ تعالیٰ کی مرضی یا اجازت کی ضرورت نہ ہوتی۔ باب 349: علی عمران، آیت 349

اور بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنو [جو کہے گا] کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے "نشانی لے کر آیا ہوں کہ میں تمہارے لیے مٹی سے بناتا ہوں [جو کہ پرندے کی طرح ہے، پھر میں اس میں پھونک مارتا ہوں اور وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے جنم دیتا ہوں] مردوں کو زندہ کرنا - اللہ کے حکم سے اور میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ کرتے ہو۔

مزید برآں، عیسائی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح معجزات دکھائے۔ تاہم یہ خاصی بات ہے کہ وہ اپنے معجزاتی کاموں کے باوجود ان دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرف الوہیت کو منسوب نہیں کرتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زندہ ہوتے ہوئے آسمانوں پر چڑھنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مزید ثبوت ہے جس نے اس غیر معمولی سفر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رہنمائی فرمائی۔ اگر باب 3 علی حضرت عیسیٰ علیہ السلام الہی ہوتے تو اپنی فطری قوت سے اس سفر پر روانہ ہوتے۔ باب 3: عمران، آیت 55

جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ، بیشک میں تمہیں لے لوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا اور ”تمہیں کافروں سے پاک کروں گا۔“

قرآن کریم عیسائیوں کو آگاہ کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے عقیدے کے خلاف مصلوب نہیں کیا گیا تھا۔ صلیب پر جس شخص کی مشابہت ظاہر ہوئی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں تھے بلکہ وہ شخص تھے جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ بنایا گیا تھا۔ اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں تک پہنچا دیا تھا۔ باب 4 النساء، آیات 156-158

اور ان کے کفر اور مریم پر بہتان تراشی کی وجہ سے، اور ان کے یہ کہنے کے لیے کہ "بے شک" ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم، اللہ کے رسول کو قتل کر دیا ہے۔ "اور انہوں نے اسے قتل نہیں کیا اور نہ سولی پر چڑھایا، بلکہ اس کو ان کے مشابہ بنایا گیا تھا، بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھایا۔

عیسائیوں کا یہ غلط عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کیا گیا تھا، جس کا مطلب ہے کہ آپ کو قتل کر دیا گیا تھا، فطری طور پر عجیب ہے کیونکہ ایک حقیقی الہی ہستی موت کے تجربے سے بالاتر ہے۔ اگر کوئی ہستی مرنے کے قابل ہو تو اسے الہی نہیں سمجھا جا سکتا۔ لہذا، اس کی مصلوبیت پر ان کا غلط عقیدہ فطری طور پر اس کی الوہیت کے بارے میں ان کے ناقص نظریہ سے متصادم ہے۔

ایک الہی ہستی، اپنی فطرت کے اعتبار سے، خود کفیل ہے، یعنی وہ رزق کے لیے کسی دوسرے پر انحصار نہیں کرتا۔ اگر کوئی وجود اپنے وجود کے لیے دوسرے پر منحصر ہے تو اسے الہی کے طور پر درجہ بندی نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام دونوں خدائی مخلوق نہیں تھے کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پرورش کی ضرورت تھی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خود کفیل نہیں ہیں۔ باب 5 المائدہ، آیت 75

مسیح ابن مریم تو صرف ایک رسول تھا، اس سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں، اور اس کی "ماں حق کی حمایتی تھی، وہ دونوں کھانا کھاتے تھے، دیکھو ہم ان کے لیے کیسے نشانیاں بیان کرتے ہیں، پھر دیکھو کہ وہ کس طرح دھوکے میں پڑتے ہیں۔"

مزید برآں، یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ فرشتے، جو کھانا نہیں کھاتے، انہیں خدا تصور کیا جا سکتا ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ان کی تائید منفرد انداز میں ہوتی ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ خود کفیل نہیں ہیں۔ محض یہ حقیقت کہ وہ تخلیق کیے گئے ہیں اور انہیں موت کا سامنا کرنا پڑے گا، بالکل تمام مخلوقات کی طرح، ان کی الوہیت کو غلط ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

ایک حیاتیاتی بچہ ہمیشہ اپنے والدین سے وراثت میں ملنے والی کچھ خصوصیات کا حامل ہوگا۔ تاہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں، وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی صفات شریک نہیں کرتے۔ حقیقت میں، اس کی تمام خصلتیں دوسرے انسانوں کی طرح ہیں۔ وہ پیدا کیا گیا، خوراک اور پانی سے پرورش پاتا ہے، اور ہر دوسرے انسان کی طرح مرے گا اور دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ الوہیت کے کسی بھی دعوے کی تردید کے لیے اس کی صفات ہی کافی ہیں۔

عیسائیت قبول کرنے والے رومیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے عقائد میں الہی ہونے کے تصور کو متعارف کرایا اور اپنے سابقہ مشرکانہ عقیدے کے نظریات کو آگے بڑھایا۔ انہوں نے ایک عظیم اور قابل احترام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیا، اور اسے زیوس، ہرکولیس اور اوڈن جیسے افسانوں اور افسانوں سے جوڑ دیا۔ یہ سمجھنے کے لیے تھوڑی سی عقل درکار ہوتی ہے کہ جو وجود پیدا کیا گیا ہو، رزق کے لیے دوسرے پر منحصر ہو، اور مرنے کے قابل ہو وہ کبھی بھی الہی نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ صفات الہی وجود کے جوہر سے متصادم ہیں۔

اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ کے رسول ہونے کی دلیل بہت زیادہ ہے، پھر بھی بہت سے عیسائی آپ کے بارے میں اپنے غلط عقائد پر قائم ہیں۔ اس عجیب رویے کی ایک بڑی وجہ اپنے بزرگوں کی اندھی تقلید ہے۔ باب 9 توبہ آیت 30

یہودی کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ ان کے منہ سے نکلا ہے، وہ کافروں کا قول نقل کرتے ہیں، اللہ ان کو غارت کرے، یہ کیسے دھوکے میں ہیں؟

جیسا کہ ہم نے پہلے بات کی ہے، دوسروں کی اندھی پیروی کرنا علم اور شواہد کی جانچ کرنے کی صلاحیت کو روکتا ہے، اور یہ انہیں ان عقائد اور مفروضوں پر سوال اٹھانے سے روکتا ہے جن کے ساتھ وہ پروان چڑھے ہیں۔ یہ اسلام کے اصولوں اور عقل کے خلاف ہے، کیونکہ انسانوں کو سوچنے کے لیے بنایا گیا ہے نہ کہ چوپایوں کی طرح برتاؤ کرنے کے لیے۔ اس لیے ضروری ہے کہ دوسروں کی نقل کرنے سے اجتناب کیا جائے، کیونکہ یہ گمراہی کا ایک اہم سبب ہے۔ اس کے بجائے، افراد کو چاہیے کہ وہ اپنی عقل کو بروئے کار لاتے ہوئے علم اور شواہد کو ہر صورت حال میں جانچیں، چاہے اس کا تعلق دنیاوی معاملات سے ہو یا مذہبی عقائد سے، اور پھر اچھی طرح باخبر انتخاب کریں۔ یہاں تک کہ اسلام میں بھی اندھی تقلید کو ناپسند کیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ لوگ اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کریں، سمجھیں اور ان پر عمل کریں نہ کہ دوسرے مسلمانوں کی نقل کرنے کے باب 12 یوسف، آیت 108 بجائے فہم کی بنیاد پر۔

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو" "...میری پیروی کرتے ہیں"

ایک اور اہم وجہ جس کی وجہ سے مسیحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی کردار کے زبردست ثبوت کے باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنے عقائد پر قائم ہیں، وہ ان کی دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے کی خواہش ہے۔ متعدد عیسائی تعلیمات ان لوگوں کے لیے دونوں جہانوں میں

نجات کے خیال کو فروغ دیتی ہیں جو عیسائیت قبول کرتے ہیں، چاہے ان کے اعمال کچھ بھی ہوں۔ یہ اعتقادی نظام انہیں دونوں زندگیوں میں نجات کا یقین دلاتے ہوئے اپنی تمام دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے کے قابل بناتا ہے۔ نتیجتاً، وہ اپنے مسیحی عقیدے سے چمٹے رہتے ہیں، کیونکہ اس زندگی میں ان کا بنیادی مقصد ایک اعلیٰ اخلاقی معیار پر قائم رہنے کے بجائے اپنی دنیاوی خواہشات میں شامل ہونا ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو دانشمندی کے ساتھ استعمال کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس تصور کو بعد کی آیت میں مزید واضح کیا گیا ہے، جہاں انہوں نے ان کے علما اور بزرگوں نے جس چیز کو جائز اور ناجائز سمجھا، اسے قبول کر لیا، کیونکہ یہ ان کی دنیاوی خواہشات کے مطابق تھا۔ باب 9 توبہ آیت 31:

”انہوں نے اللہ کے سوا اپنے علماء اور راہبوں کو رب بنا لیا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی۔“

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو علماء اور راہبوں سے الگ کر دیا گیا کیونکہ ان کے برعکس انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ اور اس کے نمائندوں، انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی کو حلال اور حرام کا فیصلہ کرنے کا حق نہیں ہے کیونکہ وہ گمراہی سے محفوظ ہیں۔ جبکہ باقی تمام لوگ خواہ وہ کتنے ہی مقدس کیوں نہ ہوں، صرف انسان ہی ہیں جو غلطیاں کر سکتے ہیں اور گناہ کر سکتے ہیں، لہذا انہیں یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دین کے اندر کیا حلال یا ناجائز ہے اور نہ ہی ان کی اندھی تقلید کی جائے۔ افسوس کی بات ہے کہ بہت سے مسلمان مبلغین اہل کتاب کے علماء کی تقلید کرتے ہوئے اپنے پیروکاروں کو ان کے مشوروں اور احکام کو بغیر کسی سوال کے آنکھ بند کر کے قبول کرنے کا مشورہ دیتے ہیں، کیونکہ وہ دنیاوی چیزوں کی خواہش رکھتے ہیں، جیسے کہ اپنے پیروکاروں سے، غیر معمولی مقدار میں عزت اور تحائف۔ وہ جان بوجھ کر آسمانی تعلیمات کی غلط تشریح کرتے ہیں جیسا کہ اہل کتاب کے علماء نے کیا، اپنے دعوے کو درست ثابت کرنے کے لیے، حالانکہ اسلام واضح طور پر یہ تعلیم دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں لوگوں کی اطاعت نہیں ہے، اور دوسروں کی اندھی تقلید جیسی کوئی چیز نہیں ہے۔ اس کی تصدیق بہت سی اسلامی تعلیمات میں ہوئی ہے جیسا کہ سنن ابوداؤد نمبر 2625 میں موجود حدیث سے۔ یہ حقیقت کہ امت مسلمہ کے قائدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک دوسرے کی آنکھیں بند کر کے پیروی نہیں کی اور مخصوص فیصلوں پر ایک

دوسرے سے کھلم کھلا بحث و مباحثہ کیا، اس غلط عقیدے کو غلط ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ مثال کے طور پر جب اسلام کے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان مسلمانوں کے خلاف جہاد کرنے کا فیصلہ کیا جنہوں نے صدقہ فطر دینے سے انکار کر دیا تھا تو دیگر بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں کھلم کھلا چیلنج کیا اور ان میں سے کسی نے بھی ان کی اندھی تقلید نہیں کی۔ انہوں نے اس سے صرف اس وقت اتفاق کیا جب اس نے لڑائی کا اپنا جواز بیان کیا۔ صحیح بخاری نمبر 6924-6925 میں موجود احادیث میں اس پر بحث کی گئی ہے۔ باب 9 توبہ آیت 31

”انہوں نے اللہ کے سوا اپنے علماء اور راہبوں کو رب بنا لیا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی۔“

مزید یہ کہ یہ آیت ایک اہم اسلامی اصول کو واضح کرتی ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اطاعت کرتا ہے وہ درحقیقت وہ ہے جس کی وہ عبادت کرتے ہیں، خواہ وہ کوئی اور دعویٰ کریں۔ باب 9 توبہ آیت 31

انہوں نے اللہ کے سوا اپنے علماء اور راہبوں کو رب بنا لیا ہے۔“

اہل کتاب کے علماء اور راہبوں کی عبادت نہیں کی جاتی تھی، ان کی اطاعت صرف اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کی جاتی تھی، پھر بھی یہ اطاعت عبادت کے مترادف تھی۔ اس اسلامی اصول کو شیطان کے حوالے سے بھی اجاگر کیا گیا۔ باب 36 یاسین، آیت 60

اے بنی آدم کیا میں نے تم کو یہ وصیت نہیں کی تھی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا ”کھلا دشمن ہے۔“

بنی نوع انسان کی اکثریت نے شیطان کی پرستش نہیں کی تھی پھر بھی ان پر ایسا کرنے کا الزام لگایا گیا ہے جیسا کہ ان میں سے بہت سے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں دوسری چیزوں جیسے کہ لوگ، سوشل میڈیا، فیشن اور کلچر کی اطاعت سے بچنا چاہیے، کیونکہ یہ ان چیزوں کی عبادت کے مترادف ہوگا جس طرح اہل کتاب اپنے علماء اور راہبوں کی عبادت کرتے تھے۔ باب 9 توبہ آیت 31

اور انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ ایک اللہ کی عبادت کریں۔“

جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی صحیح اطاعت اور عبادت کرنے میں ناکام رہے گا وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو اس نے انہیں عطا کی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی توازن کی کمی کا تجربہ کریں گے، جس کے نتیجے میں ان کے تعلقات اور مال میں بے ترتیبی پیدا ہو گی اور وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیاری کرنے میں ناکام ہو جائیں گے۔ یہ اس زندگی اور بعد کی زندگی دونوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، باوجود اس کے کہ وہ کسی بھی عارضی آسائش سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 31

اور انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ وہ ایک اللہ کی عبادت کریں، اس کے سوا کوئی معبود“
 “نہیں، وہ ان چیزوں سے بلند ہے جن کو وہ اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔

اسلام انسانیت کو ہدایت دیتا ہے کہ وہ واحد ہستی جس کی انہیں ہر حال عام طور پر دیکھا جائے تو میں پیروی کرنی چاہئے وہ ان کا خالق اور قائم رکھنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ درحقیقت، وہ ہستی جس کی اطاعت کرنے کا انتخاب کرتا ہے وہی ہے جس کی وہ مؤثر طریقے سے عبادت کرتے ہیں۔ لوگ فطری

طور پر کسی چیز کی اطاعت اور عبادت کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں۔ یہ دوسرے افراد، سوشل: باب 25 الفرقان، آیت 43 میڈیا، رجحانات، ثقافتی اصول، یا ان کی ذاتی خواہشات بھی ہو سکتی ہیں۔

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

، جو شخص یا جس کی بھی اطاعت کا انتخاب کرتا ہے وہ بنیادی طور پر ان کی عبادت ہے۔ لہذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی تائید کریں، سچے اعمال کے ساتھ ہر حال میں اس کی اطاعت کرتے ہوئے ان سب سے بڑھ کر۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو حاصل ہونے والی نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کریں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے انہیں ہم آہنگی والی ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے میں مدد ملے گی، جس سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو مناسب طریقے سے ترجیح دے سکیں گے جبکہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے بھی تیاری کر سکیں گے۔ نتیجتاً، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کو فروغ دے گا۔

جبکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرتے ہیں اور دوسری ہستیوں کی اطاعت کا انتخاب کرتے ہیں وہ اس رحمت سے محروم رہیں گے جو ذہنی سکون اور دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی کے حصول کے لیے ضروری ہے کیونکہ وہ ان نعمتوں کا بے دریغ استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی توازن کی کمی کا تجربہ کریں گے، جس کے نتیجے میں ان کے تعلقات اور مال میں بے ترتیبی پیدا ہو گی اور وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیاری کرنے میں ناکام ہو جائیں گے۔ اس سے اس زندگی اور بعد کی زندگی دونوں میں تناؤ رکاوٹیں اور مشکلات پیدا ہوں گی، باوجود اس کے کہ وہ کسی بھی عارضی آسائش سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 82

”پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔“

:اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟) اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

:باب 9 توبہ آیت 31

اور انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ ایک اللہ کی عبادت کریں۔“

جب کوئی ایک لمحہ لے کر آسمانوں اور زمین کی تشکیل کے ساتھ ساتھ بے شمار متوازن نظاموں پر غور کرتا ہے، تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ایک واحد خالق ہے جس نے کائنات کو نہ صرف بنایا ہے بلکہ اس کی دیکھ بھال بھی کی ہے۔ مثال کے طور پر، سورج اور زمین کے درمیان مثالی فاصلہ ایک واضح اشارے کے طور پر کام کرتا ہے۔ اگر سورج تھوڑا سا قریب یا دور ہوتا تو سیارہ غیر آباد ہو جاتا۔ اسی طرح، زمین کو ایک متوازن اور پاکیزہ ماحول کو فروغ دینے کے لیے ڈیزائن کیا گیا ہے جس سے یہاں زندگی کو پھلنے پھولنے کے قابل بنایا گیا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 164

“...اور رات اور دن کا ردوبدل ”

دن اور راتوں کا وقت، سال بھر میں ان کی مختلف لمبائیوں کے ساتھ، افراد کو ان سے زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کرنے کے قابل بناتا ہے۔ اگر دن بڑھے تو لوگ لمبے لمبے گھنٹوں سے تھک جائیں گے۔ اس کے برعکس، اگر راتیں لمبی کر دی جائیں، تو لوگوں کے پاس روزی کمانے یا علم حاصل کرنے جیسی دیگر قیمتی کوششوں کے لیے کافی وقت نہیں ہوگا۔ دوسری طرف، اگر راتیں کم ہوتیں، تو لوگوں کو زیادہ سے زیادہ صحت برقرار رکھنے کے لیے کافی آرام نہیں ملتا۔ مزید برآں، دنوں اور راتوں کے دورانیے میں تبدیلی زراعت کو متاثر کرے گی، جس سے انسانوں اور جانوروں دونوں کے رزق پر منفی اثر پڑے گا۔ کائنات میں دنوں، راتوں اور دیگر متوازن نظاموں کا ہم آہنگ عمل اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے واضح ثبوت کے طور پر کام کرتا ہے، کیونکہ متعدد معبودوں کا وجود متضاد خواہشات: باب 21 الانبیاء، آیت 22 کا باعث بنے گا، جس کے نتیجے میں کائنات میں افراتفری پھیلے گی۔

“اگر ان کے اندر اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو وہ دونوں برباد ہو جاتے۔”

باب 2 البقرہ، آیت 164

اور وہ [عظیم] بحری جہاز جو سمندر میں ان چیزوں کے ساتھ چلتے ہیں جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتے ”
“ہیں، اور جو اللہ نے آسمان سے بارش نازل کی ہے۔

جب کوئی بے عیب متوازن پانی کے چکر کو دیکھتا ہے تو یہ بلاشبہ ایک خالق کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پانی سمندر سے بخارات بن کر اوپر جاتا ہے، اور پھر گاڑھا ہو کر تیزابی بارش بنتا ہے جو پہاڑوں پر گرتی ہے۔ یہ پہاڑ تیزابی بارش کو بے اثر کرتے ہیں اور اسے انسانوں اور جانوروں دونوں

کے لیے قابل استعمال بناتے ہیں۔ اس بے عیب متوازن نظام میں کوئی بھی تبدیلی زمین پر موجود تمام زندگیوں کے لیے تباہی کا باعث بن سکتی ہے۔ سمندر میں موجود نمک سمندر کے اندر موجود مردہ مخلوق کو آلودہ ہونے سے روکتا ہے۔ اگر سمندر آلودہ ہو جائے تو سمندری زندگی کا وجود ختم ہو جائے گا اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی نجاست زمین پر زندگی کو بھی متاثر کرے گی۔ سمندروں اور سمندروں میں پانی کو اس انداز میں ڈیزائن کیا گیا ہے کہ یہ پھلتی پھولتی سمندری زندگی کو سہارا دیتا ہے جبکہ بھاری جہازوں کو اس کی سطح پر تشریف لے جانے کی اجازت دیتا ہے۔ اگر پانی کی ساخت میں تھوڑی سی بھی تبدیلی کی جائے تو یہ ایک عدم توازن پیدا کر دے گا، جس سے سمندری زندگی کا پنپنا اور بحری جہازوں کا بیک وقت چلنا ناممکن ہو جائے گا۔ آج بھی، سمندری نقل و حمل دنیا بھر میں سامان کی منتقلی کا سب سے زیادہ مروجہ طریقہ ہے۔ اس طرح، یہ کامل توازن زمین پر زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے بہت ضروری ہے۔

ارتقاء ایک قسم کی انٹیورتن کی نمائندگی کرتا ہے، جو کہ فطری طور پر ناقص ہے۔ تاہم، جب کوئی بے شمار انواع کا جائزہ لیتا ہے، تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ بالکل متوازن طریقے سے تخلیق کیے گئے ہیں، جس سے وہ اپنے ماحول میں پنپنے کے قابل ہیں۔ مثال کے طور پر اونٹ کو لے لیجیے۔ یہ خاص طور پر انتہائی درجہ حرارت کو برداشت کرنے کے لیے ڈیزائن کیا گیا ہے اور پانی پینے کی ضرورت کے بغیر طویل مدت تک جا سکتا ہے۔ وہ مثالی طور پر صحرا میں زندگی کے لیے: باب 88 الغاشیہ، آیت 17 موزوں ہیں۔

”پھر کیا وہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے پیدا کیے گئے ہیں؟“

بکری کو اس قدر بے عیب طریقے سے تیار کیا گیا ہے کہ اس کے جسم میں موجود کوئی بھی نجاست اس کے پیدا ہونے والے دودھ سے مکمل طور پر فلٹر ہو جاتی ہے۔ اگر یہ دونوں آپس میں مل جائیں تو دودھ پینے کے قابل نہیں ہو جائے گا۔ باب 16 النحل، آیت 66

اور درحقیقت تمہارے لیے مویشیوں کے چرانے میں ایک سبق ہے، ہم تمہیں ان کے پیٹوں میں سے "پیتے ہیں - اخراج اور خون کے درمیان - خالص دودھ جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے۔"

ہر پر جاتی کو ایک منفرد زندگی کا دورانیہ تفویض کیا جاتا ہے جو اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ کوئی بھی نسل دوسروں پر غلبہ حاصل نہیں کر سکتی۔ مثال کے طور پر، مکھیاں صرف 3-4 ہفتے زندہ رہتی ہیں اور زیادہ سے زیادہ 500 انڈے دے سکتی ہیں۔ اگر ان کی زندگی کا دورانیہ بڑھا دیا گیا تو مکھیوں کی آبادی غیر متوازن ہو سکتی ہے، ممکنہ طور پر ماحولیاتی نظام میں موجود دیگر تمام پر جاتیوں پر غالب آ سکتی ہے۔ اس کے برعکس، دوسرے جانور جن کی عمر زیادہ ہوتی ہے وہ صرف ایک محدود تعداد میں اولاد پیدا کرتے ہیں۔ یہ خصوصیت ان کی آبادی کو کنٹرول میں رکھنے میں مدد کرتی ہے۔ ایسا توازن محض اتفاقیہ ہونے کے لیے بالکل درست معلوم ہوتا ہے، اور صرف نظریہ ارتقا ہی اس کا مکمل حساب نہیں رکھتا۔

باب 2 البقرہ، آیت 164:

"...اور آسمان اور زمین کے درمیان ہواؤں اور بادلوں کا کنٹرول..."

ہوائیں ہوا کی آلودگی میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہیں، فصلوں، پودوں اور درختوں کو دوبارہ پیدا کرنے کے قابل بناتی ہیں۔ قدیم زمانے میں سمندری سفر کے لیے ہوا بہت ضروری تھی، جو آج تک عالمی سطح پر سامان کی نقل و حمل کا بنیادی ذریعہ ہے۔ بارش کے بادلوں کو نامزد علاقوں تک لے جانے کے لیے ہوائیں ضروری ہیں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ تخلیق کے لیے پانی دستیاب ہو، جو زندگی کے لیے ضروری ہے۔ زمین پر ہواؤں کا ایک ہم آہنگ نظام پایا جاتا ہے۔ ہواؤں کی عدم موجودگی تخلیق کے لیے افراتفری کا باعث بنے گی، جب کہ حد سے زیادہ ہوائیں اس توازن کو بھی بگاڑ دیں گی۔ اسی طرح، بارش بالکل منظم ہے؛ ناکافی بارش خشک سالی اور قحط کا سبب بن سکتی ہے، جب کہ بہت زیادہ بارش تباہ کن سیلاب کا باعث بن سکتی ہے۔ باب 23 المومنون، آیت 18:

اور ہم نے آسمان سے ایک مقدار میں بارش برسائی اور اسے زمین میں ٹھہرایا، اور ہم اسے اٹھانے ”
“پر بھی قادر ہیں۔

یہ بے عیب متوازن نظام موقع کی پیداوار نہیں ہو سکتا اور بلا شبہ خالق کے اثر کو ظاہر کرتا ہے۔ جو
بھی ان بے عیب متوازن نظاموں پر غور کرتا ہے وہ معقول طور پر ایک واحد خالق کی موجودگی کی
تردید نہیں کر سکتا جو ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہے۔ باب 9 توبہ، آیت 31

اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ وہ ایک اللہ کی عبادت کریں، اس کے سوا کوئی ’
“معبود نہیں، وہ ان چیزوں سے بلند ہے جن کو وہ اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔

ایک شخص جو کسی دوسرے فرد کی ضروریات کے کچھ پہلوؤں کا خیال رکھتا ہے، جیسے ان کی
رہائش، تعریف کا مستحق ہے۔ پس چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی تمام نعمتیں انسانیت کو عطا کی
ہیں، اس لیے لوگوں کے لیے اس کا شکر ادا کرنا ہی جائز اور حق ہے۔ اپنی نیت سے شکر ادا کرنے
کا مطلب یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے عمل کیا جائے۔ مختلف مقاصد کے لیے
کام کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر نہیں ملے گا۔ یہ تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں
موجود ایک حدیث میں نمایاں ہے۔ خلوص نیت کا واضح اشارہ یہ ہے کہ کوئی شخص دوسروں سے
کسی قسم کی پہچان یا اجر کی امید نہیں رکھتا۔ زبانی طور پر شکریہ ادا کرنے میں یا تو مثبت بولنا یا
خاموش رہنے کا انتخاب شامل ہے۔ مزید برآں، اعمال کے ذریعے شکرگزاری کا مظاہرہ کرنے کا
مطلب ہے کہ جو نعمتیں حاصل کی ہیں ان کو ان طریقوں سے استعمال کرنا جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں
جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ عمل
برکتوں میں اضافے کا باعث بنتا ہے اور آخرکار ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے
اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو صحیح جگہ دینے کے ذریعے دنیا اور آخرت دونوں میں
باب 14 ابراہیم، آیت 7 ذہنی سکون لاتا ہے۔

”... اگر تم شکر گزار رہو گے تو میں تمہیں ضرور بڑھاؤں گا”

:باب 16 النحل، آیت 97 اور

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

مزید برآں، جب کسی فرد کے پاس کوئی چیز ہوتی ہے، تو اس کے لیے یہ مناسب اور فطری سمجھا جاتا ہے کہ وہ اسے کسی بھی طریقے سے استعمال کرے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر چیز بشمول انسانیت کا خالق، مالک اور پالنے والا ہے، اس لیے کائنات میں کیا ہونا چاہیے اور کیا نہیں ہونا چاہیے۔ لہذا، یہ صرف افراد کے لیے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی پیروی کریں، کیونکہ وہ اپنی ذات سمیت پوری کائنات کا حقیقی مالک ہے۔

اسی طرح جب کوئی شخص اپنا سامان کسی دوسرے شخص کو ادھار دیتا ہے تو صرف یہ درست ہے کہ قرض لینے والا اس چیز کو مالک کی ترجیحات کے مطابق استعمال کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر وہ نعمت عطا کی ہے جو انسان کو عارضی قرض کے طور پر حاصل ہوتی ہے۔ یہ نعمتیں بطور تحفہ نہیں دی گئیں۔ کسی بھی دنیاوی قرض کی طرح اسے بھی ادا کرنا ہوگا۔ اس ذمہ داری کو پورا کرنے کا واحد طریقہ ان نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ اس کے برعکس چونکہ جنت کی نعمتیں تحفے کے طور پر دی گئی ہیں، اس لیے افراد کو آزادی حاصل ہوگی کہ وہ: باب 7 الاعراف، آیت 43 اپنی مرضی کے مطابق ان سے لطف اندوز ہوں۔

اور ان کو پکارا جائے گا کہ یہ وہ جنت ہے جس کا تم وارث بنائے گئے ہو ان اعمال کے بدلے جو ”تم کرتے تھے۔“

انسان کو عارضی دنیاوی نعمتوں کو، جو کہ محض قرض ہے، کو جنت کے ابدی تحفوں کے لیے نہیں بھولنا چاہیے۔

تاریخ نے واضح طور پر ثابت کیا ہے کہ جب بھی کسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی الہی کے ساتھ بھیجا گیا تو اس نے لوگوں کی دنیاوی خواہشات کے خلاف کیا۔ نتیجتاً، انہوں نے تمام انبیاء علیہم السلام کے دین اسلام کے خلاف سخت جدوجہد کی، اس مقصد سے کہ دوسروں کو اس کو قبول کرنے سے روکا جائے۔ مدینہ میں رہنے والے اہل کتاب اور مکہ کے غیر مسلموں کا یہی رویہ تھا اور یہی رویہ اس دور میں بہت سے لوگوں نے اختیار کیا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 32

”وہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دینا چاہتے ہیں۔“

مثال کے طور پر، سماجی عوامل جیسے سوشل میڈیا، فیشن کے رجحانات، اور ثقافتی اصول اکثر اسلامی اقدار کے پابند افراد پر دباؤ ڈالتے ہیں۔ اسلام کی ترویج کو اکثر دولت اور سماجی حیثیت کے لیے ان کے عزائم کی راہ میں رکاوٹ سمجھا جاتا ہے۔ وہ صنعتیں جن پر اسلام تنقید کرتا ہے اسلامی اصولوں کے انضمام کی مخالفت کرتا ہے اور مسلمانوں کو اپنے عقیدے کو مکمل طور پر قبول کرنے سے روکتا ہے۔ اس سے سوشل میڈیا سمیت متعدد پلیٹ فارمز پر پائے جانے والے وسیع پیمانے پر اسلام مخالف جذبات میں اضافہ ہوتا ہے۔

مزید برآں، وہ افراد جو اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، جو ذاتی خواہشات میں اعتدال اور ان کو عطا کی گئی نعمتوں کے صحیح استعمال کی وکالت کرتے ہیں، اکثر ان لوگوں کی طرف سے تنقید کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو حد سے زیادہ کام کرتے ہیں۔ بغیر کسی روک ٹوک کے اپنے جذبات پر عمل کرتے ہیں، جیسا کہ اسلام انہیں حیوانیت پسند ظاہر کرتا ہے۔ لہذا یہ افراد دوسروں کو اسلام قبول کرنے سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے عقیدے پر عمل کرنے سے روکتے ہیں، انہیں ایسے طرز زندگی میں آمادہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس پر بے لگام خواہشات ہوں۔ وہ اکثر اسلام کے مخصوص پہلوؤں پر توجہ مرکوز کرتے ہیں، جیسے کہ خواتین کے لیے لباس کوڈ، اس کی کشش کو کم کرنے کے لیے۔ تاہم، جو لوگ مشاہدہ کرتے ہیں، وہ ان تنقیدوں کی سطحی کیفیت کو آسانی سے دیکھ سکتے ہیں، جو اسلام کے خود نظم و ضبط پر زور دینے کے لیے نفرت سے پیدا ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر، اگرچہ وہ خواتین کے لیے اسلامی لباس کوڈ پر تنقید کر سکتے ہیں، لیکن وہ قانون نافذ کرنے والے، فوج، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم اور کاروبار جیسے دیگر اہم پیشوں پر اسی سطح کی جانچ کا اطلاق نہیں کرتے ہیں۔ اسلامی لباس کوڈ پر یہ منتخب تنقید، دیگر لباس کے ضابطوں پر ان کی خاموشی کے برعکس، ان کے دلائل کی کمزوری اور بے بنیاد پن کو نمایاں کرتی ہے۔ بالآخر، یہ اسلام کے اصول اور اس کے پیروکاروں کا نظم و ضبط ہے جو اسلام پر ان مختلف حملوں کو اکساتے ہیں، اور انہیں ہر ممکن طریقے سے اس پر تنقید کرنے پر اکساتے ہیں۔

باب 9 توبہ آیت 32

”وہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دینا چاہتے ہیں۔“

لیکن جیسا کہ ان کی لڑائی اللہ تعالیٰ سے ہے، وہ اسلام کی حقانیت پر کبھی غالب نہیں آئیں گے، جو تاریخ نے واضح کر دی ہے۔ لاتعداد لوگ، ادارے اور صنعتیں آئے اور گئے جنہوں نے سیاست، لڑائی، پروپیگنڈے اور سوشل میڈیا جیسے لاتعداد ذرائع سے اسلام کو معاشرے سے جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کی، پھر بھی وہ قائم ہے اور قیامت تک کرتا رہے گا۔ اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کرنا اتنا ہی احمقانہ ہے جتنا کہ اپنے منہ سے سورج کی روشنی کو اڑا دینا۔ باب 9 توبہ آیت 32:

وہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دینا چاہتے ہیں، لیکن اللہ اپنے نور کو مکمل کرنے کے سوا "انکار کرتا ہے، اگرچہ کافروں کو یہ ناپسند ہو۔

اسلام کی روشنی کامل اور بنی نوع انسان تک پہنچا دی گئی ہے۔ اب یہ ان پر منحصر ہے کہ آیا وہ سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے ذریعے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنا چاہتے ہیں کیونکہ یہ یقینی بنائے گا کہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھیں گے۔ باب 9 توبہ آیت 33

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے زندگی کے تمام "طریقوں پر ظاہر کرے، اگرچہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں کو یہ ناپسند ہو۔

جبکہ جو لوگ اپنی دنیاوی خواہشات پر قائم رہنا چاہتے ہیں وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجتاً، وہ اپنی ذہنی اور جسمانی دونوں حالتوں میں عدم توازن کے ساتھ جدوجہد کریں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور پیچیدگیوں کا باعث بنے گا، چاہے وہ کسی بھی مادی آسائش سے لطف اندوز ہوں۔

لہذا ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے مفاد کے لیے اسلامی اصولوں کو دل سے قبول کرے اور ان پر عمل کرے، چاہے یہ اس کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہو۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کی طبی رہنمائی کو سنتا ہے، اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ یہ ان کے بہترین مفادات کو پورا کرتا ہے، یہاں تک کہ جب ناخوشگوار علاج اور سخت خوراک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جس طرح یہ محتاط مریض اچھی ذہنی اور جسمانی تندرستی حاصل کرے گا، اسی طرح وہ فرد جو اسلامی تعلیمات کو اپنائے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے

پاس وہ انوکھی حکمت ہے جس کی ضرورت انسان کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول میں مدد کرنے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو مناسب طریقے سے ترتیب دینے کے لیے انسانی دماغی اور جسمانی حالات کے بارے میں معاشرے کی گرفت ہمیشہ اس مقصد کو درکار ہے۔ حاصل کرنے میں ناکام رہے گی، قطع نظر تحقیق کی حد تک۔ یہ حد اس لیے پیدا ہوتی ہے کہ اس طرح کی تفہیم زندگی میں سامنے آنے والے ہر چیلنج کو حل نہیں کر سکتی۔ یہ تمام قسم کے ذہنی اور جسمانی تناؤ کو نہیں روک سکتا، اور نہ ہی علم، تجربے، دور اندیشی، اور موروثی تعصبات میں رکاوٹوں کی وجہ سے زندگی کے تمام پہلوؤں کے موثر انتظام کو یقینی بنا سکتا ہے۔ مکمل علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جو اس نے قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ذریعے انسانیت کو عطا کیا ہے۔ یہ حقیقت اس وقت عیاں ہو جاتی ہے جب کوئی ان لوگوں کا موازنہ کرتا ہے جو ان نعمتوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق استعمال کرتے ہیں جو نہیں کرتے۔ اگرچہ بہت سے مریض اپنے تجویز کردہ علاج کے لیے سائنسی بنیادوں کو سمجھنے سے محروم ہو سکتے ہیں اور اس طرح اندھا ہو کر اپنے ڈاکٹروں پر انحصار کرتے ہیں، تاہم، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام کی تعلیمات پر غور کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ ان کی زندگیوں پر پڑنے والے مثبت اثرات کو پہچان سکیں۔ وہ اسلامی تعلیمات کی اندھی قبولیت کی توقع نہیں رکھتا۔ بلکہ، وہ چاہتا ہے کہ لوگ واضح ثبوت کے ذریعے اس کی سچائی کو تسلیم کریں۔ تاہم اس کے لیے اسلام کی تعلیمات کو کھلے اور غیر جانبدارانہ ذہنیت کے ساتھ حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ باب 12 یوسف، آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں"

:باب 9 توبہ آیت 33 اور

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے زندگی کے تمام

"طریقوں پر ظاہر کرے، اگرچہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں کو یہ ناپسند ہو۔"

اہل کتاب میں سے ان عام لوگوں کا تذکرہ کرنے کے بعد جو اپنے علماء اور راہبوں کی اندھی تقلید کرتے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے، اللہ تعالیٰ اس کی وجہ بیان کرتا ہے کہ ان کے علماء اور راہبوں نے اپنے لوگوں کو اس کی ترغیب کیوں دی۔ باب 9 توبہ آیت 34

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بے شک بہت سے علماء اور راہب لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں۔“

اہل کتاب میں سے علماء اور راہبوں نے جان بوجھ کر اپنی الہامی تعلیمات کو دنیاوی فائدے جیسے قیادت اور دولت کے حصول کے لیے غلط سمجھا اور بدل دیا۔ اہل ایمان کو ان کی تقلید سے خبردار کیا جا رہا ہے کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں مصیبت اور عذاب کا باعث بنے گا۔ درحقیقت یہ رویہ انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہنے کا باعث بنے گا، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اور جو دنیاوی چیزیں انہوں نے ناجائز طور پر حاصل کی ہیں وہ ان کے لیے عذاب کا باعث بنیں گی۔ نتیجتاً، ان کے وجود کا ہر پہلو—جیسے خاندان، دوستی، کیریئر، اور دولت—پریشانی کا باعث بن جائے گا۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہتے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ وہ غلط طور پر اپنے تناؤ کو اپنی شریک حیات سمیت دوسروں کی طرف منسوب کر دیں۔ ان فائدہ مند اثرات سے دور رہنے سے، وہ ذہنی صحت کے بڑھتے ہوئے چیلنجوں کا سامنا کر سکتے ہیں، جو ڈپریشن، مادے کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ صورت حال ان لوگوں میں خاص طور پر قابل توجہ ہے جو اپنی عطا کردہ نعمتوں کا مسلسل غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے امیر اور نامور، حالانکہ وہ دنیاوی لذتوں میں مگن نظر آتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 34

اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک“ عذاب کی خوشخبری سنا دو۔

اس کے علاوہ جو شخص دنیاوی فائدے کی خاطر جان بوجھ کر خدائی تعلیمات کی غلط تشریح کرتا ہے اسے سنن ابن ماجہ نمبر 253 کی حدیث میں جہنم سے ڈرایا گیا ہے۔

جس دن اسے جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور اس سے ان کی پیشانیاں، ان کے پہلو اور ان کی پیٹھوں کو داغ دیا جائے گا، (کہ یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، لہذا اس کا ”مزه چکھو جو تم جمع کرتے تھے۔“

ان کے اس طرز عمل کے نتیجے میں اہل کتاب کے علماء نے اپنے بہت سے جاہل پیروکاروں کو گمراہ کیا۔ باب 9 توبہ آیت 34

بے شک بہت سے علماء اور راہب لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔“

یہ ان کے اللہ تعالیٰ کے غضب کا ایک اہم سبب تھا کیونکہ انہوں نے نہ صرف اپنے لیے گمراہی کا انتخاب کیا بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ کچھ مسلمان اسکالر جان بوجھ کر اسلامی تعلیمات کو دنیاوی فائدے کے لیے غلط طریقے سے پیش کرتے ہیں، جیسے کہ قیادت، اور اس کے نتیجے میں وہ جان بوجھ کر اسلامی علم پر بحث کو نظر انداز کرتے ہیں جو ان کے نقطہ نظر کو چیلنج کرتے ہیں۔ یہ طرز عمل ان کے پیروکاروں کو الگ کرنے کے خوف سے پیدا ہوتا ہے، جو انہیں تحائف اور حد سے زیادہ تعریف سے نوازتے ہیں۔ مزید برآں، اسلام مسلمانوں کو دوسروں کی غیر تنقیدی تقلید سے گمراہ ہونے سے باز رہنے اور اسلامی تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ طریقہ انہیں قرآن پاک کی حقیقی تعلیمات اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر عمل کرنے میں مدد دے گا، بجائے اس کے کہ چوپایوں کی طرح اندھا ہو کر دوسروں کی پیروی کریں۔ اسی وجہ سے اسلام عقیدے کے معاملے میں بھی اندھی تقلید کی سختی سے مذمت کرتا ہے اور اس کے بجائے اسلامی اصولوں کے اطلاق میں علم اور فہم: یوسف ، آیت 108 کے حصول کی وکالت کرتا ہے۔ باب 12

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"
"...میری پیروی کرتے ہیں"

باب 9 توبہ، آیات 34-35

بے شک بہت سے علماء اور راہب لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو، جس دن اسے جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور اس کے ساتھ ان کی پشتوں کو دھکیل دیا جائے گا، ان کی پیشانیوں سے کہا جائے گا۔ "یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، لہذا اس کا مزہ چکھو جو تم جمع کرتے تھے۔"

جو چیز مباح ہے اسے کمانا اور استعمال کرنا بہت ضروری ہے، کیونکہ یہ اسلام کی خارجی بنیاد کو قائم کرتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے کسی کا ارادہ اسلام کی اندرونی بنیاد کے طور پر کام کرتا ہے۔ اگر بنیاد خراب ہو جائے تو اس سے پیدا ہونے والی ہر چیز بھی خراب ہو جائے گی اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا، خواہ اعمال ہی کیوں نہ ہوں۔ قیامت کے دن اس طرح برتاؤ کرنے والوں کے انجام کی پیشین گوئی کے لیے گہرے علمی علم کی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے علاوہ، کسی کو ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے سے گریز کرنا چاہیے، چاہے وہ حلال ہی کیوں نہ ہوں، کیونکہ یہ صرف ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کا باعث بنے گا اور وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ پر لے جائے گا اور انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے صحیح طریقے سے تیاری کرنے سے روک دے گا۔

آخر میں، مسلمانوں پر زور دیا جاتا ہے کہ وہ اپنا فرض صدقہ ادا کرنے کے اپنے فرض کو پورا کریں کیونکہ ایسا کرنے میں ناکامی اس زندگی اور آخرت دونوں میں نتائج کا باعث بن سکتی ہے۔ واجب صدقہ کسی کی مجموعی آمدنی کا صرف ایک چھوٹا سا حصہ ہے اور اس کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب کوئی فرد دولت کی ایک مخصوص سطح حاصل کر لیتا ہے۔ یہ صدقہ دینے کی ایک بنیادی وجہ مسلمانوں کو یہ یاد دلانا ہے کہ ان کا سامان واقعی ان کا نہیں ہے۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو انہیں اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرنے کی آزادی ہوگی۔ ان کے پاس جو دولت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تخلیق اور تحفہ ہے اور اس کا استعمال اس کی مرضی کے مطابق ہونا چاہیے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر نعمت جو حاصل ہوتی ہے وہ محض ایک عارضی قرض ہے جو اس کے حقدار اللہ تعالیٰ کو واپس کرنا ضروری ہے۔ یہ واپسی ان نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرنے سے حاصل کی جاتی ہے جو اللہ کو راضی کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ جو لوگ اس اہم حقیقت کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں اور ایسا کام کرتے ہیں کہ گویا ان کی نعمتیں بشمول ان کی دولت، مکمل طور پر ان کی ہے۔ اس طرح اپنے واجب صدقات کو دینے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ ان کے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا جو دنیاوی قرض کی ادائیگی نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری نمبر 1403 میں موجود ایک حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے کہ جو لوگ اپنے واجب صدقات کو روکیں گے ان کا سامنا ایک بڑے زہریلے سانپ سے ہوگا جو انہیں قیامت کے دن مسلسل کاٹے گا۔ باب 9 توبہ، آیات 34-35

اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی بشارت سنا دو، جس دن اسے جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور اس سے ان کی پیشانیاں ان کے پہلو اور ان کی پیٹھوں کو داغ دیا جائے گا، (کہ یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، اس کا مزہ چکھو۔

لہذا اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی ہیں ان کا صحیح استعمال کرتے ہوئے اس نتیجہ سے بچنا چاہیے۔ یہ انہیں متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے کے قابل بنائے گا، ان کی مدد کرے گا کہ وہ اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مؤثر طریقے سے ترجیح دیں اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیار رہیں۔ نتیجے کے طور پر، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں سکون کو: باب 16 النحل، آیت 97 فروغ دے گا۔

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ
يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ
الَّذِينَ الْقِيَمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ وَقَتْلُوا
الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يَقْتُلُونَكُمْ كَافَّةً
وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿٣٦﴾

إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ
عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِيُوَاطِّئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا
حَرَّمَ اللَّهُ زَيْنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الْكَاثِبِينَ ﴿٣٧﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ أَنْفِرُوا فِي
سَبِيلِ اللَّهِ أَتَأْخُذْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرْضَيْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا
مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَّعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا
قَلِيلٌ ﴿٣٨﴾

إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا
غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيرٌ ﴿٣٩﴾

إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا
ثَانِيًا أَثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا
تَحْزَنْ إِنَّا بِكَ اللَّهُ مَعْنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ
وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ
كَفَرُوا السُّفْلَى وَكَلِمَةَ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ
عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٠﴾

انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي
سَبِيلِ اللَّهِ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا لَا تَبَعُوكَ وَلَكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ
الشُّقَّةُ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ
يَهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٤٢﴾

عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنَتْ لَهُمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ
صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَذِبِينَ ﴿٤٣﴾

لَا يَسْتَعِذُّكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ
يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ﴿٤٤﴾

إِنَّمَا يَسْتَعِذُّكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
وَأَزْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ﴿٤٥﴾

❁ وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً وَلَكِنْ كَرِهَ اللَّهُ
أُنْبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْقَاعِدِينَ ﴿٤٦﴾

لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَا أُضْعِفُوا خِلَالَكُمْ
يَبْغُونَكُمْ الْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ
بِالظَّالِمِينَ ﴿٤٧﴾

لَقَدْ ابْتَغُوا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتَّى جَاءَ
الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَرِهُونَهُ ﴿٤٨﴾

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُولُ أَسْذَنَ لِّي وَلَا تُفْتِنِّي ۖ إِلَّا فِي الْفِتْنَةِ
سَقَطُوا وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿٤٩﴾

إِنْ تُصِيبْكَ حَسَنَةٌ تَسُوءُهُمْ ۖ وَإِنْ تُصِيبْكَ مُصِيبَةٌ
يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرًا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَهُمْ
فَرِحُونَ ﴿٥٠﴾

قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ
فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿٥١﴾

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسَيْنَيْنِ ۖ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ
بِكُمْ أَنْ يُصِيبَكُمْ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِنْ عِنْدِهِ ۖ أَوْ بِأَيْدِينَا
فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُمْ مُتَرَبِّصُونَ ﴿٥٢﴾

قُلْ أَنْفِقُوا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَنْ يُتَقَبَلَ مِنْكُمْ إِنْ كُنْتُمْ
قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿٥٣﴾

وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ
وَبِرَسُولِهِ. وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَى وَلَا يُنْفِقُونَ
إِلَّا وَهُمْ كَرِهُونَ ﴿٥٤﴾

فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿٥٥﴾

وَيَخْلِفُونَ بِاللَّهِ إِيَّاهُمْ لِمَنْكُمُ وَمَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَكِنَّهُمْ قَوْمٌ
يَفْرُقُونَ ﴿٥٦﴾

لَوْ يَجِدُونَ مَلَجًا أَوْ مَغْرَبًا أَوْ مَدَّخَلًا لَوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ
يَجْمَحُونَ ﴿٥٧﴾

وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ
يُعْطُوا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ ﴿٥٨﴾

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ
سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ﴿٥٩﴾

❁ إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا
وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَرَمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَأَبْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٦٠﴾

وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ
لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِلَّذِينَ ءَامَنُوا
مِنْكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦١﴾

يَخْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيَرْضَوْكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ
يَرْضَوْهُ إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٦٢﴾

أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَن يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ
خَلِيدًا فِيهَا ذَلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ﴿٦٣﴾

يَحْذَرُ الْمُنَافِقُونَ أَنْ تُنْزَلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي
قُلُوبِهِمْ قُلِ اسْتَهِزْءُوا إِنَّا اللَّهُ مُخْرِجٌ مَا تَحْذَرُونَ ﴿٦٤﴾

وَلَيْن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ^{٦٥}
أَبِاللَّهِ وَعَآيِنِهِ ۖ وَرَسُولِهِ ۖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ

لَا تَعْنَدِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ إِن نَّعَفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ
نُعَذِّبُ طَآئِفَةً ۚ بَأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٦٦﴾

الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُم مِّن بَعْضٍ يَأْمُرُونَ
بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ
نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ ۚ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ
الْفَاسِقُونَ ﴿٦٧﴾

وَعَدَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ
خَالِدِينَ فِيهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعْنَهُمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ
مُّقِيمٌ ﴿٦٨﴾

كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَأَكْثَرَ
أَمْوَالًا وَأَوْلَدًا فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلْقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلْقِكُمْ
كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلْقِهِمْ وَخُضْتُمْ
كَالَّذِي خَاضُوا أُولَئِكَ حِطَّةٌ آَعْمَلُهُمْ فِي الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٦٩﴾

أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ
وَقَوْمِ إِبْرَاهِيمَ وَأَصْحَابِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكَاتِ أَنَّهُمْ
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا
أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٧٠﴾

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ
بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ
وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ
اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٧١﴾

وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسْكِنٌ طَيِّبَةٌ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ
وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٧٢﴾

يَأْتِيهَا النَّبِيُّ جَهْدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ
وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ وَيْسَ الْمَصِيرِ ﴿٧٣﴾

يَخْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا
بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ
وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبُهُمُ
اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ
وَلَا نَصِيرٍ ﴿٧٤﴾

❖ وَمِنْهُمْ مَّنْ عَاهَدَ اللَّهَ لَئِنْ ءَاتَيْنَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ
وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٧٥﴾

فَلَمَّا ءَاتَاهُمْ مِنْ فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿٧٦﴾

فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَى يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ، بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ مَا
وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ﴿٧٧﴾

أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَأَنَّ اللَّهَ
عَلَّمُ الْغُيُوبَ ﴿٧٨﴾

الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي
الْصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ
سَخِرَ اللَّهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٩﴾

أَسْتَغْفِرُ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرُ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ
يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاللَّهُ لَا
يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٨٠﴾

فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ وَكَرِهُوا أَنْ
يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ
نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ ﴿٨١﴾

فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا جَزَاءُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٢﴾

فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ إِلَى طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَعِذْ نُوكَ لِلْخُرُوجِ فَقُلْ لَّنْ
تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَلَنُتَّقِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْقُعُودِ أَوَّلَ
مَرَّةٍ فَأَقْعُدُوا مَعَ الْخَلِيفِينَ ﴿٨٣﴾

وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّتَى أَبَدًا وَلَا تُقِمِّ عَلَى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ
وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٨٤﴾

وَلَا تَعْجَبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا
وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿٨٥﴾

وَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ أَنْ ءَامِنُوا بِاللَّهِ وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَعِذْكَ
أُولُوا الطَّلُوفِ مِنْهُمْ وَقَالُوا ذَرْنَا نَكُنْ مَعَ الْقَاعِدِينَ ﴿٨٦﴾

رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا
يَفْقَهُونَ ﴿٨٧﴾

لَكِنَّ الرُّسُولَ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا مَعَهُ، جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ
وَأَنْفُسِهِمْ وَأَوْلِيَّكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُونَ ﴿٨٨﴾

أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ
الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٨٩﴾

وَجَاءَ الْمُعَذِّرُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا
اللَّهَ وَرَسُولَهُ، سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٩٠﴾

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا
يَجِدُونَ مَا يَنْفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ، مَا عَلَى
الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٩١﴾

وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا
أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا
يَجِدُوا مَا يَنْفِقُونَ ﴿٩٢﴾

﴿ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ
رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا
يَعْلَمُونَ ﴾ ٩٣

يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ قُلْ لَا تَعْتَذِرُوا لَنْ تُؤْمِنَ
لَكُمْ قَدْ نَبَأْنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ
وَرَسُولُهُ ثُمَّ تَرَدُّونَ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ
فَيُنْزِلُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴾ ٩٤

سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لَتُعَرِّضُوا عَنْهُمْ
فَاعَرِّضُوا عَنْهُمْ إِنَّهُمْ رِجْسٌ وَمَا وَبَهُمْ جَهَنَّمُ جَزَاءُ بِمَا كَانُوا
يَكْسِبُونَ ﴾ ٩٥

يَحْلِفُونَ لَكُمْ لَتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا
يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴾ ٩٦

الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَنْ لَا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنْزَلَ
اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴾ ٩٧

وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَائِرَ
عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴾ ٩٨

وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَن يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرْبَتٍ عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ أَلَا إِنَّهَا
قُرْبَةٌ لَّهُمْ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٩﴾

وَالسَّبِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ
اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ
جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ
الْعَظِيمُ ﴿١٠٠﴾

وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ
مَرَدُّوهُ عَلَى النَّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ
يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ ﴿١٠١﴾

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا
إِيمَانَهُم بِشِرْكٍ لَّا يُغْنِي عَنْهُمْ شِرْكُهُمْ أَن يَقُولُوا إِنَّا
إِن يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٠٢﴾

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ
صَلَوَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٠٣﴾

أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ
وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾

وَقُلْ أَعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَسَتُرَدُّونَ إِلَى
عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠٥﴾

وَأَخْرُوتَ مُرْجُونَ لِأَمْرِ اللَّهِ إِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَإِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَاللَّهُ
عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٠٦﴾

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ
الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ
وَلِيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَى وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١٠٧﴾

لَا نَقُومُ فِيهِ أَبَدًا لَمَسْجِدٍ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ
تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ
الْمُطَهَّرِينَ ﴿١٠٨﴾

أَفَمَنْ أُسِّسَ بُنْيَانُهُ عَلَى تَقْوَى مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ
مَنْ أُسِّسَ بُنْيَانُهُ عَلَى شَفَا جُرْفٍ هَارٍ فَأَنْهَارُ بِهِ فِي نَارٍ جَهَنَّمَ
وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠٩﴾

لَا يَزَالُ بُنِينَهُمْ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَنْ تَقَطَّعَ

قُلُوبُهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١١٠﴾

﴿١١٠﴾ إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِآتٍ

لَهُمُ الْجَنَّةُ يُقْنَلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ

وَعَدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ

أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِيَعْيِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ

وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١١﴾

التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ

الرَّكَعُونَ السَّاجِدُونَ الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ

وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ وَبَشِّرِ

الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٢﴾

مَا كَانَتْ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ

كَانُوا أُولَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ

الْجَحِيمِ ﴿١١٣﴾

وَمَا كَانَتْ أَسْتَغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا
إِيَّاهُ فَلَمَّا بَيَّنَّ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ
حَلِيمٌ ﴿١١٤﴾

وَمَا كَانَتْ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَهُمْ حَتَّى يُبَيِّنَ لَهُمْ
مَا يَتَّقُونَ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١١٥﴾

إِنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ
دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿١١٦﴾

لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ
الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِن بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ
قُلُوبَ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ
رَّحِيمٌ ﴿١١٧﴾

وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا
رَحَبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا
إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١١٨﴾

يَأْتِيهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿١١٩﴾

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ
رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ ؕ ذَٰلِكُمْ بِأَنَّهُمْ لَا
يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا
يَطْئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَيْلًا
إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ
الْمُحْسِنِينَ ﴿١٢٠﴾

وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا
إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢١﴾

❖ وَمَا كَانِ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ
مَنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا
إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿١٢٢﴾

يَتَأْتِيهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا قَانِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ
وَلِيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ؕ وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿١٢٣﴾

وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَذِهِ ؕ إِيْمَانًا
فَأَمَّا الَّذِينَ ءَامَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيْمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿١٢٤﴾

وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَى رِجْسِهِمْ
وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿١٢٥﴾

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ
ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذْكُرُونَ ﴿١٢٦﴾

وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ هَلْ يَرِيكُمْ
مِّنْ أَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوا صَرَفَ اللَّهِ قُلُوبَهُمْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا
يَفْقَهُونَ ﴿١٢٧﴾

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا
عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ
رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ
رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿١٢٩﴾

بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے ہاں بارہ مہینے ہے جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمین کو " پیدا کیا، ان میں سے چار حرمت والے ہیں، یہی صحیح دین ہے، لہذا ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو، اور کافروں سے مل کر لڑو جس طرح وہ تم سے مل کر لڑتے ہیں، اور جان رکھو کہ اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔

درحقیقت، [مقدس مہینوں میں پابندی کا] ملتوی کرنا کفر میں اضافہ ہے جس سے کافر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ وہ ایک سال اسے حلال کرتے ہیں اور دوسرے سال حرام کرتے ہیں تاکہ اللہ کی حرام کردہ تعداد کے مطابق ہو اور اس کو حلال کر دیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے۔ ان کے اعمال کی برائی ان کے لیے خوشنما بنا دی گئی ہے۔ اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم زمین پر جم جاتے ہو؟ کیا تم آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی سے مطمئن ہو؟ لیکن آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کا مزہ کیا ہے سوائے تھوڑے کے۔

اگر تم نہ نکلو گے تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا اور تم اسے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اگر تم نبی کی مدد نہ کرو گے تو اللہ نے پہلے ہی ان کی مدد کر دی ہے جب کہ کافروں نے انہیں دو میں سے ایک کی طرح (مکہ سے) نکال دیا تھا، جب وہ غار میں تھے اور اس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ غم نہ کرو، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اور اللہ نے اس پر اپنا سکون نازل کیا اور ان فرشتوں کے ذریعے اس کی مدد کی جنہیں تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کی بات کو سب سے پست بنا دیا، جب کہ اللہ کا کلام سب سے بلند ہے۔ اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

نکلو چاہے ہلکے ہوں یا بھاری اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

اگر یہ آسان فائدہ اور معتدل سفر ہوتا تو منافقین آپ کا پیچھا کرتے لیکن ان سے دور کا سفر تھا۔ اور وہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم میں طاقت ہوتی تو ہم تمہارے ساتھ نکلتے، اپنے آپ کو ہلاک کرتے ہوئے، اور اللہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

اللہ آپ کو معاف کرے؛ آپ نے انہیں [پیچھے رہنے کی] اجازت کیوں دی؟ جب تک تم پر ظاہر نہ ہو جائے کہ کون سچے ہیں اور تم جان لو کہ جھوٹے کون ہیں۔

جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ آپ سے اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے کی اجازت نہیں مانگیں گے۔ اور اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو اس سے ڈرتے ہیں۔

تم سے وہی اجازت مانگیں گے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جن کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ اپنے شک میں جھجک رہے ہیں۔

اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کے لیے کچھ تیاری کرتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے بھیجے جانے کو ناپسند کیا، اس لیے اس نے انہیں روک دیا، اور ان سے کہا گیا کہ جو لوگ باقی ہیں ان کے ساتھ رہو۔

اگر وہ آپ کے ساتھ نکلتے تو آپ کو الجھن میں ڈالنے کے سوا کچھ نہ بڑھاتے اور وہ آپ کے درمیان فتنے کی تلاش میں سرگرداں رہتے۔ اور تم میں سے ان کو سننے والے بھی ہیں۔ اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

وہ اس سے پہلے بھی اختلاف چاہتے تھے اور آپ کے معاملات کو بگاڑتے رہے یہاں تک کہ حق آ گیا اور اللہ کا حکم ظاہر ہو گیا، حالانکہ وہ ناگوار تھے۔

اور ان میں وہ ہے جو کہتا ہے کہ مجھے اجازت دو اور مجھے آزمائش میں نہ ڈالو۔ بلاشبہ، وہ آزمائش میں گر گئے ہیں۔ اور یقیناً جہنم کافروں کو گھیرے گی۔

اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو وہ انہیں تکلیف دیتی ہے۔ لیکن اگر تم پر کوئی آفت آجائے تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنا معاملہ پہلے ہی ہاتھ میں لے لیا تھا اور وہ خوش ہوتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔

آپ کہہ دیجئے کہ ہم کو ہرگز نہیں مارا جائے گا مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے، وہ ہمارا کارساز ہے۔ اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

کہو کیا تم ہمارے لیے دو بہترین چیزوں میں سے ایک کے سوا انتظار کر رہے ہو جب کہ ہم تمہارے لیے اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ تمہیں اپنی طرف سے عذاب دے گا یا ہمارے ہاتھ سے، تو انتظار کرو، بے شک ہم تمہارے ساتھ منتظر ہیں۔

کہہ دو کہ خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے، تم سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، بے شک تم نافرمان لوگ ہو۔

اور ان کے خرچ کو قبول ہونے سے اس کے سوا کیا چیز مانع ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور یہ کہ وہ نماز کے لیے نہیں آتے مگر اس حال میں کہ وہ سست ہوں اور یہ کہ خرچ نہیں کرتے مگر جب وہ نا چاہتے ہوں۔

تو ان کا مال اور اولاد تمہیں متاثر نہ کرے۔ اللہ صرف یہ چاہتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ان کے ذریعے ان کو عذاب دے اور ان کی جان اس حال میں نکل جائے کہ وہ کافر ہوں۔

اور وہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں۔ لیکن وہ ڈرنے والے لوگ ہیں۔

اگر انہیں کوئی پناہ گاہ یا کوئی غار یا داخل ہونے کی جگہ مل جائے تو وہ اس کی طرف متوجہ ہوں گے جبکہ وہ غافل بھاگ رہے ہیں۔

اور ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو صدقات کی [تقسیم کے بارے میں آپ پر تنقید کرتے ہیں۔
اگر ان کی طرف سے دیا جائے تو وہ منظور کرتے ہیں۔ لیکن اگر ان کی طرف سے نہ دیا جائے تو
وہ فوراً ناراض ہو جاتے ہیں۔

کاش وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انہیں دیا اور کہتے کہ ہمارے لیے اللہ
کافی ہے، اللہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا اور اس کا رسول بھی، یقیناً ہم اللہ کے چاہنے والے ہیں
[یہ ان کے لیے بہتر ہوتا]

زکوٰۃ کے اخراجات صرف غریبوں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے ہیں جو [زکوٰۃ]
جمع کرنے کے لیے ہیں اور دلوں کو جوڑنے کے لیے اور اسیروں [یا غلاموں] کو آزاد کرنے کے
لیے اور قرض داروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور [پہنسنے ہوئے] مسافروں کے لیے - اللہ کی
طرف سے ایک فرض ہے۔ اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو نبی کو گالی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ کان ہے۔ کہو کہ یہ
تمہارے لیے بھلائی کا کان ہے جو اللہ پر ایمان لاتا ہے اور مومنوں کو مانتا ہے اور تم میں سے
ایمان والوں کے لیے رحمت ہے۔ اور جو لوگ اللہ کے رسول کو گالی دیتے ہیں ان کے لیے دردناک
عذاب ہے۔

وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں آپ کو راضی کرنے کے لیے۔ لیکن اللہ اور اس کا رسول ان کے لیے
زیادہ لائق ہیں کہ وہ راضی ہو جائیں، اگر وہ مومن ہوں۔

کیا وہ نہیں جانتے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے اس کے لیے جہنم کی آگ ہے
جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ یہی بڑی بے عزتی ہے۔

یہ منافق ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کے بارے میں کوئی سورت نازل نہ ہو جائے جو ان کے دلوں کی
خبر دے گی۔ کہہ دو کہ تم مذاق کرو، بیشک اللہ اس چیز کو ظاہر کر دے گا جس سے تم ڈرتے ہو۔

اور اگر تم ان سے پوچھو تو وہ ضرور کہیں گے کہ ہم تو صرف باتیں اور کھیل رہے تھے۔ کہو کیا
اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کا تم مذاق اڑاتے تھے؟

کوئی بہانہ نہ بناؤ؛ تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر دیں
تو دوسرے گروہ کو سزا دیں گے کیونکہ وہ مجرم تھے۔

منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے سے ہیں۔ وہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے
روکتے ہیں اور ہاتھ بند کر لیتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اس نے بھی ان کو بھلا دیا۔ بے
شک منافق وہی ہیں جو نافرمان ہیں۔

اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ ان کے لیے کافی ہے۔ اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔

[تم کافر] تم سے پہلے والوں کی طرح ہو۔ وہ طاقت میں تم سے زیادہ طاقتور اور مال و اولاد میں زیادہ تھے۔ انہوں نے اپنے حصے کا مزہ چکھا اور تم نے بھی اپنے حصے کا مزہ لیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصے کا مزہ لیا تھا اور تم نے بھی اسی طرح مشغول کیا جس میں وہ مشغول تھے۔ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں رائیگاں گئے اور وہی خسارہ پانے والے ہیں۔

کیا ان کے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے تھے یعنی نوح کی قوم اور عاد و ثمود اور قوم ابراہیم اور اصحاب مدین اور بستیاں الٹ گئیں۔ ان کے پاس ان کے رسول کھلے دلائل لے کر آئے۔ اور اللہ ان پر کبھی ظلم نہ کرتا لیکن وہ اپنے آپ پر ظلم کر رہے تھے۔

مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ وہ - اللہ ان پر رحم کرے گا۔ بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ہمیشہ رہنے والے باغوں میں خوشگوار مکانات کا۔ لیکن اللہ کی رضا زیادہ ہے۔ یہ وہی ہے جو بڑی کامیابی ہے۔

اے نبی کافروں اور منافقوں سے لڑو اور ان پر سختی کرو۔ اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

اللہ علیہ وسلم کے خلاف (کچھ نہیں کہا جب کہ انہوں نے کلمہ کفر کہا تھا اور اسلام کے بعد کافر ہو گئے اور وہ منصوبہ بنایا جو انہیں حاصل نہیں ہونا تھا۔ اور وہ ناراض نہیں ہوئے سوائے اس کے کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا تھا۔ پس اگر وہ توبہ کر لیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہے۔ لیکن اگر وہ روگردانی کریں گے تو اللہ انہیں دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا۔ اور زمین پر ان کا نہ کوئی حامی و مددگار ہو گا۔

اور ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے دے تو ہم ضرور صدقہ کریں گے اور ہم ضرور نیک لوگوں میں سے ہوں گے۔

لیکن جب اس نے ان کو اپنے فضل سے دیا تو وہ اس سے بخل کرتے رہے اور منہ پھیرتے رہے اور انہوں نے انکار کیا۔

پس اس نے ان کو ان کے دلوں میں نفاق کے ساتھ اس دن تک عذاب دیا جب تک کہ وہ اس سے ملیں گے - اس لیے کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس میں ناکام رہے اور اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔

کیا وہ نہیں جانتے تھے کہ اللہ ان کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور یہ کہ اللہ غیب کا جاننے والا ہے۔ جو لوگ مومنین میں سے صدقات میں حصہ ڈالنے والوں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور ان لوگوں پر جو اپنی کوشش کے سوا کچھ نہیں پاتے تو وہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں، اللہ ان کا مذاق اڑائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ان کے لیے استغفار کرو، یا ان کے لیے استغفار نہ کرو۔ اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ استغفار کریں تو اللہ انہیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کفر کیا اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

جو لوگ پیچھے رہ گئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد [گھر میں] رہنے پر خوش ہوئے اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرنا ناپسند کیا اور کہا کہ گرمی میں نہ نکلے، کہہ دو کہ جہنم کی آگ گرمی میں زیادہ سخت ہے، اگر وہ سمجھتے۔

پس وہ تھوڑا ہنسیں اور (پھر) اس کے بدلے میں زیادہ روئیں جو وہ کماتے تھے۔

اگر اللہ آپ کو ان میں سے کسی گروہ کی طرف لوٹا دے اور پھر وہ آپ سے [جنگ کے لیے] جانے کی اجازت طلب کریں تو کہو کہ تم میرے ساتھ ہرگز نہیں نکلے گے اور نہ کبھی میرے ساتھ کسی دشمن سے لڑو گے، یقیناً تم پہلی بار [گھر میں] بیٹھ کر مطمئن ہو گئے تھے، لہذا اب پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھو۔

اور ان میں سے کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھو جو کبھی مر گیا ہو اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو۔ بے شک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور نافرمانی کرتے ہوئے مرے۔

اور ان کے مال اور ان کی اولاد آپ کو متاثر نہ کریں۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ دنیا میں ان کے ذریعے ان کو عذاب دے اور ان کی روحیں اس حال میں نکل جائیں کہ وہ کافر ہیں۔

اور جب اللہ پر ایمان لانے اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کرنے کی ایک سورت نازل ہوئی تو ان میں سے مالداروں نے آپ سے اجازت مانگی اور کہا کہ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ رہنے دو جو (گھر میں) بیٹھے ہیں۔

وہ پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی سو وہ سمجھتے نہیں۔

لیکن رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں نے اپنے مال اور جان سے جنگ کی۔ انہی کے لیے بھلائی ہے اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔

اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

بدویوں میں سے جو لوگ بہانے تھے ان کو اجازت دی گئی اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ بولا تھا وہ [گھر میں] بیٹھ گئے۔ ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب پہنچے گا۔

کمزوروں یا بیماروں پر یا ان لوگوں پر جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ مخلص ہوتے ہوئے خرچ کرنے کے لیے کوئی تکلیف نہیں پاتے۔ نیکی کرنے والوں پر [الزام کا] کوئی سبب نہیں ہے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور نہ ان لوگوں پر جو جب آپ کے پاس آئے تاکہ آپ ان کو سواریاں دیں تو آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے لیے سواری کے لیے کچھ نہیں پا سکتا۔ وہ پلٹ گئے جب کہ ان کی آنکھیں اس غم سے آنسوؤں سے بہہ رہی تھیں کہ انہیں خرچ کرنے کے لیے کچھ نہیں ملا۔

[الزام کا] سبب صرف ان لوگوں پر ہے جو دولت مند ہوتے ہوئے آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں۔ وہ پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اس لیے وہ نہیں جانتے۔

جب آپ ان کے پاس واپس آئیں گے تو وہ آپ کے سامنے بہانے بنائیں گے۔ کہہ دو عذر نہ کرو، ہم کبھی تمہاری بات پر یقین نہیں کریں گے، اللہ نے ہمیں تمہاری خبروں سے آگاہ کر دیا ہے، اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھے گا اور اس کا رسول بھی، پھر تم غیب اور گواہ کے جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر وہ تمہیں بتائے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔

جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے اللہ کی قسم کھائیں گے کہ تم انہیں اکیلا چھوڑ دو گے۔ پس انہیں چھوڑ دو۔ بے شک وہ برے ہیں۔ اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اس کا بدلہ جو وہ کماتے تھے۔

وہ تم سے قسم کھاتے ہیں تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ۔ لیکن اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ تو بے شک اللہ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔

بدوی کفر اور نفاق میں زیادہ مضبوط ہوتے ہیں اور اس بات کا زیادہ امکان نہیں رکھتے کہ اللہ نے اپنے رسول پر جو کچھ نازل کیا ہے اس کی حدود کو نہیں جانتے۔ اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اور بدویوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنے خرچ کو خسارہ سمجھتے ہیں اور تمہارے لیے بد بختی کا انتظار کرتے ہیں۔ ان پر برائی کا عذاب نازل ہوگا۔ اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

لیکن بدویوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے قرب اور رسول کی دعا کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ بلاشبہ یہ ان کے لیے

قرب کا ذریعہ ہے۔ اللہ انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اور مہاجرین اور انصار میں سب سے پہلے اور وہ لوگ جنہوں نے اچھے اخلاق کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اس سے راضی ہیں، اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

اور تمہارے ارد گرد بدویوں میں سے منافقین بھی ہیں اور اہل مدینہ میں سے بھی۔ وہ منافقت کے عادی ہو چکے ہیں۔ تم انہیں نہیں جانتے، لیکن ہم انہیں جانتے ہیں۔ ہم ان کو [دنیا میں] دو بار عذاب دیں گے۔ پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

اور [ایسے ہیں] جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا ہے۔ انہوں نے ایک نیک عمل کو دوسرے برے کے ساتھ ملا دیا تھا۔ شاید اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے۔ بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

ان کے مال میں سے صدقہ لے لو جس سے تم ان کو پاک کرو اور ان میں اضافہ کرو اور ان پر درود بھیجو۔ درحقیقت، آپ کی دعائیں ان کے لیے یقین دہانی ہیں۔ اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور صدقات وصول کرتا ہے اور اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

اور کہہ دو کہ جیسا چاہو کرو، کیونکہ اللہ تمہارے اعمال کو دیکھے گا اور اس کا رسول اور مومنین، اور تم غیب اور گواہ کے جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کرتے تھے۔

اور کچھ دوسرے ہیں جب تک کہ اللہ کے حکم تک موخر کر دیا جائے - چاہے وہ ان کو سزا دے یا معاف کر دے - اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اور وہ [منافقین] ہیں جنہوں نے اپنے لیے مسجد کو نقصان پہنچانے اور کفر اور مومنوں میں تفرقہ ڈالنے کے لیے اور ان لوگوں کے لیے جو اس سے پہلے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کر چکے ہیں کے لیے ٹھکانہ بنایا۔ اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے صرف بہترین کا ارادہ کیا تھا۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

اس کے اندر [نماز کے لیے] کھڑے نہ ہوں - ہمیشہ پہلے دن سے نیکی پر قائم ہونے والی مسجد تمہارے لیے زیادہ اس لائق ہے کہ اس میں کھڑے ہو جاؤ۔ اور اللہ پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

پھر کیا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کی طرف سے تقویٰ اور اس کی رضامندی پر رکھی بہتر ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایک کنارے کے کنارے پر رکھی جو گرنے کو تھی تو وہ اس کے ساتھ جہنم کی آگ میں گر گئی۔ اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

شک کا باعث بنے گی جب تک کہ ان کے دل بند نہ ہوجائیں۔ اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال خرید لیے ہیں اس کے بدلے میں ان کے لیے جنت ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے ہیں اور مارے جاتے ہیں۔ تورات اور انجیل اور قرآن میں اس کا سچا وعدہ ہے۔ اور اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا سچا کون ہے؟ تو اپنے اس لین دین پر خوش ہوجاؤ جس کا تم نے معاہدہ کیا ہے۔ اور یہ وہی ہے جو بڑی کامیابی ہے۔

توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، مسافر، رکوع اور سجدہ کرنے والے نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے منع کرنے والے اور اللہ کی مقرر کردہ حدود کی پابندی کرنے والے۔ اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو۔

نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ کام نہیں کہ مشرکوں کے لیے استغفار کریں، خواہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جب کہ ان پر یہ واضح ہو چکا ہے کہ وہ جہنم کے ساتھی ہیں۔

اور ابراہیم کی اپنے باپ کے لیے معافی کی درخواست صرف اس وعدے کی وجہ سے تھی جو اس نے ان سے کیا تھا۔ لیکن جب ابراہیم پر ظاہر ہو گیا کہ اس کا باپ اللہ کا دشمن ہے تو اس نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ بے شک ابراہیم رحم دل اور صبر کرنے والے تھے۔

اور اللہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد اس وقت تک گمراہ نہیں ہونے دیتا جب تک کہ وہ ان پر واضح نہ کر دے کہ انہیں کن چیزوں سے بچنا چاہیے۔ بے شک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

بے شک آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے۔ وہی زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے۔ اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی حمایتی ہے اور نہ کوئی مددگار۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اور مہاجرین و انصار کو جنہوں نے مشکل کی گھڑی میں آپ کی پیروی کی تھی اس کے بعد کہ ان میں سے ایک جماعت کے دل تقریباً [شک کی طرف مائل ہوچکے تھے، معاف کر چکے ہیں، پھر اس نے انہیں معاف کردیا۔ بے شک وہ ان پر مہربان اور رحم کرنے والا تھا۔

اور پیچھے رہ جانے والے تینوں کو [اور اپنی غلطی پر نادم ہوا] یہاں تک کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر بند ہو گئی اور ان کی روحوں نے انہیں قید کر لیا اور انہیں یقین ہو گیا کہ اللہ کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔ پھر وہ ان کی طرف متوجہ ہوا تاکہ وہ توبہ کریں۔ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

اہل مدینہ اور ان کے آس پاس رہنے والوں کے لیے یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیچھے رہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس پر اپنے آپ کو ترجیح دیں۔ یہ اس لیے کہ اللہ کی راہ میں انہیں پیاس یا تھکاوٹ یا بھوک نہیں لگتی، نہ وہ کسی ایسی زمین پر چلتے ہیں جس سے کافروں کو غصہ آتا ہو، اور نہ ہی وہ کسی دشمن کو کوئی ایذا پہنچاتے ہیں، لیکن یہ ان کے لیے ایک نیک عمل ہے۔ بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔

اور نہ وہ کوئی خرچ کرتے ہیں، چھوٹا یا بڑا، اور نہ ہی کسی وادی کو پار کرتے ہیں، مگر یہ کہ ان کے لیے یہ درج ہے کہ اللہ ان کو ان کے بہترین اعمال کا بدلہ دے۔

اور مومنوں کے لیے یہ نہیں ہے کہ وہ ایک ساتھ ہی نکل جائیں۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک گروہ میں سے ایک گروہ الگ ہونا چاہیے تاکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور جب وہ ان کی طرف لوٹیں تو اپنے لوگوں کو خبردار کریں تاکہ وہ ہوشیار رہیں۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، ان کافروں سے لڑو جو تم سے ملحق ہیں اور وہ تم میں سختی تلاش کریں۔ اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

اور جب بھی کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو منافقین میں سے کچھ ایسے ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ اس سے تم میں سے کس کا ایمان بڑھ گیا؟ جو لوگ ایمان لائے ہیں، اس نے ان کے ایمان میں اضافہ کر دیا ہے اور وہ خوش ہو رہے ہیں۔

لیکن جن کے دلوں میں بیماری ہے، اس نے ان کی برائیوں کے ساتھ برائی میں اضافہ کیا ہے۔ اور وہ کافر ہی مرے ہوں گے۔

کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہر سال ایک یا دو مرتبہ ان پر آزمائش ہوتی ہے پھر نہ توبہ کرتے ہیں اور نہ یاد کرتے ہیں۔

اور جب بھی کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں، کیا کوئی تمہیں دیکھ رہا ہے؟ اور پھر وہ خود کو مسترد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹھکرا دیا ہے کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں۔

یقیناً تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے۔ اس کے لیے وہ تکلیف دہ ہے جو تم برداشت کرتے ہو۔ [وہ تمہارا خیال رکھتا ہے اور مومنوں پر مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

پھر اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دو کہ میرے لیے اللہ کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔

کی آیات 129-36 پر بحث 129

سال کے چار مقدس مہینوں میں جنگ کرنا اسلام سے پہلے ہی حرام تھا۔ حرمت والے مہینے تھے:
ذوالقعدہ ، ذوالحجہ، محرم اور رجب۔ باب 9 توبہ آیت 36

بے شک مہینوں کی تعداد اللہ کے ہاں بارہ مہینے ہے جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ اگر ضرورت پیش آئے تو اس سے کسی کو اپنا دفاع کرنے سے نہیں روکنا چاہیے۔ یہ ایک بار پھر منصفانہ جوابی کارروائی کی حدود میں صرف اپنے دفاع میں لڑنے کی اہمیت کی نشاندہی کرتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 194

مقدس مہینے میں [جنگ [حرمت والے مہینے میں [جارجیت [کے لئے ہے، اور [تمام [خلاف ورزیوں " ...کا قانونی بدلہ ہے

باب 9 توبہ آیت 36:

بے شک مہینوں کی تعداد اللہ کے ہاں بارہ مہینے ہے جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، ان میں سے چار حرمت والے ہیں، یہی صحیح دین ہے۔

عام طور پر دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ واضح کرتا ہے کہ اسلامی تعلیمات میں اس کی طرف سے زندگی کا صحیح طریقہ بیان کیا گیا ہے اور اسے دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں لازماً ملحوظ رکھنا چاہیے۔ لہذا، دینی علم کے دوسرے ذرائع کی پیروی جو ہدایت کے دو ذرائع سے متصادم ہے: قرآن، کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات، گمراہی کی طرف لے جاتی ہے۔ درحقیقت ایک فرد مذہبی علم کے متبادل ذرائع پر جتنا زیادہ انحصار کرتا ہے، یہاں تک کہ اگر یہ ذرائع مثبت کاموں کے نتیجے میں ہوتے ہیں، تو وہ ہدایت کے دو بنیادی ذرائع پر اتنا ہی کم عمل کریں گے، جو بالآخر گمراہی کا باعث بنتے ہیں۔ اس تشویش کا اظہار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہے، جنہوں نے سنن ابو داؤد نمبر 4606 میں درج ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ کوئی بھی بات جو ہدایت کے دو منابع میں نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا۔ مزید برآں، مذہبی علم کے دیگر ذرائع پر زیادہ انحصار افراد کو ایسے طریقوں کو اپنانے پر مجبور کر سکتا ہے جو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے متصادم ہوں۔ یہ تدریجی انحراف ایک ایسا طریقہ ہے جس کے ذریعے شیطان افراد کو گمراہ کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، جب کسی شخص کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، تو اس کی حوصلہ افزائی کی جا سکتی ہے کہ وہ مخصوص روحانی مشقیں کریں جو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہوں۔ اگر یہ فرد جاہل ہے اور دینی علم کے متبادل ذرائع پر چلنے کا عادی ہے تو وہ آسانی سے اس فریب کا شکار ہو سکتا ہے اور ایسی روحانی مشقوں میں مشغول ہو سکتا ہے جو براہ راست اسلامی اصولوں کے خلاف ہوں۔ نتیجتاً، وہ اللہ، برگزیدہ، اور کائنات کے بارے میں ایسے عقائد رکھنے لگتے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں، جیسا کہ یہ تصور کہ افراد یا مافوق الفطرت ہستیاں ان کی تقدیر کا حکم دے سکتی ہیں، کیونکہ ان کی سمجھ ہدایت کے دو بنیادی ذرائع کے علاوہ دیگر ذرائع سے حاصل کی گئی ہے۔ ان میں سے کچھ غلط طرز عمل اور عقائد سراسر کفر کے مترادف ہیں جیسے کالے جادو میں مشغول ہونا۔ باب 2 البقرہ، آیت 102

سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور ”جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل ہوا تھا لیکن وہ [یعنی دونوں فرشتے] کسی کو نہیں سکھاتے جب تک یہ نہ کہیں کہ ”ہم آزمائش ہیں، اس لیے کفر نہ کرو۔“

مذہبی علم کے متبادل ذرائع پر انحصار کرنے کے رجحان کی وجہ سے ایک مسلمان نادانستہ طور پر اپنا ایمان کھو سکتا ہے۔ نتیجتاً، مذہبی بدعات میں مشغول ہونا جن کی بنیاد ہدایت کے دو بنیادی ذرائع میں نہیں ہے، شیطان کے راستے پر چلنے کے مترادف ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 208

، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو“
”بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“

باب 9 توبہ آیت 36

بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے ہاں بارہ مہینے ہے جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا“
”کیا، ان میں سے چار حرمت والے ہیں، یہی صحیح دین ہے، لہذا ان میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو۔“

، یہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ اسلامی کیلنڈر کے خاص دنوں اور راتوں میں عام طور پر دیکھا جائے تو جیسے شب قدر، جو کہ سنن ابو داؤد نمبر 1386 میں موجود ایک حدیث کے مطابق رمضان کی وہیں رات کو واقع ہوتی ہے، مسلمان بڑی تعداد میں مساجد میں جمع ہوتے ہیں یا گھروں میں زیادہ 27 سے زیادہ نماز میں مشغول ہوتے ہیں۔ اگرچہ یہ طرز عمل قابل ستائش ہے، لیکن یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ مسلمان کی عقیدت کو ان خاص مواقع تک محدود نہیں رکھنا چاہیے۔ اس کے بجائے انہیں چاہیے کہ وہ سال بھر میں ہر دن اور رات کو ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، احترام کریں۔ یہ سوچنا غلط فہمی ہے کہ ایک دن یا رات میں کی جانے والی عبادت سال کے بقیہ دنوں کی غفلت کی تلافی کر سکتی ہے۔ یہ عقیدہ شیطان کا فریب ہے۔ مسلمان ہونے کے لیے ایک مستقل عزم کا تقاضا ہے، نہ کہ مخصوص دنوں اور راتوں تک محدود۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی ذمہ داریوں کی پابندی کرنی چاہیے اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرنا، زندگی کے چیلنجوں کا صبر کے ساتھ سامنا کرنا اور ہر روز دوسروں کے حقوق کی پاسداری کرنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی تعلیمات کے مطابق۔ مخصوص دنوں اور راتوں کا انتخابی مشاہدہ اس تعلق کے احساس میں اہم کردار ادا کرتا ہے جو کچھ مسلمان اللہ تعالیٰ سے محسوس کرتے ہیں، کیونکہ وہ صرف وقتاً فوقتاً اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ حقیقت سیدھی ہے: مسلمان اللہ تعالیٰ کو جو کچھ پیش کرتے ہیں، وہ وہی ہے جس کے بدلے میں وہ ملنے کی توقع کر سکتے ہیں۔ اگر وہ صرف مٹھی بھر دن یا راتیں اُس کے لیے وقف کرتے ہیں، تو انہیں خاطر خواہ اجر کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ اسلام لوگوں سے رات بھر عبادت کرنے کا تقاضا نہیں کرتا۔ بلکہ یہ مسلمانوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ سے زیادہ قائم کردہ روایات پر عمل کریں۔ یہ عزم ضرورت سے زیادہ وقت نہیں خرچ کرتا ہے اور دوسرے کاموں کے لیے بھی کافی مواقع فراہم کرتا ہے۔

درحقیقت جو شخص اپنی ذمہ داریوں کو پوری تندی سے ادا کرتے ہوئے ہر دن اور رات کو عزت دینے میں ناکام رہتا ہے وہ یہ جان لے گا کہ اہم دن اور راتیں بھی اس کے لیے معمولی واقعات بن جاتی ہیں۔ اس کے برعکس، جو شخص ہر دن اور رات کی قدر کرتا ہے وہ سمجھے گا کہ ہر دن اور رات کی اہمیت وہی ہے جو خاص دنوں اور راتوں کی ہے، جو شب قدر کی طرح ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو وہ برکات عطا فرمائے گا جیسی پورے اسلامی کیلنڈر میں خاص دنوں اور راتوں میں دی جاتی ہیں۔

باب 9 توبہ آیت 36:

بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے ہاں بارہ مہینے ہے جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، ان میں سے چار حرمت والے ہیں، یہی صحیح دین ہے، لہذا ان میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو۔

خاص طور پر، یہ مقدس مہینوں میں لڑائی کا حوالہ دے سکتا ہے کیونکہ یہ عربوں کے لیے متفقہ طور پر ممنوع تھا، یہاں تک کہ اسلام کے آنے سے پہلے۔

جیسا کہ مکہ کے غیر مسلموں نے واضح طور پر اشارہ کیا کہ مدینہ کا ایک تسلیم شدہ اسلامی ریاست کے طور پر وجود ناگزیر طور پر دونوں شہروں کے درمیان تصادم کا باعث بنے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے غیر مسلموں کے معاشی وسائل کو نشانہ بنا کر ان کے عزم کو کمزور کرنے کی کوشش کی۔ مکہ کے غیر مسلم تجارت کے لیے سفر کرتے ہوئے مدینہ کے قریب سے گزرتے تھے۔ چنانچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تجارتی قافلوں کو نشانہ بنایا تاکہ مکہ کے غیر مسلموں کے مالی استحکام میں خلل ڈالا جائے اور اس مال و دولت کا معاوضہ لیا جائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مدینہ کی طرف ہجرت کے دوران مکہ میں چھوڑنا پڑا تھا۔

ایک موقع پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو نخلہ بھیجا تاکہ مکہ کے غیر مسلموں کے بارے میں معلومات حاصل کریں اور ان کی سرگرمیوں کی اطلاع دیں۔ اس نے انہیں لڑائی میں مشغول ہونے کی ہدایت نہیں کی۔ تاہم اس مشن کے دوران ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک قافلے پر حملہ کرنے کا موقع غنیمت جانا، جس کے نتیجے میں ان کا مال چھین لیا، ایک غیر مسلم کی موت ہو گئی اور دو غیر مسلموں کو گرفتار کر لیا گیا جنہیں قیدی بنا کر واپس مدینہ لایا گیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ناراضگی کا اظہار فرمایا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جنگ کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ محض معلومات اکٹھا کرنے کا حکم دیا تھا۔ مزید برآں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ ان کا حملہ ایک مقدس مہینے میں ہوا ہے، جس دور میں لڑائی عربوں کے لیے عالمی طور پر ممنوع تھی، اس کے باوجود کہ غیر مسلم اکثر اس قاعدے کو نظر انداز کرتے ہیں اور اپنے تنازعات کے جواز کے لیے کیلنڈر میں پیرا پھیری کرتے ہیں۔ باب 9 توبہ، آیات 36-37

بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے ہاں بارہ مہینے ہے جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، ان میں سے چار حرمت والے ہیں، یہی صحیح دین ہے، لہذا ان میں اپنے آپ پر ظلم نہ کرو، اور کافروں سے مل کر اس طرح لڑو جس طرح وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں کہ وہ تم سے ڈرتے ہیں۔ [درحقیقت، مقدس مہینوں کے اندر پابندی [کفر میں اضافہ ہے جس سے وہ ایک سال کو

حلال کر دیتے ہیں اور دوسرے سال کو حرام کر دیتے ہیں اور ان چیزوں کو حلال کر دیتے ہیں جو "اللہ نے ان کے لیے حرام کیے ہیں۔ کافروں کی رہنمائی نہ کرو۔

پہلے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی قیدیوں یا غنیمت کے بارے میں فیصلہ کرنے سے گریز فرمایا۔ تاہم، اس کے بعد، اللہ تعالیٰ نے باب 2 البقرہ، آیت 217 نازل فرمائی، جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو راحت ملی:

وہ آپ سے حرمت والے مہینے کے بارے میں پوچھتے ہیں - اس میں لڑنے کے بارے میں، آپ کہہ "دیجئے کہ اس میں لڑنا بہت بڑا گناہ ہے، لیکن (لوگوں کو) (اللہ کی راہ سے روکنا اور اس کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد الحرام تک پہنچنے سے روکنا اور وہاں سے وہاں کے لوگوں کو نکالنا سب سے بڑا گناہ ہے۔ اور فساد قتل سے بڑھ کر ہے "اور وہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر وہ تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں گے اگر ان کی طاقت ہو اور تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے اور کافر ہی کی حالت میں مرے تو ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور وہ دوزخی ہیں، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد میں اسیروں اور مال غنیمت کو قبول کیا۔ جنگی اسیروں میں سے ایک نے اسلام قبول کیا، جب کہ دوسرے کو مکہ کے غیر مسلموں نے چھڑایا۔ اس پر امام محمد السلابی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی، جلد 1، صفحہ 879-881 اور 890 میں بحث کی گئی ہے -

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ سال کے چار مقدس مہینوں میں جنگ کرنا اسلام کے آنے سے پہلے ہی حرام تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ اس آیت میں مذکور غیر مسلموں کی وجہ سے پھیلی ہوئی فساد حرمت والے مہینوں میں لڑائی سے بھی بدتر ہے۔ مکہ کے غیر مسلموں نے اپنے مسلمان رشتہ داروں کو تیرہ سال تک مسلسل ظلم کا نشانہ بنایا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ ہجرت سے پہلے، محض اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے۔ اس لیے وہ حرمت والے مہینوں

میں لڑائی پر اعتراض کرنے کے اہل نہیں تھے۔ نہ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے گھروں سے نکال دیا گیا تھا، ان کے لیے مسجد الحرام کا راستہ بھی بند کر دیا گیا تھا، یہ ایک ایسی بار تھی جو ہزاروں سالوں سے کسی نے مسلط نہیں کی تھی۔ کرپشن کے اس ریکارڈ کے ساتھ ان یا کسی اور کے لیے یہ نہیں تھا کہ وہ مقدس مہینوں میں ضرورت پڑنے پر لڑائی پر اعتراض کریں۔ باب 9 توبہ آیت 36

چار مقدس ہیں، یہی صحیح دین ہے، لہذا ان میں اپنے آپ پر ظلم نہ کرو، اور کافروں سے مل کر..."
"لڑو جیسے وہ تم سے مل کر لڑتے ہیں، اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔"

سابقہ آیت میں مذکور بدعنوانی کا تعلق اسلام کے مخالفوں خصوصاً مکہ کے غیر مسلموں کی طرف سے ڈھائے جانے والے ظلم کے وسیع منفی نتائج سے ہے۔ اس بدعنوانی کا مرکز ان کا غلط عقیدہ اور اپنے قبائل سے وفاداری کے ساتھ ساتھ دولت اور قیادت سے ان کی محبت تھی جو ان کے غلط ثقافتی طریقوں اور عقائد سے حاصل ہوئی تھی۔ یہ آیت مزید ثابت کرتی ہے کہ مکہ میں غیر مسلموں کے ایک خاص گروہ کے خلاف جنگ کا حکم دیا گیا تھا، اس طرح یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیات دوسرے گروہوں پر لاگو نہیں ہیں۔

چنانچہ ان آیات میں جس فساد پر روشنی ڈالی گئی ہے اس کا تعلق بے گناہ افراد کو نشانہ بنانے سے ہے۔ یہ ایک ایسے منظر نامے کی وضاحت کرتا ہے جس میں کسی فرد یا اجتماعی کو مروجہ نظریات سے متصادم عقائد کو اپنانے اور نیکی کی وکالت کرتے ہوئے اور جو غیر اخلاقی ہے اس کی مذمت کرتے ہوئے موجودہ معاشرتی ڈھانچے میں اصلاحات نافذ کرنے کی کوشش کرنے پر ہراساں کیا جاتا ہے اور دھمکی دی جاتی ہے۔ لہذا، اس بدعنوانی کی وجہ سے بے گناہ افراد کو پہنچنے والے اس مخصوص نقصان کو روکنے کا واحد ذریعہ یہ تھا کہ دشمن کے خلاف جنگ میں اس وقت تک مشغول رہیں جب تک کہ اسلام کو بغیر کسی مزاحمت کے آزادانہ طور پر نافذ کیا جاسکے، اور اس طرح غیر مسلموں کے ذریعہ معاشرے پر پڑنے والے مضر اثرات کو روکا جائے۔

مزید برآں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں رومیوں اور فارسیوں سمیت ظالم حکمرانوں کی طرف سے ڈھائے جانے والے وسیع جبر کی اچھی طرح دستاویزی دستاویز ہے۔ ان حکمرانوں نے مسلسل اپنے زیر تسلط علاقوں کے باشندوں کو مسخر کیا۔ ان ظالموں کے خلاف لڑائی میں حصہ لینے کے نتیجے میں فوجیوں کا نقصان ہو سکتا ہے — وہ افراد جنہوں نے لڑنے اور اپنی جانیں قربان کرنے کے ارادے سے بھرتی کیے تھے — لیکن بالآخر، اس نے معصوم شہریوں کی طرف سے برداشت کیے جانے والے مصائب کو کم کر دیا۔ اگر اسلامی طرز حکمرانی کو صحیح طریقے سے نافذ کیا جائے جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے بعد آنے والے خلفائے راشدین کے زمانے میں ہوا تھا تو پورے ملک میں عدل و انصاف قائم ہو جاتا۔ اس طرح اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عوام پر ظلم برداشت کرنا فوجیوں کے نقصان سے زیادہ نقصان دہ ہے، بشرطیکہ اس سے انصاف کے قیام کی راہ ہموار ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 217

اس میں لڑنا بہت بڑا [گناہ] ہے، لیکن [لوگوں کو] اللہ کی راہ سے روکنا اور اس کے ساتھ کفر کرنا” اور مسجد الحرام میں [روکنا] اور وہاں سے لوگوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک بہت بڑا [برائی] ہے، اور فساد قتل سے بھی بڑا ہے۔

باب 9 توبہ آیت 36

اور کافروں سے مل کر لڑو جس طرح وہ تم سے مل کر لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

عام طور پر، آیات قرآنی کے معانی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو مکمل طور پر سمجھنے کے لیے ان کے صحیح تناظر میں غور کرنا بہت ضروری ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی آیت یا حدیث کو اس کے نزول یا دستاویزات کے ارد گرد کے حالات پر غور کیے بغیر تنہائی میں اس کی تشریح نہیں کی جانی چاہیے کیونکہ اس کے نتیجے میں اسلامی اصولوں کی غلط تشریح

ہو سکتی ہے۔ آیات و احادیث کے سیاق و سباق کو صحیح معنوں میں سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کا تجزیہ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کیا جائے۔ اس طریقہ سے ہی کسی آیت یا حدیث کے مخصوص سیاق و سباق کی نشاندہی کی جا سکتی ہے۔

مزید یہ کہ مسلمانوں کو بیرونی جارحوں کے خلاف مسلح تصادم میں صرف ایک جائز حکمران کے اختیار کے تحت اور قرآن پاک میں بیان کردہ اصولوں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق حصہ لینے کی اجازت ہے۔ اس طرح کے کاموں میں حصہ لینے والوں کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ہوشیار رہنا چاہیے، تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ وہ ان طے شدہ حدود اور ضوابط سے تجاوز نہ کریں۔ باب 2 البقرہ، آیت 190

اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں لیکن زیادتی نہ کرو، بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اور باب 2 البقرہ، آیت 194

پس جس نے تم پر زیادتی کی ہے تو اس پر بھی ویسا ہی حملہ کرو جس طرح اس نے تم پر کیا ہے ” اور اللہ سے ڈرو۔

ایک رہنما اصول صرف اور صرف حملے کے جواب کے طور پر جنگ میں شامل ہونا ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں واضح کیا گیا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 190

اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔“

نتیجے کے طور پر، پرامن ادوار کے دوران کسی مخالف کے خلاف جسمانی جارحیت کا مظاہرہ کرنا منع ہے۔ مزید برآں، یہ بہت ضروری ہے کہ جب دشمن جارحیت کا مظاہرہ کرنے سے باز آجائے تو مسلمانوں کو بھی ضبط نفس کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 193

لیکن اگر وہ باز آجائیں تو پھر خلاف ورزی کرنے والوں کے علاوہ کوئی جارحیت [یعنی حملہ]۔۔۔“
”نہیں ہوگی۔“

:اگر مخالف امن چاہتا ہے تو اسے منظور کیا جائے۔ باب 4 النساء، آیت 90

پس اگر وہ تم سے دور ہو جائیں اور تم سے جنگ نہ کریں اور صلح کی پیشکش کریں تو اللہ تعالیٰ“
نے تمہارے لیے ان کے خلاف جنگ کا کوئی سبب نہیں بنایا۔“

تیسرا اصول اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ شہریوں کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیے۔ مزید برآں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کے وقت عورتوں، بچوں، بوڑھوں، بیماروں، نیز راہبوں اور متولیوں کو نقصان پہنچانے سے مسلسل منع فرمایا ہے۔ اس ممانعت کی تائید متعدد احادیث سے ہوتی ہے جن میں سنن ابوداؤد نمبر 2614 اور مسند احمد نمبر 2728 شامل ہیں۔

اسلام کے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کے قتل کو واضح طور پر ممنوع قرار دیا۔ اس نے پھل دار درختوں کو تباہ کرنے، املاک کو نقصان پہنچانے اور مویشیوں کو مارنے سے بھی منع کیا۔ یہ ہدایت مصحف ابن ابی شیبہ نمبر 33121 میں درج ہے۔

اسلام کے دوسرے خلیفہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسلم فوجوں کو واضح طور پر ہدایت کی کہ وہ کسانوں جیسے غیر جنگجوؤں کو نقصان پہنچانے سے باز رہیں۔ یہ ہدایت مصحف ابن ابی شیبہ نمبر 33120 میں بھی موجود ہے۔

جب تصادم کے امکانات کا سامنا ہوتا ہے، مسلم کمیونٹی کو اپنی صلاحیتوں کی پوری حد تک تیاری کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس تیاری کا مقصد دشمن کو حملہ شروع کرنے سے روکنا ہے۔ اگر دشمن: امن کا خواہاں ہے تو اسے ان تک پہنچانا چاہیے۔ باب 8 انفال، آیات 60-61

اور ان کے مقابلے میں جو کچھ تم طاقت رکھتے ہو اور جنگی سواریاں تیار کرو جس سے تم اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو خوف زدہ کر سکو اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو اس کی طرف ”مائل ہو جاؤ۔

ایسے افراد کے خلاف اقدامات کرنا قابل قبول ہے جو مسلم کمیونٹی کے لیے اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کرتے۔ توبہ میں باب 9، آیات 12-13

اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین کو بدنام کریں تو کفر کے سرداروں" سے مقابلہ کرو، کیونکہ ان کے لیے کوئی قسمیں نہیں ہیں، کیا تم ان لوگوں سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا اور انہوں نے تم پر حملہ شروع کیا؟

اسلام ان افراد کے خلاف جارحانہ کارروائیوں سے منع کرتا ہے جو اپنی ذمہ داریوں کو نبھاتے ہیں۔
باب 9 توبہ آیت 7

پس جب تک وہ تمہاری طرف سیدھے ہیں، ان کے ساتھ سیدھے رہو، بے شک اللہ نیک لوگوں سے ”محبت کرتا ہے۔“

یہ واضح ہے کہ کسی بھی شخص کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جانا چاہئے، کیونکہ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جسے محض زبانی اظہار یا اعمال کے ذریعے اندر سے قبول کرنا ضروری ہے۔ باب 2
البقرہ، آیت 256

دین میں کوئی جبر نہیں ہوگا۔“

مسلمانوں کے ساتھ مثبت تعلقات کو فروغ دینے والے افراد کے ساتھ ہمیشہ منصفانہ سلوک کیا جائے گا۔ باب 60 الممتحنہ، آیات 8-9

اللہ تمہیں ان لوگوں سے نہیں روکتا جو تم سے دین کی وجہ سے نہیں لڑتے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالتے - ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کے ساتھ انصاف کرنے سے، بے شک اللہ عدل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، اللہ تمہیں صرف ان لوگوں سے منع کرتا ہے جو تم سے لڑتے ہیں۔... دین کے بارے میں اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکال دو اور تمہارے نکالنے میں مدد

جنگ میں مشغول ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ ہے۔ تاہم، ضرورت پڑنے پر مسلمان شرکت کرنے کے پابند ہیں، اگرچہ اس کی خواہش کے بغیر۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

تم پر جنگ فرض کی گئی ہے جبکہ وہ تمہارے لیے ناگوار ہے۔“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو تنازعات کی طرف مائل ہونے سے خبردار کیا اور اس کے بجائے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کی ترغیب دی۔ اس کے باوجود اگر انہیں دشمن کا سامنا کرنے پر مجبور کیا جائے تو انہیں ثابت قدم رہنا چاہیے۔ یہ مشورہ صحیح بخاری نمبر 2966 کی ایک حدیث میں موجود ہے۔

ان آیات کا بنیادی پیغام اس بات پر زور دیتا ہے کہ طاقت کا استعمال صرف ایک آخری حربہ ہونا چاہیے، جو ضروری ہے اس تک محدود ہو، اور قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق ہو۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے، ضروری ہے کہ کسی آیت یا حدیث کا مناسب تناظر میں جائزہ لیا جائے تاکہ اس کی مطابقت کو سمجھا جا سکے کہ یہ کون، کیا اور کہاں لاگو ہوتا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے افراد خواہ دانستہ یا غیر ارادی طور پر اختلاف سے متعلق آیات اور احادیث کی غلط

تشریح کرتے ہیں۔ ایک قابل ذکر مثال ایک آیت ہے جسے اکثر تلوار والی آیت کہا جاتا ہے، حالانکہ تلوار "کی اصطلاح قرآن پاک میں موجود نہیں ہے۔ باب 9 توبہ آیت 5"

اور جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں پکڑو اور ان کا "محاصرہ کرو اور ہر گھات کی جگہ پر ان کی تاک میں بیٹھو۔

جیسا کہ پہلے کہا گیا، یہ اعلان جنگ مخصوص شرائط اور امن معاہدوں تک محدود ہے۔ مزید برآں اس اور دیگر تقابلی آیات سے جڑے تاریخی سیاق و سباق کا گہرائی سے جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ غیر مسلموں کے ساتھ تصادم کو بھڑکانے کے لیے عالمی رہنما اصول کے طور پر کام نہیں کرتی ہیں۔ بنیادی طور پر، آیت لوگوں کے ایک مخصوص گروہ سے متعلق ہے، ایک مخصوص وقت کے فریم اور جغرافیائی علاقے کے اندر۔

تلوار کی آیت کے ارد گرد کی آیات متعدد مواقع پر واضح طور پر روشنی ڈالتی ہیں جن کا ذکر مشرکین نے کیا ہے وہ خاص طور پر وہ ہیں جنہوں نے بار بار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنے امن معاہدوں کی خلاف ورزی کی اور مسلم کمیونٹی اور اس کے اتحادیوں کے خلاف پرتشدد جارحیت کی کارروائیاں کیں۔ مثال کے طور پر، تلوار والی آیت سے فوراً پہلے والی آیت، معنی، باب 9 توبہ، آیت 4، بیان کرتی ہے 9

سوائے وہ لوگ جن سے تم نے مشرکوں کے درمیان معاہدہ کیا اور پھر انہوں نے تم سے کسی چیز میں کوتاہی نہیں کی اور نہ ہی تمہارے خلاف کسی کی حمایت کی، تو ان کے لیے ان کے عہد کو ان "کی میعاد ختم ہونے تک پورا کرو، بے شک اللہ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔

:اس کے بعد ایک متعلقہ آیت، باب 9 توبہ، آیت 7 میں ایک اور ہدایت ہے

مشرکوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی معاہدہ کیسے ہو سکتا ہے، سوائے ان کے "جن سے تم نے مسجد الحرام میں معاہدہ کیا ہے، جب تک وہ تمہاری طرف سیدھے ہیں، ان کے ساتھ "سیدھے رہو، بے شک اللہ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔"

جنگ کا سامنا کرنے والے ان مشرکوں نے جو اقدامات کیے تھے، ان کا ذکر دیگر متعلقہ آیات میں کیا گیا ہے۔ توبہ میں باب 9، آیات 8-10

کیسے ہو سکتا ہے کہ اگر وہ تم پر غلبہ حاصل کر لیں تو وہ تمہارے بارے میں کسی عہد و پیمان کی "پاسداری نہیں کرتے، منہ سے تم کو مطمئن کرتے ہیں، لیکن ان کے دل انکار کرتے ہیں، اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں، انہوں نے اللہ کی نشانیوں کو تھوڑی سی قیمت کے بدلے بدل دیا ہے، اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت اور برائی تھی۔ وہ کسی مومن کے ساتھ رشتہ داری یا حفاظت کے عہد کی پاسداری نہیں کرتے اور وہی لوگ فاسق ہیں۔"

:اور باب 9 توبہ، آیات 12-13

اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین کو بدنام کریں تو کفر کے سرداروں "سے لڑو، کیونکہ ان کے لیے کوئی قسمیں نہیں ہیں، [ان سے لڑو] کہ وہ باز آجائیں، کیا تم ان لوگوں سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا، اور انہوں نے تم "پر حملہ شروع کیا؟"

ان مخصوص مشرکوں نے مسلسل اپنے معابدوں کی خلاف ورزی کی اور اسلام کی مخالفت میں دوسروں کی مدد کی۔ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف دشمنی پر اکسایا، لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے روکا، اور مسلمانوں کو مکہ اور مسجد الحرام سے نکال دیا۔ مسلمانوں کے خلاف ان کے جرائم کا ذکر آیات میں کم از کم آٹھ بار آیا ہے۔

باب 9، توبہ، آیت 12 میں، جس کا پہلے حوالہ دیا گیا تھا، 'کفر کے رہنماؤں' کا مقابلہ کرنے کا مقصد انہیں اپنے مخالفانہ اقدامات کو 'بند کرنے' پر مجبور کرنا ہے۔ یہ آیات، دیگر کے ساتھ، جنگ کے دوران مخصوص حالات پر عمل کرنے کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہیں، جیسے کہ صرف ان لوگوں کے ساتھ مشغول ہونا جو ان کے خلاف تنازعات کو ہوا دیتے ہیں۔

مزید برآں، ان مشرکوں کو اب بھی متعدد تنبیہات اور مواقع پیش کیے گئے۔ انہیں چار ماہ کی مہلت اور امن کی مدت دی گئی۔ باب 9 توبہ آیت 2:

"پس اے کافرو، چار مہینے پورے ملک میں سفر کرو، لیکن جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔"

:اور باب 9 توبہ آیت 5

اور جب غضبناک [چار] مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں پکڑو اور ان ”
“کا محاصرہ کرو اور ہر گھات کی جگہ پر ان کی تاک میں بیٹھو۔

یہ مہلت انہیں یہ اختیار دینے کے لیے فراہم کی گئی تھی کہ وہ یا تو اسلام قبول کر لیں یا جزیرہ نما
عرب کو پر امن طریقے سے چھوڑ دیں۔ مزید برآں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت
کی گئی کہ وہ ان مشرکوں میں سے کسی کو بھی تحفظ فراہم کریں جو اس کی درخواست کرے، اس
طرح انہیں اجازت دی جائے کہ وہ بغیر کسی خوف اور دباؤ کے اسلام کی تعلیمات کی تحقیق کریں، یا
متبادل طور پر جزیرہ نما عرب سے پر امن طریقے سے بغیر کسی نقصان کے باہر نکل جائیں۔ باب 9
توبہ آیت 6:

،اور اگر مشرکوں میں سے کوئی تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو تاکہ وہ اللہ کا کلام سن لے ”
“پھر اسے اس کے امن کی جگہ پہنچا دو، یہ اس لیے کہ وہ لوگ نہیں جانتے۔

تلوار کی آیت میں جنگ اور مشرکوں کی بے دخلی سے متعلق جو ہدایات بیان کی گئی ہیں ان پر عمل
صرف اس صورت میں ہو گا جب وہ چار ماہ کی رعایتی مدت کے بعد اسلام قبول کیے بغیر جزیرہ نما
عرب میں رہنے کا انتخاب کریں، کیونکہ یہ اسلام کے خلاف اعلان جنگ کے طور پر دیکھا جائے گا۔
یہ جاننا ضروری ہے کہ متعدد مشرکوں نے اسلام قبول کرنے کے لیے اس رعایتی دور کا فائدہ اٹھایا۔
اس مہلت کی وجہ سے، دشمنی روک دی گئی، اور تلوار والی آیت کے نتیجے میں کوئی خونریزی
نہیں ہوئی، جس کا مقصد مزید تشدد کو روکنا تھا، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مشرک یا تو اسلام
قبول کر لیں یا پر امن طریقے سے جزیرہ نما عرب سے نکل جائیں۔

خلاصہ یہ کہ سیاق و سباق کی آیات اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ تلوار والی
آیت کا ضروری پس منظر پیش کرتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیات خاص طور پر بعض دشمن

مشرکوں کے حملوں کو روکنے کے لیے نازل ہوئی ہیں جو مسلم کمیونٹی کو نشانہ بناتے ہیں۔ اس لیے بعد میں آنے والے دوسروں پر ان کا اطلاق اندھا دھند نہیں ہونا چاہیے۔

باب 9 توبہ آیت 36

اور کافروں سے مل کر لڑو جس طرح وہ تم سے مل کر لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

نیک کوششوں میں اتحاد صرف اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے جب گروپ کا ہر فرد ایک مشترکہ مقصد رکھتا ہو: اللہ تعالیٰ کے سامنے حقیقی تسلیم۔ تاریخی شواہد واضح کرتے ہیں کہ مادیت پر مبنی محرکات، جیسے کہ دولت یا نسب پر مبنی اتحاد بنیادی طور پر غیر مستحکم ہوتا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ بگڑ جاتا ہے۔ جب دنیاوی مشاغل کی خرابیاں ان کے فوائد سے بڑھ جاتی ہیں، تو باہمی تعلقات جلد ہی ٹوٹ جاتے ہیں، جس کے نتیجے میں دوسروں کے ساتھ نئی رفاقتیں قائم ہوتی ہیں۔ قوموں، مجرمانہ، تنظیموں اور خاندانوں کی تاریخ کا جائزہ اس ناقابل تردید سچائی کی تصدیق کرتا ہے۔ اس کے برعکس جو مسلمان اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی عقیدت میں متحد ہیں، وہ دنیاوی حالات کے نشیب و فراز کے باوجود اپنی لچک کو برقرار رکھیں گے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی محدود تعداد اور وسائل کے باوجود زیادہ طاقتور قوموں پر فتح کیوں حاصل کی۔

عام طور پر، جیسے جیسے وقت آگے بڑھتا ہے، مسلم رشتہ داروں کا الگ ہو جانا اور ان مضبوط رشتوں سے محروم ہونا کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے جنہیں وہ کبھی بانٹتے تھے۔ کئی عوامل اس رجحان میں حصہ ڈالتے ہیں، لیکن ایک اہم پہلو وہ بنیاد ہے جس پر ان کے والدین اور بزرگوں نے ان کے تعلقات قائم کیے تھے۔ یہ بڑے پیمانے پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ کمزور بنیاد کے ساتھ ایک ڈھانچہ خراب ہونے کا خطرہ ہے یا گر سکتا ہے۔ اسی طرح، جب باہمی تعلقات کی بنیاد ہی ناقص ہوتی ہے، تو وہ روابط لازمی طور پر کمزور یا بکھر جاتے ہیں۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ان کا رشتہ قائم کیا۔ اس کے برعکس، آج بہت سے مسلمان قبائلی، بھائی چارے، یا معاشرتی قبولیت میں جڑی وجوہات کی بنا پر افراد کو جمع کرتے ہیں۔ اگرچہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رشتہ خون سے نہیں تھا، لیکن ان کے روابط کی مضبوطی ایک مضبوط بنیاد سے پیدا ہوئی تھی - اللہ تعالیٰ سے ان کی مشترکہ عقیدت - جس نے ان کے تعلقات کو فروغ دیا۔ اس کے برعکس، آج بہت سے مسلمان، خون کے رشتے دار ہونے کے باوجود، خود کو وقت کے ساتھ ساتھ الگ ہوتے ہوئے پاتے ہیں کیونکہ ان کے روابط کی بنیاد جھوٹ پر مبنی ہے، جیسے کہ قبائلیت اور اسی طرح کے نظریات۔

مسلمانوں کو یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ اگر وہ اپنے رشتوں کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں اور خاندانی رشتوں کو برقرار رکھنے اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے کے اہم فریضے کا اجر حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لیے رابطہ قائم کرنا چاہیے۔ اس اصول کا خلاصہ یہ ہے کہ افراد کو ایسے طریقوں سے مشغول اور تعاون کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو۔ یہ ہدایت: قرآن پاک میں واضح طور پر بیان کی گئی ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

جب تک کوئی اس طرز فکر پر قائم رہے گا وہ دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل کرے گا تاکہ وہ ان تمام حالات پر قابو پالے جن کا سامنا کرنا پڑتا ہے، خواہ آسانی کا وقت ہو یا مشکل کا: جس سے دونوں جہانوں میں انہیں ذہنی سکون حاصل ہو گا۔ باب 9 توبہ آیت 36

“اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔“

مزید برآں، تقویٰ کا ایک پہلو، جو راستبازی کو ظاہر کرتا ہے، اس میں بعض جائز اعمال سے پرہیز کرنا شامل ہے، اس خدشے کی وجہ سے کہ وہ کسی کو حرام کی طرف لے جا سکتے ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 187:

”یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں، ان کے قریب نہ جاؤ۔“

اللہ تعالیٰ نے محض اپنی حدود سے تجاوز کرنے سے منع نہیں کیا۔ بلکہ اس نے واضح طور پر ہدایت کی کہ لوگ اس کی حدود کے قریب بھی نہ آئیں۔ یہ ہدایت پورے قرآن پاک میں دہرائی گئی ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت کے درخت سے پرہیز کرنے کی تاکید فرمائی، لیکن اس درخت کے قریب جانا جائز ہونے کے باوجود اس کے پاس جانے سے بھی منع فرمایا۔ باب 7 الاعراف، آیت 19:

اور اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

متعدد مثالیں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ کسی عمل کی محض قانونی حیثیت اس کی مناسبت پر دلالت نہیں کرتی۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود تک پہنچنا ممنوع نہیں، ان حدود سے تجاوز کرنا ہے۔ بعض جائز اعمال، خاص طور پر وہ جو بیہودہ ہیں، ان سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ وہ اکثر غیر قانونی رویے کی راہ ہموار کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، اگرچہ فضول گفتگو کو گناہ کے طور پر درجہ بندی نہیں کیا گیا ہے، لیکن یہ غیبت اور بے ایمانی جیسے گناہ کے کاموں کا باعث بن سکتی ہے۔ اسی طرح مال کی فضول خرچی بھی فضول خرچی کی صورت میں نکل سکتی ہے جسے گناہ سمجھا جاتا ہے۔ باب 17 الاسراء، آیت 27:

بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا کبھی ناشکرا رہا” ہے۔

راہِ راست سے بھٹکنے والے افراد کی اکثریت نے ایسا تدریجی عمل سے کیا ہے۔ مثال کے طور پر وہ ابتدائی طور پر غیر قانونی معاملات میں براہِ راست ملوث ہونے کے بغیر مشغول ہوئے، اور وقت گزرنے کے ساتھ، آہستہ آہستہ ان کی حوصلہ افزائی کی گئی اور ان غیر قانونی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا لالچ دیا گیا۔ مثال کے طور پر، ایک فرد جو الکحل پینے والوں کے ساتھ وقت گزارتا ہے اس کے آخر کار اس میں حصہ لینے کا امکان اس شخص کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے جو الکحل کے صارفین سے تعلق نہیں رکھتا۔ بعض حلال امور خصوصاً فضول چیزوں سے پرہیز کرنے کی یہ ذہنیت وہ چیز ہے جس کی تاکید حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2451 میں درج ایک حدیث میں فرمائی ہے۔ درحقیقت آپ نے یہ نصیحت کی ہے کہ کوئی شخص حقیقی تقویٰ حاصل نہیں کر سکتا، یعنی وہ اس وقت تک مستقل طور پر نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اسلامی اصولوں کے ساتھ بہترین طریقے سے استفادہ نہ کر لے۔ کچھ حلال معاملات کو اس خدشے کے پیش نظر چھوڑ دیں کہ یہ انہیں غیر قانونی کاموں کی طرف لے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ ضروری ہے کہ نہ صرف غیر قانونی کاموں سے بچنے پر توجہ مرکوز کی جائے بلکہ بعض حلال امور سے بھی پرہیز کیا جائے خاص طور پر فضول چیزوں سے، اس خوف کی وجہ سے کہ وہ بالآخر حرام کی طرف لے جائیں۔ یہ نقطہ نظر اس بات کو یقینی بنانے میں مدد کرے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلصانہ اطاعت میں ثابت قدم رہیں، جس میں ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا ہوگا، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ عمل راستبازی کے جوہر کو مجسم کرتا ہے اور ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کے ذریعے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھنے کے ذریعے دنیا اور آخرت دونوں میں سکون کو فروغ دیتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 187

”اس طرح اللہ لوگوں کے لیے اپنی آیات کو واضح کرتا ہے تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں۔“

:اور باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود تک پہنچنے سے اجتناب کی اہمیت کو نہیں سمجھتے، وہ مباح معاملات میں بالخصوص فضول مشاغل میں حد سے زیادہ مشغول ہو جاتے ہیں۔ یہ رویہ غیر قانونی کاموں میں ملوث ہونے کے امکانات کو بڑھاتا ہے اور ان پر دی گئی نعمتوں کے غلط استعمال کا باعث بنتا ہے۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو ذہنی اور جسمانی عدم توازن کی حالت میں پائیں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی چاہے وہ کچھ مادی آسائشوں کا تجربہ کریں۔ آخر کار وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار اور قدرت سے نہیں بچ سکتے۔ یہ خاص طور پر ان افراد کی زندگیوں میں قابل مشاہدہ ہے جو اس طرح کے طرز عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں، بشمول امیر لوگ۔ باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جس کے بدلے میں وہ کماتے تھے۔"

:اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ

رہا تھا؟) اللہ تعالیٰ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے انہیں بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ عرب کے غیر مسلم مہینوں کی ترتیب کو تبدیل کر دیتے ہیں تاکہ حرمت والے مہینوں میں لڑائی کو جائز ٹھہرایا جاسکے اور اس طرح وہ حلال ہو جائیں جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 37

درحقیقت، [مقدس مہینوں میں پابندی کا] ملتوی کرنا کفر میں اضافہ ہے جس سے کافر گمراہ ہوتے ہیں، وہ ایک سال اسے حلال اور دوسرے سال حرام کر دیتے ہیں تاکہ اللہ کی حرام کردہ تعداد کے مطابق ہو اور جس چیز کو اللہ نے حرام کیا ہے اسے حلال کر دے۔

مسلمان بھی ایسا ہی رویہ اختیار کر سکتے ہیں جس کے تحت وہ اسلام کے احکام کو بدل دیتے ہیں جب وہ مذہبی بدعات پر عمل کرتے رہتے ہیں۔ یہ رجحان اس وقت پیدا ہوتا ہے جب لوگ رہنمائی کے دو بنیادی ذرائع کے بجائے مذہبی علم کے متبادل ذرائع پر انحصار کرتے ہیں: قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ درحقیقت، ان متبادل ذرائع پر جتنا زیادہ انحصار ہوگا، یہاں تک کہ اگر وہ بظاہر مثبت نتائج کا باعث بنتے ہیں، لوگ رہنمائی کے دو بنیادی ذرائع کے ساتھ اتنے ہی کم تعامل کریں گے، جو بالآخر گمراہی کی صورت میں نکل سکتے ہیں۔ اس مسئلہ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجاگر کیا ہے، جنہوں نے سنن ابو داؤد نمبر 4606 میں درج ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ ہر وہ بات جو ہدایت کے دو منابع میں نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا۔ مزید برآں، مذہبی علم کے دیگر ذرائع پر زیادہ انحصار افراد کو ایسے طریقوں کو اپنانے پر مجبور کر سکتا ہے جو اسلام کی ضروری تعلیمات سے متصادم ہوں۔ یہ بتدریج انحراف ایک طریقہ کار کے طور پر کام کرتا ہے جس کے ذریعے شیطان افراد کو گمراہ کرتا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 37

ان کے لیے ان کے اعمال کی برائی ہے۔“

مثال کے طور پر، مشکلات کا سامنا کرنے پر، کسی شخص کو بعض روحانی طریقوں میں مشغول ہونے کا اشارہ کیا جا سکتا ہے جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں۔ اگر یہ شخص بے خبر ہو اور دینی علم کے متبادل ذرائع پر عمل کرنے کا عادی ہو گیا ہو تو وہ آسانی سے اس دھوکے کا شکار ہو جاتا ہے اور ایسی روحانی سرگرمیوں میں حصہ لینا شروع کر دیتا ہے جو براہ راست اسلامی اصولوں سے متصادم ہوں۔ نتیجے کے طور پر، وہ اللہ، برگزیدہ، اور کائنات کے بارے میں ایسے عقائد بھی پیدا کرنا شروع کر سکتے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں، جیسے کہ یہ خیال کہ افراد یا مافوق الفطرت مخلوق اپنی تقدیر کو کنٹرول کر سکتے ہیں، کیونکہ ان کی سمجھ کی تشکیل ہدایت کے دو بنیادی ذرائع کے علاوہ دیگر ذرائع سے ہوتی ہے۔ ان گمراہ کن طریقوں اور عقائد میں سے کچھ سراسر کفر کا باعث بن سکتے ہیں۔ اس لیے ایک مسلمان غیر ارادی طور پر مذہبی علم کے متبادل ذرائع پر انحصار کرنے کے رجحان کے نتیجے میں اپنے ایمان سے دستبردار ہو سکتا ہے۔ لہذا ایسی مذہبی بدعات میں حصہ لینا جن کی بنیاد ہدایت کے دو اہم ذرائع میں نہیں ہے، شیطان کے راستے پر چلنے کے مشابہ ہے۔ باب 9 توبہ آیت 37:

”ان کے لیے ان کے اعمال کی برائی خوش آئند ہے اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

جب اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں مومنین کو طلب کرتا ہے، تو اس کی دعوتیں اکثر ان کے زبانی اعلان ایمان کی حمایت سے منسلک ہوتی ہیں۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ عقیدے کا زبانی اعلان اسلام میں غیر متعلقہ اعمال کے کم سے کم اہمیت رکھتا ہے۔ اعمال ضروری ثبوت اور ثبوت کے طور پر کام کرتے ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں میں اجر اور رحمت حاصل کرنے کے لیے حاصل کرنا ضروری ہے۔ جس طرح پھل دینے والا درخت تب ہی قیمتی سمجھا جاتا ہے جب وہ پھل دیتا ہے، اسی طرح ایمان بھی تب ہی فائدہ مند ہوتا ہے جب وہ مثبت اعمال میں ظاہر ہو۔ اس معاملے میں، مسلمانوں کو ظلم اور جارحیت کے خلاف لڑنے کی ترغیب دینے کے بعد، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر تنقید کی جو اس پر ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت کرنے میں ناکام رہے۔ باب 9 توبہ آیت 38:

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو“
”تو تم زمین پر جم جاتے ہو؟“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کی طرف ہجرت کے نویں سال اللہ تعالیٰ نے انہیں زبردست بازنطینی سلطنت کے خلاف جنگ میں حصہ لینے کا حکم دیا۔ یہ ہدایت اس وقت آئی جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خفیہ اطلاع ملی کہ بازنطینی اسلام کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کو پہچان کر مسلمانوں کے خلاف حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ چنانچہ یہ صورت حال جنگ تبوک پر منتج ہوئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سخت گرمی اور موسم کی تکلیف کے باوجود جنگ تبوک کے لیے تیار رہنے کی تاکید کی۔ مزید برآں، اس مہم میں ایک طویل اور مشکل سفر شامل تھا۔ بالآخر، 30,000 سپاہیوں کے دستے نے اس مقصد کے لیے ریلی نکالی، حالانکہ کچھ نے غفلت یا منافقت کی وجہ سے شرکت کرنے سے گریز کیا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں متعدد آیات نازل کیں جن میں ان افراد کو نصیحت کی گئی تھی، جیسے کہ باب 9 توبہ، آیت 38:

اے ایمان والو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم زمین پر“
جم جاتے ہو، کیا تم آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی پر راضی ہو؟ لیکن آخرت کے مقابلے میں دنیا
”کی زندگی کا مزہ کیا ہے سوائے تھوڑے کے۔“

،اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 4، صفحہ 1 اور امام واحدی کی، اصحاب النزول ، 9:38
صفحہ 87 میں بحث کی گئی ہے ۔

عام طور پر، زندگی میں، ایک مسلمان کو ہمیشہ آسانی اور مشکل دونوں کے ادوار کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ ایک آفاقی سچائی ہے کہ کوئی بھی فرد محض چند چیلنجوں کا سامنا کیے بغیر سکون کے اوقات کا تجربہ نہیں کرتا۔ تاہم، یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ، اپنی فطری طور پر چیلنجنگ نوعیت کے

باوجود، مشکلات کسی کی حقیقی عظمت اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کو ظاہر کرنے اور پیدا کرنے کے راستے کے طور پر کام کرتی ہیں۔ مزید برآں، یہ اکثر مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ لوگ مشکل وقت کے دوران آسانی کے ادوار کی نسبت زیادہ اہم زندگی کے اسباق حاصل کرتے ہیں۔ مزید برآں، لوگ سکون کے بجائے مشکلات کے تجربات کے بعد اکثر مثبت تبدیلیوں سے گزرتے ہیں۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے اس پر غور کرنا بہت ضروری ہے۔ درحقیقت، قرآن پاک کا گہرائی سے جائزہ لینے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ پیش کی گئی زیادہ تر حکایتیں، بشمول اس ایک، چیلنجز کے گرد گھومتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی عظمت مشکلات کے نہ ہونے میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ثابت قدم رہنے، اس کے احکام پر عمل کرنے، اس کی ممانعتوں سے بچنے اور تقدیر کا صبر کے ساتھ مقابلہ کرنے میں پائی جاتی ہے۔ یہ اصول اس حقیقت سے ثابت ہے کہ اسلامی تعلیمات میں مذکور ہر اہم آزمائش ان لوگوں کے لیے حتمی کامیابی پر منتج ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہتے ہیں۔ اس لیے ایک مسلمان کو مشکلات کی موجودگی سے مایوس نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ لمحات مخلصانہ اطاعت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی حقیقی بندگی کا اثبات کرتے ہوئے سبقت حاصل کرنے کے مواقع فراہم کرتے ہیں۔ یہ فہم دنیا اور آخرت دونوں میں حتمی کامیابی حاصل کرنے کی بنیاد ہے۔

مزید برآں، چیلنجز کا سامنا ان لوگوں کو ممتاز کرتا ہے جو حقیقی طور پر اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں، ان لوگوں سے جو محض الفاظ کے ذریعے اس پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ شخص جو مشکل وقت میں اللہ تعالیٰ کے احکام پر ثابت قدمی سے عمل کرتا ہے، اسلامی اصولوں کے مطابق عطا کردہ نعمتوں کو بروئے کار لاتا ہے، اللہ تعالیٰ پر اپنے ایمان کا ثبوت دیتا ہے، کیونکہ آرام کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا آسان ہوتا ہے۔ مزید برآں، ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ مضبوط ایمان پیدا کرنے کی کوشش کرے، کیونکہ یہ ان کی مدد کرے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو برقرار رکھنے میں، سازگار اور منفی دونوں صورتوں میں۔ علم کے حصول اور قرآن پاک میں موجود واضح دلائل و شواہد اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے اطلاق سے پختہ ایمان پیدا ہوتا ہے، جو واضح کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کتنی مخلصانہ اطاعت سے دونوں جہانوں میں سکون ملتا ہے۔ اس کے برعکس جو شخص اسلامی تعلیمات سے بے خبر رہے گا وہ کمزور ایمان کا حامل ہوگا۔ ایسا شخص جب بھی ان کی خواہشات میں تصادم ہوتا ہے تو آسانی سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے کیونکہ وہ یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حق میں اپنی خواہشات کو ترک کرنا دونوں جہانوں میں سکون کا باعث ہے۔ باب 9 توبہ آیت 38

اے ایمان والو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم زمین پر "جم جاتے ہو، کیا تم آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی پر راضی ہو؟ لیکن آخرت کے مقابلے میں دنیا "کی زندگی کا مزہ کیا ہے سوائے تھوڑے کے۔"

چنانچہ اسلامی علم کو حاصل کرنے اور اس پر عمل پیرا ہو کر ایمان کا یقین حاصل کرنا ضروری ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہمہ وقت استقامت کو یقینی بنایا جائے۔ یہ عمل اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کے صحیح استعمال پر مشتمل ہے۔ اس طرح کا طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی ہم آہنگی کو فروغ دے کر اور لوگوں اور عناصر کو اپنی زندگی میں مناسب پوزیشن دینے کے ساتھ ساتھ قیامت کے دن ان کے جوابدہی کے لیے مناسب تیاری کر کے ذہنی سکون کی ضمانت دے گا۔

باب 9 توبہ آیت 38:

”کیا تم آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی سے مطمئن ہو؟ لیکن آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کا“ مزہ کیا ہے سوائے تھوڑے کے۔“

سنن ابن ماجہ نمبر 4108 میں درج ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مادی دنیا، آخرت کے مقابلے میں، پانی کے ایک قطرے کے برابر سمندر کے برابر ہے۔

یہ تشبیہ اس لیے پیش کی گئی تھی کہ لوگوں کو آخرت کے مقابلے میں مادی دنیا کی اہمیت کو سمجھنے میں مدد ملے۔ تاہم، یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ ان دونوں جہانوں کا صحیح معنوں میں موازنہ نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ مادی دنیا عارضی ہے جبکہ آخرت لازوال ہے۔ جوہر میں، محدود کو لامحدود کے

برابر نہیں کیا جا سکتا۔ مادی دنیا کو چار اہم شعبوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: شہرت، دولت، طاقت، اور سماجی تعلقات، بشمول خاندان اور دوست۔ ان زمروں میں کسی کو دنیاوی نعمتوں سے قطع نظر وہ ہمیشہ ناقص، عارضی ہوں گی اور بالآخر موت کے ذریعے ان سے محروم ہو جائیں گی۔ اس کے برعکس آخرت کی نعمتیں ابدی اور بے عیب ہیں۔ اس طرح، اس تناظر میں، مادی دنیا محض ایک قطرہ ہے جب ایک لامحدود سمندر کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے۔

مزید برآں، کسی فرد کو اس دنیا میں لمبے عرصے تک رہنے کا یقین نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ موت کا وقت غیر یقینی رہتا ہے۔ اس کے برعکس ہر شخص کو موت کا سامنا کرنے اور آخرت میں داخل ہونے کا یقین ہے۔ لہذا، مستقبل کے دن کے لیے کوششوں کو ترجیح دینا غیر دانشمندی ہے، جیسے ریٹائرمنٹ، جو کبھی نہیں آسکتی، آخرت کے لیے کوشش کرنے پر، جو کہ ایک یقینی بات ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا کو چھوڑ دینا چاہیے، کیونکہ یہ ایک پل کا کام کرتا ہے جس سے آخرت تک پہنچنے کے لیے محفوظ ہونا ضروری ہے۔ بلکہ ایک مسلمان کو اس مادی دنیا سے صرف وہی حاصل کرنا چاہیے جو اس کی اپنی اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ضروری ہے، اسلامی تعلیمات کے مطابق فضول خرچی، اسراف یا اسراف سے بچتے ہوئے اس کے بعد انہیں چاہیے کہ وہ اپنی بقیہ کوششیں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے، اس کی ممنوعات سے پرہیز کرتے ہوئے اور تقدیر کا صبر کے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کے مطابق مقابلہ کرتے ہوئے ابدی آخرت کی تیاری کے لیے وقف کریں۔ یہ طریقہ اس بات کی ضمانت دے گا کہ کوئی شخص ان نعمتوں کو اس طریقے سے استعمال کرے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو۔ نتیجتاً یہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کے ذریعے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھ کر اور روز قیامت اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کر کے: دونوں جہانوں میں ذہنی سکون اور کامیابی کا باعث بنے گا۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

ایک عاقل شخص پانی کے ایک قطرے کو لامحدود سمندر سے زیادہ اہمیت نہیں دے گا، بالکل اسی طرح جیسے ایک سمجھدار مسلمان فانی مادی دنیا کو ابدی آخرت سے زیادہ اہمیت نہیں دے گا۔ باب 9
توبہ آیت 38

کیا تم آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی سے مطمئن ہو؟ لیکن آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کا
”مزہ کیا ہے سوائے تھوڑے کے۔“

چونکہ معاشرے کے بیشتر افراد بشمول بہت سے مسلمان اس حقیقت کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں اور نتیجتاً اپنے وسائل اور کوششیں دنیاوی لذتوں کے حصول میں لگا دیتے ہیں، لہذا یہ ضروری ہے کہ مروجہ معاشرتی رائے پر غیر تنقیدی طور پر عمل کرنے سے گریز کریں۔ اس طرح کی مطابقت کسی کو صرف ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کی ترغیب دے گی۔ نتیجے کے طور پر، افراد کو ذہنی اور جسمانی دونوں طرح کے خلل کا سامنا کرنا پڑے گا، وہ اپنی ترجیحات اور تعلقات کو غلط طریقے سے الگ کر دیں گے، اور آخرکار اس احتساب کے لیے ان کی تیاری میں رکاوٹ بنیں گے جس کا انہیں قیامت کے دن سامنا کرنا پڑے گا۔ اس سے دونوں جہانوں میں تناؤ، رکاوٹیں اور مشکلات پیدا ہوں گی، خواہ وہ کچھ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ حقیقت میں، اکثریت کا اتفاق ہمیشہ درست نہیں ہے۔ تاریخی شواہد نے مستقل طور پر یہ ثابت کیا ہے کہ نئی معلومات اور تفہیم کی آمد کے ساتھ وسیع پیمانے پر رکھے گئے عقائد کو غلط ثابت کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ ایک زمانے میں رائج غلط فہمی کہ زمین چپٹی ہے۔ اکثریتی نقطہ نظر کے مطابق سوچ سمجھ کر مویشیوں کی طرح برتاؤ کرنے سے گریز کرنا بہت ضروری ہے، کیونکہ یہ اکثر دنیاوی اور مذہبی روحانی معاملات میں گمراہ کن فیصلوں پر منتج ہوتا ہے۔ باب 6 الانعام، آیت 116

اور اگر تم زمین والوں میں سے اکثر لوگوں کی بات مانو گے تو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں
”گے، وہ صرف گمان کی پیروی نہیں کرتے اور وہ صرف گمان نہیں کرتے۔“

بلکہ، افراد کو علم اور شواہد کی بنیاد پر ہر صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے انہیں عطا کردہ استدلال اور عقل کو بروئے کار لانا چاہیے، اس طرح انہیں باخبر انتخاب کرنے کے قابل بنانا چاہیے، یہاں تک کہ جب یہ انتخاب اکثریت کے غالب خیالات سے مختلف ہوں۔ درحقیقت، اسلام اسی وجہ سے مذہبی معاملات میں دوسروں کی غیر تنقیدی تقلید کی سخت مذمت کرتا ہے اور اس طرح مسلمانوں کو علم حاصل کرنے اور اسلامی تعلیمات کو فہم کے ساتھ لاگو کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ باب 12 یوسف، آیت 108:

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں

چونکہ جنگ تبوک میں حصہ لینا تمام اہل افراد پر فرض تھا، جیسا کہ ان کے اس پر ایمان لانے کی واضح علامت تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کرنے والوں پر سخت تنقید کی۔ باب 9: توبہ آیت 39

اگر تم نہ نکلو گے تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا اور تم"

"اسے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ان کو متنبہ کرتے ہوئے کہ وہ ان کو دوسرے لوگوں سے بدلنے کی صلاحیت رکھتا ہے جو حقیقی طور پر اس کے تابع ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ اس کے ساتھ ان کی تعمیل بالآخر ان کے اپنے فائدے کے لیے ہے۔ درحقیقت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت، نعمتوں کے صحیح استعمال کے ذریعے ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کو حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں مناسب طور پر پوزیشن میں رکھ کر اور قیامت کے دن ان کے جوابدہی کے لیے مناسب تیاری کر کے ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔ اس سچائی کو پہچاننا تکبر کو روکتا ہے، جو اس وقت ظاہر ہو

سکتا ہے جب کوئی غلطی سے یہ سمجھے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل کر کے وہ اللہ تعالیٰ کا احسان کر رہے ہیں۔ اس طرح کا تکبر ان کے اللہ تعالیٰ کے سامنے حقیقی سر تسلیم خم کرنے میں رکاوٹ بن سکتا ہے، خاص طور پر جب ان کے ذاتی میلانات اس کی ہدایتوں سے متصادم ہوں، جو لازماً انہیں سیدھے راستے سے ہٹا دے گی۔ اس کے برعکس، جو لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کا ایمان اور عزم بالآخر ان کے اپنے مفادات کے لیے ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی پیدا کریں گے، اور مشکلات اور آسانی کے دونوں دور میں اپنی اطاعت میں ثابت قدم رہیں گے۔ مشکل حالات میں، وہ صبر کا مظاہرہ کریں گے، اور آرام کے اوقات میں، وہ شکریہ ادا کریں گے۔ نیت میں شکرگزاری کا مطلب صرف اللہ کو راضی کرنے کے لیے عمل کرنا ہے، جب کہ الفاظ میں شکرگزاری کا اظہار مہربان الفاظ یا خاموشی کے ذریعے کیا جا سکتا ہے۔ مزید برآں، اعمال میں شکرگزاری میں ان نعمتوں کو مناسب طریقے سے استعمال کرنا شامل ہے جو ان کو عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ صبر کا تقاضا ہے کہ قول و فعل دونوں میں شکایات سے پرہیز کیا جائے، جبکہ اللہ تعالیٰ کی مسلسل اطاعت کرتے ہوئے، اس یقین کے ساتھ کہ وہ ہمیشہ اس بات کا انتخاب کرتا ہے جو ان کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہے، یہاں تک کہ جب: باب 2 البقرہ، آیت 216 یہ فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

نتیجتاً، جو شخص ہر طرح کے حالات میں صحیح طرز عمل میں لگا رہتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثابت قدمی اور رحمت حاصل ہوگی۔ یہ اس زندگی اور آخرت دونوں میں سکون کا باعث بنتا ہے جیسا کہ صحیح مسلم نمبر 7500 میں درج ایک حدیث سے ظاہر ہے۔

مزید برآں، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے تکبر اختیار کرنے کا یہ موقع بھی ختم کر دیا کہ وہ جھوٹا عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے، انہیں یاد دلاتے ہوئے کہ اس نے کس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی جب وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوئے۔ ان کی مدینہ ہجرت کے دوران، برسوں پہلے۔ باب 9 توبہ آیت 40:

اگر تم نبی کی مدد نہ کرو گے تو اللہ پہلے ہی ان کی مدد کر چکا ہے جب کہ کافروں نے انہیں دو” میں سے ایک کی طرح (مکہ سے) نکال دیا تھا، جب وہ غار میں تھے اور آپ نے اپنے ساتھی سے کہا: غم نہ کرو۔ بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے ”اور اللہ نے اس پر اپنا سکون نازل کیا اور ان فرشتوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہیں دیکھے تھے اور کافروں کی بات کو سب سے پست قرار دیا، جب کہ اللہ کا کلمہ سب سے بلند ہے۔

مدینہ کی طرف ہجرت کے دوران حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوہ ثور کی غار میں پناہ لی۔ ان کا تعاقب مکہ کے غیر مسلموں کی طرف سے کیا جا رہا تھا جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ بالآخر غیر مسلموں نے اس غار کا پتہ لگایا جہاں وہ چھپے ہوئے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اگر غیر مسلم اپنے قدموں کی طرف جھانکیں تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غار کے اندر چھپے ہوئے دیکھیں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا اظہار کیا کہ ان کی فکر اپنی حفاظت کی نہیں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہی کے لیے تھی۔ اس کے جواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں تسلی دی کہ وہ پریشان نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کا تیسرا ساتھی تھا۔ اس پر صحیح بخاری نمبر 3922 اور ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 2، صفحہ 159-160 میں موجود ایک حدیث میں بحث کی گئی ہے۔ باب 9 توبہ آیت 40-160

اگر تم نبی کی مدد نہ کرو گے تو اللہ پہلے ہی ان کی مدد کر چکا ہے جب کہ کافروں نے انہیں دو” میں سے ایک کی طرح (مکہ سے) نکال دیا تھا، جب وہ غار میں تھے اور آپ نے اپنے ساتھی سے کہا: غم نہ کرو۔ بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے ”اور اللہ نے اس پر اپنا سکون نازل کیا اور ان فرشتوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہیں دیکھے تھے اور کافروں کی بات کو سب سے پست قرار دیا، جب کہ اللہ کا کلمہ سب سے بلند ہے۔

اس کے علاوہ یہ واقعہ یہ بھی واضح کرتا ہے کہ جب تک کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہے گا، ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی ہر حال میں مدد کرے گا، خواہ اس وقت یہ ناممکن ہی کیوں نہ ہو۔ باب 65 میں طلاق، آیت 2

”اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔“

تاہم، یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ یہ الہی امداد ہمیشہ انسانی خواہشات کے مطابق نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی رہنمائی اللہ تعالیٰ کے بے پناہ علم اور حکمت سے ہوتی ہے۔ نتیجتاً، یہ الہی امداد افراد کے لیے انتہائی موزوں وقتوں پر ظاہر ہوتی ہے اور ایسے آداب کے ساتھ جو ان کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہوتے ہیں، خواہ یہ ان پر فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

مزید برآں، ایک مسلمان کو خواہش مندانہ سوچ اور اللہ تعالیٰ پر حقیقی توکل کے درمیان فرق کو پہچاننا چاہیے۔ ایک شخص جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے، پھر بھی مشکل وقت میں اس کی مدد کی توقع رکھتا ہے، وہ خواہش مندانہ سوچ میں مشغول ہے۔ اس کے برعکس، وہ فرد جسے اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہو گی، جیسا کہ اس مثال میں دکھایا گیا ہے، وہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے پوری کوشش کرتا ہے، اور اس کے بعد اس کے فیصلوں پر عدم اطمینان کا اظہار کیے بغیر اور اس کے انتخاب پر سوال اٹھائے بغیر اعتماد کرتا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 40

”اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔“

،انسان کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کائنات کے معاملات کو اکیلا چلاتا ہے ،اس لیے اس کے فیصلوں اور فیصلوں کو کسی چیز یا کسی کے ذریعے سے مغلوب نہیں کیا جا سکتا :خواہ لوگ اس پر قابو پانے کی کتنی ہی کوشش کریں یا اسے کتنا ہی ناپسند کریں۔ باب 9 توبہ آیت 40

اور کافروں کی بات کو سب سے پست قرار دیا، جب کہ اللہ کا کلام سب سے بلند ہے۔“

چنانچہ ایک فرد کو چاہیے کہ وہ اپنے فائدے کے لیے اسلامی اصولوں کو مکمل طور پر اپنائے اور اس پر عمل کرے، خواہ وہ اس کی ذاتی خواہشات کے خلاف ہو۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح کام کرنا چاہیے جو اپنے معالج کے طبی مشورے پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفاد میں ہے، یہاں تک کہ جب انہیں ناخوشگوار علاج اور سخت خوراک کا سامنا ہو۔ جس طرح یہ محنتی مریض اچھی ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ شخص بھی جو اسلامی تعلیمات کو اپنائے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ یہ اس حقیقت کی وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بے مثال حکمت کا علم ہے جو انسان کو ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول میں رہنمائی کرتا ہے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو صحیح طریقے سے ترتیب دیتا ہے۔ انسانی دماغی اور جسمانی حالات کے بارے میں معاشرے کی سمجھ ہمیشہ اس مقصد تک پہنچنے کے لیے ناکافی ہوگی، چاہے تحقیق کتنی ہی وسیع کیوں نہ ہو۔ یہ ناکافی اس حقیقت سے پیدا ہوتی ہے کہ اس طرح کا فہم ہر شخص کو زندگی میں درپیش ہر مسئلے کو حل نہیں کر سکتا۔ یہ ہر قسم کے ذہنی اور جسمانی تناؤ کو ٹال نہیں سکتا اور نہ ہی علم، تجربے، دور اندیشی اور موروثی تعصبات کی حدود کی وجہ سے زندگی کے تمام پہلوؤں کے موثر انتظام کی ضمانت دے سکتا ہے۔ مکمل علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، جو اس نے قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ذریعے انسانیت یہ حقیقت اس وقت عیاں ہو جاتی ہے جب کوئی ان نعمتوں کو قبول کرنے والوں کے تک پہنچایا ہے۔ مقابلے میں جو اسلامی اصولوں کے مطابق اپنی عطا کردہ نعمتوں کو قبول نہیں کرتے۔ اگرچہ بہت سے مریض اپنے تجویز کردہ علاج کے پیچھے سائنسی دلیل کی سمجھ سے محروم ہو سکتے ہیں اور اس کے نتیجے میں بغیر کسی سوال کے اپنے ڈاکٹروں پر بھروسہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام کی تعلیمات پر غور کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ ان کی زندگیوں پر اس کے فائدہ مند اثرات کو سمجھ

سکیں۔ وہ اسلامی تعلیمات کی غیر تنقیدی قبولیت کی توقع نہیں رکھتا۔ اس کے بجائے، وہ لوگوں سے اس کی سچائی کو زبردست ثبوت کے ذریعے پہچاننا چاہتا ہے۔ تاہم، اس کے لیے اسلام کی تعلیمات کے ساتھ کھلے اور غیر جانبدارانہ نقطہ نظر سے منسلک ہونے کی ضرورت ہے۔ باب 12 یوسف: آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں"

مزید برآں، چونکہ اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کے روحانی دلوں پر مکمل اختیار رکھتا ہے، ذہنی سکون کا گھر ہے، اس لیے وہی طے کرتا ہے کہ یہ سکون کسے دیا گیا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43:

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“۔“

:اور باب 9 توبہ آیت نمبر 40

جبکہ اللہ کا کلام سب سے اعلیٰ ہے۔“۔“

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سکون صرف انہی کو دیتا ہے جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق استعمال کرتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 40

”اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔“

مسلمانوں پر زور دینے کے بعد کہ وہ اپنے ایمان کے زبانی اعلان کو اعمال کے ساتھ کریں، اللہ تعالیٰ اس سست روی کو ختم کرتا ہے جو بہت سے لوگوں نے اختیار کیا ہے جس کے تحت وہ وسائل کی کمی کی وجہ سے اس کی اطاعت سے باز رہتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 41

”نکلو ہلکے ہوں یا بھاری اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔“

عام طور پر، بعض مسلمانوں نے ایک کمزور رویہ اپنایا ہے جو بالآخر انہیں مثبت بہتری لانے سے روکتا ہے۔ خاص طور پر، وہ اپنے حالات اور حالات کا موازنہ دوسروں کے ساتھ کرتے ہیں جو کم مشکل حالات کا سامنا کر رہے ہیں، اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں بہتری نہ لانے کے جواز کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اس میں اس کے احکام کو پورا کرنا، اس کی ممانعتوں سے بچنا، اور تقدیر کا صبر کے ساتھ مقابلہ کرنا شامل ہے، جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات نے سکھایا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک فرد جو کل وقتی کام کرتا ہے، وہ اپنے آپ کو جز وقتی کام کرنے والے سے تشبیہ دے کر، اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی کم محنت کو سمجھ سکتا ہے، اور یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ بعد والے کے لیے زیادہ فرصت کی وجہ سے اپنی اطاعت میں اضافہ کرنا آسان ہے۔ اسی طرح، ایک غریب مسلمان مالدار لوگوں کو دیکھ کر کسی بھی قسم کے صدقہ دینے سے گریز کر سکتا ہے، اور یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ امیر لوگ آسانی سے دینے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ وہ اس بات کو تسلیم کرنے میں ناکام رہتے ہیں کہ اگرچہ یہ بہانے ان کی روح کو عارضی سکون فراہم کر سکتے ہیں، لیکن وہ اس دنیا یا آخرت میں اپنی زندگی میں مثبت کردار ادا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ لوگ دوسروں کے حالات کی بنیاد پر عمل کریں۔ بلکہ وہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کے مطابق

اس کی اطاعت میں کام کریں۔ مثال کے طور پر، ایک کل وقتی کارکن اب بھی اپنے پاس جتنا بھی فارغ وقت ہے اللہ تعالیٰ کی خدمت کے لیے مختص کر سکتا ہے، خواہ وہ اس سے کم ہی کیوں نہ ہو جو جز وقتی کارکن دے سکتا ہے۔ اس سلسلے میں، جز وقتی کارکن کے اعمال کل وقتی کارکن پر اثر انداز نہیں ہوتے، یہ زیادہ کوششوں سے بچنے کا ایک ناقص جواز بناتا ہے۔ اسی طرح غریب مسلمان کو بھی اپنی وسعت کے مطابق حصہ ڈالنا چاہیے، خواہ ان کے عطیات مالداروں کے عطیات سے نمایاں طور پر کم کیوں نہ ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو دوسرے مسلمانوں کے اعمال کے بجائے ان کے اپنے اعمال کی بنیاد پر جانچے گا۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان بے نتیجہ بہانوں کو ترک کر دیں اور صرف اسلامی تعلیمات میں دی گئی نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہیں۔ باب 9 توبہ آیت 41

”نکلو ہلکے ہوں یا بھاری اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔“

اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص پر کوئی ذمہ داری نہیں ڈالتا جس کو وہ سنبھال نہیں سکتا، اس لیے ہر حکم اور ممانعت پوری ہو سکتی ہے، چاہے اسے کتنی ہی دنیاوی نعمتیں دی گئی ہوں۔ باب 2 البقرہ، آیت 286

”اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔“

لہذا لوگوں کے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہ جاتا اگر وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ناکام رہتے ہیں۔ کسی کو اپنی پوری کوشش کرنے کا دعویٰ کرنے کا سست رویہ ترک کرنا چاہیے جب وہ واضح طور پر اپنی پوری کوشش نہیں کر رہا ہے۔ اگر وہ ہوتے تو بلاشبہ وہ تمام چیزیں پوری کر

دیتے جن کی ان سے توقع کی جاتی ہے۔ لہذا انسان کو صحیح رویہ اختیار کرنا چاہیے کیونکہ ان کا، دونوں جہانوں میں جوابدہ ہوگا اور ان کی طرف سے کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔ باب 2 البقرہ
آیت 286

اس [یعنی روح] کو اس کا [نتیجہ] ملے گا جو اس نے حاصل کیا ہے، اور اس نے جو [برائی] ...
... کمائی ہے اس کا [نتیجہ] اٹھائے گا

:اور باب 9 توبہ آیت 41

”نکلو ہلکے ہوں یا بھاری اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔“

جو لوگ صحیح طرز عمل اختیار کرتے ہیں، جس کے تحت وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کوشش کرتے ہیں، ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں خواہ بہت ہو یا تھوڑی، ذہنی سکون حاصل کرتے ہیں۔ ان کا طرز عمل اس بات کی ضمانت دے گا کہ وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مناسب طریقے سے پوزیشن میں رکھیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے کافی حد تک تیار ہوں گے۔ چنانچہ اس طرز عمل سے دونوں جہانوں میں سکون پیدا ہوگا۔ باب 9 توبہ آیت 41

”یہ تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔“

یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ آیت 41 میں جس کوشش کا حوالہ دیا گیا ہے وہ کسی خاص مقصد کے حصول کے لیے اپنی پوری کوشش کرنے سے متعلق ہے۔ یہ تصور لڑائی سے الگ ہے جسے عربی لفظ قتال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جدوجہد میں سرگرمیوں کی ایک وسیع رینج شامل ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی خدمت میں کی جانے والی تمام کوششیں بھی شامل ہیں۔ ایک فرد جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جدوجہد کرتا ہے، اپنے مشن سے سچی وابستگی کا مظاہرہ کرتا ہے، اس مقصد کی تکمیل کے لیے موثر ترین ذرائع کی نشاندہی کرنے کے لیے اپنی عقل کو بروئے کار لاتا ہے۔ وہ زبانی رابطے اور تحریری اظہار دونوں کے ذریعے اسلام کے پیغام کو پھیلاتے ہیں۔ ان کی کوششیں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لیے وقف ہیں، اس کی عطا کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ اسلام کی ترویج کے لیے تمام دستیاب وسائل مختص کرتے ہیں اور کسی بھی قسم کی مخالفت کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنی پوری طاقت کو متحرک کرتے ہیں۔ ضرورت پڑنے پر وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی جانیں خطرے میں ڈالنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ یہ پورا کام اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کی علامت ہے۔ ان کی جدوجہد کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا، اس کے ایمان کی بالادستی کو برقرار رکھنا اور اس کے پیغام کی فتح کو یقینی بنانا ہے۔

تبوک کی مہم سے درپیش کافی چیلنجوں کی وجہ سے، بعض افراد نے غفلت یا منافقت کی وجہ سے شرکت کرنے سے گریز کیا۔ منافقین نے اس مشکل جنگ میں شامل ہونے سے بچنے کے لیے بے شمار غیر دانشمندانہ اور ناکافی جواز پیش کیے، باوجود اس کے کہ انہیں جواب دینا اور حصہ لینا تھا۔ باب 9: توبہ آیت 42

اگر یہ آسان فائدہ اور معتدل سفر ہوتا تو وہ [یعنی منافقین] آپ کا پیچھا کرتے لیکن ان سے دور سفر ”تھا اور وہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم میں استطاعت ہوتی تو ہم آپ کے ساتھ نکلتے۔“

اس آیت میں منافقین کا براہ راست ذکر کرنے کے بجائے ان کا ذکر کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تنبیہ کر رہا ہے کہ وہ اپنے اعمال کے ساتھ اس پر ایمان کے زبانی اعلان کو پورا کرنے میں ناکام

ہو کر اپنے طرز عمل کو اختیار نہ کریں۔ جو لوگ اس منافقانہ طرز عمل کو اپناتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی —نافرمانی پر اڑے رہیں گے اور ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے۔ نتیجتاً، ان کی زندگی کا ہر پہلو خواہ وہ خاندان ہو، دوست ہو، کیریئر ہو یا دولت— پریشانی کا باعث بن جائے گا۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ،نافرمانی پر اڑے رہتے ہیں تو وہ غلط طور پر اپنے تناؤ کو دوسروں کی طرف منسوب کریں گے جیسے اپنے شریک حیات اور ان کے حالات۔ ان مثبت اثرات کو ختم کرنے سے ، وہ صرف اپنے دماغی صحت کے مسائل کو مزید خراب کریں گے، جو ڈپریشن، مادے کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ نتیجہ خاص طور پر واضح ہوتا ہے جب ان لوگوں کا مشاہدہ کیا جاتا ہے جو اپنی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور، حالانکہ وہ مادی دنیا کی آسائشوں سے لطف اندوز ہوتے نظر آتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 42

اور وہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم میں طاقت ہوتی تو ہم آپ کے ساتھ نکلتے، اپنے آپ کو ”تباہ کرتے ہوئے اور اللہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔“

اس کے علاوہ، یہ آیت ان کے طرز عمل کو اپنانے سے خبردار کرتی ہے کیونکہ یہ کسی کے ایمان کے نقصان کا باعث بن سکتا ہے، جو کہ دونوں جہانوں میں سب سے بڑی تباہی ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کی طرح ہے جسے پھلنے پھولنے اور زندہ رہنے کے لیے اطاعت کے اعمال سے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی جیسے ضروری عناصر سے محروم ایک پودا مر جائے گا، اسی طرح ایک فرد کا ایمان بھی مر سکتا ہے اگر فرمانبردارانہ اعمال کی تائید نہ ہو۔ یہ سب سے بڑی تباہی کی نشاندہی کرتا ہے جس کا سامنا ہو سکتا ہے۔

چونکہ منافقین مسلم فوج کے لیے تناؤ اور پریشانی کا باعث ہوتے، اس لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ تبوک میں شرکت نہ کرنے کے ان کے احمقانہ اور ناقص عذر کو قبول کیا حالانکہ ایسا کرنا ان پر واجب تھا، اس کے نتیجے میں انہیں پیچھے رہنے کی اجازت مل گئی۔ مزید برآں، ان کو اجازت دے کر، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جنگ تبوک میں اپنے حکم کے خلاف شرکت کرنے میں ناکامی پر عوامی تنقید سے بچانا تھا، امید ہے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کا یہ عمل انہیں اپنی منافقت سے سچے دل سے توبہ کرنے کی ترغیب دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عمل کی تائید کی جیسا کہ اس نے منافقین کو جنگ تبوک سے پیچھے رہنے کی اجازت دینے

کے بعد درج ذیل آیت نازل فرمائی، بجائے اس کے کہ وہ اجازت طلب کریں۔ لیکن کوئی بھی کم نہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر تنقید کی تاکہ انہیں سچے دل سے توبہ کی ترغیب دی جائے اور مسلمانوں کو خبردار کیا جائے کہ وہ آئندہ اپنا طرز عمل اختیار نہ کریں۔ باب 9 توبہ آیت 43

اللہ آپ کو معاف کرے، [یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)]، آپ نے انہیں [پیچھے رہنے کی] اجازت کیوں دی؟ جب تک آپ پر یہ بات واضح نہ ہو جائے کہ کون سچے ہیں اور آپ کو معلوم ہو "جائے گا کہ جھوٹے کون ہیں۔"

لہذا مسلمانوں کو یہ رویہ اختیار کرنے سے گریز کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت کرنا چاہیے اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے ہر حال میں خواہ آسانی ہو یا مشکل۔ باب 9 توبہ آیت 44

جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ تم سے اجازت نہیں مانگیں گے کہ وہ اپنے مال" اور جان سے جہاد کریں۔"

یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دماغ اور جسم کی متوازن حالت حاصل کریں گے، اور ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو ترتیب دیتے ہوئے قیامت کے دن اپنے جوابدہی کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کریں گے۔ اس کے نتیجے میں یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کا باعث بنے گا۔ باب 9 توبہ آیت 44:

”اور اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو اس سے ڈرتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ پر ایک فرد کے پختہ ایمان کی حقیقی عکاسی، اس کی فرمانبرداری پر قائم، اس کے علاوہ رہنے کی صلاحیت ہے، خواہ وہ کسی بھی صورت حال میں ہو، چاہے وہ آسانی ہو یا مشکل۔ درحقیقت مشکل لمحات ان لوگوں کے درمیان فرق کرنے کے لیے بہت اہم ہیں جو ایمانداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور جو نہیں مانتے، جیسا کہ عام طور پر آزمائش کے وقت کی نسبت سازگار حالات میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا آسان ہوتا ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیات 2-3

کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں یہ کہنے پر چھوڑ دیا جائے گا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور "ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی، لیکن ہم نے ان سے پہلے والوں کو ضرور آزمایا ہے، اور اللہ "ضرور ان لوگوں کو ظاہر کرے گا جو سچے ہیں اور وہ ضرور جھوٹوں کو ضرور ظاہر کر دے گا۔

اس لیے یہ بہت ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو برقرار رکھا جائے، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، انصاف کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ کسی کو مستقل طور پر ذہن میں رکھنا چاہئے کہ وہ بالآخر انہیں مدد اور تسلی دے گا۔ باب 65 میں طلاق: آیت 2

”اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔“

یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ یہ الہی مدد ہمیشہ انفرادی خواہشات کے مطابق نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی بے پناہ حکمت اور علم سے مسلسل گونجتا رہتا ہے۔ نتیجتاً، یہ الہی امداد لوگوں کے لیے موزوں ترین موقعوں پر ظاہر ہوتی ہے اور ایسے آداب کے ساتھ جو ان کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہوتے ہیں، خواہ وہ اسے شروع میں نہ پہچانیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

لہذا انسان کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو ہمیشہ قائم رکھنا چاہیے، یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ دونوں جہانوں میں سکون اور کامیابی حاصل کریں گے، چاہے یہ ان پر فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔ جو فرد، اس طرز عمل کو اپناتا ہے وہ ان نعمتوں کا مناسب طور پر استعمال کرے گا جو ان پر دی گئی ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی ضمانت دے گا کہ وہ دماغ اور جسم کی ہم آہنگی حاصل کر لیں گے، اور ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو یکجا کرتے ہوئے قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کریں گے۔ چنانچہ اس طرز عمل سے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل ہو گا۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی ”بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔“

مزید برآں، کوئی شخص حقیقی طور پر الہی تعلیمات کے وسیع فوائد اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی اہمیت کو تسلیم کر سکتا ہے، آسانی اور مشکل دونوں وقتوں میں، جب وہ مضبوط ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے عزم کو برقرار رکھنے کے لیے مضبوط ایمان ضروری ہے، ہر حال میں، خواہ آسانی کے لمحات ہوں یا مشکل۔ اس پختہ ایمان کی پرورش قرآن پاک میں موجود واضح نشانوں اور تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے ہوتی ہے۔ یہ تعلیمات یہ ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا نتیجہ دنیا اور آخرت دونوں میں سکون ہے۔ اس کے برعکس، جو لوگ اسلامی اصولوں سے ناواقف ہیں وہ اکثر کمزور ایمان کا مظاہرہ کرتے ہیں، جو انہیں اطاعت سے بھٹکنے کا زیادہ خطرہ بناتے ہیں، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات الہی رہنمائی سے ٹکراتی ہیں۔ فہم کی یہ کمی اس حقیقت کو دھندلا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حق میں اپنی خواہشات کو ترک کرنا دونوں جہانوں میں حقیقی امن کے حصول کے لیے

ضروری ہے۔ چنانچہ لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کو حاصل کر کے اور اسے اپنی زندگیوں میں نافذ کر کے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اس طرح ہر وقت اللہ تعالیٰ کی مستقل اطاعت کو یقینی بنائیں۔ اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق انہیں حاصل کردہ برکات کا استعمال کرنا، بالآخر ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دینا اور اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مناسب طور پر ترجیح دینا شامل ہے۔ درحقیقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا پختہ ایمان ہی تھا جس نے انہیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں پختہ رہنے کی ترغیب دی۔ باب 9 توبہ آیت 44

جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ تم سے اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے کی "اجازت نہیں مانگیں گے اور اللہ ڈرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔"

جبکہ جو لوگ اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت کی وجہ سے کمزور ہوتے ہیں، وہ لامحالہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت میں، عمل سے، بالخصوص جب ان کی خواہشات کے خلاف ہوں۔ باب 9 توبہ آیت 45

تم سے وہی اجازت مانگیں گے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جن کے دل شک "میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ اپنے شک میں جھجک رہے ہیں۔"

نتیجتاً وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں گے اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی ہم آہنگی کا فقدان محسوس کریں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے، اور آخرکار قیامت کے دن جوابدہی کے لیے ان کی تیاری میں رکاوٹ بنیں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، چاہے وہ کسی بھی دنیاوی لذت سے لطف اندوز ہوں۔ باب 9 توبہ آیت 45

تم سے وہی اجازت مانگیں گے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جن کے دل شک ”
”میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ اپنے شک میں جھجک رہے ہیں۔

اس کے علاوہ، یہ آیت اسلامی تعلیمات سے لاعلم رہنے کے خلاف تنبیہ کرتی ہے کیونکہ یہ کسی کے کمزور ایمان کے نقصان کا باعث بن سکتی ہے، کیونکہ کفر اور کمزور ایمان کو جوڑا گیا ہے۔ یہ سمجھنا کہ ایمان پودے سے مشابہت رکھتا ہے۔ اسے پھلنے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے اطاعت کے اعمال سے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ایک پودا سورج کی روشنی جیسے اہم عناصر کے بغیر فنا ہو جاتا ہے، اسی طرح ایک شخص کا ایمان بھی فرمانبرداری کے عمل کے بغیر فنا ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ پھر ان لوگوں پر تنقید کرتا ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کی اطاعت کی پوری کوشش کر رہے ہیں لیکن اس کی اطاعت کو بہتر بنانے کے لیے کچھ نہیں کرتے۔ باب 9 توبہ آیت 46

”...اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کے لیے کچھ تیاری کرتے”

جس طرح وہ طالب علم جو دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اپنے امتحان کی تیاری کر رہا ہے لیکن وہ پڑھتا ہی نہیں ہے، ایک مسلمان کی بری نیت اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ناکام رہتے ہیں، اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کی اطاعت کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص پر کوئی ایسا فرض نہیں ڈالتا جسے وہ پورا نہیں کر سکتا، جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اپنی پوری کوشش کر رہا ہے اور پھر بھی اپنے فرائض کی ادائیگی میں ناکام رہتا ہے، وہ صریحاً بے باب 2 ایمان ہے۔ اگر وہ اپنی پوری کوشش کر رہے ہوتے تو بلاشبہ اپنے تمام فرائض کو پورا کرتے۔
البقرہ، آیت 286

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

لہذا، کسی کو ان کے بے بنیاد عذروں کو ترک کرنا چاہیے اور اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اسلام پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت کرنی چاہیے۔ جو ایسا کرنے میں ناکام رہے گا، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جائے گا، کیونکہ ان کی سست روی ان کی نافرمانی پر اڑے رہے گی۔ باب 9 توبہ آیت 46

اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کے لیے کچھ تیاری کر لیتے، لیکن اللہ نے ان کے بھیجے جانے کو ناپسند کیا، اس لیے اس نے انہیں روک دیا، اور ان سے کہا گیا کہ جو لوگ باقی ہیں ان کے ساتھ رہو۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنی رحمت سے محروم ہونے کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے، جیسا کہ کائنات میں اس کی مرضی کے بغیر کوئی چیز واقع نہیں ہوتی، اس سے کم نہیں، یہ واضح ہے کہ یہ نتیجہ براہ راست ان کے اپنے نافرمانی کا نتیجہ ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافقین کو جنگ تبوک سے پیچھے رہنے کی اجازت دینے کی ایک وجہ اگرچہ ان پر اس میں شامل ہونا واجب تھا، لیکن ان مسائل سے بچنا تھا جن سے منافقین اگر اس مہم میں شامل ہوتے تو مسلم فوج کے اندر پیدا ہوتے۔ باب 9 توبہ آیت 47

اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے تو تمہارے درمیان انتشار کے سوا کچھ نہ بڑھتے اور وہ تمہارے درمیان انتشار اور انتشار پھیلانے کے درپے ہوتے اور تم میں سے ان کی بات سننے والے ہیں اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

تبوک کے سفر کے دوران، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثنیات الوداع میں ایک کیمپ قائم کیا۔ منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی اپنے پیروکاروں کے ساتھ مسلمانوں کی فوج کے ساتھ گیا لیکن اس نے اپنا پڑاؤ مرکزی ڈیرے سے الگ کرنے کا انتخاب کیا۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ سفر شروع کیا تو عبداللہ بن ابی خفیہ طور پر منافقین کے ساتھ رہ گئے اور اس مہم میں شریک نہ ہوئے جیسا کہ انہوں نے عہد کیا تھا۔ اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 4، صفحہ 7 میں بحث کی گئی ہے۔

پر امام واحدی، اصبع النزول ، 42:9-47، صفحہ 87-88 میں بحث کی گئی ہے۔

منافقت کا ایک پہلو یہ ہے کہ جب لوگ عوامی طور پر دوسروں کے لیے حمایت کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے قابل تحسین اقدامات جیسے کہ مسجد کی تعمیر، پھر بھی جب موقع ملتا ہے کہ اس منصوبے میں حصہ ڈالنے کا، مثال کے طور پر، دولت عطیہ کر کے ، وہ اچانک غائب ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح سازگار حالات کے دوران، یہ افراد زبانی طور پر اپنی وفاداری کی تصدیق کرتے ہیں، دوسروں کو ان کی وفاداری کی یاد دلاتے ہیں۔ تاہم، جب ان افراد کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، تو یہ منافق کسی کو نہ تو جذباتی اور نہ ہی جسمانی مدد فراہم کرتے ہیں۔ اس کے بجائے وہ تنقید کا سہارا لیتے ہیں۔ یہ طرز عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں منافقین کے طرز عمل کا آئینہ دار ہے۔ باب 4 النساء آیت 62

تو کیسا ہو گا جب ان کے ہاتھوں کے آگے بڑھنے کی وجہ سے ان پر کوئی آفت آجائے اور پھر وہ ”
”اللہ کی قسم کھا کر آپ کے پاس آئیں کہ ہم نے حسن سلوک اور رہائش کے سوا کچھ نہیں چاہا۔

:اور باب 9 توبہ آیت 47

اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے تو تمہارے درمیان انتشار کے سوا کچھ نہ بڑھتے اور وہ تمہارے درمیان ”
انتشار اور انتشار پھیلانے کے دریے ہوتے اور تم میں سے ان کی بات سننے والے ہیں اور اللہ ظالموں
”کو خوب جانتا ہے۔

مزید برآں، یہ آیت معاشرے کے اندر انتشار پیدا کرنے کے نقصان دہ خصلتوں سے پردہ اٹھانے کی
اہمیت پر روشنی ڈالتی ہے۔ اگر کوئی فرد مثبت کوششوں میں دوسروں کی مدد کرنے سے قاصر ہے
تو اسے غیر جانبداری برقرار رکھنی چاہیے اور معاشرے میں بدعنوانی اور مسائل پھیلانے سے گریز
کرنا چاہیے۔ یہ سب سے زیادہ مؤثر طریقے سے ان معاملات سے گریز کر کے پورا کیا جاتا ہے جو
ان سے متعلق نہیں ہیں۔ اس طرح کا طرز عمل کسی کے اسلام کی سربلندی میں معاون ہوتا ہے جیسا
کہ جامع ترمذی نمبر 2317 میں ایک حدیث میں تجویز کیا گیا ہے۔ یہ دونوں اعمال اس بات کی ضمانت
دیں گے کہ صرف ایک ہی معاشرے میں نیکی کو فروغ دیتا ہے۔

:باب 9 توبہ آیت 47

”...اور تم میں سے ان کو سننے والے ہیں”

آخر میں یہ آیت مسلمانوں کو متنبہ کرتی ہے کہ وہ ان لوگوں کی صحبت سے بچیں جو معاشرے میں منفیت پھیلاتے ہیں۔ کسی کو اس طرح کے لوگوں سے دوستی یا بات چیت نہیں کرنی چاہئے، کیونکہ یہ صرف انہیں معاشرے میں برائی پھیلانے کی ترغیب دیتا ہے۔ ان لوگوں کو شائستگی سے اس وقت تک گریز کرنا چاہیے جب تک کہ وہ اپنے رویے کو تبدیل نہ کریں۔ لیکن اگر کوئی ایسا کرنے میں ناکام رہتا ہے اور اس کے بجائے ایسے لوگوں سے میل جول جاری رکھتا ہے تو وہ لازماً ان کی منفی خصوصیات کو اپنا لیں گے، جیسا کہ ہر شخص اپنے ساتھیوں کی خصوصیات کو اپناتا ہے، خواہ وہ مثبت ہوں یا منفی اور خواہ یہ ان کے لیے لطیف ہوں یا ظاہر۔ سنن ابوداؤد نمبر 4833 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

باب 9 توبہ آیت 47

اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے تو تمہارے درمیان انتشار کے سوا کچھ نہ بڑھتے اور وہ تمہارے درمیان انتشار اور انتشار پھیلانے کے درپے ہوتے اور تم میں سے ان کی بات سننے والے ہیں اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

مصیبت میں ڈالنے والوں کو سننے سے انسان کو دوسروں تک بدگمانی پھیلانے کی ترغیب ملتی ہے جس سے معاشرے میں فساد اور فساد پھیلانے میں مدد ملتی ہے، چاہے وہ ایسا کرنے کا ارادہ نہ بھی رکھتے ہوں، کیونکہ برائی سننے والا لازماً برائی ہی کہے گا۔ لہذا کسی کو گپ شپ کے نتائج کو سیکھنا چاہیے تاکہ مصیبت پیدا کرنے والوں کو سننے سے بچایا جاسکے اور معاشرے میں مصیبت پھیلانے میں ان کی مدد کی جاسکے۔ باب 9 توبہ آیت 47

”اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔“

صحیح مسلم نمبر 290 میں درج ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ نقصان دہ گپ شپ پھیلانے والوں کو جنت میں داخل ہونے سے روک دیا جائے گا۔

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو گپ شپ میں مشغول ہوتے ہیں، اس کی سچائی سے قطع نظر، جو افراد میں اختلاف پیدا کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں تعلقات ٹوٹ جاتے ہیں۔ اس طرح کا رویہ ایک بری صفت ہے، اور جو لوگ اس طرح سے کام کرتے ہیں ان کو انسانی شیطانوں سے تشبیہ دی جا سکتی ہے، کیونکہ یہ ذہنیت خود شیطان کے علاوہ کسی اور کی نہیں ہے۔ وہ مسلسل لوگوں میں تقسیم کو ہوا دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس قسم کے فرد کی مذمت کی ہے۔ باب 104 الحمزہ، آیت 1

”بر غیبت کرنے والے اور بہتان لگانے والے کے لیے ہلاکت ہے۔“

اگر کوئی اس لعنت کی لپیٹ میں آ جائے تو یہ کیسے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے مسائل کو حل کر دے گا اور انہیں برکت عطا کرے گا؟ واحد مثال جس میں کہانی بیان کرنا جائز ہے جب یہ دوسروں کو کسی ممکنہ خطرے سے خبردار کرنے کے لیے کام کرتا ہے۔

یہ ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ کسی بھی کہانی سننے والے کو نظر انداز کرے، کیونکہ وہ برے لوگ ہیں جن پر بھروسہ یا یقین نہیں کیا جانا چاہیے۔ باب 49 الحجرات، آیت 6

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لو، ایسا نہ ہو”
”کہ تم کسی قوم کو جہالت کی وجہ سے نقصان پہنچا دو۔

اور باب 24 النور، آیت 12

جب تم نے اسے سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے بارے میں اچھا کیوں نہ سمجھا اور”
”کیوں نہ کہا کہ یہ صریح جھوٹ ہے؟

ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ کہانی سنانے والے کو اس بری صفت پر قائم رہنے سے روکے اور انہیں
سچی توبہ کرنے کی ترغیب دے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہدایت کی گئی ہے، ایک مسلمان کو اس شخص
سے کوئی دشمنی نہیں رکھنی چاہئے جو مبینہ طور پر ان کے یا دوسروں کے بارے میں برا کہتا ہو۔
باب 49 الحجرات، آیت 12

”...اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں”

یہ خاص آیت مسلمانوں کو ہدایت دیتی ہے کہ وہ دوسروں کی جاسوسی کے ذریعے کہانی بیان کرنے
والے کو درست یا باطل کرنے کی کوشش نہ کریں۔ باب 49 الحجرات، آیت 12

”...اور جاسوسی نہ کرو”

اس کے بجائے، کہانیاں پھیلانے والے فرد کو نظر انداز کیا جانا چاہیے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ کہانی سنانے والے کی فراہم کردہ معلومات کسی اور کو نہ پہنچائے اور نہ ہی اسے کہانی سنانے والے کا تذکرہ کرنا چاہیے، کیونکہ ایسا کرنے سے وہ بھی کہانیوں میں پھنس جائے گا۔

مسلمانوں کو اس بات کی ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ کہانیوں اور اس میں مشغول ہونے والوں کی صحبت سے دور رہیں، کیونکہ ایسے افراد کو کبھی بھی قابل اعتماد یا صحبت کے لائق نہیں سمجھا جا سکتا جب تک کہ وہ سچی توبہ نہ کریں۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ جو شخص ایک شخص سے دوسروں کے بارے میں گپ شپ کرتا ہے وہ لامحالہ اس شخص کے بارے میں دوسروں کے ساتھ گپ شپ کرے گا۔

بالآخر، چونکہ کہانی سنانے والے نے دوسروں پر ظلم کیا ہے، اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وقت تک معافی حاصل نہیں کریں گے جب تک کہ ان کے متاثرین انہیں پہلے معاف نہ کر دیں۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ لوگ اکثر بہت زیادہ رحم کرنے والے یا معاف کرنے والے نہیں ہوتے ہیں، اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ کہانی سنانے والا اپنی نیکیاں اپنے متاثرین کو منتقل کر دے اور اگر ضروری ہو تو، کہانی سنانے والا قیامت کے دن اپنے متاثرین کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے گا۔ یہ انہیں جہنم میں ڈالے جانے کی طرف لے جا سکتا ہے۔ اس طرح کی تنبیہ صحیح مسلم نمبر 6579 میں درج ایک حدیث میں پائی جاتی ہے۔ مزید برآں، اصل حدیث میں جنت کے ممکنہ نقصان کے بارے میں احتیاط ایک حقیقی امکان ہے، کیونکہ اس نے جو نقصان دہ گپ شپ لگائی ہے وہ سوشل میڈیا کے ذریعے پوری کمیونٹی اور یہاں تک کہ عالمی سطح پر تیزی سے پھیل سکتی ہے۔ نتیجتاً، گپ شپ شروع کرنے والا قصہ گو ہر اس شخص کے گناہ میں شریک ہوگا جو اس گپ شپ پر بحث کرتا ہے۔ ان کے گناہ ان کی موت کے بعد بھی جمع ہوتے رہیں گے، جب تک کہ انہوں نے جو گپ شپ شروع کی تھی وہ گفتگو کا موضوع بنی رہے گی۔ اس کی طرف جامع ترمذی نمبر 2674 میں موجود حدیث میں بھی اشارہ ملتا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 47

”اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔“

لہذا، کسی کو دوسروں کے بارے میں گپ شپ کرنے سے مسلسل گریز کرتے ہوئے اس خطرناک نتائج سے بچنا چاہیے، جیسا کہ اگر دوسرے ان کے بارے میں گپ شپ کریں گے تو وہ اسے ناپسند کریں گے۔ اگر کوئی دوسروں کے بارے میں بات کرنے پر مجبور محسوس کرتا ہے، تو اسے مثبت انداز میں ہونا چاہیے۔ دوسری صورت میں، خاموشی برقرار رکھی جائے

اللہ تبارک و تعالیٰ ایک خاص مثال کے ساتھ ایک اہم اسلامی اصول کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ باب 9
توبہ آیت 48:

”...وہ پہلے ہی اختلاف کی خواہش کر چکے تھے اور آپ کے لیے معاملات کو پریشان کر چکے تھے“

منافقین نے اسلام کو تباہ کرنے کے لیے ہر موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے مشکلات پیدا کیں۔ مثال کے طور پر انہوں نے مدینہ میں فساد پیدا کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا اور اسلام کے خلاف مکہ کے غیر مسلموں اور مدینہ میں اہل کتاب کی مسلسل حمایت کی۔ عام طور پر، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان لوگوں سے ہوشیار رہنے کی اہمیت سکھاتا ہے جنہوں نے ماضی میں ان پر ظلم کیا ہے۔ درحقیقت صحیح بخاری نمبر 6133 میں درج ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کو ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مومن ایک سے زیادہ بار ایک ہی دھوکے کا شکار نہیں ہوتا ہے۔ یہ اصول گناہ کے عمل تک پھیلا ہوا ہے۔ ایک حقیقی مومن گناہ کے امکان سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ تاہم، جب وہ گناہ کرتے ہیں، تو وہ اپنی غلطیوں کو نہیں دہراتے ہیں۔ اس کے بجائے، وہ اپنے تجربات سے سیکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے توبہ کر کے اپنے طرز عمل کو بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ سچی توبہ میں حقیقی ندامت کا احساس، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور ان لوگوں سے بھی جن پر ظلم ہوا ہے، بشرطیکہ اس سے اضافی پیچیدگیاں پیدا نہ ہوں۔ اس میں ایک ہی یا اسی طرح کے گناہوں میں دوبارہ ملوث نہ ہونے کا عہد بھی شامل ہے اور اللہ تعالیٰ اور دیگر افراد کے بارے میں جو حقوق پامال ہوئے ہیں ان کی اصلاح کرنا بھی شامل ہے۔ اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ ان نعمتوں کو صحیح طور پر استعمال کرتے ہوئے جو اس نے ان کو عطا کی ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت پر قائم رہنا چاہیے۔

ایک سچا مومن دوسروں پر اندھا بھروسہ نہیں کرتا، جس سے غلط ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ اس کے باوجود، اگر وہ کسی کے ذریعے دھوکہ کھا جاتے ہیں، تو انہیں نظر انداز کرنے اور معاف کرنے کا انتخاب کرنا چاہیے، کیونکہ یہ معافی کے لیے ان کے اپنے راستے کو فروغ دیتا ہے۔ باب 24 النور، آیت 22:

”اور وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا آپ پسند نہیں کریں گے کہ اللہ آپ کو معاف کر دے؟“

تاہم، انہیں مستقبل میں اس فرد کے ساتھ بات چیت کرتے وقت احتیاط برتتے ہوئے اپنے رویے میں بھی ترمیم کرنی چاہیے، اس طرح وہ اپنے آپ کو ایک بار پھر دھوکہ دہی سے بچائیں۔ دوسروں کو معاف کرنے اور ان پر اندھا اعتماد کرنے کے درمیان ایک اہم فرق موجود ہے، خاص طور پر جب وہ کسی کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

مزید برآں، یہ حدیث ایک فرد کی زندگی کے تمام پہلوؤں سے متعلق ہے، کیونکہ ایک حقیقی مومن وہ ہوتا ہے جو اپنے تجربات اور علم سے مسلسل سیکھتا رہتا ہے تاکہ خود کو بہتر بنایا جا سکے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ ہو۔ یہ اس کے احکام پر عمل کرنے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرنے اور تقدیر کا مقابلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس طرح کے اعمال اس بات کی ضمانت دیں گے کہ وہ ان نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کریں گے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ یہ اس بات کی ضمانت دے گا کہ وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں مناسب طور پر پوزیشن میں رکھیں گے جبکہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے کافی تیاری کریں گے۔ چنانچہ اس طرز عمل سے دونوں جہانوں میں سکون پیدا ہوگا۔

بالآخر، بنیادی حدیث معاف کرنے اور بھول جانے کے تصور کے غلط عقیدے کو دور کرتی ہے۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے، جب کہ دوسروں کو معاف کرنا اسلام کا ایک اہم پہلو ہے، لیکن بھول جانا لوگوں کے لیے دوبارہ نقصان پہنچانے کی راہ ہموار کرتا ہے۔ انسان اپنی یادوں کو مٹانے سے قاصر ہیں اور نہ ہی انہیں ایسا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس کے بجائے، کسی کو دوسروں کو معاف کرنا، چاہیے، اسلامی تعلیمات کے مطابق دوسروں کے حقوق کی پاسداری کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور لوگوں سے، خاص طور پر جن لوگوں نے پہلے ان پر ظلم کیا ہے، احتیاط کے ساتھ آگے بڑھنا چاہیے، تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ ان پر دوبارہ ظلم نہ ہو۔

باب 9 توبہ آیت 48

"...وہ پہلے ہی اختلاف کی خواہش کر چکے تھے اور آپ کے لیے معاملات کو پریشان کر چکے تھے"

اس کے علاوہ اسلام کے دشمن مسلمانوں کے لیے مشکلات پیدا کرنے سے کبھی باز نہیں آئیں گے۔ مثال کے طور پر، سماجی اثرات جیسے کہ سوشل میڈیا، فیشن کے رجحانات، اور ثقافتی اصول اکثر ان

افراد پر دباؤ ڈالتے ہیں جو اسلامی اقدار کے لیے وقف ہیں۔ اسلام کی ترویج کو اکثر دولت اور سماجی حیثیت کی ان کی خواہشات کی راہ میں رکاوٹ کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ وہ صنعتیں جن پر اسلام تنقید کرتا ہے عام طور پر اسلامی اصولوں کو اپنانے کی مزاحمت کرتا ہے اور مسلمانوں کو ان کے عقیدے پر عمل کرنے کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ یہ سوشل میڈیا سمیت مختلف پلیٹ فارمز پر پھیلے ہوئے اسلام مخالف جذبات میں نمایاں طور پر حصہ ڈالتا ہے۔

مزید برآں، وہ لوگ جو اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے ہیں، جو ذاتی خواہشات میں اعتدال اور ان کو حاصل کردہ نعمتوں کے مناسب استعمال کی وکالت کرتے ہیں، ان افراد کی طرف سے منفی ردعمل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے جو حد سے زیادہ کام کرتے ہیں۔ بغیر کسی روک ٹوک کے اپنے جذبات پر عمل کرتے ہیں، جسے اسلام حیوانی رویے کے طور پر پیش کرتا ہے۔ یہ افراد اکثر دوسروں کو اسلام قبول کرنے سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے عقیدے کے مطابق زندگی گزارنے کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں، انہیں ایسے طرز زندگی کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس میں بے لگام خواہشات ہیں۔ وہ اکثر اسلام کے مخصوص عناصر کو نشانہ بناتے ہیں، جیسے خواتین کے لیے لباس کوڈ، اس کی اپیل کو کمزور کرنے کے لیے۔ اس کے باوجود، مشاہدہ کرنے والے افراد ان تنقیدوں کی سطحی نوعیت کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں، جو اسلام کی خود نظم و ضبط پر توجہ دینے کی توہین سے پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، اگرچہ وہ خواتین کے لیے اسلامی لباس کے ضابطے پر تنقید کر سکتے ہیں، لیکن وہ دیگر اہم پیشوں، جیسے قانون نافذ کرنے والے، فوج، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم، اور کاروبار کو اسی سطح کی جانچ پڑتال سے مشروط نہیں کرتے ہیں۔ اسلامی لباس کوڈ پر یہ منتخب تنقید، دیگر لباس کے ضابطوں کے بارے میں ان کی خاموشی کے برعکس، ان کے دلائل میں کمزوری اور بنیاد کی کمی کو واضح کرتی ہے۔ بالآخر، یہ اسلام کے اصول اور اس کے پیروکاروں کا نظم و ضبط والا طرز عمل ہے جو اسلام پر ان مختلف حملوں کو اکساتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اس پر کسی بھی طرح سے تنقید کر سکتے ہیں۔ باب 9 48

"...وہ پہلے ہی اختلاف کی خواہش کر چکے تھے اور آپ کے لیے معاملات کو پریشان کر چکے تھے"

تمام حالات میں، ایک فرد کو ثابت قدمی کے ساتھ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت کے لیے وقف کر دینا چاہیے، یہ سمجھتے ہوئے کہ اس طرح کی وابستگی انہیں سکون فراہم کرے گی اور انہیں دوسروں کے منفی اثرات سے بچائے گی، چاہے یہ حفاظت فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔ ان کی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس بات کی ضمانت دے گی کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں گے جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے انہیں متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے میں مدد ملے گی، وہ اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں اور افراد کو مناسب طریقے سے ترتیب دینے کے ساتھ ساتھ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے بھی تیاری کر سکیں گے۔ نتیجے کے طور پر، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کو فروغ دے گا۔ نتیجتاً، ان کی ہر صورت میں صحیح رہنمائی کی جائے گی، خواہ وہ آسانی کے وقت ہوں یا مشکل، اس طرح ان کے ذہنی سکون میں اضافہ ہو گا اور اس بات کو یقینی بنایا جائے گا کہ وہ دونوں جہانوں میں بے حساب انعامات حاصل کریں۔ باب 9 توبہ آیت 48:

وہ اس سے پہلے بھی اختلاف چاہتے تھے اور تمہارے لیے معاملات کو بگاڑتے رہے یہاں تک کہ ”حق آگیا اور اللہ کا حکم ظاہر ہو گیا، حالانکہ وہ ناگوار تھے۔“

اس کے مقابلے میں، دوسروں کی رضا حاصل کرنے یا اپنے آپ کو خوش کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نظر انداز کرنے کا انتخاب کرنا لازماً باطنی سکون کو نقصان پہنچاتا ہے، کیونکہ اس طرح کے اعمال انہیں ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے پر اکساتے ہیں جو اس نے انہیں عطا کی ہیں۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو ذہنی اور جسمانی خلفشار میں پائیں گے، وہ اپنے اردگرد کی ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے، اس طرح وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیار نہیں رہیں گے۔ اس کے نتیجے میں اس زندگی اور آخرت دونوں میں تناؤ، رکاوٹیں اور مشکلات پیدا ہوں گی، چاہے وہ مادی آسائشوں کے مالک ہوں۔

ثابت قدمی کو برقرار رکھنے کے لیے، ایک مضبوط ایمان پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لیے پختہ ایمان ضروری ہے، ہر حال میں، خواہ وہ خوشحالی کے وقت ہو یا مشکل میں۔ یہ پختہ ایمان قرآن پاک میں موجود واضح نشانیوں اور تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے پیدا ہوتا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ یہ تعلیمات اس

بات کو واضح کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت دنیا اور آخرت میں سکون لاتی ہے۔ اس کے برعکس، جو لوگ اسلامی اصولوں کا علم نہیں رکھتے وہ کمزور ایمان کے مالک ہوں گے، جو انہیں اطاعت سے ہٹنے کے لیے زیادہ حساس بنا دیں گے، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات الہی ہدایت سے متصادم ہوں۔ یہ جہالت ان کے اس فہم کو دھندلا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کے حق میں اپنی خواہشات کا نتیجہ دونوں جہانوں میں سکون حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے۔ نتیجتاً، افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کے حصول اور اس کے عملی نفاذ کے ذریعے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہیں۔ اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق ان کو حاصل ہونے والی نعمتوں کو بروئے کار لانا، بالآخر ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دینا اور اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مناسب طور پر ترجیح دینا شامل ہے۔

تبوک کی مہم سے درپیش شدید چیلنجوں کی وجہ سے، کچھ افراد نے غفلت یا منافقت کی وجہ سے شرکت کرنے سے گریز کیا۔ منافقین نے جواب دینے اور شرکت کی ذمہ داری کے باوجود اس مشکل جنگ میں شامل ہونے سے بچنے کے لیے بے شمار احمقانہ اور ناکافی جواز پیش کیے تھے۔ مثال کے طور پر، ایک شخص نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ انہیں اس میں شرکت سے استثنیٰ دیا جائے، اس خوف کا حوالہ دیتے ہوئے کہ وہ بازنطینی خواتین کا مقابلہ نہ کر سکیں گے جن سے وہ اپنے سفر میں سامنا کر سکتی ہیں۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ یہ فرد ظاہری طور پر مہم کے اٹائے سے زیادہ ذمہ داری کا حامل ہوگا، اسے شرکت سے استثنیٰ دیا گیا۔ اسی تناظر میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کی آیت 49 میں باب 9 نازل فرمایا:

اور ان میں سے وہ ہے جو کہتا ہے کہ مجھے اجازت دو اور مجھے آزمائش میں نہ ڈالو۔ "بلاشبہ وہ" "آزمائش میں پڑ گئے اور بے شک جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔"

اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 4، صفحہ 2 میں بحث کی گئی ہے۔

کسی مسلمان کو یہ یقین کرنے میں گمراہ نہیں ہونا چاہئے کہ اپنے ضروری فرائض سے غفلت برتنے سے وہ کسی نہ کسی طرح اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور عذاب سے آزاد ہو جائے گا۔ محض کسی کی نافرمانی اور قیامت کی حقیقت کو نظر انداز کرنے سے اس کے واقع ہونے کی نفی نہیں ہوگی۔ اسلام کو اپنے عقیدے کے طور پر قبول کرنے اور مسلمان بننے سے، افراد نے فطری طور پر اسلام کے ساتھ آنے والی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی ذمہ داری کو قبول کیا ہے۔ اسی طرح کہ کس طرح ایک فرد جو فطری طور پر کسی کام کو قبول کرتا ہے متعلقہ ذمہ داریوں کو سنبھالتا ہے، ان فرائض کو نظر انداز کرنا بالآخر برطرفی کا باعث بنے گا۔ اسی طرح جو لوگ اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں وہ اپنے آپ کو دنیا اور آخرت دونوں میں عذاب اور مشکلات کا سامنا کریں گے۔ ان کا طرز عمل انہیں ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کی ترغیب دے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی عدم توازن کی حالت میں ختم ہو جائیں گے، وہ اپنے ارد گرد کی ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیار نہیں ہو سکیں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، چاہے: طہ، آیات 124-126 20 وہ کچھ مادی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ ج

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟" (اللہ) (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

درحقیقت فرضی فرائض کم سے کم ہیں اور اس کے لیے زیادہ وقت یا محنت کی ضرورت نہیں ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں واضح طور پر فرمایا ہے کہ وہ کسی پر اس سے زیادہ نہیں رکھتا: جتنا وہ سنبھال سکتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 286

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

لہذا کسی فرد پر کوئی بھی ذمہ داری ان کے ذریعہ ادا کی جاسکتی ہے۔ یہ صرف ان کی گہری سستی اور فہم کی کمی ہے جو انہیں اس کی تکمیل میں رکاوٹ ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی ذہنیت کو بدلیں اور اپنی ذمہ داریوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے مطابق ادا کریں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کریں جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ اس بات کی ضمانت دے گا کہ وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، جس سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو مناسب طور پر پوزیشن دینے کی اجازت دے گا جبکہ قیامت کے دن اپنے جوابدہی کے لیے کافی حد تک تیار ہوں گے۔ نتیجتاً، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔

اس کے علاوہ، آیت 49 متنبہ کرتی ہے کہ اگر کوئی اپنے ایمان کے زبانی اعلان کو اعمال کے ساتھ حمایت کرنے میں ناکام رہتا ہے، تو وہ اسے کھونے کے بڑے خطرے میں ہیں۔ یہ سمجھنا کہ ایمان پودے سے مشابہت رکھتا ہے۔ اسے پھانے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے اطاعت کے اعمال سے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ایک پودا سورج کی روشنی جیسے اہم عناصر کے بغیر فنا ہو جاتا ہے، اسی طرح ایک شخص کا ایمان بھی فرمانبردار اعمال کی حمایت کے بغیر مر سکتا ہے۔ باب توبہ آیت 49 9

اور ان میں سے وہ ہے جو کہتا ہے کہ مجھے اجازت دو اور مجھے آزمائش میں نہ ڈالو۔ "بلاشبہ وہ" "آزمائش میں پڑ گئے اور بے شک جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔"

آخر میں یہ آیت متنبہ کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہمیشہ ان لوگوں کو گھیرے ہوئے ہے جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اس کی نافرمانی پر اڑے رہتے ہیں، خواہ یہ ان پر ظاہر نہ ہو۔ وہ بالکل ایک بے بس اور بے خبر شکار کی طرح ہیں جو ایک شکاری سے گھرا ہوا ہے جو حملہ کرنے والا ہے۔ اگر کوئی اس حقیقت کا ادراک نہ کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں گے۔ نتیجے کے طور پر، ان کی زندگی کا ہر پہلو، بشمول خاندان، دوست، کیریئر، اور دولت، ان کے لیے تناؤ کا باعث بن جائے گی۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نظر انداز کرنے پر اڑے رہیں تو وہ اپنی مایوسی کو غلط طریقے سے اپنے رشتہ داروں کی طرح نامناسب اہداف کی طرف لے جا سکتے ہیں۔ اپنی زندگیوں میں ان مثبت اثرات کو ختم کرنے سے، وہ صرف اپنی ذہنی صحت کے چیلنجوں کو

مزید خراب کریں گے، جو ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ نتیجہ خاص طور پر واضح ہوتا ہے جب ان لوگوں کا مشاہدہ کیا جاتا ہے جو اپنی نعمتوں کا مسلسل غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور، حالانکہ وہ مادی آسائشوں سے لطف اندوز ہوتے نظر آتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ان منافقین کی بے حسی پر تنقید کرتا ہے جو مسلمانوں کے مصائب کے وقت خوش ہوتے اور مسلمانوں پر آسانی کے وقت غمگین ہوتے۔ باب 9 توبہ آیت 50

اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو انہیں تکلیف ہوتی ہے اور اگر تم پر کوئی آفت آتی ہے تو کہتے ”ہیں کہ ہم نے اپنا معاملہ پہلے ہی اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا، اور وہ خوش ہوتے ہوئے منہ پھیر لیتے“ ہیں۔

یہ نقطہ نظر عقیدہ کی بنیادی نوعیت کے براہ راست مخالف ہے، جس کا تقاضا ہے کہ ایک مسلمان دوسروں کے لیے وہی چاہے جو وہ اپنے لیے چاہتا ہے، جیسا کہ ان کے ارادوں، الفاظ اور اعمال سے ظاہر ہوتا ہے۔ صحیح بخاری نمبر 13 میں درج ایک حدیث میں اس اصول پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ درحقیقت دوسروں کے لیے مخلص ہونے کی اہمیت اتنی گہری ہے کہ یہ اسلام کا ایک اہم عنصر ہے۔ صحیح مسلم نمبر 196 میں درج ایک حدیث میں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات پر زور دیا کہ اسلام وسیع تر کمیونٹی کے لیے اخلاص کا اظہار کرتا ہے۔ اس میں مستقل طور پر دوسروں کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کرنا اور اپنی بات اور عمل سے اس کا اظہار کرنا شامل ہے۔ اس میں دوسروں کو اچھے کام کرنے کی ترغیب دینا، انہیں غلط کاموں سے روکنا، اور ہر وقت ہمدردی اور مہربانی کا مظاہرہ کرنا شامل ہے۔ یہ تصور صحیح مسلم نمبر 170 میں موجود ایک واحد حدیث سے کیا جا سکتا ہے، جس میں متنبہ کیا گیا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک حقیقی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ دوسروں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے چاہتا ہے۔

دوسروں کے لیے مخلص ہونے کی اہمیت کو صحیح بخاری نمبر 57 میں حدیث سے واضح کیا گیا ہے جہاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرض نمازوں کے قیام اور صدقہ فطر کے ساتھ ساتھ اس فرض کو بھی قرار دیا ہے۔ صرف یہ حدیث ہی اس کی اہم اہمیت کو واضح کرتی ہے کیونکہ یہ دو ضروری مذہبی فرائض سے وابستہ ہے۔

دوسروں کے تئیں اخلاص کا ایک جز حقیقی خوشی ہے جو دوسرے کے خوش ہونے پر محسوس ہوتا ہے اور جب وہ غمگین ہوتے ہیں تو غم محسوس ہوتا ہے، بشرطیکہ اس طرح کے جذبات اسلامی تعلیمات سے متصادم نہ ہوں۔ خلوص کی ایک گہری سطح میں دوسروں کی زندگیوں کو بڑھانے کے لیے بڑی حد تک جانا شامل ہے، یہاں تک کہ ذاتی قیمت پر۔ مثال کے طور پر، کوئی شخص اس رقم کو ضرورت مندوں کو عطیہ کرنے کے لیے کچھ خریداریوں کو ترک کر سکتا ہے۔ لوگوں کو مستقل طور پر بھلائی کے لیے اکٹھا کرنے کی خواہش اور کوشش دوسروں کے لیے اخلاص کا ایک لازمی حصہ ہے، جب کہ تقسیم کو فروغ دینا شیطان کے ساتھ جڑی ایک خاصیت ہے۔ باب 17 الاسراء، آیت 53:

شیطان یقیناً ان کے درمیان تفرقہ ڈالنا چاہتا ہے۔“

لوگوں کو اکٹھا کرنے کا ایک طریقہ دوسروں کی خامیوں کو چھپانا اور غلط کاموں کے خلاف نجی مشورہ دینا ہے۔ جو شخص اس عمل میں مشغول ہو گا اس کی اپنی خطائیں اللہ تعالیٰ سے چھپ جائیں گی۔ اس اصول کی تائید جامع ترمذی نمبر 1426 کی ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ جب بھی ممکن ہو دوسروں کو دینی اور مفید دنیوی مسائل کے بارے میں رہنمائی اور علم فراہم کرنا چاہیے، اس طرح ان کی دینی اور دنیاوی زندگی دونوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ دوسروں کے لیے اپنی حقیقی تشویش کا مظاہرہ ان کی غیر موجودگی میں ان کا دفاع کرنا ہے، خاص طور پر دوسروں کی بہتان کے خلاف۔ دوسروں کو نظر انداز کرنا اور صرف اپنی ذات پر توجہ مرکوز کرنا ایک مسلمان کے کردار کی عکاسی نہیں کرتا۔ درحقیقت، اس طرح کا رویہ بہت سے جانوروں کی خصوصیت ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی معاشرے کو مجموعی طور پر تبدیل کرنے سے قاصر ہے، تب بھی وہ اپنے قریبی حلقے میں رہنے والوں جیسے خاندان اور دوستوں کی مدد کر کے اخلاص کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہیے جیسا کہ وہ سلوک کرنا چاہتے ہیں۔ باب 28 القصص، آیت 77

اور نیکی کرو جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ بھلائی کی ہے۔“

دوسروں کے ساتھ اخلاص کا ایک اہم عنصر اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی نیت سے ان کی مدد کرنا شامل ہے۔ لوگوں سے تعریف طلب کرنے سے پرہیز کرنا ضروری ہے، کیونکہ یہ کسی کے اجر کو نقصان پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور انسانیت کے لیے اخلاص کی کمی کو ظاہر کرتا ہے۔

باب 9 توبہ آیت 50

اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو انہیں تکلیف ہوتی ہے اور اگر تم پر کوئی آفت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنا معاملہ پہلے ہی اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا، اور وہ خوش ہوتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ واضح فرماتا ہے کہ مسلمان کو ہر صورت حال ان کے لیے بہتر ہے جب تک کہ وہ آسانی کے وقت شکر گزاری اور مشکل کے وقت صبر کرتے ہوئے اس کی اطاعت پر قائم رہیں، خواہ ان حالات کے پیچھے جو حکمتیں ہیں وہ ان پر ظاہر نہ ہوں۔ باب 9 توبہ آیت 51

کہہ دیجئے کہ ہم کو برگز نقصان نہیں پہنچے گا مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے۔ وہ ہمارا کارساز ہے "اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

نیت کے ذریعے شکر ادا کرنے کا مطلب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرنا ہے۔
 ،زبانی اظہار میں تشکر یا تو مثبت الفاظ کو بیان کرنا یا خاموشی کا انتخاب کرنا شامل ہے۔ مزید برآں
 اعمال میں شکر ادا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ جو نعمتیں حاصل کی گئی ہوں ان کو ایسے آداب
 میں استعمال کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں، جیسا کہ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس عمل کے نتیجے میں دنیا اور آخرت دونوں میں اضافی برکات
 سکون اور کامیابی حاصل ہوگی۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

”...اگر تم شکر گزار رہو گے تو میں تمہارے حق میں ضرور اضافہ کروں گا“

مزید برآں، صبر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر ثابت قدمی سے عمل کرتے ہوئے الفاظ
 یا عمل کے ذریعے عدم اطمینان کا اظہار کرنے سے گریز کیا جائے۔ یہ بھروسہ کرنا ضروری ہے کہ
 وہ اس چیز کا انتخاب کرتا ہے جو ان کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہے، یہاں تک کہ جب یہ فوری
 طور پر ظاہر نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ
 ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

نتیجتاً، جو شخص ہر حال میں مستقل مزاجی سے برتاؤ کرتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ کی غیر متزلزل حمایت
 اور رحمت حاصل ہوگی۔ یہ الہی مدد دونوں جہانوں میں ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کے
 حصول کے ذریعے اور تمام پہلوؤں اور افراد کو ان کی زندگی کے اندر مناسب طور پر پوزیشن میں

رکھ کر سکون کو فروغ دیتی ہے۔ یہ ہدایت صحیح مسلم نمبر 7500 میں درج ایک حدیث سے ظاہر ہوتی ہے۔ باب 9 توبہ آیت 51

کہہ دیجئے کہ ہم کو برگز نقصان نہیں پہنچے گا مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے۔ وہ” ہمارا کارساز ہے” اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس پر بھروسہ کرنے کی ترغیب دینے کے بجائے مومنوں کو اس پر بھروسہ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اہل ایمان اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں گے کیونکہ ان کا ایمان پختہ ہے جس کی جڑیں اسلامی علم میں ہیں۔ جبکہ، مسلمان کمزور ایمان کے مالک ہیں کیونکہ ان کے پاس اسلامی علم نہیں ہے اور اس کے بجائے دوسرے لوگوں، جیسے کہ اپنے والدین کی بنیاد پر اسلام قبول کرتے ہیں۔ لہذا ایک مسلمان کو مضبوط ایمان حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور اس کی اطاعت کو برقرار رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے عزم کو برقرار رکھنے کے لیے مضبوط ایمان ضروری ہے، ہر حال میں، خواہ خوشحالی کے وقت ہوں یا مصیبت کے۔ اس پختہ ایمان کی آبیاری قرآن کریم اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں موجود واضح نشانیوں اور تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے ہوتی ہے۔ یہ تعلیمات واضح کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت سے دنیا اور آخرت دونوں میں سکون ملتا ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ اسلامی اصولوں سے ناواقف ہیں وہ اکثر کمزور ایمان کے مالک ہوتے ہیں، جو انہیں اطاعت سے ہٹنے کے لیے زیادہ حساس بنا دیتے ہیں، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات احکام الہی سے متصادم ہوں۔ یہ سمجھ کی کمی اس حقیقت کو دھندلا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کے حق میں اپنی خواہشات کو ترک کرنا دونوں جہانوں میں حقیقی امن کے حصول کے لیے بہت ضروری ہے۔ لہذا، افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کو حاصل کرتے ہوئے اور اسے اپنی زندگیوں میں نافذ کرتے ہوئے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی غیر متزلزل اطاعت کو یقینی بنائیں۔ اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق ان پر دی گئی نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا، بالآخر ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دینا اور ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو درست ترجیح دینا شامل ہے۔ باب 9 توبہ آیت 52

”کہہ دو کیا تم ہمارے لیے انتظار کرتے ہو سوائے دو بہترین چیزوں کے؟“

اللہ تعالیٰ منافقین کو اپنی نافرمانی پر اڑے رہنے سے خبردار کرتا ہے کیونکہ یہ صرف دونوں جہانوں میں عذاب کا باعث بنتا ہے، خواہ اس دنیا میں ان پر یہ بات واضح نہ ہو۔ باب 9 توبہ آیت 52

جب کہ ہم آپ کے لیے انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ آپ کو اپنی طرف سے یا ہمارے ہاتھوں سے عذاب میں مبتلا کرے گا؟

ایک فرد جو ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے اسے یہ سوچ کر دھوکہ نہیں دینا چاہئے کہ فوری نتائج کی عدم موجودگی، یا کسی بھی نتائج کو سمجھنے میں ناکامی کا مطلب یہ ہے کہ وہ مکمل طور پر نتائج سے بچ جائیں گے۔ اس دنیا میں، ان کی ذہنیت انہیں ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے میں رکاوٹ بنائے گی اور انہیں اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دینے کا سبب بنے گی۔ نتیجتاً، ان کی زندگی کے مختلف پہلو، جن میں خاندان، دوستیاں، کیریئر اور دولت شامل ہیں پریشانی کے ذرائع میں تبدیل ہو جائیں گے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں تو وہ غلطی سے اپنے تناؤ کو نامناسب افراد اور اپنی زندگی کے حالات، جیسے کہ اپنے رشتہ داروں سے منسوب کر دیں گے۔ ان فائدہ مند اثرات سے تعلق منقطع کرنے سے، وہ اپنی ذہنی صحت کے چیلنجوں کو بڑھا دیں گے، جو ممکنہ طور پر ڈپریشن، مادہ کے غلط استعمال، اور یہاں تک کہ خودکشی کی سوچ میں بھی اضافہ کریں گے۔ یہ رجحان ان لوگوں میں قابل دید ہے جو اپنی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہتے ہیں، جیسے امیر اور مشہور، حالانکہ وہ کچھ مادی آسائشوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

چونکہ منافقین کو تنقید سے بچنے کے لیے اپنے مسلمان ہونے کا ڈھونگ درکار ہوتا تھا، اس لیے وہ کبھی کبھار اپنے اثاثے، جیسے کہ اپنی دولت، خیرات اور دیگر نیک مقاصد میں پیش کرتے تھے۔ لیکن چونکہ ان کا ارادہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا نہیں تھا، اس لیے ان کی تمام نیکیاں رد کر دی گئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو جزا دیتا ہے جو اس کی رضا کے لیے عمل کرتے ہیں۔ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ باب 9 توبہ آیت 53

کہو، "خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے۔ یہ آپ سے کبھی قبول نہیں کیا جائے گا۔ بے شک تم" نافرمان لوگ ہو۔"

لہذا اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ ہر وقت صحیح نیت کو اختیار کریں تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ثواب حاصل کریں۔ نیک نیت کی نشانی یہ ہے کہ جب کوئی لوگوں سے تعریف یا بدلہ لینے کی خواہش نہیں کرتا ہے۔ جیسا کہ اگلی آیت میں تنبیہ کی گئی ہے کہ صحیح نیت کو اختیار کرنے میں ناکامی کفر کی ایک خصوصیت ہے کیونکہ جو اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان رکھتا ہے وہ اس کو خوش کرنے اور اس سے اجر پانے کے لیے نیک اعمال کرے گا۔ جبکہ جو اس پر ایمان نہیں رکھتا وہ دوسری وجوہات کی بنا پر عمل کرے گا، جیسے کہ لوگوں کو خوش کرنا۔ باب 9 توبہ آیت 54

اور ان کے خرچ کو قبول ہونے سے اس کے سوا کیا چیز مانع ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے ”رسول کے ساتھ کفر کیا۔“

اس کے علاوہ، جب کوئی اللہ تعالیٰ پر صحیح معنوں میں ایمان نہیں رکھتا، تو وہ ان فرائض کو صحیح طریقے سے ادا کرنے میں ناکام ہو جائیں گے جو اس نے انہیں سونپے ہیں۔ ان اعمال کا مرکزی ستون جس پر باقی تمام نیک اعمال گھومتے ہیں، فرض نماز ہے۔ باب 9 توبہ آیت 54

اور ان کے خرچ کو قبول ہونے سے اس کے سوا کیا چیز مانع ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور یہ کہ وہ نماز کے لیے نہیں آتے مگر یہ کہ وہ سست ہوں

اس آیت میں جس کاہلی کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد صرف فرض نمازیں ادا کرنے کے ان کے رویے کی طرف ہے جیسا کہ ان کے والدین جیسے دوسروں کی طرف سے انہیں مجبور کیا جاتا ہے۔ اگر یہ ہچکچاہٹ کسی بالغ میں پائی جاتی ہے تو یہ اس بات کی واضح علامت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر یا یوم آخرت پر صحیح طور پر یقین نہیں رکھتے، کیونکہ فرض نمازیں اللہ تعالیٰ پر ان کے ایمان کی واضح علامت ہیں، اور یہ انہیں عملی طور پر قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیار ہونے کی ترغیب دیتی ہے۔ اگر کوئی قیامت کے دن پر صحیح طور پر یقین نہیں رکھتا تو اسے اس کے لیے تیاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لیے وہ اپنی فرض نمازوں کو ادا کرنا ناپسند کریں گے۔

مزید برآں، چونکہ پانچ فرض نمازیں پورے دن میں تقسیم کی جاتی ہیں، اس لیے وہ قیامت کے دن کی مستقل یاد دہانی کے طور پر کام کرتی ہیں، لوگوں کو اس کی تیاری میں مدد کرتی ہیں۔ فرض نماز کا ہر حصہ قیامت سے جڑا ہوا ہے۔ نماز کے دوران سیدھی کرنسی کو برقرار رکھنا اس طرح کی علامت باب 83 ہے جس میں اس اہم دن پر کوئی شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرے گا۔
المطففین، آیات 4-6

کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے، ایک عظیم دن کے لیے جس دن انسان رب "العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے؟

جھکنا ان بے شمار افراد کی ایک اہم یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے جنہیں قیامت کے دن اپنی زندگی کے دوران اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے میں ناکام رہنے پر تنقید کا سامنا کرنا پڑے گا۔ باب 77
المرسلات، آیت 48

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو تو وہ رکوع نہیں کرتے۔

یہ تنقید زندگی کے تمام پہلوؤں میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے سامنے پوری طرح سر تسلیم خم کرنے میں ان کی نابلہی پر زور دیتی ہے۔ نماز میں سجدہ کا عمل اس وقت کی یاد دہانی کا کام کرتا ہے جب قیامت کے دن سب کو اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ جو لوگ اپنے زمینی وجود کے دوران پوری طرح سے اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے میں ناکام رہے — زندگی کے ہر پہلو میں اس کے احکام پر عمل کرتے ہوئے — وہ قیامت کے دن اس کے سامنے سجدہ کرنے کے قابل نہیں پائیں گے۔ باب 68 القلم، آیات 42-43

جس دن حالات سنگین ہو جائیں گے، انہیں سجدہ کرنے کی دعوت دی جائے گی، لیکن ایسا کرنے سے روکا جائے گا، ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی، ذلت ان پر چھائی ہوئی ہے، اور انہیں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا جب وہ ٹھیک تھے۔

نماز کے دوران گھٹنے ٹیکنے کی حالت کو سنبھالنا اس انداز کی گہری یاد دہانی کا کام کرتا ہے جس میں کوئی شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے آخری فیصلے کے بارے میں بے چینی سے بہرا ہوا گھٹنے ٹیکتا ہے۔ باب 45 الجثیہ، آیت 28

اور تم ہر امت کو گھٹنے ٹیکتے ہوئے دیکھو گے اور ہر قوم کو اس کے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا کہ آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

جو لوگ اپنی نمازوں میں مشغول رہتے ہوئے ان عوامل پر غور کریں گے وہ ان کو درست طریقے سے ادا کریں گے، اس طرح فرض نمازوں کے درمیانی وقفوں کے دوران حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہیں گے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 45

”...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے“

جبکہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر صحیح معنوں میں ایمان نہیں رکھتا وہ اپنی فرض نمازیں قائم نہیں کرے گا کیونکہ وہ روزِ قیامت اپنے احتساب کی تیاری کی خواہش محسوس نہیں کرتے کیونکہ وہ اس پر صحیح یقین نہیں رکھتے۔ نتیجے کے طور پر، وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال نہیں کریں گے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 54

اور ان کے خرچ کو قبول ہونے سے ان کے سوا کون سی چیز مانع ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور یہ کہ وہ نماز کے لیے نہیں آتے مگر اس حال میں کہ وہ سست ہوں اور یہ کہ خرچ نہیں کرتے مگر جب وہ نا چاہتے ہوں۔

جو شخص اس طرز عمل پر قائم رہتا ہے وہ اپنے کمزور ایمان کو کھو دینے کے شدید خطرے میں ہے۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کی طرح ہے جو پھلنے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہے۔ ایک پودے کی طرح جو سورج کی روشنی کی طرح ناکافی رزق سے دوچار ہوتا ہے، جو اس کے زوال اور موت کا باعث بنتا ہے، ایک فرد کا ایمان بھی کمزور ہو سکتا ہے اور بالآخر اس کی موت ہو سکتی ہے اگر اس کے پاس فرمانبردارانہ اعمال کی حمایت نہ ہو۔

ان لوگوں سے بیوقوف نہیں بننا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہتے ہیں، ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے جو انہیں دی گئی ہیں، جب وہ ان کو دنیاوی چیزیں حاصل کرنے اور اپنی دنیاوی خواہشات کو پورا کرتے ہوئے دیکھتے ہیں، جیسے کہ امیر اور مشہور۔ باب 9 توبہ آیت 55

"... پس ان کا مال یا اولاد تمہیں متاثر نہ کرے"

درحقیقت تمام دنیاوی نعمتیں، جیسے شہرت اور دولت، صرف ایک امتحان ہے کہ آیا کوئی ان کا صحیح: باب 67 الملک، آیت 2 استعمال کرے گا یا نہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔

جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں بہتر ہے۔“۔‘

جو انہیں صحیح طریقے سے استعمال کرتا ہے وہ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرکے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھ کر ذہنی سکون حاصل کرے گا۔ جبکہ جو لوگ عطا کردہ نعمتوں کو غلط استعمال کرنے پر اڑے رہیں گے وہ دونوں جہانوں میں اس کا —ختمیازہ بھگتیں گے، خواہ اس دنیا میں ان پر یہ بات ظاہر نہ ہو۔ نتیجتاً، ان کے وجود کا ہر پہلو خاندان، دوست، کیریئر اور مالیات—پریشانی کا باعث بن جائیں گے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں گے تو وہ اپنی مایوسیوں کو غلط افراد اور اپنی زندگی کے حالات، جیسے کہ ان کے رشتہ داروں کی طرف لے جائیں گے، اپنے تناؤ کو ان کی طرف منسوب کریں گے۔ ان مثبت اثرات کو ختم کرنے سے، وہ صرف اپنے دماغی صحت کے چیلنجوں کو مزید خراب کریں گے، جو ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ نمونہ ان لوگوں میں خاص طور پر نمایاں ہے جو انہیں عطا کی گئی نعمتوں کا مسلسل غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ امیر اور مشہور، جو مادی دولت سے لطف اندوز ہونے کے باوجود، ذہنی صحت کے مسائل سے دوچار ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 55

پس ان کا مال اور اولاد تمہیں متاثر نہ کرے، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ ان کے ذریعے دنیا کی زندگی "میں عذاب کرے اور ان کی جان اس حال میں ہلاک ہو کہ وہ کافر ہوں۔"

جیسا کہ اس آیت کے آخر میں تنبیہ کی گئی ہے، جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہتے ہیں اور اس پر عمل کے ذریعے اپنے ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت کرنے میں ناکام رہتے ہیں، ان کا ایک پودے کی طرح جو ضروری غذائی اجزا کی کمی کی وجہ ایمان ضائع ہونے کا شدید خطرہ ہے۔ سے خراب ہو جاتا ہے، جیسے کہ سورج کی روشنی، جس کے نتیجے میں اس کے زوال اور بالآخر موت واقع ہو جاتی ہے، اسی طرح ایک فرد کا ایمان بھی کم ہو سکتا ہے اور بالآخر ختم ہو سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے کاموں سے تعاون نہ ملے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ منافقت کی مزید بری خصوصیات پر روشنی ڈالتا ہے جن سے بچنا ضروری ہے سنن کیونکہ ایک شخص آخرت میں ان لوگوں کے ساتھ مل جائے گا جن کی وہ دنیا میں نقل کرتے ہیں۔ میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ باب 9 توبہ آیت 56 ابوداؤد نمبر 4031

"اور وہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں جبکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں۔"

منافقوں نے جھوٹ بولا اور اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کے ساتھ اپنے وعدوں اور امانتوں میں خیانت کی۔ صحیح بخاری نمبر 2749 میں درج ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافق کی تین نشانیاں بتائی ہیں۔ پہلی صفت یہ ہے کہ جب وہ بولتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اکثر جھوٹ اور فریب میں مشغول رہتے ہیں۔ جھوٹ بولنا جائز نہیں، قطع نظر اس کے کہ یہ ایک معمولی جھوٹ ہے، جسے اکثر سفید جھوٹ کہا جاتا ہے، یا اگر کوئی مذاق میں جھوٹ بولتا ہے۔ جھوٹ کی ہر قسم کی ممانعت ہے۔ درحقیقت جو شخص دھوکہ دینے کی نیت سے جھوٹ بولتا ہے، اس پر جامع ترمذی نمبر 2315 کی حدیث میں تین مرتبہ لعنت کی گئی ہے۔

ایک اور عام جھوٹ جسے لوگ اکثر پروپیگنڈہ کرتے ہیں، اسے بے ضرر سمجھتے ہوئے، بچوں سے جھوٹ بولنا ہے۔ یہ صریح طور پر ایک گناہ ہے، جیسا کہ سنن ابوداؤد نمبر 4991 جیسی احادیث سے ثابت ہے۔ بچوں سے جھوٹ بولنا سراسر حماقت ہے، کیونکہ وہ صرف ان بڑوں کے اس گناہ کی تقلید کرتے ہیں جو ان سے جھوٹ بولتے ہیں۔ اس طرح کام کرنا بچوں کو سکھاتا ہے کہ جھوٹ بولنا جائز ہے جو کہ اسلام کے اصولوں سے متصادم ہے۔ جھوٹ صرف انتہائی نایاب اور انتہائی حالات میں قابل قبول ہے، جیسے کہ جب کسی بے گناہ کی جان کی حفاظت ضروری ہو۔

جھوٹ سے پرہیز کرنا بہت ضروری ہے، جیسا کہ جامع ترمذی نمبر 1971 میں ایک حدیث ہے کہ اس سے غیبت اور غیبت سمیت دیگر گناہ بھی ہوتے ہیں۔ ایسا طرز عمل کسی کو جہنم کے دہانے تک پہنچا سکتا ہے۔ جب کوئی شخص جھوٹ بولتا رہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے ایک بڑا جھوٹا لکھتا ہے۔ قیامت کے دن کسی ایسے شخص کی قسمت کا اندازہ لگانے کے لیے علمی بصیرت کی ضرورت نہیں ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا جھوٹا قرار دیا ہے۔

تمام مسلمان فرشتوں کی صحبت کے متمنی ہیں۔ تاہم جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو وہ اس الہی صحبت سے محروم ہو جاتا ہے۔ درحقیقت، جھوٹے کے منہ سے نکلنے والی بدبو فرشتوں کو ایک میل دور کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 1972 میں درج ایک حدیث سے ہوتی ہے۔

جو لوگ جھوٹ پر قائم رہتے ہیں وہ جان لیں گے کہ یہ ان کے ارادوں کو داغدار کر دیتا ہے، جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے نیک اعمال انجام دیتے ہیں۔ چنانچہ اس کا نتیجہ دنیا اور آخرت دونوں میں ثواب سے محروم ہو جاتا ہے جیسا کہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں ایک حدیث میں وارد ہوا ہے۔ مزید برآں یہ ان کے اعمال کو بھی بگاڑ دے گا کیونکہ جب کسی کی زبان جھوٹ کی عادت ہو جائے تو جسمانی گناہ بڑھ جاتے ہیں۔

ابتدائی حدیث میں نفاق کی بعد کی صفت امانتوں میں خیانت ہے۔ اس میں وہ تمام امانتیں شامل ہیں جو ایک فرد کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور ساتھی انسانوں کی طرف سے عطا کی گئی ہیں۔ ہر نعمت اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ ان امانتوں کو عزت دینے کا واحد ذریعہ ان نعمتوں کو ایسے آداب میں استعمال کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس رہنمائی پر عمل کرنے سے، انسان مزید برکات کے حصول کو یقینی بناتا ہے، کیونکہ یہ سچی شکرگزاری کی مثال دیتا ہے اور یہ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھنے کے ذریعے ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ کروں" گا۔

افراد کے درمیان قائم اعتماد کو برقرار رکھنے کے لیے بہت ضروری ہے۔ جن لوگوں کو کسی دوسرے شخص کی ملکیت سونپ دی گئی ہے انہیں ان کا غلط استعمال نہیں کرنا چاہئے اور انہیں مالک کی حکمت کے مطابق ہی استعمال کرنا چاہئے۔ افراد کے درمیان اعتماد کی سب سے اہم شکلوں میں سے ایک بات چیت کی رازداری ہے، جب تک کہ دوسروں کو معلومات ظاہر کرنے میں کوئی واضح فائدہ نہ ہو۔ افسوس کہ مسلمانوں میں اس اصول کو اکثر نظر انداز کیا جاتا ہے۔ کسی کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرے جیسا کہ وہ خود لوگوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہتا ہے۔

مزید برآں، یہ امانتیں کسی کی سرپرستی کے تحت افراد تک پھیلی ہوئی ہیں، جیسے کہ انحصار کرنے والے۔ ایک مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ان افراد کے حقوق کو برقرار رکھتے ہوئے ان امانتوں کا احترام کرے۔ مثال کے طور پر، یہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیمات کو سیکھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو سیکھیں۔

زیر بحث بنیادی حدیث میں نفاق کی آخری نشانی وعدہ خلافی ہے۔ ایک مسلمان نے جو سب سے اہم وعدہ کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، جو اسے اپنا رب اور خدا تسلیم کرنے پر قائم ہوا ہے۔ یہ عہد اس کے احکام پر عمل کرنے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ صبر کے ساتھ کرنے پر مشتمل ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بتایا گیا ہے۔

افراد کے ساتھ کیے گئے دیگر تمام وعدوں کا بھی احترام کیا جانا چاہیے، جب تک کہ کوئی جائز وجہ نہ ہو، خاص طور پر وہ جو والدین نے اپنے بچوں سے کیے ہوں۔ وعدوں کی پاسداری میں ناکامی بچوں میں صرف منفی اقدار کو جنم دیتی ہے اور انہیں یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ بے ایمانی ایک قابل قبول صفت ہے۔ صحیح بخاری نمبر 2227 میں درج ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص اس کے نام پر کوئی وعدہ کرے اور بغیر کسی جواز کے اسے توڑ دے تو وہ اس کی مخالفت کرے گا۔ جس شخص کے پاس اللہ تعالیٰ ہے، وہ یوم جزا پر مخالف کی حیثیت سے کامیابی کی امید کیسے رکھ سکتا ہے؟ جب بھی ممکن ہو دوسروں سے وعدے کرنے سے گریز کرنا عموماً دانشمندی ہے۔ تاہم، جب کوئی وعدہ کیا جاتا ہے، تو اس کی تکمیل کو یقینی بنانے کے لیے کافی کوشش کرنی چاہیے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت میں عمل کے ساتھ ناکام ہو کر کوئی منافقانہ رویہ اختیار کرنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے سے محروم ہو جائے گا۔ باب 9 توبہ آیت 56:

اور وہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ ٹرنے والے لوگ ہیں۔

یہ خوف اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے بھاگنے کا سبب بنے گا۔ نتیجتاً، وہ اپنی دنیاوی خواہشات کی تکمیل کے لیے ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے۔ باب 9 توبہ آیت 57

اگر انہیں کوئی پناہ گاہ یا کوئی غار یا داخل ہونے کی جگہ مل جائے [اور چھپنے کی] تو وہ اس کی ”طرف متوجہ ہوں گے جبکہ وہ غافل ہو کر بھاگیں گے۔“

اس خوف کی جڑ جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے بھاگنے کا سبب بنتا ہے، ایمان کی کمزوری ہے۔ لہذا مضبوط ایمان ہر حال میں، خواہ خوشحالی کے وقت ہو یا مصیبت میں، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے عزم کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ یہ پختہ ایمان قرآن کریم میں موجود واضح نشانیوں اور تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے پیدا ہوتا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ یہ تعلیمات اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت سے دنیا اور آخرت دونوں میں سکون ملتا ہے۔ اس کے برعکس، وہ لوگ جو اسلامی اصولوں سے ناواقف ہوتے ہیں وہ اکثر کمزور ایمان کے مالک ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ اطاعت سے انحراف کا شکار ہو جاتے ہیں، خاص طور پر جب ان کے ذاتی رجحانات خدائی ہدایات سے متصادم ہوں۔ فہم کی یہ کمی اس حقیقت کو دھندلا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حق میں اپنی خواہشات کا ترک کرنا دونوں جہانوں میں امن کے حصول کے لیے بہت ضروری ہے۔ چنانچہ لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کو حاصل کر کے اور اسے عملی طور پر نافذ کرتے ہوئے اپنے ایمان کو مضبوط کریں اس طرح ہر وقت اللہ تعالیٰ کی غیر متزلزل اطاعت کو یقینی بنائیں۔ اس میں اسلامی تعلیمات کی طرف سے بیان کردہ ان نعمتوں کا صحیح طور پر استعمال کرنا ہے، جو بالآخر ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دیتا ہے اور ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو درست ترجیح دیتا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے آٹھویں سال مدینہ منورہ میں جنگ حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کے وقت ذو الخواصیرہ نامی منافق نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصاف نہیں کر رہے تھے۔ اس سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غصہ آیا، جنہوں نے یہ سوال کرتے ہوئے جواب دیا کہ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو کون انصاف کرے گا۔ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس صریح منافق کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ یہ شخص آخر کار ایک ایسے باغی گروہ کی

قیادت کرے گا جو اسلام کے دین سے اس طرح داخل ہو کر خارج ہو جائے گا جیسے تیر مارتا ہے اور اپنے نشانے سے نکل جاتا ہے۔ انہوں نے یہ کہہ کر بات ختم کی کہ جب یہ لوگ قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں تو یہ ان کے حلق سے باہر نہیں جاتا، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ان کے روحانی دلوں تک نہیں پہنچتا۔ اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 3، صفحہ 492-493 میں بحث کی گئی ہے۔

:اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ کی آیت نمبر 58 نازل فرمائی

اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو صدقات کی تقسیم میں تم پر تنقید کرتے ہیں، اگر ان کو ان کی طرف سے دیا جائے تو وہ منظور کر لیتے ہیں، اور اگر ان سے نہ دیا جائے تو فوراً ناراض ہو جاتے ہیں۔"

اصباب النزول ، 9:58، صفحہ 88 میں بحث کی گئی ہے ۔

یہ اس مسلمان کا نتیجہ ہے جو آسودگی کے وقت اسلام سے خوش ہوتا ہے کیونکہ اس کی دنیاوی خواہشات پوری ہوتی ہیں لیکن جب اس کی دنیاوی خواہشات کے منافی ہو جاتے ہیں جیسے کہ اس کی دنیاوی دعا پوری نہ ہوتی ہو تو اسلام سے ناراض ہو جاتا ہے۔ باب 22 الحج، آیت 11

اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کی عبادت کنارے پر کرتا ہے، اگر اسے کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو اسے تسلی ملتی ہے، اور اگر اسے کوئی آزمائش پہنچتی ہے تو وہ منہ پھیر لیتا ہے، اس نے "دنیا اور آخرت کو کھو دیا، یہی صریح نقصان ہے۔"

ان کے اس طرز عمل کے نتیجے میں وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں گے۔ نتیجتاً، وہ اپنی ذہنی اور جسمانی تندرستی میں عدم توازن کا تجربہ کریں گے، جس کے نتیجے میں ان کے تعلقات اور زندگی میں ذمہ داریاں منقطع ہو جائیں گی، اور آخر کار قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیاری کرنے کی ان کی صلاحیت میں رکاوٹ پیدا ہو گی۔ اس صورتحال کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، خواہ وہ کسی بھی دنیاوی لذت میں مبتلا ہوں۔

اس ذہنیت اور اس کے نتائج کو روکنے کے لیے ایک مسلمان کو یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کی خدمت نہیں کرتا۔ بلکہ، وہ اس کی خدمت کے لیے بلائے گئے ہیں۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب تسلیم کرتے ہیں وہ فطری طور پر اس کے بندوں کے طور پر اپنے کردار کو قبول کرتے ہیں۔ ایک حقیقی نوکر ذاتی تسکین کی کوشش نہیں کرتا، اور نہ ہی وہ یہ توقع رکھتے ہیں کہ دوسرے ان کی ضروریات کو پورا کریں گے۔ ان کی بنیادی توجہ سب سے بڑھ کر اپنے مالک کو راضی کرنا اور اس کی اطاعت کرنا ہے، بشمول افراد، ذاتی خواہشات، سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافتی رجحانات کی پابندی۔ بندے کی واحد خواہش اپنے مالک کی خوشی لانا ہے۔ مزید برآں، ایک بندہ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ جو کچھ اس کی ملکیت ہے، بشمول ان کی زندگی، ان کے خالق اور مالک، اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ نتیجتاً، وہ بے تابی سے ان تمام چیزوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کو پسند ہوں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک سچا بندہ یہ سمجھتا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ ان کا خالق اور رب ہے نیز تمام موجودات کا خالق اور رب ہے، اس لیے وہ اس کی مخالفت کرتے ہوئے ذہنی سکون حاصل نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ تمام معاملات پر حکومت کرتا ہے، بشمول افراد کے روحانی دل، ذہنی سکون کا گھر۔ اس لیے وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، اس کی اطاعت کے لیے پوری تندرستی سے کوشش کریں گے، کیونکہ یہی دنیا اور آخرت دونوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے کا واحد راستہ ہے۔ یہ اس بات کی ضمانت دے گا کہ وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو مناسب طور پر پوزیشن میں رکھیں گے، ساتھ ہی ساتھ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے بھی کافی تیاری کر رہے ہوں گے۔ نتیجتاً، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔ اگر کوئی اپنی تمام دنیاوی خواہشات اور دعاؤں کو قبول کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ غلطی سے غلط عقیدے میں داخل ہو گئے ہیں، کیونکہ اسلام افراد کی خواہشات کو پورا نہیں کرتا۔ اس کے بجائے، یہ افراد سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ اپنی دنیاوی خواہشات کو ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو انہیں عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ مشق دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے، چاہے یہ افراد کی دنیاوی خواہشات کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ

اسلامی تعلیمات کو اپنے فائدے کے لیے اپنانا اور نافذ کرنا چاہیے، خواہ یہ تعلیمات ذاتی خواہشات سے متصادم ہوں۔ انہیں اپنے آپ کو ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے جو اپنے معالج کی طبی رہنمائی کو تسلیم کرتا ہے اور اس کی پیروی کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفاد میں ہے، باوجود اس کے کہ ناخوشگوار دوائیں تجویز کی جائیں اور غذا کا سخت طریقہ ہو۔ جس طرح یہ عقلمند مریض بہترین ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ فرد بھی جو اسلامی تعلیمات پر عمل کرے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ یہ اس حقیقت کی وجہ سے ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس وہ علم ہے جو اس بات کو یقینی بنانے کے لیے ضروری ہے کہ انسان ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو مناسب طور پر ترجیح دیتا ہے، بالآخر دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔

باب 9 توبہ آیت 58:

اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو صدقات کی تقسیم میں تم پر تنقید کرتے ہیں، اگر ان کو ان کی "طرف سے دیا جائے تو وہ منظور کر لیتے ہیں، اور اگر ان سے نہ دیا جائے تو فوراً ناراض ہو جاتے ہیں۔"

اس کے علاوہ، جب کوئی اسلام کو اپنی دنیاوی خواہشات، جیسے کہ روحانی مشقوں کے ذریعے حاصل کرنے کے لیے استعمال کرتا رہے گا، تو وہ یہ رویہ اختیار کرے گا، جس سے ان کی خواہشات پوری نہ ہونے پر وہ مشتعل ہو جائیں گے۔ اس رویہ سے بچنے کے لیے دینی علم کے متبادل ذرائع پر عمل کرنے سے گریز کرنا چاہیے اور اس کے بجائے ہدایت کے دو ذرائع پر سختی سے عمل کرنا چاہیے: قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ درحقیقت، ان متبادل ذرائع پر جتنا زیادہ بھروسہ کیا جائے گا، یہاں تک کہ اگر ان سے مثبت اعمال ظاہر ہوتے ہیں، لوگ رہنمائی کے دو اہم ذرائع سے اتنے ہی کم مشغول ہوں گے، جو بالآخر گمراہی کا باعث بن سکتے ہیں۔ اس تشویش کی تاکید حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی ہے، جنہوں نے سنن ابوداؤد نمبر 4606 میں درج ایک حدیث میں متنبہ کیا ہے کہ کوئی بھی ایسی بات جو ہدایت کے دو منابع میں نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا۔ مزید برآں، مذہبی علم کے دیگر ذرائع پر بڑھتا ہوا انحصار افراد کو ایسے طریقوں کو اپنانے کا سبب بن سکتا ہے جو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے ہم آہنگ نہیں ہیں۔

یہ بتدریج انحراف ایک طریقہ کار کے طور پر کام کرتا ہے جس کے ذریعے شیطان افراد کو گمراہ کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، دنیاوی خواہش کے حصول میں، جیسے کہ بچہ پیدا کرنا، کسی شخص کو بعض روحانی طریقوں میں مشغول ہونے کی ترغیب دی جا سکتی ہے جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہوں۔ اگر یہ فرد بے خبر ہو اور دینی علم کے متبادل ذرائع پر چلنے کا عادی ہو گیا ہو تو وہ آسانی سے اس فریب کا شکار ہو کر روحانی سرگرمیوں میں حصہ لینا شروع کر سکتا ہے جو براہ راست اسلامی اصولوں کے خلاف ہو۔ نتیجتاً، وہ اللہ، برگزیدہ، اور کائنات کے بارے میں ایسے عقائد بھی قائم کرنا شروع کر سکتے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہوں، جیسا کہ یہ تصور کہ افراد یا مافوق الفطرت ہستیاں ان کی تقدیر کا فیصلہ کر سکتی ہیں، کیونکہ ان کی سمجھ ہدایت کے دو بنیادی ذرائع کے علاوہ دیگر ذرائع سے متاثر ہوتی ہے۔ ان گمراہ کن طریقوں اور عقائد میں سے کچھ سراسر کفر کا باعث بن سکتے ہیں، جیسے کالے جادو میں ملوث ہونا۔ باب 2 البقرہ، آیت 102

سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور ”جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل ہوا تھا لیکن وہ [یعنی دونوں فرشتے] کسی کو نہیں سکھاتے جب تک یہ نہ کہیں کہ ”ہم آزمائش ہیں، اس لیے کفر نہ کرو۔“

مذہبی علم کے دوسرے ذرائع پر انحصار کرنے کے رجحان کی وجہ سے ایک مسلمان نادانستہ طور پر اپنا ایمان کھو سکتا ہے۔ نتیجتاً، مذہبی بدعات میں مشغول ہونا جن کی رہنمائی کے دو بنیادی ذرائع میں کوئی بنیاد نہیں ہے، شیطان کے راستے پر چلنے کے مترادف ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 208

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو ”بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“

قرآن مجید کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر عمل کرتے ہوئے صحیح طرز عمل اختیار کرنا اس بات کو یقینی بنائے گا کہ انسان اس بات کو یقینی طور پر سمجھے گا کہ اللہ تعالیٰ

ان کے لیے جو کچھ بھی چنتا ہے وہ سب سے بہتر ہے، چاہے اس کے انتخاب کے پیچھے حکمتیں ان پر ظاہر نہ ہوں۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

:اور باب 9 توبہ آیت 59

کاش وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انہیں دیا اور کہتے کہ ہمارے لیے اللہ ”کافی ہے۔ اللہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا اور اس کا رسول بھی۔ بے شک ہم اللہ کے چاہنے والے ہیں [یہ ان کے لیے بہتر ہوتا]

یہ طرز عمل اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں خاکہ کے طور پر دی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہیں گے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دماغ اور جسم کی متوازن حالت حاصل کریں، اپنی زندگی کے تمام عناصر اور لوگوں کو مناسب طریقے سے ترتیب دیتے ہوئے، اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کریں۔ اس کے نتیجے میں یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کا باعث بنے گا۔ یہ نتیجہ دنیاوی چیزوں کی خواہش سے کہیں بہتر ہے کیونکہ ذہنی سکون کے بغیر دنیاوی چیزوں کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ یہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کوئی امیر اور مشہور لوگوں کا مشاہدہ کرتا ہے جو اپنے پاس بہت سی دنیاوی چیزوں اور بہت سی دنیاوی خواہشات کی تکمیل کے باوجود ذہنی صحت کے مسائل سے دوچار ہیں۔

منافقین کے اس برے رویے کا ذکر کرنے کے بعد جب ان کو مال غنیمت سے مال نہیں ملتا تھا، اللہ عزوجل اس کی وضاحت فرماتا ہے کہ واجب صدقہ کا حقدار کون ہے۔ باب 9 توبہ آیت 60

زکوٰۃ کے اخراجات صرف غریبوں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو [زکوٰۃ جمع] کرنے کے لیے ہیں اور دلوں کو جوڑنے کے لیے ہیں اور غلاموں کو آزاد کرنے کے لیے ہیں اور قرض داروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لیے جو اللہ کی طرف سے فرض ہے اور اللہ جاننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔

غور کرنے کا پہلا پہلو یہ ہے کہ واجب صدقہ کسی شخص کی مجموعی آمدنی کے صرف ایک چھوٹے سے حصے کی نمائندگی کرتا ہے اور صرف اس صورت میں دیا جاتا ہے جب ایک مخصوص حد پوری ہو۔ اس واجب صدقہ کی ایک وجہ مسلمانوں کو یہ یاد دلانا ہے کہ ان کا مال واقعی ان کا نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو وہ اسے استعمال کرنے کے لیے آزاد ہوں گے جیسا کہ وہ چاہیں گے۔ یہ دولت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تخلیق اور تحفہ ہے اور اس کا استعمال اس کے حکم کے مطابق ہونا چاہیے۔ درحقیقت ہر نعمت صرف ایک قرض ہے جو اس کے حقیقی مالک اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو واپس کرنی چاہیے۔ یہ ادائیگی اس وقت ہوتی ہے جب لوگ اپنی نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرتے ہیں جو اللہ کو پسند کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ جو لوگ اس حقیقت کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں اور اس طرح عمل کرتے ہیں کہ گویا ان کی نعمتیں، بشمول ان کے مال، ان کے لیے ہیں، اور اس طرح اپنے واجب صدقات کو دینے میں کوتاہی کرتے ہیں، ان کو ان لوگوں کی طرح کا انجام بھگتنا پڑے گا جو دنیا کا قرض ادا نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری نمبر 1403 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو شخص اپنے واجب صدقات کو دینے میں ناکام رہے گا اس کا سامنا ایک بڑے زہریلے سانپ سے ہوگا جو اسے قیامت کے دن مسلسل کاٹے گا۔ باب 3 علی عمران، آیت 180

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو کچھ ان کو دیا ہے اس سے باز رہنے والے ہرگز یہ نہ سوچیں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے، بلکہ یہ ان کے لیے بدتر ہے، قیامت کے دن ان کی گردنوں میں وہ چیز گھیرے گی جس سے انہوں نے روک رکھا تھا۔“

اس دنیا میں وہ مال جو وہ واجب صدقہ کے ذریعے بانٹنے میں ناکام رہتے ہیں وہ آخر کار ان کی پریشانی اور تکلیف کا باعث بن جائے گا کیونکہ انہوں نے اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کی ہوئی نعمتوں پر ان کا دعویٰ ہے۔ باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟" (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

درحقیقت جو شخص اپنے واجب صدقات کو عطیہ کرنے میں ناکام رہتا ہے وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی عدم توازن کی حالت میں ختم ہو جائیں گے، ہر چیز اور اپنے اردگرد کی ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے، اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام ہو جائیں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، چاہے وہ کچھ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔

باب 9 توبہ آیت 60

"...زکوٰۃ کا خرچ صرف غریبوں اور محتاجوں کے لیے ہے"

عام طور پر، یہ ضرورت مندوں کی مدد کرنے کی اہمیت کی نشاندہی کرتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6853 میں درج ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان کی تکلیف کو دور کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے لیے ایک مشکل آسان کر دے گا۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کے اعتبار سے عزت دیتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات میں اس اصول کی بے شمار مثالیں مل سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر، باب 2 البقرہ، آیت 152:

پس مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔“

ایک اور مثال جامع ترمذی نمبر 1924 میں ایک حدیث میں مذکور ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ جو لوگ دوسروں پر رحم کرتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت نازل ہوتی ہے۔

پریشانی کی تعریف کسی بھی ایسی چیز کے طور پر کی جاتی ہے جو کسی فرد کو پریشانی اور مشکلات کی طرف لے جاتی ہے۔ چنانچہ جو شخص کسی دوسرے کے لیے اس طرح کی تکلیف کو دور کرتا ہے، خواہ اس کا تعلق دنیاوی معاملات سے ہو یا دینی مسائل سے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے، اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مصیبتوں سے محفوظ رکھے گا۔ اس اصول کو متعدد احادیث میں مختلف شکلوں میں بیان کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2449 میں موجود حدیث میں فرمایا کہ جو شخص کسی بھوکے مسلمان کو رزق دے گا اسے قیامت کے دن جنت کے پھل ملیں گے۔ اسی طرح جو شخص کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے گا اس کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جنت کا پانی پلائے گا۔

یہ دیکھتے ہوئے کہ آخرت کی آزمائشیں اس دنیا میں پیش آنے والی آزمائشوں سے کہیں زیادہ سخت ہیں، یہ ثواب ایک مسلمان کے لیے اس وقت تک محفوظ ہے جب تک کہ وہ آخرت میں نہ آجائے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ایک مسلمان کو اس زندگی کے فتنوں پر قیامت کے چیلنجوں کو ترجیح دینی چاہیے۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ دنیا کی آزمائشیں ہمیشہ عارضی، کم شدید اور آخرت کی آزمائشوں سے کم دور رس ہوتی ہیں۔ یہ ادراک انہیں آخرت کی مصیبتوں سے بچنے کے لیے، اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کے لیے مستعدی سے عمل کرنے کی ترغیب دے گا۔

اس حدیث میں ایک اور بات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک مسلمان کی مدد کرتا رہے گا جب تک وہ دوسروں کی مدد میں مصروف رہے گا۔ ایک مسلمان کو یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ جب وہ کسی مقصد کی طرف کوشش کرتے ہیں یا کسی خاص کام کو پورا کرنے کے لیے کسی دوسرے فرد سے تعاون حاصل کرتے ہیں، تو نتیجہ یا تو کامیاب ہو سکتا ہے یا ناکامی کی صورت میں نکل سکتا ہے۔ تاہم، جب اللہ تعالیٰ کسی معاملے میں کسی کی مدد کرتا ہے تو اس کا کامیاب نتیجہ یقینی ہوتا ہے۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ یہ الہی مدد اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کوئی شخص دوسروں کو دینی اور حلال دنیاوی دونوں معاملات میں مدد فراہم کرتا ہے۔ مزید برآں، ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں کی مدد کرنا چاہیے، اگر وہ اس اجر کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں توقع نہیں کرنی چاہئے، ان کی امید نہیں رکھنی چاہئے یا ان کی مدد کرنے والوں سے اظہار تشکر کی درخواست نہیں کرنی چاہئے۔ آخر کار یہ خدائی امداد اس صورت میں ہو گی جو ان کے لیے بہترین ہو اور اس وقت جو ان کے لیے بہترین ہو اور اس لیے ان کی خواہشات کے مطابق نہ ہو۔

چنانچہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے فائدے کے لیے تمام نیک کاموں میں دوسروں کی مدد کرنے کی کوشش کریں تاکہ انہیں دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہو۔

اس کے علاوہ، یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ افراد کو ہمیشہ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ان کے پاس جو بھی وسائل ہیں، بشمول دولت، اللہ تعالیٰ نے انہیں تحفہ کے بجائے قرض کے طور پر عطا

کیا ہے۔ قرض کے لیے اس کے صحیح مالک کو واپسی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے قرض کی ادائیگی کا طریقہ ان وسائل کو ان طریقوں سے استعمال کرنا ہے جو اس کے نزدیک اسلامی تعلیمات میں بیان کیے گئے ہیں۔ چنانچہ جو شخص ضرورت مندوں کی مدد کرتا ہے وہ صرف اس ذمہ داری کو پورا کرتا ہے جو اس پر اللہ تعالیٰ کا واجب ہوتا ہے۔ اس سچائی کو پہچاننا انہیں ایسا کام کرنے سے باز رکھے گا جیسے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے یا کسی ضرورت مند کے لیے احسان کر رہے ہوں۔ درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے انہیں دنیاوی نعمتیں دے کر اور ضرورت مندوں کی مدد کے ذریعے بے پناہ انعامات حاصل کرنے کا موقع فراہم کر کے ان پر احسان کیا ہے۔ مزید برآں، ضرورت مند شخص نے بھی عطیہ دہندگان کی امداد قبول کرتے ہوئے اس پر احسان کیا ہے۔ اگر ہر ضرورت مند دوسروں کی مدد سے انکار کر دے تو وہ کیسے حاصل کر سکے گا جو الہی تعلیمات میں بیان کیے گئے ہیں؟ ان تحفظات کو ذہن میں رکھنے سے کسی کو نامناسب ذہنیت اختیار کر کے اپنے اجر کو برباد کرنے سے روکنے میں مدد ملے گی۔

بالآخر، ضرورت مندوں کی مدد کرنا کسی بھی قانونی ضروریات کو پورا کرنا شامل ہے جو کسی فرد کو ہو سکتی ہے۔ اس میں جذباتی، جسمانی اور مالی ضروریات شامل ہیں۔ اس لیے کوئی بھی مسلمان خواہ اس کے پاس کتنی ہی دنیاوی نعمتیں ہوں، ضرورت مندوں کی مدد سے باز رہنے کا جواز پیش نہیں کر سکتا۔

باب 9 توبہ آیت 60

اور ان لوگوں کے لیے جو [زکوٰۃ جمع کرنے کے لیے اور دلوں کو جوڑنے کے لیے] اسلام کے ”...[لیے]

کچھ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اسلام کی ہمدردی اور نرم جوہر کو ظاہر کرنے کے لیے واجب صدقہ غریب غیر مسلموں تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ اس عمل کو

رشوت نہیں سمجھا جاتا، کیونکہ خیرات ان کے قبول اسلام پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ، اس کا مقصد اسلام کی خیر خواہ فطرت کو بیان کرنا ہے، جو سب کے ساتھ حسن سلوک کی وکالت کرتا ہے، خواہ ان کے عقائد کچھ بھی ہوں۔ اس کے برعکس، دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ یہ آیت نئے تبدیل ہونے والے مسلمانوں کے لیے واجب صدقہ کی فراہمی سے متعلق ہے، جس کا مقصد ان کے ایمان کو مضبوط کرنا ہے۔ اس عمل کی مثال حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھی، جنہوں نے اکثر نئے مسلمان ہونے والے مسلمانوں کو ان کے دلوں میں خوشی اور اطمینان لانے کے لیے زیادہ سے زیادہ دولت عطا کی تھی۔ مثال کے طور پر، طائف کے محاصرے کے بعد، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے آٹھویں سال مدینہ منورہ میں ہوا، آپ نے جنگ حنین کے جنگی سامان کو مختص کیا، جس سے نئے مسلمان ہونے والے مسلمانوں کو ان کے حوصلے بلند کرنے کے لیے زیادہ حصہ فراہم کیا۔ مدینہ کے بعض چھوٹے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر نظر انداز کیا تھا۔ یہ سن کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلایا اور دریافت فرمایا کہ کیا وہ اس بات سے مطمئن نہیں ہیں کہ جب دوسرے جنگی سامان لے کر گھر لوٹیں گے تو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ واپس آئیں گے۔ انہوں نے اجتماعی طور پر اس پر اپنے اطمینان کا اعادہ کیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا کہ اگر وہ مدینہ کی طرف ہجرت نہ کرتے اس طرح ہجرت کرتے تو وہ مدینہ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہوتے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر دنیا ایک وادی سے گزرے جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دوسری وادی سے گزریں تو بلاشبہ وہ اسی وادی کو اختیار کرے گا جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدینہ سے گزرے تھے۔ اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی جلد 3 صفحہ 483 اور سیرت ابن ہشام صفحہ 237-238 اور صفحہ 483 میں بحث کی گئی ہے۔

باب 9 توبہ آیت 60

"...اور اسیروں کو آزاد کرنے کے لیے اور قرض داروں کے لیے..."

تنازعات اور جنگوں کے دوران لوگوں کو غلام بنانے کے لیے پکڑنے کا رواج پوری دنیا میں رائج تھا۔ چنانچہ اسلام جنگ میں قیدیوں کی غلامی کو حرام قرار دے کر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔ اس طرح کی ممانعت مسلم غلاموں کی آبادی میں اضافے کا باعث بنے گی

جب کہ غلام بنائے گئے غیر مومنوں کی آبادی کم ہو جائے گی۔ نتیجتاً، اسلام نے غلاموں کے حالات کو بہتر بنانے کے لیے اقدامات نافذ کیے، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ ان کے ساتھ انتہائی احترام اور ہمدردی کا برتاؤ کیا جائے۔ درحقیقت، اللہ تعالیٰ نے بندوں کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت پر زور دیا، جیسا کہ خاندان کے افراد کے ساتھ مثال کے طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ وہ اپنے غلاموں کو وہی کھانا فراہم کریں جو وہ کھاتے ہیں، انہیں ان کے لباس سے ملتے جلتے لباس پہنائیں، اور ان پر ضرورت سے زیادہ بوجھ ڈالنے سے پرہیز کریں، بجائے اس کے کہ ان کی روزمرہ کی ذمہ داریوں میں مدد کریں۔ یہ رہنمائی صحیح مسلم نمبر 4313 میں درج ایک حدیث میں موجود ہے۔ مزید برآں، اسلام نے غلامی کو مکمل طور پر ختم کرنے کے لیے بھی اقدامات کیے اور غلام کو آزاد کرنے کے عمل کو ایک انتہائی نیک عمل قرار دیا، جس کا بہت زیادہ اجر دیا گیا۔ مثال کے طور پر، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے غلاموں کو آزاد کیا، ان کے لیے جہنم سے نجات کا یقین دلایا گیا، جیسا کہ جامع ترمذی، نمبر 1541 میں ایک حدیث میں مذکور ہے۔ مزید برآں، اسلام نے غلاموں کو آزاد کرنے کے عمل کے طور پر بعض خطاؤں کے کفارے کی پہلی شکل قائم کی۔ مثال کے طور پر، باب 58 المجادلہ، آیت 3:

اور جو لوگ اپنی بیویوں سے احرار کرتے ہیں اور پھر اپنی کہی ہوئی بات پر پلٹ جاتے ہیں تو ان کے ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ضروری ہے، اس سے تمہیں یہی نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

اسلامی معاشرے میں ان تعلیمات کے اطلاق کے بعد، غلامی میں رہنے والے افراد کو خاندان کے افراد کے طور پر شمار کیا جاتا تھا، جس کے نتیجے میں غلامی کا خاتمہ ہو گیا جیسا کہ عام طور پر رائج تھا۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ دنیا کے بعض خطوں میں مالی غلامی سمیت مختلف قسم کی غلامی برقرار ہے۔ نتیجتاً، مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے دستیاب وسائل بشمول مالی امداد کے ذریعے اس طرح کے طریقوں کے مکمل خاتمے میں اپنا حصہ ڈالیں۔

باب 9 توبہ آیت 60:

“...اور اللہ کی راہ میں”

اس آیت میں 'کوشش' کی اصطلاح کسی خاص مقصد کے حصول کے لیے ہر ممکن کوشش کرنے کے 'عمل کو ظاہر کرتی ہے۔ اسے لڑائی کے ساتھ الجھایا نہیں جانا چاہیے، جسے عربی اصطلاح 'قتال' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جدوجہد میں سرگرمیوں کی ایک وسیع رینج شامل ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی خدمت کے لیے تمام کوششیں شامل ہیں۔ ایک فرد جو اللہ تعالیٰ کی خاطر کوشش کرتا ہے، اپنے مشن سے سچی وابستگی کا مظاہرہ کرتا ہے، اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے موثر ترین طریقوں کا جائزہ لینے کے لیے اپنی عقل کو بروئے کار لاتا ہے۔ وہ بولی اور تحریری دونوں طرح سے اسلام کی وکالت کرتے ہیں۔ مزید برآں، وہ اپنے تمام وسائل کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے ان کا صحیح استعمال کرتے ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خدمت کرنے کی کوششوں میں ہیں۔ وہ اسلام کو آگے بڑھانے کے لیے تمام دستیاب وسائل کا عہد کرتے ہیں اور کسی بھی چیلنج سے نمٹنے کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لاتے ہیں اور جب ضرورت پڑتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی جانیں خطرے میں ڈالنے کے لیے تیار ہیں۔ یہ جامع کوشش اللہ تعالیٰ کی راہ میں جدوجہد کی مثال دیتی ہے۔ ان کی جدوجہد کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا، اس کے ایمان کا غلبہ اور اس کے پیغام کی کامیابی کو یقینی بنانا ہے۔

باب 9 توبہ آیت 60

“...اور مسافر کے لیے”

مسافر نامعلوم سرزمینوں سے گزرنے والے بیرونی شخص کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے مال میں سے ان ضرورت مندوں کی مدد کے لیے اپنے سفر میں حصہ ڈالیں۔ وسائل رکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ وہ ان اجنبیوں کے ساتھ مختلف طریقوں

سے مدد کی پیشکش کر کے ہمدردی کا مظاہرہ کریں، جیسے کہ کھانا، نقل و حمل، یا سفر کے دوران پیش آنے والے کسی بھی خطرات سے تحفظ فراہم کرنا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، وہی بہتر جانتا ہے کہ کون واجب صدقہ کا مستحق ہے اور کون نہیں۔ اس لیے اس کی تقسیم کے انتخاب پر کوئی اعتراض کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ باب 9 توبہ: آیت 60

”اللہ کی طرف سے فرض ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ پھر منافقوں اور ان کے برے سلوک کے بارے میں بات کرنے کی طرف لوٹتا ہے۔ باب 9 توبہ: آیت 61

اور ان میں وہ بھی ہیں جو نبی کو گالی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ کان ہے۔“

انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے سوال کیے بغیر ان کی بات کو قبول کریں گے کیونکہ آپ کو امید تھی کہ ان پر رحم اور نرمی انہیں اپنے منافقت سے سچے دل سے توبہ کرنے کی ترغیب دے گی۔ باب 9 توبہ: آیت 61

”...کہو، [یہ تمہارے لیے نیکی کا کان ہے۔“]

مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کی طرف ہجرت کے چھٹے سال میں دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اس وقت معمولی جھگڑا ہو گیا جب وہ ایک مہم سے واپس آ رہے تھے۔ اس لمحے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی نے یہ کہہ کر مزید انتشار پیدا کرنے کی کوشش کی کہ مکہ سے ہجرت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے لیے محض مصیبت کا باعث ہیں اور یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بے دخل کرنے کی دھمکی بھی دے ڈالی۔ ایک نوجوان لڑکے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے یہ بدتمیز باتیں سن کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا دیں۔ عبداللہ بن ابی کو بلایا گیا لیکن سختی سے قسم کھائی کہ میں نے کبھی ایسے الفاظ نہیں کہے۔ چنانچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید کوئی اقدام نہ کرنے کا انتخاب کیا۔ اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 3، صفحہ 213-215 میں بحث کی گئی ہے۔

باب 9 توبہ آیت 61

کہو، ”یہ تمہارے لیے نیکی کا کان ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے۔“

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب کوئی اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان رکھتا ہے اور اس کی اطاعت کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ لامحالہ لوگوں کے حقوق کو پورا کرے گا، جس کا ایک پہلو دوسروں کے ساتھ نرمی کرنا ہے۔ درحقیقت جو اللہ تعالیٰ کی خاطر دوسروں پر رحم کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے گا۔ سنن ابوداؤد نمبر 4941 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ اللہ تعالیٰ پر صحیح طور پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کر کے اس کی نافرمانی کریں گے۔ نتیجے کے طور پر، وہ لوگوں کے حقوق کو پورا کرنے میں ناکام رہیں گے اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آئیں گے۔ وہ افراد جو دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں انہیں قیامت کے دن انصاف کا سامنا کرنا پڑے گا، چاہے وہ اس زندگی میں جوابدہی سے بچ جائیں۔ ظالم پر لازم ہو گا کہ وہ اپنے نیک اعمال متاثرین کے لیے مختص کرے اور اگر ضرورت ہو تو وہ اپنے

مظلوم کے گناہوں کا بوجھ اس وقت تک اٹھائے گا جب تک کہ انصاف قائم نہ ہو جائے۔ اس سے ظالم کو قیامت کے دن جہنم میں عذاب کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی پابندی کرے۔ اس اہم نصیحت کو صحیح مسلم نمبر 6579 کی ایک حدیث میں نمایاں کیا گیا ہے۔ اس نتیجے سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے زبانی اعلان کی تائید کرے، ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ افراد دماغ اور جسم کی متوازن حالت حاصل کریں، اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو ترتیب دیں اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیار رہیں۔ نتیجتاً یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دے گا۔ اس کے علاوہ، یہ طرز عمل اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ لوگوں کے حقوق کی تکمیل کریں گے، اس طرح ان کے ساتھ رحم اور مہربانی کے ساتھ پیش آئیں گے۔ اس سے معاشرے میں انصاف اور امن پھیلے گا۔ باب 9 توبہ آیت 61:

کہہ دیجئے کہ یہ تمہارے لیے بھلائی کا کان ہے جو اللہ پر ایمان لاتا ہے اور مومنوں کو مانتا ہے ” اور تم میں سے ایمان والوں کے لیے رحمت ہے۔“

اس کے علاوہ، یہ آیت مسلمانوں کو ہمیشہ دوسروں کے بارے میں اچھا سوچتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ درحقیقت، حالات کی منفی تشریح کرنے کے نتیجے میں نقصان دہ رویے ہوتے ہیں، بشمول غیبت اور بہتان۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ جب بھی ممکن ہو حالات کی مثبت تشریح کرنے کی کوشش کرے، اس طرح شک کا فائدہ دوسروں تک پہنچائے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ منفی ذہنیت خاندانی سطح سے لے کر قومی سطح تک افراد کو متاثر کر سکتی ہے۔ مثال کے طور پر، ایک قوم نے کتنی بار محض مفروضوں اور شکوک و شبہات کی بنیاد پر جنگ لڑی ہے؟ میڈیا میں رپورٹ ہونے والے اسکیڈلز کی اکثریت ایسے ہی مفروضوں سے ہوتی ہے۔ مزید برآں، قانون سازی کی گئی ہے جو مفروضوں اور شکوک و شبہات پر انحصار کی توثیق کرتی ہے۔ اس رویے کا نتیجہ اکثر ٹوٹے ہوئے رشتوں کی صورت میں نکلتا ہے، کیونکہ اس ذہنیت کے حامل افراد دوسروں کو ان کے الفاظ یا اعمال کے ذریعے تنقید کے طور پر سمجھتے ہیں۔ نتیجتاً، یہ کسی کو دوسروں سے مشورے قبول کرنے سے روکتا ہے، کیونکہ وہ محسوس کر سکتا ہے کہ مشیر کی طرف سے ان کا محض مذاق اڑایا جا رہا ہے، اور یہ کسی کو مشورہ دینے سے بھی حوصلہ شکنی کرتا ہے یہ خیال کرتے ہوئے کہ وصول کنندہ ان کی رائے کو نظر انداز کر دے گا۔ مزید برآں، ایک فرد منفی سوچ رکھنے والے کسی کو مشورہ دینے سے گریز کر سکتا ہے، اس خوف سے کہ یہ صرف ایک دلیل کو بھڑکا دے گا۔ یہ صورتحال مزید منفی خصوصیات کا باعث بن سکتی ہے، جیسے کہ تلخی۔

مسلمانوں کے لیے یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ اگر انہیں شک ہو کہ کوئی ان پر تنقید کر رہا ہے، تب بھی انہیں قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر مبنی نصیحت کو قبول کرنے کے لیے کھلا رہنا چاہیے۔

منفی روشنی میں حالات کی مسلسل تشریح کرنا دماغی صحت کے ایک اہم مسئلے کو جنم دے سکتا ہے جسے پیراوانیا کہا جاتا ہے۔ جن لوگوں کو پاگل پن پیدا ہوتا ہے وہ دوسروں پر برے ارادوں کا مسلسل شک کرتے ہیں۔ یہ رشتوں کو گہرا نقصان پہنچا سکتا ہے، جیسے میاں بیوی کے درمیان۔

جب بھی ممکن ہو حالات کو مثبت طور پر سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ یہ تعمیری ذہنیت کو فروغ دیتا ہے۔ مزید برآں، ایک مثبت ذہنیت صحت مند تعلقات، جذبات اور اتحاد کا احساس پیدا کرتی ہے۔ اس کے برعکس، حالات کی مسلسل تشریح منفی طور پر سوچنے اور دوسروں کے ساتھ منفی برتاؤ کرنے کے رجحان کو فروغ دیتی ہے، یہاں تک کہ قابل ستائش رویے کی صورتوں میں بھی۔ ایسا نقطہ نظر دوسروں کے حقوق کی تکمیل میں رکاوٹ بنتا ہے، ایک ایسا فرض جو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 12:

"...اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں"

باب 9 توبہ آیت 61:

کہہ دیجئے کہ یہ تمہارے لیے بھلائی کا کان ہے جو اللہ پر ایمان لاتا ہے اور مومنوں کو مانتا ہے” اور تم میں سے ایمان والوں کے لیے رحمت ہے۔“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاص طور پر سچے مومنوں کے لیے رحمت ہیں کیونکہ صرف وہی لوگ خلوص کے ساتھ ان کی اطاعت کریں گے اور ان کی روایات اور ان پر نازل ہونے والے قرآن پاک کو عملی طور پر نافذ کریں گے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو ہم آہنگ کرتے ہوئے انہیں قیامت کے دن ان کے احتساب کے لیے تیار کیا جائے گا۔ نتیجتاً، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔ جب کہ جو لوگ اس کے بارے میں اپنے زبانی اعلان کو عمل سے ثابت کرنے میں ناکام رہتے ہیں وہ عملی طور پر اس کے نقش قدم پر چلنے میں ناکام رہیں گے، حالانکہ وہ اس سے محبت اور احترام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس کی وجہ سے وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہیں گے، جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی ہم آہنگی کی کمی کا تجربہ کریں گے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا چاہے وہ کسی بھی دنیاوی لذتوں سے لطف اندوز ہوں۔ اس نتیجہ سے بچنے کے لیے عملی طور پر اس کے نقش قدم پر چلنا چاہیے۔ اس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک کردار پر اپنے کردار کا نمونہ بنانا شامل ہے۔ یہ ان میں مثبت خصلتوں جیسے صبر، شکرگزاری، اور سخاوت پیدا کرنے کا سبب بنے گا، جبکہ حسد، غرور اور لالچ جیسی منفی خصلتوں کو ترک کر دے گا۔ یہ مشق ذہنی سکون کے حصول میں سہولت فراہم کرے گی، کیونکہ مثبت خصوصیات کو اپنانے سے ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔ مزید برآں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو سیکھنا اور ان کو مجسم کرنا، اس بات کو یقینی بنائے گا کہ کوئی شخص وسیع تر کمیونٹی کے سامنے ان کی صحیح نمائندگی کرے۔ جو لوگ اس ذمہ داری کو نظر انداز کرتے ہیں وہ اسے غلط طریقے سے پیش کرنے کا خطرہ رکھتے ہیں، جو غیر مسلموں اور ساتھی مسلمانوں دونوں کو اسلامی تعلیمات کے ساتھ مشغول ہونے اور اس پر عمل کرنے سے روک سکتا ہے۔ اس طرح کی غلط بیانی بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقید کا باعث بن سکتی ہے، خاص طور پر جب بعض مسلمانوں کے منفی رویے دیکھے جائیں۔ ان مسلمانوں کو اس زیادتی اور تنقید کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا کیونکہ وہ اس کا سبب ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 61

“اور جو لوگ اللہ کے رسول کو گالی دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

لہذا اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ اس عذاب سے بچنے کے لیے بیرونی دنیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح نمائندگی کرتے ہیں۔

مزید برآں، پچھلی قوموں کی طرح جنہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام سے محبت کا اقرار کیا، لیکن عملی طور پر ان کی پیروی کرنے میں ناکام رہے اور اس کے نتیجے میں آخرت میں ان کے ساتھ اتحاد نہیں کریں گے، جو مسلمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے، وہ آخرت میں ان کے ساتھ متحد نہیں ہوں گے۔ اس کے بجائے، افراد ان لوگوں کے ساتھ منسلک ہوں گے جن کی انہوں نے اس زندگی میں تقلید کی ہے۔ اس اصول کی تائید سنن ابوداؤد نمبر 4031 میں درج ایک حدیث سے ہوتی ہے۔

جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، جو لوگ منافقانہ رویہ اختیار کرتے ہیں وہ لوگوں کو ان کی اچھی خصوصیات اور نیتوں پر قائل کرنے کے لیے بات کرنے میں اچھے ہوتے ہیں لیکن وہ ہمیشہ اپنے الفاظ کو عمل سے سہارا دینے میں ناکام رہتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 62

"...وہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ آپ کو راضی کریں"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے سے زیادہ لوگوں کو خوش کرنے کی فکر میں ہیں۔ جو شخص اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کسی اور وجہ سے نیک عمل کرتا ہے تو اسے دونوں جہانوں میں کوئی اجر نہیں ملے گا۔ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ نیت اسلام کی باطنی بنیاد ہے جس طرح حلال کمانا اور استعمال کرنا اسلام کی بیرونی بنیاد ہے۔ اگر بنیاد داغدار ہے تو اس سے پیدا ہونے والی ہر چیز بھی

داغدار ہو جائے گی اور نتیجتاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا، خواہ وہ اعمال کچھ بھی ہوں۔ قیامت کے دن ان لوگوں کے انجام کا اندازہ لگانے کے لیے علمی بصیرت کی ضرورت نہیں ہے۔ لہذا انسان کو اپنے ارادوں کو مستقل طور پر درست کرنا چاہیے تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جا سکے کہ ان کے اعمال کا مقصد اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 62

”لیکن اللہ اور اس کا رسول ان کے لیے زیادہ لائق ہیں کہ وہ راضی ہو جائیں، اگر وہ مومن ہوں۔“

Thins لہذا، حقیقی عقیدہ کا تقاضا ہے کہ اپنے ہر قول و فعل میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا مقصود ہو۔ میں ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں دی گئی ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے انہیں دماغ اور جسم کا ہم آہنگ توازن حاصل کرنے میں مدد ملے گی، ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں اور افراد کو سیدھ میں لاتے ہوئے، قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مؤثر طریقے سے تیار ہونے میں مدد ملے گی۔ نتیجتاً، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔ جب کہ جو شخص منافقانہ رویہ اختیار کرتا ہے اور دوسروں کو خوش کرنے کے لیے کام کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ پر اپنے ایمان کی کمی کو ثابت کرتا ہے، خواہ وہ کوئی اور دعویٰ کرے۔ نتیجے کے طور پر، وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، ان کی زندگی کا ہر پہلو، بشمول خاندان، دوست، کیریئر، اور دولت، پریشانی کا باعث بن جائے گا۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو نظر انداز کرنے پر اڑے رہیں گے تو امکان ہے کہ وہ اپنی مایوسی کو اپنے رشتہ داروں کی طرح نامناسب اہداف کی طرف لے جائیں گے۔ اپنی زندگی میں ان فائدہ مند اثرات کو ختم کرنے سے، وہ صرف اپنی ذہنی صحت کی جدوجہد کو مزید خراب کر دیں گے، جو ڈپریشن مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ نتیجہ اس وقت واضح ہو جاتا ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو اپنی حاصل کردہ نعمتوں کا مسلسل غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور، خواہ وہ کچھ دنیاوی آسائشوں سے بھی لطف اندوز ہوں۔ درحقیقت، جیسا کہ اگلی آیت میں متنبہ کیا گیا ہے، یہ شخص اپنے کمزور ایمان کو کھونے کے شدید خطرے میں ہے۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے سے مشابہت رکھتا ہے جسے پھلنے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے اطاعت کے اعمال سے رزق درکار ہوتا ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی جیسے اہم وسائل سے محروم پودا فنا ہو جاتا ہے، اسی طرح ایک شخص کا ایمان بھی فرمانبرداری کے عمل کے بغیر فنا ہو سکتا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 63

کیا وہ نہیں جانتے کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، یہ بہت بڑی رسوائی ہے۔

عام الفاظ میں، قیامت کے دن، اللہ تعالیٰ کفر کی معافی نہیں دے گا، کیونکہ اس سے زمین پر وجود کے باب 67 الملک، آیت 2 بنیادی مقصد کو نقصان پہنچے گا۔

"...[وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں بہتر ہے]"

اگر تمام طلباء کو ان کی حقیقی کارکردگی سے قطع نظر پاسنگ گریڈ دیا گیا تو امتحان اپنے مطلوبہ مقصد سے محروم ہو جائے گا۔ امتحان کا بنیادی مقصد ان افراد کے درمیان فرق کرنا ہے جو پاس ہونے کے اہل ہیں اور جو نہیں پاس کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کافروں کو بھی مومنین کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کی اجازت دیتا ہے تو یہ دونوں گروہوں کے درمیان ایک غیر مساوی مساوات قائم کر دے گا، جو عدل و انصاف کے بنیادی اصولوں سے متصادم ہے۔ باب 45 الجثیہ، آیت 21:

کیا وہ لوگ جو برائیاں کرتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے - ان کی زندگی اور موت میں برابری پیدا کر دیں گے، یہ جو فیصلہ کرتے ہیں وہ برا ہے۔"

اگرچہ اللہ تعالیٰ، لامحدود رحمت کو مجسم کرتا ہے، لیکن اس کی شفقت اس کے عدل و انصاف کو کمزور نہیں کرتی، کیونکہ اس طرح کا سلوک ناقابل قبول طرز عمل کا باعث بنے گا، جس سے وہ بالکل خالی ہے۔ اس دنیا میں ایک جج کو سخت تنقید کا سامنا کرنا پڑے گا اور وہ اپنے عہدے سے ہٹا دیا جائے گا اگر وہ ہر مجرم کو بغیر کسی ردعمل کے معاف کر دیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ سے اس طرح کے کاموں کی توقع رکھنا غیر معقول ہے جو کہ سب سے بڑا قاضی ہے۔

زندگی میں کامیابی کے حصول کے لیے عموماً کافی محنت اور عزم کی ضرورت ہوتی ہے، جیسے کہ ڈاکٹر بننے کا سفر۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ جنت میں داخلہ کسی بھی دنیوی کامیابی سے کہیں زیادہ بڑی کامیابی کی نمائندگی کرتا ہے، اسی طرح یہ ایک خاص حد تک جدوجہد کا تقاضا کرتا ہے۔ جنت میں داخلے کے لیے بنیادی شرط ایمان ہے، خواہ اس ایمان کو برقرار رکھتے ہوئے گناہوں کا ارتکاب کیا ہو۔

مزید برآں، کفر کسی کے خالق اور پالنے والے کے خلاف بغاوت کا ایک صریح فعل ہے، اور یہ اس مقصد کے انکار کی نمائندگی کرتا ہے جس کے لیے اسے تخلیق کیا گیا تھا۔ باب 51 ذریات، آیت 56

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا نہیں کیا کہ میری عبادت کریں۔“

جو لوگ اپنے خالق اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں وہ قیامت کے دن اس کے رد کے مستحق ہیں۔ اسی طرح، جو لوگ اپنے مطلوبہ مقصد کو پورا کرنے میں ناکام رہتے ہیں وہ اس دن ایک طرف ڈالے جانے کے لائق ہیں، ایک ایسے آلے کی طرح جو اپنے مقرر کردہ کام کو انجام نہیں دیتا ہے اور اسے ناکامی سمجھا جاتا ہے، اس طرح اسے مسترد کر دیا جاتا ہے۔

ایک غیر مسلم کو جہنم میں ابدی عذاب برداشت کرنا پڑتا ہے کیونکہ زمین پر ان کا عارضی وجود اللہ تعالیٰ پر ان کے کفر کی وجہ سے چھایا ہوا ہے، جو اس کی ابدی وحدانیت سے متصادم ہے۔ چنانچہ اس کفر کے اثرات آخرت میں بھی لازوال ہیں۔

مزید یہ کہ کسی کو یہ یقین کرنے میں گمراہ نہیں ہونا چاہیے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی بخشش بے حد ہے اس لیے اسے کفر کو بھی معاف کرنا چاہیے۔ تمام گناہوں کی حقیقی معافی صرف ان لوگوں کو دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس کی وحدانیت کا انکار اس کی لامحدود رحمت کے تصور کو رد کرنے کے مترادف ہے، جیسا کہ یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور ہستی سے بخشش حاصل کی جا سکتی ہے۔ لہذا، ایک فرد کو یا تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی بخشش کی لامحدود فطرت کو قبول کرنا چاہیے، یا وہ اس کی وحدانیت اور اس کے نتیجے میں اس کی رحمت کی وسعت کو پہچاننے میں ناکام رہے گا۔ اگر وہ اس کی بے پناہ بخشش اور رحمت کو قبول نہیں کرتے ہیں تو یہ ان کے لیے ناقابل رسائی رہے گا اور وہ اپنے کفر پر قائم رہیں گے جب تک کہ وہ سچی توبہ نہ کریں۔

مزید برآں، ایک فرد جو کفر کا انتخاب کرتا ہے وہ دوسروں کو اسی طرح کے انتخاب کی طرف راغب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، کیونکہ ان کے موقف کو آزادی کی ایک شکل کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے، اگرچہ اس کے موروٹی فریب ہیں۔ اس کے مقابلے میں حقیقی آزادی باطنی سکون کو فروغ دیتی ہے، اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتے رہتے ہیں، ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے انہیں ایسا سکون حاصل نہیں ہوگا۔ بلکہ، وہ ذہنی اور جسمانی خلفشار کا سامنا کریں گے جس کی وجہ سے ان کی زندگیوں میں ترجیحات اور رشتوں کی غلطی ہو جائے گی۔ اس کے نتیجے میں دنیا اور آخرت دونوں میں تناؤ، چیلنجز اور مصائب پیدا ہوں گے، خواہ وہ کسی بھی مادی آسائش سے لطف اندوز ہوں۔ بہر حال، چونکہ اس طرز عمل کو آزادی کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے، اس لیے یہ متعدد پیروکاروں کو اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے۔ نتیجتاً، ایک شخص جو اللہ تعالیٰ سے کفر کرتا ہے، بہت سے دوسرے لوگوں کو اسی فیصلے کی طرف رہنمائی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے: بالآخر آخرت میں اپنے انتخاب کے نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ باب 4 النساء آیت 48

”اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس نے یقیناً بہت بڑا گناہ باندھا۔“

بالآخر، چونکہ جو کچھ موجود ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور اختیار میں ہے، اس لیے لوگوں کے لیے اس کے احکام کی تعمیل کرنا بہت ضروری ہے۔ جس طرح کسی کو کسی قوم کے قوانین کی خلاف ورزی پر سزائیں دی جا سکتی ہیں، اسی طرح خالق کے قائم کردہ الہی ضابطوں کو نظر انداز کرنے سے اس کی زندگی اور آخرت دونوں میں مشکلات پیدا ہوں گی۔ اگرچہ کوئی شخص ناپسندیدہ ملک چھوڑنے کا انتخاب کر سکتا ہے، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت سے نہیں بچ سکتا۔ اگرچہ افراد معاشرتی اصولوں کو بدلنے کی کوشش کر سکتے ہیں، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وضع کردہ الہی قوانین کو تبدیل نہیں کر سکتے۔ جس طرح ایک گھر کا مالک اپنی رہائش کے لیے قواعد و ضوابط قائم کرتا ہے، اسی طرح کائنات کی ملکیت اور حکومت اللہ تعالیٰ کی ہے، جو انسان کی رضامندی کے بغیر اپنے قوانین کا تعین کرتا ہے۔ پس ذاتی فائدے کے لیے ان الہی ضابطوں کی پابندی ضروری ہے۔ جو لوگ اس حقیقت کا ادراک کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے ان نعمتوں سے استفادہ کرنے کی کوشش کریں گے جو اس نے اسلامی تعلیمات میں بیان کی ہیں۔ افراد ذاتی اور معاشرتی فلاح و بہبود کو فروغ دینے میں ان کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ممانعتوں کے پیچھے موجود حکمت کی تعریف کرنے کا انتخاب کر سکتے ہیں، یا وہ اپنی خواہشات کے آگے جھک سکتے ہیں اور اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ تاہم، جو لوگ اسلامی اصولوں کو نظر انداز کرتے ہیں، ان کو اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنے کے لیے دنیا اور آخرت میں تیار رہنا چاہیے، کیونکہ کوئی اعتراض یا شکایت انہیں نتائج سے نہیں بچا سکتی۔ باب 18 الکہف، آیت 29

اور کہہ دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے۔ اور جو چاہے کفر کرے، بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایک آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی، اور اگر وہ راحت کے لیے پکاریں گے تو ان کو ایسے پانی سے راحت ملے گی جیسے گدالے تیل سے، جو ان کے چہروں کو جھلسا دیتا ہے، برا مشروب ہے اور برا ٹھکانہ ہے۔

،چونکہ منافقین اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کو عمل کے ساتھ ساتھ دینے میں ناکام رہے وہ مسلسل اس خوف میں رہتے تھے کہ قرآن پاک ان کے برے عزائم اور طرز عمل کو باقی معاشرے پر ظاہر کر دے گا۔ باب 9 توبہ آیت 64

یہ منافق ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کے بارے میں قرآن کی کوئی سورت نازل نہ ہو جائے جو ان کے ”
دلوں کی باتوں کو بتا دے۔“

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے بے وفائی اختیار کرتے ہیں اور اس کے ذریعے دنیاوی فائدے کے لیے جیسے شہرت اور قیادت جیسے اچھے کام انجام دیتے ہیں، وہ جلد یا بدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی نہ کسی طریقے سے بے نقاب ہوں گے۔ یہ نتیجہ ظاہر ہوتا ہے جب کوئی اپنے معاشرے اور تاریخ کے اندر منافق لوگوں کو دیکھتا ہے، جو بے نقاب اور رسوا ہوئے۔ جن افراد کو وہ مطمئن کرنا چاہتے تھے وہ بعد میں ان کی مذمت اور حقارت کریں گے۔ اس کے نتیجے میں وہ دنیاوی چیزیں حاصل نہیں کر پائیں گے جن کا ان کا ارادہ تھا، جیسے کہ شہرت اور قیادت اور نہ وہ لوگوں کو خوش کر سکیں گے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کو راضی کریں گے۔ اس کے علاوہ، ان کا طرز عمل ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا سبب بنے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، ان کی زندگی کا ہر پہلو، بشمول خاندان، دوست، کیریئر، اور دولت، پریشانی کا باعث بن جائے گا۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہتے ہیں تو وہ اصل مآخذ کو پہچاننے کے بجائے اپنے دوستوں کی طرح دوسروں کی طرف اپنے دباؤ کو غلط طور پر منسوب کر سکتے ہیں۔ اپنے آپ کو ان مثبت اثرات سے دور کرنے سے، وہ اپنی ذہنی صحت کو خراب کرنے کا خطرہ مول لیتے ہیں، جو ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بن سکتا ہے۔ یہ نتیجہ ان لوگوں میں خاص طور پر نمایاں ہے جو اپنی نعمتوں کا مسلسل غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور، جو مادی آسائشوں سے لطف اندوز ہونے کے باوجود ذہنی صحت کے مسائل سے دوچار ہیں۔ اس کے علاوہ ان کا منافقانہ رویہ انہیں لوگوں کے حقوق ادا کرنے سے روک دے گا جس کی وجہ سے لوگ انہیں مزید ناپسند کریں گے۔ باب 9 64

"کہو، "مذاق [جیسا تم چاہو]؛ بے شک اللہ اسے ظاہر کر دے گا جس سے تم ڈرتے ہو۔..."

جبکہ جو شخص اپنی نیت، قول اور فعل کو اس طرح صاف کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عمل کرتے ہیں، وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ یہ ان کے دماغ اور جسم کے درمیان ہم آہنگی کے توازن کو حاصل کرنے میں مدد کرے گا، ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں اور افراد کو ترتیب دے گا، جبکہ قیامت کے دن ان کے جوابدہی کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کرے گا۔ نتیجتاً یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دے گا۔ اس کے علاوہ یہ طرز عمل لوگوں کے حقوق کی تکمیل کو یقینی بنائے گا، جو معاشرے میں محبت، امن، اتحاد اور انصاف کے پھیلاؤ کا سبب بنے گا۔

تبوک کے سفر کے دوران ایک منافق نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑایا اور آپ کے اس دعوے کا مذاق اڑایا کہ شام میں اسلام بالآخر غالب آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمائی اور اس منافق کی بات کے بارے میں دریافت کرنے پر آپ نے جواب دیا کہ میں تو محض فضول گفتگو اور ہنسی مذاق میں مصروف تھا۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کی آیت نمبر 9، آیات 65-66 نازل فرمائی:

اور اگر تم ان سے پوچھو تو وہ ضرور کہیں گے کہ ہم تو صرف باتیں اور کھیل رہے تھے، کہہ دو کیا اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کا تم مذاق اڑاتے تھے، عذر نہ کرو، تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو گئے، اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر دیں تو دوسرے گروہ کو سزا دیں گے کیونکہ وہ مجرم تھے۔

اصباب النزول ، 9:65، صفحہ 89 میں بحث کی گئی ہے ۔

عام طور پر، ایک مسلمان نادانستہ طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور احترام کا دعویٰ کرتے ہوئے اسلام کا مذاق اڑا سکتا ہے، جبکہ ساتھ ہی ساتھ قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں ناکام

رہتا ہے۔ تاریخی طور پر ماضی کی قوموں نے بھی اللہ تعالیٰ اور ان کے انبیاء علیہم السلام سے اپنے عقیدے اور محبت کا اظہار کیا ہے۔ تاہم، اس طرح کے دعوے اللہ کے نزدیک ناقابل قبول ہیں، کیونکہ انہوں نے اپنے زبانی دعووں کو اس کی اطاعت کے عمل سے ثابت نہیں کیا۔ اسلام میں، متعلقہ اعمال سے خالی الفاظ کم سے کم اہمیت رکھتے ہیں۔ نتیجتاً، ایک مسلمان کو اس بات کو یقینی بنا کر اسلام کا مذاق اڑانے سے گریز کرنا چاہیے کہ ان کے ایمان کی زبانی اثبات کے ساتھ مناسب اعمال بھی ہوں۔ دوسری صورت میں، وہ اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے چلے جانے کا خطرہ رکھتے ہیں۔ باب 9: توبہ آیت 66

عذر نہ کرو، تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو گئے۔“

یہ واضح کرتا ہے کہ ایمان ایک پودے سے مشابہت رکھتا ہے جسے پھانے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے رزق کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ایک پودا جو سورج کی روشنی کی طرح ضروری پرورش نہیں پاتا، فنا ہو جاتا ہے، اسی طرح ایک فرد کا ایمان بھی فنا ہو سکتا ہے اگر اس کی پرورش اطاعت کے ذریعے نہ کی جائے۔

اس کے علاوہ، کوئی بھی اسلام کا مذاق اڑا سکتا ہے، جیسا کہ منافقین نے کیا، خواہش مندانه سوچ اپنا، خواہش مندانه سوچ کی خصوصیت اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مسلسل نظر اندازی سے ہوتی ہے کر۔ جبکہ بیک وقت دنیا اور آخرت دونوں میں اس کی رحمت اور بخشش کا انتظار کرنا۔ اس طرح کا رویہ: باب 57 الحديد، آیات 14-15 اسلام کے دائرہ کار میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

مؤمنوں کو پکاریں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ وہ کہیں گے: ہاں، لیکن تم نے اپنے منافقین آپ کو تکلیف دی اور [ہمارے لیے] بدقسمتی کا انتظار کیا اور شک کیا، اور تمناؤں نے تمہیں دھوکے میں ڈالا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا۔ اور دھوکے باز نے تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکہ دیا۔ پس آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ کافروں سے۔ تیری پناہ گاہ آگ ہے۔ یہ تمہارے لیے سب سے زیادہ “لائق ہے اور بری منزل ہے۔

اس کے برعکس، حقیقی امید اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے عزم پر مشتمل ہے، جو اسلامی اصولوں کے مطابق افراد کو عطا کی گئی نعمتوں کے صحیح استعمال کی ضرورت ہے۔ تب ہی دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کی صحیح امید رکھی جا سکتی ہے۔ اس فرق کو جامع ترمذی نمبر میں درج ایک حدیث میں واضح کیا گیا ہے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ اس فرق کو پہچانیں اور 2459، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش میں مستند امید پیدا کریں، خواہش پر مبنی سوچ سے پرہیز کرتے ہوئے جو اسلام میں ہے قدر ہے۔

آخر میں، ایک مسلمان اسلام کا مذاق اڑا سکتا ہے جب وہ اس کے احکام، ممنوعات اور نصیحتوں پر تنقید کرتا ہے کیونکہ وہ اپنی لاعلمی کی وجہ سے اپنی حکمتوں پر عمل کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ ایک مسلمان کو ان کی جہالت اور کم نظری کو تسلیم کرنا چاہیے اور اس لیے یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، وہ اکیلا جانتا ہے کہ سب کے لیے کیا بہتر ہے، چاہے یہ ان پر ظاہر نہ ہو۔ یہ رویہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ جب بھی اس کی دنیاوی خواہشات کے خلاف ہو تو اسلام کی تعلیمات کا مذاق اڑانے سے گریز کیا جائے۔ جبکہ جو شخص اپنی حدود کو تسلیم کرنے میں ناکام رہتا ہے اور اس کے بجائے ایسا برتاؤ کرتا ہے کہ گویا وہ اور باقی معاشرہ اللہ تعالیٰ سے بہتر جانتا ہے تو اسے معلوم ہو سکتا ہے کہ اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑانا انہیں دونوں جہانوں میں کفر اور عذاب کی طرف لے جاتا ہے۔ باب 9 توبہ آیات 65-66

اور اگر تم ان سے پوچھو تو وہ ضرور کہیں گے کہ ہم تو صرف باتیں اور کھیل رہے تھے، کہہ دو " کہ کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کا مذاق اڑاتے تھے؟ "عذر نہ کرو، تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو گئے۔

اس دنیا میں ان کا یہ رویہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا سبب بنے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجتاً، انہیں ذہنی اور جسمانی توازن میں کمی کا سامنا کرنا پڑے گا اور وہ اپنی زندگی میں ہر چیز

اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، خواہ وہ کسی بھی دنیاوی لذت میں مبتلا ہوں۔

:لیکن ہمیشہ کی طرح، جب تک کوئی زندہ ہے، توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 66

”...اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر دیں ”

سچی توبہ میں ندامت کا احساس، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جس پر بھی ظلم ہوا ہے، اس وقت تک شامل ہے جب تک کہ اس سے مزید مسائل پیدا نہ ہوں۔ ایک شخص کو سچے دل سے وعدہ کرنا چاہیے کہ وہ ایک جیسے یا اس سے ملتے جلتے گناہوں کے ارتکاب سے بچنے کا اور اللہ تعالیٰ اور دیگر کے بارے میں جو حقوق پامال ہوئے ہیں ان کو بحال کرنے کا۔ مزید برآں، انہیں اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے وفاداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہنا چاہیے۔ لیکن اگر کوئی سچے دل سے توبہ نہ کرے اور اپنی منافقت پر اڑے رہے تو اسے دونوں جہانوں میں اپنی پسند کے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ باب 9 توبہ آیت 66

”ہم ایک اور گروہ کو سزا دیں گے کیونکہ وہ مجرم تھے۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ منافق لوگوں کی صحبت سے بچیں جو عمل کے ساتھ اس پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت میں ناکام رہتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 67

منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے سے ہیں۔“

سنن ابوداؤد نمبر 4833 میں موجود ایک حدیث کے مطابق لوگ اپنے ساتھیوں کے طرز عمل کی تقلید کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ نادانستہ طور پر ان خصوصیات کو اپنا سکتے ہیں، نیک اور منفی دونوں، جن کے ساتھ وہ وقت گزارتے ہیں۔ اس لیے ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسے افراد کی صحبت اختیار کرے جو عملی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں، ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، تاکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہنے کی ترغیب دیں۔ لیکن اگر کوئی ایسے منافق لوگوں کا ساتھ دینے پر اصرار کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان کے زبانی اعلان کو عمل کے ساتھ ساتھ دینے میں ناکام رہتے ہیں تو وہ لازماً اپنی منفی خصوصیات کو اپنا لیں گے۔ باب 9 توبہ آیت 67

منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے سے ہیں وہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے روکتے ہیں۔“

وہ اس طرح برتاؤ کرتے ہیں جیسا کہ اسلام کی تعلیمات، جو نیکی کا حکم دیتی ہیں اور برائی سے روکتی ہیں، ان کی خواہشات کے خلاف ہیں۔ عام طور پر، جب کوئی شخص اپنے ساتھیوں کے مقابلے میں مختلف راستے کا انتخاب کرتا ہے، تو یہ دوسروں میں اپنے فیصلوں کے حوالے سے ناواقفیت کے جذبات کو جنم دیتا ہے، خاص طور پر اگر وہ فیصلے اللہ تعالیٰ کی تعلیمات پر ذاتی خواہشات پر زور دیتے ہیں۔ نتیجتاً، اس کے نتیجے میں ان لوگوں پر تنقید ہو سکتی ہے جو ثابت قدمی سے اپنے عقیدے کو برقرار رکھتے ہیں، اکثر خاندان کے افراد کی طرف سے۔

مزید برآں، سماجی اثرات جیسے سوشل میڈیا، فیشن کے رجحانات، اور ثقافتی اصول اکثر اسلامی اقدار کو برقرار رکھنے والوں پر دباؤ ڈالتے ہیں۔ اسلام کی ترویج کو اکثر دولت اور سماجی حیثیت کے لیے ان کے عزائم کی راہ میں رکاوٹ کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ وہ صنعتیں جن پر اسلام تنقید کرتا ہے

عام طور پر اسلامی اصولوں کو شامل کرنے کی مخالفت کرتا ہے اور مسلمانوں کو ان کے عقیدے پر عمل کرنے کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ اس سے سوشل میڈیا سمیت مختلف پلیٹ فارمز پر مروجہ اسلام مخالف جذبات کو نمایاں طور پر تقویت ملتی ہے۔

مزید برآں، وہ لوگ جو اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے ہیں، جو ذاتی خواہشات، میں اعتدال اور ان سے عطا کی گئی نعمتوں سے ذمہ دارانہ لطف اندوز ہونے کی وکالت کرتے ہیں ان کو اکثر ایسے افراد کی طرف سے منفی ردعمل کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو حد سے زیادہ کام کرتے ہیں۔ بغیر کسی روک ٹوک کے اپنے جذبات پر عمل کرتے ہیں، ایک ایسا طرز عمل جسے اسلام حیوانیت سمجھتا ہے۔ یہ افراد اکثر دوسروں کو اسلام قبول کرنے سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے عقیدے پر عمل کرنے سے روکتے ہیں، انہیں ایسے طرز زندگی کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کی خصوصیت غیر منظم خواہشات سے ہوتی ہے۔ وہ اکثر اسلام کے مخصوص عناصر کو نشانہ بناتے ہیں، جیسے خواتین کے لیے لباس کوڈ، اس کی اپیل کو کمزور کرنے کے لیے۔ بہر حال، ادراک رکھنے والے افراد ان تنقیدوں کی سطحی نوعیت کو آسانی سے دیکھ سکتے ہیں، جو اسلام کی خود نظم و ضبط پر توجہ دینے کی توہین سے پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، اگرچہ وہ خواتین کے لیے اسلامی لباس کوڈ کا مسئلہ اٹھا سکتے ہیں، لیکن وہ قانون نافذ کرنے والے، فوج، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم، اور کاروبار جیسے دیگر اہم پیشوں کو ایک ہی سطح کی جانچ پڑتال سے مشروط نہیں کرتے ہیں۔ اسلامی لباس کوڈ پر یہ منتخب تنقید، دیگر لباس کے ضابطوں پر ان کی خاموشی کے برعکس، ان کے دلائل میں نزاکت اور گہرائی کی کمی کو واضح کرتی ہے۔ بالآخر، یہ اسلام کے بنیادی اصول اور اس کے پیروکاروں کا نظم و ضبط والا رویہ ہے جو اسلام پر ان مختلف حملوں کو اکساتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اس پر کسی بھی طرح سے تنقید کر سکتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 67

منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے سے ہیں وہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے روکتے ہیں۔“

ہر حال میں، ایک فرد کو غیر متزلزل طور پر اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کا عہد کرنا چاہیے، یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ اس طرح کی لگن انہیں سکون بخشے گی اور دوسروں کے منفی اثرات سے محفوظ رکھے گی، چاہے یہ تحفظ فوری طور پر نظر نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی وفاداری اس

بات کو یقینی بنائے گی کہ وہ ان کو دی گئی نعمتوں کا صحیح استعمال کریں۔ یہ مشق انہیں ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول میں مدد دے گی، جس سے وہ اپنی زندگی کے تمام عناصر اور افراد کو مؤثر طریقے سے منظم کرنے کے ساتھ ساتھ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے بھی تیاری کر سکیں گے۔ نتیجتاً، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔ نتیجتاً، ان کی ہر صورت حال میں صحیح رہنمائی کی جائے گی، خواہ وہ آسانی کے وقت ہوں یا مشکل، اس طرح ان کے ذہنی سکون میں اضافہ ہوگا اور دونوں جہانوں میں انہیں بے شمار انعامات ملنے کی ضمانت دی جائے گی۔

اس کے برعکس، دوسروں کی رضامندی کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نظر انداز کرنے کا انتخاب کرنا لازماً باطنی سکون کے نقصان کا باعث بنے گا، کیونکہ اس طرح کے اعمال اس کی عطا کردہ نعمتوں کے غلط استعمال کی حوصلہ افزائی کریں گے۔ نتیجے کے طور پر، وہ اپنے آپ کو ذہنی اور جسمانی انتشار کی حالت میں پائیں گے، وہ اپنے اردگرد کی ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے، اس طرح وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیار نہیں رہیں گے۔ یہ اس زندگی اور اگلے دونوں زندگیوں میں تناؤ، چیلنجوں اور مشکلات کا باعث بنے گا، چاہے وہ مادی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔

ایک پر عزم ذہنیت کو برقرار رکھنے کے لیے، ایک مضبوط ایمان کی پرورش کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ ہر حال میں، خواہ آسودگی ہو یا مصیبت، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کے لیے وقف رہنے کے لیے مضبوط ایمان بہت ضروری ہے۔ یہ غیر متزلزل ایمان قرآن پاک میں پائی جانے والی واضح نشانیوں اور تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے سے پیدا ہوتا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ یہ تعلیمات ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت دنیا اور آخرت میں سکون لاتی ہے۔ دوسری طرف، جو لوگ اسلامی اصولوں سے ناواقف ہوں گے ان کا ایمان کمزور ہو گا، جس سے وہ اطاعت سے بھٹکنے کا زیادہ شکار ہو جائیں گے، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات الہی ہدایت سے ٹکرا رہی ہوں۔ علم کی کمی ان کے اس فہم پر بادل ڈال سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کے لیے اپنی خواہشات کے حوالے کرنا دونوں جہانوں میں امن کے حصول کے لیے ضروری ہے۔ لہذا، افراد کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کے حصول اور اس کے عملی اطلاق کے ذریعے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہیں۔ اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق انہیں حاصل ہونے والی برکات

کو بروئے کار لانا، بالآخر ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دینا اور اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مناسب طور پر ترجیح دینا شامل ہے۔

چونکہ اسلامی تعلیمات منافقین کی خواہشات سے متصادم ہیں، اس لیے وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے سے انکاری ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی ہیں۔ باب 9
توبہ آیت 67

“...وہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ بند کرتے ہیں”

نتیجے کے طور پر، ان کی زندگی کا ہر حصہ، بشمول خاندان، دوست، کام، اور پیسہ، پریشانی کا باعث بن جائے گا۔ اگر وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو نظر انداز کرتے رہیں گے تو وہ اصل مآخذ کو پہچاننے کے بجائے اپنے تناؤ کو دوسرے خاندان کے افراد کی طرح غلط طور پر منسوب کریں گے۔ مثبت اثرات سے خود کو دور کرنے سے، وہ اپنی ذہنی صحت کو خطرے میں ڈالتے ہیں، جو ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بن سکتا ہے۔ یہ نمونہ خاص طور پر ان لوگوں میں واضح ہے جو اپنی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور لوگ، جو مادی آسائشوں سے لطف اندوز ہونے کے باوجود ذہنی صحت کے مسائل میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ مزید برآں، جیسا کہ ان کا طرز عمل انہیں دوسروں کے حقوق کی تکمیل سے روکتا ہے، وہ معاشرے میں ناانصافی اور بدعنوانی پھیلانے میں مدد کرتے ہیں۔

باب 9 توبہ آیت 67:

“...وہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ بند کرتے ہیں”

،مزید برآں، ان کی شدید حرص انہیں اللہ تعالیٰ سے دور کرتی ہے، انہیں معاشرے سے دور کرتی ہے اور انہیں جہنم کے قریب کر دیتی ہے۔ یہ تنبیہ جامع ترمذی نمبر 1961 میں موجود ایک حدیث میں بیان کی گئی ہے۔ جب دوسرے لوگ خیرات میں مشغول ہوتے ہیں تو وہ حقارت کا مظاہرہ کرتے ہیں کیونکہ ان کا لالچ ان کے آس پاس کے لوگوں پر واضح ہوجاتا ہے۔ مزید برآں، وہ دوسروں کو خیرات میں حصہ ڈالنے کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں، کیونکہ وہ دوسروں میں سخاوت کی سماجی پہچان سے ناراض ہوتے ہیں۔ نتیجتاً، وہ مستقل طور پر بے بنیاد دلائل پیش کرکے لوگوں کو عطیہ دینے سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں، جیسے کہ خیراتی اداروں کو دھوکہ دہی کے طور پر برانڈ کرنا۔ ایسے افراد کو نظر انداز کرنا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی نیتوں کی بنیاد پر جانچتا ہے، اس اصول کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 کی حدیث میں ہے، اس لیے ان کا دیا ہوا مال غریبوں کو بھی نہیں پہنچتا، جب تک کوئی شخص کسی معروف اور قائم شدہ صدقہ کے ذریعے حصہ ڈالتا ہے، اس کا بدلہ اس کے بدلے میں دیا جائے گا۔

،چونکہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی کائنات کے معاملات کو کنٹرول کرتا ہے، بشمول لوگوں کے روحانی دل سکون قلب، اس لیے وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کس کو ذہنی سکون ملے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“۔

اور جو اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے، اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اس کی نافرمانی پر قائم رہتا ہے، اس لیے اسے ذہنی سکون نہیں ملے گا، خواہ وہ دنیاوی آسائشیں حاصل کر لے اور اس سے لطف اندوز ہوں۔ یہ نتیجہ ظاہر ہوتا ہے جب کوئی امیر اور مشہور کا مشاہدہ کرتا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 67

”وہ اللہ کو بھول گئے، اس لیے اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا۔“

:اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ ”وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (اللہ تعالیٰ) (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے انہیں بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

اگر کوئی اپنی منافقت پر قائم رہتا ہے، اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت میں، عمل کے ساتھ، وہ اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی عدم توازن کی حالت میں رہیں گے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے۔ یہ انہیں دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے سے روک دے گا، چاہے وہ کچھ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ باب 9 توبہ آیت 67

”بے شک منافق وہی ہیں جو نافرمان ہیں۔“

اور آخرت کی سزا اس سے کہیں زیادہ بدتر ہے جو وہ اس دنیا میں محسوس کریں گے، اگر وہ سچے دل سے توبہ کرنے اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 68

اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے جس میں وہ " ہمیشہ رہیں گے، یہ ان کے لیے کافی ہے، اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔"

اس کے علاوہ، یہ آیت منافقانہ رویہ اختیار کرنے کے خلاف تنبیہ کرتی ہے جس کے ذریعے کوئی شخص اپنے اسلام پر ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت میں عمل سے ناکام ہو جاتا ہے، کیونکہ یہ کسی کے ایمان کو کھونے کا باعث بن سکتا ہے، کیونکہ ایک مسلمان ہمیشہ کے لیے جہنم میں نہیں رہے گا۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کی طرح ہے جسے پھلنے پھولنے اور مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی جیسے ضروری عناصر سے محروم ایک پودا مرجھا جاتا ہے، اسی طرح ایک فرد کا ایمان بھی مر سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے کاموں سے مدد نہ ملے۔

باب 9 توبہ آیت 68

اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے جس میں وہ " ہمیشہ رہیں گے، یہ ان کے لیے کافی ہے، اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔"

عام طور پر، قیامت کے دن، اللہ تعالیٰ کفر کی معافی نہیں دے گا، کیونکہ اس سے زمین پر زندگی کے باب 67 الملک، آیت 2 بنیادی مقصد کو نقصان پہنچے گا۔

"...[وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں بہتر ہے]"

اگر تمام طلباء کو پاسنگ گریڈ مل جاتا ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ انہوں نے کس طرح کی کارکردگی کا مظاہرہ کیا، امتحان اپنے مقصد کو پورا کرنے میں ناکام ہو جائے گا۔ امتحان کا بنیادی مقصد ان لوگوں کے درمیان فرق کرنا ہے جنہیں پاس ہونا چاہیے اور جن کو نہیں ہونا چاہیے۔ اسی طرح، اگر اللہ تعالیٰ، کافروں کو مومنوں کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کی اجازت دیتا ہے، تو یہ دونوں گروہوں کے درمیان غیر منصفانہ مساوات پیدا کر دے گا، جس سے عدل و انصاف کے بنیادی اصولوں میں سمجھوتہ ہو جائے گا۔ باب 45 الجثیہ، آیت 21

کیا وہ لوگ جو برائیاں کرتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے - ان کی زندگی اور موت میں برابری پیدا کر دیں گے، یہ جو فیصلہ کرتے ہیں وہ برا ہے۔"

اگرچہ اللہ تعالیٰ لامحدود رحمت کا مظاہرہ کرتا ہے، لیکن اس کی مہربانی اس کے عدل و انصاف کو کمزور نہیں کرتی، کیونکہ یہ ناقابل قبول رویے کا باعث بنے گا، جس سے وہ بالکل آزاد ہے۔ اس دنیا میں ایک جج کو سخت تنقید کا سامنا کرنا پڑے گا اور وہ اپنے عہدے سے محروم ہو جائیں گے اگر وہ بغیر کسی جرمائے کے ہر ظالم کو معاف کر دیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ سے اس قسم کے کاموں کی توقع رکھنا غیر معقول ہے۔

زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے عام طور پر کافی محنت اور عزم کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ ڈاکٹر بننے کا سفر ہے۔ چونکہ جنت میں داخل ہونا کسی بھی دنیوی کامیابی سے کہیں زیادہ بڑی کامیابی کی نمائندگی کرتا ہے، اس کے لیے ایک خاص حد تک جدوجہد کی بھی ضرورت ہوتی

ہے۔ جنت میں داخلے کے لیے بنیادی شرط ایمان ہے، خواہ اس ایمان کو تھامے ہوئے کسی نے گناہ کیا ہو۔

مزید برآں، کفر کسی کے خالق اور پالنے والے کے خلاف بغاوت کا ایک واضح عمل ہے، اور یہ اسی وجہ سے انکار کی نمائندگی کرتا ہے جس کے لیے اسے تخلیق کیا گیا تھا۔ باب 51 ذریات، آیت 56

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا نہیں کیا کہ میری عبادت کریں۔“

جو لوگ اپنے خالق اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں وہ قیامت کے دن اس کے رد کے مستحق ہیں۔ اسی طرح جو لوگ اپنے مقصدِ تخلیق کو پورا نہیں کرتے ہیں وہ اس دن ضائع کر دیے جائیں گے، بالکل ایسے ہی جیسے کوئی آلہ جو اپنے مقصدِ تخلیق کو پورا کرنے میں ناکام رہتا ہے اسے ناکامی کے طور پر دیکھا جاتا ہے، اس طرح ضائع کر دیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ، ایک غیر مسلم کو جہنم میں ابدی عذاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ زمین پر ان کی مختصر زندگی اللہ تعالیٰ پر ان کے کفر کی وجہ سے چھائی ہوئی ہے، جو اس کی ابدی وحدانیت کے خلاف ہے۔ چنانچہ اس کفر کے اثرات آخرت میں بھی لازوال ہیں۔

مزید برآں یہ سوچ کر گمراہ نہیں ہونا چاہیے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی بے پناہ بخشش ہے اس لیے اسے کفر کو بھی معاف کر دینا چاہیے۔ تمام گناہوں کی حقیقی معافی صرف ان لوگوں کو دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں۔ اس کی وحدانیت کا انکار کرنا اس کی لامحدود رحمت اور بخشش کے تصور کو رد کرنا ہے، جیسا کہ یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور ہستی سے معافی مانگی جا سکتی ہے۔ لہذا انسان کو یا تو اللہ کی وحدانیت، اس کی وحدانیت اور اس کی بخشش

کی لامحدود فطرت کو قبول کرنا چاہیے، یا وہ اس کی وحدانیت اور اس کے نتیجے میں اس کی رحمت اور بخشش کی گہرائی کو پہچاننے میں ناکام رہے گا۔ اگر وہ اس کی بے پناہ بخشش کو قبول نہیں کرتے ہیں تو یہ ان کی دسترس سے باہر رہے گا، اور وہ اپنے کفر پر قائم رہیں گے جب تک کہ وہ سچی توبہ نہ کریں۔

مزید برآں، جو شخص کفر کا انتخاب کرتا ہے وہ دوسروں کو بھی وہی انتخاب کرنے پر مجبور کر سکتا ہے، جیسا کہ ان کے نقطہ نظر کو آزادی کی ایک شکل کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے، چاہے یہ جھوٹ پر مبنی ہو۔ حقیقی آزادی باطنی سکون کا باعث بنتی ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں جو ان کو ملی ہیں۔ اس کے بجائے، انہیں ذہنی اور جسمانی عدم توازن کا سامنا کرنا پڑے گا اور وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے۔ اس کے نتیجے میں اس زندگی اور آخرت دونوں میں تناؤ، چیلنجز اور مصائب پیدا ہوں گے، چاہے ان کے پاس کوئی بھی مادی دولت کیوں نہ ہو۔ تاہم، چونکہ اس طرز عمل کو جاہل لوگوں کی طرف سے آزادی کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے جو دوسروں کی اندھی پیروی کرتے ہیں، اس لیے یہ بہت سے پیروکاروں کو اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے۔ نتیجتاً، ایک شخص جو اللہ تعالیٰ پر اعتقاد کا انکار کرتا ہے، وہ بہت سے دوسرے لوگوں کو اسی فیصلے کی طرف رہنمائی کرنے کی طاقت رکھتا ہے، بالآخر آخرت میں اپنے انتخاب کے نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ باب 4 النساء آیت 48:

”اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس نے یقیناً بہت بڑا گناہ باندھا۔“

آخر میں چونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے، اس لیے لوگوں کے لیے اس کے احکام پر عمل کرنا ضروری ہے۔ جس طرح کسی ملک کے قوانین کو توڑنے کی سزائیں ہیں، اسی طرح خالق کے احکام الہی کو نظر انداز کرنے سے اس زندگی اور آخرت میں مشکلات پیدا ہوں گی۔ جب کہ کوئی ایک ملک چھوڑ سکتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار سے نہیں بچ سکتا۔ اگر لوگ معاشرتی رسوم و رواج کو بدل بھی لیں تو بھی اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین کو نہیں بدل سکتے۔ جس طرح ایک گھر کا مالک اپنے گھر کے لیے قوانین بناتا ہے، اسی طرح کائنات کو اللہ تعالیٰ نے بنایا اور اس پر حکمرانی کی ہے، جو انسانی رضامندی کے بغیر اپنے قوانین کی وضاحت کرتا ہے۔ لہذا، ذاتی فائدے کے لیے ان الہی احکام

پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔ جو لوگ اس کو سمجھتے ہیں وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں گے۔ لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام و ممنوعات میں حکمت کو سمجھنے کا انتخاب کر سکتے ہیں، ذاتی اور معاشرتی بھلائی کو فروغ دینے میں اپنے کردار کو تسلیم کر سکتے ہیں، یا وہ اپنی خواہشات کے آگے جھک سکتے ہیں اور اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ تاہم، جو لوگ اسلامی اصولوں کو نظر انداز کرتے ہیں، انہیں دنیا اور آخرت میں اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے، کیونکہ کوئی بھی شکایت انہیں نتائج سے محفوظ نہیں رکھ سکتی۔ باب 18 الکہف، آیت 29

اور کہہ دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے۔ اور جو چاہے کفر کرے، بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایک آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی، اور اگر وہ راحت کے لیے پکاریں گے تو ان کو ایسے پانی سے راحت ملے گی جیسے گدھے تیل سے، جو ان کے چہروں کو جھلسا دیتا ہے، برا مشروب ہے اور برا ٹھکانہ ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ تمام لوگوں کو خاص طور پر مسلمانوں کو یاد دلاتا ہے کہ وہ سابقہ اقوام سے اہم سبق سیکھیں جو اپنی دنیاوی خواہشات میں مبتلا تھیں۔ باب 9 توبہ آیت 69

تم سے پہلے والوں کی طرح، وہ تم سے طاقت میں زیادہ اور مال و اولاد میں زیادہ تھے، انہوں نے "اپنے حصے کا مزہ لیا، اور تم نے اپنے حصے کا مزہ لیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصے کا مزہ لیا، اور تم نے اسی طرح باطل کام کیا جس میں وہ مشغول تھے۔"

جیسا کہ پچھلی قوموں نے ان نعمتوں کو جو اللہ تعالیٰ نے انہیں فضول اور گناہ کے کاموں پر عطا کی تھیں غلط استعمال کرنے پر اصرار کیا جس کی وجہ سے ان کی ذہنی اور جسمانی حالت غیر متوازن ہوگئی، اس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو گمراہ کرنے کا باعث بنے اور اس کی انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے صحیح طریقے سے تیاری کرنے سے روک دیا۔

وجہ سے وہ دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات کا شکار ہوئے، حالانکہ وہ کچھ دنیاوی چنانچہ ان کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں کیونکہ انہیں دونوں آسائشوں سے لطف اندوز ہوتے تھے۔
جہانوں میں سکون نہیں ملا۔ باب 9 توبہ آیت 69

”وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں رائیگاں گئے اور وہی خسارہ پانے والے ہیں۔“

یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ کسی بھی قسم کی دنیاوی کامیابی جس سے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل نہ ہو اسے حقیقی کامیابی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ درحقیقت، دنیاوی خواہشات کی پیروی کرنا جو دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث نہیں بنتی ہیں، محض وقت اور وسائل کا ضیاع ہے، چاہے یہ ان کے لیے واضح نہ ہو۔ درحقیقت، ذہنی سکون وہی ہے جو دنیاوی چیزیں دیتا ہے جیسے خاندان، دوست، شہرت، دولت اور کیریئر، قدر۔ ذہنی سکون کے بغیر، یہ سب چیزیں بیکار ہیں اور صرف دماغی صحت کے مسائل میں اضافہ کریں گی۔ یہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کوئی امیر اور مشہور لوگوں کو دیکھتا ہے کہ دنیاوی چیزوں سے لطف اندوز ہونے کے باوجود وہ کس طرح ذہنی صحت: باب 18 الکہف، آیات 103-104 کے مسائل سے دوچار ہیں۔

کہہ دو، کیا ہم تمہیں ان کے اعمال کے لحاظ سے سب سے بڑے خسارے میں رہنے والوں کے بارے میں بتائیں؟ وہ لوگ ہیں جن کی محنت دنیاوی زندگی میں ضائع ہو جاتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ ”وہ کام میں اچھا کر رہے ہیں۔“

باب 9 توبہ آیت 69

وہ تم سے طاقت میں زیادہ اور مال و اولاد میں بہت زیادہ تھے، انہوں نے اپنے حصے کا مزہ، طرح لیا اور تم نے اپنے حصے کا مزہ لیا جیسا کہ تم سے پہلے والوں نے اپنا حصہ لیا تھا، اور تم نے اسی طرح لغو کام کیا جس میں وہ مشغول تھے، [بہی] وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا میں رائیگاں گئے اور وہ دنیا میں خسارے میں ہیں۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اس آیت میں کفر یا گناہ کے رویے کا ذکر نہیں ہے۔ اس کے بجائے اس میں ذکر کیا گیا ہے کہ ماضی کی قومیں کس طرح فضول کاموں میں ملوث ہوئیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روکتی تھیں، ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو انہیں آسمانی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ لہذا، اس بات کی تعریف کرنا ضروری ہے کہ راستبازی کا ایک پہلو فضول چیزوں سے بچنا ہے، حالانکہ فضول چیزوں کو گناہ نہیں سمجھا جاتا۔ درحقیقت یہ نصیحت پورے قرآن پاک میں دہرائی گئی ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں درخت کا پھل کھانے سے پرہیز کرنے کا حکم دیا اور مزید فرمایا کہ درخت کے قریب جانا بھی جائز تھا باوجود اس باب 7 الاعراف، آیت 19 کے کہ اس کے قریب جانا جائز تھا۔

اور اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ لیکن اس درخت کے قریب”
”نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

متعدد مثالیں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ کسی عمل کی محض قانونی حیثیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کا تعاقب کرنا مناسب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے ساتھ مشغول ہونا ممنوع نہیں ہے۔ صرف ان حدود سے تجاوز کرنا غیر قانونی سمجھا جاتا ہے۔ بعض جائز اعمال، خاص طور پر وہ جو بیہودہ ہیں، ان سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ وہ اکثر غیر قانونی رویے کی راہ ہموار کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، بیہودہ گفتگو، اگرچہ گناہ کے طور پر درجہ بندی نہیں کی گئی، گپ شپ اور جھوٹ جیسی خطاؤں کا باعث بن سکتی ہے۔ اسی طرح وسائل کے فضول خرچی کا نتیجہ اکثر فضول خرچی کی صورت میں نکلتا ہے جسے گناہ سمجھا جاتا ہے۔ باب 17 الاسراء، آیت 27

بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا کبھی ناشکر رہا۔“

،راہ راست سے بھٹکنے والے افراد کی اکثریت نے ایسا تدریجی عمل سے کیا ہے۔ مثال کے طور پر وہ ابتدائی طور پر غیر قانونی معاملات میں براہ راست ملوث ہونے کے بغیر مشغول ہوئے، اور وقت گزرنے کے ساتھ، آہستہ آہستہ ان کی حوصلہ افزائی کی گئی اور ان غیر قانونی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا لالچ دیا گیا۔ مثال کے طور پر، ایک فرد جو الکحل پینے والوں کے ساتھ وقت گزارتا ہے اس کے آخر کار اس میں حصہ لینے کا امکان اس شخص کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے جو الکحل کے صارفین سے تعلق نہیں رکھتا۔ بعض حلال امور خصوصاً فضول چیزوں سے پرہیز کرنے کی یہ ذہنیت وہ چیز ہے جس کی تاکید حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2451 میں درج ایک حدیث میں فرمائی ہے۔ درحقیقت آپ نے یہ نصیحت کی ہے کہ انسان تقویٰ حاصل نہیں کر سکتا، یعنی وہ اس وقت تک مستقل مزاجی سے کام نہیں لے سکتا جب تک کہ وہ اسلامی اصولوں سے استفادہ نہ کر لے۔ کچھ حلال معاملات کو اس تشویش کی وجہ سے ترک کر دیں کہ یہ انہیں حرام کی طرف لے جا سکتا ہے۔ نتیجتاً، کسی کو نہ صرف غیر قانونی کاموں سے بچنے کے لیے بلکہ بعض حلال امور، خاص طور پر فضول چیزوں سے، اس خوف کے سبب سے کہ وہ بالآخر غیر قانونی رویے کا باعث بن سکتے ہیں، سے بچنے کے لیے سخت چوکسی اختیار کرنی چاہیے۔ یہ تندی اس بات کو یقینی بنائے گی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں ثابت قدم رہیں، جس میں ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا ہوگا، جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، جو راستبازی کے جوہر کو سمیٹتا ہے اور اس دنیا میں ذہنی اور جسمانی سکون دونوں کے ذریعے ذہنی سکون کو فروغ دیتا ہے۔ اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھنے کے ذریعے۔ باب 2 البقرہ، آیت 187

“اس طرح اللہ لوگوں کے لیے اپنی آیات کو واضح کرتا ہے تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں۔“

:اور باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے قریب جانے سے اجتناب کی اہمیت کو نہیں سمجھتے، ان کے لیے جائز کاموں خصوصاً فضول کاموں میں حد سے زیادہ ملوث ہونے کا امکان ہے۔ یہ حد سے زیادہ ممنوعہ کاموں میں ملوث ہونے کے خطرے کو بڑھاتا ہے اور ان پر دی گئی نعمتوں کے غلط استعمال کا باعث بنتا ہے۔ نتیجتاً، اس رویے کے نتیجے میں کبھی کبھار لطف اندوزی کے لمحات کے باوجود دنیا اور آخرت دونوں میں تناؤ، چیلنجز اور ہنگامہ آرائی ہوتی ہے۔ آخرکار وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار اور قدرت سے نہیں بچ سکتے۔ یہ خاص طور پر ان افراد کی زندگیوں میں قابل مشاہدہ ہے جو: اس طرح کے طرز عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں، بشمول امیر لوگ۔ باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جس کے بدلے میں وہ کماتے تھے۔"

:اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (اللہ تعالیٰ) (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے انہیں بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔"

،وہ تم سے طاقت میں زیادہ اور مال و اولاد میں زیادہ تھے، انہوں نے اپنے حصے کا مزہ لیا، طرح اور تم نے اپنے حصے کا مزہ لیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنا حصہ لیا تھا، اور تم نے اسی طرح لغویات میں مشغول رہے جس میں وہ مشغول تھے، [یہی] وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا میں رائیگاں گئے اور وہ دنیا میں خسارے میں نہیں رہے۔ ان سے پہلے کی قوم نوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم اور مدین کے ساتھیوں کی خبریں اور ان کے پاس ان کے رسول کھلے دلائل لے کر آئے تھے اور اللہ ان پر کبھی ظلم نہیں کرتا تھا۔

آخر میں، یہ آیات افراد پر زور دیتی ہیں کہ وہ ایک خود ساختہ ذہنیت سے دور رہیں، جہاں وہ صرف اپنی زندگیوں اور مشکلات پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ جو لوگ اس طرح کے نقطہ نظر کو اپناتے ہیں وہ تاریخی واقعات اور اپنے ذاتی تجربات کے ساتھ ساتھ اپنے آس پاس کے لوگوں کے حالات سے بھی بصیرت حاصل کرنے کا موقع چھوڑ دیتے ہیں۔ ان پہلوؤں سے علم حاصل کرنا کسی کے رویے کو بڑھانے اور ماضی کی غلطیوں کو دہرانے سے روکنے کے لیے سب سے مؤثر حکمت عملیوں میں سے ایک ہے، بالآخر اندرونی سکون کو فروغ دیتا ہے۔ مثال کے طور پر، دولت مند اور مشہور افراد، کو دی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے دیکھنا، صرف پریشانی، دماغی صحت کے مسائل نشے کی لت، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیال سے بھی - خوشی اور عیش و عشرت کی عارضی مثالوں کے باوجود، ایک اہم سبق فراہم کرتا ہے۔ یہ مبصرین کو ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے سے گریز کرنے کی تعلیم دیتا ہے، جو اس خیال کو تقویت دیتا ہے کہ حقیقی امن مادی دولت یا ہر دنیوی خواہش کی تسکین سے حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح، کسی کو خراب صحت کی گواہی دینا اس کی اپنی صحت کے لیے شکر گزار ہونا چاہیے اور اس کے ضائع ہونے سے پہلے اس کے صحیح استعمال کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ نتیجتاً، اسلام مسلمانوں کو مسلسل ہوشیار رہنے کی تلقین کرتا ہے، بجائے اس کے کہ وہ اپنی انفرادی زندگی میں اس قدر مشغول ہو جائیں کہ وہ اپنے اردگرد کی بڑی دنیا کو نظر انداز کر دیں۔

آخری الہی پیغام اور ضابطہ اخلاق کو پہنچایا اور بیان کیا گیا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 70

ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے تھے۔“

جو کوئی بھی اسے نظر انداز کرتا ہے اور اس کے بجائے انسانوں کے بنائے ہوئے ضابطوں پر عمل کرنے کا انتخاب کرتا ہے وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، ان کی زندگی کا ہر پہلو، بشمول خاندان، دوست، کیریئر، اور دولت، پریشانی کا باعث بن جائے گا۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو نظر انداز کرنے پر اڑے رہیں گے تو وہ اپنی مایوسیوں کو اپنی زندگی کے مختلف پہلوؤں اور لوگوں کی طرف، اپنے رشتہ داروں کی طرح، اپنی ناخوشی کی طرف لے جائیں گے۔ ان فائدہ مند رابطوں کو منقطع کرنے سے، وہ اپنی ذہنی صحت کے چیلنجوں کو مزید خراب کر دیں گے، جو ڈپریشن، مادہ کے غلط استعمال، اور یہاں تک کہ خود کو نقصان پہنچانے کے خیالات کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ نتیجہ اس وقت واضح ہوتا ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو انہیں دی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور، حالانکہ وہ دنیا کی آسائشوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 70

ان کے پاس ان کے رسول کھلے دلائل لے کر آئے اور اللہ ان پر کبھی ظلم نہ کرے گا بلکہ وہ اپنے ”آپ پر ظلم کر رہے تھے۔“

اس لیے ایک فرد کو چاہیے کہ وہ اپنے مفاد کے لیے پورے دل سے اسلامی اصولوں کو اپنائے اور ان پر عمل کرے، خواہ یہ اصول اس کے ذاتی رجحانات سے متصادم ہوں۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کی طبی سفارشات پر عمل کرتا ہے، اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ اس طرح کے مشورے ان کے بہترین مفادات کو پورا کرتے ہیں، یہاں تک کہ جب غیر آرام دہ علاج اور سخت غذائی طرز عمل کا سامنا ہو۔ جس طرح یہ عقلمند مریض بہترین ذہنی اور جسمانی تندرستی حاصل کرے گا، اسی طرح وہ فرد بھی جو اسلامی تعلیمات کو اپنائے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بے مثال علم ہے جو انسان کی متوازن ذہنی اور جسمانی

حالت کے حصول کی طرف رہنمائی کرنے اور اس کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مؤثر طریقے سے منظم کرنے کے لیے ضروری ہے، جو بالآخر دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔

مسلمانوں کو ان منافقین کی صحبت اور رویے کو اختیار کرنے سے گریز کرنے کی تنبیہ کرنے کے بعد جو اسلام پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت میں عمل کے ساتھ ناکام رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ ان مومنین کی صحبت اور طرز عمل اختیار کریں جو اعمال کے ساتھ اپنے اندرونی ایمان کی تائید کرتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 71

مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔“

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ مومنوں کا ذکر ہے نہ کہ مسلمانوں کا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مومنین اسلامی علم کی بنیاد پر مضبوط ایمان رکھتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ عمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت کرتے ہیں۔ جبکہ، مسلمان اکثر دوسرے لوگوں، جیسے کہ ان کے والدین کی بنیاد پر اسلام قبول کرتے ہیں، اور دوسروں کی اندھی تقلید کرتے ہوئے اسلام کے بعض پہلوؤں پر عمل کرتے ہیں۔ باب 49 الحجرات، آیت 14

بدوی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں، کہہ دو کہ تم ابھی تک ایمان نہیں لائے۔ لیکن یہ کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں، کیونکہ ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے۔

اس لیے آیت 71 مسلمانوں پر زور دیتی ہے کہ وہ اسلامی علم کو سیکھ کر اور اس پر عمل کر کے مومنوں کے درجے تک پہنچ جائیں تاکہ وہ مضبوط ایمان کو اپنا لیں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اس نے انہیں عطا کی ہیں اسلامی

تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، ہر وقت، خواہ آسانی ہو یا مشکل، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ صرف یہی طرز عمل متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو باب 9 توبہ صحیح طریقے سے رکھنے کے ذریعے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔
آیت 71

مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔“

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، یہ آیت مسلمانوں کو ان لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی تلقین کرتی جیسا کہ سنن ابو داؤد نمبر 4833 ہے جو عمل کے ساتھ اپنے زبانی اعلان ایمان کی حمایت کرتے ہیں۔ میں درج ایک حدیث میں ہے کہ لوگ اپنے ساتھیوں کے اعمال کی نقل کرتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ لوگ غیر ارادی طور پر ان خصلتوں کو لے سکتے ہیں، خواہ وہ مثبت ہوں یا منفی، جن کے ساتھ وہ وابستہ ہیں۔ چنانچہ ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان لوگوں کی صحبت حاصل کرے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے ان نعمتوں کو صحیح طور پر استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی عقیدہ میں بیان کیے گئے ہیں، کیونکہ یہ انہیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو برقرار رکھنے 71 : کی ترغیب دے گا۔ باب 9 توبہ آیت

مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے ”روکتے ہیں۔“

مسلمانوں کے لیے اسلامی تعلیمات کے مطابق نیکی کو مستقل طور پر فروغ دینا اور برائی کی حوصلہ شکنی کرنا نہایت ضروری ہے۔ ایک مسلمان کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ان کو گمراہ افراد کے منفی اثرات سے محفوظ رکھے گی۔ جس طرح ایک صحت مند سیب کو بوسیدہ سیب کے درمیان رکھ کر خراب کیا جا سکتا ہے، اسی طرح ایک مسلمان جو دوسروں کو نیکی کی طرف ترغیب دینے میں کوتاہی کرتا ہے، بالآخر ان کے نقصان دہ اعمال سے متاثر ہو گا، خواہ یہ ظاہر ہوں

یا لطیف۔ یہاں تک کہ اگر وسیع تر کمیونٹی لاتعلق نظر آتی ہے، تب بھی کسی کو اپنے زیر کفالت افراد جیسے خاندان کے افراد کو مشورہ دینا جاری رکھنا چاہیے، کیونکہ ان کے منفی رویے کا ان پر زیادہ اہم اثر پڑ سکتا ہے۔ مزید برآں، سنن ابوداؤد نمبر 2928 میں موجود حدیث میں اس ذمہ داری کی تاکید کی گئی ہے۔ اگر کسی مسلمان کو دوسروں کی طرف سے بے عزتی کا سامنا کرنا پڑے تو بھی اسے ٹھوس شواہد اور علم سے ثابت قدمی سے نرم نصیحت کرتے ہوئے اپنی ذمہ داری پوری کرنی چاہیے۔ صحیح فہم اور شائستگی کے بغیر نیکی کی ترویج اور برائی سے منع کرنا صرف افراد کو سچائی اور صحیح رہنمائی سے دور کر دے گا جس سے پوری کمیونٹی بری طرح متاثر ہوگی۔ نیکی کا صحیح حکم دینے اور برائی سے منع کرنے سے ہی معاشرہ کے منفی اثرات سے بچا جا سکتا ہے اور قیامت کے دن بخشش حاصل کر سکتا ہے۔ باب 7 الاعراف، آیت 164

اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ تم ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا سخت عذاب دینے والا ہے؟ "تو انہوں نے کہا: تمہارے رب کے سامنے بری ہو جاؤ اور شاید کہ وہ اس سے ڈریں۔"

تاہم، اگر افراد صرف اپنے مفادات سے متعلق ہیں اور اپنے اردگرد کے لوگوں کے طرز عمل کو نظر انداز کرتے ہیں، تو اس بات کا خدشہ ہے کہ دوسروں کے منفی اثرات بالآخر ان کی اپنی گمراہی کا باعث بن سکتے ہیں۔

: 71 باب 9 توبہ آیت

مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔"

اس آیت میں اعمال کی ترتیب اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ایک مسلمان کی سیرت کے خلاف ہے کہ وہ معاشرے سے کنارہ کش ہو کر دوسروں کے برے رویے کو نظر انداز کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت پر اکتفا کرے۔ ایک مسلمان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر اپنی توجہ مرکوز کرے اور اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب دے کیونکہ یہ حوصلہ معاشرے میں انصاف اور امن کو پھیلانے کا باعث بنے گا۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ اگر کوئی دوسروں کے برے رویے کو نظر انداز کر دے، جیسے کہ ان کے زیر کفالت، تو آخر کار ناانصافی اور بدعنوانی کا پھیلاؤ ان تک پہنچ جائے گا، چاہے وہ براہ راست عبادت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں۔

مزید برآں، جیسا کہ آیت 71 میں روشنی ڈالی گئی ہے، ایک فرد کی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا بنیادی پہلو، فرض نمازوں کا قیام ہے۔ نتیجتاً اسلام کے دائرے میں باقی تمام اعمال ان فرض نمازوں کے گرد گھومتے ہیں۔ فرض نمازوں کو قائم کرنے کا عمل ان کو ان کی مکمل شرائط اور آداب کے مطابق پورا کرنے پر محیط ہے، بشمول ان نمازوں کی بروقت ادا کرنا۔ فرض نمازوں کے قیام کی اہمیت کو قرآن پاک میں کثرت سے دہرایا گیا ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے سب سے اہم عملی مظاہرے کے طور پر کام کرتا ہے۔ مزید برآں، چونکہ روزانہ کی دعائیں پورے دن میں تقسیم کی جاتی ہیں، اس لیے یہ روز قیامت کی مستقل یاد دہانی کے طور پر کام کرتی ہیں، مؤثر طریقے سے لوگوں کو اس کے لیے تیار کرتی ہیں، کیونکہ فرض نماز کا ہر جزو یوم قیامت سے باطنی طور پر جڑا ہوا ہے۔ جب کوئی فرد سیدھا کھڑا ہوتا ہے تو یہ کرنسی اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ: باب 83 المطففین، آیات 4-6 کے سامنے کیسے پیش ہوں گے۔

کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے، ایک عظیم دن کے لیے جس دن انسان رب "العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے؟

جھکنا ان بہت سے لوگوں کی ایک اہم یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے جنہیں قیامت کے دن اپنی زندگی بھر اللہ کے سامنے سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے تنقید کا سامنا کرنا پڑے گا۔ باب 77 المرسلات: آیت 48

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو تو وہ رکوع نہیں کرتے۔

یہ تنقید زندگی کے ہر پہلو میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں پوری طرح سے ناکامی کو نمایاں کرتی ہے۔ نماز کے دوران سجدہ کا عمل اس لمحے کی یاد دہانی کا کام کرتا ہے جب قیامت کے دن سب کو اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرنے کی ہدایت کی جائے گی۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنی زمینی زندگی میں پوری طرح سے اس کے تابع نہیں ہوئے — زندگی کے تمام شعبوں میں اس کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے — وہ جان لیں گے کہ وہ قیامت کے دن اسے سجدہ کرنے سے قاصر ہیں۔ باب 68 القلم: آیات 42-43

جس دن حالات سنگین ہو جائیں گے، انہیں سجدہ کرنے کی دعوت دی جائے گی، لیکن ایسا کرنے سے روکا جائے گا، ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی، ذلت ان پر چھائی ہوئی ہے، اور انہیں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا جب وہ ٹھیک تھے۔

نماز کے دوران گھٹنے ٹیکنے کی پوزیشن کو اپنانا اس بات کی ایک اہم یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے کہ لوگ کس طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے گھٹنے ٹیکیں گے، جو اپنی حتمی قسمت کے بارے میں خوف میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ باب 45 الجاثیہ، آیت 28

اور تم ہر امت کو گھٹنے ٹیکتے ہوئے دیکھو گے اور ہر قوم کو اس کے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا کہ آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

جو لوگ اپنی نمازوں میں شرکت کرتے وقت ان عوامل کو مدنظر رکھتے ہیں وہ ان کو صحیح طریقے سے انجام دیں گے، اس طرح فرض نمازوں کے درمیان وقفوں کے دوران خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں گے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 45

“...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے”

بالآخر، جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2618 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ ایمان اور کفر کے درمیان خطوط فرض نماز کو قائم کرنا ہے۔ پس جو لوگ ان نمازوں کو نظر انداز کرتے ہیں ان کو ہوشیار رہنا چاہیے کہ وہ اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے چلے جائیں۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایمان ایک ایسے پودے سے مشابہت رکھتا ہے جسے پھلنے پھولنے اور زندہ رہنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ایک پودا جس میں مناسب غذا نہ ہو، سورج کی روشنی کی طرح مرجھا جاتا ہے اور مر جاتا ہے، اسی طرح ایک شخص کا ایمان بھی کم ہو سکتا ہے اور بالآخر فنا ہو سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے کاموں سے مدد نہ ملے۔

اسی طرح جس طرح فرض نماز تمام نیک اعمال کے بنیادی ستون کے طور پر کام کرتی ہے، اسی طرح واجب صدقہ بھی مالی نیک اعمال کے دائرے میں ضروری ستون کے طور پر کام کرتا ہے، جس کے ارد گرد تمام قابل ستائش مالی اعمال ہوتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 71

وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔“

واجب صدقہ کسی شخص کی کل آمدنی کا محض ایک چھوٹا سا حصہ ہے اور صرف اس وقت دیا جاتا کی ایک بڑی وجہ مسلمانوں کو یہ یاد - اس واجب صدقہ ہے جب وہ ایک مخصوص رقم کا مالک ہو دلانا ہے کہ ان کا مال واقعی ان کا نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا ہے، تو وہ اسے استعمال کر سکتے ہیں جیسا کہ وہ چاہتے ہیں۔ یہ دولت اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا کی گئی ہے اور انہیں دی گئی ہے اور اس کا استعمال اس طرح کیا جانا چاہیے جس سے وہ خوش ہو۔ بنیادی طور پر حاصل ہونے والی ہر نعمت محض ایک قرض ہے جو اس کے حقیقی مالک اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائی جانی چاہیے۔ یہ واپسی اس وقت ہوتی ہے جب کوئی شخص ان نعمتوں کو استعمال کرتا ہے جو اس نے عطا کی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے مطابق ہوں جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ جو لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے اور اس طرح کام کرتے ہیں کہ گویا صدقات کو ادا کرنے میں ناکام رہتے واجب دولت جیسی نعمتیں ان کے لیے ہیں اور اس لیے وہ اپنے ہیں، ان کے نتائج ان لوگوں کی طرح ہوں گے جو دنیاوی قرض ادا نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری نمبر 1403 کی ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو لوگ اپنا فرض صدقہ نہ کریں گے انہیں ایک بڑا زہریلا سانپ ملے گا جو انہیں قیامت کے دن مسلسل ڈستا رہے گا۔ باب 3 علی: عمران، آیت 180

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو کچھ ان کو دیا ہے اس سے باز رہنے والے ہرگز یہ نہ سوچیں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے، بلکہ یہ ان کے لیے بدتر ہے، قیامت کے دن ان کی گردنوں میں وہ چیز گھیرے گی جس سے انہوں نے روک رکھا تھا۔“

صدقہ کے لیے مختص کرنے میں ناکام رہتے ہیں وہ آخرکار ان کی واجب اس دنیا میں وہ مال جو وہ پریشانی اور پریشانی کا باعث بن جاتا ہے کیونکہ وہ اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کی ہوئی نعمتوں کا دعویٰ کیا ہے۔ باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟) اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

،جو لوگ اپنا فرض صدقہ نہیں کرتے وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں ملی ہیں۔ نتیجتاً وہ اپنے آپ کو ذہنی اور جسمانی طور پر غیر متوازن، چیزوں اور لوگوں کو اپنی زندگی میں غلط جگہ پر پائیں گے، اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔ اس کے نتیجے میں اس زندگی اور آخرت دونوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، چاہے وہ کچھ مادی آسائشوں کا تجربہ کریں۔

جب کوئی شخص جسمانی اور مالی اعمال کا مرکزی ستون فرض نمازوں اور واجب صدقات کی صورت میں قائم کرتا ہے تو پھر انہیں ہر حال میں اسلامی تعلیمات میں دی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی ترغیب دی جائے گی۔ باب 9 توبہ آیت 71

”اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔“

اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لیے قرآن کریم کے مختلف عناصر کو پورا کرنا ضروری ہے۔ اس میں نہ صرف صحیفے کی درست اور مستقل تلاوت کو شامل کیا گیا ہے بلکہ اس کے اصولوں کی سمجھ اور اطلاق بھی شامل ہے۔ لہذا مسلمانوں کو صرف اس زبان میں تلاوت کرنے سے گریز کرنا چاہیے جس کی وہ سمجھ نہیں رکھتے، کیونکہ یہ طریقہ قرآن پاک کے ذریعے کامیابی حاصل کرنے کے لیے ناکافی ہے، جو کہ تلاوت کے لیے صرف ایک متن کے بجائے ایک رہنما کے طور پر کام کرتا ہے۔

جیسا کہ نقشہ کسی فرد کو اس پر عمل کیے بغیر اس کی منزل تک نہیں پہنچا سکتا، قرآن پاک دونوں جہانوں میں سکون کی رہنمائی نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کو سمجھ کر اس پر عمل نہ کیا جائے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے لیے ضروری ہے کہ ان کی تعلیمات کے مطالعہ اور ان پر عمل کرتے ہوئے ان کے ایمان، محبت اور ان کی تعظیم کے زبانی اثبات کا ترجمہ: باب 3 علی عمران، آیت 31 کیا جائے۔

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور ”تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

:اور باب 59 الحشر، آیت 7

”اور جو کچھ تمہیں رسول نے دیا ہے اسے لے لو اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز رہو۔“

:باب 4 النساء آیت 80 اور

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔

اپنے کردار کو اس کے اعلیٰ کردار کے مطابق ڈھالنا ضروری ہے کیونکہ اس سے وہ حسد، غرور اور لالچ جیسی برائیوں کو رد کرتے ہوئے صبر، شکر اور سخاوت جیسے اوصاف کو اپنانے کے قابل بنائے گا۔ یہ تبدیلی اندرونی سکون کو فروغ دیتی ہے، کیونکہ مثبت خصلتوں کو اپنانے سے ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اور تعلیمات سے سبق حاصل کر کے افراد دنیا کے سامنے ان کی مستند نمائندگی کر سکتے ہیں۔ اس فرض کو نظر انداز کرنے سے غلط بیانی کا خطرہ ہے، جو غیر مسلموں اور ساتھی مسلمانوں دونوں کو اسلامی تعلیمات کے گہرے حسن سے دور کر سکتا ہے۔ اس طرح کی غلط بیانی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بلاجواز تنقید کا باعث بن سکتی ہے، خاص طور پر جب بعض مسلمانوں کے منفی اعمال دیکھے جائیں۔ ہر مسلمان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیع تر کمیونٹی کے سامنے درست طریقے سے پیش کرے۔

مزید برآں پچھلی امتوں نے بھی اپنے انبیاء علیہم السلام سے والہانہ محبت کا ثبوت دیا۔ تاہم، ان کی اپنے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کو مجسم کرنے میں ناکامی کا مطلب ہے کہ وہ ان کے ساتھ آخرت میں دوبارہ نہیں ملیں گے۔ اسی طرح جو مسلمان عملی طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر نہیں چلتے وہ آخرت میں آپ کی صحبت میں نہیں پائیں گے۔ اس کے بجائے، افراد ان لوگوں کے ساتھ متحد ہو جائیں گے جنہیں انہوں نے اپنے زمینی وجود کے دوران پیروی کرنے کا انتخاب کیا تھا۔ سنن ابوداؤد نمبر 4031 میں درج ایک حدیث میں اس اصول پر زور دیا گیا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے سے لوگ قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق ان پر عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طور پر استعمال کریں گے۔ اس طرح کا عزم دماغ اور جسم کے درمیان ایک ہم آہنگ توازن کو فروغ دے گا، لوگوں کو اس قابل بنائے گا کہ وہ اپنی زندگی کے ہر پہلو کو مؤثر طریقے سے ترجیح دیں کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے آپ کو جوابدہی کے لیے تیار کرتے ہیں۔ یہ طرز عمل بالآخر دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دے گا۔ باب 9 توبہ آیت 71

“...وہ - اللہ ان پر رحم کرے گا ”

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، وہی جانتا ہے کہ کون اس پر ایمان کے اعلان کی زبانی تائید کرتا ہے اور اس لیے ذہنی سکون کا مستحق ہے اور کون نہیں۔ باب 9 توبہ آیت 71

“بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ ”

لہذا انسان کو اپنے فائدے کے لیے اسلامی اصولوں کو اپنانا اور لاگو کرنا چاہیے، چاہے یہ اصول اس کی ذاتی خواہشات سے ٹکرائیں۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے پر عمل کرتا ہے، یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفادات کو پورا کرتا ہے، چاہے اس میں ناخوشگوار دوائیں لینا اور سخت غذا کی پیروی کرنا شامل ہو۔ جس طرح یہ عقلمند مریض بہترین ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ فرد جو اسلامی تعلیمات کو قبول کرے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کے پاس بصیرت درکار ہے کہ وہ ایک شخص کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے میں مدد دے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو صحیح طریقے سے ترتیب دے جس سے بالآخر دونوں جہانوں میں ذہنی سکون ہو۔ باب 9 توبہ آیت 73

اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغات کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور ہمیشہ رہنے والے باغوں میں خوشنما مکانات کا، لیکن اللہ کی رضا سب سے بڑی ہے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ اگرچہ جنت کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کامل طور پر قابل قبول ہے، لیکن اس سے کم تر درجہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اس کی اطاعت کرنا ہے: کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلندی اور قرب کا باعث ہے۔ باب 9 توبہ آیت 73

”لیکن اللہ کی طرف سے رضامندی زیادہ ہے، یہ وہی ہے جو بڑی کامیابی ہے۔“

یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ انسان صرف اللہ کی رضا حاصل کرتا ہے، اس کے انتخاب، احکام احکام اور ممانعتوں پر راضی رہنے سے۔ لہذا، انسان کو یہ عقیدہ اختیار کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے جو کچھ بھی منتخب کرتا ہے وہ بہترین کے لیے ہے، چاہے وہ اس کے فیصلوں اور انتخاب: باب 2 البقرہ، آیت 216 کے پیچھے حکمت کو نہ سمجھیں۔

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

مضبوط ایمان کو اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ یہ انہیں اللہ تعالیٰ کے انتخاب، احکام، احکام ایمان اس وقت پروان چڑھتا ہے جب اور ممنوعات پر ہر وقت راضی رہنے میں مدد دے گا۔ مضبوط

لوگ قرآن پاک میں موجود واضح شواہد اور تعلیمات اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رہنمائی کے ساتھ سرگرمی سے مشغول ہوں اور ان کا جواب دیں۔ یہ تعلیمات اس بات پر زور دیتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت دنیا اور آخرت دونوں میں امن کو فروغ دیتی ہے۔ اس کے برعکس، جو لوگ اسلامی اصولوں سے ناواقف ہیں وہ اکثر کمزور ایمان کا تجربہ کرتے ہیں۔ ایسے افراد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا زیادہ امکان رکھتے ہیں جب ان کی ذاتی خواہشات اس کے احکام سے متصادم ہوں کیونکہ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حق میں پیش کرنے کا نتیجہ دونوں جہانوں میں سکون ہے۔ لہذا، اسلامی علم کے حصول اور اس کے اطلاق کے ذریعے ایمان کا یقین حاصل کرنے کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مستقل اطاعت کو یقینی بنایا جائے۔ اس میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال شامل ہے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ ایسا کرنے سے، وہ اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مناسب طور پر ترجیح دیتے ہوئے، ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کے ذریعے، دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کریں گے۔

مزید برآں، کسی کے ایمان کی مضبوطی ان کو درپیش چیلنجوں میں شامل حکمت کو سمجھنے کی صلاحیت کو گہرا کرتی ہے۔ مثال کے طور پر، مضبوط ایمان والا شخص یہ سمجھتا ہے کہ مشکلات کا صبر کے ساتھ سامنا کرنا ان کے چھوٹے گناہوں کو پاک کرنے میں مدد کرتا ہے۔ اس تصور کی تائید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حدیث المفرد نمبر 492 سے ہوتی ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے سے کہیں زیادہ فائدہ مند ہے کہ مصیبتوں پر صبر کے ذریعے گناہوں کو معاف کر دیا جائے۔ مزید برآں، مضبوط ایمان ایک مسلمان کو یہ بصیرت عطا کرتا ہے کہ اس دنیا میں زندگی کی آزمائشوں کا ایک حصہ یہ سمجھنا بھی شامل ہے کہ ان کے چیلنجوں کے پیچھے موجود تمام حکمتیں اس دنیا میں ان پر ظاہر نہیں ہوں گی۔

مسلمانوں کو اچھی صحبت اور طرز عمل اختیار کرنے کی ترغیب دینے کے بعد کہ وہ خلوص دل سے اس کی اطاعت کریں جس سے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل ہو، اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی مثال کے طور پر رہنمائی کریں۔ باب 9 توبہ آیت 73

”اے نبیؐ، کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو۔“

اس آیت میں لفظ 'کوشش' کسی مقصد کے حصول کے لیے ہر ممکن کوشش کرنے کے عمل کو ظاہر کرتا ہے۔ اسے لڑائی سمجھنا نہیں چاہیے، جسے عربی اصطلاح 'قتال' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کوشش اللہ تعالیٰ کی خدمت میں کی جانے والی تمام کوششوں سمیت وسیع دائرہ کار پر محیط ہے۔ جو شخص اللہ کی خاطر کوشش کرتا ہے وہ واقعی اپنے مشن کے لیے وقف ہوتا ہے، اپنی عقل کو استعمال کرتے ہوئے اس مقصد تک پہنچنے کے لیے موثر ترین طریقوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ وہ زبانی اور تحریری دونوں طرح سے اسلام کی ترویج کرتے ہیں۔ وہ ان تمام نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خدمت کے لیے اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ وہ اپنے تمام وسائل اسلام کو آگے بڑھانے کے لیے وقف کر دیتے ہیں اور اپنی تمام تر قوت کو ان کے راستے میں آنے والی رکاوٹوں کا مقابلہ کرنے کے لیے جمع کر دیتے ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی جانیں خطرے میں ڈالنے کے لیے بھی تیار رہتے ہیں۔ یہ ساری کوشش اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا مطلب بیان کرتی ہے۔ وہ اس جدوجہد میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے اس کے ایمان کی بالادستی کو برقرار رکھنے اور اس کے پیغام کی فتح کو یقینی بنانے کے لیے حصہ لیتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 73

“اے نبیؐ، کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔”

جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور اخلاق کا مطالعہ کیا جائے، خاص طور پر غیر مسلموں کے لیے، تو یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ اس آیت میں سختی سے مراد اخلاق کی سختی نہیں ہے۔ باب 68 القلم، آیت 4

“اور بے شک آپ بڑے اخلاق کے مالک ہیں۔”

قبول اسلام کی ترغیب دینے کی خاطر اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر سمجھوتہ نہ کرنا ہے۔ غیر مسلموں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جو پہلا قدم اٹھایا، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا، وہ یہ تھا کہ انہیں اسلام چھوڑنے کی ترغیب دی جائے۔ جب یہ ناکام ہوا تو انہوں نے اسے اسلام کے بعض پہلوؤں پر سمجھوتہ کرنے کی ترغیب دینے کی کوشش کی۔ باب 68 القلم، آیت 9:

”وہ چاہتے ہیں کہ تم نرمی اختیار کرو، تو وہ بھی نرم ہو جائیں گے۔“

اور باب 17 الاسراء، آیت 73:

اور درحقیقت وہ تمہیں اس چیز سے دور کرنے والے تھے جو ہم نے تمہاری طرف بھیجی تھی تاکہ ”تم ہمارے بارے میں کوئی اور چیز افتراء کرو اور پھر تمہیں اپنا دوست بنا لیتے۔“

جب یہ قدم ناکام ہوا تو انہوں نے اس کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے اسلام کے خلاف جنگ کی۔ لہذا آیت 73 میں جس سختی کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد اسلامی تعلیمات پر کسی بھی وجہ سے سمجھوتہ نہ کرنا ہے، جیسے کہ لوگوں کو خوش کرنا۔ باب 9 توبہ آیت 73:

”اے نبی، کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔“

جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں ظاہر کیا ہے کہ ایک مسلمان کا عمومی طرز عمل ہمیشہ سب کے ساتھ حسن سلوک اور احترام کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ درحقیقت کوئی شخص اس وقت تک سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ دوسروں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتے ہیں اور اپنی نیت، تقریر اور عمل سے ظاہر کرتے ہیں۔ صحیح بخاری نمبر 13 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ مزید یہ کہ ہر ایک کے ساتھ حسن سلوک 13 خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، ایک سچے مومن کی پہچان ہے۔ ایک سچا مسلمان اور مومن دوسروں اور ان کے سامان کو زبانی یا جسمانی نقصان پہنچانے سے گریز کرتا ہے۔ سنن نسائی نمبر 4998 میں درج ایک حدیث میں اس اصول کی تاکید کی گئی ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص اسلام کی تعلیمات پر ثابت قدم رہنے میں ناکام رہتا ہے اور اس کے بجائے دنیاوی فائدے جیسے لوگوں کو خوش کرنے کے لیے ان پر سمجھوتہ کرتا ہے تو وہ اپنے ایمان سے بھی محروم ہو سکتا ہے کیونکہ وہ عمل سے اس کی حمایت کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 73

اے نبیؐ، کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو، اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ ”برّی جگہ ہے۔“

یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کی طرح ہے جسے پھلنے پھولنے اور برقرار رہنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہے۔ اسی طرح، ایک پودا جس میں ضروری غذا کی کمی ہو، جیسے سورج کی روشنی، مرجھا جائے گی۔ اسی طرح، ایک فرد کا ایمان مہر سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے اعمال کی حمایت نہ ہو۔ باب 9 توبہ آیت 73

”اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ برّی جگہ ہے۔“

بالآخر، چونکہ جو کچھ موجود ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور اختیار میں ہے، اس لیے لوگوں کے لیے اس کے احکام کی تعمیل کرنا بہت ضروری ہے۔ جس طرح کسی قوم کے قوانین کی خلاف ورزی کرنے پر جرمانہ ہو سکتا ہے، اسی طرح خالق کے قائم کردہ خدائی ضابطوں کو نظر انداز کرنے سے اس کی زندگی اور آخرت دونوں میں مشکلات پیدا ہوں گی۔ اگرچہ کوئی شخص ناپسندیدہ ملک چھوڑنے کا انتخاب کر سکتا ہے، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت سے نہیں بچ سکتا۔ اگرچہ افراد معاشرتی اصولوں کو بدلنے کی کوشش کر سکتے ہیں، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وضع کردہ الہی قوانین کو تبدیل نہیں کر سکتے۔ جس طرح ایک گھر کا مالک اپنی جائیداد کے لیے قواعد و ضوابط قائم کرتا ہے، اسی طرح یہ کائنات اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنائی گئی ہے اور اس کی حکمرانی ہے، جو انسانی رضامندی کی ضرورت کے بغیر اپنے قوانین کو خصوصی طور پر متعین کرتا ہے۔ لہذا ذاتی فائدے کے لیے ان الہی ضابطوں کی پابندی بہت ضروری ہے۔ جو لوگ اس سچائی کو سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تکمیل کرتے ہوئے ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں گے جو اس نے اسلامی تعلیمات میں بیان کی ہیں۔ افراد ذاتی اور معاشرتی بھلائی کو فروغ دینے میں ان کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ممانعتوں کے پیچھے موجود حکمت کو تسلیم کرنے کا انتخاب کر سکتے ہیں، یا وہ اپنی خواہشات کے آگے جھک سکتے ہیں اور اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ تاہم، جو لوگ اسلامی اصولوں کو نظر انداز کرتے ہیں، ان کو اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنے کے لیے دنیا اور آخرت میں تیار رہنا چاہیے، کیونکہ کوئی اعتراض یا شکایت انہیں نتائج سے نہیں بچا سکتی۔ باب 18 الکہف، آیت 29

اور کہہ دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے۔ اور جو چاہے کفر کرے، بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایک آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی، اور اگر وہ راحت کے لیے پکاریں گے تو ان کو ایسے پانی سے راحت ملے گی جیسے گدھے تیل سے، جو ان کے چہروں کو جھلسا دیتا ہے، برا مشروب ہے اور برا ٹھکانہ ہے۔

غزوہ تبوک سے واپسی کے سفر کے دوران منافقین کے ایک گروہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے دو صحابہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، جب وہ ایک تنگ اور کھڑی چوٹی سے گزر رہے تھے۔ منافقین نے اپنے چہروں کو چھپا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دھکیلنے کی کوشش کی۔ تاہم ان دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں ناکام بنا دیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کو ان کے مذموم ارادوں اور ان کی شناخت کا خدائی علم حاصل ہوا۔ منافقوں پر سزا دینے کے بجائے، اس نے ان کی بڑی غلطی کو چھپانے کا انتخاب کیا، اس امید کے ساتھ کہ وہ اس رحم کے عمل کا جواب دیں گے اور سچی توبہ کریں گے۔ اس پر امام ابن کثیر کی کتاب زندگی، جلد 4، صفحہ 23-24 میں بحث کی گئی ہے۔

:اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کی آیت 74 میں باب 9 نازل فرمایا

وہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف منصوبہ بندی)" نہیں کہی جب کہ انہوں نے کلمہ کفر کہا تھا اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے تھے اور وہ منصوبہ... بنایا تھا جو انہیں حاصل نہیں ہونا تھا

صحیح بخاری نمبر 6853 میں درج ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ ذاتی انتقام لینے سے پرہیز کیا، معاف کرنے اور بردباری کا انتخاب کیا۔

مسلمانوں کو اجازت ہے کہ وہ اپنا دفاع اس انداز میں کریں جو متناسب اور معقول دونوں طرح سے ہو جب کوئی متبادل نہ ہو۔ تاہم، انہیں اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ حدود سے تجاوز نہ کریں، کیونکہ ایسا کرنا گناہ ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 190

اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں لیکن زیادتی نہ کرو، بے شک اللہ زیادتی" کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

چونکہ حدوں کو عبور کرنے سے بچنا مشکل ہے، اس لیے ایک مسلمان کو صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے، دوسروں کے عیبوں کو نظر انداز کرنا چاہیے، اور معافی مانگنی چاہیے۔ یہ طریقہ نہ صرف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات سے ہم آہنگ ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے گناہوں کی معافی میں بھی سہولت فراہم کرتا ہے۔ باب 24 النور، آیت 22

”اور وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا آپ پسند نہیں کریں گے کہ اللہ آپ کو معاف کر دے؟“

معاف کرنا دوسروں کے کردار کو مثبت انداز میں بدلنے کا ایک زیادہ موثر ذریعہ ہے، جو اسلام کے اصولوں کے مطابق ہے اور مسلمانوں پر فرض ہے۔ اس کے برعکس، بدلہ لینا صرف ملوث افراد کے درمیان مزید دشمنی اور ناراضگی کو فروغ دیتا ہے۔

جو لوگ معمولی باتوں پر بھی رنجشیں رکھنے کے رجحان کے ساتھ جدوجہد کرتے ہیں، وہ یہ جان سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوتاہیوں کو نظر انداز نہیں کرتا بلکہ ان کی ہر چھوٹی سے چھوٹی غلطی کو دونوں جہانوں میں جانچتا ہے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ شکایات دور کرنے کی صلاحیت پیدا کرے کیونکہ یہ عمل دنیا اور آخرت دونوں میں معافی کو فروغ دیتا ہے۔ مزید برآں، ہر معمولی جھنجھلاہٹ پر ایک ذہنیت کو برقرار رکھنا ذہنی سکون کے نقصان کا باعث بن سکتا ہے۔ نتیجتاً، دوسروں کو نظر انداز کرنے اور معاف کرنے کی صلاحیت معمولی خدشات کو دور کرنے میں سہولت فراہم کرتی ہے، اس طرح کسی کے ذہنی سکون میں معاون ہوتی ہے۔

بالآخر، بنیادی حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جب دوسرے حدود سے تجاوز کرتے ہیں تو کسی کو اپنے دفاع سے باز رہنا چاہئے، جیسا کہ اسلام طاقت کے ساتھ سمجھوتہ کیے بغیر عاجزی کی وکالت کرتا ہے۔ مزید برآں، دوسروں کو معاف کرنے کے لیے اندھا اعتماد یا سابقہ سماجی تعاملات کو جاری رکھنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اس سے دوبارہ غلط ہونے کا خطرہ بڑھ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ

کے لیے استغفار کرتے ہوئے اسلامی تعلیمات کے مطابق دوسروں کے حقوق بھی ادا کرنا چاہیے، اور ان لوگوں کے ساتھ مشغول ہونے میں احتیاط برتنی چاہیے جو پہلے نقصان پہنچا چکے ہوں۔ یہ نقطہ نظر ماضی کی شکایات کے اعادہ کو روکنے میں مدد کرے گا اور دونوں جہانوں میں برکتوں اور انعامات کے حصول کی اجازت دے گا۔

منافقین اور دیگر غیر مسلموں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عجیب رویہ اختیار کیا اور اسلام کو رد کر کے اس کو تباہ کرنے کی کوشش کی، حالانکہ انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بے شمار نعمتوں کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوا، دنیا میں سکون قلب اور حسن سلوک دونوں کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔ باب 9 توبہ: آیت 74

اور وہ ناراض نہیں ہوئے سوائے اس کے کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا تھا۔

جب لوگوں کی دنیاوی خواہشات ان پر حاوی ہو جاتی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ان گنت اور مسلسل نعمتوں کو پہچاننے میں ناکام رہتے ہیں۔ اس کی فراہم کردہ رہنمائی کو قبول کرنے اور اس پر عمل کر کے شکر گزاری کرنے کے بجائے وہ دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی توازن حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر چیز کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھ کر اس کی نافرمانی پر قائم رہتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی عدم توازن کی کیفیت کا تجربہ کریں گے، جس سے ہر چیز اور ہر ایک کے حوالے سے ان کی زندگیوں میں خلل پیدا ہو جائے گا، آخر کار وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، چاہے وہ کسی بھی مادی آسائش سے لطف اندوز ہوں۔ لہذا لوگوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو تسلیم کریں، قبول کریں اور اس پر عمل کریں، اگر وہ دونوں جہانوں میں سکون قلب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 74

پس اگر وہ توبہ کر لیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہے۔“

سچی توبہ میں احساس جرم شامل ہے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور ہر اس شخص سے جس پر ظلم ہوا ہے، جب تک کہ اس سے مزید پیچیدگیاں پیدا نہ ہوں۔ ایک شخص کو سچے دل سے وعدہ کرنا چاہیے کہ وہ دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ اور دوسروں کے بارے میں جو حقوق پامال کیے گئے ہیں ان کو بحال کرے گا۔ مزید برآں، انہیں اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی وفاداری کے ساتھ اطاعت کرتے رہنا چاہیے۔ لیکن اگر وہ توبہ کرنے میں ناکام رہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کے بجائے ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے ناشکری پر اڑے رہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں تو انہیں دونوں جہانوں میں اپنے اعمال کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ باب 9 توبہ آیت 74

لیکن اگر وہ روگردانی کریں گے تو اللہ انہیں دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا۔“

نتیجے کے طور پر، ان کی زندگی کا ہر پہلو، بشمول خاندان، دوست، کیریئر، اور دولت، ان کے لیے تناؤ کا باعث بن جائے گی۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو نظر انداز کرنے پر اصرار کرتے ہیں تو وہ اپنی پریشانیوں کو اپنی زندگی کے مختلف عوامل اور لوگوں بشمول اپنے رشتہ داروں سے منسوب کر دیں گے۔ ان فائدہ مند رابطوں کو منقطع کرنے سے، وہ صرف اپنے دماغی صحت کے چیلنجوں کو مزید خراب کریں گے، جو ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ نتیجہ خاص طور پر اس وقت واضح ہوتا ہے جب کوئی ان لوگوں کی زندگیوں پر نظر ڈالتا ہے جو اپنی حاصل کردہ نعمتوں کا مسلسل غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور، حالانکہ وہ مادی دولت سے لطف اندوز ہوتے نظر آتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 74

“اور زمین پر ان کا کوئی حامی و مددگار نہ ہوگا۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک خاص مثال کے ذریعے ان لوگوں کی بے حسی کا تذکرہ کیا ہے جو اسلام پر ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت میں ناکام ہو کر منافقانہ رویہ اختیار کرتے ہیں۔

ثلابہ نامی ایک شخص جو کہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا تھا، ایک مرتبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ سے مال کی دعا کریں تاکہ وہ دل کھول کر صدقہ کر سکیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثعلبہ کو متنبہ کیا کہ کم ہونا اور شکر ادا کرنا افضل ہے اس سے کہ کثرت ہو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے میں ناکام ہو۔ انہوں نے ثلابہ کو بھی مشورہ دیا کہ وہ ان کی رہنمائی پر قائم رہیں اور معمولی طرز زندگی کو اپنائے۔ اس نصیحت کے باوجود، ثعلبہ نے دعا کے لیے دباؤ ڈالنا جاری رکھا، اور آخر کار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دعا فرمائی۔ جلد ہی، ثعلبہ کا کاروبار اس حد تک پھلا پھولا کہ اسے مدینہ شہر سے باہر منتقل ہونا پڑا۔ اس دوران وہ صرف جمعہ کی نماز کے لیے مسجد میں نظر آئے۔ اسی دور میں استطاعت رکھنے والوں پر ایک مخصوص مقدار میں صدقہ دینا واجب ہو گیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ صدقہ جمع کرنے کے لیے مختلف اسلامی خطوں میں روانہ کیا، جس میں وہ علاقہ بھی شامل ہے جہاں ثعلبہ رہتے تھے۔ جب ایک صحابی رضی اللہ عنہ صدقہ فطر کی درخواست کے لیے ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو ثعلبہ کی منافقت کھل گئی۔ لالچ سے مغلوب ہو کر، اس نے ابانت آمیز تبصرے کیے اور یہ دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر ٹیکس لگا دیا ہے۔ اس کے بعد ثعلبہ نے صحابی رضی اللہ عنہ کو ہدایت کی کہ وہ دوسروں سے واجب صدقہ وصول کرتے رہیں جب کہ وہ یہ سوچ رہے تھے کہ حصہ ڈالنا ہے یا نہیں۔ جب یہ صحابی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس واپس آئے تو مؤخر الذکر نے اعلان کیا کہ ثعلبہ آپ کے زوال سے دوچار ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے توبہ میں باب 9، آیات 75-77 نازل کی:

اور ان میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے اور ہم ضرور نیک لوگوں میں سے ہوں گے، لیکن جب اس نے انہیں اپنے فضل سے دیا تو وہ اس سے بخل کر گئے اور انکار کرتے ہوئے منہ موڑ گئے، تو اللہ نے ان کے دلوں کو عذاب دیا یہاں تک کہ ان کے دلوں میں منافقت کی وجہ سے عذاب آئے۔ جس میں انہوں نے اس سے وعدہ کیا تھا اور اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔

جب ثعلبہ کو اس بات کا علم ہوا تو وہ فوراً حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ اپنا فرض صدقہ پیش کریں۔ تاہم، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثعلبہ کو اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ نے اب ان کا صدقہ قبول کرنے سے منع کر دیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ثعلبہ کو اس کے اصل ارادے کی یاد دلائی۔ ثعلبہ نے کئی سالوں میں متعدد کوششیں کیں، لیکن ہر بار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا اعادہ کیا کہ بہت دیر ہو چکی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلامی امت کے خلیفہ کی ذمہ داری سنبھالی۔ ثلابہ نے ایک بار پھر اپنا فرض صدقہ دے کر اپنی حیثیت دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اس کے باوجود خلیفہ اس بات کو قبول نہ کر سکا جس سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انکار کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ثلابہ نے اسلامی برادری کے بعد کے دو خلفاء کے ساتھ بھی ایسی ہی کوششیں کیں، لیکن انہوں نے بھی ثعلبہ کی کوششوں سے انکار کیا۔ اس پر امام واحدی رحمۃ اللہ علیہ، اصاب النزول ، 9:75، صفحہ 90-91 میں بحث کی گئی ہے۔

اس کی واحد خواہش کمیونٹی میں اپنی سماجی حیثیت کو دوبارہ حاصل کرنا تھی، جس کی وجہ سے اس کے خیراتی ادارے کو مسترد کر دیا گیا۔ اس پر پہلے ذکر کی گئی آیات میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اگر وہ اپنی منافقت سے سچی توبہ کرتا اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتا تو اسے معافی مل جاتی۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ انسان کو چاہیے کہ ہمیشہ اپنی نیت میں سچائی کو مناسب قول و فعل سے اس کی تائید کرتے ہوئے اپنائے کیونکہ ایسا نہ کرنا منافقت کا ایک پہلو ہے۔ باب 9 توبہ آیات 75-76

اور ان میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے دے تو ہم ضرور صدقہ کریں گے اور ہم ضرور نیک لوگوں میں سے ہوں گے، پھر جب اس نے انہیں اپنے فضل سے دیا تو وہ اس سے بخل کرتے رہے اور منہ پھیرتے رہے اور انہوں نے انکار کیا۔

عام طور پر، ہر وہ شخص جس نے اسلام کو اپنا عقیدہ قبول کیا ہے، اس نے ان تمام نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کا وعدہ کیا ہے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ لیکن اگر کوئی اس وعدے کو پورا کرنے پر اپنی دنیاوی خواہشات کو ترجیح دیتا ہے تو وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی توازن کی کمی کا تجربہ کریں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن، اپنے احتساب کے لیے تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ یہ زندگی کے دونوں پہلوؤں میں تناؤ مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، چاہے وہ کسی بھی مادی آسائش سے لطف اندوز ہوں۔ اس کے علاوہ، یہ شخص اپنی پوشیدہ منافقت کو ظاہر کرے گا جب وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کو عمل کے ساتھ ساتھ دینے میں ناکام رہے گا۔ اگر وہ سچے دل سے توبہ کرنے میں ناکام رہے تو آخرت تک پہنچنے تک اپنی نافرمانی پر قائم رہیں گے۔ باب 9 توبہ آیت 77

پس اس نے ان کو ان کے دلوں میں نفاق کے ساتھ اس دن تک عذاب دیا جس دن وہ اس سے ملیں گے" کیونکہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس میں ناکام رہے اور اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے - "تھے۔"

اس نتیجہ سے بچنے کے لیے سچائی کو اپنانا چاہیے اور ہر قسم کے جھوٹ سے بچنا چاہیے۔ جامع ترمذی نمبر 1971 میں درج ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچائی کی اہمیت اور باطل سے دوری اختیار کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ ابتدائی حصہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ سچائی نیکی کی راہ ہموار کرتی ہے جو بعد میں جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ جب کوئی فرد مستقل طور پر سچائی پر قائم رہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک سچے فرد کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔

یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ سچائی تین سطحوں پر محیط ہے۔ پہلا درجہ اپنی نیت اور اخلاص میں سچا ہونے سے متعلق ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اعمال صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لیے کیے

جائے ہیں، بغیر کسی ذاتی فائدے یا ناموس کی تلاش کے۔ یہ اصول درحقیقت اسلام کا بنیادی ستون ہے، کیونکہ ہر عمل کی جانچ نیت کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ کسی کے اخلاص کا ثبوت اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب وہ لوگوں سے معاوضہ طلب یا توقع نہیں کرتا۔

اس کے بعد کی سطح میں کسی کی تقریر کے ذریعے سچا ہونا شامل ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس میں ہر قسم کی زبانی زیادتیوں سے پرہیز کرنا ہے، نہ کہ محض جھوٹ۔ ایک شخص جو دوسرے زبانی گناہوں میں ملوث ہو اسے حقیقی طور پر سچا نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس کو حاصل کرنے کا ایک قابل تعریف طریقہ جامع ترمذی نمبر 2317 میں موجود ایک حدیث پر عمل کرنا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک فرد ان امور میں ملوث ہونے سے بچ کر اپنے اسلام کو بہترین بنا سکتا ہے جو اس سے متعلق نہیں ہیں۔ زبانی گناہوں کا ایک اہم حصہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب ایک مسلمان ان مسائل پر بحث کرتا ہے جو ان سے غیر متعلق ہیں۔ اس میں فضول باتوں سے اجتناب بھی شامل ہے، کیونکہ یہ اکثر گناہ کی گفتگو کا باعث بنتا ہے اور کسی کے قیمتی وقت کا غلط استعمال کرتا ہے، جو قیامت کے دن ندامت کا باعث ہوگا۔ کوئی شخص یا تو کسی مثبت چیز کا اظہار کر کے یا خاموش رہنے کا انتخاب کر کے سچائی کی اس سطح کو اپنا سکتا ہے۔

آخری مرحلہ اعمال میں سچائی ہے۔ یہ اللہ عزوجل کی حقیقی اطاعت، اس کے احکام کی بجا آوری، اس کی ممانعتوں سے بچنے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق تقدیر پر صبر کرنے سے، اسلام کی تعلیمات کو ذاتی خواہش کے مطابق منتخب کیے بغیر یا غلط تشریح کیے بغیر حاصل ہوتا ہے۔ افراد کو اپنی تمام کوششوں میں اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ درجہ بندی اور ترجیح کی تعمیل کرنی چاہیے۔ جو لوگ اس طرز پر چلتے ہیں وہ اپنی عطا کردہ ہر نعمت کو ان طریقوں سے استعمال کریں گے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دماغ اور جسم کی ایک متوازن حالت حاصل کریں، ان کی زندگی کے تمام عناصر اور لوگوں کو سیدھ میں لاتے ہوئے، قیامت کے دن اپنے جوابدہی کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کریں۔ اس کے نتیجے میں یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کا باعث بنے گا۔

سچائی کے ان درجات کو حاصل کرنے میں ناکامی کے نتائج، خاص طور پر جھوٹ، جیسا کہ زیر نظر بنیادی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے، یہ ہے کہ اس کے نتیجے میں نافرمانی ہوتی ہے، جو بعد میں جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔ جب کوئی فرد اس طرز عمل کو جاری رکھے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بڑا جھوٹا قرار پائے گا۔ تین درجوں کے حوالے سے جن کا پہلے ذکر کیا گیا ہے، نیت میں جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ کی طرف اخلاص کی کمی اور دوسروں کی خاطر نیک اعمال انجام دینے کی علامت ہے۔ تقریر میں جھوٹ بولنا گناہ کی گفتگو کی تمام اقسام کو گھیرے ہوئے ہے۔ اعمال میں جھوٹ بولنا ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنا ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں جس سے اللہ تعالیٰ اور دیگر کے حقوق کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ جو شخص جھوٹ کی ان تمام جہتوں کو مجسم کرتا ہے وہ ایک بڑا جھوٹا سمجھا جاتا ہے، اور اس کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک اہم جھوٹے کے طور پر لکھے جانے والے کی قسمت کا تعین کرے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کی نیت، قول اور فعل کو جانتا ہے، وہ جانتا ہے کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا، اس لیے وہ دونوں جہانوں میں ہر ایک سے جوابدہ ہوگا۔ باب 9 توبہ آیت 78

کیا وہ نہیں جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور یہ کہ اللہ غیب کا جاننے والا ہے۔“

باب 9 توبہ آیات 75-77:

اور ان میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے اور ہم ضرور نیک لوگوں میں سے ہوں گے، لیکن جب اس نے انہیں اپنے فضل سے دیا تو وہ اس سے بخل کر گئے اور انکار کرتے ہوئے منہ موڑ گئے، تو اللہ نے ان کے دلوں کو عذاب دیا یہاں تک کہ ان کے دلوں میں منافقت کی وجہ سے عذاب آئے۔ جس میں انہوں نے اس سے وعدہ کیا تھا اور اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔

عام طور پر، یہ آیات مخصوص دنیوی چیزوں کی درخواست کرنے سے پرہیز کرنے کی اہمیت پر روشنی ڈالتی ہیں، جیسے کہ دولت، کیونکہ افراد کے پاس علم اور دور اندیشی کا فقدان ہوتا ہے کہ ان کے لیے کیا فائدہ مند ہے۔ اکثر، لوگ ایسی چیزوں کے لیے ترستے ہیں جو بالآخر تناؤ کا باعث بنتی ہیں، جبکہ وہ ان چیزوں سے نفرت بھی کر سکتے ہیں جو انہیں اس زندگی اور اگلے دونوں زندگیوں میں بھلائی فراہم کر سکتی ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 216:

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

یہی وجہ ہے کہ اسلام مسلمانوں کو دنیاوی معاملات میں عمومی فلاح و بہبود کی تلقین کرتا ہے، کیونکہ ان میں یہ سمجھنے کی سمجھ نہیں ہے کہ ان کے لیے کیا فائدہ مند ہے یا نقصان دہ۔ باب 2 البقرہ، آیات 200-201:

اور لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو کہتا ہے کہ اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں دے اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں لیکن ان میں وہ ہے جو کہتا ہے کہ اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

منافقین کے لالچ کا ذکر کرنے کے بعد، جو اسلام میں اپنے ایمان کے زبانی اعلان، عمل سے، اللہ تعالیٰ کی حمایت میں ناکام رہتے ہیں، پھر بحث کرتے ہیں کہ یہ لوگ کس طرح دوسروں پر بھی تنقید کرتے ہیں جو ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔

جنگ تبوک کی تیاری میں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو مہم میں حصہ ڈالنے کی ترغیب دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی استطاعت کے مطابق اس مقصد کی حمایت کی اور اپنی سخاوت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ مثال کے طور پر جامع ترمذی نمبر 3701 میں درج ایک حدیث اس لمحے کا ذکر کرتی ہے جب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے 1000 سونے کے سکے عطیہ کیے تھے۔ اس نے انہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں بٹھایا، آپ نے فرمایا کہ اس کے بعد کوئی چیز ان کے ایمان کو خطرے میں نہیں ڈال سکتی۔ اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 4، صفحہ 3 میں بحث کی گئی ہے۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے مال کا نصف حصہ صدقہ کر دیا۔ اس کے مقابلے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال دے دیا۔ جب ان سے سوال کیا گیا کہ وہ اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کر گئے ہیں تو انہوں نے بتایا کہ میں نے انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چھوڑا ہے۔ یہ روایت جامع ترمذی نمبر 3675 میں موجود حدیث میں ہے۔

عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے چاندی کے چار ہزار سکے بطور عطیہ عطا فرمائے۔ ابو عقیل رضی اللہ عنہ نے پوری رات کام کے لیے وقف کر دی اور اس کے نتیجے میں اس مہم میں مٹھی بھر کھجوریں دیں۔ منافقین نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر الزام لگایا کہ انہوں نے دوسروں کی چھوٹی چھوٹی امداد کا تمسخر اڑایا اور اللہ تعالیٰ کو باب 9 توبہ آیت 79 نازل کرنے کی ترغیب دی۔

جو لوگ مومنین میں سے صدقات میں حصہ ڈالنے والوں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور جو لوگ اپنی کوشش کے سوا کچھ نہیں پاتے تو وہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں، اللہ ان کا مذاق اڑائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

، کاندھلوی ، حیات صحابہ، جلد 2، صفحہ 191-192 اور امام واحدی کی، اصاب النزل ، 9:79 صفحہ 91 میں بحث کی گئی ہے ۔

عام طور پر، جب کوئی شخص اپنے ساتھیوں سے مختلف راستے کا انتخاب کرتا ہے، تو اس سے دوسروں میں اپنے فیصلوں کے حوالے سے ناواقفیت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، خاص طور پر اگر وہ فیصلے اللہ تعالیٰ کی تعلیمات پر ذاتی خواہشات پر زور دیتے ہیں۔ نتیجتاً، اس کے نتیجے میں ان لوگوں پر تنقید ہو سکتی ہے جو ثابت قدمی سے اپنے عقیدے کو برقرار رکھتے ہیں، اکثر خاندان کے افراد کی طرف سے۔

مزید برآں، سماجی عناصر جیسے سوشل میڈیا، فیشن کے رجحانات، اور ثقافتی اصول اکثر ان افراد پر دباؤ ڈالتے ہیں جو اسلامی اقدار کی پاسداری کرتے ہیں۔ اسلام کی ترویج کو اکثر دولت اور سماجی حیثیت کے لیے ان کے عزائم کی راہ میں رکاوٹ کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ وہ ڈومینز جن پر اسلام تنقید کرتا ہے عام طور پر اسلامی اصولوں کو شامل کرنے کی مخالفت کرتا ہے اور مسلمانوں کو اپنے عقائد پر وفادار رہنے سے روکتا ہے۔ اس سے سوشل میڈیا سمیت متعدد پلیٹ فارمز پر پائے جانے والے اسلام مخالف جذبات کو نمایاں طور پر تقویت ملتی ہے۔

مزید برآں، وہ افراد جو اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے ہیں، جو ذاتی خواہشات میں اعتدال اور ان سے عطا کی گئی نعمتوں کے ذمہ دارانہ استعمال کی وکالت کرتے ہیں، ان کو ان لوگوں کی طرف سے منفی ردعمل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے جو حد سے زیادہ کام کرتے ہیں۔ ایسے افراد اکثر دوسروں کو اسلام قبول کرنے سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے عقیدے پر عمل کرنے سے حوصلہ شکنی کرتے ہیں، انہیں ایسے طرز زندگی کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس میں بے لگام خواہشات ہیں۔ وہ اکثر اسلام کے مخصوص عناصر پر توجہ مرکوز کرتے ہیں، جیسے خواتین کے لیے لباس کوڈ، اس کی اپیل کو کمزور کرنے کے لیے۔ اس کے باوجود، ادراک رکھنے والے افراد ان تنقیدوں کی سطحی نوعیت کی آسانی سے شناخت کر سکتے ہیں جو اسلام کی خود نظم و ضبط پر توجہ دینے کی توہین سے پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، اگرچہ وہ خواتین کے لیے اسلامی لباس کے ضابطے پر تنقید کر سکتے ہیں، لیکن وہ دیگر اہم پیشوں، جیسے قانون نافذ کرنے والے، فوج، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم اور کاروبار کو اسی حد تک جانچ پڑتال کے

تابع نہیں کرتے ہیں۔ اسلامی لباس کوڈ پر یہ منتخب تنقید، دیگر لباس کے ضابطوں کے بارے میں ان کی خاموشی کے برعکس، ان کے دلائل میں نزاکت اور گہرائی کی کمی کو واضح کرتی ہے۔ بالآخر یہ اسلام کے اصول اور اس کے ماننے والوں کا نظم و ضبط والا رویہ ہے جو اسلام پر ان مختلف حملوں کو ابھارتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اس پر کسی بھی طرح سے تنقید کر سکتے ہیں۔ باب 9
توبہ آیت 79

جو لوگ مومنین میں سے صدقات میں حصہ ڈالنے والوں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور جو لوگ اپنی کوشش کے سوا کچھ نہیں پاتے تو وہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں، اللہ ان کا مذاق اڑائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کے لیے غیر متزلزل عزم کرنا چاہیے، یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ یہ لگن انہیں سکون بخشے گی اور انہیں دوسروں کے منفی اثرات سے محفوظ رکھے گی، چاہے یہ تحفظ فوری طور پر نظر نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی وفاداری اس بات کو یقینی بنائے گی کہ وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کریں جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ انہیں ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول میں مدد دے گا، جس سے وہ اپنی زندگی میں تمام عناصر اور افراد کو مؤثر طریقے سے منظم کرنے کے ساتھ ساتھ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے بھی تیاری کر سکیں گے۔ نتیجے کے طور پر، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دے گا۔ نتیجتاً، ان کی ہر صورت حال میں صحیح رہنمائی کی جائے گی، خواہ وہ آسانی ہو یا مشکل، اس طرح ان کے ذہنی سکون میں اضافہ ہو گا اور اس بات کو یقینی بنایا جائے گا کہ وہ دونوں جہانوں میں بے شمار انعامات حاصل کریں۔

دوسری طرف، اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نظر انداز کرنے کا انتخاب، دوسروں کی رضامندی کے حصول میں لامحالہ باطنی سکون کے نقصان کا باعث بنے گا، کیونکہ اس طرح کے اعمال اس کی عطا کردہ نعمتوں کے غلط استعمال کی حوصلہ افزائی کریں گے۔ نتیجے کے طور پر، وہ اپنے آپ کو ذہنی اور جسمانی انتشار کی حالت میں پائیں گے، وہ اپنے اردگرد کی ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے، اس طرح وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیار نہیں رہیں گے۔ اس کے نتیجے میں

اس زندگی اور آخرت دونوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، چاہے ان کے پاس مادی
:آسائشیں کیوں نہ ہوں۔ باب 9 توبہ آیت 79

”اللہ ان کا مذاق اڑائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔“

ایک مستحکم ذہنیت کو برقرار رکھنے کے لیے، مضبوط ایمان پیدا کرنا ضروری ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لیے پختہ ایمان ضروری ہے، ہر حال میں، خواہ وہ خوشحالی کے وقت ہو یا مشکل میں۔ یہ گہرا ایمان قرآن پاک میں پائی جانے والی واضح نشانیوں اور تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے پیدا ہوتا ہے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات۔ یہ تعلیمات اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت دنیا اور آخرت میں سکون لاتی ہے۔ اس کے برعکس، جو لوگ اسلامی اصولوں کا علم نہیں رکھتے وہ کمزور ایمان کے مالک ہوں گے، جو انہیں اطاعت سے ہٹنے کے لیے زیادہ حساس بنا دیں گے، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات الہی ہدایت سے متصادم ہوں۔ اس طرح کی جہالت ان کے اس فہم کو دھندلا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کے حق میں اپنی خواہشات کا نتیجہ دونوں جہانوں میں سکون حاصل کرنے کے لیے بہت ضروری ہے۔ لہذا، افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کے حصول اور اس کے عملی اطلاق کے ذریعے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہیں۔ اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق ان کو حاصل کردہ برکات کا استعمال کرنا بالآخر ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دینا اور ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مناسب طور پر ترجیح دینا شامل ہے۔

:باب 9 توبہ آیت 79

وہ لوگ جو مومنین میں سے صدقات میں حصہ ڈالنے والوں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور ان لوگوں
"پر جو اپنی کوشش کے سوا کچھ نہیں پاتے۔"

یہ آیت، اسلام کے اندر متعدد دیگر تعلیمات کی طرح، مقدار پر معیار کی اہمیت پر زور دیتی ہے۔ شیطان اکثر مسلمانوں کو یہ عقیدہ پیدا کر کے کہ عمل بہت معمولی ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے نزدیک غیر ضروری ہے، نیک اعمال میں مشغول ہونے سے روکتا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض جاہل مسلمان بھی اکثر دوسروں کو بعض نیک اعمال کرنے سے روکتے ہیں، یہ کہہ کر کہ وہ معمولی اور غیر ضروری ہیں۔

ایک مسلمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اس دھوکے سے بچنا چاہیے اور اس کے بجائے تمام اعمال صالحہ کو انجام دینے کی کوشش کرے، چاہے ان کا سائز کچھ بھی ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ یقیناً کسی کے اعمال کے معیار کو دیکھتا ہے اور اس کی بنیاد پر افراد کی تشخیص کرتا ہے۔ اس خوبی کا ایک اہم جز کسی کا ارادہ ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ کیا عمل صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا جاتا ہے یا دیگر مقاصد کے لیے، جیسے کہ تعریف کے حصول کے لیے۔

ایک مسلمان کو بنیادی طور پر اپنے اعمال صالحہ کے معیار کو بڑھانے پر توجہ دینی چاہیے، جیسے کہ خلوص نیت کو یقینی بنانا، اور بعد ازاں اس بات کی تصدیق کرنا چاہیے کہ خیرات کی طرح خیرات کی ابتدا جائز ذریعہ سے ہوئی ہے، کیونکہ کوئی بھی عمل جس کی جڑیں حرام ہیں، قبول نہیں کی جائیں گی۔ اس احتیاط کو جامع ترمذی نمبر 661 میں درج ایک حدیث میں نمایاں کیا گیا ہے۔ مزید برآں، ایک مسلمان کو اپنی صلاحیتوں اور طاقت کے مطابق تمام نفلی اعمال صالحہ میں مشغول ہونا چاہیے۔ صحیح بخاری نمبر 6465 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ اعمال وہ ہیں جو مسلسل کیے جائیں، خواہ وہ معمولی ہی کیوں نہ ہوں۔

مزید برآں، مستقل طور پر نیک اعمال میں مشغول رہنے سے ایک مسلمان کو مثبت طور پر تبدیل کرنے کا امکان بہت زیادہ ہوتا ہے بجائے اس کے کہ وقتاً فوقتاً کوئی بڑا نیک کام انجام دیا جائے۔ رضاکارانہ صدقہ کے بارے میں، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی مالی استطاعت کے مطابق باقاعدگی سے

حصہ ڈالے، خواہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، اور اس بات پر پختہ یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو بہت زیادہ اجر دے گا۔ یہ یقین درحقیقت جامع ترمذی نمبر 662 میں موجود حدیث میں موجود ہے۔

خلاصہ یہ کہ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ مقدار پر اپنے اعمال کے معیار کو ترجیح دے اور اپنی صلاحیتوں اور طاقت کے مطابق مختلف اچھے اعمال کو مسلسل انجام دینے کی کوشش کرے۔

باب 9 توبہ آیت 79

وہ لوگ جو مومنین میں سے صدقات میں حصہ ڈالنے والوں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور ان لوگوں "پر جو اپنی کوشش کے سوا کچھ نہیں پاتے۔"

یہ اکثر نوٹ کیا جاتا ہے کہ جب کوئی فرد کسی اچھے کام میں مشغول ہونے کا انتخاب کرتا ہے جس کے لیے وقت، توانائی اور یہاں تک کہ مالی وسائل بھی درکار ہوتے ہیں، تو اکثر دوسروں کی طرف سے اس کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔ بنیادی رکاوٹ شیطان ہے، جو لوگوں کو اچھے کام کرنے سے روکنے کے لیے کافی کوشش کرتا ہے۔ دوسری رکاوٹ انسان کا اپنا باطن ہے جو سستی اور لالچ کی طرف مائل ہوتا ہے۔ آخری رکاوٹ دوسرے افراد کی طرف سے آتی ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر مخالف اکثر مسلمان ہوتے ہیں۔ اپنے کمزور ایمان کی وجہ سے وہ چھوٹی سے چھوٹی نیکیوں کی اہمیت کو بھی پہچاننے میں ناکام رہتے ہیں۔ مزید برآں، ان کا کمزور ایمان انہیں دنیاوی لذتوں، کو ترجیح دینے کی طرف لے جاتا ہے، جو نیک اعمال کی تلاش سے براہ راست متصادم ہے۔ نتیجتاً یہ افراد اکثر یہ سوال کرتے ہیں کہ ایک مسلمان اچھا کام کرنے کی کوشش کیوں کر رہا ہے، خاص طور پر وہ کام جن کے لیے وقت، توانائی اور مالی سرمایہ کاری کی ضرورت ہے۔ مثال کے طور پر ایک مسلمان اسلامی معلومات کو پھیلانے کے لیے ایک ویب سائٹ قائم کرنے کے اپنے ارادے میں پختہ ہو سکتا ہے۔ دوسرے اکثر ان کے اقدام کو معمولی سمجھ کر ان کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں

کیونکہ وہ اچھے کاموں کی قدر نہیں کرتے۔ وہ لوگ جو خیرات دینے کے لیے پرعزم ہیں کمزور ایمان والے دوسرے لوگوں کی طرف سے بھی ان کی حوصلہ شکنی کی جا سکتی ہے، جو ممکنہ مالی مشکلات کے خوف سے انہیں اپنی دولت کو برقرار رکھنے کے لیے ڈرانے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ ایسی بے شمار مثالیں ہیں جن میں افراد، خاص طور پر کمزور ایمان والے مسلمان، دوسروں کو اپنی خواہشات کو حقیر سمجھ کر نیک کاموں میں مشغول ہونے سے روکتے ہیں۔

ایسے حالات میں، اچھے کام کرنے کے خواہشمند مسلمان کو اپنے مشیروں کا انتخاب سمجھداری سے کرنا چاہیے۔ جس طرح ایک مریض ڈاکٹر سے مشورہ لیتا ہے، یا آٹوموٹو کے مسائل کا سامنا کرنے والا فرد مکینک سے مشورہ کرتا ہے، اسی طرح ایک مسلمان کو خصوصی طور پر مضبوط ایمان رکھنے والوں سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔ یہ وہ شخص ہے جو قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سمجھتا اور اس پر عمل کرتا ہے۔ ایسا شخص ہی معمولی نیکیوں کی اہمیت کو پہچانے گا اور اس طرح دوسروں کو بھی ان میں مشغول ہونے کی ترغیب دے گا۔ اسلامی معلومات سے عاری شخص سے مشورہ لینا غیر دانشمندی ہے، کیونکہ وہ کسی کی منصوبہ بندی کو نقصان پہنچا سکتا ہے اور بالآخر اسے اپنے ارادوں سے روک سکتا ہے، چاہے ان کے مقاصد بدنیتی پر مبنی نہ ہوں۔ یہ مشورہ باب 30 اروم، آیت 60 میں ظاہر ہوتا ہے:

"اور وہ آپ کو پریشان نہ کریں جو یقین نہیں رکھتے۔..."

جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخلوق کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا، آپ نے لوگوں سے یہ خواہش کی کہ وہ سچے دل سے توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے لیے انہیں معاف کر دیں۔ باب 21 الانبیاء، آیت 107

“اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔”

مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کی طرف ہجرت کے نویں سال منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی کا انتقال ہو گیا۔ اپنی آخری بیماری کے دوران، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثرت سے ان کی عیادت کرتے، اس امید پر کہ وہ سچی توبہ کریں گے اور اسلام قبول کریں گے، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ عبداللہ بن ابی کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ کی درخواست پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے والد منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے روانہ ہوئے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی چادر کو پکڑ لیا اور ان سے درخواست کی کہ اس شخص کی نماز جنازہ نہ پڑھو جس نے اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجروح کرنے کی کوشش کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ آیت بھی یاد دلائی جس میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ اگر آپ منافقین کے لیے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں تو بھی اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا۔ باب 9: توبہ آیت 80

ان کے لیے استغفار کرو یا نہ کرو، اگر تم ان کے لیے ستر مرتبہ استغفار کرو گے تو اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا، یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ نافرمان “لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ میں اس کے لیے ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا۔ اس کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ نے پھر اسے آئندہ ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ باب 9: توبہ آیت 84

اور ان میں سے جو کبھی فوت ہو جائے اس کی نماز نہ پڑھو اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو، بے شک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور نافرمانی کی حالت میں مر گئے۔

اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 4، صفحہ 45-47 میں بحث کی گئی ہے۔

باب 9 توبہ آیت 80

ان کے لیے استغفار کرو یا نہ کرو، اگر تم ان کے لیے ستر مرتبہ استغفار کرو گے تو اللہ انہیں کبھی ”نہیں بخشے گا“۔

سب سے پہلی بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل ہے۔ ہر حال میں ہمیشہ دوسروں کے لیے بہترین نتائج کی خواہش کرتے ہوئے اخلاص کو اپنانا چاہیے، جس طرح وہ اپنے لیے بہترین نتائج کی خواہش رکھتے ہیں اور اپنے قول و فعل سے اس رویہ کی تائید کرتے ہیں۔ یہ درحقیقت صحیح بخاری نمبر 13 میں موجود حدیث کے مطابق ایک سچے مومن کی نشانی ہے۔ اس کے علاوہ، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے زبانی اعلان ایمان کی بنیاد پر عبداللہ بن ابی کے لیے استغفار کرتے رہے۔ یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ اس دنیا میں، افراد کو اکثر ان کی ظاہری شکل کی بنیاد پر پرکھا جاتا ہے، یہاں تک کہ جب یہ ان کی اندرونی سچائی سے ہم آہنگ نہ ہو۔ مثال کے طور پر اگر کوئی مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، تو معاشرہ اسے قبول کرے گا جب تک کہ وہ واضح کفر کا ارتکاب نہ کرے۔ تاہم، آخرت میں، اللہ تعالیٰ لوگوں کی اصل باطنی حالت اور ان کے ظاہری اعمال کی بنیاد پر جانچ کرے گا۔ چنانچہ منافقانہ رویہ اختیار کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ اس طرح کے طرز عمل سے دنیا کی زندگی میں دوسروں کو دھوکہ دیا جا سکتا ہے، لیکن آخرت میں وہ فریب میں مبتلا ہوں گے، کیونکہ ان کا اندازہ ان کی باطنی حقیقت کے مطابق کیا جائے گا، جس کی بنیاد کفر پر ہو سکتی ہے۔ باب 2 البقرہ، آیات 8-9

، اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ”لیکن وہ مومن نہیں ہیں، وہ اللہ اور ایمان والوں کو دھوکہ دیتے ہیں، لیکن وہ اپنے آپ کو دھوکہ نہیں دیتے اور اس کا شعور نہیں رکھتے۔“

:اور باب 57 الحديد، آیات 13-15

اسی دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کرو تاکہ ہم تمہارے نور میں سے کچھ حاصل کر لیں، کہا جائے گا کہ اپنے پیچھے جاؤ اور روشنی تلاش کرو۔ "اور ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس کا دروازہ رحمت ہو گا، لیکن اس کے باہر عذاب ہو گا، وہ [یعنی ہم ان منافقوں کو پکاریں گے]۔ آپ کے ساتھ نہیں؟ "وہ کہیں گے "ہاں، لیکن تم نے اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالا اور [ہمارے لئے] بدقسمتی کا انتظار کیا اور شک کیا، اور خواہش مندانه سوچ نے تمہیں دھوکہ دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا۔ اور دھوکے باز [یعنی شیطان نے] تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکہ دیا۔ پس آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ کافروں سے۔ تیری پناہ گاہ آگ ہے۔ یہ تمہارے لیے سب سے زیادہ لائق ہے اور بری منزل ہے۔

:اور باب 9 توبہ آیت 80

ان کے لیے استغفار کرو یا نہ کرو، اگر تم ان کے لیے ستر مرتبہ استغفار کرو گے تو اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا، یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

جو شخص اسلام پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کو پورا نہیں کرتا اسے اپنے آپ کو یہ سوچ کر دھوکہ نہیں دینا چاہیے کہ وہ حقیقی طور پر مسلمان ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی فرد اپنے روحانی دل میں اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتا ہے تو وہ کسی نہ کسی طرح اس کے اعمال سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ تصور صحیح بخاری نمبر 52 میں درج ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس، ایمان نہ رکھنے والا شخص

اپنے عمل سے اسلام کا مظاہرہ نہیں کرے گا، چاہے وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے۔ ایسے رویہ سے گریز کیا جانا چاہیے۔ بصورت دیگر، ایک فرد جو اپنی مسلم شناخت کا دعویٰ کرتا ہے وہ آخر کار قیامت کے دن اپنے آپ کو غیر مسلم ظاہر کر سکتا ہے۔ اس تصور کی مزید تصدیق درج ذیل آیت سے ہوتی ہے، جو ایمان پر اسلام پر زور دیتی ہے۔ اسلام کسی کے اعمال سے ظاہر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے، جب کہ ایمان کسی کے روحانی دل میں رہتا ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 85

اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور طریقہ کو زندگی گزارنا چاہے تو وہ اس سے ہرگز قبول "نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔

اس کے علاوہ انسان کو اس دنیا میں اپنی نیت، قول اور فعل کا جوابدہ بنا کر زندگی کے مقصد کو قبول کرنا چاہیے، تاکہ وہ صحیح طرز عمل اختیار کریں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ان کا دونوں جہانوں میں جوابدہ: باب 67 الملک، آیت 2 ہوگا۔

جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں بہتر ہے۔“۔‘

لیکن اگر کوئی اس حقیقت کی قدر کرنے میں ناکام رہے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں گے اور ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے۔ نتیجے کے طور پر، وہ ایک ذہنی اور جسمانی عدم توازن کا تجربہ کریں گے، جو ان کی زندگیوں اور رشتوں میں خلل کا باعث بنیں گے، جو آخر کار ان کی قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کرنے کی صلاحیت میں رکاوٹ ہے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، یہاں تک کہ جب وہ کچھ دنیاوی لذتوں میں مبتلا ہوں۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ آیت 80 میں متنبہ کیا گیا ہے، انہیں ان کے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنے سے کوئی چیز نہیں بچائے گی، یہاں تک کہ نیک لوگوں کی شفاعت بھی نہیں۔ مزید برآں، جو شخص عمل میں ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت کرنے میں ناکام رہتا ہے وہ اپنے

ایمان کے بغیر اس دنیا سے رخصت ہو سکتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا اس کے ایمان کو تباہ کر دے گا۔ باب 9 توبہ آیت 80

ان کے لیے استغفار کرو، یا ان کے لیے استغفار نہ کرو، اگر تم ان کے لیے ستر مرتبہ استغفار کرو" گے تو اللہ انہیں برگز معاف نہیں کرے گا، یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ "کفر کیا، اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کی طرح ہے جسے پھلنے پھولنے اور برقرار رہنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہے۔ اسی طرح، ایک پودا جس میں ضروری غذا کی کمی ہو، جیسے سورج کی روشنی، مرجھا جائے گی۔ اسی طرح، ایک فرد کا ایمان کمزور ہو سکتا ہے اور مر سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے اعمال کی حمایت نہ ہو۔

اس کے علاوہ یہ آیت خواہش مندانه سوچ کو اپنانے کے خلاف بھی تنبیہ کرتی ہے جس کے ذریعے یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ اس کی نافرمانی پر قائم رہتے ہوئے دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور باب 45 الجثیہ، آیت 21 بخشش پائے گا۔ یہ رویہ اسلام میں قدر کی کمی ہے۔

کیا وہ لوگ جو برائیاں کرتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے - ان کی زندگی اور موت میں برابری پیدا کر دیں گے، یہ جو فیصلہ کرتے ہیں وہ برا ہے۔"

اس کے برعکس، حقیقی امید میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کی کوشش شامل ہے، جو اسلامی تعلیمات کے مطابق ان کو عطا کردہ نعمتوں کے صحیح استعمال کی ضرورت ہے، جس کے

بعد دنیا اور آخرت دونوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کی مخلصانہ خواہش ہے۔ اس تفریق کی وضاحت جامع ترمذی نمبر 2459 میں موجود ایک حدیث میں کی گئی ہے۔ لہذا اس فرق کو تسلیم کرنا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش میں حقیقی امید پیدا کرنا بہت ضروری ہے، محض خواہش مندانہ سوچ سے گریز کرتے ہوئے، اس طرح کے طرز عمل سے دنیا یا آخرت کی زندگی میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ باب 9 توبہ آیت 80

”اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

تبوک کی مہم نے اہم چیلنجز پیش کیے، جس کی وجہ سے کچھ افراد غفلت یا منافقت کی وجہ سے حصہ لینے سے باز رہے۔ منافقین نے دوسروں کو گمراہ کرنے کی کافی کوششیں کیں اور انہیں اس اہم مہم میں شامل ہونے سے روکا۔ اسی تناظر میں، اللہ تعالیٰ نے توبہ کی آیت نمبر 9، آیات 81-82 نازل فرمائی:

جو لوگ پیچھے رہ گئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد [گھر میں] رہنے پر خوش ہوئے" اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرنے کو ناپسند کرتے تھے اور کہتے تھے کہ گرمی میں نہ نکلو، کہہ دو کہ جہنم کی آگ گرمی میں زیادہ شدید ہے، اگر وہ سمجھیں، تو ہم ان کو تھوڑا سا "ہنسا دیں اور ہم ان کو ہنسانے کے لیے تھوڑا سا استعمال کریں۔ کمائیں۔

اس پر سیرت ابن ہشام صفحہ 241-242 میں بحث ہوئی ہے۔

منافقت کا ایک پہلو یہ ہے کہ ایک فرد نہ صرف خود برے کاموں میں مشغول ہوتا ہے اور نیک کاموں سے باز رہتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی اس کی پیروی کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ وہ دوسروں سے ان

کی اخلاقی پستی میں شریک ہونے کی خواہش رکھتے ہیں، کیونکہ یہ ان کی نظروں میں ان کے رویے کو جائز قرار دیتا ہے۔ وہ نہ صرف خود ڈوبتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی اپنے ساتھ نیچے گھسیٹتے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایک فرد ہر دوسرے شخص کے لیے ذمہ دار ہوگا جو ان کی حوصلہ افزائی کے نتیجے میں گناہ کرتا ہے۔ اس شخص کو ایسا سمجھا جائے گا کہ گویا اس نے دوسروں کو محض اس کی دعوت دینے کے باوجود خود گناہ کیا ہے۔ یہ اصول سنن ابن ماجہ نمبر 203 میں درج ایک حدیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ بعض نے کہا ہے کہ خوش نصیب وہ شخص ہے جس کی برائی ان کے ساتھ ختم ہو جائے، کیونکہ اگر دوسرے لوگ ان کی غیر اخلاقی باتوں پر عمل کریں گے تو ان کے مرنے کے بعد بھی ان کی خطائیں بڑھ جائیں گی۔

توبہ کا باب 9، آیت 81

جو لوگ پیچھے رہ گئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد [گھر میں] رہنے پر خوش ہوئے" اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے کو ناپسند کرتے تھے اور کہا کہ گرمی میں نہ نکلو۔

عام طور پر، جیسا کہ اسلام دنیاوی خواہشات کے ضابطے کی وکالت کرتا ہے، وہ افراد جن کا بنیادی مقصد ان خواہشات کو پورا کرنا ہے، اس موقف پر تنقید کریں گے، کیونکہ اسلام انہیں حیوانی ظاہر کرتا ہے۔ مزید برآں، ایسے کاروبار اور صنعتیں جو اس طرح کی خواہشات کی آغوش میں پروان چڑھتی ہیں، اسلامی اصولوں کی سرگرمی سے مخالفت کریں گی، اور لوگوں کو اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کریں گی۔ اس مخالفت کے جواب میں مسلمانوں سے کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں پختہ رہیں، جو انہیں سکون عطا کرے گا اور دوسروں کے منفی اثرات سے ان کی حفاظت کرے گا، خواہ یہ تحفظ فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔ اس کے برعکس، جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی قیمت پر سماجی منظوری کو ترجیح دیتے ہیں، وہ اپنے آپ کو اس کے عذاب سے غیر محفوظ پائیں گے اور بالآخر معاشرتی توقعات کو پورا کرنے میں ناکام رہیں گے کیونکہ انسانی آراء اور دنیاوی خلفشار، بشمول سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت، فطری طور پر غیر مستحکم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر ثابت قدمی سے عمل کرنے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق ان کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے سے، افراد ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی

حالت حاصل کریں گے، اپنی زندگیوں اور رشتوں کو مؤثر طریقے سے ترتیب دیتے ہوئے عملی طور پر قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیاری کریں گے۔ لہذا یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔

جبکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہتا ہے اس مقصد سے کہ معاشرے کی خوشنودی اور اپنی دنیاوی خواہشات کو پورا کیا جائے وہ لازماً ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی خلفشار کا شکار ہوں گے، وہ اپنی ترجیحات اور تعلقات کو درست طریقے سے منظم کرنے میں ناکام رہیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ یہ اس زندگی اور آخرت دونوں میں تناؤ اور مشکلات کا باعث بنے گا، چاہے وہ کتنی ہی مادی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ درحقیقت جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہے جب کہ وہ زبانی طور پر اس پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں، اس کے ایمان کے بغیر اس دنیا سے جانے کا خطرہ ہے۔ باب 9 توبہ آیت 81

اور کہا، 'گرمی میں مت نکلو۔ کہہ دو کہ "جہنم کی آگ گرمی میں زیادہ سخت ہے" کاش وہ ..." سمجھتے۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کی مانند ہے جسے بڑھنے اور زندہ رہنے کے لیے فرمانبرداری کے عمل کے ذریعے دیکھ بھال کی ضرورت ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی کے بغیر ایک پودا مر جائے گا، اسی طرح ایک شخص کا ایمان کمزور اور فنا ہو سکتا ہے اگر اسے اطاعت نہ ملے۔

توبہ کا باب 9، آیت 81

جو لوگ پیچھے رہ گئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد [گھر میں] رہنے پر خوش ہوئے" اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے کو ناپسند کرتے تھے اور کہا کہ گرمی میں نہ نکلو۔

دوسروں کے منفی اثرات سے بچنے کے لیے ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرنے سے گریز کرنا چاہیے جو عمل کے ساتھ اپنے ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت میں ناکام رہتے ہیں۔ ایک شخص ہمیشہ اپنے ساتھیوں سے متاثر ہوتا ہے، چاہے وہ مثبت ہو یا منفی اور چاہے ظاہر ہو یا لطیف۔ سنن ابو داؤد نمبر 4833 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ لہذا جو شخص اس دنیا میں صالح اور سچے لوگوں کا ساتھ دے گا، وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہے، سچے دل سے اللہ کی اطاعت کرنے کی ترغیب اور ترغیب پائے گا۔ جبکہ منافقوں کا ساتھ دینے والے ان کی خصلتوں اور طرز عمل کو اپنائیں گے۔ نتیجے کے طور پر، ان کی زندگی کا ہر پہلو، جس میں ان کے خاندان، دوست، کیریئر اور دولت شامل ہے، ان کے لیے پریشانی کا باعث بن جائے گا۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نظر انداز کرنے پر اڑے رہیں گے تو وہ اپنی زندگی کے مختلف پہلوؤں بشمول اپنے رشتہ داروں سے اپنے تناؤ کو غلط طور پر منسوب کریں گے۔ ان مثبت اثرات کو ختم کرنے سے، وہ صرف اپنی ذہنی صحت کے چیلنجوں کو مزید خراب کریں گے، جو ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات: باب 9 توبہ آیت 81 کا باعث بن سکتے ہیں۔ اور آخرت کا عذاب اس سے بھی بدتر ہے۔

اور کہا، 'گرمی میں مت نکلو۔ کہہ دو کہ "جہنم کی آگ گرمی میں زیادہ سخت ہے" کاش وہ ..." سمجھتے۔

لیکن اگر کوئی اس حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں گے اور ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے۔ نتیجتاً، وہ اس عذاب کا سامنا کریں گے جن کا پہلے ذکر کیا گیا ہے، چاہے وہ اس دنیا میں کچھ دنیوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ یہ نتیجہ اس وقت واضح ہو

جاتا ہے جب کوئی ایسے افراد کو دیکھتا ہے جو دنیاوی چیزوں سے لطف اندوز ہونے کے باوجود دولت مند اور مشہور جیسی نعمتوں کا مسلسل غلط استعمال کرتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

اس نتیجے سے بچنے کے لیے خوشی اور ذہنی سکون کے درمیان فرق کو سمجھنا چاہیے۔ خوشی ایک ایسا جذبہ ہے جس کا انحصار اس صورتحال پر ہوتا ہے جس کا کوئی سامنا کر رہا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک شخص خوشی کا تجربہ کرے گا جب وہ کسی تفریحی صورتحال میں ہوں، جیسے کہ پارٹی۔ لیکن چونکہ خوشی ایک جذبہ ہے یہ انتہائی غیر مستحکم ہے کیونکہ ایک لفظ یا واقعہ کسی کے خوشی کے تجربے کو ختم کر سکتا ہے اور یہ کبھی زیادہ دیر تک نہیں رہتا۔ اس لیے جو خوشی کی تلاش میں رہتا ہے وہ کبھی بھی اس کو برقرار نہیں رکھ سکے گا چاہے وہ کتنی ہی دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ یہ اس وقت بالکل واضح ہوتا ہے جب امیر اور مشہور لوگوں کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور ان کے مسلسل سماجی اجتماعات کے ساتھ خوشی کو برقرار رکھنے کی ان کی مایوسی ہوتی ہے۔ یہ سلوک انہیں صرف ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کی طرف لے جاتا ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ اپنے آپ کو غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت میں پاتے ہیں، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیتے ہیں اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے ناکافی تیاری کرتے ہیں۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور پریشانیوں کا باعث بنتا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 82:

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

جبکہ ذہنی سکون ایک ایسی حالت ہے جس کا انحصار اس صورتحال پر نہیں ہوتا جس کا تجربہ ہوتا ہے۔ درحقیقت، جس کے پاس ذہنی سکون ہے وہ اس سے محروم نہیں رہے گا، یہاں تک کہ جب اسے کسی عزیز کی موت جیسی افسوسناک صورتحال کا سامنا کرنا پڑے۔ وہ جو اداسی محسوس کرتے ہیں

وہ ان کے ذہنی سکون پر قابو نہیں پا سکے گا، جبکہ کوئی بھی غم خوشی پر قابو پا سکتا ہے۔ نتیجے کے طور پر، ذہنی سکون مستحکم اور دائمی ہے، جب تک کہ کوئی اسے برقرار رکھنے کے تقاضوں کو پورا کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم کو تخلیق کیا ہے، وہی جانتا ہے کہ کس طرح ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر چیز کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھ کر ذہنی سکون حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اسلامی تعلیمات کو اپنے فائدے کے لیے قبول کرے اور ان کا اطلاق کرے، خواہ یہ تعلیمات اس کی ذاتی خواہشات سے تصادم ہوں۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے کو تسلیم کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفاد میں ہے، یہاں تک کہ جب ناخوشگوار علاج اور سخت خوراک کا سامنا کرنا پڑے۔ جس طرح یہ عاقل مریض بہترین ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح اسلامی تعلیمات کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے والا شخص بھی دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرے گا۔

اگر کوئی خوشی اور ذہنی سکون کے درمیان فرق کو سمجھنے میں ناکام رہتا ہے، تو وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں اور اس کے نتیجے میں، وہ کبھی بھی ذہنی سکون حاصل نہیں کر پائیں گے، خواہ وہ خوشی کے لمحات کا تجربہ کریں۔ باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

اس کے بعد اللہ تبوک کی جنگ سے مسلمانوں کی واپسی کے وقت منافقین کے طرز عمل کا ذکر کرتا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 83

اگر اللہ آپ کو ان کے کسی گروہ کی طرف لوٹا دے اور پھر وہ آپ سے [جنگ کے لیے] جانے کی اجازت طلب کریں، تو کہہ دو کہ تم میرے ساتھ کبھی نہیں نکلو گے، اور تم میرے ساتھ کبھی دشمن

سے نہیں لڑو گے۔ بے شک تم پہلی بار [گھر میں] بیٹھ کر مطمئن ہو گئے تھے، لہذا اب پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھو۔

عام طور پر، یہ آیت لوگوں کو یاد دلاتی ہے کہ زندگی میں انہیں ان کی کوششوں کے مطابق چیزیں ملیں گی۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کم سے کم کوشش کرتا ہے جس میں اسلامی تعلیمات میں، بیان کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے تو وہ اپنی کم سے کم کوشش کے مطابق رحمت برکت اور سکون حاصل کرے گا۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زیادہ محنت کرے گا اسے دونوں جہانوں میں زیادہ سکون، اجر اور برکت ملے گی۔ اس بات کو تسلیم کرنا ضروری ہے کہ دنیاوی کامیابی کی جستجو جیسا کہ طبیب بننا۔ جس کے لیے امتحانات جیسے مستقل چیلنجز کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اسی طرح انسان اس زندگی اور آخرت دونوں میں ذہنی سکون حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ عجیب بات ہے کہ لوگ کس طرح سمجھتے ہیں کہ اس دنیا میں کامیابی کو محنت کی ضرورت ہے، پھر بھی وہ بغیر کسی محنت اور قربانی کے اس زندگی میں ذہنی سکون اور آخرت میں جنت کی توقع رکھتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ کی درخواست کے جواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے والد، منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی رضی اللہ باب 9 توبہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے آئندہ اس فعل سے منع فرمایا۔
آیت: 84

اور ان میں سے جو کبھی فوت ہو جائے اس کی نماز نہ پڑھو اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو، بے ”
”شک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور نافرمانی کی حالت میں مر گئے۔

اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 4، صفحہ 46-47 میں بحث کی گئی ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ اپنے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی تعظیم کے لیے پڑھائی جو ایک وفادار صحابی تھے۔ مزید برآں، ہمدردی کا یہ اشارہ دوسرے منافقین کو سچی توبہ کرنے اور اسلام قبول کرنے کی ترغیب دے سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے نماز جنازہ کے بعد نہیں بلکہ اس سے پہلے حرمت نازل فرمائی۔

عام طور پر، ایک خواہش مندانہ سوچ کو اپنانے سے بچنا چاہیے جس کے تحت وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں اور دونوں جہانوں میں اس کی رحمت اور بخشش کی امید رکھیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ سب کچھ معاف کرنے والا ہے، کوئی بھی کم نہیں، وہ برے کے ساتھ نیکی کرنے والے کے برابر سلوک نہیں کرے گا، کیونکہ یہ اس کے عدل و انصاف کے منافی ہے۔ باب 45 الجثیہ، آیت 21

کیا وہ لوگ جو برائیاں کرتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے - ان کی زندگی اور موت میں برابری پیدا کر دیں گے، یہ جو فیصلہ کرتے ہیں وہ برا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے بارے میں گمراہ کن تصور کی نشوونما کو روکنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کی الوہی صفات اور ناموں کا جائزہ لیا جائے جیسا کہ قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات۔ یہ فہم اللہ تعالیٰ پر صحیح یقین پیدا کرتا ہے اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق استعمال کرتے ہوئے حقیقی اطاعت کو فروغ دیتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور ناموں کے بارے میں علم کی کمی غلط عقائد کا باعث بن سکتی ہے جس کے نتیجے میں نافرمانی ہو سکتی ہے، جیسے خواہش مندانہ سوچ۔ مثال کے طور پر، ایک فرد جو یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ بخشنے والا ہے، وہ اپنی خطاؤں کی معافی کی امید کے ساتھ اس کی اطاعت کرنے کی پوری کوشش کرے گا۔ اس کے برعکس، جو شخص اس کی بخشش کے جوہر کو درست طریقے سے نہیں سمجھتا وہ نافرمانی پر قائم رہ سکتا ہے، غلطی سے یہ سمجھ کر کہ وہ معاف، درحقیقت، جیسا کہ آیت 84 میں تنبیہ کی گئی ہے کر دیا جائے گا، چاہے ان کے اعمال کچھ بھی ہوں۔

غلط عقیدہ پر قائم رہنے والا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا رہے گا اور اس کے نتیجے میں وہ اپنے ایمان :باب 9 توبہ آیت 84 سے محروم ہو سکتے ہیں۔

اور ان میں سے جو کبھی فوت ہو جائے اس کی نماز نہ پڑھو اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو، بے ”
”شک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور نافرمانی کی حالت میں مر گئے۔

یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے سے مشابہ ہے جس کو پھلنے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے اطاعت کے اعمال سے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی جیسے اہم وسائل سے محروم ایک پودا مر جائے گا، اسی طرح فرمانبرداری کے کاموں کی حمایت کے بغیر ایک فرد کا ایمان کم اور فنا ہو سکتا ہے۔

مسلمانوں کو صحیح رویہ اختیار کرنے کی ترغیب دینے کے لیے جس کے ذریعے وہ اپنے ایمان کے زبانی اعلان کی تائید کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں تنبیہ کرتا ہے کہ وہ اپنی دنیاوی خواہشات کی تکمیل پر اڑے رہتے ہوئے اس کی نافرمانی کرنے والوں کی ظاہری صورتوں سے دھوکہ نہ کھائیں۔ باب 9 توبہ :آیت 85

”...پس ان کا مال یا اولاد تمہیں متاثر نہ کرے“

خلاصہ یہ کہ تمام دنیوی نعمتیں، بشمول شہرت اور دولت، محض ایک امتحان کے طور پر کام کرتی :باب 67 الملک، آیت 2 ہیں کہ آیا افراد اسلامی اصولوں کے مطابق ان کا صحیح استعمال کریں گے۔

جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں بہتر ہے۔“۔‘

جو لوگ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کو برقرار رکھتے ہوئے اور اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مناسب طور پر ترجیح دے کر ذہنی سکون حاصل کریں گے۔ اس کے برعکس، جو لوگ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا انتخاب کرتے ہیں ان کو دنیا اور آخرت دونوں میں نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا، چاہے اس کے نتائج ان پر فوری طور پر ظاہر نہ ہوں۔ ان کی نافرمانی کی وجہ سے، ان کے وجود کا ہر پہلو — جیسے خاندان اور دوستوں کے ساتھ تعلقات، پیشہ ورانہ کوششیں، اور دولت — پریشانی کا باعث بن جائیں گے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو نظر انداز کرنے پر اڑے رہیں تو وہ اپنی مایوسی کو غلط چیزوں اور لوگوں جیسے اپنے رشتہ داروں کی طرف بھیج سکتے ہیں۔ ان مثبت اثرات کو ختم کرنے سے، وہ صرف اپنے دماغی صحت کے چیلنجوں کو مزید خراب کریں گے، جو ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کی سوچ کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ نتیجہ ان لوگوں میں قابل مشاہدہ ہے جو بار بار اپنی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ امیر اور معروف، ظاہری طور پر مادی دولت سے لطف اندوز ہونے کے باوجود۔ باب 9 توبہ آیت 85:

پس ان کا مال اور اولاد تمہیں متاثر نہ کرے، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ ان کے ذریعے دنیا کی زندگی "میں عذاب کرے اور ان کی جان اس حال میں ہلاک ہو کہ وہ کافر ہوں۔"

جیسا کہ اس آیت کے آخر میں تنبیہ کی گئی ہے، جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں، اور اس کے نتیجے میں اسی طرح کے اعمال کے ذریعے اپنے ایمان کے زبانی اثبات کو تقویت نہیں دیتے ان کا ایمان ضائع ہونے کا بڑا خطرہ ہوتا ہے۔ ایک پودے کے مشابہ جو کہ سورج کی روشنی جیسے اہم غذائی اجزا کی کمی کا شکار ہو، جس سے اس کے بگاڑ اور موت واقع ہو جاتی ہے، اسی طرح ایک شخص کا ایمان بھی کمزور ہو سکتا ہے اور بالآخر غائب ہو سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے اعمال سے برقرار نہ رکھا جائے۔

دوسرے طرز زندگی کے برعکس جو انسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے تبدیل یا تخلیق کیے گئے ہیں، اسلام یہ حکم دیتا ہے کہ افراد اس زندگی اور آخرت دونوں میں سکون حاصل کرنے کے لیے قربانیاں دیں۔ باب 9 توبہ آیات 86-87

اور جب قرآن کی ایک سورت نازل ہوئی کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ جہاد کرو " تو ان میں سے مالداروں نے آپ سے اجازت مانگی اور کہا کہ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ رہنے دو جو (گھر میں) بیٹھے ہیں، وہ پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے، اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، اس لیے وہ سمجھتے نہیں۔

یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ جس طرح امتحانات جیسے چیلنجوں کو برداشت کیے بغیر ڈاکٹر بننے جیسی دنیاوی کامیابی حاصل نہیں کی جا سکتی، اسی طرح جدوجہد اور رکاوٹوں کا مقابلہ کیے بغیر انسان دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ واقعی حیران کن ہے کہ لوگ یہ کیسے سمجھتے ہیں کہ اس زندگی میں کامیابی کے لیے کوشش کی ضرورت ہے، پھر بھی وہ دنیا میں سکون قلب اور آخرت میں جنت میں بغیر کسی قربانی کے حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں۔ جو اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہے وہ اسلام پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت نہیں کرے گا۔ اس کے بجائے وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے اور ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی عدم توازن کی کیفیت کا تجربہ کریں گے، جو زندگی میں ان کے تعلقات اور ذمہ داریوں میں خلل ڈالے گی، آخر کار قیامت کے دن جوابدہی کے لیے ان کی تیاری میں رکاوٹ پیدا کرے گی۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا: چاہے وہ کسی بھی دنیاوی لذتوں سے لطف اندوز ہوں۔ باب 9 توبہ آیات 86-87

دی گئی، اس لیے وہ نہیں سمجھتے۔ لگا

:اور باب 9 توبہ آیت 90

بدویوں میں سے جن لوگوں کو عذر تھا ان کو اجازت دی گئی اور جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول "سے جھوٹ بولا تھا وہ [گھر میں] بیٹھے تھے، ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب پہنچے گا۔

مزید برآں، اللہ تعالیٰ پر کسی کے سچے ایمان کا ایک حقیقی اشارہ، اس کی فرمانبرداری میں اٹل رہنے کی صلاحیت ہے، خواہ حالات کچھ بھی ہوں، خواہ آسودگی یا مصیبت کے وقت ہوں۔ یقیناً، مشکل کے لمحات ان لوگوں کے درمیان فرق کرنے کے لیے بہت اہم ہیں جو وفاداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور جو نہیں مانتے، جیسا کہ عام طور پر مشکل کے وقت کی نسبت آسانی کے دور میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا آسان ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیات 2-3

کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں یہ کہنے پر چھوڑ دیا جائے گا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور "ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی، لیکن ہم نے ان سے پہلے والوں کو ضرور آزمایا ہے، اور اللہ "ضرور ان لوگوں کو ظاہر کرے گا جو سچے ہیں اور وہ ضرور جھوٹوں کو ضرور ظاہر کر دے گا۔

اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ ان نعمتوں کو انصاف کے ساتھ استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو برقرار رکھنا بہت ضروری ہے۔ کسی کو مستقل طور پر ذہن میں رکھنا چاہئے کہ وہ بالآخر انہیں :مدد اور تسلی دے گا۔ باب 65 میں طلاق، آیت 2

”اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔“

یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ یہ الہی مدد ہمیشہ انفرادی خواہشات کے مطابق نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ اللہ عزوجل کی بے پناہ حکمت اور فہم سے مسلسل گونجتا ہے۔ نتیجتاً، یہ الہی امداد لوگوں کے لیے انتہائی موزوں وقت پر ظاہر ہوتی ہے اور ایسے آداب کے ساتھ جو ان کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہوتے ہیں، خواہ وہ اسے ایک دم نہ پہچانیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

لہذا انسان کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو ہمیشہ قائم رکھنا چاہیے، یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ دونوں جہانوں میں سکون اور کامیابی حاصل کریں گے، چاہے یہ ان پر فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔ جو فرد، اس طرز عمل کو اپناتا ہے وہ ان نعمتوں کا مناسب طور پر استعمال کرے گا جو ان پر دی گئی ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی ضمانت دے گا کہ وہ دماغ اور جسم کی ہم آہنگی حاصل کر لیں گے، اور ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو یکجا کرتے ہوئے قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کریں گے۔ چنانچہ اس طرز عمل سے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل ہو گا۔ باب 9 توبہ آیات 88-89

لیکن رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا، انہی کے ”لیے بھلائی ہے اور وہی فلاح پانے والے ہیں، اللہ نے ان کے لیے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔“

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ کوئی بھی دنیاوی کامیابی جو ذہنی سکون کا باعث نہ ہو وہ حقیقی کامیابی نہیں ہے، چاہے یہ معاشرے کی اکثریت کی رائے سے متصادم ہو۔ درحقیقت، تمام دنیاوی چیزیں جیسے دولت، شہرت، اختیار، خاندان، دوست اور کیریئر، صرف اس وقت اہمیت رکھتے ہیں جب انسان

کو ذہنی سکون حاصل ہو۔ یہ حقیقت اس وقت عیاں ہوتی ہے جب کوئی امیر اور مشہور لوگوں کو دیکھتا ہے کہ وہ بہت سی دنیاوی چیزوں کے مالک ہونے اور اس سے لطف اندوز ہونے کے باوجود کس طرح ذہنی صحت کے مسائل میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ لہذا، یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ آیا ان کی دنیاوی چیزیں انہیں ذہنی سکون کی طرف لے جاتی ہیں یا نہیں، اور اگر ضروری ہو تو ان کی اپنی خاطر اپنے رویے کو ایڈجسٹ کریں۔

مزید برآں، کوئی شخص حقیقی طور پر الہی تعلیمات کے وسیع فوائد اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہنے کی اہمیت کو اس وقت پہچان سکتا ہے جب وہ یقین کا یقین رکھتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی لگن کو برقرار رکھنے کے لیے مضبوط ایمان بہت ضروری ہے، ہر حال میں، خواہ آسانی کے لمحات ہوں یا مشکل۔ اس پختہ ایمان کی پرورش قرآن پاک میں موجود واضح نشانیوں اور تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے ہوتی ہے۔ یہ تعلیمات یہ ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مستند اطاعت کا نتیجہ دنیا اور آخرت دونوں میں سکون ہے۔ اس کے برعکس، جو لوگ اسلامی اصولوں سے آگاہی نہیں رکھتے وہ اکثر کمزور ایمان کا مظاہرہ کرتے ہیں جو انہیں اطاعت سے بھٹکنے کا زیادہ خطرہ بناتے ہیں، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات الہی رہنمائی سے ٹکرا جاتی ہیں۔ فہم کی یہ کمی اس حقیقت کو دھندلا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حق میں اپنی خواہشات کا ترک کرنا دونوں جہانوں میں حقیقی امن کے حصول کے لیے ضروری ہے۔ چنانچہ لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کو حاصل کرکے اور اسے اپنی زندگیوں میں نافذ کرکے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اس طرح ہر وقت اللہ تعالیٰ کی مستقل اطاعت کو یقینی بنائیں۔ اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق انہیں حاصل ہونے والی برکات کو بروئے کار لانا، بالآخر ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دینا اور اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مناسب طور پر ترجیح دینا شامل ہے۔ درحقیقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ غیر متزلزل ایمان ہی تھا جس نے انہیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں پختہ رہنے کی ترغیب دی۔ باب 9 توبہ آیت 88

لیکن رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا، انہی کے "لیے بھلائی ہے اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔"

اس آیت میں جدوجہد کا لفظ کسی خاص مقصد کے حصول کے لیے پر عزم کوشش کو ظاہر کرتا ہے۔ اسے لڑائی کے ساتھ الجھایا نہیں جانا چاہیے، جسے عربی اصطلاح "قتال" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کوشش ایک وسیع تر تشریح پر محیط ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی خدمت میں کی جانے والی تمام کوششیں شامل ہیں۔ ایک فرد جو اللہ تعالیٰ کی خاطر کوشش کرتا ہے، اپنے مقصد کے لیے سچی لگن کا مظاہرہ کرتا ہے، اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے سب سے زیادہ مؤثر طریقوں کو جاننے کے لیے اپنی عقل کو استعمال کرتا ہے۔ وہ زبانی اور تحریری دونوں طرح سے اسلام کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ وہ ان تمام نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی خدمت کرنے کی کوششوں میں۔ وہ اسلام کو آگے بڑھانے کے لیے تمام دستیاب وسائل مختص کرتے ہیں اور ابھرنے والی کسی بھی رکاوٹ سے نمٹنے کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرتے ہیں۔ جب حالات کا تقاضا ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی جانیں خطرے میں ڈالنے کے لیے تیار ہوجاتے ہیں۔ یہ جامع کوشش اللہ تعالیٰ کی راہ میں جدوجہد کی مظہر ہے۔ ان کی جدوجہد کا مقصد صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا، اس کے ایمان کی بالادستی کو برقرار رکھنا اور اس کے پیغام کی کامیابی کو یقینی بنانا ہے۔

باب 9 توبہ آیت 90

اور جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا وہ (گھر میں) بیٹھے رہے، ان میں سے ”کافروں کو دردناک عذاب پہنچے گا۔“

دونوں جہانوں میں عذاب سے بچنے کے لیے اپنی نیت، قول اور فعل میں سچائی کو اپنانا چاہیے تاکہ جامع ترمذی نمبر 1971 میں درج وہ عمل سے اسلام پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی تائید کریں۔ ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچائی کی اہمیت اور باطل سے دوری اختیار کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ ابتدائی حصہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے، جس کا نتیجہ آخرکار جنت میں ہوتا ہے۔ جب کوئی فرد مستقل طور پر سچائی کو مجسم کرتا ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک سچے شخص کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔

یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ سچائی تین درجوں پر مشتمل ہے۔ پہلا درجہ کسی کی نیت اور اخلاص میں ایماندار ہونے سے متعلق ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اعمال صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لیے کیے جاتے ہیں، بغیر کسی ذاتی فائدے یا پوشیدہ مقاصد، جیسے شہرت کی خواہش۔ یہ اصول درحقیقت اسلام کے لیے بنیادی ہے، کیونکہ ہر عمل کا اندازہ اس کی نیت پر ہوتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ کسی کے اخلاص کا ثبوت اس وقت واضح ہوتا ہے جب وہ لوگوں سے معاوضہ طلب یا توقع نہ کرے۔

اگلے درجے میں کسی کی تقریر میں سچا ہونا شامل ہے۔ بنیادی طور پر، اس کا مطلب ہر قسم کی زبانی خطا سے پرہیز کرنا ہے، نہ کہ صرف جھوٹ۔ جو شخص دوسرے زبانی گناہوں میں ملوث ہو اسے سچا نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ایک قابل تعریف حکمت عملی جامع ترمذی نمبر 2317 میں موجود ایک حدیث پر عمل کرنا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک فرد ان امور سے اجتناب کر کے اپنے اسلام کو بہترین بنا سکتا ہے جن سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ زبانی گناہوں کی ایک بڑی مقدار اس وقت ہوتی ہے جب ایک مسلمان ایسی گفتگو میں مشغول ہوتا ہے جو ان سے غیر متعلق ہیں۔ اس میں معمولی باتوں سے اجتناب بھی شامل ہے، کیونکہ یہ اکثر گنہگار گفتگو کا باعث بنتا ہے اور کسی کے قیمتی وقت کے غلط استعمال کی نمائندگی کرتا ہے، جو قیامت کے دن ندامت کا باعث ہوگا۔ کوئی شخص یا تو کسی مثبت چیز کا اظہار کر کے یا خاموش رہنے کا انتخاب کر کے سچائی کی اس سطح کو اپنا سکتا ہے۔

آخری مرحلہ کسی کے اعمال میں سچائی سے متعلق ہے۔ یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی خلوص نیت سے اطاعت، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق تقدیر کے ساتھ صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے، ذاتی ترجیحات کے مطابق اسلام کی تعلیمات کی انتخابی تشریح یا غلط تشریح کیے بغیر حاصل ہوتا ہے۔ افراد کو اپنی تمام کوششوں میں اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ درجہ بندی اور ترجیحات کی پیروی کرنی چاہیے۔ جو لوگ اس طرح عمل کرتے ہیں وہ اپنی عطا کردہ ہر نعمت کو ان طریقوں سے استعمال کریں گے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مؤثر طریقے سے منظم کریں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کریں گے۔ نتیجے کے طور پر، یہ طرز عمل دونوں علاقوں میں امن کا باعث بنے گا۔

ایمانداری کے ان درجات تک پہنچنے میں ناکامی کے نتائج، خاص طور پر جھوٹ، جیسا کہ زیر بحث مرکزی حدیث میں زور دیا گیا ہے، یہ ہے کہ یہ نافرمانی کی طرف لے جاتا ہے، جو بالآخر جہنم میں لے جاتا ہے۔ جب کوئی شخص اس طرح کا رویہ جاری رکھے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا جھوٹا تسلیم کیا جائے گا۔ تین درجات کے بارے میں جن کا پہلے ذکر کیا گیا ہے، نیت میں جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ کی طرف اخلاص اور دوسروں کی خاطر اعمال صالحہ کی کمی کو ظاہر کرتا ہے۔ تقریر میں جھوٹ بولنا گناہ کی تمام اقسام کو شامل کرتا ہے۔ اعمال میں جھوٹ بولنا ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنا ہے جو عطا کی گئی ہیں، جس سے اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ اور دیگر کے حقوق کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ جو شخص جھوٹ کے ان تمام پہلوؤں کو مجسم کرتا ہے وہ بڑا جھوٹا سمجھا جاتا ہے، اور اس کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑے جھوٹے ہونے والے کی قسمت کا تعین کرے۔ مزید برآں، جیسا کہ آیت 90 میں متنبہ کیا گیا ہے، جو لوگ اپنی نیت، تقریر اور عمل میں جھوٹ بولتے ہیں، اس طرح وہ اپنے ایمان کے اسلام پر زبانی اعلان کو عمل کے ساتھ ساتھ دینے میں ناکام رہتے ہیں، ان کا ایمان ضائع ہونے کا شدید خطرہ ہے۔ باب 9 توبہ آیت 90:

اور جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا وہ (گھر میں) بیٹھے رہے، ان میں سے ”کافروں کو دردناک عذاب پہنچے گا۔“

، ایک پودے کی طرح جو ضروری غذائی اجزا کی کمی کا تجربہ کرتا ہے، جیسے سورج کی روشنی جس کے نتیجے میں اس کے زوال اور موت واقع ہوتی ہے، ایک فرد کا ایمان بھی کم ہو سکتا ہے اور بالآخر مر سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے عمل سے برقرار نہ رکھا جائے۔

غزوہ تبوک میں شریک ہونے سے بچنے کے لیے منافقین پر بے بنیاد عذر پیش کرنے پر تنقید کرنے کے بعد، جو تمام صاحبان استطاعت افراد پر واجب تھا، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تسلی بخشی جنہوں نے غزوہ تبوک میں حقیقی وجہ سے شرکت نہیں کی۔ 9 باب توبہ آیت 91

”کمزوروں یا بیماروں پر یا ان لوگوں پر جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ مخلص ہوتے ہوئے خرچ کرنے کے لیے کوئی تکلیف نہیں پاتے۔“

عام طور پر اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کا مطلب ان تمام فرائض کی تکمیل ہے جو اس کے حکموں اور ممانعتوں کے ذریعے اس کی رضا کے لیے کیے گئے ہیں۔ اس اصول کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 میں درج ایک حدیث میں ہوئی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ تمام افراد کا فیصلہ ان کی نیتوں کی بنیاد پر کیا جائے گا۔ لہذا اگر کوئی نیک کاموں میں مشغول رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف اخلاص کا فقدان رکھتا ہے تو اسے دنیا و آخرت میں کوئی اجر نہیں ملے گا۔ مزید برآں، جیسا کہ جامع ترمذی نمبر 3154 کی ایک حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ جن لوگوں نے گستاخانہ کام کیے ہیں، انہیں قیامت کے دن ہدایت کی جائے گی کہ وہ ان لوگوں سے جن کے لیے انہوں نے عمل کیا ہے، ان سے اجر طلب: باب 98 البیینہ، آیت 5 کریں، ایسا تعاقب جو بالآخر بے سود ثابت ہوگا۔

اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس کے لیے خالص ہو۔“

اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی ذمہ داریوں سے غفلت برتنا اخلاص میں کمی کی نشاندہی کرتا ہے۔ چنانچہ لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ سچی توبہ کریں اور اپنی تمام ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ یہ یاد رکھنا بہت ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ایسی ذمہ داریاں عائد نہیں کرتا جس کی انجام دہی یا انتظام کرنے سے وہ عاجز ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 286۔

”اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔“

اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کا مظاہرہ کرنا، اس کی رضا کو اپنی اور دوسروں کی رضا پر مستقل طور پر ترجیح دینا ہے۔ ایک مسلمان کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیے جانے والے اعمال کو باقی تمام معاملات پر ترجیح دینا چاہیے۔ یہ ضروری ہے کہ دوسروں سے محبت کی جائے اور ان کے گناہوں کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ناپسند کیا جائے، نہ کہ ذاتی خواہشات کے لیے۔ دوسروں کی مدد کرتے وقت یا گناہ کے کاموں سے پرہیز کرتے وقت ترغیب اللہ تعالیٰ کے لیے ہونی چاہیے۔ جو لوگ اس ذہنیت کو اپناتے ہیں انہوں نے اپنے ایمان کا کمال حاصل کر لیا جیسا کہ سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں درج ایک حدیث میں اس کی تصدیق کی گئی ہے۔

مزید برآں، اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کا ایک اہم جز، اس بات پر بھروسہ کرنا شامل ہے کہ اس کے احکام اور فیصلے بالآخر تمام متعلقہ افراد کے لیے بہترین ہیں، یہاں تک کہ جب اس کے فیصلوں کی بنیادی حکمت لوگوں پر فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

صرف ان احکام پر قناعت کرنا جو کسی کی خواہشات کے مطابق ہوں اور ان کی مخالفت کرنے والوں سے ناراضگی کا اظہار اللہ تعالیٰ سے بے وفائی کی واضح دلیل ہے۔ جو شخص اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے، اور ہر حال اور حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرتا ہے، وہ: باب توبہ آیت 91 9 واقعی سچا مخلص فرد ہے۔

”کمزوروں یا بیماروں پر یا ان لوگوں پر جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ مخلص ہوتے ہوئے خرچ کرنے کے لیے کوئی تکلیف نہیں پاتے۔“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ کی روایات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے علم کی جستجو کی ضرورت ہے۔ یہ روایات عبادت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے والوں کے ساتھ ساتھ مخلوق کے حوالے سے اس کے محترم کردار کو بھی سمیٹتی ہیں۔ باب 68 القلم، آیت 4

”اور بے شک آپ بہت اچھے اخلاق کے مالک ہیں۔“

اس میں اس کے احکام اور ممنوعات کی مسلسل پابندی کرنے کی ذمہ داری شامل ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرض کے طور پر قائم کیا ہے۔ باب 59 الحشر، آیت 7

”اور جو کچھ تمہیں رسول نے دیا ہے اسے لے لو اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز رہو۔“

اخلاص میں اپنی روایات کو دوسروں کے اعمال پر ترجیح دینا ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والے تمام راستے بند ہیں سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔“

انسان کو ان تمام لوگوں کی قدر کرنی چاہیے جنہوں نے اس کی زندگی بھر اور اس کے بعد بھی اس کا ساتھ دیا، چاہے وہ اس کے خاندان سے ہوں یا اس کے ساتھی، اللہ ان سب سے راضی ہو۔ یہ اُن لوگوں کی ذمہ داری ہے جو اُس کے ساتھ اپنے اخلاص کے ساتھ سچا ہونا چاہتے ہیں، اُن لوگوں کی مدد کریں جو اُس کے راستے پر چلتے ہیں اور اُس کی تعلیمات کو پھیلاتے ہیں۔ خلوص نہ صرف ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس سے پیار کرتے ہیں بلکہ ان لوگوں کے لئے نفرت کو بھی پناہ دیتے ہیں جو اس پر تنقید کرتے ہیں، قطع نظر ان افراد کے ساتھ کسی کے ذاتی تعلقات۔ یہ اصول صحیح بخاری نمبر 16 میں موجود ایک واحد حدیث میں موجود ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ کوئی فرد اس وقت تک صحیح 16 ایمان کا حامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام مخلوقات سے زیادہ محبت نہ کرے۔ یہ محبت محض الفاظ کے بجائے عمل سے ظاہر ہونی چاہیے۔ اُس کے تئیں اخلاص کا مظاہرہ کرنے میں اُس کی مثال کا احترام کرنا، پیار کرنا اور فعال طور پر پیروی کرنا شامل ہے۔ تاہم، ان کی بابرکت زندگی اور تعلیمات کے بارے میں علم حاصل کیے بغیر ایسی عقیدت ناقابل حصول ہے۔ کوئی شخص جس سے وہ ناواقف ہے اس کی حقیقی عزت، محبت اور پیروی کیسے کر سکتا ہے؟ جو شخص اس کے لیے محبت اور احترام کا دعویٰ کرتا ہے لیکن عملی طور پر اس کی تعلیمات پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتا ہے وہ اپنے دعوے میں مخلص نہیں ہے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اخلاص اختیار کرتے ہیں وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کریں گے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لیں، اور ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مؤثر طریقے سے ترتیب دیتے ہوئے قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کریں۔ اس کے نتیجے میں یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کا باعث بنے گا۔ اس کے علاوہ، ان سے جو بھی غلطیاں ہوں گی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاف کر دیں گے، کیونکہ وہ کسی سے کمال کا مطالبہ نہیں کرتا ہے۔ 9 باب توبہ آیت 91

“نیک کام کرنے والوں پر کوئی الزام نہیں ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

بعض غریب صحابہ کرام اللہ تبارک و تعالیٰ نے اخلاص رکھنے والوں کی ایک خاص مثال دی ہے۔ رضی اللہ عنہم کے پاس تبوک کی طویل اور دشوار گزار مہم میں حصہ لینے کے لیے وسائل نہیں تھے اور بعض صورتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی ان کی مدد کے لیے وسائل نہیں تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کو معاف کر دیا تھا لیکن وہ اس قدر غمگین تھے کہ وہ اس مہم میں شریک نہ ہونے پر روتے تھے۔ باب 9 توبہ آیت 92

اور نہ ہی ان لوگوں پر الزام ہے کہ جب وہ آپ کے پاس انہیں لے جانے کے لیے آپ کے پاس آئے ”تو آپ نے کہا کہ مجھے کچھ نہیں ملا جس پر آپ کو لے جا سکوں۔“ وہ واپس چلے گئے جب کہ ان کی آنکھیں اس غم سے آنسوؤں سے بہہ رہی تھیں کہ انہیں خرچ کرنے کے لیے کچھ نہیں ملا۔

اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 4، صفحہ 5 میں بحث کی گئی ہے۔

یہ بات قابل غور ہے کہ اسلام لوگوں سے ایسے اچھے کام کرنے کا مطالبہ نہیں کرتا جو ان کی استطاعت سے باہر ہوں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں جو اس نے انہیں عطا کی ہیں، خواہ کم ہوں یا بہت، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے انہیں ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے میں مدد ملے گی، ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مؤثر طریقے سے ہم آہنگ کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں قیامت کے دن ان کے جوابدہی کے لیے مناسب طریقے سے لیس کرنے میں مدد ملے گی۔ نتیجتاً، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ کچھ مسلمانوں نے ایک نقصان دہ خصوصیت کو اپنا لیا ہے جو ان کی اصلاح کی طرف بڑھنے میں رکاوٹ ہے۔ خاص طور پر، وہ اکثر اپنے حالات اور حالات کا موازنہ دوسروں کے ان لوگوں سے کرتے ہیں جو زیادہ سازگار پوزیشنوں پر ہیں، اور اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں بہتری نہ لانے کی دلیل کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا صبر کے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق سامنا کرنا شامل ہے۔ مثال کے طور پر، ایک

شخص جو کل وقتی کام کرتا ہے، وہ اپنے آپ کو کسی ایسے شخص سے تشبیہ دے کر جو جزوقتی کام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی کوشش کی کمی کا جواز پیش کر سکتا ہے، اور یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ زیادہ فارغ وقت کی وجہ سے ان کی فرمانبرداری میں اضافہ کرنا آسان ہے۔ اسی طرح ایک غریب مسلمان زیادہ مالدار لوگوں کو دیکھ کر کسی بھی قسم کے صدقہ دینے میں ہچکچاہٹ محسوس کر سکتا ہے، یہ دلیل دیتے ہوئے کہ مالدار اپنی استطاعت سے زیادہ آسانی سے چندہ دینے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ وہ اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اگرچہ یہ جواز ان کی روحوں کو عارضی سکون فراہم کر سکتے ہیں، لیکن یہ دنیا یا آخرت میں ان کی زندگیوں پر مثبت اثر نہیں ڈالتے۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ لوگ دوسروں کے حالات کی بنیاد پر عمل کریں۔ اس کے بجائے، وہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کے مطابق اس کی اطاعت میں کام کریں۔ مثال کے طور پر، ایک کل وقتی ملازم اپنے پاس جو بھی فارغ وقت رکھتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے وقف کر سکتا ہے، چاہے وہ اس سے کم ہی کیوں نہ ہو۔ اس تناظر میں، جز وقتی کارکن کے اعمال کل وقتی کارکن پر اثر انداز نہیں ہوتے اس لیے انہیں زیادہ محنت نہ کرنے کے عذر کے طور پر استعمال کرنا محض ایک کمزور جواز ہے۔ غریب مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق دے خواہ وہ رقم کسی مالدار شخص کے مقابلے میں کافی کم کیوں نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کا حساب ان کے اپنے اعمال کی بنیاد پر کرے گا اور دوسرے مسلمانوں کے اعمال کے حساب سے ان کا محاسبہ نہیں کرے گا۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان بے نتیجہ عذروں کو ترک کر دیں اور صرف اپنے ذرائع کے مطابق اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل پیرا رہیں، ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اس نے اسلامی تعلیمات میں بیان کی ہیں۔

ان مخلص صحابہ کو معاف کرنے کے بعد، جن کے پاس تبوک کی مہم میں حصہ لینے کے لیے اسباب نہیں تھے، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تنقید کا نشانہ بنایا جن کے پاس اسباب تھے اور پھر بھی اس مہم میں شامل نہ ہو سکے، اس طرح ان کے زبانی اعلان عمل سے اس پر ایمان لانے میں ناکام رہے۔ باب: توبہ آیت 93

"...اس کی وجہ صرف ان لوگوں پر ہے جو آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں جب کہ وہ امیر ہیں "

جو لوگ یہ رویہ اپناتے ہیں وہ لازماً ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ باب
توبہ آیت 93

وہ پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے ”
“اس لیے وہ نہیں جانتے۔

نتیجے کے طور پر، ان کی زندگی کا ہر پہلو، ان کے خاندان، دوستوں، کیریئر اور دولت کو گھیرے ہوئے، پریشانی کا باعث بن جائے گا۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں گے تو وہ اپنے تناؤ کو دوسروں اور اپنی زندگی کے حالات بشمول اپنے رشتہ داروں سے غلط طور پر منسوب کریں گے۔ ان فائدہ مند رابطوں کو منقطع کرنے سے، وہ صرف اپنے دماغی صحت کے چیلنجوں کو مزید خراب کریں گے، جو ڈپریشن، مادہ کے غلط استعمال، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ صورت حال اس وقت واضح ہو جاتی ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو ان کو ملنے والی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور، حالانکہ وہ دنیاوی لذتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ان لوگوں کو خبردار کرتا ہے جو اس پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت میں عمل سے ناکام رہتے ہیں، عوامی رسوائی سے تاکہ معاشرے کے وہ عناصر جن کو وہ خوش کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں، جیسے کہ لوگ، سوشل میڈیا، فیشن اور کلچر، ان پر ناپسندیدگی اور تنقید کریں۔ باب 9 توبہ آیت 94

تمہارے سامنے عذر پیش کریں گے، کہہ دو عذر نہ کرو، ہم کبھی تمہاری بات نہیں مانیں گے۔ اللہ وہ “نے ہمیں تمہاری خبروں سے پہلے ہی آگاہ کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پھر ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کی جو اس پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت کرنے میں ناکام رہے تاکہ وہ سچے دل سے توبہ کریں۔ باب 9 توبہ آیت 94

“...اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھے گا اور اس کا رسول ”

سچی توبہ میں حقیقی جرم کا احساس کرنا اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا شامل ہے، نیز ان لوگوں سے جو متاثر ہوئے ہوں، جب تک کہ یہ مزید پیچیدگیوں کا باعث نہ بنے۔ ایک شخص کو سچے دل سے وعدہ کرنا چاہیے کہ وہ دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ اور دوسروں کے سلسلے میں جو حقوق پامال ہوئے ہیں ان کی اصلاح کرے۔ مزید برآں، انہیں اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے وفاداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہنا چاہیے۔ لیکن خواہ کوئی سچے دل سے توبہ کرے یا اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کو عمل کے ساتھ ثابت کرنے میں ناکام رہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے دونوں جہانوں میں جوابدہ ہوگا: کیونکہ وہ ان کی نیتوں، قول و فعل سے پوری طرح باخبر ہے۔ باب 9 توبہ آیت 94

پھر تم کو غیب اور گواہ کے جاننے والے کے پاس لے جایا جائے گا اور وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم “کیا کرتے تھے۔

غزوہ تبوک کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ واپسی پر جن لوگوں نے شرکت نہیں کی وہ آپ کے پاس آئے، اپنے جواز کو دہراتے ہوئے اور اپنی وفاداری کا اعادہ کیا۔ اس نے ان

کی تمام وضاحتوں کو تسلیم کیا، ان کے لیے دعا کی اور ان کے پوشیدہ ارادوں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ اس پر امام ابن کثیر کی کتاب زندگی، جلد 4، صفحہ 30 میں بحث کی گئی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافقین کو سچی توبہ کرنے کی ترغیب دینے کے لیے ان کے لیے ہمدردانہ رویہ اختیار کیا۔ لیکن جنہوں نے سچے دل سے توبہ کرنے میں ناکام ہو کر اللہ تعالیٰ سے اپنی بے وفائی کو برقرار رکھا، اللہ تعالیٰ نے ان پر تنقید کی۔ باب 9 توبہ آیت 95

جب تم ان کے پاس واپس لوٹو گے تو وہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ تم انہیں اکیلا” چھوڑ دو گے، لہذا انہیں چھوڑ دو، بیشک وہ نجس ہیں۔“

یہ آیت بری صحبت سے بچنے کی اہمیت پر بھی دلالت کرتی ہے۔ ایک شخص اپنے آس پاس کے لوگوں سے مستقل طور پر متاثر ہوتا ہے، چاہے وہ مثبت ہو یا منفی، اور چاہے یہ اثر واضح ہو یا لطیف۔ یہ تصور سنن ابوداؤد نمبر 4833 کی ایک حدیث میں مذکور ہے۔ اس طرح جو لوگ اس زندگی میں صالح اور سچے لوگوں کے ساتھ رفاقت کرتے ہیں وہ اسلامی اصولوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں سے استفادہ کرتے ہوئے حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے خود کو متحرک اور تحریک پاتے ہیں۔ اس کے برعکس، جو لوگ منافقین کے ساتھ رفاقت رکھتے ہیں، جو اپنے عقیدے کے اس مطابق عمل کے ساتھ حمایت نہیں کرتے، ان کی خصلتوں اور طرز عمل کو اختیار کر لیں گے۔ کے نتیجے میں، وہ ایک غیر مستحکم ذہنی اور جسمانی حالت کے ساتھ ختم ہو جائیں گے، وہ اپنی احتساب کے لیے تیاری زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے، اور قیامت کے دن اپنے اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، مسائل اور چیلنجز پیدا ہوں گے، اور قیامت کے دن اپنے لیکن آخرت کا عذاب اس سے بھی بدتر ہوگا۔ باب 9 گے، چاہے وہ کچھ مادی آسائشوں کا تجربہ کریں۔ توبہ آیت 95

اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اس کے بدلے میں جو وہ کماتے تھے۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان منافقین پر تنقید کی جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے کام کرنے کے بجائے دنیاوی فائدے کی خاطر لوگوں کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 96

"...وہ تم سے قسم کھاتے ہیں تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ"

یہاں تک کہ اگر کوئی شخص اپنے منافقانہ رویے سے کچھ لوگوں کو خوش کرنے میں کامیاب ہو جائے، جیسے کہ دو چہروں والا، تو آخر کار وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے نقاب ہو جائیں گے، تاکہ جن لوگوں کو وہ خوش کرنا چاہتے ہیں، ان سے نفرت کریں۔ اس کے نتیجے میں نہ اللہ تعالیٰ اور نہ ہی لوگ ان سے راضی ہوں گے۔ یہ نتیجہ ظاہر ہوتا ہے جب کوئی اپنے معاشرے اور منافقانہ سلوک کرنے والوں پر غور کرتا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 96

لیکن اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ تو بے شک اللہ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔"

اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی مخلوق کا انتظام کرتا ہے اور ان کا فیصلہ کرتا ہے، اگر کوئی منافق انسان لوگوں کو خوش کرنے کا انتظام بھی کر لے، تو یہ انہیں ذہنی سکون کی طرف نہیں لے جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ان کے روحانی قلب، ذہنی سکون کے گھر کو کنٹرول کرتا ہے۔ باب 53 عن نجم، آیت 43 ہے۔

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔"

مزید برآں، چونکہ یہ منافق اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت کرنے میں ناکام رہے گا، اس لیے وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی دونوں طرح کے عدم توازن کی کیفیت کا تجربہ کریں گے، وہ زندگی میں اپنے تعلقات اور ذمہ داریوں کو غلط جگہ دیں گے، اور آخر کار قیامت کے دن جوابدہی کے لیے ان کی تیاری میں رکاوٹ بنیں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجوں اور مشکلات کا باعث بنے گا، چاہے وہ کسی بھی دنیاوی لذت سے لطف اندوز ہوں۔ لہذا یہ منافق کبھی بھی ذہنی سکون حاصل نہیں کرے گا چاہے وہ کچھ بھی کرے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نفاق کی ایک اہم وجہ کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کے ذریعے کوئی شخص اپنے اسلام پر ایمان کے زبانی اعلان کو عمل سے ثابت کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 97

بدوی کفر اور نفاق میں زیادہ مضبوط ہوتے ہیں اور اس بات کا زیادہ امکان نہیں رکھتے کہ اللہ نے ”اپنے رسول پر جو کچھ نازل کیا ہے اس کی حدود کو نہ جانتے ہوں۔“

یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ جہالت تمام گناہوں کی جڑ کے طور پر کام کرتی ہے، کیونکہ ایک فرد جو حقیقی طور پر گناہ کے اعمال کے اثرات کو سمجھتا ہے وہ ان میں مشغول ہونے سے باز رہے گا۔ اس کا تعلق مستند فائدہ مند علم سے ہے، جس کی تعریف اس علم کے طور پر کی جاتی ہے جس کا عملی طور پر اطلاق ہوتا ہے۔ درحقیقت، کوئی بھی علم جو استعمال نہ ہو اسے فائدہ مند نہیں سمجھا جا سکتا۔ قرآن پاک اس تصور کو علم کی کتابوں سے لے ہوئے گدھے کے استعارے سے بیان کرتا ہے جو اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی۔ باب 62 الجمعہ، آیت 5

اور پھر اس پر عمل نہیں کیا۔ (اس گدھے کی مانند ہے جو کتابوں کی کثرتیں...) ”اٹھائے ہوئے ہے۔“

جو شخص اپنے اسلامی علم پر عمل کرتا ہے وہ کم ہی جان بوجھ کر گناہوں میں ملوث ہوتا ہے۔ درحقیقت، جب ایسا کوئی واقعہ رونما ہوتا ہے، تو یہ عام طور پر بیداری میں ایک وقتی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے، جس میں ایک فرد اپنے علم پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتا ہے، جس کی وجہ سے گناہ کا رویہ ہوتا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2322 میں درج ایک حدیث میں ایک مرتبہ جاہلیت کی کشش پر زور دیا اور اعلان کیا کہ مادی جہان کی تمام ہستیاں ملعون ہیں، سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے، اس کے ساتھ ساتھ اس علم کے طالب علم اور علم سے وابستہ ہر چیز کے ساتھ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام مادی نعمتیں جاہلوں کے لیے لعنت میں تبدیل ہو سکتی ہیں، کیونکہ ان کے غلط استعمال کا امکان ہوتا ہے، اس طرح وہ گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔

درحقیقت، جہالت کو انسان کا سب سے بڑا مخالف سمجھا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ اسے نقصان سے بچانے اور فائدے حاصل کرنے سے روکتی ہے، جس کا ادراک صرف علم کے استعمال سے ہی ہو سکتا ہے۔ جاہل شخص احساس کے بغیر بھی گناہ کر سکتا ہے۔ گناہ سے کیسے بچ سکتا ہے اگر وہ اس بات سے آگاہ نہ ہو کہ گناہ کیا ہے؟ جہالت انسان کو اپنی فرضی ذمہ داریوں کو نظر انداز کر دیتی ہے۔ ایک فرد اپنی ذمہ داریوں کو کیسے پورا کر سکتا ہے اگر وہ ان فرائض سے غافل ہو جائے؟

چنانچہ تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی اور گناہوں سے بچنے کے لیے کافی اسلامی علم حاصل کریں۔ اس فرض کی تصدیق سنن ابن ماجہ نمبر 224 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ جو شخص اسلامی علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے پر قائم رہے گا وہ ایمان کا یقین حاصل کر لے گا۔ مضبوط ایمان کی نشوونما ضروری ہے، کیونکہ یہ انسان کے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے عزم کو یقینی بناتا ہے، خواہ حالات کچھ بھی ہوں، خواہ آسانی ہو یا مشکل۔ علم حاصل کرنے اور قرآن پاک میں موجود واضح دلائل و شواہد اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے سے پختہ ایمان پیدا ہوتا ہے۔ یہ نصوص واضح کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی

سچی اطاعت کس طرح دنیا اور آخرت میں ذہنی سکون کا باعث بنتی ہے۔ اس کے برعکس، اسلامی تعلیمات کا علم نہ رکھنے والا شخص کمزور ایمان کا مالک ہوگا۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا زیادہ شکار ہوتا ہے جب ان کی ذاتی خواہشات اس کے احکام سے ٹکراتی ہیں کیونکہ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو اپنی خواہشات پر ترجیح دینے سے دونوں جہانوں میں سکون ملتا ہے۔ اس لیے علم کے حصول اور اسلامی اصولوں کے اطلاق کے ذریعے ایمان کا یقین حاصل کرنا ضروری ہے، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ثابت قدم رہے۔ اس میں اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال شامل ہے۔ ایسا کرنے سے، وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کریں گے، متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور اپنی زندگی میں ہر ایک اور ہر چیز کو مناسب طور پر ترجیح دیں گے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، اس لیے وہ اس بات سے پوری طرح واقف ہے کہ کون علم اور پختہ ایمان حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کون جہالت کو اپنی زندگی کا طریقہ اختیار کرتا ہے، حالانکہ ان کے پاس اسلامی علم تک رسائی ہے۔ چنانچہ وہ دونوں جہانوں میں ہر ایک کو اس کے مطابق معاوضہ دے گا۔ باب 9: توبہ آیت 97

”اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔“

جہالت سے بچنے کی اہمیت پر گفتگو کے بعد اللہ تعالیٰ جہالت اور اس کے نتائج اور اسلامی علم اور پختہ ایمان رکھنے والوں کی مثالیں دیتا ہے۔ باب 9: توبہ آیت 98

اور بدویوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنے خرچ کو خسارہ سمجھتے ہیں۔“

جب کوئی اسلامی تعلیمات سے ناواقف ہوگا تو وہ یہ سمجھے گا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے سے نقصان ہی ہوتا ہے۔ اپنی دنیوی خواہشات کو پورا کرنے کا ایک کھویا ہوا موقع، وسائل کا نقصان، جیسے دولت، اور خوشی حاصل کرنے سے محروم

ہونا۔ لیکن اپنی لاعلمی کی وجہ سے وہ یہ سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں کہ جو شخص ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا وہ غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لے گا اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دے گا۔ اس سے دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات پیدا ہوں گی، خواہ وہ کچھ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ پس جو اس طرح عمل کرتا ہے وہ خسارہ پائے والا ہے۔ درحقیقت، یہ ذہنی سکون ہے جو دنیاوی چیزیں دیتا ہے، جیسے شہرت، دولت، اختیار، خاندان دوست اور کیریئر، قدر۔ ذہنی سکون کے بغیر تمام دنیاوی چیزیں بے کار اور بے معنی ہیں۔ جبکہ جس کو ذہنی سکون ملتا ہے وہ مطمئن ہو جاتا ہے خواہ اس کے پاس دنیاوی چیزیں ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے اگر کوئی امیر اور مشہور لوگوں کا مشاہدہ کرے کہ وہ دنیاوی چیزوں کے باوجود کس طرح دکھی زندگی گزارتے ہیں

اس کے علاوہ اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت بھی انسان کو اللہ تعالیٰ اور دوسروں سے بے نیاز کرنے کا سبب بنتی ہے۔ باب 9 توبہ آیت 98

اور بدویوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنے خرچ کو خسارہ سمجھتے ہیں اور تمہارے لیے ”بدبختی کا انتظار کرتے ہیں۔“

اس کے نتیجے میں وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں ناکام رہیں گے۔ اس سے معاشرے میں ناانصافی اور کرپشن پھیلے گی۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ جب کوئی دوسروں پر ظلم کرے گا تو اسے قیامت کے دن انصاف کا سامنا کرنا پڑے گا، چاہے وہ اس دنیا میں ہی اس سے بچ جائے۔ ظالم لازماً مجبور ہو گا کہ وہ اپنے اعمال صالحہ کو اپنے متاثرین کو منتقل کرے اور اگر ضروری ہوا تو وہ اپنے مظلوموں کے گناہوں کا بوجھ اس وقت تک اٹھائے گا جب تک کہ انصاف نہ ہو جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ ظالم کو قیامت کے دن جہنم میں عذاب کا سامنا کرنا پڑے، خواہ وہ حقوق اللہ کی پابندی کرے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 کی ایک حدیث میں اس اہم نصیحت پر زور دیا گیا ہے۔ باب توبہ آیت 98

“...اور آپ کے لیے بدبختی کی باریوں کا انتظار ہے، ان پر برائی کی مصیبت نازل ہوگی ”

جو لوگ اسلامی تعلیمات سے ناواقف ہیں وہ بھی صحیح معنوں میں یہ سمجھنے میں ناکام رہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نیتوں، قول و فعل سے پوری طرح باخبر ہے، خواہ وہ اپنے آپ کو لوگوں سے چھپائے ہوئے ہوں۔ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ان سے دونوں جہانوں میں جوابدہ ہوگا۔ باب 9 توبہ آیت 98

“اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔”

جبکہ وہ لوگ جو اسلامی تعلیمات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے ذریعے مضبوط ایمان حاصل کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت کرتے ہیں، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی صحیح اطاعت کرنے اور اپنے احتساب کی تیاری کا واحد راستہ ہے۔ باب 9 توبہ آیت 99

...بدویوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں لیکن

اللہ تعالیٰ پر سچا عقیدہ اس بات کا متقاضی ہے کہ کسی کے کہے گئے ایمان کا اعلان اسی طرح کے اعمال سے مماثل ہو۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کو اپنے رب کے طور پر پہچانتا ہے وہ فطری طور پر اس کے بندے کے طور پر اس کے فرض کو قبول کرتا ہے۔ ایک مخلص بندہ ذاتی تسکین کے پیچھے نہیں رہتا اور نہ ہی دوسروں سے ان کی خواہشات کی تکمیل کی امید رکھتا ہے۔ بلکہ، وہ اپنے مالک کی رضا اور فرمانبرداری کو ہر چیز پر ترجیح دیتے ہیں، بشمول افراد کی وفاداری، ذاتی ترجیحات، سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافتی معیارات۔ بندے کا مقصد صرف اپنے مالک کو راضی کرنا ہے۔ مزید برآں، ایک بندہ یہ سمجھتا ہے کہ ان کی ہر چیز بشمول ان کی زندگی، ان کے خالق اور مالک، اللہ تعالیٰ کی ملکیت

ہے۔ نتیجتاً، وہ اپنی عطا کردہ تمام چیزوں کو اپنی مرضی سے استعمال کریں گے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے ہوں گے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک حقیقی بندے کو یہ احساس ہوتا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ ان کا خالق اور رب ہے، نیز تمام موجودات کا خالق اور رب ہے، اس لیے وہ اس کی نافرمانی کرتے ہوئے ذہنی سکون حاصل نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ تمام معاملات کو کنٹرول کرتا ہے، بشمول افراد کے روحانی دل، ذہنی سکون کا گھر۔ لہذا، وہ اسلامی تعلیمات کے مطابق حاصل کردہ نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے اس کی اطاعت کے لیے پوری تندہی سے کوشش کریں گے، کیونکہ یہ دنیا اور آخرت دونوں میں ذہنی : النحل، آیت 16 97 سکون کا واحد راستہ ہے۔ باب

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

انسان جتنا زیادہ اس طریقے پر عمل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ پر اس کا ایمان اتنا ہی گہرا ہوتا ہے۔ مزید برآں، اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان رکھنے والے کو یقین ہو گا کہ قیامت کے دن ان سے ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ یہ آگاہی انہیں ٹھوس اعمال کے ذریعے اپنے عقیدے کو زندہ کرنے کی ترغیب دے گی، جس میں ان کو دی گئی نعمتوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ان طریقوں سے استعمال کرنا شامل :باب 9 توبہ آیت 99 ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔

...بدویوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں لیکن

نتیجتاً، جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں ناکام رہتا ہے، اس طرح قیامت کے لیے مناسب تیاری نہیں کر پاتا، اسے اپنے ایمان پر تنقیدی غور کرنا چاہیے۔ ان کے اعمال صالحہ کا فقدان ان کے اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان کی کمی کو ظاہر کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ، برگزیدہ اور یوم آخرت پر ایمان کو اسلامی تعلیمات کے مطالعہ اور اس کے اطلاق کے ساتھ ساتھ کائنات میں موجود ان نشانیوں کو پہچان کر بھی قائم اور مضبوط کیا جا سکتا ہے جن پر قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر زور دیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر، کائنات میں متعدد ہم آہنگ نظاموں کا مشاہدہ کر کے — جیسے سورج کا زمین سے صحیح فاصلہ، آبی چکر اور سمندروں کی کثافت جو جہازوں کے لیے نیویگیشن اور سمندری زندگی کے لیے رزق دونوں کو سہارا دیتے ہیں — ایک خالق کی موجودگی اور اثر و رسوخ کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ اس طرح کے پیچیدہ متوازن نظاموں کی موجودگی کو محض بے ترتیب موقع سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ مزید برآں، متعدد دیوتاؤں کا تصور ناگزیر طور پر افراتفری کا باعث بنے گا، کیونکہ ہر دیوتا کے کائنات میں متضاد مقاصد ہوں گے۔ یہ واضح طور پر ایسا نہیں ہے، اس طرح ایک واحد خدا، اللہ، اعلیٰ کے باب 21 الانبیاء، آیت 22 وجود کی تصدیق کرتا ہے۔

”اگر ان کے اندر اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو وہ دونوں برباد ہو جاتے۔“

کائنات کے اندر بے شمار نشانیاں موجود ہیں جو قیامت کے قریب آنے کی نشاندہی کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر، آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر حکومت کرنے والے بالکل متوازن نظاموں کا جائزہ لینے پر کوئی ایک اہم عدم توازن کی نشاندہی کر سکتا ہے: انسانیت کے اعمال۔ نیک اعمال کرنے والے کو اس کا پورا اجر اس زندگی میں نہیں ملتا، جب کہ غلط کرنے والے کو اس کی پوری سزا نہیں ملتی، چاہے اسے حکومتی سزائیں کیوں نہ دی جائیں۔ یہ نتیجہ اخذ کرنا مناسب ہے کہ واحد خالق، اللہ، برگزیدہ جس نے اس کائنات کے اندر دیگر تمام نظاموں میں توازن قائم کر رکھا ہے، بالآخر انسانیت کے ان اعمال کی اصلاح کرے گا، جو اس دنیا میں بنیادی عدم توازن کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اعمال کی اس اصلاح کے لیے سب سے پہلے افراد کے اعمال کو روکنا ہوگا۔ یہ قیامت کے دن کی نشاندہی کرتا ہے جب انسانیت کے اعمال کو ہمیشہ کے لیے جانچا اور متوازن رکھا جائے گا۔

مزید برآں، اللہ تعالیٰ ویران زمین کو زندہ کرنے کے لیے بارش کا استعمال کرتا ہے اور ایک بے جان بیج کو اگاتا ہے، جس سے تخلیق کو برقرار رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ انسان کو دوبارہ زندہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے، جس کو اس مردہ بیج سے تشبیہ دی گئی ہے جو زندگی میں ابھرتا ہے جو زمین میں دفن ہے۔ موسموں کی تبدیلی قیامت کی واضح مثال کے طور پر کام کرتی ہے۔ مثال کے طور پر، سردیوں میں، درختوں کے پتے مرجھا جاتے ہیں اور گر جاتے ہیں، جس سے درخت بظاہر بے جان ہو جاتا ہے۔ تاہم، بعد کے موسموں میں، نئے پتے نکلتے ہیں، اور درخت ایک بار پھر زندگی کے ساتھ متحرک ہو جاتا ہے۔ تمام جانداروں کی نیند جاگنے کا چکر قیامت کی مزید مثال دیتا ہے۔ نیند کو موت کے بھائی کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے، کیونکہ سونے والے کے حواس عارضی طور پر معطل ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ، پھر کسی شخص کی روح کو ان میں بحال کرتا ہے اگر وہ زندہ رہنے کے لیے ہے، اس طرح سوئے ہوئے فرد کو ایک بار پھر زندہ کر دیتا ہے۔ باب 39 از زمر، آیت 42

اللہ تعالیٰ روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جو نہیں مرتے ان کی روحوں کو ان کی نیند میں قبض کرتا ہے، پھر جن کے لیے موت کا حکم دیا ہے ان کی روحوں کو قبض کر لیتا ہے اور باقیوں کو ایک مقررہ مدت کے لیے چھوڑ دیتا ہے، بیشک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے "نشانیوں ہیں۔"

ان مثالوں پر غور کرنا، بہت سی دوسری مثالوں کے علاوہ، واضح طور پر انسانی قیامت کے امکان اور قیامت کے دن کی ضرورت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر پختہ یقین رکھنے اور قیامت کے دن جوابدہی کی جڑ اسلامی علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے وسیع فوائد کو سمجھے، ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 99

لیکن بدویوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے قرب اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔“

وہ یقین کے ساتھ سمجھتے ہیں کہ یہ طرز عمل متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے، اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو درست رکھنے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیاری کا باعث بنتا ہے۔ اس لیے ان کا طرز عمل انہیں دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کی طرف لے جائے گا۔
باب 9 توبہ آیت 99:

“...بلاشبہ یہ ان کے لیے قرب کا ذریعہ ہے، اللہ انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا”

لیکن جیسا کہ اللہ تعالیٰ کسی سے کاملیت کا مطالبہ نہیں کرتا، اس لیے جو شخص سچے دل سے اس کی اطاعت کی کوشش کرتا ہے، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، اس سے جو بھی غلطی سرزد ہو جائے اسے معاف کر دیا جائے گا۔ باب 9 توبہ آیت 99:

“بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔“

جہالت سے بچنے اور اسلامی علم کے سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے بجائے یقین کے حصول کی اہمیت پر بحث کرنے کے بعد، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو ایمان کے یقین کے ذریعے دونوں جہانوں میں اعلیٰ مقام پر پہنچے۔ 9 باب توبہ آیت 100:

"...اور سب سے پہلے [ایمان میں] مکہ سے آنے والے مہاجرین اور مدینہ کے رہنے والوں میں"

وہ پیش رو ہیں کیونکہ انہوں نے مشکل ترین وقت میں اسلام قبول کیا، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر سب سے بڑی قربانیاں دیں اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے ان کی اطاعت پر قائم رہے جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ ان کے طرز عمل کی جڑ اسلامی علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہونے والا یقین تھا۔ اگرچہ ان کے بعد کوئی شخص ان کے مرتبے کے برابر نہیں ہو سکتا، لیکن جو لوگ عملی طور پر ان کے نقش قدم پر اپنی استطاعت کے مطابق چلتے ہیں، انہیں ایمان کی فضیلت حاصل ہوگی۔ یہ انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کی طرف لے جائے گا، گویا وہ ان پر اس کی گہری نگاہوں سے واقف ہیں۔ یہ تصور صحیح مسلم نمبر 99 میں درج ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ فہم اسلامی علم کے حصول اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے، جو بعد میں کسی کے ایمان میں پختہ یقین کو فروغ دیتا ہے۔ اس مرحلے پر پہنچنے کے بعد، لوگ کبھی کبھار ہی گناہ کے رویے میں مشغول ہوں گے اور ان تمام نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرنے کی کوشش کریں گے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، کیونکہ وہ خدا کی نگرانی سے ہمیشہ باخبر رہتے ہیں۔ چنانچہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تقلید کریں گے، ان کے طرز عمل میں، اور اس کے نتیجے میں وہ آخرت میں ان کے ساتھ مل جائیں گے، جیسا کہ سنن ابوداؤد نمبر 4031 میں موجود حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔ باب 9 توبہ، آیت 100

اور مہاجرین اور انصار میں سے اولین پیشوائی کرنے والے اور جنہوں نے اچھے اخلاق کے ساتھ" ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اس سے راضی ہیں، اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔"

مزید برآں، یہ ضروری ہے کہ ان لوگوں کے مثالی طرز عمل کا اعتراف کیا جائے جنہوں نے خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو دانشمندی کے ساتھ استعمال

کرتے ہوئے، اس طرح ان کے قابل تعریف کردار کی تقلید کی جائے۔ لیکن گمراہی میں پڑنے سے بچنے کے لیے صالحین کا مشاہدہ کرتے وقت دو انتہائی نقطہ نظر سے بچنا چاہیے۔

، ایک انتہائی نقطہ نظر یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سمیت صالحین کے درجات کو حقیر سمجھنا جہالت کی بنا پر، غلطی سے یہ خیال کرنا کہ اس طرح کے اعمال سے اللہ تعالیٰ کی عظمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ درحقیقت، یہ ذہنیت ان افراد کی نیک خصلتوں کو نقل کرنے کے لیے درکار احترام کو کم کر دیتی ہے، کیونکہ کسی ایسے شخص کے کردار کی تقلید کرنا ناممکن ہے جس کی عزت نہ ہو۔

دوسرا انتہائی نقطہ نظر یہ ہے کہ صالحین کے مرتبے کو قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے بڑھ کر بلند کیا جائے۔ اس نقطہ نظر کی وجہ سے لوگ راستبازوں کو فرشتوں کے طور پر دیکھنے کے بجائے انسانوں کے طور پر دیکھتے ہیں جن کی خوبیوں کی تقلید کی جا سکتی ہے اور ہونی چاہیے۔ جس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتا اس کی تقلید کرنا ناممکن ہے۔ صالحین کے مرتبے کو اسلامی تعلیمات کی مقرر کردہ حدوں سے زیادہ بلند کرنے سے، افراد کو ان سے تعلق رکھنا مشکل ہو جاتا ہے، جو بعد میں صالحین کی قابل تعریف خصلتوں کو اپنانے کی صلاحیت میں رکاوٹ بنتا ہے، کیونکہ وہ ایسے خصلتوں کو اپنی پہنچ سے باہر سمجھتے ہیں۔ نتیجتاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے نیک لوگوں کی پیروی کرنے کے بجائے، لوگ صرف ان کے بلند مرتبہ کے بارے میں گفتگو میں حصہ لے سکتے ہیں۔ اس سے یہ غلط عقیدہ پیدا ہو سکتا ہے کہ نیک لوگوں کی صرف زبانی تعریف کرنا ہی زندگی میں صحیح رہنمائی کے حصول کے لیے کافی ہے چاہے کوئی ان کی قابل ستائش خوبیوں کو مجسم کرنے کی سرگرمی سے کوشش نہ کرے۔ اگرچہ یہ درست ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے صالحین کے بلند مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا لیکن پھر بھی ہر فرد کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو محض زبانی تعریف تک محدود رکھنے کے بجائے صالحین کی صفات کی تقلید کرتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کا ادراک کرنے کی کوشش کرے۔

لہذا دونوں انتہاؤں سے بچنا اور صالحین کو اسلامی تعلیمات کے مطابق دیکھنا بہت ضروری ہے۔ یہ نقطہ نظر ان کے لیے احترام کو فروغ دے گا، لوگوں کو ان کی نیک خصلتوں کی تقلید کرنے کی اجازت دے گا، جبکہ انہیں انسانوں کے طور پر تسلیم کرے گا جن کی قابل تعریف خصوصیات تقلید

کے لائق ہیں، بجائے اس کے کہ انہیں فرشتہ صفت شخصیت کے طور پر دیکھیں جن کی تقلید کرنا
:ناقابل عمل ہے۔ 9 باب توبہ آیت 100

اور مہاجرین اور انصار میں سے اولین پیشوائی کرنے والے اور جنہوں نے اچھے اخلاق کے ساتھ
ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اس سے راضی ہیں، اور اس نے ان کے لیے ایسے
باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہی بڑی کامیابی
”ہے۔“

یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے میں اس کے انتخاب، احکام، احکام اور
ممانعتوں پر راضی رہنا شامل ہے۔ لہذا انسان کو یہ یقین اختیار کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی
ان کے لیے چنتا ہے وہ بالآخر ان کے فائدے کے لیے ہوتا ہے، چاہے وہ اس کے فیصلوں اور احکام
:باب 2 البقرہ، آیت 216 میں موجود حکمت کو نہ سمجھیں۔

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ
”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

، ایک مضبوط ایمان پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کے فیصلوں، احکام
احکام اور ممنوعات پر ہر وقت اطمینان حاصل کرنے میں مدد ملے گی۔ ایک مضبوط ایمان تب پیدا
ہوتا ہے جب لوگ قرآن پاک میں موجود واضح شواہد اور تعلیمات اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ
والہ وسلم کی رہنمائی کے ساتھ سرگرمی سے مشغول ہوتے ہیں اور ان کا جواب دیتے ہیں۔ یہ تعلیمات
اس بات پر زور دیتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت کا نتیجہ دنیا اور آخرت میں سکون ہے۔ اس
کے برعکس، جو لوگ اسلامی اصولوں سے اچھی طرح واقف نہیں ہیں وہ اکثر کمزور ایمان کے مالک
ہوتے ہیں۔ ایسے افراد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا زیادہ امکان رکھتے ہیں جب ان کی ذاتی خواہشات اس
کے احکام سے متصادم ہوں کیونکہ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے

حق میں پیش کرنے سے دونوں جہانوں میں سکون آجاتا ہے۔ لہذا، اسلامی علم کے حصول اور اس کے اطلاق کے ذریعے ایمان کا یقین حاصل کرنے کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مستقل اطاعت کو یقینی بنایا جائے۔ اس سفر کے لیے ان نعمتوں کے صحیح استعمال کی ضرورت ہے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ ایسا کرنے سے، وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کریں گے، اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مناسب طور پر ترجیح دیتے ہوئے ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے۔

مزید برآں، کسی کے ایمان کی گہرائی ان کی مشکلات میں شامل حکمت کو سمجھنے کی صلاحیت کو بڑھا دیتی ہے۔ مثال کے طور پر، ایک مضبوط ایمان والا شخص یہ سمجھتا ہے کہ مشکلات کا صبر کے ساتھ سامنا کرنا اس کے چھوٹے گناہوں کو مٹانے میں مدد کرتا ہے۔ اس کی تائید امام بخاری کی کتاب المفرد نمبر 492 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے کہیں زیادہ فائدہ مند ہے کہ آزمائشوں پر صبر کے ساتھ اپنے چھوٹے گناہوں کو معاف کر دیا جائے۔ مزید برآں، مضبوط ایمان ایک مسلمان کو یہ بصیرت فراہم کرتا ہے کہ اس دنیا میں زندگی کے چیلنجوں کا ایک حصہ یہ قبول کرنا شامل ہے کہ ان کی جدوجہد کے پیچھے موجود تمام حکمتیں اس دنیا میں ان پر ظاہر نہیں ہوں گی۔

باب توبہ آیت 100 9

اور مہاجرین اور انصار میں سے اولین پیشوائی کرنے والے اور جنہوں نے اچھے اخلاق کے ساتھ" ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اس سے راضی ہیں، اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔"

جیسا کہ اللہ تعالیٰ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلند مرتبہ دیتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کے لیے ان تمام لوگوں سے بھی محبت کرنی چاہیے جو اللہ تعالیٰ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتے ہیں، خواہ ذاتی رائے کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ یہ محبت ان لوگوں کو گھیرے میں لے لیتی ہے جو اپنے پیار کا اظہار الفاظ اور اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ عمل دونوں سے کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ بات ہر ایک پر عیاں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام گھرانہ، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صالحین نے اس حقیقی محبت کو مجسم کیا۔ لہذا ان میں سے ہر ایک سے محبت ہر اس شخص کے لیے فرض ہے جو اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اقرار کرتا ہے۔ اس کی تائید متعدد احادیث سے ہوتی ہے، جن میں صحیح بخاری نمبر 17 میں ایک حدیث بھی شامل ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ مدینہ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے محبت ایمان کا حصہ ہے، جب کہ ان سے دشمنی نفاق پر دلالت کرتی ہے۔ مزید برآں، جامع ترمذی کی ایک اور حدیث نمبر 3862 میں واضح طور پر مسلمانوں کو کسی بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کرنے سے منع 3862 کیا گیا ہے، کیونکہ ان سے محبت کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت ہے، جب کہ ان سے بغض رکھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت کو ظاہر کرتا ہے۔ ایسا شخص اس وقت تک کامیابی نہیں پا سکتا جب تک وہ سچی توبہ نہ کرے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابن ماجہ نمبر 143 میں موجود ایک حدیث میں اپنے مبارک گھر والوں کے بارے میں ایسا ہی ارشاد فرمایا۔

اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان پر ناحق تنقید کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ سے محبت میں اس کی اپنی کمی کو ظاہر کرتا ہے۔ جب ایک مسلمان گناہ کرتا ہے تو دوسرے مسلمانوں کو خود اس گناہ سے نفرت کرنی چاہیے۔ تاہم، اللہ تعالیٰ کے لیے، ان پر لازم ہے کہ وہ گناہ گار مسلمان کے لیے اللہ تعالیٰ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشترک محبت کی وجہ سے محبت کو برقرار رکھیں۔ دوسروں سے محبت کرنے کا واضح اشارہ ان کے ساتھ مہربانی اور احترام کے ساتھ پیش آنا ہے۔ خلاصہ یہ کہ دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہیے جس طرح وہ خود کرنا چاہتے ہیں۔

مزید برآں، ایک مسلمان کو ہر اس شخص سے نفرت کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والوں سے دشمنی کا اظہار کرتا ہے، خواہ وہ شخص رشتہ دار ہو یا اجنبی۔ ایک مسلمان کے جذبات کو اللہ تعالیٰ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس حقیقی

محبت کے اظہار میں کبھی بھی رکاوٹ نہیں ڈالنی چاہیے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ایسے افراد کو نقصان پہنچائیں۔ بلکہ انہیں واضح طور پر بتانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والوں سے نفرت کرنا ناقابل برداشت ہے۔ اگر یہ لوگ اپنے گمراہ کن موقف پر قائم رہیں تو ان سے اس وقت تک دوری اختیار کرنی چاہیے جب تک کہ وہ سچے دل سے توبہ نہ کر لیں۔

مناقت کے مختلف پہلوؤں پر تفصیل سے بحث کرنے کے بعد، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو منافقین کے نقش قدم پر چلنے سے متنبہ کرتا ہے کہ وہ عمل سے اس پر ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت کرنے میں ناکام رہے، کیونکہ وہ ان کی نیتوں، قول و فعل سے پوری طرح باخبر ہے۔ باب 9 توبہ آیت 101

بدویوں میں سے منافق بھی ہیں اور اہل مدینہ میں سے بھی، وہ نفاق کے عادی اور تمہارے ارد گرد " ...ہو چکے ہیں، تم انہیں نہیں جانتے، لیکن ہم جانتے ہیں

اگر کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کو عمل سے ثابت کرنے میں ناکام رہتا ہے تو وہ اس کی نافرمانی پر اڑے رہیں گے۔ باب 9 توبہ آیت 101

“...ہم انہیں دو بار سزا دیں گے”

نتیجے کے طور پر، ان کی زندگی کا ہر پہلو، بشمول خاندان، دوست، کیریئر، اور دولت، پریشانی کا باعث بن جائے گا۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہتے ہیں، تو وہ اپنی مایوسی کو غلط طریقے سے اپنے رشتہ داروں کی طرح نامناسب اہداف کی طرف لے جا سکتے ہیں۔ اپنی زندگیوں میں ان مثبت اثرات کو ختم کرنے سے، وہ صرف اپنی ذہنی صحت کے چیلنجوں کو مزید خراب کریں گے، جو

ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ نتیجہ ان لوگوں کا مشاہدہ کرنے پر واضح ہوتا ہے جو ان کو ملنے والی نعمتوں کا مسلسل غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور، حالانکہ وہ دنیا کی آسائشوں سے لطف اندوز ہوتے نظر آتے ہیں۔

کسی کو اس نتیجہ کو ایک انتباہ کے طور پر لینا چاہئے کہ اس دنیا میں ان کا وقت ختم ہونے سے پہلے اپنے طرز عمل کو بدل دیں۔ درحقیقت، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہر واقعے کو چاہے وہ خوشحالی کے وقت میں ہو یا مصیبت کے وقت، بوتل میں ایک پیغام کے مترادف ہے۔ انہیں خود بوتل کی جانچ پڑتال میں زیادہ مشغول ہونے سے گریز کرنا چاہئے، کیونکہ یہ محض اہم پیغام پہنچانے کے لیے ایک نالی کا کام کرتی ہے۔ غلط رویے کا نتیجہ اس وقت نکلتا ہے جب مسلمان یا تو سازگار واقعات پر حد سے زیادہ خوش ہوتے ہیں، اس طرح ان مثبت واقعات کے اندر موجود بنیادی پیغام سے غافل ہو جاتے ہیں، یا انہیں مشکل وقت میں انتہائی غم کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو ایک ایسی خلفشار کا باعث بنتا ہے جو مشکلات میں شامل پیغام کو سمجھنے میں رکاوٹ بنتا ہے۔ اس کے بجائے، انہیں قرآن پاک کی ہدایت پر عمل کرنے پر توجہ دینی چاہیے اور ہر حال میں توازن کے احساس کے ساتھ رجوع کرنا: باب 57 الحديد، آیت 23 چاہیے۔

تاکہ تم اس چیز پر نا امید نہ ہو جو تم سے چھوٹ گئی ہے اور جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس پر "فخر نہ کرو۔"

یہ آیت مختلف حالات میں خوشی یا غمی کا سامنا کرنے سے منع نہیں کرتی، کیونکہ یہ جذبات انسانی فطرت میں شامل ہیں۔ تاہم، یہ ایک متوازن نقطہ نظر کی سفارش کرتا ہے جو انتہائی جذبات، خاص طور پر، ضرورت سے زیادہ خوشی یا گہرے غم سے پاک ہو۔ اس متوازن نقطہ نظر کو اپنانا افراد کو صورتحال کے اندر موجود زیادہ اہم پیغام پر توجہ مرکوز کرنے کے قابل بناتا ہے، چاہے اس کا تعلق آسانی کے لمحات سے ہو یا مشکل سے۔ چھپے ہوئے پیغام کو جانچنے، سمجھنے اور اس کا جواب دینے سے، ایک مسلمان اپنی دنیوی اور مذہبی زندگی دونوں کو بڑھا سکتا ہے۔ بعض اوقات، یہ پیغام ان کا وقت ختم ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنے کے لیے ایک اہم یاد دہانی کا کام کر سکتا ہے۔ دوسرے لمحات میں، یہ ان کے درجات کو بلند کرنے، ان کے گناہوں کو ختم کرنے، یا اس وقتی مادی دنیا اور اس کے املاک سے ضرورت سے زیادہ وابستہ ہونے سے بچنے کے لیے ایک یاد دہانی

کے طور پر کام کر سکتا ہے۔ اس طرح کی تشخیص کے بغیر، کوئی شخص اپنے دنیاوی یا مذہبی وجود میں کوئی معنی خیز بہتری لائے بغیر محض تجربات سے گزرنے کا خطرہ مول لیتا ہے۔ نتیجتاً وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں گے، ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے جو انہیں دی گئی ہیں۔ یہ انہیں عملی طور پر قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیاری کرنے سے روک دے گا۔ اس شخص کا نتیجہ ظاہر ہے۔ باب 9 توبہ آیت 101

”پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔“

لہذا جو شخص اپنے اسلام پر ایمان کے زبانی اعلان کو عمل سے ثابت کرنے میں ناکام ہو جائے تو اسے اپنے طرز عمل سے سچے دل سے توبہ کرنی چاہیے، جیسا کہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے، جو کابلی کی وجہ سے تبوک کی مہم سے پیچھے رہ گئے تھے۔ انہوں نے عذر پیش کرنے سے گریز کیا اور اپنی توبہ کے مظاہرے کے طور پر اپنے آپ کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ستونوں سے باندھ لیا۔ ان کے اعمال کو دیکھ کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تقدیر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دی۔ بالآخر، اللہ تعالیٰ نے توبہ میں باب 9، آیت 102 نازل کی، جو ان کی توبہ کی قبولیت کی علامت ہے

اور کچھ اور ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا، انہوں نے ایک نیک عمل کو دوسرے برے "کے ساتھ ملا یا، شاید اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے، بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 4، صفحہ 34 میں بحث کی گئی ہے۔

گناہوں کو چھوٹی اور بڑی اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پوری تاریخ میں، مختلف تعریفیں تجویز کی گئی ہیں کہ یہ بیان کیا جائے کہ کون سا بڑا گناہ ہے۔ ایک سیدھی سادی درجہ بندی بتاتی ہے کہ کوئی بھی ایسا گناہ جس کے لیے اسلامی حکومت کو سزا دینے کا حکم دیا گیا ہو، ایک بڑا گناہ شمار ہوتا ہے۔ مزید برآں، اگر کسی گناہ کا تعلق جہنم کی آگ، اللہ تعالیٰ کے غضب، یا اس کی لعنت سے ہو، تو اسے بھی ایک بڑے گناہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر قرآن پاک میں غیبت کو گناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے۔ باب 104 الحمزہ، آیت 1

"ہر غیبت کرنے والے، بہتان لگانے والے کے لیے تباہی ہے۔"

بعض کا عقیدہ ہے کہ صرف سات کبیرہ گناہ ہیں جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 2766 کی ایک حدیث میں بیان ہوا ہے۔ تاہم وہ اس حقیقت کو نظر انداز کرتے ہیں کہ یہ سات کبیرہ گناہ ہیں، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ صرف وہی گناہ ہیں۔ درحقیقت، دیگر احادیث میں اضافی کبیرہ گناہوں کی نشاندہی ہوتی ہے جیسے کہ والدین کی نافرمانی، جس کا حوالہ صحیح بخاری نمبر 6273 میں ملتا ہے۔ مذکورہ حدیث میں جن سات بڑے گناہوں کی وضاحت کی گئی ہے وہ یہ ہیں: شرک، کالا جادو کرنا، کسی بے گناہ کا ناجائز قتل، مالیاتی سود یا سود میں غلط کام کرنا۔ میدان جنگ، اور ایک بے گناہ عورت پر زنا کا جھوٹا الزام لگانا۔

یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ چھوٹے گناہوں کا مسلسل جاری رہنا اسلام کے تناظر میں انہیں کبیرہ گناہوں تک پہنچا سکتا ہے۔

کبیرہ گناہ صرف سچی توبہ سے معاف ہو سکتے ہیں جبکہ صغیرہ گناہ کبیرہ گناہوں سے باز آ کر اور نیک اعمال میں مشغول ہو کر معاف ہو سکتے ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 31

اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے بچو گے جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تم سے تمہارے چھوٹے "گناہوں کو دور کر دیں گے۔"

باب 9 توبہ آیت 102 اور

اور دوسرے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا ہے، انہوں نے ایک نیک عمل کو دوسرے "برے کے ساتھ ملا دیا تھا۔"

سچی توبہ میں حقیقی جرم کا احساس کرنا اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا شامل ہے، نیز ان لوگوں سے جن پر ظلم ہوا ہے، جب تک کہ یہ مزید پیچیدگیوں کا باعث نہ بنے۔ یہ ضروری ہے کہ ایک مخلصانہ وعدہ کیا جائے کہ دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ دوبارہ نہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ اور دوسروں کے سلسلے میں جو حقوق پامال ہوئے ہوں اسے بحال کیا جائے۔ مزید برآں، اسلامی تعلیمات کے مطابق اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی وفاداری کے ساتھ اطاعت کرتے رہنا چاہیے۔ باب 9 توبہ آیت 102

”شاید اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

مسلمانوں کو ہر قسم کے گناہ سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے، خواہ ان کی وسعت کچھ بھی کیوں نہ ہو، کیونکہ شیطان کے ہتھکنڈوں میں سے ایک یہ ہے کہ مسلمانوں کو چھوٹے گناہوں کو نظر انداز

کرنے کی ترغیب دی جائے۔ یہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ پہاڑ چھوٹے پتھروں پر مشتمل ہوتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں کو ایک خاص مثال کے ساتھ ان کے چھوٹے گناہوں کو مٹانے کے لیے نیک اعمال جیسے صدقہ دینے کی ترغیب دیتا ہے۔ تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد جنہوں نے غزوہ تبوک میں شرکت نہیں کی تھی، اللہ عزوجل سے بخشش حاصل کی، ان میں سے ایک کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بعد میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رجوع کیا۔ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کعب رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال صدقہ کر دیا۔ تاہم، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نصیحت فرمائی کہ صرف ایک حصہ عطیہ کرنا اور بقیہ کو اپنے پاس رکھنا زیادہ دانشمندی ہے۔ اس کی تفصیل امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی زندگی، جلد 4، صفحہ 30-33 میں موجود ہے۔ باب 9 توبہ آیت 103:

”ان کے مال میں سے صدقہ لے لو جس سے تم ان کو پاک کرو اور ان میں اضافہ کرو۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت میں واضح کیا ہے کہ جب کوئی شخص ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتا ہے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، جیسے صدقہ دینا، تو اس سے صرف برکت، رحمت اور ذہنی سکون میں اضافہ ہوتا ہے، کیونکہ اس طرح برتاؤ کرنا اللہ تعالیٰ کے باب 14 ابراہیم، آیت 7 شکر گزار ہونے کی علامت ہے۔

”... اگر تم شکر گزار رہو گے تو میں تمہیں ضرور بڑھاؤں گا“

اس کے علاوہ، جتنا زیادہ اس طرز عمل کو اپنائے گا، وہ اتنا ہی متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرے گا، اتنا ہی زیادہ وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو صحیح طریقے سے جگہ دے گا اور اتنا ہی زیادہ وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیار ہوں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون: باب 16 النحل، آیت 97 کا باعث بنے گا۔

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

:باب 9 توبہ آیت 103

”ان کے مال میں سے صدقہ لے لو جس سے تم ان کو پاک کرو اور ان میں اضافہ کرو۔“

خاص طور پر جامع ترمذی نمبر 2029 میں درج ایک حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ صدقہ دینے سے انسان کے مال میں کمی نہیں آتی۔ یہ اس حقیقت کی وجہ سے ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جو بھی خرچ کرتا ہے، وقت سمیت کسی بھی قسم کی نعمت کے بارے میں، اللہ تعالیٰ اس کی تلافی اس طریقے سے کرے گا جو پہلے خرچ کی گئی: رقم سے کہیں زیادہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 245

”کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے تاکہ وہ اس کو اس کے لیے کئی گنا بڑھا دے؟“

مثال کے طور پر، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں ان کو مالی مواقع عطا فرماتا ہے جس کے نتیجے میں دولت میں بے پناہ اضافہ ہوتا ہے۔ مزید برآں، یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کر سکتا ہے کہ جو کچھ بھی کسی فرد کے لیے مختص کیا جاتا ہے، جو اس کی حقیقی دولت ہے، اس کے اعمال یا تمام مخلوقات کے افعال سے قطع نظر بدلا ہوا رہتا ہے۔ درحقیقت ایک فرد کا رزق ان کے لیے پچاس ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پہلے مقرر کیا تھا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں درج ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ لہذا خلاصہ یہ ہے کہ کسی کے خیراتی اعمال اس مال کی مقدار کو تبدیل نہیں کریں گے جو ان پر خرچ کرنے کے لیے پہلے سے طے شدہ ہے، جیسے کہ ان کے رزق کے لیے مختص کردہ مال۔ آخرکار، صدقہ کسی کے مال کو کم نہیں کرتا، کیونکہ یہ آخرت کے لیے اپنے مال کو اکاؤنٹ میں جمع کرنے کے مترادف ہے۔ اس کا موازنہ کسی فرد کے اپنے بینک کھاتوں کے درمیان رقوم کی منتقلی سے کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں صدقہ کسی کے مال کو ختم نہیں کرتا، کیونکہ حقیقی فائدہ اٹھانے والا خود ہے۔ اس کو ذہن میں رکھنے سے وہ ان لوگوں سے تعریف حاصل کرنے سے روکے گا جن کی وہ مدد کرتے ہیں اور فخر کے جذبات کو روک دے گا، جیسا کہ حقیقت میں، جب وہ عطا کی گئی نعمتوں کا صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں، جیسا کہ صدقہ دینا، تو اپنے سوا کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

مزید برآں، جب کوئی شخص اپنے اعمال کے ذریعے اللہ تعالیٰ پر ایمان کے زبانی اعلان کی تائید کرتا ہے، اس طرح منافقت سے بچتا ہے، تو وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی دعا کو حاصل کرے گا، جنہوں نے اپنی قوم کی طرف سے ایسا سلوک کرنے والوں کے لیے دعا کی تھی۔
باب 9 توبہ آیت 103

اور ان کی طرف سے دعا کرو، بے شک تمہاری دعا ان کے لیے سکون ہے۔“

جیسا کہ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کی نیت، گفتار اور افعال کو جانتا ہے، وہ جانتا ہے کہ کون صحیح رویہ اختیار کرتا ہے اور کون جانتا ہے کہ کون اس پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کو عمل سے ثابت کرنے

میں ناکام رہتا ہے۔ نتیجے کے طور پر، وہ دونوں جہانوں میں ہر ایک کو جوابدہ ٹھہرائے گا۔ باب 9
توبہ آیت 103

”اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنے کی مزید ترغیب دیتا ہے، اللہ تعالیٰ ان سے اپنے گناہوں سے سچے دل سے توبہ کر کے اور ان کی سیرت کی اصلاح کر کے، ان کے بدلے میں اپنی بخشش اور رحمت کا وعدہ کر کے، جس طرح انہیں دونوں جہانوں میں بخشش اور رحمت سے نوازا ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، سچی توبہ کے لیے مخلصانہ پشیمانی اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کے ساتھ ساتھ ان لوگوں سے جن پر ظلم ہوا ہے، اس بات کو یقینی بنانے کی ضرورت ہے کہ اس سے مزید پیچیدگیاں پیدا نہ ہوں۔ اسی یا اس سے ملتے جلتے گناہ کو نہ دہرانے اور اللہ تعالیٰ اور دیگر کے تعلق سے جو حقوق پامال ہوئے ہیں ان کا ازالہ کرنے کا مخلصانہ وعدہ کرنا بہت ضروری ہے۔ مزید برآں، اسلامی تعلیمات کے مطابق اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی وفاداری کے ساتھ اطاعت کرتے رہنا چاہیے۔ باب 9 توبہ آیت 104

کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور صدقات وصول کرتا ہے اور اللہ”
ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔“

اس کے علاوہ، یہ آیت مسلمانوں کو یاد دلاتی ہے کہ وہ دوسروں کی مدد کرتے وقت غلط رویہ اختیار نہ کریں، جیسے کہ ان کو صدقہ دینا، کیونکہ ان کا نیک عمل درحقیقت ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے، حالانکہ ایسا لگتا ہے کہ جب وہ ان کی مدد کرتے ہیں تو وہ کسی دوسرے کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ جو شخص اس حقیقت کو سمجھے گا وہ سب سے پہلے صحیح نیت اختیار کرے گا تاکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دوسروں کی مدد کرے نہ کہ کسی اور وجہ سے جیسے کہ لوگوں سے اجر کی امید یا امید رکھنا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کسی اور وجہ سے عمل کرتا ہے

وہ اس سے اجر نہیں پائے گا۔ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ ان کی نیکی ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے، خواہ وہ کسی دوسرے شخص کے ساتھ میل جول کر رہے ہوں، تو وہ اس طرز عمل سے گریز کرے گا جس سے اس کی نیکی کا اجر ضائع ہو جائے، جیسے کہ دوسروں کو ان کی نیکیوں کی یاد دلانا۔ باب 2 البقرہ، آیت 264

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے صدقات کو نصیحت یا ایذا پہنچا کر باطل نہ کرو جیسا کہ وہ شخص "جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔"

اس لیے دوسروں کی مدد کرتے وقت صحیح رویہ اختیار کرنا چاہیے، جیسے صدقہ دینا، ورنہ وہ ان کا اجر ضائع کر دے گا۔ باب 9 توبہ آیت 105

...اور کہو، "عمل کرو! کیونکہ اللہ تمہارے اعمال کو دیکھے گا اور اس کا رسول اور مومنین"

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، وہ جانتا ہے کہ کوئی شخص صحیح نیت، قول اور فعل اختیار کرتا ہے یا نہیں اور اس لیے دونوں جہانوں میں ہر ایک کا جوابدہ ہوگا۔ باب 9 توبہ آیت 105

اور تم غیب اور گواہ کے جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا کرتے تھے۔"

پھر اللہ تعالیٰ ایک مثال دیتا ہے کہ وہ کس طرح لوگوں کی نیت، قول اور فعل پر نظر رکھتا ہے اور دونوں جہانوں میں اسی کے مطابق بدلہ دیتا ہے۔ غزوہ تبوک کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ واپسی پر جن لوگوں نے شرکت نہیں کی وہ آپ کے پاس آئے، اپنے جواز کو دہراتے ہوئے اور اپنی وفاداری کا اعادہ کیا۔ اس نے ان کی وضاحت کو قبول کیا، ان کے لیے دعا کی اور ان کے پوشیدہ ارادوں کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا۔ ایک صحابی کعب بن مالک رضی اللہ عنہ صرف غفلت اور کوتاہی کی وجہ سے پیچھے رہ گئے۔ دوسروں کی گواہی دینے کے باوجود عذر گھڑتے ہیں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معافی حاصل کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دیانتداری کا انتخاب کیا، اس بات سے پوری طرح آگاہ تھا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر آپ سے ناراض ہو گا، خواہ وہ جھوٹ کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی کو لمحہ بھر کے لیے ٹال سکے۔ دو مزید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی حق کا اقرار کیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات کا فیصلہ کرے گا۔ مدینہ کے شہریوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ ان تینوں کا اس وقت تک سماجی بائیکاٹ کریں جب تک کہ ان کے کیس کا فیصلہ نہیں آ جاتا۔ باب 9 توبہ آیت 106

اور دوسرے لوگ ہیں جب تک کہ اللہ کے حکم سے روک دیا جائے، چاہے وہ ان کو سزا دے یا معاف "کر دے، اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔"

جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمیونٹی کو حکم دیا کہ وہ تینوں افراد کو سماجی طور پر الگ تھلگ کر دیں تو ان کے پیارے دوست یا کنبہ کے افراد میں سے کوئی بھی ان کے ساتھ مشغول نہیں تھا۔ اگرچہ یہ سخت معلوم ہو سکتا ہے، لیکن تمام مسلمانوں کو ایک قطعی پیغام پہنچانا ضروری تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی تائید کریں اور یہ اس آزمائش کا ایک حصہ ہے کہ یہ تینوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم برداشت کرنے پر مجبور ہوئے۔ اس ہدایت پر لوگوں کا ردعمل ظاہر کرتا ہے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گہری محبت اور خلوص رکھتے تھے۔

تینوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سماجی بائیکاٹ کے دوران ایک غیر مسلم حکمران نے ان میں سے ایک صحابی کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو خط بھیجا جس میں ان کو مشورہ دیا گیا کہ ان کے

ساتھ سخت سلوک کیا جا رہا ہے اور وہ مدینہ چھوڑ کر ان کے پاس آجائیں جہاں ان کے ساتھ بڑی عزت و تکریم کی جائے گی۔ کعب رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ یہ امتحان ہے اور خط کو جلا دیا۔

یہ موقع سازگار اور مشکل دونوں حالات میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا رہنے میں ثابت قدمی کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ جب حالات سازگار ہوں تو اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر عمل کرنا عموماً آسان ہوتا ہے۔ اس طرح، ایک فرد کے ایمان کا صحیح پیمانہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب وہ مشکلات کے باوجود اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہتے ہیں۔ باب 29 العنکبوت، آیات 2-3

کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں یہ کہنے پر چھوڑ دیا جائے گا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور "ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی، لیکن ہم نے ان سے پہلے والوں کو ضرور آزمایا ہے، اور اللہ "ضرور ان لوگوں کو ظاہر کرے گا جو سچے ہیں اور وہ ضرور جھوٹوں کو ضرور ظاہر کر دے گا۔"

اللہ تعالیٰ کی غیر متزلزل اطاعت کو برقرار رکھنے میں افراد کی مدد کے لیے ایک مضبوط ایمان پیدا کرنا ضروری ہے۔ ایسے مضبوط ایمان کی پرورش قرآن کریم اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں واضح نشانیوں اور شواہد کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے ہوتی ہے۔ یہ مقدس ذرائع اس بات کو روشن کرتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے سامنے حقیقی تسلیم و رضا دونوں جہانوں میں سکون پیدا کرتا ہے۔ اس کے برعکس، جو لوگ اسلامی اصولوں سے ناواقف ہیں وہ کمزور ایمان کو پناہ دینے کا شکار ہیں۔ ایسے لوگ آسانی سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر سکتے ہیں جب ان کی ذاتی خواہشات الہی ہدایت سے ٹکرا جائیں، کیونکہ وہ یہ سمجھنے میں ناکام ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حق میں اپنی خواہشات کو ترک کرنا دونوں جہانوں میں سکون کا باعث بنتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اپنے آپ کو اسلامی علم میں غرق کر کے اور اس پر عمل کر کے ایمان کا یقین حاصل کر لیا جائے اور اس طرح اللہ تعالیٰ سے ہر وقت غیر متزلزل وابستگی کو یقینی بنایا جائے۔ اس میں ان نعمتوں کا صحیح اطلاق شامل ہے جو کسی کو عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس راستے کو اپنانے سے، افراد اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مؤثر طریقے سے ترجیح دیتے ہوئے، متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کے ذریعے، دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کریں گے۔

پچاس دنوں کے مشکل دور کے بعد، اللہ تعالیٰ نے ان کو بخشش کا تحفہ عطا کیا جیسا کہ قرآن پاک میں نازل ہوا ہے، جو خاص طور پر حق کے ساتھ وابستگی کی وجہ سے ان کے لیے ایک انوکھی نعمت ہے۔ باب 9 توبہ آیت 118

اور ان تینوں کو بھی بخش دیا جو اکیلے رہ گئے تھے [یعنی اپنی غلطی پر افسوس کرتے ہوئے] یہاں تک کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر بند ہو گئی اور ان کی روحیں ان پر مقید ہو گئیں اور انہیں یقین ہو گیا کہ اللہ کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں، پھر اس نے ان کی طرف رجوع کیا تاکہ وہ توبہ قبول کر سکیں۔

ان تینوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر صحیح مسلم نمبر 7016 میں موجود حدیث میں ہے۔

تینوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ شرف اس لیے حاصل ہوا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے کی بجائے سچائی پر کاربند رہے، جب انہوں نے غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے کا عذر پیش کیا اور اپنی نیت، قول اور فعل میں اپنی سچائی کو برقرار رکھا۔

جامع ترمذی نمبر 1971 میں درج ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچائی کی اہمیت اور باطل سے بچنے کی ضرورت پر زور دیا۔ ابتدائی طبقہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ سچائی نیکی کی راہ ہموار کرتی ہے، جو بعد میں جنت کے دروازے تک لے جاتی ہے۔ جب کوئی فرد مستقل طور پر سچائی کو مجسم کرتا ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سچا شخص تسلیم کیا جاتا ہے۔

یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ سچائی تین الگ الگ سطحوں پر محیط ہے۔ پہلا درجہ اپنی نیت اور اخلاص میں دیانت کو برقرار رکھنے سے متعلق ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اعمال صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لیے کیے جاتے ہیں، جو کسی بھی دنیاوی فائدے کے حصول یا ظاہری مقاصد جیسے کہ پہچان کی خواہش سے خالی ہوتے ہیں۔ یہ اصول درحقیقت اسلام کا بنیادی ستون ہے، کیونکہ ہر عمل کی جانچ فرد کی نیت پر ہوتی ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ کسی کے اخلاص کی صداقت اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب وہ لوگوں سے بدلہ لینے کی امید نہیں رکھتا۔

اس کے بعد کی سطح ایک فرد کی اپنی گفتگو میں ایمانداری کے عزم سے نمایاں ہوتی ہے۔ یہ بنیادی طور پر اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ ہر قسم کی زبانی بدتمیزی سے پرہیز کرتے ہیں، نہ کہ محض جھوٹ۔ ایک شخص جو دوسری قسم کی زبانی خطاؤں میں ملوث ہو اسے حقیقی طور پر ایماندار نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس کے حصول کے لیے ایک قابل ستائش حکمت عملی جامع ترمذی نمبر 2317 کی حدیث پر عمل کرنا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنے اسلام کو ایسے معاملات سے دور کر کے بہترین بنا سکتا ہے جن سے ان کا تعلق نہیں ہے۔ زبانی گناہوں کا ایک اہم حصہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب ایک مسلمان بحث میں حصہ لیتا ہے جو ان سے غیر متعلق ہیں۔ اس میں فضول گفتگو سے اجتناب بھی شامل ہے، کیونکہ وہ اکثر گناہ بھرے مکالمے کا باعث بنتے ہیں اور کسی کا قیمتی وقت ضائع کر دیتے ہیں، بالآخر قیامت کے دن پچھتاوے پر منتج ہوتے ہیں۔ کوئی بھی کسی مثبت بات کا اظہار کر کے یا خاموش رہنے کا انتخاب کر کے ایمانداری کی اس سطح کو فروغ دے سکتا ہے۔

آخری درجہ اپنے اعمال کے ذریعے سچائی کو ظاہر کرنا ہے۔ یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی سچی اطاعت اس کے احکام پر عمل کرنے، اس کی ممانعتوں سے پرہیز کرنے، اور تقدیر کے ساتھ صبر کا مظاہرہ کرنے سے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق ہوتا ہے۔ ذاتی خواہشات کے مطابق اسلامی اصولوں کی انتخابی تشریح یا تحریف کرنے سے گریز کرنا ضروری ہے۔ تمام کوششوں میں اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ درجہ بندی اور ترجیحات کی پابندی ضروری ہے۔ جو لوگ اپنے آپ کو اس طرز پر چلائیں گے وہ ان کو عطا کی گئی ہر نعمت کو ان طریقوں سے استعمال کریں گے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی ضمانت دے گا کہ وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی توازن حاصل کریں گے، جس سے وہ اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں اور افراد

کو مناسب طور پر پوزیشن میں رکھ سکیں گے، ساتھ ہی ساتھ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے خود کو کافی حد تک تیار کر سکیں گے۔ نتیجتاً، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔

بے ایمانی کے اثرات، خاص طور پر جھوٹ بولنے کا عمل جیسا کہ زیر مطالعہ ابتدائی حدیث میں تاکید کی گئی ہے، نافرمانی کا باعث بنتی ہے، جو بالآخر جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس طرح کے طرز عمل پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ اسے ایک بڑا جھوٹا تسلیم کرے گا۔ مندرجہ بالا تین درجات کے بارے میں، نیت میں جھوٹ بولنا، اللہ تعالیٰ کی طرف اخلاص میں کمی اور دوسروں کی رضامندی کے لیے نیک کاموں میں مشغول ہونے کی علامت ہے۔ تقریر میں جھوٹ بولنا گناہ کی تمام اقسام کو شامل کرتا ہے۔ اعمال کے ذریعے جھوٹ بولنا ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنا ہے جو عطا کی گئی ہیں، جس سے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ جو شخص جھوٹ کے ان تمام پہلوؤں کو مجسم کرتا ہے اسے بڑا جھوٹا سمجھا جاتا ہے، اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم جھوٹے شخص کی تقدیر کو سمجھنے کے لیے عالم ہونے کی ضرورت نہیں۔

باب 9 توبہ آیت 106

اور دوسرے لوگ ہیں جب تک کہ اللہ کے حکم سے روک دیا جائے، چاہے وہ ان کو سزا دے یا معاف "کر دے، اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔"

عام طور پر یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ معافی کو سزا پر ترجیح دیتا ہے، ورنہ وہ لوگوں کو مہلت دینے کے بجائے ان کی نافرمانی پر فوراً سزا دے گا تاکہ وہ سچے دل سے توبہ کریں۔ باب 16 النحل، آیت 61

اور اگر اللہ لوگوں پر ان کے ظلم کا الزام لگاتا تو اس پر کسی جاندار کو نہ چھوڑتا، لیکن وہ ان کو "ایک معینہ مدت کے لیے مہلت دیتا ہے، اور جب ان کی میعاد آ جائے گی تو وہ ایک گھڑی بھی پیچھے نہیں رہیں گے اور نہ آگے بڑھیں گے۔"

لیکن جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو جو مہلت دیتا ہے وہ دائمی نہیں ہے۔ لہذا انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نافرمانی پر اڑے رہنے کی مہلت کے بارے میں خواہش مندانہ سوچ نہیں اختیار کرنی چاہیے، یہ خیال کرتے ہوئے کہ ان کو کوئی سزا نہیں دی جائے گی یا انہیں معاف کر دیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ معافی کو سزا پر ترجیح دیتا ہے۔ اس کے برعکس، حقیقی امید میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کوشش کرنا شامل ہے، جو انہیں عطا کی گئی نعمتوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق استعمال کرنے کی ضرورت پیش کرتا ہے، ساتھ ہی ساتھ دنیا اور آخرت دونوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کا منتظر بھی ہے۔ اس فرق کو جامع ترمذی نمبر 2459 میں موجود حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس فرق کو تسلیم کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش میں حقیقی امید پیدا کی جائے، محض خواہش مندانہ سوچ سے گریز کیا جائے، کیونکہ اس سے نہ دنیا میں فائدہ ہو گا اور نہ آخرت میں۔

اس کے علاوہ، اللہ تعالیٰ کے بارے میں گمراہ کن تصور کی نشوونما کو روکنے کے لیے، اس کی الوہی صفات اور ناموں کو سیکھنا ضروری ہے جیسا کہ قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات۔ یہ فہم اللہ تعالیٰ پر صحیح یقین پیدا کرتا ہے اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق استعمال کرتے ہوئے حقیقی اطاعت کی ترغیب دیتا ہے۔ دوسری طرف، اللہ تعالیٰ کی صفات اور ناموں کے بارے میں علم کی کمی، ناقص عقائد کا باعث بن سکتی ہے جو نافرمانی پر منتج ہوتی ہے، جیسے خواہش مندانہ سوچ۔ مثال کے طور پر، ایک فرد جو یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ بخشنے والا ہے، وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اس نے اسلامی تعلیمات میں بیان کی ہیں، اس امید کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ بخشنے والا ہے، اس کی اطاعت کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس کے برعکس، جو شخص اللہ تعالیٰ کی بخشش کی اصل فطرت کو سمجھنے میں ناکام رہتا ہے، وہ نافرمانی پر اڑے رہ سکتا ہے، غلطی سے یہ سمجھتا ہے کہ اسے معاف کر دیا جائے گا، چاہے اس کے اعمال کچھ بھی ہوں۔

اور دوسرے لوگ ہیں جب تک کہ اللہ کے حکم سے روک دیا جائے، چاہے وہ ان کو سزا دے یا معاف" "کر دے، اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معاملے کو جو کابلی کی وجہ سے غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے، اس آیت کے بعد ان کے بارے میں بات کرنے کو کچھ دیر تک مؤخر کر دیا تاکہ قرآن کریم کی اس سورت کی آیات کی ترتیب سے حقیقت کی عکاسی ہو۔ اس کے نتیجے جنگ تبوک سے میں اللہ تعالیٰ پھر ایک اور واقعہ کا ذکر فرماتا ہے جو غزوہ تبوک کے وقت پیش آیا۔ واپسی پر اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ قباء کے قریب منافقین نے جو ڈھانچہ تعمیر کیا تھا اسے منہدم کر دیں۔ انہوں نے اسے مسجد کہا لیکن ان کا اصل مقصد ایک مضبوط قلعہ قائم کرنا تھا جہاں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محفوظ محسوس کرتے ہوئے اسلام کے خلاف سازش کر سکیں۔ ان کا مقصد قبیلہ کے اندر اختلاف پیدا کرنا تھا تاکہ مقامی مسلمانوں کو ان کے عقیدے سے ہٹایا جا سکے۔ اس سکیم کا ماسٹر مائنڈ ابو عامر نامی ایک بدکار شخص تھا، جو اسلام چھوڑ کر مکہ بھاگ گیا تھا، جہاں اس نے دوسروں کو جنگ پر اکسایا تھا۔ جب یہ کوشش ناکام ہوئی تو اس نے بازنطینی بادشاہ سے مدد طلب کی اور اس پر زور دیا کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھی حملہ کرے۔ ان منافقین نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خواہش کی کہ اس عمارت کے اندر نماز پڑھ کر اس کو پاک کریں۔ اس طرح کا عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وہاں نماز پڑھنے پر آمادہ کرتا، اس طرح منافقین کو گمراہ کرنے کا موقع فراہم کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس میں داخل ہونے سے منع فرمایا اور اس کے بجائے عمارت کو ڈھانے کا حکم دیا۔ مزید برآں، اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تمام مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے حقیقی گھر، برگزیدہ، مساجد پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی، جو تقویٰ کی بنیاد پر قائم ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کی علامت ہیں۔ باب 9 توبہ، آیات 107-110

اور وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے لیے مسجد کو نقصان پہنچانے اور کفر اور مومنوں میں تفرقہ ڈالنے کے لیے اور ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور اس کے رسول سے پہلے جنگ کی تھی، جگہ بنالیا اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے صرف بہتر ہی کا ارادہ کیا تھا، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں، پہلے سے نماز کے لیے مسجد میں کھڑے نہ ہو جاؤ۔ اس کے اندر وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو پاک کرنے کو پسند کرتے ہیں، پھر کیا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ سے اور اس کی رضامندی پر رکھی ہو، وہ اس کے ساتھ ہی گرے گا؟ ظالم لوگ ان کی عمارت جو انہوں نے بنائی ہے ان کے دلوں میں اس وقت تک شک نہیں رہے گا جب تک کہ ان کے دلوں کو روک نہ دیا جائے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اس پر امام ابن کثیر کی کتاب زندگی، جلد 4، صفحہ 26-27 میں بحث کی گئی ہے۔

عام طور پر، منافقت کی ایک پہچان معاشرے کے اندر بدعنوانی کا پرچار کرنے کا فرد کا رجحان ہے۔ یہ نقصان دہ خصوصیت خاندانی اکائی سے شروع ہو کر بین الاقوامی میدان تک پھیلی ہوئی تمام سماجی طبقوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ ایسے افراد نیک کوششوں میں دوسروں کے اتحاد کا مشاہدہ کرنے سے نفرت کرتے ہیں، کیونکہ اس سے ان افراد کی دنیاوی حیثیت ان کے اپنے سے بڑھ سکتی ہے۔ چنانچہ وہ لوگوں میں اختلاف پیدا کرنے کے لیے غیبت اور غیبت کا سہارا لیتے ہیں۔ ان کی بدنیتی پر مبنی رویہ ان کے اپنے خاندانی بندھنوں کو کمزور کر دیتا ہے، اور جب وہ دوسرے خاندانوں کی خوشی کا مشاہدہ کرتے ہیں، تو یہ انہیں اس خوشی کو بھی ختم کرنے کی کوشش کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ وہ اہم افراد ہیں جو دوسروں کی خامیوں کو اجاگر کرنے میں اپنا وقت صرف کرتے ہیں، جس کا مقصد ان کی سماجی حیثیت کو کم کرنا ہے۔ وہ اکثر دوسروں کے بارے میں گپ شپ شروع کرنے والے پہلے ہوتے ہیں اور جب مثبت تبصرے کیے جاتے ہیں تو لاعلمی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ امن کا سکون انہیں بے چین کر دیتا ہے، انہیں اپنے دل لگی کے لیے مسائل پیدا کرنے پر اکساتا ہے۔ وہ سنن ابن ماجہ نمبر 2546 میں موجود حدیث کو یاد کرنے سے غافل ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ جو شخص دوسروں کے 2546 عیب چھپائے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیب چھپائے گا۔ اس کے برعکس، جو لوگ سرگرمی سے دوسروں کے عیب تلاش کرتے اور ظاہر کرتے ہیں، ان کے اپنے عیبوں کو اللہ تعالیٰ عوام کے سامنے ظاہر کر دے گا۔ اس طرح درحقیقت ایسے افراد معاشرے کے سامنے محض اپنی خامیوں کو ظاہر کر رہے ہوتے ہیں، باوجود اس کے کہ وہ دوسروں کے عیبوں کو ظاہر کر رہے ہیں۔

مزید برآں، سماجی عوامل، بشمول سوشل میڈیا، فیشن کے رجحانات، اور ثقافتی اصول، اکثر اسلامی اقدار کو برقرار رکھنے والوں پر دباؤ ڈالتے ہیں۔ اسلام کی وکالت کو اکثر ان کی خوشحالی اور سماجی وقار کی خواہشات کی راہ میں رکاوٹ سمجھا جاتا ہے۔ جن شعبوں پر اسلام تنقید کرتا ہے وہ عام طور پر اسلامی اصولوں کے انضمام کی مخالفت کرتا ہے اور مسلمانوں کو اپنے عقائد پر قائم رہنے سے روکتا ہے۔ یہ مختلف پلیٹ فارمز بالخصوص سوشل میڈیا پر وسیع پیمانے پر پھیلے اسلام مخالف جذبات کو بہت زیادہ بڑھا دیتا ہے۔

مزید برآں، جو لوگ اسلامی اقدار کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، جو ذاتی خواہشات میں اعتدال کو فروغ دیتے ہیں اور ان سے ملنے والی نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہیں، ان کو اکثر ان لوگوں کی طرف سے منفی ردعمل کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو حد سے زیادہ اپنے جذبات پر عمل کرتے ہیں، جیسا کہ اسلام انہیں حیوانیت پسند ظاہر کرتا ہے۔ یہ افراد اکثر دوسروں کو اسلام قبول کرنے سے روکتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے عقیدے پر عمل کرنے سے روکتے ہیں، انہیں بے لگام خواہشات سے نشان زدہ طرز زندگی میں آمادہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اکثر اسلام کے مخصوص پہلوؤں پر توجہ مرکوز کرتے ہیں، جیسے کہ خواتین کے لیے لباس کوڈ، معاشرے کو فائدہ پہنچانے کے لیے اس کی رغبت کو کم کرنے کے لیے۔ اس کے باوجود، ذہین افراد ان تنقیدوں کی سطحی حیثیت کو آسانی سے جان سکتے ہیں، جو اسلام کے خود نظم و ضبط پر زور دینے کے لیے نفرت سے پیدا ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر، اگرچہ وہ خواتین کے لیے اسلامی لباس کوڈ پر تنقید کر سکتے ہیں، لیکن وہ قانون نافذ کرنے والے، فوج، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم اور کاروبار جیسے دیگر اہم پیشوں پر اسی سطح کی جانچ کا اطلاق نہیں کرتے ہیں۔ اسلامی لباس کوڈ کی یہ منتخب تنقید، دوسرے لباس کے ضابطوں پر ان کی خاموشی کے ساتھ مل کر، ان کے دلائل میں نزاکت اور گہرائی کی کمی کو نمایاں کرتی ہے۔ بالآخر، یہ اسلام کے اصول اور اس کے پیروکاروں کا نظم و ضبط ہے جو اسلام پر ان مختلف حملوں کو اکساتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اس پر کسی بھی طرح سے تنقید کر سکتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 107:

اور وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے لیے مسجد کو نقصان پہنچانے اور کفر اور مومنوں میں تفرقہ ڈالنے کے لیے اور ان لوگوں کے لیے جو اس سے پہلے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کر چکے ہیں ٹھکانا بنالیا، اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے صرف بہتر کا ارادہ کیا تھا، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

جیسا کہ آیت 108 میں بیان کیا گیا ہے، یہ ضروری ہے کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت کے لیے وقف کرتے رہیں۔ یہ عزم افراد کو امن فراہم کرے گا اور انہیں دوسروں کے منفی اثرات سے بچائے گا، چاہے ایسا تحفظ آسانی سے ظاہر نہ ہو۔ باب 9 توبہ آیت 108

اس کے اندر [نماز کے لیے] کبھی کھڑے نہ ہو، وہ مسجد جس کی بنیاد روز اول سے تقویٰ پر رکھی "گئی ہو، وہ تمہارے لیے زیادہ لائق ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کے لیے ان کی اطاعت اس بات کی ضمانت دے گی کہ وہ اپنے ارادے، قول اور عمل کو بہتر بنائیں گے، اس طرح وہ ان نعمتوں کو صحیح طور پر استعمال کرنے کے قابل بنائیں گے۔ اس کے علاوہ، وہ اسلامی تعلیمات کے اندر مذکور مثبت خصوصیات کو اپنا کر اپنے روحانی دلوں کو پاک کرتے ہیں، جیسے سخاوت، صبر اور شکرگزاری، اور اس میں مذکور منفی خصوصیات سے بچتے ہیں، جیسے کہ غرور، حسد اور لالچ۔ نتیجتاً، دونوں جہانوں میں ان کا ذہنی سکون بڑھتا ہے، کیونکہ مثبت خصوصیات کو اپنانے سے ہمیشہ ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 108

“...اس کے اندر وہ مرد ہیں جو خود کو پاک کرنا پسند کرتے ہیں”

یہ طریقہ کار انہیں متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول میں مدد فراہم کرے گا، ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں اور لوگوں کے موثر انتظامات میں سہولت فراہم کرے گا، اور انہیں قیامت کے دن ان کے جوابدہی کے لیے بھی لیس کرے گا۔ چنانچہ یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔ نتیجتاً، اللہ تعالیٰ ان کی ہر طرح کے حالات میں رہنمائی کرے گا، خواہ وہ راحت کے وقت ہوں یا مشکلات کے، اس طرح ان کے ذہنی سکون کو بہتر بنائے گا اور دونوں جہانوں میں بے شمار فوائد حاصل کرنے کی ضمانت دے گا۔ باب 9 توبہ آیت 108

”اور اللہ پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“

اس کے برعکس، دوسروں کی رضامندی یا اپنی دنیاوی خواہشات کی تکمیل کی خاطر اللہ تعالیٰ کے احکام کو نظر انداز کرنے کا انتخاب بالآخر باطنی سکون سے محروم ہو جائے گا، کیونکہ یہ اعمال اس کی عطا کردہ نعمتوں کے غلط استعمال کو فروغ دیں گے۔ 9 باب توبہ آیت 109

پھر وہ ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کی طرف سے تقویٰ اور اس کی رضامندی پر رکھی ہو ”...یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایک کنارے کے کنارے پر رکھی جو گرنے کو ہے

نتیجتاً، ان کے وجود کا ہر پہلو، خاندان، دوستی، کیریئر، اور دولت کو گھیرے ہوئے، پریشانی کے چشمے میں تبدیل ہو جائے گا۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی جاری رکھیں گے تو وہ غلطی سے اپنے تناؤ کو غلط افراد اور اپنی زندگی کے حالات، جیسے اپنے رشتہ داروں سے منسوب کر دیں گے۔ ان فائدہ مند رابطوں کو منقطع کرنے سے، وہ صرف اپنے دماغی صحت کے مسائل کو بڑھا دیں گے ممکنہ طور پر ڈپریشن، مادہ پر انحصار، اور یہاں تک کہ خودکشی کے تصور میں بھی اضافہ ہو گا۔ یہ حقیقت ان لوگوں کا مشاہدہ کرنے سے واضح ہو جاتی ہے جو اپنی عطا کردہ نعمتوں کا مسلسل غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے امیر اور نامور، جو مادی دولت سے لطف اندوز ہونے کے باوجود ذہنی صحت کے مسائل سے دوچار ہیں۔ اور بعد کی زندگی میں اس کے نتائج لامحدود زیادہ سنگین ہیں۔ 9 باب توبہ آیت 109

یا جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کنارے کے کنارے پر رکھی جو گرنے کو تھی، تو وہ اس کے ساتھ ”جہنم کی آگ میں گر گئی، اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

جیسا کہ آیت 110 میں اشارہ کیا گیا ہے، ایک لچکدار ذہنیت پیدا کرنے کے لیے، ایک مضبوط ایمان قائم کرنا بہت ضروری ہے۔ باب 9 توبہ آیت 110

ان کی عمارت جو انہوں نے بنائی ہے وہ ان کے دلوں میں شک کا باعث نہیں رہے گی جب تک کہ ”ان کے دل بند نہ ہو جائیں۔“

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کے عزم کو برقرار رکھنے کے لیے پختہ ایمان ضروری ہے، ہر حال میں، خواہ فراوانی ہو یا مصیبت۔ یہ گہرا ایمان قرآن کریم میں موجود واضح نشانیوں اور تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے سے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے پروان چڑھتا ہے۔ یہ تعلیمات یہ ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت دنیا اور آخرت دونوں میں سکون بخشتی ہے۔ اس کے برعکس، اسلامی اصولوں سے ناواقف افراد کا ایمان کمزور ہو سکتا ہے، جس سے وہ اطاعت سے بھٹکنے کا زیادہ خطرہ بن سکتے ہیں، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات الہی رہنمائی سے ٹکرا جاتی ہیں۔ اس طرح کی جہالت ان کے اس فہم پر بادل ڈال سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کے لیے اپنی خواہشات کے حوالے کر دینا دونوں جہانوں میں سکون: قلب حاصل کرنے کے لیے بہت ضروری ہے۔ باب 9 توبہ آیت 110

”اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔“

نتیجتاً، افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کے حصول اور اس کے عملی اطلاق کے ذریعے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہیں۔ اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق ان کو حاصل ہونے والی برکات کو بروئے کار لانا، بالآخر

ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دینا اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مناسب طور پر ترجیح دینا شامل ہے۔ باب 9 توبہ: آیت 111

بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں اس کے بدلے میں ان کے لیے جنت ہے، وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور مارتے ہیں، تورات اور انجیل اور قرآن میں اس کا سچا وعدہ ہے، اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنے عہد کا سچا ہے، تو خوش رہو اس پر جو تم نے بڑا سودا کیا ہے، اور تم اس پر خوش رہو جو تمہارا سودا ہے۔

اسلام کی سربلندی کے لیے جنگ میں حصہ لینا، خصوصاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ایک عمل ہے، جیسا کہ اس آیت میں واضح کیا گیا ہے۔ تاہم، جیسا کہ پہلے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، جنگ مخصوص حالات، حالات اور رہنما اصولوں تک محدود ہے جن پر عمل کرنا ضروری ہے۔

باب 9 توبہ آیت 111

بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں اس کے بدلے میں ان کے لیے جنت ہے۔“

حالانکہ اس آیت میں مذکور ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور اس کا مالک ہے، وہ اس آیت کو اس لیے بیان کرتا ہے کہ اس کی اطاعت، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، دلکش بن جائے۔ یہ بات ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے صرف یہ

توقع رکھتا ہے کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں جو اس نے ان کو دی ہیں ان کی اپنی خاطر کیونکہ یہ انہیں متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھنے کے ذریعے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے کی طرف لے جائے گا۔ اس لیے وہ ان سے یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ وہ اپنے تمام اثاثے خیرات میں عطیہ کریں اور غربت میں زندگی گزاریں۔ لیکن جو اس حقیقت کو سمجھنے سے قاصر رہتا ہے وہ اپنی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کر کے اپنی دنیاوی خواہشات کی تکمیل پر اڑے رہے گا۔ نتیجے کے طور پر، وہ ایک ذہنی اور جسمانی عدم توازن کا سامنا کریں گے، جو زندگی میں ان کے تعلقات اور ذمہ داریوں میں خلل ڈالے گا، آخر کار قیامت کے دن جوابدہی کے لیے ان کی تیاری میں رکاوٹ پیدا کرے گا۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، چاہے وہ کسی بھی دنیاوی لذتوں سے لطف اندوز ہوں۔ اور قیامت کے دن اگر انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے پوری زمین عطیہ کر کے اپنے آپ کو عذاب سے چھڑانے کا موقع ملے تو وہ ایسا کریں گے، حالانکہ اللہ نے ان سے اپنے لیے اس دنیا میں بہت کچھ کم کرنے کو کہا تھا۔ باب 10 یونس، آیت 54

اور اگر ہر ظلم کرنے والے کے پاس روئے زمین کی ہر چیز ہوتی تو وہ اسے فدیہ میں دے دیتی اور "جب وہ عذاب دیکھیں گے تو پشیمان ہوں گے، اور ان کا انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔"

لہذا ایک فرد کو چاہیے کہ وہ اپنے مفاد کے لیے اسلامی اصولوں کو اپنائے اور ان کا اطلاق کرے چاہے یہ تعلیمات اس کے ذاتی رجحانات سے متصادم ہوں۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے جو اپنے معالج کی طبی سفارشات پر عمل کرتا ہے، اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفادات کو پورا کرتا ہے، ناخوشگوار ادویات اور سخت غذائی پابندیوں کے باوجود جو ان کا سامنا ہو سکتا ہے۔ جس طرح یہ عقلمند مریض بہترین ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا اسی طرح وہ فرد بھی جو اسلامی تعلیمات پر عمل کرے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ یہ اس حقیقت کی وجہ سے ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی وہ علم رکھتا ہے جس کے پاس ایک شخص کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول میں مدد کرنے کے لیے درکار ہے، اور اس کی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو درست طریقے سے ترتیب دینے کے لیے، آخرکار اسے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کی طرف لے جاتا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 111

”تو اپنے اس لین دین پر خوش رہو جس کا تم نے معاہدہ کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔“

لوگوں کو اس پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کو اعمال کے ساتھ تائید کرنے کی ترغیب دینے کے بعد اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کر سکیں، اللہ تعالیٰ اس طرز عمل کی چند مخصوص خصوصیات کا ذکر کرتا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 112

”...[ایسے مومن ہیں] توبہ کرنے والے“

جیسا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے کاملیت کا مطالبہ نہیں کرتا، اس لیے جب بھی کوئی گناہ سرزد ہو جائے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جدوجہد میں، ان کو سچے دل سے توبہ کرنی چاہیے۔ سچی توبہ کے لیے جرم کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا اور ان لوگوں سے جن کو نقصان پہنچا ہے، بشرطیکہ اس سے اضافی مسائل پیدا نہ ہوں۔ یہ ضروری ہے کہ صحیح معنوں میں ایک ہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہ کرنے کا عہد کیا جائے اور اللہ تعالیٰ اور دوسروں کے بارے میں جو حقوق پامال ہوئے ہوں ان کی اصلاح کی جائے۔ مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق استعمال کرتے ہوئے ایمانداری کے ساتھ اس کی اطاعت پر قائم رہنا چاہیے۔

باب 9 توبہ آیت 112

”...عبادت کرنے والے“

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اللہ کی عبادت کرنا، عبادت کے رسمی اعمال سے باہر ہے، جیسے کہ روزانہ کی پانچ فرض نمازیں، کیونکہ ان میں وقت اور توانائی کم سے کم لگتی ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی حقیقی عبادت میں شامل ہے ہر حال میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ افراد دماغ اور جسم کی متوازن حالت حاصل کریں، انہیں اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں اور افراد کو مؤثر طریقے سے ترتیب دینے کے ساتھ ساتھ قیامت کے دن اپنے فرائض کے لیے خود کو مناسب طریقے سے تیار کرنے کے قابل بنائیں گے۔ نتیجتاً یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دے گا۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمان ذہنی سکون حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی صحیح طریقے سے عبادت کرنے میں ناکام رہتے ہیں، یہاں تک کہ اگر وہ اسلام کے بتائے ہوئے چند رسمی عبادات کو انجام دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے، آسانی کے وقت شکر کے ساتھ اور مشکل کے وقت صبر کے ساتھ، ہر حال میں اس کی حمد کرتا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 112

"... تعریف کرنے والے ..."

نیت کے ساتھ شکر ادا کرنے کا مطلب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرنا ہے۔ الفاظ کے ذریعے اظہار تشکر کرنے میں یا تو نیکی کی بات بیان کرنا یا خاموش رہنا شامل ہے۔ مزید برآں، اعمال کے ذریعے شکرگزاری کا اظہار کرنے کے لیے ضروری ہے کہ موصول ہونے والی نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے مزید برکات، ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی ملے گی۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

"... اگر تم شکر گزار رہو گے تو میں تمہارے حق میں ضرور اضافہ کروں گا"

مزید برآں، صبر کی تعریف قول و فعل دونوں میں شکایات سے اجتناب سے ہوتی ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر مسلسل عمل کرتے ہوئے، اس بات پر بھروسہ کرتے ہوئے کہ وہ ان کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے، چاہے یہ فوری طور پر واضح نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

اس کے نتیجے میں جو شخص ہر حال میں مستقل طور پر صحیح کام کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی ثابت قدمی اور رحمت حاصل ہوتی ہے۔ یہ الہی مدد متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور تمام عناصر اور لوگوں کو ان کی زندگیوں میں صحیح طریقے سے رکھ کر دونوں جہانوں میں امن کا باعث بنتی ہے۔ یہ حکمت صحیح مسلم نمبر 7500 میں موجود حدیث میں بیان ہوئی ہے۔

باب 9 توبہ آیت 112

”... تعریف کرنے والے ...“

مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گہرا تعلق قائم کرنا چاہتے ہیں، اس کو ہر ممکن حد تک یاد کریں، جس سے وہ دنیا اور آخرت کے چیلنجوں سے کامیابی سے گزر سکیں۔ خلاصہ یہ کہ وہ جتنا زیادہ اس کی یاد میں مشغول ہوں گے اتنا ہی اس اہم مقصد کے حصول کے قریب پہنچیں گے۔

یہ ربط اللہ تعالیٰ کے ذکر کے تین درجوں کے عملی استعمال سے پروان چڑھتا ہے۔ پہلے درجے میں داخلی اور خاموش ذکر شامل ہے، جس میں اپنے ارادوں کی اصلاح بھی شامل ہے تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ اعمال صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کیے جائیں۔ دوسرا درجہ اللہ تعالیٰ کی زبانی یاد ہے، جس میں ایسے طریقے سے بات کرنا ہے جو اس کے لیے پسند ہوں یا خاموشی اختیار کریں۔ اس عمل کی تائید صحیح مسلم نمبر 176 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ جب کسی کے پاس کہنے کے لیے کچھ اچھا نہ ہو تو خاموش رہنا قابل تعریف عمل ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ایک شکل ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کو بڑھانے کا سب سے گہرا اور موثر طریقہ اس کی جسمانی یاد ہے۔ یہ اس کے احکامات پر عمل کرنے، اس کی ممانعتوں سے بچنے، اور زندگی کے چیلنجوں کا صبر کے ساتھ مقابلہ کرنے سے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق ہوتا ہے۔ جو لوگ اس عمل میں مشغول ہوں گے وہ ان نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کریں گے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دماغ اور جسم کی متوازن حالت حاصل کریں گے، جس سے وہ اپنی زندگی کے تمام عناصر اور لوگوں کو مؤثر طریقے سے ہم آہنگ کرنے کے قابل بنائیں گے، ساتھ ہی ساتھ قیامت کے دن اپنے جوابدہی کے لیے بھی مناسب طریقے سے تیاری کریں گے۔ نتیجتاً یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دے گا۔ تاہم، اس نتیجہ کو حاصل کرنے کے لیے اسلامی علم کے حصول اور اس کے اطلاق کی ضرورت ہے، جو دنیا اور آخرت دونوں میں تمام بھلائیوں اور کامیابیوں کی بنیاد کا کام کرتا ہے۔

ابتدائی دو سطحوں پر رہنے والے افراد اپنے ارادوں کی بنیاد پر انعامات حاصل کریں گے۔ تاہم، یہ ناممکن ہے کہ وہ اپنے ایمان کی گہرائی میں اضافہ کریں یا ذہنی سکون حاصل کریں جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے تیسرے اور سب سے بلند درجے تک نہ پہنچ جائیں۔ جو لوگ کامیابی کے ساتھ تینوں سطحوں کو حاصل کرتے ہیں انہیں دونوں جہانوں میں دماغ اور جسم کا سکون یقینی بنایا گیا ہے۔ باب 13 الرعد، آیت 28

”بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔“

:اور باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمان جو اپنی ذمہ داریوں کو نبھاتے ہیں اور رضاکارانہ عبادات میں مشغول رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی یاد کے ان درجات کو حاصل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ نتیجتاً وہ اپنی عبادات اور نیک اعمال کے باوجود اس دنیا میں امن کے حصول کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔

:باب 9 توبہ آیت 112

"...مسافر [اس کی وجہ سے]..."

اس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منسلک کسی بھی وجہ سے سفر کرنا شامل ہے، جیسے اسلامی علم کے حصول کے لیے سفر کرنا۔

صحیح مسلم نمبر 6853 میں درج ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حصول علم کے لیے سفر پر نکلے گا وہ یہ پائے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔

اس بیان سے مراد وہ ٹھوس سفر ہے جو علم کی تلاش میں کرتا ہے، جیسے لیکچرز اور کلاسز میں شرکت کرنا، نیز علم کی غیر محسوس جستجو جس کے لیے جسمانی سفر کی ضرورت نہیں ہے۔ اس میں علم حاصل کرنے کے تمام طریقے شامل ہیں، جیسے سننا، پڑھنا، مطالعہ کرنا اور لکھنا۔ جنت کا سفر بے شمار چیلنجوں سے بھرا ہوا ہے جو ایک مسلمان کی ترقی میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔ صرف وہی لوگ جنت میں پہنچیں گے جو ان رکاوٹوں کا علم رکھتے ہوں اور ان پر قابو پانے کی طاقت رکھتے ہوں۔ مزید برآں، یہ واضح ہے کہ اس دنیا میں کسی منزل تک اس کے مقام اور وہاں جانے والے راستے کو سمجھے بغیر نہیں پہنچ سکتا۔ اسی رگ میں، جنت کے حصول کے لیے اس کے بارے میں علم کی ضرورت ہے، جیسا کہ اس کی طرف جانے والا راستہ۔ علم جس کا حوالہ دیا گیا ہے وہ فائدہ مند دنیوی علم اور دینی علم دونوں کو گھیرے ہوئے ہے، جیسا کہ سابقہ اکثر ایک فرد کی مدد کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کرے۔ مثال کے طور پر، ایک شخص جو ایک حلال پیشے کو محفوظ بنانے کے لیے فائدہ مند دنیوی علم حاصل کرتا ہے، اسے غیر قانونی کمائی سے بچنا آسان ہو جائے گا۔ یہ ذہنیت جنت کی تلاش میں ان کی مدد کرے گی۔

مزید یہ کہ جنت کی طرف سفر صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہونا، اس کی ممانعتوں سے پرہیز کرنا اور تقدیر کا مقابلہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا ہے۔ پس تقویٰ کی بنیاد دینی :علم کے حصول اور اس پر عمل کرنے میں ہے۔ باب 35 فاطر، آیت 28

”اللہ سے صرف وہی ڈرتے ہیں جو اس کے بندوں میں سے علم رکھتے ہیں۔“

تاہم، اس بات پر زور دینا بہت ضروری ہے کہ اسلامی علم کے حصول اور اس پر عمل کرنے میں ایک مسلمان کی نیت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ جو لوگ دنیوی مقاصد کے لیے دینی علم حاصل کرتے ہیں، مثلاً دکھاوے کے لیے، انہیں جہنم کے بارے میں تنبیہ کی گئی ہے، کیا انہیں سچی توبہ نہیں کرنی چاہیے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 253 میں درج ایک حدیث میں یہ تنبیہ بیان کی گئی ہے۔

مزید برآں، ایک مسلمان پر اپنے علم پر عمل کرنا واجب ہے، کیونکہ عمل سے خالی علم کی کوئی قیمت یا فائدہ نہیں ہے۔ یہ صورت حال ایک ایسے فرد کی طرح ہے جو محفوظ راستے سے واقف ہے لیکن پھر بھی خطرناک ماحول میں رہنے کا انتخاب کرتا ہے۔ نتیجتاً علم کو دو الگ الگ اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلی قسم میں اپنے اسلامی علم پر عمل کرنا شامل ہے، جو تقویٰ کو فروغ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو بڑھاتا ہے، جو بالآخر ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طور پر رکھ کر دونوں جہانوں میں سکون کا باعث بنتا ہے۔ دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو اپنے اسلامی علم پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ یہ آخری قسم اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافے کا باعث نہیں بنتی۔ بلکہ، یہ احساس برتری کا باعث بن سکتا ہے، حالانکہ وہ کتابوں سے لے گدھوں کے مشابہ ہیں جو انہیں کوئی فائدہ نہیں دیتے۔ باب 62: الجمعہ، آیت 5

اور پھر اس پر عمل نہیں کیا (اپنے علم پر عمل نہیں کیا) (اس گدھے کی طرح ہے جو کتابوں کی کتابیں اٹھائے ہوئے ہے)۔

:باب 9 توبہ آیت 112

"...مسافر [اس کی وجہ سے]..."

اس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے متعلق کسی بھی وجہ سے سفر کرنا شامل ہے، جیسے کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے حلال رزق کی تلاش کے لیے سفر کرنا۔ صحیح بخاری نمبر 2072 میں درج ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کسی نے اپنی محنت کے پھل سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں کھائی۔

مسلمانوں کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ سستی اور اللہ تعالیٰ پر حقیقی بھروسہ کے درمیان فرق کریں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمان حلال ملازمت کو چھوڑ دیتے ہیں، اور اس کے بجائے سماجی فوائد پر انحصار کرتے ہیں، اور مساجد پر قابض ہو جاتے ہیں اور انہیں برقرار رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں۔ یہ طرز عمل اللہ تعالیٰ پر حقیقی اعتماد کی عکاسی نہیں کرتا۔ بلکہ، یہ سستی کی مثال دیتا ہے، جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہے۔ دولت کے حصول کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ پر مستند بھروسہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو وسائل عطا کیے ہیں، جیسے کہ اپنی جسمانی صلاحیتوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق حلال مال کمانے کے لیے استعمال کرنا، اور ساتھ ہی یہ بھروسہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ ان کوششوں کے ذریعے حلال رزق فراہم کرے گا۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا جوہر یہ ہے کہ اس کے قائم کردہ اسباب کو ترک نہ کیا جائے کیونکہ اس سے وہ بے کار ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ بے مقصد کسی چیز کو پیدا نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا مقصد لوگوں کو مشکوک یا غیر قانونی طریقوں سے دولت کے حصول سے روکنا ہے کیونکہ ایک مسلمان کو اس بات پر پختہ یقین رکھنا چاہیے کہ ان کا رزق بشمول مال، زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے سے طے شدہ تھا۔ اس عقیدہ کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ اس طرح کی تقسیم کسی بھی حالت میں ناقابل تغیر ہے۔ ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس رزق کو حلال ذرائع سے حاصل کرنے کی کوشش کرے، جو انبیاء علیہم السلام کی روایت کے مطابق ہو۔ صحیح بخاری نمبر 2072 میں موجود ایک حدیث میں اس اصول پر مزید تاکید کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فراہم کردہ وسائل کو بروئے کار لانا اس پر بھروسہ کرنے کا ایک لازمی پہلو ہے، کیونکہ اس نے یہ اسباب اسی خاص مقصد کے لیے بنائے ہیں۔ لہذا، ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے، سماجی فوائد پر بھروسہ کرتے ہوئے سستی کا شکار نہیں ہونا چاہیے جب کہ وہ اپنی کوششوں اور اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ اور فراہم کردہ وسائل سے حلال مال کمانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

"...مسافر [اس کی وجہ سے]..."

اس کی تعبیر روزہ رکھنے والوں کے لیے بھی کی جا سکتی ہے۔ سنن نسائی نمبر 2219 میں درج ایک الوہی حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمام اعمال صالحہ جو افراد انجام دیتے ہیں آخرکار ان کے لیے ہیں، سوائے روزے کے، جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو اس کا براہ راست اجر دے گا۔

یہ حدیث روزے کی الگ نوعیت پر روشنی ڈالتی ہے۔ اس خصوصیت کی ایک وجہ یہ ہے کہ دیگر تمام نیک اعمال دوسروں کے ذریعہ قابل مشاہدہ ہیں، جیسے نماز، یا افراد کے درمیان تعامل شامل ہیں جیسے خفیہ خیرات۔ اس کے برعکس، روزہ ایک منفرد فضیلت والا عمل ہے، کیونکہ اسے محض مشاہدے سے نہیں سمجھا جا سکتا۔

مزید برآں، روزہ ایک فرد کے تمام پہلوؤں پر ایک جامع پابندی کا کام کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص صحیح طریقے سے روزہ رکھتا ہے وہ زبانی اور جسمانی دونوں طرح کی زیادتیوں سے محفوظ رہے گا، جیسے کہ غیر قانونی معاملات کو دیکھنا یا سننا۔ جبکہ نماز بھی اس پابندی کو آسان بناتی ہے، یہ ایک مختصر مدت تک محدود ہے اور دوسروں کو نظر آتی ہے، جب کہ روزہ دن بھر برقرار رہتا ہے اور دوسروں کو نظر نہیں آتا ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 45

”...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے“

اس کے بعد کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص بغیر کسی شرعی جواز کے فرض روزوں کو ادا کرنے میں ناکام رہتا ہے اسے حقیقی مومن نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ دونوں پہلو باطنی طور پر جڑے ہوئے ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 183

اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 723 میں درج ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ اگر کوئی مسلمان بغیر کسی شرعی وجہ کے ایک فرض روزہ بھی پورا نہ کر سکے تو وہ ضائع ہونے والے اجر و ثواب کی تلافی نہیں کر سکتا، خواہ وہ ساری زندگی روزے ہی کیوں نہ رکھے۔

مزید برآں، جیسا کہ پہلے آیت میں اشارہ کیا گیا ہے، مناسب روزہ تقویٰ کو فروغ دیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف دن کے وقت کھانے سے پرہیز کرنے سے تقویٰ پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ روزے کے دوران گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال میں مشغول رہنے کی شعوری کوشش ہے جو حقیقی تقویٰ کی طرف لے جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی نمبر 707 میں ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر کوئی جھوٹی باتوں اور افعال سے باز نہ آئے تو روزہ کی کوئی اہمیت نہیں۔ اسی طرح سنن ابن ماجہ کی ایک حدیث نمبر 1690 میں تنبیہ کی گئی ہے کہ بعض روزہ داروں کو بھوک کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ روزے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لیے جوں جوں زیادہ ذہین اور مستعد ہو جاتا ہے، یہ عمل بالآخر روزے کے دورانیے سے باہر بھی ان کے طرز عمل کو متاثر کرے گا۔ یہ حقیقی تقویٰ کی مثال دیتا ہے۔

اس سے پہلے کہی گئی آیت میں جس راستبازی کا حوالہ دیا گیا ہے اس کا تعلق روزے سے ہے، کیونکہ روزہ انسان کی بنیادی خواہشات اور جذبات کو کم کرتا ہے۔ یہ غرور اور گناہ کی طرف جھکاؤ کو کم کرتا ہے۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ روزہ جسمانی بھوک اور جسمانی خواہشات دونوں کو دباتا ہے، جو کہ بے شمار گناہوں میں اہم معاون ہیں۔ مزید برآں، ان دو پہلوؤں کی خواہش اکثر دوسرے ناجائز کاموں کی خواہش سے بڑھ جاتی ہے۔ لہذا، جو لوگ روزے کے ذریعے ان خواہشات کا انتظام کرتے ہیں، ان کو کم برے رجحانات پر قابو پانا آسان ہو جائے گا۔ یہ راستبازی کی طرف جاتا ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، روزے کے مختلف درجات موجود ہیں۔ روزے کے ابتدائی اور بنیادی ترین درجے میں ان چیزوں سے پرہیز کرنا شامل ہے جو روزہ کو باطل کرتی ہیں، جیسے کہ کھانا۔ اس کے بعد کے درجے میں ایسے گناہوں سے پرہیز کرنا ہے جو روزہ کے ثواب کو کم کر دیتے ہیں جیسے جھوٹ بولنا۔ اس تصور کی تائید سنن نسائی نمبر 2235 میں درج ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ روزہ کا اگلا درجہ ایک جامع نقطہ نظر پر محیط ہے جہاں جسم کا ہر حصہ گناہ کے رویے سے باز رہتا ہے۔ مثال کے طور پر، آنکھیں ممنوعہ جگہوں کو دیکھنے سے گریز کرتی ہیں، اور کان ممنوعہ آوازوں کو سننے سے گریز کرتے ہیں۔ اس کے بعد، اگلی سطح روزے کے ادوار کے باہر بھی اس طرز عمل کو برقرار رکھنے کی خصوصیت ہے۔ آخرکار، روزہ کا اعلیٰ درجہ ان تمام امور سے مکمل پرہیز کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ سے غیر متعلق ہیں، جس کا مطلب ہے کہ ان کو عطا کی گئی نعمتوں کے غلط استعمال سے بچنا، جیسے کہ ان کا وقت، گناہوں یا معمولی طریقوں سے۔

مزید برآں، ایک مسلمان کو گناہ یا لغو خیالات سے پرہیز کرتے ہوئے جسم کے ظاہری روزے کے متوازی باطنی روزے میں مشغول رہنا چاہیے۔ انہیں اپنی خواہشات سے چمٹے رہنے کی بجائے اپنی ذمہ داریوں اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے پر توجہ دینی چاہیے۔ مزید برآں، انہیں اللہ تعالیٰ کے فرمان پر اندرونی طور پر سوال کرنے سے گریز کرنا چاہیے، اور تقدیر اور اس میں شامل تمام چیزوں کو قبول کرنا چاہیے، یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ صرف اپنے بندوں کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے، خواہ ان فیصلوں کے پیچھے کی حکمت واضح نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

بالآخر، ایک مسلمان کو اپنے روزے کی رازداری کو برقرار رکھتے ہوئے اور جب ممکن ہو دوسروں کے سامنے افشاء کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ غیر ضروری افشاء ظاہری کے ساتھ وابستہ ہونے کی وجہ سے ثواب میں کمی کا باعث بن سکتا ہے۔

باب 9 توبہ آیت 112

”...رکوع اور سجدہ کرنے والے“

عام طور پر اس آیت سے مراد اللہ تعالیٰ کے ہر حکم، ممانعت اور فرمان کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہے۔ انسان کو یہ مان لینا چاہیے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، وہی جانتا ہے کہ ہر حال میں ان کے لیے کیا بہتر ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

انہیں علم اور دور اندیشی میں اپنی کمی کو پہچاننا چاہیے اور اس لیے اللہ تعالیٰ کے انتخاب کو اپنی پسند اور دوسروں کے انتخاب پر ترجیح دینا چاہیے۔ لہذا، ایک شخص کو اپنے فائدے کے لیے اسلامی اصولوں کو اپنانا چاہیے اور ان پر عمل کرنا چاہیے، خواہ یہ اصول اس کی ذاتی خواہشات سے ٹکرائیں۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح کام کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے پر عمل کرتا ہے یہ سمجھتے ہوئے کہ اس طرح کی رہنمائی ان کے بہترین مفاد میں ہے، چاہے اس کا مطلب ناخوشگوار ادویات لینا اور سخت غذا پر عمل کرنا ہو۔ جس طرح یہ عقلمند مریض بہترین ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ فرد جو اسلامی تعلیمات کو پہچانے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی واحد ہستی ہے جس کے پاس ضروری علم ہے جو انسان کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے اور اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں اور لوگوں کو صحیح طریقے سے منظم کرنے کے ذریعے ذہنی سکون حاصل کرنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔

باب 9 توبہ آیت 112

”...رکوع اور سجدہ کرنے والے“

خاص طور پر، اس سے مراد فرض نمازوں کو قائم کرنا ہے، جو تمام نیک اعمال کا مرکزی ستون ہیں۔ فرض نمازوں کو قائم کرنے کا عمل ان کی مکمل شرائط اور آداب کے مطابق ادا کرنا شامل ہے جس میں ان نمازوں کو وقت پر ادا کرنا بھی شامل ہے۔ فرض نمازوں کو قائم کرنے کی اہمیت پر اکثر قرآن پاک میں زور دیا گیا ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے سب سے اہم عملی اظہار کی نمائندگی کرتا ہے۔ مزید برآں، چونکہ روزانہ کی دعائیں پورے دن میں پھیلی ہوئی ہیں، اس لیے یہ روزِ قیامت کی مستقل یاد دہانی کے طور پر کام کرتی ہیں، مؤثر طریقے سے لوگوں کو اس کے لیے تیار کرتی ہیں، کیونکہ فرض نماز کا ہر عنصر فطری طور پر یومِ قیامت سے جڑا ہوا ہے۔ جب کوئی شخص سیدھا کھڑا ہوتا ہے تو یہ مقام اس بات کی علامت ہوتا ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ: باب 83 المطففین، آیات 4-6 کے سامنے کس طرح پیش کرے گا۔

کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے، ایک عظیم دن کے لیے جس دن انسان رب "العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے؟

جھکنا ان متعدد افراد کی ایک اہم یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے جنہیں قیامت کے دن اپنی زندگی کے دوران اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے میں ناکام رہنے پر تنقید کا سامنا کرنا پڑے گا۔ باب 77: المرسلات، آیت 48

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو تو وہ رکوع نہیں کرتے۔

یہ تنقید زندگی کے تمام پہلوؤں میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے سامنے پوری طرح سرتسلیم خم کرنے میں ان کی نابلہی پر زور دیتی ہے۔ نماز کے دوران سجدہ کا عمل اس وقت کی یاد دہانی کا کام کرتا ہے جب قیامت کے دن ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ وہ افراد جنہوں نے اپنے زمینی وجود کے دوران - زندگی کے ہر پہلو میں اس کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے اس کے سامنے مکمل طور پر سرتسلیم خم نہیں کیا - وہ قیامت کے دن اسے سجدہ کرنے کے قابل نہیں پائیں گے۔ باب 68 القلم، آیات 42-43

جس دن حالات سنگین ہو جائیں گے، انہیں سجدہ کرنے کی دعوت دی جائے گی، لیکن ایسا کرنے سے روکا جائے گا، ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی، ذلت ان پر چھائی ہوئی ہے، اور انہیں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا جب وہ ٹھیک تھے۔

نماز کے دوران گھٹنے ٹیکنے کی پوزیشن کو سنبھالنا اس بات کی گہرائی سے یاد دہانی کا کام کرتا ہے کہ لوگ کس طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے گھٹنے ٹیکیں گے اور اپنے حتمی نتائج کے بارے میں فکر مند ہوں گے۔ باب 45 الجثیہ، آیت 28

اور تم ہر امت کو گھٹنے ٹیکتے ہوئے دیکھو گے اور ہر قوم کو اس کے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا کہ آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

جو لوگ اپنی نمازوں میں مشغول رہتے ہوئے ان عوامل پر غور کریں گے وہ ان کو درست طریقے سے ادا کریں گے، اس طرح فرض نمازوں کے درمیانی وقفوں میں اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت کریں گے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 45

”...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے“

جیسا کہ فرض نمازیں اچھے کام کرنے اور گناہوں سے بچنے کی ترغیب دیتی ہیں، اسی طرح انسان اس ترغیب کو دوسروں کو نیکی کی نصیحت اور برے کاموں سے تنبیہ کر کے لامحالہ منتقل کرے گا۔ باب 9 توبہ آیت 112

رکوع اور سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے منع کرنے والے۔“

مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ مستقل طور پر نیکی کی وکالت کرتے رہیں اور اسلامی اصولوں کے مطابق غلط کاموں کو روکتے رہیں، یہ سب کچھ احسان مندی کے ساتھ ہوتا ہے۔ ایک مسلمان کو یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی سادہ سی پابندی انہیں گمراہ افراد کے مضر اثرات سے محفوظ رکھے گی۔ جس طرح ایک قدیم سیب بوسیدہ چیزوں سے گھیرنے پر داغدار ہو سکتا ہے اسی طرح ایک مسلمان جو دوسروں کو نیکی کی طرف ترغیب دینے میں ناکام رہتا ہے، لامحالہ ان کے نقصان دہ اعمال سے بہہ جائے گا، خواہ ظاہری ہو یا لطیف۔ یہاں تک کہ اگر بڑی کمیونٹی بے حس ہو جاتی ہے، تب بھی کسی کو اپنے زیر کفالت افراد، جیسے کہ خاندان کے افراد کی رہنمائی کرتے رہنا چاہیے، کیونکہ ان کا منفی طرز عمل ان پر گہرا اثر ڈال سکتا ہے۔ مزید برآں، سنن ابوداؤد نمبر 2928 میں موجود ایک حدیث میں اس فرض کی تاکید کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ جب ایک مسلمان کو دوسروں کی طرف سے لاتعلقی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو مستقل طور پر نرمی سے نصیحت کرتے ہوئے، صحیح دلائل اور علم پر مبنی ہو۔ مناسب سمجھ اور احترام کے بغیر اچھائی کی وکالت کرنا اور برائی سے منع کرنا صرف لوگوں کو سچائی اور صحیح رہنمائی سے دور کرے گا، جو پوری کمیونٹی پر منفی اثر ڈالے گا۔

نیکی کی صحیح ترویج اور برائی کی ممانعت کے ذریعے ہی انسان اپنے آپ کو معاشرتی منفی اثرات سے بچا سکتا ہے اور قیامت کے دن بخشش حاصل کر سکتا ہے۔ باب 7 الاعراف، آیت 164

اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ تم ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا سخت عذاب دینے والا ہے؟ "تو انہوں نے کہا: تمہارے رب کے سامنے بری ہو جاؤ اور شاید کہ وہ اس سے ڈریں۔"

اس کے باوجود، جب لوگ اپنے ذاتی مفادات پر خصوصی توجہ مرکوز کرتے ہیں اور اپنے آس پاس کے لوگوں کے اعمال کو نظر انداز کرتے ہیں، تو ایک درست تشویش پیدا ہوتی ہے کہ دوسروں کی طرف سے منفی اثرات بالآخر ان کی اپنی گمراہی کا باعث بن سکتے ہیں۔

آخر میں، قابل ستائش رویے جن کو فروغ دیا جانا چاہیے اور جن ناپسندیدہ رویوں کی حوصلہ شکنی کی جانی چاہیے، ان کو وسیع تر کمیونٹی کے لیے واضح طور پر نیک یا غیر اخلاقی تسلیم کیا جانا چاہیے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ثانوی اسلامی مسائل کے حکم یا ممانعت سے گریز کیا جائے جن کے لیے گہرے فہم کی ضرورت ہے، کیونکہ آیت 112 میں اس کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے۔

باب 9 توبہ آیت 112

اور جو اللہ کی حدود کی پابندی کرتے ہیں۔“

یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ تقویٰ کے ایک پہلو میں بعض جائز اعمال سے پرہیز کرنا اس خدشے کی وجہ سے ہے کہ وہ غیر قانونی رویے کا باعث بن سکتے ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 187

“یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں، ان کے قریب نہ جاؤ۔“

اللہ تعالیٰ نے محض اپنی حدود سے تجاوز کرنے سے منع نہیں کیا۔ بلکہ اس نے واضح طور پر کہا کہ افراد کو اس کی حدود کے قریب بھی نہیں آنا چاہیے۔ اس ہدایت پر قرآن پاک میں بار بار تاکید کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں درخت کا پھل کھانے سے پرہیز کرنے کا حکم دیا اور اس کے ساتھ ساتھ درخت کے قریب جانے سے بھی خبردار کیا حالانکہ اس کے قریب جانے کی اجازت تھی۔ باب 7 الاعراف، آیت 19

اور اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ لیکن اس درخت کے قریب“
 “نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

بے شمار مثالیں واضح کرتی ہیں کہ کسی عمل کی سادہ قانونی حیثیت ضروری نہیں کہ اس میں مشغول ہونا عقلمندی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کے ساتھ تعامل حرام نہیں ہے۔ صرف ان حدود سے تجاوز کرنا غیر قانونی سمجھا جاتا ہے۔ کچھ کام جو جائز ہیں، خاص طور پر جو بیہودہ سمجھے جاتے ہیں، ان سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ وہ اکثر غیر قانونی عمل کا باعث بنتے ہیں۔ مثال کے طور پر، فضول گفتگو، اگرچہ گناہ کے طور پر درجہ بندی نہیں کی گئی ہے، اس کے نتیجے میں گپ شپ اور جھوٹ جیسے گناہ ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح وسائل کا بیہودہ استعمال کثرت سے فضول خرچی کا باعث بنتا ہے جسے گناہ کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ باب 17 الاسراء، آیت 27

بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا کبھی ناشکر رہا“
 “ہے۔

صحیح راستے سے ہٹنے والے لوگوں کی اکثریت نے ایسا تدریجی عمل سے کیا ہے۔ مثال کے طور پر، وہ پہلے غیر قانونی معاملات میں براہ راست ملوث ہونے کے بغیر مشغول ہوئے، اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ، ان کو ان غیر قانونی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے لیے ان کی حوصلہ افزائی اور لالچ دی گئی۔ مثال کے طور پر، ایک فرد جو الکحل پینے والوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، بالآخر اس میں حصہ لینے کا زیادہ امکان اس شخص کے مقابلے میں ہوتا ہے جو شراب پینے والوں کے ساتھ بات چیت نہیں کرتا ہے۔ بعض حلال امور سے اجتناب کرنے کا یہ طریقہ ہے، خاص طور پر جو باطل ہیں، وہ چیز ہے جس کی نصیحت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2451 میں درج ایک حدیث میں فرمائی ہے۔ درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ کیا ہے کہ کوئی شخص حقیقی تقویٰ حاصل نہیں کر سکتا، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان نعمتوں کو مستقل طور پر استعمال نہیں کر سکتا جب تک کہ اسے اسلامی شریعت کے ساتھ اصولی طور پر عطا کیا گیا ہو۔ اس تشویش سے کہ یہ انہیں غیر قانونی کی طرف لے جا سکتا ہے۔ لہذا، کسی کو نہ صرف غیر قانونی

کاموں سے بچنے کے لیے بلکہ بعض حلال امور سے، خاص طور پر بیہودہ امور سے بچنے کے لیے اس خدشے کی وجہ سے کہ ان کے نتیجے میں غیر قانونی رویے کا نتیجہ ہو سکتا ہے، سے بچنے کے لیے زیادہ احتیاط برتنی چاہیے۔ یہ تندہی اس بات کو یقینی بنائے گی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں ثابت قدم رہیں، جس میں ان کو حاصل ہونے والی نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جیسا کہ قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات، جو راستبازی کے جوہر کو سمیٹتی ہیں اور اس دنیا میں سکون اور ذہنی توازن کو فروغ دیتی ہیں۔ اور ان کی زندگی کے تمام عناصر اور لوگوں کو صحیح طریقے سے سیدھ میں لانے کے ذریعے۔ باب 2 البقرہ، آیت 187:

”اس طرح اللہ لوگوں کے لیے اپنی آیات کو واضح کرتا ہے تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں۔“

اور باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود سے بچنے کی اہمیت کو تسلیم کرنے میں ناکام رہتے ہیں، وہ جائز کاموں، خاص طور پر فضول معاملات میں ضرورت سے زیادہ مشغول ہوتے ہیں۔ یہ زیادتی حرام کاموں میں حصہ لینے کے امکانات کو بڑھا دیتی ہے اور ان کو عطا کی گئی نعمتوں کے غلط استعمال کا باعث بنتی ہے۔ نتیجے کے طور پر، وہ ایک ذہنی اور جسمانی عدم توازن کا تجربہ کریں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے، بالآخر انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے سے روکیں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، چاہے وہ کسی بھی مادی آسائش سے لطف اندوز ہوں۔ باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جس کے بدلے میں وہ کماتے تھے۔"

:اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (اللہ تعالیٰ) (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے انہیں بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

:باب 9 توبہ آیت 112

،[ایسے مومنین] توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، مسافر [اس کی راہ میں]" رکوع اور سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے منع کرنے والے اور اللہ کی "مقرر کردہ حدود کی پابندی کرنے والے ہیں۔

وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان کی تصدیق کرتے ہیں، اسی طرح کے اعمال کے ساتھ دونوں جہانوں میں سکون حاصل کرتے ہیں۔ یہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کو حاصل کرنے، ان کی زندگی میں تمام پہلوؤں اور افراد کو مناسب طور پر پوزیشن دینے، اور قیامت کے دن ان کے جوابدہی کے لیے کافی تیاری کر کے پورا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس طرز عمل سے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل ہو گا۔ باب 9 توبہ آیت 112

اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو۔“

جبکہ جو لوگ عمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت میں ناکام رہتے ہیں ان کا ایمان ختم ہونے کا شدید خطرہ ہے۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کی طرح ہے جسے پھلانے پھولنے اور چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہے۔ جس طرح ایک پودا جس میں ضروری وسائل کی کمی ہوتی ہے، جیسے کہ سورج کی روشنی، مرجھا جاتی ہے، اسی طرح ایک فرد کا ایمان بھی ختم ہو سکتا ہے اور مر سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے کاموں سے تعاون نہ ملے۔ اس صورت میں کسی شخص کی شفاعت انہیں عذاب سے نہیں بچا سکے گی۔ باب 9 توبہ آیت 113

نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ کام نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے استغفار کریں، خواہ وہ رشتہ دار“
“ہی کیوں نہ ہوں، جب کہ ان پر یہ واضح ہو چکا ہے کہ وہ جہنم کے ساتھی ہیں۔

مدینہ کی طرف ہجرت سے پہلے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کی حیثیت سے ابو طالب بسترِ مرگ پر لیٹ گئے، ان کے غیر مسلم رشتہ دار ان کے گرد جمع ہو گئے، اس امید پر کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے ساتھ رعایت کرنے پر آمادہ کریں گے۔ تاہم، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بجائے ابو طالب کو اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی۔ افسوس کی بات ہے کہ انہیں اپنے رشتہ داروں کی طرف سے مسلسل مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور بالآخر ابو طالب ایک غیر مسلم کی حیثیت سے انتقال کر گئے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے استغفار کرتے رہنے کی قسم کھائی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے توبہ کی آیت نمبر 113 میں باب 9 نازل فرمایا

نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ کام نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے استغفار کریں، خواہ وہ رشتہ دار”
“ہی کیوں نہ ہوں، جب کہ ان پر یہ واضح ہو چکا ہے کہ وہ جہنم کے ساتھی ہیں۔

:اور باب 28 القصص، آیت 56

بے شک تم جس سے محبت کرتے ہو اسے ہدایت نہیں دیتے بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے”
“اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔

اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 2، صفحہ 83-84 میں بحث کی گئی ہے اور صحیح بخاری
نمبر 4772 میں موجود ایک حدیث بھی اس واقعہ پر بحث کرتی ہے۔

یہ واقعہ اس بات کو تسلیم کرنے کی اہمیت کو واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر صحیح رہنمائی یا
گمراہی مسلط نہیں کرتا کیونکہ اس طرح کے اعمال اس دنیا میں زندگی کے بنیادی مقصد سے متصادم
ہوں گے۔ باب 67 الملک، آیت 2

"...[وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں بہتر ہے]

اللہ، عالی، واضح ثبوتوں اور دلائل کے ذریعے سچائی فراہم کرتا ہے، بعد ازاں افراد کو اپنے فیصلے
خود کرنے کی خود مختاری دیتا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی فرد صحیح رہنمائی چاہتا ہے تو اسے کھلے ذہن

کے ساتھ اسلامی علم کا مطالعہ کرنا چاہیے اور بعد میں اس کے واضح دلائل کی بنیاد پر اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہیے۔ یہ عرضداشت اسلامی تعلیمات کے مطابق ان پر عطا کی گئی نعمتوں سے استفادہ پر مشتمل ہے۔ اس لیے اس عملی کوشش کے بغیر کوئی شخص صحیح رہنمائی حاصل نہیں کر سکتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو صحیح ہدایت پر مجبور نہیں کرتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شروع میں اپنے فوت شدہ غیر مسلم رشتہ داروں اور دوستوں کے لیے دعائے مغفرت کرتے تھے کہ یہ قابل قبول ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کی :مغفرت کے لیے بھی دعا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ باب 9 توبہ آیت 114

اور ابراہیم کی اپنے باپ کے لیے معافی کی درخواست صرف اس وعدے کی وجہ سے تھی جو اس "نے ان سے کیا تھا

لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقام اور طرز عمل کو واضح کرتے ہوئے واضح کیا کہ ایک بار جب انہوں نے اپنے والد کے کفر پر قائم رہنے اور حق کی مخالفت کی گواہی دی تو وہ ان سے، ان کے طرز زندگی اور اپنے عقائد سے علیحدگی اختیار کر گئے۔ باب 9 توبہ آیت 114

لیکن جب ابراہیم پر یہ بات کھل گئی کہ ان کا باپ اللہ کا دشمن ہے تو اس نے خود کو اس سے الگ "کر لیا

عام طور پر، یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی کے رشتہ داروں سمیت دوسروں پر صحیح رہنمائی مسلط کی جائے۔ ایک مسلمان کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اسلام کی تعلیمات کو نرمی اور مہربانی کے ساتھ

دوسروں پر واضح کرے، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا، انہیں محض تقلید کے بجائے ثبوت کی بنیاد پر اسلام قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دی تھی۔ باب 9 توبہ آیت 114

”بے شک ابراہیم رحمہ اللہ اور بردبار تھے۔“

اس طرح، افراد اپنی راہیں چننے کے لیے آزاد ہیں، اور جس مسلمان نے اسلامی تعلیمات کو درست طریقے سے ان تک پہنچایا ہے، اس پر کوئی الزام نہیں ہوگا اور وہ دوسروں کے فیصلوں کے لیے جوابدہ نہیں ہوگا۔ باب 88 الغاشیہ، آیات 21-22

”تو یاد دلائیں، آپ صرف ایک یاد دہانی ہیں، آپ ان پر قابو پانے والے نہیں ہیں۔“

چنانچہ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں اور ذمہ داریوں پر توجہ مرکوز کرے، ایسے معاملات کے بارے میں غیر ضروری تناؤ سے گریز کرے جن کے لیے وہ جوابدہ نہیں ہوں گے جیسے کہ دوسروں کی زندگی کے فیصلے، جب وہ ان کے بارے میں اپنے فرائض کو مناسب طریقے سے ادا کر لیتے ہیں۔

باب 9 توبہ آیت 114

لیکن جب ابراہیم پر یہ بات کھل گئی کہ ان کا باپ اللہ کا دشمن ہے تو اس نے خود کو اس سے الگ کر لیا، بے شک ابراہیم رحم دل اور بردبار تھے۔

چونکہ اسلام ایک توازن کا مذہب ہے یہ مسلمانوں کو تمام لوگوں کے ساتھ نرم رویہ اپنانے اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق ان کے حقوق ادا کرنے کا درس دیتا ہے۔ لیکن ایک مسلمان کو اس سے بڑھ کر ایسے لوگوں کے ساتھ تعلق قائم نہیں رکھنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہتے ہیں میں موجود سنن ابوداؤد نمبر 4833 کیونکہ وہ لازماً اپنے ساتھیوں کے منفی رویے کو اپنائیں گے۔ حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے ۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر صحیح ہدایت یا گمراہی پر مجبور نہیں کرتا۔ اس کے بجائے، وہ بنی نوع انسان کو صحیح رہنمائی پیش کرتا ہے اور انہیں زندگی میں اپنا راستہ خود طے کرنے کی اجازت دیتا ہے اور پھر انہیں ان کی پسند کے لیے جوابدہ ٹھہراتا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 115:

اور اللہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد اس وقت تک گمراہ نہیں ہونے دیتا جب تک کہ وہ ان پر " واضح نہ کر دے کہ انہیں کن چیزوں سے بچنا چاہیے۔"

اگر کوئی شخص اسلام سے انکار کرنے کا انتخاب کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کو عمل کے ساتھ ساتھ دینے میں ناکام رہتا ہے، تو اس کی گمراہی کا ذمہ دار ان کے سوا کوئی نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے صحیح ہدایت کا راستہ بنایا ہے، جو دونوں جہانوں میں سکون قلب کا باعث ہے، تمام لوگوں کے لیے واضح ہے۔ لہذا، کسی کو اپنے فائدے کے لیے اسلامی اصولوں کو اپنانا اور ان پر عمل کرنا چاہیے، خواہ اس طرح کے اعمال اس کی ذاتی خواہشات کے خلاف ہوں۔ انہیں اپنے آپ کو ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفاد میں ہے، یہاں تک کہ جب ناخوشگوار علاج اور سخت

خوراک کا سامنا ہو۔ جس طرح یہ عقلمند مریض بہترین ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ فرد جو اسلامی تعلیمات کو پہچانے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس وہ منفرد علم ہے جو انسان کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کی طرف رہنمائی کرنے اور اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں اور افراد کو صحیح طریقے سے ترتیب دینے کے لیے ضروری ہے تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کی طرف لے جائیں۔ باب 9 توبہ آیت 115

”بے شک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔“

بالآخر، چونکہ جو کچھ موجود ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور اختیار میں ہے، اس لیے لوگوں کے لیے اس کے احکام کی تعمیل کرنا بہت ضروری ہے۔ باب 9 توبہ آیت 116

بے شک آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے، وہی زندگی دیتا ہے اور وہی مارتا ہے۔“

،جس طرح کسی کو کسی قوم کے قوانین کی خلاف ورزی کرنے پر سزا کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے اسی طرح خالق کی طرف سے مقرر کردہ الہی ضابطوں کو نظر انداز کرنا اس زندگی اور بعد کی زندگی دونوں میں چیلنجوں کا باعث بنے گا۔ اگرچہ ایک فرد کسی ناپسندیدہ ملک سے نکلنے کا انتخاب کر سکتا ہے، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت سے نہیں بچ سکتا۔ اگرچہ لوگ معاشرتی اصولوں کو تبدیل کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ الہی قوانین کو تبدیل نہیں کر سکتے۔ جس طرح ایک گھر کا مالک اپنی جائیداد کے لیے قوانین کا حکم دیتا ہے، اسی طرح کائنات اللہ تعالیٰ کی حکومت کے ماتحت ہے، جو انسانی منظوری کی ضرورت کے بغیر صرف اپنے قوانین کا تعین کرتا ہے۔ پس ذاتی فائدے کے لیے ان الہی ضابطوں کی پابندی ضروری ہے۔ جو لوگ اس حقیقت کو سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو اس نے ان کو عطا کی ہیں جو اس کو پسند ہیں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ افراد ذاتی اور معاشرتی بھلائی کو فروغ دینے میں ان کی اہمیت کو

تسلیم کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ممانعتوں کے پیچھے موجود حکمت کو پہچاننے کا انتخاب کر سکتے ہیں، یا وہ اپنی خواہشات کے آگے جھک کر اسلامی تعلیمات کو مسترد کر سکتے ہیں۔ تاہم، جو لوگ اسلامی اصولوں کو نظر انداز کرتے ہیں، ان کو اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنے کے لیے دنیا اور آخرت میں تیار رہنا چاہیے، کیونکہ کوئی بھی اعتراض یا شکایات ان کو نتائج سے بچا نہیں سکتی۔ باب 9 توبہ آیت 116

اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار۔“

جب تک کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان کے زبانی اعلان کی تائید کرتا ہے، عمل سے، اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، وہ ہر حال میں، خواہ آسانی کے وقت ہوں یا مشکل کے وقت، اس کی مدد اور رہنمائی حاصل کریں گے، تاکہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور ہر چیز کے اندر اپنی زندگی کو درست طریقے سے ترتیب دے کر: دونوں جہانوں میں سکون حاصل کریں۔ باب 9 توبہ آیت 117

اللہ نے پہلے ہی نبی اور مکہ سے مہاجرین اور مدینہ کی رہائش گاہ کی طرف رجوع کیا ہے جنہوں "نے مشکل کی گھڑی میں آپ کا پیچھا کیا۔"

اسلامی تعلیمات کو سیکھ کر اور ان پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی جتنی زیادہ اطاعت کرے گا، اس کا ایمان اتنا ہی مضبوط ہو گا۔ اس کے حصول کے لیے مضبوط ایمان بہت ضروری ہے کیونکہ یہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہے، ہر حال میں، خواہ آسانی ہو یا مشکل، جیسے کہ تبوک کی مہم جو کہ ایک بہت ہی خطرناک اور مشکل مہم تھی۔ باب 9 توبہ آیت 117

جب کہ ان میں سے ایک جماعت کے دل تقریباً منحرف ہو چکے تھے، پھر وہ ان کی طرف متوجہ ہوا۔“

ایک مضبوط ایمان اس وقت پیدا ہوتا ہے جب لوگ قرآن پاک میں پیش کردہ واضح نشانیوں اور شواہد کو سمجھتے اور ان پر عمل کرتے ہیں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو سمجھتے ہیں۔ یہ تعلیمات اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سچی سر تسلیم خم کرنا دنیا اور آخرت دونوں میں سکون کا باعث ہے۔ اس کے برعکس، جو لوگ اسلامی اصولوں کو نظر انداز کرتے ہیں ان کا ایمان کمزور ہونے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ ایسے لوگ اکثر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں، جب ان کی ذاتی خواہشات اس کے احکام سے ٹکراتی ہیں، یہ نہیں سمجھتے کہ ان کی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حق میں پیش کرنے سے دونوں جہانوں میں سکون ملتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اسلامی علم کے حصول اور اس کے اطلاق کے ذریعے ایمان کا یقین حاصل کیا جائے، اللہ تعالیٰ کی ہر وقت اطاعت کو یقینی بنایا جائے۔ اس میں اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال شامل ہے۔ ایسا کرنے سے، اللہ تعالیٰ ان کو دونوں جہانوں میں امن سے نوازے گا، ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کے ساتھ تمام افراد اور ان کی زندگی کے پہلوؤں کو مناسب طور پر ترجیح دے گا۔ باب 9 توبہ آیت 117

“بے شک وہ ان پر مہربان اور رحم کرنے والا تھا۔“

تینوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حیثیت سے جو کابلی کی وجہ سے غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہے، ان کے سماجی بائیکاٹ کے دوران، اللہ تعالیٰ نے پچاس دن کے بعد ان کی طرف رحمت و مغفرت سے رجوع کیا۔ ان تینوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر صحیح مسلم نمبر 7016 میں موجود ایک حدیث میں موجود ہے۔ باب 9 توبہ آیت 118

اور پیچھے رہ جانے والے تینوں کو [اور اپنی غلطی پر پشیمانی [یہاں تک کہ زمین اپنی وسعت کے " باوجود ان پر بند ہوگئی اور ان کی روحیں تنگ ہوگئیں اور انہیں یقین ہوگیا کہ اللہ کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں، پھر اس نے ان کی طرف رجوع کیا تاکہ وہ توبہ کریں، بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا "ہے۔

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ جب کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے تو اسے ذہنی صحت کے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ اس طرح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے جو اسے عطا کی گئی ہیں۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو ذہنی اور جسمانی دونوں طرح کے خلفشار کا سامنا کرتے ہوئے، اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیتے ہوئے، اور روزِ قیامت اپنے احتساب کے لیے ناکافی طور پر تیاری کرتے ہوئے پائیں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، چاہے وہ کسی بھی مادی آسائش کے حامل ہوں۔ باب 9: توبہ آیت 118

اور اس نے ان تینوں کو بھی معاف کر دیا جو پیچھے رہ گئے تھے [اور اپنی غلطی پر پشیمان ہوئے]" "...یہاں تک کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر بند ہوگئی اور ان کی روحیں تنگ ہوگئیں

اس نتیجہ سے بچنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ وہ خلوص دل سے توبہ کرے اور اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کرے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے، کیونکہ وہ اکیلا کائنات کے معاملات کو کنٹرول کرتا ہے، بشمول لوگوں کے روحانی دلوں، ذہنی سکون کا گھر۔ باب 53 عن نجم، آیت 43

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

مستند توبہ گناہ کے احساس کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کے ساتھ ساتھ ان لوگوں سے بھی جن پر ظلم ہوا ہے، اس بات کو یقینی بنانا کہ اس سے مزید پیچیدگیاں پیدا نہ ہوں۔ ایک فرد کو چاہیے کہ وہ خلوص دل سے اسی گناہ سے بچنے کا عہد کرے اور کسی ایسے حقوق کا ازالہ کرے جو اللہ تعالیٰ، برگزیدہ اور دوسروں کے سلسلے میں پامال ہوئے ہوں۔ اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو جاری رکھنا بہت ضروری ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دماغ اور جسم کا ہم آہنگ توازن حاصل کریں، یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اپنی زندگی میں تمام پہلوؤں اور افراد کو صحیح طریقے سے جگہ دیں، ساتھ ہی اس بات کو بھی یقینی بنائیں گے کہ وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے اچھی طرح سے تیار ہیں۔ نتیجتاً، یہ دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔ باب 9 توبہ آیت 118:

اور وہ یقین رکھتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں، پھر اللہ نے ان کی طرف رجوع کیا”
 “تاکہ وہ توبہ کریں، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

ان منافقین کے بارے میں بحث کرنے کے بعد جو اعمال اور صحابہ کرام سے اس پر ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت میں ناکام رہے، اللہ تعالیٰ ان سے، جو تبوک کے سفر سے پیچھے رہ گئے لیکن سچے رہے اور اس سے ان کی توبہ اور عوامی عزت کس طرح ہوئی، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ سب سے پہلے زبانی عمل کے ذریعے اپنے ایمان کی تائید کریں۔ باب 9 توبہ آیت 119:

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔“

اس میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو اس نے انہیں عطا کی ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دماغ اور جسم کی متوازن حالت حاصل

کریں، اپنی زندگی کے تمام عناصر اور لوگوں کو مؤثر طریقے سے سیدھ میں لاتے ہوئے، قیامت کے دن اپنے جوابدہی کے لیے مناسب طریقے سے خود کو تیار کریں۔ نتیجتاً یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دے گا۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ایک پہلو اچھی صحبت اختیار کرنا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 119

”اور ان لوگوں کے ساتھ رہو جو سچے ہیں۔“

ایک شخص کے ساتھی ہمیشہ ان پر اثر انداز ہوتے ہیں، خواہ مثبت ہو یا منفی، اور یہ اثر ظاہر یا لطیف ہو سکتا ہے۔ اس تصور پر سنن ابو داؤد نمبر 4833 کی ایک حدیث میں تاکید کی گئی ہے۔ لہذا جو لوگ اس دنیا میں صالحین اور سچوں کا ساتھ دیں گے وہ اپنی نیت، قول و فعل میں سچائی کو اپنانے کی ترغیب اور ترغیب پائیں گے اور اس کے نتیجے میں وہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کریں گے اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کو اسلامی تعلیمات میں صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے ان کی اطاعت کریں گے۔ اس کے برعکس، وہ لوگ جو منافق لوگوں کے ساتھ رفاقت رکھتے ہیں جو اپنے ایمان کے زبانی اعلان کو عمل کے ساتھ ساتھ دینے میں ناکام رہتے ہیں، لازماً ان کی خصوصیات اور طرز عمل اپنائیں گے۔ نتیجتاً وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے اور ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے۔ اس کے نتیجے میں ذہنی اور جسمانی خلفشار پیدا ہو جائے گا، جس کے نتیجے میں وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے ناکافی تیاری کرتے ہوئے اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو غلط جگہ پر لے جائیں گے۔ بالآخر، یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجوں اور جدوجہد کا باعث بنے گا، چاہے وہ کسی بھی مادی آسائش کے حامل ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے پھر ان لوگوں کو تنقید کا نشانہ بنایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اخلاص ظاہر کرتے ہوئے اس پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت کرنے میں ناکام رہے، جب وہ غزوہ تبوک کے دوران آپ کی حمایت میں ناکام رہے۔ باب 9 توبہ آیت 120

مدینہ والوں اور ان کے اردگرد رہنے والوں کے لیے یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیچھے رہیں یا اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ترجیح دیں۔

لہذا اللہ تعالیٰ پر اپنے ایمان کو ثابت کرنا چاہیے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ، باب 3 علی عمران اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے، آپ کی تعلیمات کا مطالعہ اور ان پر عمل کر کے۔
آیت 31

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور ”تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور باب 59 الحشر، آیت 7

”اور جو کچھ تمہیں رسول نے دیا ہے اسے لے لو اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز رہو۔“

باب 4 النساء آیت 80 اور

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔

انسان کو اپنے کردار کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک پر ڈھالنا چاہیے تاکہ وہ حسد، غرور اور لالچ جیسی منفی خصلتوں کو ترک کرتے ہوئے صبر، شکر اور سخاوت جیسی مثبت خصلتوں کو پروان چڑھائیں۔ یہ مشق ذہنی سکون کے حصول میں سہولت فراہم کرے گی، کیونکہ مثبت خصوصیات کو اپنانے سے ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اور تعلیمات کے ساتھ مشغول ہونا اور ان کا مجسم ہونا، وسیع تر کمیونٹی کے سامنے ان کی صحیح نمائندگی کے لیے ضروری ہے۔ ایسا کرنے میں ناکامی غلط بیانی کا باعث بن سکتی ہے، جو غیر مسلموں اور ساتھی مسلمانوں دونوں کو اسلامی اصولوں کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے روک سکتی ہے۔ اس طرح کی غلط بیانی سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنقید کو بھی بھڑکایا جا سکتا ہے، خاص طور پر جب بعض مسلمانوں کے منفی رویے کا مشاہدہ کیا جائے۔ ہر مسلمان اس کے لیے جوابدہ ہے، کیونکہ یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ بیرونی دنیا کے سامنے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مناسب نمائندگی کریں۔

مزید برآں، پچھلی قوموں کی طرح جنہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام سے محبت کا اقرار کیا، لیکن عملی طور پر ان کی پیروی کرنے میں ناکام رہیں اور اس کے نتیجے میں وہ آخرت میں ان کے ساتھ متحد نہیں ہوں گے، جو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عملاً عمل نہیں کرتے وہ آخرت میں ان کے ساتھ متحد نہیں ہوں گے۔ اس کے بجائے، افراد ان لوگوں سے وابستہ ہوں گے جن کی انہوں نے اس زندگی میں تقلید کی ہے۔ اس اصول کی تائید سنن ابوداؤد نمبر 4031 میں درج ایک حدیث سے ہوتی ہے۔

جو لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اخلاص اختیار کریں گے وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ نتیجتاً، ان کی تمام کوششیں انہیں دماغ اور جسم کی متوازن حالت حاصل کرنے کا باعث بنیں گی، وہ ہر چیز اور ہر چیز کو اپنی زندگی کے اندر احتساب کے لیے مناسب تیاری صحیح طریقے سے جگہ دینے کا باعث بنیں گی، جبکہ روز قیامت اپنے نتیجتاً یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دے گا۔ باب 9 توبہ آیات 120-121۔

اس لیے کہ اللہ کی راہ میں انہیں پیاس یا تھکاوٹ یا بھوک نہیں لگتی اور نہ ہی وہ کسی ایسی زمین پر چلتے ہیں جس سے کافروں کو غصہ آتا ہو اور نہ ہی کسی دشمن کو کوئی تکلیف پہنچتی ہو لیکن یہ ان کے لیے نیکی کے طور پر درج ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے چھوٹے اور بڑے خرچ کے بدلے ضائع ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ ایک وادی مگر یہ کہ یہ ان کے لیے درج ہے تاکہ اللہ ان کو ان کے بہترین کاموں کا بدلہ دے۔

یہ آیات اس بات کو سمجھنے کی اہمیت کو بھی واضح کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے ان کی استطاعت سے زیادہ اچھے کاموں کی توقع نہیں رکھتا۔ اس کے بجائے، وہ لوگوں سے توقع کرتا ہے کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں جو اس نے انہیں دی ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، چاہے انہیں بہت سی نعمتیں دی گئی ہوں یا چند۔ افسوس کی بات ہے کہ کچھ مسلمانوں نے ایک نقصان دہ صفت اختیار کر لی ہے جو ان کی بامعنی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ خاص طور پر، وہ اکثر اپنے آپ کو دوسروں کے مقابلے میں اپنے حالات کی پیمائش کرتے ہوئے پاتے ہیں جو کم مشکل حالات کو برداشت کر رہے ہیں، اور اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گہرا نہ کرنے کے جواز کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اس میں اس کے احکام پر عمل کرنا، اس کی ممانعتوں سے بچنا، اور تقدیر کا مقابلہ صبر کے ساتھ کرنا شامل ہے، جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک فرد جو کل وقتی ملازمت میں مصروف ہے، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں اپنی محنت کی کمی کو عقلی طور پر سمجھ سکتا ہے، اس کا موازنہ کسی ایسے شخص سے کر سکتا ہے جو جز وقتی کام کرتا ہے، اور یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ بعد میں زیادہ فارغ وقت کی وجہ سے ان کی اطاعت میں اضافہ کرنا آسان ہے۔ اسی طرح، ایک غریب مسلمان زیادہ مالدار لوگوں کو دیکھ کر کسی بھی قسم کے صدقہ دینے سے گریز کر سکتا ہے، اور یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ مالدار آسانی سے چندہ دینے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ وہ اس بات کو تسلیم کرنے میں ناکام رہتے ہیں کہ

اگرچہ یہ جواز ان کی روحوں کو عارضی سکون فراہم کر سکتے ہیں، لیکن ان کا نتیجہ ان کی دنیا یا آخرت کی زندگیوں میں کوئی فائدہ مند حصہ نہیں بنتا۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ لوگ دوسروں کے حالات کی بنیاد پر عمل کریں۔ اس کے بجائے، وہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کے مطابق اس کی اطاعت میں کام کریں۔ مثال کے طور پر، ایک کل وقتی کارکن اب بھی اپنے پاس جتنا بھی فالتو وقت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے مختص کر سکتا ہے، چاہے وہ جز وقتی کارکن کی پیشکش سے کم ہی کیوں نہ ہو۔ اس سلسلے میں، جز وقتی کارکن کے اعمال کل وقتی کارکن پر اثر انداز نہیں ہوتے اس سے زیادہ مستعدی سے کوشش نہ کرنے کی دلیل کے طور پر ان کا استعمال کرنا ایک کمزور بہانہ بن جاتا ہے۔ غریب مسلمان کو اپنی استطاعت کے مطابق دینا چاہیے، خواہ وہ چندہ مالداروں کے مقابلے میں بہت کم کیوں نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی قدر ان کے اپنے اعمال کی بنیاد پر کرے گا، نہ کہ دوسرے مسلمانوں کے اعمال کے مقابلے میں۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان غیر نتیجہ خیز عقلیتوں کو ترک کر دیں اور اپنی ذاتی صلاحیتوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں۔

جیسا کہ غزوہ تبوک کے بارے میں تفصیل سے بات کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے اسلامی علم کے سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جدوجہد کا ایک اہم حصہ ہے۔ باب 9 توبہ آیت 122:

اور اہل ایمان کے لیے یہ نہیں ہے کہ وہ ایک ساتھ نکلیں، کیونکہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک گروہ ”الگ ہونا چاہیے تاکہ دین کی سمجھ حاصل کر سکے۔“

صحیح مسلم نمبر 6853 میں درج ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حصول علم کے لیے سفر پر نکلے گا وہ یہ پائے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دے گا۔ اس بیان کا اطلاق علم کے حصول میں کیے گئے جسمانی سفر، جیسے لیکچرز اور کلاسز میں شرکت، اور تفہیم کے لیے ایک تجریدی جستجو پر ہوتا ہے جس کے لیے جسمانی سفر کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ اس میں علم حاصل کرنے کے تمام طریقے شامل ہیں، جیسے سننا، پڑھنا، مطالعہ کرنا اور لکھنا۔ جنت کا سفر مختلف رکاوٹوں سے بھرا ہوا ہے جو مسلمان کی ترقی میں رکاوٹ بن سکتی ہیں۔ ان چیلنجوں کو پہچاننے والے اور ان پر قابو پانے کی صلاحیت رکھنے والے ہی جنت میں پہنچ سکتے ہیں۔ مزید برآں، یہ واضح ہے کہ کوئی بھی اس دنیا میں کسی منزل پر اس

کے مقام اور وہاں پہنچنے کا راستہ جانے بغیر نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح جنت کے حصول کے لیے اس کے بارے میں علم کی ضرورت ہے جس میں اس کی طرف جانے والا راستہ بھی شامل ہے۔ یہاں جس علم کا حوالہ دیا گیا ہے وہ فائدہ مند دنیوی علم اور دینی علم دونوں پر محیط ہے، جیسا کہ سابقہ علم اکثر کسی فرد کو اللہ تعالیٰ کے حقیقی فرمانبردار رہنے میں مدد کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، جو شخص حلال پیشہ حاصل کرنے کے لیے فائدہ مند دنیوی علم حاصل کرتا ہے، اس کے لیے ناجائز کمائی سے بچنا آسان ہو جائے گا۔ یہ جنت کی تلاش میں ان کی مدد کرے گا۔

مزید یہ کہ جنت کا راستہ صرف وہی لوگ طے کرتے ہیں جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ اس میں اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے۔ پس تقویٰ کی اصل دینی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے میں مضمر ہے۔ باب 35 فاطر، آیت 28:

”اللہ سے صرف وہی ڈرتے ہیں جو اس کے بندوں میں سے علم رکھتے ہیں۔“

اس بات پر زور دینا بہت ضروری ہے کہ ایک مسلمان کی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ جو لوگ دنیوی مقاصد کے لیے دینی علم حاصل کرتے ہیں، جیسے تعریف کے حصول کے لیے، انہیں جہنم کے بارے میں خبردار کیا گیا ہے اگر وہ سچی توبہ نہ کریں۔ یہ تنبیہ سنن ابن ماجہ نمبر 253 میں موجود ایک حدیث میں مذکور ہے۔

مزید برآں، ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنے علم کو عملی جامہ پہنائے، کیونکہ جس علم پر عمل نہیں کیا جاتا اس کی اہمیت یا افادیت نہیں ہوتی۔ یہ منظر نامہ ایک ایسے فرد سے مشابہت رکھتا ہے جو محفوظ راستہ جانتا ہے پھر بھی خطرناک صورتحال میں رہنے کا انتخاب کرتا ہے۔ نتیجتاً علم کو دو الگ الگ زمروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلی قسم اپنے علم کو بروئے کار لانے کے بارے میں ہے، جو تقویٰ کو پروان چڑھاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو مضبوط کرتی ہے، اسلامی تعلیمات میں دی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کر کے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دماغ

اور جسم کی متوازن حالت حاصل کریں، اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو صحیح طریقے سے ترتیب دیں اور روز قیامت اپنے احتساب کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کریں۔ نتیجتاً یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دے گا۔ دوسری قسم ان لوگوں سے متعلق ہے جو اپنے علم پر عمل کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ یہ مؤخر الذکر گروہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ نہیں کرتا۔ اس کے بجائے، یہ فخر کا نتیجہ ہو سکتا ہے، اگرچہ یہ شخص کتابوں سے لدے گدھے سے مشابہ ہے جو اسے کوئی حقیقی فائدہ نہیں دیتا۔ باب 62 الجمعہ، آیت 5

اور پھر اس پر عمل نہیں کیا (اپنے علم پر عمل نہیں کیا) (اس گدھے کی طرح ہے جو کتابوں کی کتابیں اٹھائے ہوئے ہے۔“

مزید برآں، صرف اسلامی علم کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے ذریعے ہی کوئی صحیح طریقے سے نیکی کا حکم دے سکتا ہے اور دوسروں کو برائی سے ڈرا سکتا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 122

“اور جب وہ ان کی طرف لوٹیں تو ان کی قوم کو ڈراؤ تاکہ وہ ہوشیار رہیں۔“

مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اسلامی اصولوں کے مطابق مستقل طور پر نیکی کی وکالت کریں اور برائی کو روکیں، ہمدردی کے ساتھ ایسا کریں۔ ایک مسلمان کو یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی سادہ سی اطاعت اسے گمراہ افراد کے مضر اثرات سے محفوظ رکھے گی۔ جس طرح ایک صحت مند سیب بوسیدہ سیب کے درمیان رکھ کر خراب ہو سکتا ہے، اسی طرح ایک مسلمان جو دوسروں کو نیکی کی طرف ترغیب دینے میں ناکام رہتا ہے وہ آخر کار اپنے نقصان دہ کاموں سے بہہ جاتا ہے، خواہ وہ ظاہر ہوں یا لطیف۔ یہاں تک کہ اگر بڑی کمیونٹی بے حس ہو جاتی ہے تو، کسی کو اپنے زیر کفالت افراد، جیسے کہ خاندان کے افراد کو مشورہ دینا چاہیے، کیونکہ ان کا منفی رویہ ان پر زیادہ اہم اثر ڈال سکتا ہے۔ مزید برآں، سنن ابوداؤد نمبر 2928 میں موجود ایک حدیث میں اس فرض پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اگر کسی مسلمان کو دوسروں کی طرف سے لاتعلقی کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو بھی اسے صحیح دلائل اور علم کی بنیاد پر مسلسل نرمی سے نصیحت کرتے ہوئے اپنی ذمہ

داری کو نبھانا چاہیے۔ مناسب سمجھ اور احترام کے بغیر نیکی کی ترویج اور برائی سے منع کرنا صرف لوگوں کو سچائی اور صحیح رہنمائی سے دور کرے گا، جس سے پوری کمیونٹی پر منفی اثر پڑے گا۔

نیکی کو مؤثر طریقے سے فروغ دینے اور برائی سے منع کرنے سے ہی کوئی شخص اپنے آپ کو، معاشرتی منفی اثرات سے بچا سکتا ہے اور قیامت کے دن بخشش حاصل کر سکتا ہے۔ باب 7 الاعراف، آیت 164:

اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ تم ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا سخت عذاب دینے والا ہے؟ "تو انہوں نے کہا: تمہارے رب کے سامنے بری ہو جاؤ اور شاید کہ وہ اس سے ڈریں۔"

اس کے باوجود، اگر لوگ اپنے آس پاس کے لوگوں کے اعمال کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف اپنے ذاتی مفادات پر توجہ مرکوز کرتے ہیں، تو یہ تشویش پیدا ہوتی ہے کہ دوسروں کی طرف سے پیدا ہونے والے منفی اثرات بالآخر ان کی اپنی گمراہی کا باعث بن سکتے ہیں۔

آخر میں، جن تعمیری رویوں کو فروغ دیا جانا چاہیے اور جن نقصان دہ رویوں پر تنقید کی جانی چاہیے ان کو وسیع تر کمیونٹی کے ذریعے واضح طور پر فائدہ مند یا نقصان دہ تسلیم کیا جانا چاہیے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ثانوی اسلامی مسائل کے حکم یا ممانعت سے گریز کیا جائے جن کے لیے گہرے فہم کی ضرورت ہے۔

مسلمانوں کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی ترغیب دینے کے بعد، اللہ تعالیٰ، مسلمانوں کو وسیع تر معاشرے میں اس کی نافرمانی کی مخالفت کرنے کی ترغیب دیتا ہے، کیونکہ اسلام کوئی فرقہ نہیں ہے جو صرف اپنے ارکان پر اکتفا کرتا ہے۔ درحقیقت وسیع تر معاشرے میں اپنی طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی مخالفت کرنا اللہ تعالیٰ پر ایمان کی تائید کا ایک پہلو ہے۔ باب 9 توبہ: آیت 123

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، ان کافروں سے لڑو جو تم سے ملحق ہیں اور وہ تم میں سختی پائیں۔“

مسلمانوں کے لیے نمونہ عمل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور رویے کا جائزہ لینے سے بالخصوص غیر مسلموں کے تعلق سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس آیت میں جس شدت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ سخت کردار سے متعلق نہیں ہے۔ باب 68 القلم، آیت 4

“اور بے شک آپ بڑے اخلاق کے مالک ہیں۔“

آیت 123 میں جس شدت کا ذکر کیا گیا ہے اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے احکامات کی غیر متزلزل عملداری سے ہے، بغیر اس کے کہ غیر مسلموں کو اسلام قبول کرنے پر راضی کیا جائے۔ اعلان نبوت کے بعد غیر مسلموں کی طرف سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جو ابتدائی کارروائی کی گئی، وہ انہیں اسلام ترک کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش تھی۔ جب یہ نقطہ نظر ناکام ثابت ہوا تو انہوں نے اسے اسلام کے بعض عناصر پر رعایت دینے کے لیے قائل کرنے کی کوشش کی۔ باب 68 القلم، آیت 9

“وہ چاہتے ہیں کہ تم نرمی اختیار کرو، تو وہ بھی نرم ہو جائیں گے۔“

اور باب 17 الاسراء، آیت 73

اور درحقیقت وہ تمہیں اس چیز سے دور کرنے والے تھے جو ہم نے تمہاری طرف بھیجی تھی تاکہ "تم ہمارے بارے میں کوئی اور چیز افتراء کرو اور پھر تمہیں اپنا دوست بنا لیتے۔"

جب یہ مرحلہ ناکام ہوا تو انہوں نے اسلام کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے جسمانی طور پر اس کی مخالفت کی۔ چنانچہ آیت 123 میں جس شدت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ کسی بھی وجہ سے اسلامی اصولوں پر سمجھوتہ کرنے سے انکار سے متعلق ہے، بشمول دوسروں کو خوش کرنے کی خواہش۔ باب 9 توبہ آیت 123

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، ان کافروں سے لڑو جو تم سے ملحق ہیں اور وہ تم میں سختی پائیں۔“

جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی مثال دی ہے، اپنی زندگی کے دوران ایک مسلمان کے مجموعی رویے میں مستقل طور پر ہر ایک کے ساتھ مہربانی اور احترام کا اظہار ہونا چاہیے۔ درحقیقت، کسی فرد کو اس وقت تک حقیقی مومن نہیں سمجھا جا سکتا جب تک کہ وہ دوسروں کے لیے وہی نہ چاہے جو وہ اپنے لیے چاہتے ہیں، اپنے ارادوں، قول اور عمل سے اس کا ثبوت دیتے ہیں۔ صحیح بخاری نمبر 13 میں درج ایک حدیث میں اس اصول پر زور دیا گیا ہے۔ درحقیقت دوسروں اور ان کے سامان کو زبانی اور جسمانی نقصان پہنچانے سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ یہ اصول سچے مسلمان اور مومن ہونے کے جوہر کو ظاہر کرتا ہے، جیسا کہ سنن نسائی، نمبر 4998 میں درج حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 9 توبہ، آیت 123 4998

”اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔“

باب 9 توبہ آیت 123

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، ان کافروں سے لڑو جو تم سے ملحق ہیں اور وہ تم میں سختی پائیں۔“

مزید برآں، اس آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان کو غیر مسلموں کے ساتھ دوستی کرنے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ یہ مخصوص آیت اور اس جیسی دوسری آیتیں ان غیر مسلموں سے متعلق ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں موجود تھے۔ اس کی وضاحت قرآن پاک کی اس سورت میں کی گئی ہے۔ اس وقت، اسلام کے زوال کی کوشش کرنے والے غیر مسلموں کے ساتھ قریبی دوستی پیدا کرنا خاص طور پر خطرناک تھا، کیونکہ یہ غیر مسلم اہم معلومات حاصل کرنے کے لیے مسلم کمیونٹی کی جاسوسی کریں گے جو اسلام کی مخالفت میں ان کی مدد کر سکتی تھی۔

عام طور پر قرآن پاک واضح طور پر بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو غیر مسلموں سے دوستی کرنے سے منع نہیں کرتا۔ باب 60 الممتحنہ، آیت 8

اللہ تمہیں ان لوگوں سے نہیں روکتا جو تم سے دین کی وجہ سے نہیں لڑتے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالتے، ان کے ساتھ نیکی کرنے اور ان کے ساتھ انصاف کرنے سے، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اصل آیت مسلمانوں کو ایسے افراد سے دوستی کرنے سے خبردار کرتی ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے دور کر دیتے ہیں۔ اس میں اسلامی اصولوں کے مطابق ملنے والی نعمتوں سے استفادہ کرنا ہے۔ درحقیقت یہ بات مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں پر یکساں لاگو ہوتی ہے۔ جیسا کہ سنن ابوداؤد نمبر 4833 میں درج ایک حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ ایک شخص اپنے ساتھیوں کی خصوصیات کو اپناتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک فرد لامحالہ ان خصلتوں کو اپنائے گا، خواہ وہ مثبت ہوں یا منفی، اپنے ساتھیوں کی طرف سے ظاہر کی گئی ہیں، چاہے وہ اس اثر سے ناواقف ہوں۔ چنانچہ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ تعلق قائم کرنے کی کوشش کرے جو انہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، ایسے صحابہ کو اپناتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں، تاکہ انہیں بھی ایسا کرنے کی ترغیب ملے۔

مزید برآں، دوسروں کے ساتھ صحت مند سماجی تعاملات اور گہری دوستی کے درمیان فرق کو پہچاننا بہت ضروری ہے۔ گہری دوستی ہمیشہ ایک فرد پر اثر انداز ہوتی ہے، چاہے وہ اس سے واقف ہوں یا نہ ہوں، ممکنہ طور پر وہ اپنے دوست کے لیے پیار کی وجہ سے اپنے عقیدے سے سمجھوتہ کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ اس کے برعکس، مثبت سماجی تعاملات اثر و رسوخ کی اس سطح تک نہیں پہنچ پاتے۔ چنانچہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ہر ایک کے ساتھ اچھے اخلاق اور آداب کو اپنائیں اور ان لوگوں کے لیے گہری دوستی رکھیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کی طرف راغب کریں۔ صرف ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے یہ کردار ادا کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس، ایک غیر مسلم نادانستہ طور پر کسی مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ترغیب دے سکتا ہے، خواہ اس کی نیت کچھ بھی ہو۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ ایک غیر مسلم مسلمان سے مختلف اخلاقی فریم ورک پر عمل پیرا ہے، اور غیر مسلم کے لیے قابل قبول رویہ اسلامی اصولوں کے مطابق نہیں ہو سکتا۔

مسلمانوں کو اس پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کو اعمال کے ساتھ کرنے کی ترغیب دینے کے بعد اللہ تعالیٰ انہیں منافقانہ رویہ اختیار کرنے سے متنبہ کرتا ہے جس کے ذریعے وہ اسلامی علم کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی اہمیت کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں اور ایمان کا یقین حاصل کرتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 124

اور جب بھی قرآن کی کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان میں ایسے لوگ ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ”تم میں سے کس کا ایمان بڑھ گیا؟“

جب لوگ یہ فیصلہ کر لیں کہ وہ اسلامی علم پر عمل نہیں کریں گے جو ان کی خواہشات کے خلاف ہو تو وہ اسلامی علم سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔ اس کے بجائے، وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا جواز پیش کرنے کے لیے اسلامی تعلیمات کے خلاف غیر تعمیری اور تنقیدی رویہ اپنائیں گے۔ اس کے علاوہ جیسا کہ وہ دوسروں سے ان کا حیوانی رویہ اختیار کرنے کی خواہش رکھتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے دوسروں کو اپنی خواہشات پر قابو پاتے ہوئے دیکھ کر انہیں تکلیف ہوتی ہے وہ اسلامی تعلیمات پر تنقید کر کے دوسروں کو اسلامی علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے روکتے کہ وہ کاروبار اور صنعتیں جو لوگوں کو ہیں، اس طرح جاہلوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ عام بات یہ ہے اپنی خواہشات کو ہوا دینے سے فائدہ اٹھاتی ہیں وہ بھی اسلام کی تعلیمات پر تنقید کر کے اس کے خلاف جدوجہد کریں گے جس کا مقصد لوگوں کو اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے سے بچنے کی ترغیب دینا ہے۔ اس تنقید کے پیش نظر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا چاہیے، اس کی عطا کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے، کیونکہ وہ انہیں ذہنی سکون اور لوگوں کے منفی اثرات سے تحفظ فراہم کرے گا، چاہے یہ ان پر ظاہر نہ ہو۔ جبکہ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے معاشرے کو راضی کرنا چاہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ نہیں رہے گا اور نہ ہی وہ معاشرے کو صحیح معنوں میں راضی کر سکے گا، کیونکہ لوگ اور دنیاوی چیزیں مثلاً سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت، طبیعت میں چست ہیں۔ جب تک کوئی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہے گا، اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرے گا اور ہر چیز اور ہر چیز کو اپنی زندگی میں صحیح طور پر جگہ دے گا۔ جیسا کہ آیت 124 میں اشارہ کیا گیا ہے، ثابت قدمی کو برقرار رکھنے کے لیے، ایک مضبوط ایمان پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے لگن کو برقرار رکھنے کے لیے مضبوط ایمان ضروری ہے، ہر حال میں، خواہ آسانی ہو یا مصیبت۔ یہ گہرا ایمان قرآن پاک میں موجود واضح نشانوں اور تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے پروان چڑھتا ہے۔ یہ تعلیمات اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی فرمانبرداری ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کو حاصل کر کے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب طور پر تیاری کرتے ہوئے اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو مناسب پوزیشن میں رکھ کر دنیا اور آخرت دونوں میں سکون حاصل کرتی ہے۔ باب 9 توبہ آیت 124

”جو لوگ ایمان لائے ہیں، اس نے ان کے ایمان میں اضافہ کیا ہے، جب کہ وہ خوش ہو رہے ہیں۔“

اس کے برعکس، جو لوگ اسلامی علم سے ناواقف ہیں اور جو اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرتے ہیں کیونکہ یہ ان کی دنیاوی خواہشات کے خلاف ہے، وہ کمزور ایمان کے مالک ہوں گے، جو انہیں اطاعت سے ہٹنے کا زیادہ شکار کر دیں گے، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات الہی ہدایت سے متصادم ہوں۔ یہ جہالت ان کے اس فہم کو دھندلا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کے حق میں اپنی خواہشات کو ترک کرنا دونوں جہانوں میں امن کے حصول کے لیے ضروری ہے۔ باب 9 توبہ آیت 125:

”لیکن جن کے دلوں میں بیماری ہے، اس نے ان کی نجاست کے علاوہ نجاست میں اضافہ کیا ہے۔“

اگر کوئی اس رویہ پر قائم رہے تو وہ اس دنیا سے جانے سے پہلے اپنے ایمان سے محروم ہو سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے ایمان کے زبانی اعلان کو عمل کے ساتھ ساتھ نہیں دے گا۔ باب 9 توبہ آیت 125:

”اور وہ کافر ہی مرے ہوں گے۔“

یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کی طرح ہے جسے پھلنے پھولنے اور برقرار رہنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہے۔ اسی طرح، ایک پودا جس میں

ضروری غذا کی کمی ہو، جیسے سورج کی روشنی، مرجھا جائے گی۔ اسی طرح، ایک فرد کا ایمان کمزور ہو سکتا ہے اور مر سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے اعمال کی حمایت نہ ہو۔

اس نتیجہ سے بچنے کے لیے، اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو توجہ دینے اور اپنے تجربات سے سیکھنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ توبہ کریں اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کریں قبل اس کے کہ بہت دیر ہو جائے۔ باب 9 توبہ آیت 126

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہر سال ایک یا دو مرتبہ ان کی آزمائش کی جاتی ہے پھر نہ توبہ کرتے ہیں” اور نہ یاد کرتے ہیں۔“

لہذا، ایک مسلمان کے لیے ایک بنیادی سچائی کو سمجھنا ضروری ہے: وجود میں کوئی بھی چیز بغیر مقصد کے ظاہر نہیں ہوتی، چاہے اس کے پیچھے کی حکمت فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ ہر واقعہ کو چاہے وہ آسانی ہو یا مشکل میں، ایک بوتل میں ایک پیغام کی طرح سمجھے۔ انہیں خود بوتل کی چھان بین اور تجزیہ کرنے میں حد سے زیادہ مشغول ہونے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ یہ محض اہم پیغام پہنچانے کے لیے ایک نالی کا کام کرتی ہے۔ یہ غلط رویہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب مسلمان یا تو موافق واقعات پر حد سے زیادہ خوش ہوتے ہیں، اس طرح ان کی برکات میں سمائے ہوئے پیغام سے غافل ہو جاتے ہیں، یا وہ مشکل وقت میں انتہائی غم کا شکار ہو جاتے ہیں، جو ان کی مشکلات میں چھپے پیغام کو کھولنے سے غافل ہو جاتا ہے۔ اس کے بجائے، انہیں قرآن پاک کی تعلیمات پر عمل کرنے پر توجہ دینی چاہیے اور توازن کے احساس کے ساتھ ہر صورت حال سے رجوع کرنا چاہیے۔ باب 57 الحديد، آیت 23

تاکہ تم اس چیز پر نا امید نہ ہو جو تم سے چھوٹ گئی ہے اور جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس پر "فخر نہ کرو۔"

یہ آیت مختلف حالات میں خوشی یا غم کے تجربے سے منع نہیں کرتی، کیونکہ یہ احساسات انسانی فطرت میں شامل ہیں۔ تاہم، یہ ایک متوازن نقطہ نظر کو فروغ دیتا ہے جو انتہائی جذبات، جیسے ضرورت سے زیادہ خوشی یا گہرا غم سے پاک رہتا ہے۔ اس توازن کو برقرار رکھنے سے، کوئی بھی اپنے حالات میں سرایت کر گئے گہرے پیغام پر توجہ مرکوز کر سکتا ہے، خواہ آسانی کا وقت ہو یا مشکل کا۔ چھپے ہوئے پیغام کو جانچنے، سمجھنے اور اس کا جواب دینے سے، ایک مسلمان اپنی دنیوی اور مذہبی زندگی دونوں کو بڑھا سکتا ہے۔ بعض اوقات، یہ پیغام ان کا وقت ختم ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنے کی یاد دہانی کا کام کر سکتا ہے۔ دوسری صورتوں میں، یہ ان کے درجے کو بلند کرنے یا ان کے چھوٹے گناہوں کو مٹانے کا موقع فراہم کر سکتا ہے، اور کبھی کبھار، یہ انہیں یاد دلاتا ہے کہ وہ عارضی مادی دنیا اور اس کے مال سے زیادہ وابستہ نہ ہوں۔ اس عکاسی کے بغیر کوئی شخص اپنے دنیاوی یا مذہبی سفر میں کوئی پیش رفت کیے بغیر محض تجربات سے گزر سکتا ہے۔

جب کوئی اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرنے پر اصرار کرتا ہے کیونکہ یہ ان کی دنیاوی خواہشات کے خلاف ہے، تو وہ ان پر عملاً عمل کرنے میں ناکام ہو جائیں گے، چاہے وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ ہی کیوں نہ کریں، جیسا کہ منافقین کرتے تھے۔ باب 9 توبہ آیت 127

اور جب بھی کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں، [کہتے ہیں کہ ”کیا کوئی تمہیں دیکھ رہا ہے؟“

ان کا یہ رویہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا سبب بنے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، ان کی زندگی کا ہر پہلو، خاندان اور دوستوں سے لے کر کیریئر اور دولت تک، ان کے لیے تناؤ کا باعث بن جائے گا۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو نظر انداز کرنے پر اڑے رہیں گے تو وہ اپنی مایوسیوں کو اپنی زندگی کے مختلف پہلوؤں اور لوگوں کی طرف، اپنے رشتہ داروں کی طرح، اپنی ناخوشی کی طرف لے جائیں گے۔ ان فائدہ مند رابطوں کو منقطع کرنے سے، وہ صرف اپنی ذہنی صحت کے چیلنجوں کو مزید خراب کریں گے، جو اکثر ڈپریشن، مادہ کے غلط استعمال، اور یہاں تک کہ

خودکشی کے خیالات کا باعث بنتے ہیں۔ یہ نتیجہ اس وقت واضح ہو جاتا ہے جب کوئی ان لوگوں کی زندگیوں پر نظر ڈالتا ہے جو انہیں عطا کی گئی نعمتوں کا مسلسل غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور، حالانکہ وہ دنیاوی چیزوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 127

”اللہ نے ان کے دلوں کو ٹھکانے لگا دیا ہے کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اس نتیجہ کو اپنی طرف منسوب کیا کیونکہ کائنات میں اس کی اجازت اور مرضی کے بغیر کوئی چیز رونما نہیں ہوتی۔ لیکن جیسا کہ آیت 127 واضح طور پر ظاہر کرتی ہے، اس نتیجے کی وجہ ان کا اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرنے کا رویہ ہے کیونکہ یہ ان کی دنیاوی خواہشات کے خلاف ہے۔

اس نتیجہ سے بچنے کے لیے سچے دل سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور پیروی کرنی چاہیے، اور جو کچھ آپ کو عطا کیا گیا ہے: قرآن پاک۔ باب 9 توبہ آیت 128

”یقیناً تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے۔“

جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان ہیں، اس لیے ان کے طرز عمل کی تقلید تمام لوگوں کو کرنی چاہیے تاکہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کر سکیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دماغ اور جسم کی متوازن حالت حاصل کریں، اپنی زندگی کے تمام عناصر اور لوگوں کو مؤثر طریقے سے سیدھ میں لاتے ہوئے، قیامت کے دن اپنے جوابدہی کے لیے مناسب طریقے سے خود کو تیار کریں۔ نتیجے کے طور پر، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔

مزید برآں، یہ ضروری ہے کہ ان لوگوں کے مثالی طرز عمل کو پہچانا جائے جنہوں نے وفاداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، اس طرح ان کے قابل تعریف کردار کی عکاسی کی جائے۔ تاہم، کسی کو دو انتہائی زاویہ نگاہوں سے پرہیز کرنا چاہیے، جب کہ صالحین، جیسے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر غور کیا جائے، تاکہ گمراہی میں پڑنے سے بچا جا سکے۔

ایسے ہی ایک انتہائی نقطہ نظر میں انبیاء کرام علیہم السلام سمیت صالحین کے قد کو کم کرنا، جہالت کی بنا پر، غلطی سے یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ اس طرح کے اعمال اللہ تعالیٰ کی شان کو بلند کرتے ہیں۔ درحقیقت، یہ رویہ ان افراد کی نیک صفات کی تقلید کے لیے ضروری تعظیم کو مجروح کرتا ہے کیونکہ کسی ایسے شخص کے کردار کی تقلید کرنا ناممکن ہے جس کا احترام نہیں کیا جاتا۔

دوسرا انتہائی نقطہ نظر قرآن کریم کی تعلیمات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں متعین کردہ نیک لوگوں کے درجات کو بلند کرنا ہے۔ یہ نقطہ نظر افراد کو نیک انسانوں کے بجائے آسمانی مخلوقات کے طور پر سمجھنے کی طرف لے جاتا ہے جن کی صفات کی عکس بندی کی جا سکتی ہے اور ہونی چاہیے۔ باب 9 توبہ آیت 128

”یقیناً تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے۔“

کسی ایسے شخص کی تقلید کرنا ناممکن ہو جاتا ہے جس کے ساتھ کوئی شناخت نہ کر سکے۔ اسلامی تعلیمات کی طرف سے قائم کردہ حدود سے باہر نیک لوگوں کے مرتبے کو بلند کرتے ہوئے، افراد ان سے رابطہ قائم کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں ان کی قابل تعریف خصوصیات کو

اپنانے کی صلاحیت میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، کیونکہ وہ ان خصلتوں کو ناقابل حصول تصور کر سکتے ہیں۔ نتیجتاً، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے نیک لوگوں کی سرگرمی سے پیروی کرنے کے بجائے، لوگ محض اپنے بلند مرتبہ کے بارے میں گفتگو میں مشغول ہو سکتے ہیں۔ اس سے اس غلط عقیدے کو پروان چڑھایا جا سکتا ہے کہ زندگی میں صحیح رہنمائی حاصل کرنے کے لیے محض زبانی طور پر نیک لوگوں کی تعریف کرنا ہی کافی ہے، چاہے کوئی ان کی قابل ستائش خوبیوں کو مجسم کرنے کی سرگرمی سے کوشش نہ کرے۔ اگرچہ یہ درست ہے کہ کوئی شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نیک لوگوں کا بلند مرتبہ حاصل نہیں کر سکتا، لیکن ہر فرد کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو محض زبانی تعریف تک محدود رکھنے کے بجائے نیک لوگوں کی صفات کی تقلید کرتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کا ادراک کرنے کی کوشش کرے۔

لہذا ضروری ہے کہ دونوں انتہاؤں سے پرہیز کیا جائے اور نیک لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ کیا جائے۔ یہ نقطہ نظر ان کے لیے احترام کو فروغ دے گا، لوگوں کو ان کی نیک خصلتوں کی تقلید کرنے کے قابل بنائے گا، جب کہ انہیں انسانوں کے طور پر پہچانے گا جن کی قابل تعریف خصوصیات تقلید کے لائق ہیں، بجائے اس کے کہ انہیں فرشتہ صفت انسان سمجھیں جن کی تقلید کرنا ناقابل عمل ہے۔ باب 9 توبہ آیت 128:

”یقیناً تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے۔“

خاص طور پر، مکہ میں رہنے والے غیر مسلم، جو عربی زبان میں ماہر تھے، سمجھتے تھے کہ قرآن پاک کسی انسان نے نہیں لکھا۔ مزید برآں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چالیس سال گزارنے کے بعد، آپ کے اعلان نبوت سے پہلے، انہوں نے پہچان لیا کہ آپ بے ایمان نہیں ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 16:

”کیونکہ میں اس سے پہلے زندگی بھر تمہارے درمیان رہا تھا، پھر کیا تم عقل نہیں کرو گے؟...“

اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے کے آسمانی صحیفوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھا تھا - اس حقیقت کو اہل کتاب اور مکہ کے غیر مسلموں دونوں نے تسلیم کیا ہے - آپ کو ان مقدس متون کے تبدیل شدہ یا غیر تبدیل شدہ عقائد کا علم نہیں ہوگا، جو کہ قرآنی اصل کو مزید تقویت دیتا ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 48

اور تم نے اس سے پہلے کوئی صحیفہ نہیں پڑھا اور نہ ہی کسی کو اپنے داہنے ہاتھ سے لکھا، پھر”
“(یعنی دوسری صورت میں (جھٹلانے والے شک میں پڑ جاتے۔

مکہ کے غیر مسلموں نے اسلام کی حقانیت کو تسلیم کیا۔ تاہم، انہوں نے ان خدشات کی وجہ سے اس کی مخالفت کی کہ اس سے ان کی دنیاوی امنگوں کو خطرہ لاحق ہو گیا اور اسلام کے عروج کے ساتھ ان کی سماجی حیثیت اور طاقت کے کھو جانے کے خوف سے۔ نتیجے کے طور پر، انہوں نے اسلام کو مسترد کرنے کے لیے کمزور عقلی باتیں گھڑ لیں، دوسروں کو اسے قبول کرنے سے روکنے کی کوشش کی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ واضح فرماتا ہے کہ زندگی کے دیگر طریقوں کے برعکس جن کا مقصد لوگوں سے چیزیں لینا ہے، جیسے کہ ان کا مال، اسلام کا مقصد صرف یہ ہے کہ لوگوں کو دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل ہو۔ باب 9 توبہ آیت 128

تمہارے پاس یقیناً تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے، تمہیں جو تکلیف پہنچتی ہے وہ اس کے لیے”
“باعث تشویش ہے، وہ تمہاری فکر کرتا ہے۔

اسلام میں ہر حکم، ممانعت اور نصیحت کا مقصد تمام لوگوں کو فائدہ پہنچانا ہے۔ لیکن اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے ایک کھلے اور غیر جانبدار ذہن کے ساتھ اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ جبکہ دیگر تمام طرز زندگی، جیسے سوشل میڈیا، فیشن اور کلچر کی پیروی کا مقصد صرف اپنے پیروکاروں سے دولت جیسی چیزوں کو چھیننا ہے، یا ان کے پیروکار ان کے لیے دولت اور اختیار کا ذریعہ ہیں۔

باب 9 توبہ آیت 128

تمہارے پاس یقیناً تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے، تمہیں جو تکلیف پہنچتی ہے وہ اس کے لیے ”باعث تشویش ہے، وہ تمہاری فکر کرتا ہے۔“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام افراد کے لیے رحمت اور مہربانی کی مثال دی ہے اور اس کے نتیجے میں تمام مسلمانوں کے لیے یہی معیار ہونا چاہیے۔ درحقیقت دوسروں کے لیے مخلص ہونے کی اہمیت دو بنیادی واجبات سے وابستہ ہے: فرض نماز اور واجب صدقہ دینا، جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 57 میں درج ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ دوسروں کی ضروریات کے مطابق ان کی مدد کر کے اخلاص کا مظاہرہ کرنا ضروری ہے، جس میں جسمانی اور جسمانی مدد بھی شامل ہوسکتی ہے۔ مزید برآں، کسی کو دوسروں اور ان کے سامان کو زبانی یا جسمانی نقصان پہنچانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ یہ اصول ایک سچے مسلمان اور مومن ہونے کے جوہر کو سمیٹتا ہے، جیسا کہ سنن نسائی نمبر 4998 میں حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ، جیسا کہ مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ ایمان کا رشتہ رکھتے ہیں، اس لیے ان کے ایک دوسرے کے لیے اضافی فرائض ہیں جو انہیں پورے کرنے چاہییں۔ باب 9 توبہ آیت 128

اس کے لیے وہ تکلیف دہ ہے جو تم کو پہنچتی ہے، وہ تمہاری فکر کرتا ہے اور مومنوں کے لیے ”مہربان اور مہربان ہے۔“

مثال کے طور پر صحیح بخاری نمبر 1240 میں درج ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق بیان فرمائے ہیں۔

سب سے پہلے، وہ سلام کا جواب دینے کے پابند ہیں، اگرچہ ایسا کرنا ان کے ذاتی رجحان کے خلاف ہو۔ زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ایک مسلمان کو اپنے قول و فعل دونوں کے ذریعے دوسروں کے ساتھ امن اور مہربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے امن کے اسلامی سلام کو مجسم کرنا چاہیے۔ کسی کو سلام کا اسلامی سلام پیش کرنا اور اس کے بعد کسی کے فعل یا الفاظ سے اسے نقصان پہنچانا سخت منافقت ہے۔ مزید برآں، یہ امن ان لوگوں تک بھی بڑھایا جائے جو موجود نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر سلام کا تبادلہ کرنے والے دو مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی بات یا عمل سے دوسروں کو نقصان پہنچانے سے بھی پرہیز کریں۔ یہ امن کے اسلامی سلام کے مستند جوہر کو سمیٹتا ہے۔

زیر نظر ابتدائی حدیث میں اس کے بعد کی نصیحت بیمار کی عیادت کرنا ہے۔ ایک مسلمان کو بیمار مسلمانوں کی عیادت کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ ان کی جسمانی اور جذباتی مدد کی جا سکے۔ اگرچہ ہر بیمار مسلمان کی عیادت کرنا مشکل ہو سکتا ہے، لیکن اگر ہر مسلمان کم از کم اپنے بیمار رشتہ داروں کی عیادت کرنے کی کوشش کرے تو بیماروں کی اکثریت کو یہ ضروری سہارا ملے گا۔ عیادت سے پہلے، ایک مسلمان کو بیمار فرد اور ان کے اہل خانہ سے مناسب وقت کا بندوبست کرنے کے لیے پہنچنا چاہیے۔ ہر قسم کی فضول یا گناہ والی باتوں اور کاموں، جیسے کہ گپ شپ، سے سختی سے پرہیز کرنا چاہیے۔ بصورت دیگر، ایک مسلمان کو برکات کے بجائے گناہوں کا خطرہ ہے۔ مزید برآں، انہیں اپنے دورے کو محدود کرنا چاہیے تاکہ بیمار فرد یا ان کے خاندان کو تکلیف نہ ہو۔

، اس کے بعد، ایک مسلمان کو، جب بھی ممکن ہو، ساتھی مسلمانوں کے جنازوں میں شریک ہونا چاہیے، کیونکہ ہر شریک میت کی مغفرت کے لیے دعا کرتا ہے اور اسے اپنی موت کی یاد دلائی جاتی ہے اس طرح عملی طور پر اپنی موت کی تیاری کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ اس تیاری کا مقصد ان نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ جس طرح کوئی چاہتا ہے کہ دوسرے اپنے جنازے میں شرکت کریں اور ان کے لیے دعا کریں، اسی طرح اسے دوسروں کے لیے بھی اس عمل کا بدلہ دینا چاہیے۔ مزید برآں، جنازے میں شرکت کرنا اس بات کا اندازہ کرنے کا ایک بہترین موقع ہے کہ آیا سوگوار خاندان کو اضافی امداد کی ضرورت ہے، جیسے کہ مالی مدد۔ ہر مسلمان کو اپنی استطاعت کے مطابق ان کی مدد کرنی چاہیے جس طرح وہ اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ان کی ضرورت کے وقت ان کی مدد کرے گا۔ درحقیقت وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دوسروں کی مدد کرتے ہیں، ان کو اس کی نصرت حاصل ہوگی، جیسا کہ صحیح مسلم نمبر 6853 میں درج ایک حدیث میں موجود ہے۔

زیر نظر ابتدائی حدیث میں اس کے بعد کا نکتہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو کھانے اور اجتماعی اجتماعات کی دعوتیں قبول کرنی چاہئیں، بشرطیکہ کوئی غیر قانونی یا ناپسندیدہ حرکت نہ ہو، جو کہ عصر حاضر میں بہت زیادہ غیر معمولی ہے۔ اس بات کو اجاگر کرنا بہت ضروری ہے کہ کچھ مسلمان ایسے سماجی پروگراموں میں شرکت کرتے ہیں جہاں غیر قانونی یا ناپسندیدہ سرگرمیاں رونما ہوتی ہیں اور اس حدیث کو اپنے رویے کے جواز کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ذاتی خواہشات کی تسکین کے لیے الہی تعلیمات کو مسخ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ صریح گمراہی ہے اور عذاب الہی کو دعوت دیتا ہے۔ اس کے بجائے، کسی کو ایسے سماجی پروگراموں میں شرکت کرنی چاہئے جہاں حلال سرگرمیاں منعقد کی جاتی ہیں اور جہاں دنیاوی اور دینی معاملات کے بارے میں مفید گفتگو ہوتی ہے۔ بیہودہ اور برے کاموں اور باتوں سے بچنے کے لیے چوکنا رہنا ضروری ہے۔ دوسری صورت میں، یہ مکمل طور پر سماجی کرنے سے گریز کرنے کے لئے زیادہ ہوشیار ہو سکتا ہے۔

آخر میں، بنیادی حدیث جس کی جانچ کی جا رہی ہے، مسلمانوں کو مشورہ دیتی ہے کہ وہ ان لوگوں کے لیے دعائیں کریں جو چھینک کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں۔ یہ عام طور پر دوسروں، خاص طور پر ساتھی مسلمانوں کے لیے مثبت اور خیر خواہی کی ذہنیت کو فروغ دیتا ہے۔ یہ افراد کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر دوسروں کی مدد کرنے کی کوشش کریں، بدلے میں

کسی قسم کی شکرگزاری کی توقع یا خواہش کیے بغیر، بشمول ان کی طرف سے کی گئی دعا۔ خلاصہ یہ کہ دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہیے جس طرح وہ خود کرنا چاہتے ہیں۔

باب 9 توبہ آیت 128

اس کے لیے وہ تکلیف دہ ہے جو تم کو پہنچتی ہے، وہ تمہاری فکر کرتا ہے اور مومنوں کے لیے ”مہربان اور مہربان ہے۔“

وہ افراد جو اسلامی اصولوں کے وسیع فوائد کو پہچانتے ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی سچی پیروی کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید کرتے ہوئے، ان کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طور پر استعمال کرتے ہوئے، دونوں جہانوں میں سکون حاصل کرتے ہیں۔ یہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کو حاصل کرنے اور ان کی زندگی میں تمام پہلوؤں اور افراد کو مناسب طور پر پوزیشن دینے کے ساتھ ساتھ قیامت کے دن ان کے جوابدہی کے لیے مناسب تیاری کر کے بھی پورا کیا جاتا ہے۔ لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت میں عمل کے ساتھ ناکام رہتے ہیں وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون سے محروم ہو جائیں گے کیونکہ وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 129

”...لیکن اگر وہ منہ پھیر لیں تو“

نتیجے کے طور پر، انہیں دماغ اور جسم کی غیر متوازن حالت کا سامنا کرنا پڑے گا، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے، آخر کار ان کی صلاحیت میں رکاوٹ پیدا ہو جائے گی

کہ وہ قیامت کے دن اپنے آپ کو جوابدہی کے لیے تیار کر سکیں۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، چاہے وہ کسی بھی دنیاوی لذتوں میں شریک ہوں۔

مزید برآں، جب لوگ دیکھتے ہیں کہ معاشرے کی اکثریت اسلامی اقدار کو نظر انداز کرتی ہے، تو وہ یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ اکثریت کے اعمال فطری طور پر درست ہیں، جو انہیں بغیر کسی تنقیدی تجزیے یا خود عکاسی کے موافق ہونے پر آمادہ کرتے ہیں۔ سچ میں، اکثریت کی رائے ہمیشہ درست نہیں ہوتی۔ تاریخی ریکارڈوں نے بار بار دکھایا ہے کہ عام طور پر قبول شدہ عقائد کو چیلنج کیا جا سکتا ہے اور نئے علم اور دریافتوں کے ذریعے تبدیل کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ پہلے وسیع پیمانے پر عقیدہ میں دیکھا گیا تھا کہ زمین چپٹی تھی۔ یہ ضروری ہے کہ اکثریت کے نقطہ نظر کی پیروی کرتے ہوئے بھیڑوں کی طرح کام کرنے سے گریز کیا جائے، کیونکہ یہ اکثر سیکولر اور روحانی دونوں حوالوں سے گمراہ کن انتخاب کا باعث بنتا ہے۔ باب 6 الانعام، آیت 116:

اور اگر تم زمین والوں میں سے اکثر لوگوں کی بات مانو گے تو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں" "گے، وہ صرف گمان کی پیروی نہیں کرتے اور وہ صرف گمان نہیں کرتے۔

اس کے بجائے، افراد کو علم اور شواہد کی بنیاد پر ہر صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے استدلال اور عقل سے کام لینا چاہیے، جو انہیں باخبر فیصلے کرنے کی اجازت دیتا ہے، یہاں تک کہ جب یہ فیصلے اکثریت کی مروجہ رائے سے ہٹ کر ہوں۔ درحقیقت، اسلام اس وجہ سے مذہبی معاملات میں دوسروں کی اندھا پیروی کرنے کے عمل کو سختی سے ناپسند کرتا ہے اور نتیجتاً مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات کو سمجھ کر مطالعہ کرنے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ باب 12 یوسف، آیت 108:

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو" "...میری پیروی کرتے ہیں

ایسا کرنے سے اس بات کو یقینی بنایا جائے گا کہ کوئی شخص صحیح رویہ اپنائے، چاہے زیادہ تر معاشرہ اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کر دے کیونکہ یہ ان کی دنیاوی خواہشات کے خلاف ہے۔ باب 9: توبہ آیت 129

اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو کہہ دو کہ میرے لیے اللہ کافی ہے۔“

یہ شخص سمجھے گا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ ان کا رب ہے اس لیے ہر حال میں اسی کی اطاعت کرنی چاہیے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کر کے اعمال کے ساتھ اس پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت کرتے ہیں۔

مجموعی طور پر، اسلام یہ سکھاتا ہے کہ انسانیت کو ہر حال میں اس کی اطاعت کرنی چاہیے، ان کا: باب 9: توبہ آیت 129 خالق اور پالنے والا، اللہ، سب سے بلند ہے۔

”...کہہ دو کہ میرے لیے اللہ ہی کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں“

حقیقت میں، لوگ اپنی زندگی میں جس ہستی یا خیال کو ماننے کا انتخاب کرتے ہیں وہ بنیادی طور پر وہی ہے جس کی وہ عبادت کرتے ہیں، خواہ ان کے زبانی دعووں سے قطع نظر۔ انسان اندرونی طور

،پر کسی چیز کو ماننے کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اس 'کچھ' میں دوسرے افراد، سوشل میڈیا، رجحانات :باب 25 الفرقان، آیت 43 ثقافتی معیارات، یا ان کی اپنی خواہشات بھی شامل ہو سکتی ہیں۔

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

جس چیز یا شخص کی اطاعت کرنے کا انتخاب کیا جاتا ہے وہ حقیقت میں وہ ہے جس کی وہ عبادت کرتے ہیں۔ لہذا، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی تائید کریں ایسے اعمال کے ساتھ جو تمام حالات میں اس سے اپنی وابستگی کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی عطا کردہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کریں جو اللہ کو راضی کریں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ جو لوگ اس طرح عمل کرتے ہیں وہ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو صحیح : النحل، آیت 97 16 باب طریقے سے ترجیح دے کر سکون اور کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

اس کے برعکس جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرتا ہے اور دوسری چیزوں کی عبادت کرنے کا ارادہ کرتا ہے وہ اس رحمت سے محروم ہو جاتا ہے جو دنیا اور آخرت دونوں میں امن اور کامیابی کے لیے ضروری ہے۔ درحقیقت ان کا یہ رویہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا سبب بنے گا، جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو ذہنی اور جسمانی عدم توازن کی حالت میں پائیں گے اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو غلط جگہ دیتے ہوئے، آخر کار اپنے آپ کو اپنے احتساب کے لیے تیار کرنے میں ناکام رہیں گے جس کا قیامت کے دن انتظار ہے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ چیلنجوں اور مشکلات کا باعث بنے گا، خواہ وہ کسی بھی دنیوی آسائش میں مبتلا ہوں۔ باب 9 توبہ :آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

:اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟" (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

:اور باب 9 توبہ آیت 129

"...کہہ دو کہ میرے لیے اللہ ہی کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں"

مزید برآں، آسمانوں اور زمین کی تشکیل کے ساتھ ساتھ بے شمار متوازن نظاموں کا جائزہ لینے پر، یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ایک واحد خالق موجود ہے جو نہ صرف وضع کرتا ہے بلکہ کائنات کو بھی سنبھالتا ہے۔ مثال کے طور پر، سورج اور زمین کے درمیان مثالی فاصلہ ایک زبردست اشارے کے طور پر کام کرتا ہے، کیونکہ اگر سورج کو تھوڑا سا قریب یا اس سے بھی دور رکھا جائے تو زمین

ناقابل رہائش ہوگی۔ اسی طرح، زمین کو اس انداز میں ڈیزائن کیا گیا ہے جو ایک متوازن اور قدیم ماحول کو فروغ دیتا ہے، اس پر زندگی کو پھلنے پھولنے کے قابل بناتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 164

“...اور رات اور دن کا ردوبدل ”

دن اور راتوں کا درست وقت، سال بھر میں ان کی مختلف لمبائیوں کے ساتھ، افراد کو ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے قابل بناتا ہے۔ اگر دنوں کا دورانیہ بڑھ جائے تو طویل گھنٹوں کی وجہ سے افراد کو تھکاوٹ کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ اس کے برعکس، اگر راتیں لمبی ہو جائیں، تو لوگوں کے پاس اپنی روزی روٹی کو محفوظ بنانے اور علم حاصل کرنے جیسی دیگر قیمتی کوششوں کے حصول کے لیے ناکافی وقت ہوگا۔ چھوٹی راتوں کی صورت میں، افراد کو مناسب آرام کی کمی ہوگی، جو کہ بہترین صحت کے حصول کے لیے ضروری ہے۔ مزید برآں، دنوں اور راتوں کے دورانیے میں تبدیلی کا اثر زرعی پیداوار پر پڑے گا، جس سے انسانوں اور جانوروں دونوں کے رزق پر منفی اثر پڑے گا۔ کائنات کے اندر دنوں، راتوں اور دیگر متوازن نظاموں کا ہم آہنگ عمل اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے واضح ثبوت کے طور پر کام کرتا ہے، کیونکہ متعدد معبودوں کا وجود متضاد خواہشات کا باعث بنتا ہے: باب 21 الانبیاء، آیت 22 ہے، جو بالآخر کائنات کے اندر انتشار کا باعث بنتا ہے۔

“اگر ان کے اندر اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو وہ دونوں برباد ہو جاتے۔”

باب 2 البقرہ، آیت 164

اور وہ [عظیم] بحری جہاز جو سمندر میں ان چیزوں کے ساتھ چلتے ہیں جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتے ”
“ہیں، اور جو اللہ نے آسمان سے بارش نازل کی ہے۔

بے عیب متوازن پانی کے چکر کا مشاہدہ ایک خالق کے واضح اشارے کے طور پر کام کرتا ہے۔ پانی سمندر سے بخارات بن کر اوپر جاتا ہے، اور بعد میں گاڑھا ہو کر تیزابی بارش بنتا ہے جو پہاڑوں پر گرتی ہے۔ یہ پہاڑ تیزابی بارش کو بے اثر کرنے کا کام کرتے ہیں، جو اسے انسانوں اور جانوروں دونوں کے استعمال کے لیے موزوں بناتے ہیں۔ اس بے عیب متوازن نظام میں کسی قسم کی تبدیلی کے نتیجے میں زمین پر موجود تمام حیاتیات کے لیے تباہ کن نتائج برآمد ہوں گے۔ سمندر کی نمکینی پانی کو آلودہ کرنے سے سمندری حیاتیات کے گلنے سے روکتی ہے۔ اگر سمندر آلودہ ہو جائے تو سمندری حیات کی عملداری خطرے میں پڑ جائے گی اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی نجاست زمینی زندگی کو بھی بری طرح متاثر کرے گی۔ سمندروں اور سمندروں میں پانی کی ترکیب کو بہت احتیاط سے تیار کیا گیا ہے تاکہ ترقی پذیر سمندری ماحولیاتی نظام کو سہارا دے سکے اور ساتھ ہی ساتھ بڑے جہازوں کو اس کی سطح پر تشریف لے جا سکے۔ پانی کی ساخت میں ہلکی سی تبدیلی اس توازن میں خلل ڈال سکتی ہے، جس کے نتیجے میں ایک ایسا منظر نامہ بن سکتا ہے جہاں یا تو سمندری حیات پھل پھول سکتی ہے یا بحری جہاز پانی سے گزر سکتے ہیں، لیکن دونوں بیک وقت نہیں۔ آج بھی، سمندری نقل و حمل سامان کی عالمی تقسیم کے لیے ایک اہم طریقہ ہے۔ اس طرح، یہ کامل توازن اس سیارے پر زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے بہت ضروری ہے۔

ارتقاء انتہیورتن کے عمل کی نمائندگی کرتا ہے، جو کہ فطری طور پر ناقص ہے۔ تاہم، بے شمار پرجاتیوں کا جائزہ لینے پر، کوئی بھی یہ مشاہدہ کر سکتا ہے کہ انہیں مکمل طور پر متوازن طریقے سے وجود میں لانے کے لیے پیچیدہ طریقے سے ڈیزائن کیا گیا ہے، جس سے وہ اپنے متعلقہ ماحول میں پنپ سکیں۔ ایک اہم مثال اونٹ ہے، جسے خاص طور پر انتہائی درجہ حرارت کو برداشت کرنے کے لیے بنایا گیا ہے اور پانی کے بغیر طویل عرصے تک زندہ رہ سکتا ہے۔ یہ خشک صحرائی حالات: باب 88 العاشیہ، آیت 17 میں زندگی کے لیے انتہائی موزوں ہیں۔

”پھر کیا وہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے پیدا کیے گئے ہیں؟“

بکری کو ایک غیر معمولی طور پر موثر انداز میں انجینیئر کیا گیا ہے، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ اس کے جسم میں موجود کوئی بھی نجاست اس سے پیدا ہونے والے دودھ سے مکمل طور پر الگ ہو جائے۔ ان دونوں مادوں کا آپس میں ملاپ دودھ کو استعمال کے لیے غیر موزوں بنا دے گا۔ باب 16: النحل، آیت 66

اور درحقیقت تمہارے لیے مویشیوں کے چرانے میں ایک سبق ہے، ہم تمہیں ان کے پیٹوں میں سے "پیتے ہیں - اخراج اور خون کے درمیان - خالص دودھ جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے۔"

ہر پرجاتی کو ایک الگ زندگی کا دورانیہ تفویض کیا جاتا ہے جو کسی ایک نوع کو دوسروں پر غلبہ حاصل کرنے سے روکتا ہے۔ مثال کے طور پر، مکھیاں 3-4 ہفتوں کی خاصی مختصر زندگی کی حامل ہوتی ہیں اور وہ 500 تک انڈے دے سکتی ہیں۔ اگر ان کی زندگی کا دورانیہ بڑھا دیا گیا تو مکھیوں کی آبادی حد سے زیادہ ہو سکتی ہے، جو ممکنہ طور پر ماحولیاتی نظام میں دیگر تمام پرجاتیوں پر ان کے غلبہ کا باعث بن سکتی ہے۔ اس کے برعکس، نمایاں طور پر طویل عمر کے حامل دوسرے جاندار صرف ایک محدود تعداد میں اولاد پیدا کرتے ہیں۔ یہ خصوصیت ان کی آبادی کو منظم کرنے میں مزید معاون ہے۔ اس طرح کے رجحان کو محض موقع سے منسوب نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی نظریہ ارتقاء سے اس کی مناسب وضاحت کی جا سکتی ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 164

"...اور آسمان اور زمین کے درمیان ہواؤں اور بادلوں کا کنٹرول..."

ہوائیں ہوا کی آلودگی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں، فصلوں، پودوں اور درختوں کی افزائش کو قابل بناتی ہیں۔ تاریخی طور پر، سمندری نیویگیشن کے لیے ہوا بہت اہم تھی، جو عالمی سطح پر سامان کی نقل و حمل کا بنیادی طریقہ ہے۔ بارش کے بادلوں کی مخصوص علاقوں میں نقل و حرکت کے لیے ہوائیں ضروری ہیں، جو زندگی کے لیے ضروری پانی کی فراہمی کو یقینی بناتی ہیں۔ ہواؤں کا ایک ہم آہنگ نظام زمین پر ظاہر ہے۔ ہواؤں کی عدم موجودگی ماحولیاتی نظام کے لیے خرابی کا باعث بنے گی، جب

کہ ضرورت سے زیادہ ہوائیں اسی طرح توازن میں خلل ڈالیں گی۔ اسی طرح، بارش کو بھی احتیاط سے منظم کیا جاتا ہے۔ ناکافی بارش خشک سالی اور قحط کا سبب بن سکتی ہے، جبکہ زیادہ بارش تباہ کن سیلاب کا باعث بن سکتی ہے۔ باب 23 المومنون، آیت 18

اور ہم نے آسمان سے ایک مقدار میں بارش برسائی اور اسے زمین میں ٹھہرایا، اور ہم اسے اٹھانے پر بھی قادر ہیں۔

یہ بے عیب متوازن نظام موقع کی پیداوار نہیں ہو سکتا اور خالق کے اثر کو واضح طور پر ظاہر کرتا ہے۔ جو بھی ان بے عیب متوازن نظاموں پر غور کرتا ہے وہ عقلی طور پر ایک واحد خالق کے وجود کی تردید نہیں کر سکتا جو تمام ہستیوں پر اختیار رکھتا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 129

"...کہو، میرے لیے اللہ ہی کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں"

وہ شخص جو کسی دوسرے کے رزق کے بعض پہلوؤں کا انتظام کرتا ہے، جیسے کہ ان کی پناہ گاہ شکر گزاری کا مستحق ہے۔ چنانچہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی تمام نعمتیں انسانیت کو عطا کی ہیں، اسی طرح انسانوں کے لیے اس کا شکر ادا کرنا جائز اور مناسب ہے۔ نیت کے ذریعے اظہار تشکر کا مطلب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرنا ہے۔ دوسرے مقاصد کے لیے کام کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر نہیں ملے گا۔ اس تنبیہ کو جامع ترمذی نمبر 3154 میں درج ایک حدیث میں نمایاں کیا گیا ہے۔ خلوص نیت کا واضح اشارہ یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے لوگوں سے کسی قسم کی پہچان یا انعام کی امید نہیں رکھتا۔ زبانی طور پر اظہار تشکر میں یا تو مثبت بولنا یا خاموشی کا انتخاب شامل ہے۔ مزید برآں، اعمال کے ذریعے ظاہر ہونے والی شکرگزاری میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، جیسا کہ قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات۔ اس مشق کے نتیجے میں برکتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور آخر کار متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی

میں درست طریقے سے رکھنے کے ذریعے دنیا اور آخرت دونوں میں ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔
باب 14 ابراہیم، آیت 7

“... اگر تم شکر گزار رہو گے تو میں تمہیں ضرور بڑھاؤں گا”

باب 16 النحل، آیت 97 اور

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

مزید برآں، جب کسی فرد کے پاس کوئی چیز ہوتی ہے، تو یہ مناسب اور روایتی سمجھا جاتا ہے کہ وہ اس چیز کو کسی بھی طریقے سے استعمال کرے جس کا وہ انتخاب کریں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کائنات میں موجود تمام چیزوں کا خالق، مالک اور پالنے والا ہے، بشمول انسانیت، اس لیے وہی اس بات کا تعین کرتا ہے کہ کائنات میں کیا ہونا چاہیے اور کیا نہیں۔ نتیجتاً، یہ صرف ایک فرد کے لیے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کی تعمیل کرے، کیونکہ وہ تمام افراد کو سمیٹے ہوئے پوری کائنات کا واحد مالک ہے۔

اسی طرح، جب ایک شخص کسی دوسرے کو اپنی ملکیت کی چیز ادھار دیتا ہے، تو یہ صرف اتنا ہے کہ قرض لینے والا اس چیز کو اس کے مالک کی ترجیحات کے مطابق استعمال کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر وہ نعمت عطا کی ہے جو ایک فرد کے پاس قرض کی شکل میں ہوتی ہے۔ یہ نعمتیں بطور تحفہ نہیں دی گئیں۔ زمینی قرضوں کی طرح، اس قرض کی واپسی کی توقع کی جاتی ہے۔ اس قرض کی ادائیگی کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ان نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کو پسند

ہوں۔ اس کے برعکس، چونکہ جنت کی نعمتوں کو تحفہ سمجھا جاتا ہے، اس لیے افراد کو آزادی ہوگی:
باب 7 الاعراف، آیت 43 کہ وہ اپنی مرضی سے لطف اندوز ہوں۔

اور ان کو پکارا جائے گا کہ یہ وہ جنت ہے جس کا تم وارث بنائے گئے ہو ان اعمال کے بدلے جو ”تم کرتے تھے۔“

انسان کو ان دنیاوی نعمتوں کو الجھانا نہیں چاہیے جو کہ جنت کے تحفوں کے ساتھ محض قرض ہیں۔
باب 9 توبہ آیت 129

”...کہو، میرے لیے اللہ ہی کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔“

جب کوئی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اس کے لامحدود علم کو پہچان لے گا، تو وہ اس بات پر بھروسہ کریں گے کہ اس کے تمام احکام، ممانعتیں اور احکام ان کے لیے بہترین ہیں، چاہے وہ ان کے پیچھے موجود حکمتوں پر عمل کرنے میں ناکام رہے۔ باب 9 توبہ آیت 129

کہہ دو کہ میرے لیے اللہ ہی کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے ”اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔“

اور باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

نتیجے کے طور پر، وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے اس کی اطاعت پر قائم رہیں گے جو اس نے انہیں دی ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے انہیں دماغ اور جسم کا ہم آہنگ توازن حاصل کرنے میں مدد ملے گی، ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں اور افراد کو ہم آہنگ کرنے میں مدد ملے گی، ساتھ ہی ساتھ قیامت کے دن ان کے جوابدہی کے لیے خود کو مناسب طریقے سے تیار کیا جائے گا۔ نتیجتاً، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔ اس ثابت قدمی کو اختیار کرنے کے لیے اسے یقین کا یقین حاصل کرنا چاہیے۔ مضبوط ایمان اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لیے پابند رہنے کی کلید ہے، خواہ وہ حالات ہوں، خواہ آسانی ہو یا مشکل۔ یہ پختہ ایمان قرآن پاک میں واضح نشانیوں اور تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ تعلیمات ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت دنیا اور آخرت میں سکون لاتی ہے۔ جبکہ جو لوگ اسلامی اصولوں سے ناواقف ہیں ان کا ایمان اکثر کمزور ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ اطاعت سے بھٹک جاتے ہیں، خاص کر جب ان کی ذاتی خواہشات احکام الہی سے ٹکراتی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ یہ سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے اپنی خواہشات کو ترک کرنا دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے۔ لہذا، لوگوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم حاصل کر کے اور اسے اپنی زندگیوں میں عملی جامہ پہنا کر اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس میں ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں دی گئی ہیں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، جو بالآخر ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت اور ان کی زندگی کے تمام شعبوں کی صحیح ترجیح بنانے میں مدد کرتی ہے۔

”اور وہ عرش عظیم کا رب ہے۔“

بالآخر، چونکہ ہر چیز جو موجود ہے اس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے اور اس کی حکومت ہے، اس لیے لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کے احکام کی تعمیل کریں۔ جس طرح کسی قوم کے قوانین کو توڑنے پر سزا کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، اسی طرح خالق کے مقرر کردہ الہامی ضابطوں کو نظر انداز کرنا اس زندگی اور آخرت دونوں میں مشکلات کا باعث بنے گا۔ اگرچہ کوئی شخص ناپسندیدہ ملک چھوڑنے کا انتخاب کر سکتا ہے، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار سے نہیں بچ سکتا۔ اگرچہ افراد معاشرتی اصولوں کو بدلنے کی کوشش کر سکتے ہیں، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ الہی قوانین کو تبدیل نہیں کر سکتے۔ جس طرح ایک گھر کا مالک اپنی جائیداد کے لیے اصول طے کرتا ہے، اسی طرح کائنات پر اللہ تعالیٰ کی حکومت ہے، جو انسان کی اجازت کے بغیر اپنے قوانین کا تعین کرتا ہے۔ اس لیے ذاتی فائدے کے لیے ان الہی ضابطوں کی پیروی بہت ضروری ہے۔ جو لوگ اس حقیقت کو سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کریں گے اور جو نعمتیں حاصل ہوئی ہیں ان سے اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کریں گے جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ افراد ذاتی اور معاشرتی بھلائی کو فروغ دینے میں ان کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ممانعتوں کے پیچھے موجود حکمت کو تسلیم کرنے کا انتخاب کر سکتے ہیں، یا وہ اپنی خواہشات کے آگے جھک سکتے ہیں اور اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ تاہم، جو لوگ اسلامی اصولوں کو نظر انداز کرتے ہیں، انہیں دنیا اور آخرت میں اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے، کیونکہ کوئی اعتراض یا شکایت انہیں نتائج سے نہیں بچا سکتی۔ باب 18 الکہف، آیت 29

اور کہہ دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے۔ اور جو چاہے کفر کرے، بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایک آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی، اور اگر وہ راحت کے لیے پکاریں گے تو ان کو ایسے پانی سے راحت ملے گی جیسے گدھے تیل سے، جو ان کے چہروں کو جھلسا دیتا ہے، برا مشروب ہے اور برا ٹھکانہ ہے۔

کہو، میرے لیے اللہ ہی کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے اور ”وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔“

آخر میں، افراد کو اپنے فائدے کے لیے اسلامی تعلیمات کو اپنانا اور ان پر عمل کرنا چاہیے، یہاں تک کہ جب یہ تعلیمات ان کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہوں۔ انہیں اپنے آپ کو ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفاد میں ہے، چاہے اس میں ناخوشگوار دوائیں لینا اور سخت غذا کی پابندی شامل ہو۔ جس طرح یہ عقلمند مریض اچھی ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ فرد بھی جو اسلامی تعلیمات کو قبول کرے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی وہ واحد علم ہے جس کے پاس انسان کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اس کی زندگی میں صحیح مقام دینے میں مدد فراہم کرنے کے لیے ضروری علم ہے۔ انسانی دماغی اور جسمانی حالات کا ادراک جو معاشرہ کے پاس ہے اس مقصد تک پہنچنے کے لیے کبھی بھی کافی نہیں ہوگا، وسیع تحقیق کے باوجود، کیونکہ یہ زندگی میں پیش آنے والے ہر چیلنج کو حل نہیں کر سکتا۔ ان کی رہنمائی ہر قسم کے ذہنی اور جسمانی تناؤ کو نہیں روک سکتی اور نہ ہی اس بات کو یقینی بنا سکتی ہے کہ علم، تجربے، دور اندیشی اور موروثی تعصبات کی حدود کی وجہ سے کوئی بھی ہر چیز، اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھتا ہے۔ یہ علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جو اس نے قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ذریعے انسانیت کو عطا کیا ہے۔ یہ حقیقت اس وقت عیاں ہو جاتی ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو اپنی حاصل کردہ نعمتوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق استعمال کرتے ہیں بمقابلہ جو نہیں کرتے۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ زیادہ تر مریض اپنی تجویز کردہ دوائیوں کے پیچھے سائنس کو نہیں سمجھتے اور اس طرح اپنے ڈاکٹروں پر مکمل بھروسہ کرتے ہیں، تاہم، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام کی تعلیمات پر غور کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی پر اس کے فائدہ مند اثرات کو پہچان سکیں۔ وہ لوگوں سے بغیر سوال کے اسلامی تعلیمات قبول کرنے کا مطالبہ نہیں کرتا۔ بلکہ وہ چاہتا ہے کہ وہ اس کی سچائی کو اس کے واضح ثبوت کے ذریعے تسلیم کریں۔ تاہم، اس کے لیے ضروری ہے کہ ایک شخص کھلے اور غیر جانبدارانہ ذہن کے ساتھ اسلام کی تعلیمات تک پہنچ جائے۔ باب 12 یوسف، آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"
"...میری پیروی کرتے ہیں

مزید برآں، چونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے روحانی دلوں کا واحد حاکم، ذہنی سکون کا گھر ہے، اس لیے
وہی طے کرتا ہے کہ کون اسے حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون عطا کرتا ہے جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو
اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ اصولوں کے مطابق استعمال کرتے ہیں۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی"
"بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور اس کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی آل اور صحابہ کرام پر درود و سلام ہو۔

الرَّتِلَكَ ءَايَتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ ﴿١﴾

أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَى رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ
الَّذِينَ ءَامَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِندَ رَبِّهِمْ قَالَ الْكَافِرُونَ إِنَّ
هَذَا السَّحَرُ الْمُبِينُ ﴿٢﴾

إِنَّ رَبَّكُمْ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى
عَلَى الْعَرْشِ يُدِيرُ الْأُمُورَ مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ ذَلِكُمْ اللَّهُ
رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٣﴾

إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا إِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ
لِيَجْزِيَ الَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا
لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٤﴾

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ
لِنَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ
يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٥﴾

إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَّقُونَ ﴿٦﴾

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنَّنُوا بِهَا
وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ ﴿٧﴾

أُولَٰئِكَ مَاؤُنْهُمْ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨﴾

إِنَّ الَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ
بِأَيْمَانِهِمْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٩﴾

دَعْوَانَهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ وَءَاخِرُ
دَعْوَانَهُمْ أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٠﴾

❖ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللَّهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ
لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ فَنَذَرُ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ
يَعْمَهُونَ ﴿١١﴾

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا
فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَن لَّمْ يَدْعُنَا إِلَى ضُرِّ مَسَّهُ
كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢﴾

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَاءَتْهُمْ
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا كَذَلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ
الْمُجْرِمِينَ ﴿١٣﴾

ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ
تَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ
لِقَاءَنَا أَنتَ بِشُرٍّ أَنِ غَيْرِ هَذَا أَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ
أَبْدِلَهُ مِنْ تِلْقَائِي نَفْسِي إِنِ اتَّبَعْتُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ إِنِّي أَخَافُ
إِنَّ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥﴾

قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَبُكُمْ بِهِ فَقَدْ
لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٦﴾

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۚ
إِنَّهُ لَا يَفْلِحُ الْمُجْرِمُونَ ﴿١٧﴾

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ
وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا
لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا
يُشْرَكُونَ ﴿١٨﴾

وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا وَلَوْلَا
كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِي مَا فِيهِ
يَخْتَلِفُونَ ﴿١٩﴾

وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ۖ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ
فَأَنْتَظِرُونَ إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْظِرِينَ ﴿٢٠﴾

وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِنْ بَعْدِ ضَرَاءٍ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُمْ مَكْرٌ فِي آيَاتِنَا
قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ﴿٢١﴾

هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتَّىٰ إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلِكِ وَجَرِينَ بَيْنَ
بَرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ
كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ
أَنْجَيْتَنَا مِنْ هَذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿٢٢﴾

فَلَمَّا أَنْجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ يَتَأَيُّهَا النَّاسُ
إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ مَتَّعَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ
فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٣﴾

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ
الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا
وَأَزْيَنْتَ وَظَرَ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَدِرُوا عَلَىٰهَا أَتْنَاهَا أَمْرًا
لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَبِ بِالْأَمْسِ كَذَلِكَ
نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾

وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٢٥﴾

❖ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ
أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٦﴾

وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ مَّا لَهُمْ مِّنَ
اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطْعًا مِّنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا أُولَٰئِكَ
أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٧﴾

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ
وَشُرَكَاءُكُمْ فَزَلَّلْنَا بَيْنَهُمْ ۖ وَقَالَ شُرَكَاءُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِلَّا نَا تَعْبُدُونَ ﴿٢٨﴾

فَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ
لَغَافِلِينَ ﴿٢٩﴾

هُنَالِكَ تَبْلَوْنَ كُلُّ نَفْسٍ مَّا أَسْلَفَتْ ۖ وَرُدُّوْا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقُّ
وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يُفْتَرُونَ ﴿٣٠﴾

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَرَ
وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدِيرُ الْأَمْرَ
فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٣١﴾

فَذَلِكُمُّ اللَّهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۖ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ فَأَنَّى
تُصْرَفُونَ ﴿٣٢﴾

كَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ فَسَقُوا أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٣﴾

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَبْدُوَ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ قُلْ اللَّهُ يَكْبَدُ الْخَلْقَ
ثُمَّ يُعِيدُهُ فَإِنِّي تَوَفَّكُونَ ﴿٣٤﴾

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ قُلْ اللَّهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ أَفَمَنْ
يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمْ لَا يَهْدِي إِلَّا أَنْ يُهْدَىٰ فَمَا لَكُمْ
كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿٣٥﴾

وَمَا يَنْبَغُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ
بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿٣٦﴾

وَمَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ أَنْ يُفْتَرَىٰ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي
بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٣٧﴾

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ
دُونِ اللَّهِ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣٨﴾

بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ كَذَّبَ الَّذِينَ
مِنْ قَبْلِهِمْ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَتْ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ﴿٣٩﴾

وَمِنْهُمْ مَّنْ يُؤْمِنُ بِهِ، وَمِنْهُمْ مَّنْ لَا يُؤْمِنُ بِهِ، وَرَبُّكَ أَعْلَمُ
بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٤٠﴾

وَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ لِي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ أَنْتُمْ بَرِيءُونَ مِمَّا أَعْمَلُ
وَأَنَا بِرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٤١﴾

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوا لَا
يَعْقِلُونَ ﴿٤٢﴾

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْظُرُ إِلَيْكَ أَفَأَنْتَ تَهْدِي الْعُمْى وَلَوْ كَانُوا لَا
يُبْصِرُونَ ﴿٤٣﴾

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَكِنَّ النَّاسَ أَنْفُسُهُمْ
يَظْلِمُونَ ﴿٤٤﴾

وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ كَأَن لَّمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ قَدْ
خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿٤٥﴾

وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ
عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ ﴿٤٦﴾

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ
وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٤٧﴾

وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٨﴾

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ إِذَا جَاءَ
أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿٤٩﴾

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ بَيِّنَاتٍ أَوْ نَهَارًا مَاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ
الْمُجْرِمُونَ ﴿٥٠﴾

أَنْتُمْ إِذَا مَا وَقَعَ آمَنْتُمْ بِهِ ؕ آَلَكُنْ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٥١﴾

ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا
كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٥٢﴾

﴿٥٣﴾ وَيَسْتَنْبِئُونَكَ أَحَقُّ هُوَ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ وَمَا أَنْتُمْ
بِمُعْجِزِينَ ﴿٥٣﴾

وَلَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْأَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهِ ۖ وَأَسْرُوا
النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ ۖ وَهُمْ لَا
يُظْلَمُونَ ﴿٥٤﴾

أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ أَلَا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَكِنَّ
أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٥﴾

هُوَ يُحْيِي ۖ وَيُمِيتُ ۖ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٥٦﴾

يَتَأْتِيهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ تَكُفُّهُمْ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي
الْصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾

قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ ۖ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا
يَجْمَعُونَ ﴿٥٨﴾

قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِّن رِّزْقٍ فَجَعَلْتُم مِّنْهُ حَرَامًا
وَحَلَالًا قُلْ ۖ إِنَّ اللَّهَ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ ﴿٥٩﴾

وَمَا ظَنُّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ
لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٦٠﴾

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْءَانٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا
كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ
مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ
إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿٦١﴾

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾

لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا بُدَّ لِلَّهِ
لِكَلِمَتِهِ اللَّهُ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٦٤﴾

وَلَا يَحْزَنكَ قَوْلُهُمْ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا هُوَ السَّمِيعُ
الْعَلِيمُ ﴿٦٥﴾

أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَتَّبِعُ
الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ شُرَكَاءَ إِنْ يَتَّبِعُونَ
إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿٦٦﴾

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ
مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٦٧﴾

قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحَنَهُ ۖ هُوَ الْغَنِيُّ ۖ لَهُ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنَّ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا
أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾

قُلْ إِنَّا الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿٦٩﴾
مَتَّعْ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نَذِيقُهُمُ الْعَذَابَ
الْشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٧٠﴾

الف، لام، را، یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں۔"

کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص پر وحی کی کہ لوگوں کو ڈراؤ اور ان
لوگوں کو خوشخبری دو جو ایمان لائے کہ ان کے لیے ان کے رب کے نزدیک عزت ہے۔ (مگر)
کافر کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادوگر ہے۔

بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور پھر اپنے آپ کو
عرش پر براجمان کیا، [اپنی مخلوق کا] انتظام کرتا ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش کرنے
والا نہیں۔ یہی اللہ تمہارا رب ہے پس تم اسی کی عبادت کرو۔ پھر کیا تم یہیں نہیں کرو گے؟

اسی کی طرف تمہارا سب کا مل کر لوٹنا ہے۔ [یہ [اللہ کا وعدہ [جو [حق ہے۔ درحقیقت وہ تخلیق کا آغاز کرتا ہے اور پھر اسے دہراتا ہے تاکہ وہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے انصاف کے ساتھ جزا دے۔ لیکن جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے گرم پانی پینے کا اور دردناک عذاب ہے اس کے بدلے جس کا وہ جھٹلایا کرتے تھے۔

وہی ہے جس نے سورج کو چمکتا ہوا اور چاند کو نور بنایا اور اس کے لیے مراحل طے کیے تاکہ تم سالوں کی تعداد اور حساب معلوم کرو۔ اللہ نے اسے حق کے سوا پیدا نہیں کیا ہے۔ وہ ان لوگوں کے لیے نشانیاں بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں۔

بے شک رات اور دن کے آنے جانے میں اور جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے ان میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔

بے شک وہ لوگ جو ہم سے ملاقات کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پر مطمئن ہیں اور اسی میں بے خوف ہیں اور جو ہماری نشانیاں سے غافل ہیں

ان کے لیے ان کا ٹھکانا آگ ہے اس کی وجہ سے جو وہ کماتے تھے۔

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کا رب ان کے ایمان کی وجہ سے انہیں ہدایت دے گا۔ ان کے نیچے نعمتوں کے باغوں میں نہریں جاری ہوں گی۔

اس میں ان کی پکار ہو گی "اے اللہ تو پاک ہے" اور وہاں ان کا سلام "سلام" ہو گا۔ اور ان کی آخری "اپکار یہ ہو گی، "الحمد لله رب العالمین"

اور اگر اللہ لوگوں کے لیے برائی کو جلدی کرتا جیسا کہ وہ ان کے لیے بھلائی میں جلدی کرتا ہے تو ان کی مدت ختم ہو چکی ہوتی۔ لیکن ہم ان لوگوں کو چھوڑ دیتے ہیں جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، اپنی سرکشی میں اندھا بھٹکتے ہیں

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے خواہ اس کے پہلو میں ہو یا بیٹھا ہو یا کھڑا ہو۔ لیکن جب ہم اس سے اس کی تکلیف کو دور کر دیتے ہیں تو وہ اس طرح چلتا رہتا ہے کہ گویا اس نے کبھی ہمیں اس مصیبت کو دور کرنے کے لیے پکارا ہی نہیں تھا جو اسے چھو گئی تھی۔ اس طرح نافرمانوں کے لیے خوشنما بنا دیا گیا جو وہ کرتے رہے ہیں۔

اور ہم نے تم سے پہلے کئی امتوں کو ہلاک کر دیا تھا جب انہوں نے ظلم کیا تھا اور ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے لیکن وہ ایمان لانے والے نہیں تھے۔ ہم مجرم لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔

پھر ہم نے تم کو ان کے بعد زمین میں جانشین بنایا تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیا کرتے ہو۔

اور جب ان پر ہماری آیات واضح دلیل کے طور پر پڑھی جاتی ہیں تو جو لوگ ہم سے ملاقات کی امید نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی اور قرآن لاؤ یا اسے بدل دو۔ آپ کہہ دیجئے کہ

مجھے یہ اختیار نہیں کہ میں اپنی مرضی سے اس کو بدل دوں، میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف آتی ہے، مجھے ڈر ہے کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب سے۔

آپ کہہ دیجئے کہ اگر اللہ چاہتا تو میں اسے تم پر نہ پڑھتا اور نہ وہ تمہیں اس سے آگاہ کرتا کیونکہ میں اس سے پہلے عمر بھر تمہارے درمیان رہا تھا، پھر کیا تم عقل نہیں رکھتے؟

تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے؟ بے شک مجرم کامیاب نہیں ہوں گے۔

اور وہ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو نقصان پہنچاتی ہیں اور نہ فائدہ اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں، کہو کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو وہ آسمانوں اور زمین میں نہیں جانتا؟ وہ بلند و بالا ہے اور اس سے بلند ہے جن کو وہ اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔

اور بنی نوع انسان کے سوا ایک جماعت نہیں تھی، لیکن ان میں اختلاف تھا۔ اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہوتی تو ان کے درمیان اس بات کا فیصلہ کر دیا جاتا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی؟ تو کہہ دو کہ غیب صرف اللہ ہی کے لیے ہے، لہذا انتظار کرو، میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔

اور جب ہم لوگوں کو تکلیف پہنچنے کے بعد رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ ہماری آیات کے خلاف سازشیں کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ اللہ حکمت میں تیز ہے۔ بے شک ہمارے رسول لکھتے ہیں جو تم تدبیر کرتے ہو۔

وہی ہے جو آپ کو خشکی اور سمندر میں سفر کرنے کی توفیق دیتا ہے یہاں تک کہ جب آپ کشتیوں میں ہوتے ہیں اور وہ ان کے ساتھ اچھی ہوا کے ساتھ چلتے ہیں اور وہ اس میں خوش ہوتے ہیں تو آندھی آتی ہے اور ہر طرف سے موجیں ان پر آتی ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ گھیرے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دین میں خلوص سے دعا کرتے ہیں کہ اگر تو ہمیں اس سے بچالے تو ہم شکر گزار ہوں گے۔

لیکن جب وہ ان کو بچاتا ہے تو وہ فوراً زمین پر ناحق ظلم کرنے لگتے ہیں۔ اے بنی نوع انسان تمہارا ظلم صرف تمہارے اوپر ہے، دنیا کی زندگی کا مزہ ہے۔ پھر ہماری طرف تمہاری واپسی ہے اور ہم تمہیں بتا دیں گے کہ تم کیا کرتے تھے۔

دنوی زندگی کی مثال تو ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے بارش برسائی جسے زمین کے پودے جذب کر لیتے ہیں جسے انسان اور مویشی کھاتے ہیں، یہاں تک کہ جب زمین اپنی زینت اختیار کر

لیتی ہے اور مزین ہو جاتی ہے اور اس کے لوگ یہ گمان کر لیتے ہیں کہ وہ اس پر قدرت رکھتے ہیں تو اس پر ہمارا حکم رات یا دن آ جاتا ہے، اور اگر ہم نے اسے کل کی طرح کاٹ لیا تو ہم نے اسے کاٹ کر نہیں کھایا۔ اسی طرح ہم غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

جنہوں نے نیکی کی ہے ان کے لیے بہترین اور اضافی ہے۔ نہ ان کے چہروں پر اندھیرا چھائے گا اور نہ ذلت۔ وہ جنتی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

لیکن جنہوں نے برے کام کیے ہیں، برے کام کا بدلہ اس کے برابر ہے، اور ان پر ذلت چھا جائے گی۔ اللہ کی طرف سے ان کا کوئی محافظ نہیں ہوگا۔ گویا ان کے چہرے رات کے ٹکڑوں سے ڈھکے ہوئے ہوں گے - اتنے ہی اندھیرے ہیں۔ یہ لوگ دوزخ کے ساتھی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور جس دن ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے پھر اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ پر رہو۔ پھر ہم ان کو الگ کر دیں گے اور ان کے شریک کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔

"اور ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے کہ ہم تمہاری عبادت سے بے خبر تھے۔

وہاں) اس دن (ہر شخص کو اس کے پہلے اعمال کی وجہ سے آزمائش میں ڈالا جائے گا، اور وہ اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے، جو ان کا مالک، حق ہے، اور ان سے وہ سب کچھ کھو جائے گا جو وہ گھڑتے تھے۔

کہو تم کو آسمان اور زمین سے کون رزق دیتا ہے یا کون ہے جو کان اور آنکھ پر قابو رکھتا ہے اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے کون نکالتا ہے اور کون ہر کام کا انتظام کرتا ہے؟ وہ کہیں گے، اللہ، تو کہو، پھر کیا تم اس سے نہیں ڈرتے؟

کیونکہ وہی اللہ ہے جو تمہارا رب ہے، حق ہے۔ اور سچائی سے بڑھ کر غلطی کے سوا کیا ہو سکتا ہے؟ تو تم کیسے ٹال رہے ہو؟

اس طرح نافرمانی کرنے والوں پر تیرے رب کا فرمان نافذ ہوا کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

کہو کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو تخلیق کو شروع کرے اور پھر اس کو دہرائے؟ کہو کہ اللہ تخلیق کی ابتدا کرتا ہے پھر اس کو دہراتا ہے، پھر تم کیسے بہکا رہے ہو؟

کہو کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرے؟ کہو کہ اللہ حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے، تو کیا وہ جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس کی پیروی کرنے کا زیادہ حقدار ہے یا وہ جو ہدایت نہیں کرتا جب تک کہ اسے ہدایت نہ دی جائے، پھر تمہیں کیا ہوا، تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟

اور ان میں سے اکثر صرف گمان کی پیروی نہیں کرتے۔ درحقیقت، مفروضہ حقیقت کے خلاف بالکل بھی کام نہیں آتا۔ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

اور یہ ممکن نہیں تھا کہ اس قرآن کو اللہ کے سوا کسی اور نے بنایا ہو، لیکن [یہ] اس سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق اور [سابق] کتاب کی تفصیل ہے، جس میں کوئی شک نہیں، رب العالمین کی طرف سے ہے۔

یا یہ کہتے ہیں کہ یہ اس نے ایجاد کیا ہے؟ کہہ دو کہ اگر تم سچے ہو تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا جس کو بھی بلا سکتے ہو پکارو۔

بلکہ انہوں نے اس چیز کو جھٹلایا جس کا احاطہ علم میں نہیں کیا گیا اور جس کی تاویل ان کے پاس نہیں آئی۔ اسی طرح ان سے پہلے والوں نے بھی جھٹلایا تھا۔ پھر دیکھو ظالموں کا انجام کیسا ہوا۔

اور ان میں سے وہ ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان میں سے وہ ہیں جو اس کو نہیں مانتے۔ اور تمہارا رب فساد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

اور اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو کہہ دو کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں، تم میرے کاموں سے بیزار ہو اور جو تم کرتے ہو میں اس سے بیزار ہوں۔

اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو تمہاری بات سنتے ہیں۔ لیکن کیا آپ بہروں کو سنانے کا سبب بن سکتے ہیں، حالانکہ وہ عقل کا استعمال نہیں کریں گے؟

اور ان میں وہ بھی ہیں جو آپ کی طرف دیکھتے ہیں۔ لیکن کیا آپ اندھوں کی رہنمائی کر سکتے ہیں حالانکہ وہ دیکھتے نہیں ہیں؟

بے شک اللہ لوگوں پر ہرگز ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔

،اور جس دن وہ ان کو جمع کرے گا تو گویا وہ دن کی ایک گھڑی کے سوا [دنیا میں] نہیں رہے تھے [اور] [ایک دوسرے کو جان لیں گے۔ وہ لوگ خسارے میں پڑ گئے جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا اور ہدایت یافتہ نہ ہوئے۔

اور جو وعدہ ہم ان سے کرتے ہیں اس میں سے کچھ ہم آپ کو دکھائیں یا آپ کو موت کے گھاٹ اتار دیں، ان کا لوٹنا ہماری طرف ہے۔ پھر جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اس پر گواہ ہے۔

اور ہر امت کے لیے ایک رسول ہے۔ پس جب ان کا رسول آئے گا تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اور کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟

کہہ دو کہ میں اپنے لیے کسی نقصان اور نفع کا مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے۔ ہر قوم کے لیے ایک مدت مقرر ہے جب ان کا وقت آجائے گا تو وہ ایک گھڑی بھی پیچھے نہیں رہیں گے اور نہ آگے بڑھیں گے۔

کہو، کیا تم نے غور کیا، اگر تم پر اس کا عذاب رات کو آجائے یا دن کو، تو مجرم کس چیز کے لیے بے صبری کریں گے؟

پھر کیا یہ کہ جب وہ واقع ہو جائے گا تو تم اس پر ایمان لاؤ گے؟ اب؟ اور آپ [ایک بار] اس کے لیے بے صبر تھے۔

پھر ظلم کرنے والوں سے کہا جائے گا کہ ابدیت کے عذاب کا مزہ چکھو، کیا تمہیں بدلہ دیا جا رہا ہے سوائے اس کے جو تم کھاتے تھے؟

اور وہ آپ سے معلومات پوچھتے ہیں، "کیا یہ سچ ہے؟" کہو ہاں، میرے رب کی قسم، بیشک یہ حق ہے، اور تم (اللہ کو) عاجز نہیں کرو گے۔

اور اگر ہر ظلم کرنے والے کے پاس زمین کی ہر چیز ہوتی تو وہ اسے فدیہ میں دے دیتی۔ اور جب وہ عذاب دیکھیں گے تو پشیمان ہوں گے۔ اور ان کا انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

بلاشبہ اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے

وہی زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور سینوں کے لیے شفا اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت آئی ہے۔

کہو، اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے، اس پر انہیں خوش ہونا چاہیے، یہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

کہو کیا تم نے دیکھا کہ اللہ نے تم پر کیا نازل کیا ہے جس میں سے تم نے کچھ کو حلال اور کچھ کو حرام قرار دیا ہے؟ کہو، کیا اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے، یا تم اللہ کے بارے میں (کچھ) افتراء کرتے ہو؟

اور جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا قیامت کے دن کیا گمان ہوگا؟ بے شک اللہ لوگوں پر "فضل کرنے والا ہے لیکن ان میں سے اکثر شکر نہیں کرتے۔

اور تم کسی کام میں مشغول نہیں ہو اور نہ قرآن کی تلاوت کرتے ہو اور تم [لوگ] کوئی عمل نہیں کرتے مگر یہ کہ جب تم اس میں مشغول ہو تو ہم تم پر گواہ ہیں۔ اور آپ کے رب کے پاس زمین یا

آسمان کے اندر ایک ذرہ کے وزن یا اس سے چھوٹا یا بڑا [کوئی چیز] غائب نہیں ہے مگر یہ کہ وہ ایک واضح رجسٹر میں ہے۔

بلاشبہ اللہ کے ولیوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے

جو ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے۔

ان کے لیے دنیا کی زندگی اور آخرت میں خوشخبری ہے۔ اللہ کے کلام میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

اور ان کی بات تمہیں غمگین نہ کرے۔ بے شک عزت [طاقت کی وجہ سے] اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ سننے والا، جاننے والا ہے۔

بلاشبہ اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین پر ہے۔ اور جو لوگ اللہ کے سوا کسی کو پکارتے ہیں وہ اس کے شریکوں کی پیروی نہیں کرتے۔ وہ صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور وہ نہیں ہیں مگر جھوٹ

وہی ہے جس نے تمہارے لیے اس میں آرام کرنے کے لیے رات بنائی اور دن کو بینائی دینے والا۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو سنتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ اللہ نے بیٹا بنایا ہے۔ وہ بلند و بالا ہے۔ وہ بے نیاز ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ آپ کو اس [دعوے] کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ کیا تم اللہ کے بارے میں وہ کہتے ہو جو تم نہیں جانتے؟

کہہ دو کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔

[ان کے لیے مختصر ہے] دنیا میں لذت۔ پھر ہماری طرف ان کا لوٹنا ہے۔ پھر ہم انہیں سخت عذاب کا "مزہ چکھائیں گے کیونکہ وہ کفر کیا کرتے تھے۔

آیات 1-70 پر بحث

پہلی آیت کے آغاز کا صحیح مفہوم معلوم نہیں ہے۔ باب 10 یونس، آیت 1

"...الف، لام، را"

بہر حال، یہ اس بات کی طرف اشارہ کر سکتا ہے کہ قرآن پاک عربی حروف اور الفاظ پر مشتمل ہے جو عربوں سے واقف ہیں، جو قرآن مجید کے بنیادی سامعین تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس قرآن کریم کی صداقت سے انکار کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں تھی، کیونکہ وہ اس کی معجزاتی زبان یعنی ایسے الفاظ کو پوری طرح سمجھتے تھے جنہیں وہ عربی زبان میں ماہر ہونے کے باوجود معنی، خوبصورتی اور عملی اطلاق میں نقل کرنے سے قاصر تھے اور خود کو سب سے زیادہ بولنے والے مانتے تھے۔ باب 2 البقرہ، آیت 23

اور اگر تمہیں اس چیز میں شک ہے جو ہم نے اپنے خاص بندے پر نازل کی ہے تو اس جیسا ایک "باب لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے تمام مددگاروں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک کا ذکر آگے آیت 1 میں آیا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 1

"الف، لام، را، یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں۔"

یہاں تک کہ اگر کوئی شخص ایک خوبصورت اور تال میل والا عربی جملہ بناتا ہے، تب بھی وہ اس کی گہری بصیرت سے میل نہیں کھا سکتا جو انسانی فطرت، نفسیات اور طبیعت کے جوہر کو تلاش کرتی ہے۔ وہ وضاحت کے لیے اس کی قابلیت سے میل نہیں کھا سکیں گے، جو رسمی تعلیم سے محروم افراد کو بھی اس کی تعلیمات کو سمجھنے اور اپنی زندگیوں میں نافذ کرنے کے قابل بناتا ہے۔ نہ ہی وہ تجربیدی تصورات کو آسان طریقے سے بیان کر سکیں گے تاکہ ان پر ہر کوئی عمل کر سکے جیسا کہ قرآن پاک کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک انسانی فطرت کے جوہر کو مخاطب کرتا ہے، یہ لازوال رہنمائی فراہم کرتا ہے جو ہر فرد، برادری اور دور کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ اس سلسلے میں قرآن کریم کی کوئی آیت نہیں مل سکتی اور نہ ہی ملے گی۔ یہ اس کے الہی ماخذ کو مزید ثابت کرتا ہے۔

عام طور پر قرآن پاک کے اندر پائے جانے والے الفاظ بے مثال ہیں اور اس کے معانی واضح طور پر بیان کیے گئے ہیں۔ الفاظ اور آیات غیر معمولی فصاحت کا مظاہرہ کرتے ہیں، کسی بھی دوسرے متن سے زیادہ۔ یہ تضادات سے پاک ہے، جو کہ دیگر تمام صحیفوں اور مختلف مذاہب اور طرز زندگی کی تعلیمات میں مشترک ہیں۔ قرآن پاک ماضی کی قوموں کی تاریخوں کا ایک جامع بیان پیش کرتا ہے حالانکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاریخ میں باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ یہ ہر ایک نیکی کا حکم دیتا ہے اور ہر برائی سے منع کرتا ہے، انفرادی اور معاشرتی دونوں طرح کے نتائج کو حل کرتا ہے، اس طرح اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ ہر گھر اور برادری میں انصاف، سلامتی، اور امن قائم ہو۔ قرآن پاک مبالغہ آرائی، جھوٹ، یا کسی بھی قسم کے فریب سے اجتناب کرتا ہے شاعری، کہانیوں اور افسانوں کے برعکس۔ ہر آیت فائدہ مند ہے اور اسے عملی طور پر کسی کی زندگی پر لاگو کیا جا سکتا ہے۔ یہاں تک کہ جب قرآن پاک میں ایک ہی کہانی کو دہرایا جاتا ہے تو یہ مختلف اہم اسباق کو اجاگر کرتا ہے۔ دوسری نصوص کے برعکس، قرآن پاک بار بار جانچنے سے یکسر نہیں ہو جاتا۔ یہ وعدے اور انتباہات پیش کرتا ہے، جن کی تائید ناقابل تردید اور واضح ثبوتوں سے ہوتی ہے۔ جب قرآن پاک ان تصورات پر بحث کرتا ہے جو خلاصہ معلوم ہو سکتے ہیں، جیسے صبر کی مشق، تو یہ روزمرہ کی زندگی میں عمل درآمد کے لیے مستقل طور پر سیدھے اور عملی طریقے پیش کرتا ہے۔ یہ افراد کو اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جس میں خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری شامل ہے، انہیں عطا کردہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرنا جو اس کو پسند ہیں، اس طرح وہ دنیا اور آخرت دونوں میں ذہنی سکون اور کامیابی کو یقینی بناتے ہیں۔ یہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون اور حقیقی کامیابی کے متلاشی افراد کے لیے سیدھے راستے کی وضاحت اور پرکشش بناتا ہے۔ انسانی فطرت کے جوہر کے بارے میں، فراہم کردہ رہنمائی ہر شخص، جگہ اور زمانے کے لیے لازوال اور مفید ہے۔ جب صحیح طریقے سے سمجھا اور نافذ کیا

جائے تو یہ تمام جذباتی، مالی اور جسمانی مشکلات کے حل کے طور پر کام کرتا ہے۔ یہ ہر اس مسئلے کا جواب پیش کرتا ہے جس کا کسی فرد یا کمیونٹی کو سامنا ہو سکتا ہے۔ تاریخ پر صرف یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ جن معاشروں نے قرآن پاک کی تعلیمات کو درست طریقے سے اپنایا انہوں نے اس کی ہمہ گیر اور لازوال حکمت کے فوائد کیسے حاصل کئے۔ کئی صدیاں گزرنے کے باوجود قرآن پاک کے ایک حرف میں بھی ترمیم نہیں کی گئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ تاریخ کا کوئی دوسرا متن اس غیر معمولی خصوصیت کا حامل نہیں ہے۔ باب 15 الحجر: آیت 9

بے شک ہم نے ہی اس پیغام کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے ایک کمیونٹی کو درپیش ضروری چیلنجوں کے بارے میں بتایا اور ہر ایک کے لیے موثر علاج کی تفصیل بتائی۔ ان بنیادی مسائل کو حل کرنے سے، ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بہت سے مسائل بھی حل ہو جائیں گے۔ یہ اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ قرآن پاک کس طرح افراد اور معاشروں کے لیے اس زندگی اور آخرت دونوں میں ترقی کے لیے درکار تمام ضروری چیزوں کے بارے میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 89

“اور ہم نے آپ پر ہر چیز کی وضاحت کے لیے کتاب نازل کی ہے۔“

یہ سب سے غیر معمولی اور لازوال معجزہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ بہر حال اس سے صرف وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو حق کی تلاش میں رہتے ہیں اور جو لوگ اپنی خواہشات میں مشغول رہتے ہیں اور اس کے کچھ حصوں کو چن چن کر قبول کرتے ہیں وہ دونوں جہانوں میں نقصان اٹھاتے ہیں۔ باب 17 الاسراء، آیت 82

اور ہم قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے، لیکن یہ ظالموں" کے لیے نقصان کے سوا کچھ نہیں بڑھاتا۔

:باب 10 یونس، آیت 1

"...الف، لام، را"

چونکہ قرآن کریم کا یہ باب بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح حروف سے شروع ہوتا ہے جن کے معنی لوگوں کو معلوم نہیں ہیں، یہ لوگوں کو یہ سمجھ کر قرآن کریم سے عاجزی کے ساتھ رجوع کرنے کا درس دیتا ہے کہ ان کا علم انتہائی محدود ہے۔ یہ رویہ یقینی بنائے گا کہ وہ قرآن پاک کی تعلیمات سے مستفید ہوں گے۔ جبکہ جو شخص قرآن پاک کے پاس یہ مانتے ہوئے کہ وہ علم رکھتا ہے وہ اسے آسانی سے چیلنج کر دے گا، خاص طور پر جب وہ اس کی تعلیمات کے پیچھے موجود حکمت کو سمجھنے میں ناکام رہے گا۔ جس طرح ایک اچھا طالب علم اپنے استاد کے ساتھ عاجزی کا مظاہرہ کرے گا اور اس طرح ان سے فائدہ اٹھائے گا، اسی طرح قرآن کریم کے ساتھ عاجزی کا مظاہرہ کرنے والا ہی اس کی تعلیمات سے فائدہ اٹھائے گا تاکہ وہ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھ کر دونوں جہانوں میں سکون حاصل کریں۔

:باب 10 یونس، آیت 1

"...الف، لام، را"

علم کا بنیادی جز حروف پر مشتمل ہے۔ اس لیے یہ آیت بھی علم کی اہمیت کو ظاہر کر سکتی ہے۔ تمام مسلمانوں پر یہ فرض ہے کہ وہ دنیوی اور دینی دونوں طرح کے علم کو حاصل کریں اور اس پر عمل کریں جیسا کہ سنن ابن ماجہ نمبر 224 میں موجود حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔ جہالت لازماً گناہوں اور گمراہی کا باعث بنتی ہے، کیونکہ علم کے بغیر گناہوں سے بچ نہیں سکتا اور نہ ہی اس کے بغیر صحیح رہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔ افراد کے لیے اپنے علم پر عمل کرنا بہت ضروری ہے، کیونکہ علم بذات خود کوئی اہمیت نہیں رکھتا جب تک کہ اسے عملی جامہ نہ پہنایا جائے۔ جس طرح کسی منزل کا نقشہ اس وقت تک بیکار ہے جب تک کہ کوئی اس منزل تک پہنچنے کے لیے اسے عملی طور پر استعمال نہ کرے، اسی طرح وہ علم جس میں عملی استعمال نہ ہو کامیابی حاصل نہیں کرتا۔

باب 62 الجمعہ، آیت 5

اور پھر اس پر عمل نہیں کیا۔ (علم پر عمل نہیں کیا) (اس گدھے کی مانند ہے جو کتابوں کی کثرتیں...)۔
"اٹھائے ہوئے ہے۔"

اس کے بعد بنی نوع انسان کو عطا کردہ عظیم ترین علم کا ذکر آیت 1 کی بقیہ میں کیا گیا ہے۔ باب
یونس، آیت 1 10

"الف، لام، را، یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں۔"

لہذا قرآن پاک سے استفادہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی تعلیمات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کی روشنی میں سمجھے اور اس پر عمل کرے۔ قرآن فطری طور پر حکمت والا ہے

اور اس پر عمل کرنے والوں کو حکمت عطا کرتا ہے۔ حکمت ایک شخص کو سکھاتی ہے کہ وہ اپنے پاس موجود علم کو صحیح طریقے سے کیسے استعمال کرے، خواہ دینی ہو یا دنیاوی، تاکہ یہ دونوں جہانوں میں اسے اور دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ جب کوئی قرآن پاک سے حکمت حاصل کرے گا تو وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ یہ اس بات کی ضمانت دے گا کہ وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں اور افراد کو مناسب طور پر پوزیشن میں رکھیں گے، جبکہ قیامت کے دن اپنے جوابدہی کے لیے کافی حد تک تیار ہوں گے۔ چنانچہ اس طرز عمل سے دونوں جہانوں میں سکون پیدا ہوگا۔

لیکن جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا اکثر انسان کی دنیاوی خواہشات کے خلاف ہوتا ہے، جو لوگ اپنی دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے کو ترجیح دیتے ہیں وہ اسلامی تعلیمات کو رد یا نظر انداز کر دیتے ہیں۔ نتیجتاً، وہ اپنے انکار اسلام اور اپنے حیوانی رویے کو درست ثابت کرنے کے لیے ناقص بہانے تیار کریں گے، جس کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو اپنی خواہشات کے مطابق استعمال کریں گے۔ باب 10 یونس، آیت 2

”کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص پر وحی نازل کی؟“

، ایک طریقہ جس کے ذریعے ہر قوم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر سوال اٹھایا ہے وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں کے بجائے انسان تھے۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ ،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی باقی برادری کی طرح انسان ہونے کے بجائے ایک منفرد ہستی ایک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار خاص طور پر انسانیت کے لیے جیسا کہ فرشتہ ہونا چاہیے۔ وضع کیا گیا ہے جس کی وجہ سے فرشتوں جیسی مخلوق کو اس منصب پر فائز کرنا غیر منطقی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ وہ لوگوں کے لیے زندگی کے تمام پہلوؤں کو سنبھالنے کے لیے ایک ٹھوس نمونے کے طور پر کام کریں۔ انسانوں کے برعکس، فرشتے تھکاوٹ جیسے تجربات سے نہیں گزرتے، جو لوگوں کی فرشتوں کے نبی کی تقلید کرنے کی صلاحیت میں رکاوٹ بنتے ہیں جو انہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے جواز پیش کرتے ہیں۔ لہذا، اگر اللہ تعالیٰ کسی فرشتے کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طور پر مبعوث کرے تو اسے انسانی شکل میں

پیش کرنا پڑے گا تاکہ لوگ اپنی زندگی کے ہر پہلو میں عملی طور پر ان کی تقلید کرسکیں۔ باب 6
:الانعام، آیت 9

اور اگر ہم اسے فرشتہ بنا دیتے تو ہم اسے ایک آدمی بنا دیتے اور جس چیز میں وہ ڈھانپتے ہیں اس"
"سے ہم ان پر پردہ ڈال دیتے۔

اس طرح غیر مسلم اس بات پر حیران کیوں ہوئے کہ ایک انسان کو دوسروں تک پیغام پہنچانے کے
لیے منتخب کیا گیا؟ اسی طرح کیا یہ رواج نہیں ہے کہ کسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی نوع انسان
کی رہنمائی کے لیے مبعوث کیا جائے؟ اگر لوگ گمراہی میں بھٹک رہے ہیں اور حقیقت سے ناواقف
ہیں، تو حقیقی طور پر کیا قابل ذکر ہے: کہ ان کا خالق اور رب ان کی رہنمائی کے لیے قدم اٹھائے گا
:یا یہ کہ انہیں اپنی غلطیوں پر قائم رہنے دیا جائے گا؟ باب 10 یونس، آیت 2

”کیا لوگ حیران ہوئے کہ ہم نے ان میں سے ایک آدمی پر وحی کی کہ لوگوں کو خبردار کر دو۔“

وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو تنبیہات بھیجی ہیں تاکہ وہ زندگی میں غلط راستے کو اختیار کرنے
سے بچیں۔ اس غلط راستے میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرنا شامل ہے کیونکہ
یہ صرف ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کا باعث بنتا ہے، یہ ان کی زندگی میں ہر چیز اور
ہر چیز کو غلط جگہ دینے کا سبب بنتا ہے اور انہیں عملی طور پر قیامت کے دن اپنے احتساب کے
لیے تیاری کرنے سے روکتا ہے۔ اس لیے یہ رویہ دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات کا
باعث بنتا ہے، خواہ وہ کچھ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ یہ نتیجہ واضح ہوتا ہے جب کوئی
امیر اور مشہور لوگوں کو دیکھتا ہے کہ وہ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہونے کے باوجود کس
طرح دماغی صحت کے مسائل سے دوچار ہیں اور کس طرح دکھی زندگی گزار رہے ہیں۔ جو شخص
اس سچائی کو پہچانتا ہے وہ اس لیے الہی تعلیمات کو قبول کرے گا اور اس پر عمل کرے گا تاکہ وہ
ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر سکے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب

لہذا تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے جگہ دے سکے۔
یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔ باب 10 یونس، آیت 2

لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص پر وحی نازل کی کہ لوگوں کو ڈراؤ اور ان کیا
لوگوں کو خوشخبری دو جو ایمان لائے کہ ان کے لیے ان کے رب کے ہاں عزت کا مقام ہے۔

نتیجتاً، ایک فرد کو اپنے فائدے کے لیے اسلامی تعلیمات کو اپنانا اور ان پر عمل کرنا چاہیے، چاہے
یہ تعلیمات اس کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہوں۔ انہیں اپنے آپ کو ایک عقلمند مریض کی طرح
برتاؤ کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے، یہ
سمجھتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفاد میں ہے، باوجود اس کے کہ ناخوشگوار دوائیں تجویز کی
گئی ہیں اور غذا کا سخت طریقہ۔ جس طرح یہ عقلمند مریض اچھی ذہنی اور جسمانی صحت حاصل
کرے گا، اسی طرح وہ فرد بھی جو اسلامی تعلیمات کو اپنائے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ یہ اس
حقیقت کی وجہ سے ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس وہ علم ہے جو اس بات کو یقینی بنانے کے
لیے ضروری ہے کہ انسان ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کو حاصل کرے اور اپنی زندگی میں
ہر چیز اور ہر ایک کو مناسب جگہ دے سکے۔ معاشرے کے زیر انتظام انسانی ذہنی اور جسمانی
حالات کی تفہیم اس نتیجے کو حاصل کرنے کے لیے کبھی بھی کافی نہیں ہوگی، خواہ وسیع تحقیق کی
گئی ہو، کیونکہ یہ ہر اس چیلنج کو حل نہیں کر سکتی جس کا سامنا انسان کو اپنی زندگی میں ہو سکتا
ہے۔ ان کی رہنمائی ہر قسم کے ذہنی اور جسمانی تناؤ کو نہیں روک سکتی اور نہ ہی علم، تجربے
دور اندیشی اور موروٹی تعصبات کی حدود کی وجہ سے کسی کو اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز
کو درست طریقے سے ترتیب دینے کے قابل بنا سکتی ہے۔ یہ علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، جو
اس نے قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ذریعے انسانیت کو عطا کیا
ہے۔ یہ حقیقت اس وقت عیاں ہو جاتی ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو اپنی حاصل کردہ
نعمتوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق استعمال کرتے ہیں بمقابلہ جو نہیں کرتے۔ اگرچہ، بہت سی
صورتوں میں، مریض ان کو دی گئی دوائیوں کے پیچھے سائنسی اصولوں کو نہیں سمجھ پاتے ہیں
اور اس طرح بغیر کسی سوال کے اپنے ڈاکٹر پر بھروسہ کرتے ہیں، تاہم، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام
کی تعلیمات پر غور کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی پر اس کے فائدہ مند اثرات کو پہچان
سکیں۔ وہ لوگوں سے اسلام کی تعلیمات کو بلاوجہ قبول کرنے کا مطالبہ نہیں کرتا۔ بلکہ وہ چاہتا ہے
کہ وہ اس کے واضح ثبوتوں کے ذریعے اس کی سچائی کو تسلیم کریں۔ تاہم، اس کے لیے ضروری

ہے کہ ایک شخص غیر جانبدارانہ اور کھلے ذہن کے ساتھ اسلام کی تعلیمات سے رجوع کرے۔ باب
:یوسف، آیت 108 12

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"
"...میری پیروی کرتے ہیں"

مزید برآں، چونکہ اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کے روحانی دلوں پر مکمل اختیار رکھتا ہے، ذہنی سکون کا
گھر ہے، اس لیے وہی طے کرتا ہے کہ کس کو ذہنی سکون ملتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن
:نجم، آیت 43

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون عطا کرتا ہے جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو
:اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ اصولوں کے مطابق استعمال کرتے ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 2

لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص پر وحی نازل کی کہ لوگوں کو ڈراؤ اور ان کیا
لوگوں کو خوشخبری دو جو ایمان لائے کہ ان کے لیے ان کے رب کے ہاں عزت کا مقام ہے۔

مکہ کے غیر مسلموں نے، جو عربی زبان میں مہارت رکھتے تھے، تسلیم کیا کہ قرآن پاک کسی انسان کی طرف سے نہیں لکھا جا سکتا تھا۔ مزید برآں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جاننے کے بعد، آپ کے اعلان نبوت سے پہلے چالیس سال تک، وہ جانتے تھے کہ وہ جھوٹے نہیں ہیں۔ باب: یونس، آیت 16 10

"کیونکہ میں اس سے پہلے زندگی بھر تمہارے درمیان رہا تھا، پھر کیا تم عقل نہیں کرو گے؟..."

اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سابقہ آسمانی صحیفوں سے کوئی تعلق نہیں تھا - اس حقیقت کو اہل کتاب اور مکہ کے غیر مسلموں نے تسلیم کیا ہے - آپ کو ان مقدس صحیفوں میں موجود بدلی ہوئی یا اصل تعلیمات کا علم نہ ہوتا۔ یہ حقیقت قرآن کریم کی الہی: ماخذ کو مزید تقویت دیتی ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 48

اور تم نے اس سے پہلے کوئی صحیفہ نہیں پڑھا اور نہ ہی کسی کو اپنے داہنے ہاتھ سے لکھا، پھر"

("یعنی دوسری صورت میں (جھٹلانے والے شک میں پڑ جاتے۔

مکہ میں مقیم غیر مسلموں نے اسلام کے جواز کو تسلیم کیا؛ تاہم، انہوں نے اس کی مخالفت کی کیونکہ اس سے ان کے دنیاوی عزائم کو درپیش خطرے کا سامنا تھا۔ انہیں خدشہ تھا کہ اسلام کا ظہور ان کی سماجی حیثیت اور اثر و رسوخ کو خطرے میں ڈال دے گا۔ نتیجتاً، انہوں نے اسلام کو مسترد کرنے باب 10 کے لیے کمزور جواز گھڑ لیے، جس کا مقصد دوسروں کو اسلام قبول کرنے سے روکنا تھا۔ باب: یونس، آیت 2

"[لیکن] کافر کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادوگر ہے۔..."

عام طور پر، سماجی عوامل جیسے کہ سوشل میڈیا، فیشن کے رجحانات، اور ثقافتی اصول اسلامی اقدار کے پابند افراد پر اکثر دباؤ ڈالتے ہیں۔ اسلام کی وکالت کو اکثر دولت اور سماجی حیثیت کے لیے ان کے عزائم کی راہ میں رکاوٹ سمجھا جاتا ہے۔ جن شعبوں پر اسلام کی طرف سے تنقید کی جاتی ہے وہ اسلامی اصولوں کو عملی جامہ پہنانے کی سرگرمی سے مخالفت کرتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے عقیدے پر قائم رہنے سے روکتے ہیں۔ اس سے سوشل میڈیا سمیت متعدد پلیٹ فارمز پر پائے جانے والے وسیع پیمانے پر اسلام مخالف جذبات میں اضافہ ہوتا ہے۔

مزید برآں، وہ افراد جو اسلامی تعلیمات کی پیروی کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جو ذاتی خواہشات میں اعتدال اور عطا کردہ نعمتوں کے صحیح استعمال کی وکالت کرتے ہیں، اکثر ان لوگوں کی طرف سے منفی ردعمل کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو حد سے زیادہ کام کرتے ہیں۔ بغیر کسی روک ٹوک کے اپنے جذبات پر عمل کرتے ہیں، جیسا کہ اسلام انہیں حیوانی ظاہر کرتا ہے۔ یہ افراد اکثر دوسروں کو اسلام قبول کرنے سے روکتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے عقیدے پر عمل کرنے سے روکتے ہیں، انہیں بے لگام خواہشات کے حامل طرز زندگی میں آمادہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اکثر اسلام کے مخصوص پہلوؤں پر توجہ مرکوز کرتے ہیں، جیسے خواتین کے لباس کوڈ، اس کی کشش کو کم کرنے کے لیے۔ اس کے باوجود، ذہین افراد ان تنقیدوں کی سطحی حیثیت کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں، جو اسلام کے خود نظم و ضبط پر زور دینے کے لیے نفرت سے پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، اگرچہ وہ خواتین کے لیے اسلامی لباس کے ضابطے پر تنقید کر سکتے ہیں، لیکن وہ دیگر ضروری پیشوں جیسے قانون نافذ کرنے والے، فوج، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم، اور کاروبار کو ایک ہی سطح کی جانچ پڑتال سے مشروط نہیں کرتے۔ اسلامی لباس کوڈ پر یہ منتخب تنقید، دیگر لباس کے ضابطوں کے بارے میں ان کی خاموشی کے برعکس، ان کے دلائل کی نزاکت اور بے بنیاد پن کو نمایاں کرتی ہے۔ بالآخر، یہ اسلام کے اصول اور اس کے پیروکاروں کا نظم و ضبط ہے جو اسلام پر ان مختلف حملوں کو بھڑکاتے ہیں اور انہیں ہر ممکن طریقے سے اس پر تنقید کرنے پر اکساتے ہیں۔

ہر حال میں، ایک فرد کو غیر متزلزل طور پر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت کے لیے وقف کرنا چاہیے، یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ یہ لگن انہیں سکون بخشے گی اور انہیں دوسروں کے منفی اثرات سے محفوظ رکھے گی۔ دوسروں کو خوش کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کا انتخاب

بالآخر اندرونی سکون کو ختم کرنے کا باعث بنے گا، کیونکہ یہ انتخاب انہیں ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے پر آمادہ کرے گا جو اس نے انہیں عطا کی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ اپنے آپ کو ذہنی اور جسمانی انتشار کی حالت میں پائیں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کی ہم آہنگی میں خلل ڈالیں گے، اور انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیار نہیں چھوڑیں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور پریشانیاں پیدا ہوں گی، خواہ وہ کسی بھی مادی آسائش کے مالک ہوں۔

ثابت قدمی کو برقرار رکھنے کے لیے، ایک مضبوط ایمان پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لیے ہر حال میں، خواہ خوشحالی کے وقت ہوں یا مشکلات کے وقت، اس کے لیے پختہ ایمان بہت ضروری ہے۔ یہ گہرا ایمان قرآن کریم میں موجود واضح نشانیوں اور تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سمجھنے سے پروان چڑھتا ہے۔ یہ تعلیمات اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت دنیا اور آخرت میں سکون لاتی ہے۔ اس کے برعکس، اسلامی اصولوں سے ناواقف افراد کا ایمان کمزور ہوگا، جس سے وہ اطاعت سے بھٹکنے کا زیادہ خطرہ بنیں گے، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات الہی ہدایت سے تصادم کریں۔ اس طرح کی جہالت ان کے اس خیال پر بادل ڈال سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کے حق میں اپنی خواہشات کے سپرد کرنا ہی دونوں جہانوں میں حقیقی امن کے حصول کا راستہ ہے۔ لہذا، افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کے حصول اور اس کے عملی اطلاق کے ذریعے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہیں۔ اس میں اسلامی تعلیمات کی طرف سے بیان کردہ ان نعمتوں کا صحیح طور پر استعمال کرنا شامل ہے جو بالآخر ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت اور ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کی مناسب ترجیح کا باعث بنتے ہیں۔

درحقیقت اسلامی تعلیمات کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کے ذریعے پختہ ایمان حاصل کرنا تاکہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ثابت قدم رہے، ان نعمتوں کو صحیح طور پر استعمال کرتے ہوئے جو انہیں عطا کی گئی ہیں، اگلی آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 3

بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور پھر عرش پر قائم ہوا، اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش کرنے والا نہیں، وہی اللہ تمہارا رب ہے، سو اسی کی عبادت کرو، پھر کیا تم غور نہیں کرتے؟

اسلام انسانیت کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ واحد ہستی جس کی اطاعت ہر حال میں واجب ہے ان کا خالق اور قائم رکھنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ باب 10 یونس، آیت 3

“...بے شک تمہارا رب اللہ ہے”

درحقیقت، لوگ جس ہستی کو ماننے اور اپنی زندگیوں کی بنیاد رکھنے کا انتخاب کرتے ہیں وہی آخر کار پوجا کرتے ہیں۔ انسان فطری طور پر کسی چیز کی عبادت اور اطاعت کے لیے بنائے گئے ہیں۔ یہ کچھ دوسرے افراد، سوشل میڈیا پلیٹ فارمز، فیشن کے رجحانات، ثقافتی اصولوں، یا یہاں تک کہ ان باب 25 الفرقان، آیت 43 کی ذاتی خواہشات کو گھیرے میں لے سکتا ہے۔

“کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟”

ایک شخص کی عبادت کا تعین اس بات سے ہوتا ہے کہ وہ کس کی اطاعت اور پیروی کا انتخاب کرتے ہیں۔ نتیجتاً، مسلمانوں سے ضروری ہے کہ وہ اسلام پر ایمان کے زبانی اثبات کی حمایت ایسے اعمال کے ساتھ کریں جو تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کا ثبوت دیں۔ اس میں ان نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ جو لوگ اپنے آپ کو اس طرح سے چلتے ہیں وہ ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کرتے ہیں، متوازن ذہنی اور جسمانی حالت

النحل 16 باب حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھ کر۔
: آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرتے ہیں اور دوسری ہستیوں کی اطاعت اور عبادت کرنے کا انتخاب کرتے ہیں وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ نتیجتاً وہ اپنے آپ کو ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت میں پائیں گے، اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیتے ہوئے، اور روز قیامت اپنی ذمہ داریوں کے لیے ناکافی تیاری کر رہے ہوں گے۔ اس صورت حال کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، چاہے وہ بعض دنیوی آسائشوں کا تجربہ کریں۔ باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

:اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟" (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

باب 10 یونس، آیت 3

بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور پھر عرش پر ”
...براجمان ہو کر (انتظام کا)“

آسمانوں اور زمین کی تشکیل کے ساتھ ساتھ بے شمار متوازن نظاموں کا مشاہدہ کرنے پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کائنات کو پیدا کرنے والا اور برقرار رکھنے والا صرف ایک ہی ہے۔ مثال کے طور پر، زمین سے سورج کا مثالی فاصلہ ایک واضح اشارے کے طور پر کام کرتا ہے، کیونکہ اگر سورج اس سے تھوڑا قریب یا اس سے بھی زیادہ دور ہوتا تو زمین ناقابل رہائش ہوگی۔ اسی طرح، زمین کو اس طریقے سے ڈیزائن کیا گیا ہے جو ایک متوازن اور پاکیزہ ماحول کو فروغ دیتا ہے، اس پر زندگی کو پھلنے پھولنے کے قابل بناتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 164

...اور رات اور دن کا ردوبدل ”

دن اور راتوں کا درست وقت، سال بھر میں ان کی مختلف لمبائیوں کے ساتھ، افراد کو ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے قابل بناتا ہے۔ اگر دن بڑھا دیا گیا تو، طویل گھنٹوں کی وجہ سے افراد کو تھکاوٹ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس کے برعکس، اگر راتیں لمبی کر دی جائیں، تو لوگوں کے پاس روزی کمانے اور علم حاصل کرنے جیسی دیگر قیمتی کوششوں کے حصول کے لیے ناکافی وقت ہو گا۔ اگر راتیں چھوٹی ہوں تو لوگوں کے پاس آرام کرنے کا مناسب وقت نہیں ہوگا، جو کہ بہترین صحت کے حصول کے لیے ضروری ہے۔ دن اور رات کے دورانیے میں تبدیلی سے زرعی پیداوار پر بھی اثر پڑے گا، جس سے انسانوں اور جانوروں دونوں کے رزق پر منفی اثر پڑے گا۔ کائنات کے اندر

دنوں، راتوں اور دیگر متوازن نظاموں کا ہم آہنگ عمل اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے واضح ثبوت کے طور پر کام کرتا ہے، کیونکہ متعدد معبودوں کا وجود متضاد خواہشات کا باعث بنتا ہے، جو بالآخر باب 21 الانبیاء، آیت 22 کائنات کے اندر انتشار کا باعث بنتا ہے۔

”اگر ان کے اندر اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو وہ دونوں برباد ہو جاتے۔“

باب 2 البقرہ، آیت 164

اور وہ [عظیم] بحری جہاز جو سمندر میں ان چیزوں کے ساتھ چلتے ہیں جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتے ”ہیں، اور جو اللہ نے آسمان سے بارش نازل کی ہے۔“

جب کوئی بے عیب متوازن پانی کے چکر کا جائزہ لیتا ہے تو یہ بلا شبہ ایک خالق کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پانی سمندر سے بخارات بن کر اوپر جاتا ہے، اور بعد میں گاڑھا ہو کر تیزابی بارش بنتا ہے جو پہاڑوں پر گرتی ہے۔ یہ پہاڑ تیزابی بارش کو بے اثر کرتے ہیں اور اسے انسانوں اور جانوروں دونوں کے لیے قابل استعمال بناتے ہیں۔ اس بے عیب متوازن نظام میں کسی قسم کی تبدیلی کے نتیجے میں زمین پر زندگی کے لیے تباہ کن نتائج برآمد ہوں گے۔ سمندر میں موجود نمک مردہ سمندری مخلوق کے گلنے سے سمندر کو آلودہ ہونے سے روکتا ہے۔ اگر سمندر آلودہ ہو جائے تو یہ سمندری زندگی کو ناممکن بنا دے گا، اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی نجاست زمینی زندگی کو بھی متاثر کرے گی۔ سمندروں اور سمندروں میں پانی کو اس انداز سے ڈیزائن کیا گیا ہے کہ اس کے اندر سمندری حیات پھل پھول سکتی ہے جبکہ بڑے جہاز اس کی سطح پر جاسکتے ہیں۔ اگر پانی کی ساخت میں تھوڑی سی بھی تبدیلی کی جائے تو یہ ایک عدم توازن پیدا کر دے گا، جس سے یا تو سمندری زندگی پروان چڑھ سکتی ہے یا بحری جہاز چل سکتے ہیں، لیکن دونوں بیک وقت نہیں۔ آج بھی، سمندری نقل و حمل عالمی سطح پر سامان کی منتقلی کا سب سے زیادہ مروجہ طریقہ ہے۔ اس طرح، یہ کامل توازن زمین پر زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے بہت ضروری ہے۔

ارتقاء ایک قسم کی انٹیرویورتن کی نمائندگی کرتا ہے، جو کہ فطری طور پر ناقص ہے۔ تاہم، بے شمار پرجاتیوں کا مشاہدہ کرنے پر، کوئی بھی دیکھ سکتا ہے کہ وہ بالکل متوازن طریقے سے تخلیق کیے گئے ہیں، جس سے وہ اپنے اپنے ماحول میں ترقی کی منازل طے کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر اونٹ کو لے لیجئے، جسے خاص طور پر انتہائی درجہ حرارت کو برداشت کرنے اور پانی کے بغیر طویل عرصے تک زندہ رہنے کے لیے ڈیزائن کیا گیا ہے۔ وہ مثالی طور پر صحرا میں زندگی کے لیے: باب 88 الغاشیہ، آیت 17 موزوں ہیں۔

”پھر کیا وہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے پیدا کیے گئے ہیں؟“

بکری کو ایک غیر معمولی طور پر موثر انداز میں انجینیئر کیا گیا ہے، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ اس کے جسم میں موجود کوئی بھی نجاست اس سے پیدا ہونے والے دودھ سے مکمل طور پر الگ ہو جائے۔ دونوں میں سے کوئی بھی آلودگی دودھ کو استعمال کے لیے نا مناسب بنا دے گی۔ باب 16 النحل، آیت 66:

اور درحقیقت تمہارے لیے مویشیوں کے چرانے میں ایک سبق ہے، ہم تمہیں ان کے پیٹوں میں سے "پیتے ہیں - اخراج اور خون کے درمیان - خالص دودھ جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے۔"

ہر پرجاتیوں کو ایک الگ زندگی کا دورانیہ تفویض کیا جاتا ہے جو کسی ایک نوع کو دوسروں پر غلبہ حاصل کرنے سے روکتا ہے۔ مثال کے طور پر، مکھیاں 3-4 ہفتوں کی خاصی مختصر زندگی کی حامل ہوتی ہیں اور وہ 500 تک انڈے دے سکتی ہیں۔ اگر ان کی زندگی کا دورانیہ بڑھا دیا گیا تو مکھیوں کی آبادی غیر متوازن ہو جائے گی، ممکنہ طور پر ماحولیاتی نظام میں موجود دیگر تمام

پر جاتیوں پر غالب آ جائے گی۔ اس کے برعکس، نمایاں طور پر طویل عمر کے حامل دوسرے جاندار صرف ایک محدود تعداد میں اولاد پیدا کرتے ہیں۔ یہ خصوصیت ان کی آبادی کے اعتدال میں معاون ہے۔ ایسا واقعہ محض اتفاقی نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ارتقاء کے عمل سے اس کی مناسب وضاحت کی جا سکتی ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 164

"...اور آسمان اور زمین کے درمیان ہواؤں اور بادلوں کا کنٹرول..."

ہوائیں ہوا کی آلودگی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں، فصلوں، پودوں اور درختوں کی افزائش کو قابل بناتی ہیں۔ تاریخی طور پر، سمندری نیویگیشن کے لیے ہوا بہت ضروری تھی، جو آج تک عالمی سطح پر سامان کی نقل و حمل کا بنیادی ذریعہ ہے۔ بارش کے بادلوں کی مخصوص علاقوں میں نقل و حرکت کے لیے ہوائیں ضروری ہیں، جو کہ تخلیق کے لیے ضروری پانی کی فراہمی کو یقینی بناتی ہیں، جو اس کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی۔ زمین پر ہوا کا ایک متوازن نظام واضح ہے۔ ہواؤں کی عدم موجودگی تخلیق کے لیے خرابی کا باعث بنے گی، جبکہ ہواؤں کی زیادتی اسی طرح افراتفری کا باعث بنے گی۔ اسی طرح، بارش بھی احتیاط سے متوازن ہے؛ ناکافی بارش خشک سالی اور قحط کا باعث بن سکتی ہے، جب کہ زیادہ بارش کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر سیلاب آ سکتا ہے۔ باب 23 المومنون، آیت 18:

اور ہم نے آسمان سے ایک مقدار میں بارش برسائی اور اسے زمین میں ٹھہرایا، اور ہم اسے اٹھانے پر بھی قادر ہیں۔

یہ بے عیب متوازن نظام موقع کی پیداوار نہیں ہو سکتا اور خالق کے اثر کو واضح طور پر ظاہر کرتا ہے۔ جو بھی ان بے عیب متوازن نظاموں پر غور کرتا ہے وہ عقلی طور پر ایک واحد خالق کی موجودگی کا انکار نہیں کر سکتا جو تمام معاملات پر اختیار رکھتا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 3

ہے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور پھر عرش پر ”...براجمان ہو کر (اپنی مخلوق کا) انتظام کیا

ایک شخص جو کسی دوسرے فرد کی فراہمی کے کچھ پہلوؤں پر توجہ دیتا ہے، جیسے کہ ان کی رہائش، تعریف کا مستحق ہے۔ چنانچہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی تمام نعمتیں انسانیت کو عطا فرمائی ہیں، اس لیے انسانوں کے لیے اس کا شکر ادا کرنا ہی جائز اور مناسب ہے۔ شکر گزاری جو کہ کسی کی نیت سے پیدا ہوتی ہے اس میں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے عمل کرنا ہے۔ مختلف مقاصد کے لیے کام کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اجر نہیں ملے گا۔ اس تنبیہ کو جامع ترمذی نمبر 3154 میں درج ایک حدیث میں نمایاں کیا گیا ہے۔ خلوص نیت کا واضح اشارہ یہ ہے کہ کوئی شخص دوسروں سے کسی اعزاز یا انعام کی توقع یا خواہش نہیں رکھتا۔ تقریر کے ذریعے اظہار تشکر میں یا تو اچھی بات کو بیان کرنا یا خاموش رہنے کا انتخاب کرنا شامل ہے۔ مزید برآں، اعمال کے ذریعے شکرگزاری کا مظاہرہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس نعمت کو ان طریقوں سے استعمال کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس مشق کے نتیجے میں برکتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور بالآخر دونوں جہانوں میں ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے اور ہر چیز اور ہر باب 14 ابراہیم، آیت ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھنے کے ذریعے سکون ملتا ہے۔

7:

”... اگر تم شکر گزار رہو گے تو میں تمہیں ضرور بڑھاؤں گا”

باب 16 النحل، آیت 97 اور

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

مزید برآں، جب کسی فرد کے پاس کوئی چیز ہوتی ہے، تو یہ مناسب اور روایتی سمجھا جاتا ہے کہ وہ اس چیز کو کسی بھی طریقے سے استعمال کرے جس کا وہ انتخاب کریں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر چیز بشمول انسانیت کا خالق، مالک اور پالنے والا ہے، اس لیے وہی اس بات کا تعین کرتا ہے کہ کائنات میں کیا ہونا چاہیے اور کیا نہیں۔ چنانچہ یہ صرف ایک فرد کے لیے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعمیل کرے، کیونکہ وہ اپنی ذات سمیت پوری کائنات کا واحد مالک ہے۔

اسی طرح، جب کوئی شخص اپنی ملکیت کی چیز کسی دوسرے شخص کو دے دیتا ہے، تو یہ صرف اتنا ہی منصفانہ ہے کہ اس چیز کو مالک کی ترجیحات کے مطابق استعمال کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر وہ نعمت عطا کی ہے جو انسان کے پاس بطور قرض ہے۔ یہ نعمتیں بطور تحفہ نہیں دی گئیں۔ زمینی قرضوں کی طرح یہ قرض بھی چکانا چاہیے۔ اس قرض کی ادائیگی کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ان نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں۔ اس کے برعکس، چونکہ جنت کی نعمتوں کو تحفہ سمجھا جاتا ہے، اس لیے افراد کو آزادی ہوگی کہ وہ اپنی مرضی سے لطف اندوز ہوں۔

باب 7 الاعراف، آیت 43

اور ان کو پکارا جائے گا کہ یہ وہ جنت ہے جس کا تم وارث بنائے گئے ہو ان اعمال کے بدلے جو "تم کرتے تھے۔"

انسان کو ان دنیاوی نعمتوں کو نہیں ملانا چاہیے جو جنت کے تحفوں کے ساتھ محض قرض ہیں۔

:باب 10 یونس، آیت 3

...جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا

:اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو ایک پل میں پیدا کرنے کی قدرت رکھتا تھا۔ باب 2 البقرہ، آیت 117

جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اس سے صرف اتنا کہتا ہے کہ ہو جا“ اور وہ ہو جاتا ہے۔”

آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے بارے میں ایک بصیرت یہ ہے کہ چھ دن کی مدت میں انسانیت کو ایک عظیم مقصد کی طرف بتدریج کوشش کرنے کا اہم سبق دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ لوگ ایک لمحے میں تقویٰ حاصل کر لیں۔ بلکہ، وہ ان سے توقع کرتا ہے کہ وہ اسلام کی تعلیمات کو بتدریج سیکھیں اور ان پر عمل کریں، جس سے وہ اس قابل ہو جائیں کہ وہ اس کے اور اس کی مخلوق کے تئیں اپنے طرز عمل کو بتدریج بڑھا سکیں۔

اگرچہ ایک مسلمان کے پاس اپنے فرائض سے غفلت برتنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ روایات کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے میں ناکامی کا کوئی جواز نہیں ہے، لیکن ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کے مطابق عمل کرے۔ مزید برآں، انہیں دوسروں کے ساتھ ان کی ذہنی اور جسمانی طاقت کی بنیاد پر برتاؤ کرنا چاہیے تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ وہ مغلوب نہ ہوں، اور نہ ہی وہ دوسروں کو اسلام سے مایوسی کا باعث بنیں۔

یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ہر فرد کو منفرد انداز میں تخلیق کیا گیا ہے اور اسے مختلف نعمتوں اور تحائف سے نوازا گیا ہے۔ مثال کے طور پر، کچھ افراد میں بے شمار رضاکارانہ روزے رکھنے کی طاقت ہوتی ہے، جب کہ کچھ نہیں رکھتے۔ بعض میں دماغی قوت ہوتی ہے کہ وہ پورا دن قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطالعہ کے لیے وقف کر دیں، جب کہ بعض میں اس صلاحیت کی کمی ہو سکتی ہے۔ کچھ طویل عرصے تک مذہبی معاملات کے بارے میں بات چیت میں مشغول ہو سکتے ہیں، جبکہ دوسروں کو ایسا کرنے کے لیے توجہ یا ذہنی لچک نہیں ہو سکتی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جن لوگوں میں ان کاموں میں مشغول ہونے کی طاقت نہیں ہے وہ غریب مسلمان ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہر فرد کو اس کی صلاحیت، طاقت، ارادے اور اس کے کیے گئے اعمال کی بنیاد پر جانچے گا۔ یہ گفتگو یہ بتاتی ہے کہ مسلمانوں کو رضاکارانہ مذہبی طریقوں میں اپنی کوششوں کے بارے میں خود یا دوسروں پر حد سے زیادہ تنقید نہیں کرنی چاہیے۔ ایک مسلمان کو بتدریج بہتری لانے کا ارادہ رکھنا چاہیے تاکہ وہ مایوس نہ ہو اور اپنی کوششوں کو مکمل طور پر ترک کر دے۔ اگر کسی مسلمان کو رضاکارانہ مذہبی سرگرمیوں میں مشغول ہونے کی طاقت نصیب ہوئی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ یہ صرف اسی نے انہیں عطا کیا ہے۔ اس کو پہچاننے سے غرور کے سنگین گناہ سے بچنے میں مدد ملے گی، کیونکہ اس کی معمولی مقدار بھی جہنم کی طرف لے جا سکتی ہے۔ یہ تنبیہ صحیح مسلم نمبر 265 میں درج ایک حدیث میں موجود ہے۔

باب 2 یونس، آیت 3

بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور پھر عرش پر ”...براجمان ہو کر (اپنی مخلوق کا) انتظام کیا

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کائنات کے معاملات کو کنٹرول کرتا ہے، اس لیے کسی کو یہ یقین کرنے میں دھوکہ نہیں دینا چاہیے کہ کوئی دوسرا اسے اس کے عذاب سے بچا سکتا ہے، کیونکہ یہ خواہش مندانہ سوچ کو جنم دیتا ہے جس کے تحت کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا رہتا ہے، اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے جب کہ کوئی اور اسے اس کی نافرمانی سے بچائے گا۔ باب 10 یونس، آیت 3

اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش کرنے والا نہیں۔“

اگرچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ایک حقیقت ہے، لیکن جو لوگ اس تصور کا مذاق اڑاتے ہیں وہ یہ یقین کر کے نجات حاصل کر سکتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہتے ہوئے آخر کار قیامت کے دن ایسی شفاعت سے محروم ہو سکتے ہیں۔ درحقیقت اس دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ اپنے بیان کردہ عقائد کو مناسب الفرقان، آیت 25 30 اعمال کے ساتھ ہم آہنگ کرنے میں ناکام رہے۔ ج

"اور رسول نے کہا اے میرے رب، میری قوم نے اس قرآن کو ترک کر دیا ہے۔"

یہ آیت مسلمانوں کی طرف اشارہ کرتی ہے، کیونکہ یہ وہ افراد ہیں جنہوں نے قرآن کریم کو قبول کیا ہے، اس کے برعکس غیر مسلموں کے جنہوں نے اسے قبول نہیں کیا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ اسے ترک نہیں کر سکتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ قیامت کے دن مسلمان کے لیے کیا ہونے والا ہے، جس کے خلاف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گواہی دیں گے۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ محض خواہش مندانہ سوچ سے بالاتر ہو کر اللہ تعالیٰ کی رحمت میں مستند امید پیدا کی جائے۔ اس کے لیے اسلامی اصولوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کی ضرورت ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ کوئی شخص روز قیامت اپنے احتساب کے لیے مناسب طور پر تیار ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حقیقی امید پیدا کرے گا، جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت بھی شامل ہے۔

زیر بحث باتوں پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلامی تعلیمات میں جو نعمتیں دی گئی ہیں ان کا صحیح استعمال کرتے ہوئے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ضروری ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دماغ اور جسم کی متوازن حالت حاصل کر سکیں گے، اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو صحیح طریقے سے ترتیب دیتے ہوئے اور روز قیامت اپنے جوابدہی کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کر رہے ہیں۔ اس کے نتیجے میں یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کا باعث بنے گا۔ باب 10 یونس، آیت 3

”یہی اللہ تمہارا رب ہے، اس کی عبادت کرو، پھر کیا تم توجہ نہیں کرو گے؟“

کوئی صحیح رویہ اختیار کرے یا نہ کرے، تمام لوگ قیامت کے دن اللہ رب العزت کی طرف لوٹیں گے اور ان کی نیتوں، قول و فعل اور تمام اعمال کا جوابدہ ہوگا۔ باب 10 یونس، آیت 4

”اسی کی طرف تمہارا سب کا لوٹنا ہے، اللہ کا وعدہ سچا ہے۔“

قیامت کے دن انسان کے جی اٹھنے کے امکان کا انکار کرنا ایک غیر معمولی دعویٰ ہے، خاص طور پر دنوں، مہینوں اور سالوں میں رونما ہونے والے قیامت کے متعدد واقعات پر غور کرنا۔ مثال کے طور پر، اللہ تعالیٰ ایک بے جان، بنجر زمین کو زندہ کرنے کے لیے بارش کا استعمال کرتا ہے اور ایک مردہ بیج کو زندہ کرتا ہے، اس طرح مخلوق کو برقرار رکھتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اس نسل انسانی کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور کرے گا، جو زمین میں دفن ہے، اس مردہ بیج کی طرح، جو اگتا ہے۔ موسموں کی تبدیلی قیامت کی واضح مثال کے طور پر کام کرتی ہے۔ مثال کے طور پر سردیوں میں، درختوں کے پتے مرجھا کر گر جاتے ہیں، جس سے درخت بظاہر بے جان ہو جاتا ہے۔ تاہم، بعد کے موسموں میں، پتے دوبارہ نمودار ہوتے ہیں، اور درخت متحرک اور زندگی سے بھرپور دکھائی دیتا ہے۔ مزید برآں، تمام جانداروں کی نیند جاگنے کا چکر قیامت کی مثال دیتا ہے۔ نیند کو موت سے تشبیہ دی جا سکتی ہے، کیونکہ سونے والے کے حواس عارضی طور پر معطل ہو جاتے ہیں۔ اللہ

تعالیٰ، پھر کسی شخص کی روح کو ان میں بحال کرتا ہے اگر وہ زندہ رہنے کے لیے ہے، اس طرح سوئے ہوئے فرد کو ایک بار پھر زندہ کر دیتا ہے۔ باب 39 از زمر، آیت 42

اللہ تعالیٰ روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جو نہیں مرتے ان کی روحيں ان کی "نیند میں قبض کرتا ہے، پھر جن کے لیے موت کا حکم دیا ہے ان کی روحيں قبض کر لیتا ہے اور باقیوں کو ایک مقررہ مدت کے لیے چھوڑ دیتا ہے، بیشک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے "نشانیوں ہیں۔

مزید برآں، قیامت ایک واقعہ ہے جو وقوع پذیر ہونا ہے۔ کائنات کا مشاہدہ کرنے سے توازن کی متعدد مثالیں سامنے آتی ہیں۔ مثال کے طور پر، زمین سورج سے ایک مثالی اور متوازن فاصلہ برقرار رکھتی ہے۔ اگر زمین سورج سے ذرا بھی قریب یا دور ہو تو یہ ناقابل رہائش ہو جائے گی۔ اسی طرح کی رگ میں، پانی کا چکر، جو کہ سمندر سے پانی کے بخارات کو فضا میں داخل کرتا ہے اور اس کے بعد بارش پیدا کرنے کے لیے اس کے گاڑھا ہونا، اس بات کو یقینی بنانے کے لیے احتیاط سے متوازن ہے کہ زمین پر زندگی برقرار رہ سکے۔ مٹی کو متوازن انداز میں ڈیزائن کیا گیا تھا، جس سے بیجوں کی نازک شاخیں اور ٹہنیاں ٹوٹ جاتی ہیں اور رزق کے لیے فصلیں پیدا ہوتی ہیں، جبکہ اس کے ساتھ ساتھ اس پر بنے ہوئے بھاری ڈھانچے کے وزن کو سہارا دینے کے لیے کافی مضبوط ہوتی ہے۔ بے شمار مثالیں موجود ہیں جو نہ صرف واضح طور پر ایک خالق کی طرف اشارہ کرتی ہیں بلکہ توازن کو بھی ظاہر کرتی ہیں۔ تاہم، اس دنیا کا ایک اہم پہلو واضح طور پر غیر متوازن ہے، یعنی انسانیت کے اعمال۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ظالم اور جابر لوگ اس زندگی میں سزا سے بچ جاتے ہیں۔ اس کے برعکس، لاتعداد افراد ظلم و ستم کا شکار ہیں اور مختلف مشکلات کا سامنا کرتے ہیں لیکن پھر بھی ان کے صبر کا مناسب اجر نہیں ملتا۔ بہت سے مسلمان جو وفاداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہیں، اکثر اس دنیا میں بے شمار چیلنجوں کا سامنا کرتے ہیں اور انہیں اجر کا معمولی حصہ ملتا ہے، جب کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کھلم کھلا نافرمانی کرتے ہیں، وہ دنیاوی آسائشوں میں مشغول رہتے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں توازن قائم کیا ہے اسی طرح اعمال کی جزا اور سزا بھی مساوی ہونی چاہیے۔ تاہم، ظاہر ہے کہ اس دنیا میں ایسا نہیں ہے۔ لہذا، یہ کسی اور وقت، خاص طور پر، قیامت کے دن ہونا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ اس دنیا میں پوری طرح جزا اور سزا دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ تاہم، یہاں مکمل سزا نہ دینے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو سچی توبہ کرنے اور اپنے طرز عمل میں اصلاح کے بے شمار مواقع فراہم کرتا ہے۔ وہ مسلمانوں کو ان کا پورا اجر اس زندگی میں نہیں دیتا کیونکہ یہ دنیا جنت کے برابر نہیں ہے۔ مزید برآں، غیب پر ایمان، خاص طور پر مکمل اجر جو کہ آخرت میں ایک مسلمان کے لیے منتظر ہے، یقین کا ایک اہم عنصر ہے۔ درحقیقت یہ غیب پر یقین ہی ایمان کو قیمتی قرار دیتا ہے۔ اگر کوئی صرف اسی چیز پر یقین رکھتا ہے جو پانچ حواس کے ذریعے محسوس کیا جاسکتا ہے، جیسے اس دنیا میں مکمل انعامات حاصل کرنا، تو اس کی اتنی اہمیت نہیں ہوگی۔

مزید برآں، مکمل سزا کا خوف، آخرت میں پورا اجر ملنے کی امید کے ساتھ، لوگوں کو گناہ کے کاموں سے باز رہنے اور نیک کاموں میں مشغول ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔

جزا کا دن شروع ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس مادی دنیا کا خاتمہ ہو۔ یہ ضرورت اس حقیقت سے پیدا ہوتی ہے کہ سزا اور جزا کا انتظام صرف اسی وقت ہو سکتا ہے جب تمام اعمال ختم ہو جائیں۔ چنانچہ یوم جزا اس وقت تک واقع نہیں ہو سکتا جب تک کہ افراد کے اعمال مکمل نہ ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مادی دنیا کو بالآخر نتیجہ اخذ کرنا چاہیے، چاہے جلد یا بدیر۔

اس امر پر غور کرنے سے قیامت کے دن پر ایمان کو تقویت ملے گی، اس طرح وہ قرآن پاک میں دی گئی رہنمائی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق حاصل ہونے والی نعمتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کے لیے تیاری کرنے کی ترغیب دے گا۔ یہ تیاری متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھنے کے ذریعے دنیا اور آخرت دونوں میں ذہنی سکون اور کامیابی کا باعث بنے گی۔ باب 45

الجثیہ، آیت 22

کیونکہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو ایک مقصد کے لیے پیدا کیا ہے، تاکہ ہر شخص کو اس کے ”کیے کا بدلہ دیا جائے، اور کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

اور باب 10 یونس، آیت 4

بلاشبہ وہ تخلیق کا آغاز کرتا ہے اور پھر اسے دہراتا ہے تاکہ وہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور ”نیک عمل کیے، انصاف کے ساتھ بدلہ دے۔“

لیکن جو لوگ روزِ آخرت کی صریح حقیقت اور آخرت میں اپنے احتساب کو تسلیم کرنے میں ناکام رہتے ہیں، کیونکہ اس کی تیاری کے لیے اپنی دنیاوی خواہشات پر قابو رکھنا ضروری ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں گے۔ نتیجتاً، ان کی زندگی کا ہر پہلو، جس میں ان کے خاندان، دوست پیشہ اور دولت شامل ہے، ان کے لیے پریشانی کا باعث بن جائے گا۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت پر اڑے رہیں گے تو وہ غلط طریقے سے اپنے تناؤ کو نامناسب لوگوں اور اپنی زندگی کے حالات بشمول اپنے رشتہ داروں پر ڈال دیں گے۔ ان فائدہ مند رابطوں کو منقطع کرنے سے، وہ صرف اپنی ذہنی صحت کے چیلنجوں کو مزید بگاڑ دیں گے، جو انہیں ڈپریشن، مادہ پر انحصار، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کی طرف لے جا سکتے ہیں۔ یہ نتیجہ واضح طور پر قابلِ مشاہدہ ہے جب کوئی ان افراد کا جائزہ لے جو اپنی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ مالدار اور مشہور، مادی آسائشوں سے لطف اندوز ہونے کے باوجود۔ اور جیسا کہ ان کے اس رویے نے انہیں عملی طور پر قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیاری کرنے سے روکا، آخرت میں ان کی سزا: اس سے بھی بدتر ہوگی۔ باب 10 یونس، آیت 4

لیکن جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے گرم پانی پینے کا اور دردناک عذاب ہے اس کے بدلے جس ”کا وہ انکار کرتے تھے۔“

بالآخر، چونکہ تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کے مکمل کنٹرول اور اختیار میں آتی ہے، اس لیے افراد کے پاس اس کے احکام پر عمل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ جس طرح کسی کو کسی مخصوص قوم کی گورننگ باڈی کے قائم کردہ قوانین پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اسی طرح اگر اس نے کائنات کے حاکم کی ہدایات کو نظر انداز کیا تو اسے دونوں جہانوں میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگرچہ کوئی شخص کسی قوم کو چھوڑنے کا انتخاب کر سکتا ہے اگر وہ اس کے قوانین سے اختلاف رکھتا ہے، لیکن وہ ایسی جگہ فرار نہیں ہو سکتا جہاں اللہ تعالیٰ کا اختیار اور ضابطے غالب نہ ہوں۔ اگرچہ افراد اپنی برادری کے قوانین کو بدل سکتے ہیں، لیکن وہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے احکام میں ترمیم کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ مزید برآں، جیسا کہ ایک گھر کا مالک اپنی رہائش کے قوانین کا تعین کرتا ہے، دوسروں کے اعتراضات سے قطع نظر، یہ کائنات اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے، جو بلند و بالا ہے، جو صرف رائے عامہ کی پرواہ کیے بغیر، اس پر حکمرانی کے ضوابط قائم کرتا ہے۔ چنانچہ ان اصولوں کی تعمیل اپنے فائدے کے لیے ضروری ہے۔ جو لوگ اس حقیقت کو سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل پیرا ہوں گے اور ان پر عطا کردہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرتے ہوئے اس کی اطاعت کرنے کی کوشش کریں گے جو اس کو پسند ہیں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ لوگ یا تو اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ممانعتوں کے پیچھے موجود حکمت کو سمجھنے کی کوشش کر سکتے ہیں، یہ جانتے ہوئے کہ وہ کس طرح اپنے اور وسیع تر طبقے کے مفادات کی تکمیل کرتے ہیں، بالآخر دونوں جہانوں میں سکون کا باعث بنتے ہیں، یا وہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے اور اسلام کے اصولوں کو مسترد کرنے کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ تاہم، جو لوگ اسلامی ضوابط پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں، انہیں دونوں جہانوں میں اپنے فیصلوں کے اثرات کے لیے خود کو تیار کرنا چاہیے، کیونکہ کوئی اعتراض، احتجاج یا شکایت انہیں پناہ نہیں دے گی۔ باب 18 الکہف، آیت 29

اور کہہ دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے۔ اور جو چاہے کفر کرے، بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایک آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی، اور اگر وہ راحت کے لیے پکاریں گے تو ان کو ایسے پانی سے راحت ملے گی جیسے گدھے تیل سے، جو ان کے چہروں کو جھلسا دیتا ہے، برا مشروب ہے اور برا ٹھکانہ ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کے اندر کچھ دوسری نشانیوں کا ذکر کرتا ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ جس طرح اس نے تمام چیزوں کو پیدا کیا اور اس کا انتظام کیا ہے، وہ تنہا ہر حال میں اس

کی اطاعت کا مستحق ہے، خاص طور پر جب اس کی اطاعت دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث ہو۔ باب 10 یونس، آیت 5

وہی ہے جس نے سورج کو چمکتا ہوا نور بنایا اور چاند کو نور بنایا اور اس کے لیے منزلیں مقرر”
”کیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔

زمین پر زندگی کے لیے سورج کی روشنی بہت ضروری ہے، جیسا کہ کھیتی باڑی، جو زمین پر رزق کا بنیادی ذریعہ ہے، مفید چیزوں کی تلاش کے لیے ضروری ہے، جیسے تعلیم اور رزق، کیونکہ زیادہ تر مفید دنیاوی سرگرمیاں دن میں ہوتی ہیں اور سورج کی روشنی تمام انواع کی بقا کے لیے بہترین درجہ حرارت پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اس کے علاوہ، اللہ تعالیٰ نے ایسی قوتیں پیدا کی ہیں جو سورج سے زمین کے کامل فاصلے کو یقینی بناتی ہیں، کیونکہ اس فاصلے میں تبدیلی زمین پر زندگی کے لیے تباہ کن ہوگی۔ چاند سورج کی روشنی کو منعکس کرتا ہے اس طرح رات کے وقت لوگوں کو رہنمائی فراہم کرتا ہے، جیسے صحراؤں اور سمندروں میں سفر، جو کہ اس دور میں بھی سامان کی نقل و حمل کا اہم ذریعہ ہے۔ چاند کے مراحل سمندروں اور سمندروں کی لہروں میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جوار میں کوئی عدم توازن تخلیق کو نقصان دہ نقصان کا باعث بنے گا۔ سورج اور چاند کے ذریعے لوگ آسانی سے وقت کا حساب لگا سکتے ہیں جو زمین پر زندگی کے لیے ضروری ہے۔ نظام شمسی میں سورج اور چاند کے کامل توازن اور پوزیشننگ پر غور کرنا ہی خالق کے ہاتھ کا تعین کرنے کے لیے کافی ہے۔ باب 10 یونس، آیت 5

اللہ تعالیٰ نے اسے صرف مقصد کے لیے نہیں بنایا ہے۔“

جب زمین و آسمان کی ہر چیز بے مقصد پیدا کی گئی ہے تو پھر یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ لوگ بے مقصد پیدا کیے گئے ہیں۔ زمین پر زندگی کا مقصد یہ طے کرنا ہے کہ کون ان نعمتوں کو

صحیح طریقے سے استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں جیسا کہ خدائی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے
:باب 67 الملک، آیت 2 اور کون نہیں کرے گا۔

جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں بہتر ہے۔“۔”

،جو لوگ اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ کائنات کی ہر چیز بشمول ان کا اس دنیا میں ایک مقصد ہے
وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کر کے اپنے مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے
:جو انہیں خدائی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 5

“وہ ان لوگوں کے لیے نشانیاں بیان کرتا ہے جو جانتے ہیں۔”

سے انہیں دماغ اور جسم کا ہم آہنگ توازن حاصل کرنے میں مدد ملے گی۔ نتیجتاً، یہ طرز عمل دونوں
جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔

اللہ تعالیٰ زمین پر روشنی کے منبع پر بحث کرنے کے بعد پھر دن اور رات کے کامل اور متوازن نظام
اور اس کے بنائے ہوئے دیگر متوازن نظاموں پر بحث کرتا ہے جو کہ تمام مخلوقات پر اس کی وحدانیت
:اور مکمل اختیار کی نشاندہی کرتے ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 6

بے شک رات اور دن کے آنے جانے میں اور جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے ان میں نشانیاں ہیں۔“

دن اور راتوں کا صحیح وقت، سال بھر میں ان کی مختلف لمبائیوں کے ساتھ، لوگوں کو ان سے پوری طرح فائدہ اٹھانے کی اجازت دیتا ہے۔ اگر دن لمبے ہوتے تو گھنٹوں میں توسیع کی وجہ سے لوگ تھکاوٹ محسوس کرتے۔ دوسری طرف، اگر راتیں لمبی ہوتیں، تو لوگوں کے پاس روزی کمانے اور سیکھنے جیسی دیگر اہم سرگرمیوں میں مشغول ہونے کے لیے کافی وقت نہیں ہوتا۔ اگر راتیں کم ہوتیں تو لوگوں کے پاس آرام کرنے کے لیے کافی وقت نہیں ہوتا، جو کہ بہترین صحت کے حصول کے لیے ضروری ہے۔ دن اور رات کی طوالت میں تبدیلی بھی زرعی پیداوار کو متاثر کرے گی، انسانوں اور جانوروں دونوں کے رزق کو منفی طور پر متاثر کرے گی۔ کائنات میں موجود بہت سے متوازن نظاموں پر غور کریں، جیسے دن اور رات کے چکر، سورج کا زمین سے مثالی فاصلہ، پانی کا چکر، اور سمندروں کی کثافت جو بحری حیات کو سہارا دینے کے ساتھ ساتھ بحری جہازوں کے لیے نیویگیشن میں مدد کرتے ہیں، متعدد دیگر نظاموں کے درمیان، کوئی بھی خالق کے اثر کو پہچاننے میں مدد نہیں کر سکتا۔ ایسے بالکل متوازن نظاموں کے وجود کو محض بے ترتیب واقعات سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ مزید برآں، متعدد دیوتاؤں کی موجودگی کا نتیجہ ناگزیر طور پر افراتفری کا باعث بنے گا کیونکہ ہر دیوتا کی کائنات کے لیے متضاد خواہشات ہوں گی۔ ظاہری طور پر ایسا نہیں ہے، جو کہ باب 21 الانبیاء، آیت 22 ایک واحد خدا، اللہ، بلند کے وجود کی تجویز کرتا ہے۔

“اگر ان کے اندر اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو وہ دونوں برباد ہو جاتے۔“

جو لوگ کائنات کے اندر ان گنت متوازن نظاموں کی تعریف کرتے ہیں وہ اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کریں گے، بلندی، اور کائنات پر اس کے مکمل کنٹرول کو، بشمول ان کے روحانی دل، ذہنی سکون کا گھر۔ باب 53 عن نجم، آیت 43

نتیجے کے طور پر، وہ اس کی اطاعت کرنے کی کوشش کریں گے، جس طرح کائنات کی ہر چیز اس کی اطاعت کرتی ہے، اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دماغ اور جسم کی متوازن حالت حاصل کریں، اپنی زندگی کے تمام عناصر اور لوگوں کو مؤثر طریقے سے سیدھ میں لاتے ہوئے، قیامت کے دن اپنے جوابدہی کے لیے مناسب طریقے سے خود کو تیار کریں۔ اس کے نتیجے میں یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کا باب 10 یونس، آیت 6 باعث بنے گا۔

بے شک رات اور دن کے بدلنے میں اور جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے ان میں ”اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔“

لیکن چونکہ یہ طرز عمل لامحالہ کسی کی دنیوی خواہشات کے خلاف ہوگا، جیسا کہ اسلام عطا کی گئی نعمتوں کے صحیح استعمال کی ترغیب دیتا ہے، اس لیے جن کی زندگی کا واحد مقصد اپنی دنیاوی خواہشات کی تکمیل ہے، وہ یا تو روز قیامت اپنے اعمال کے لیے جوابدہ ہونے کے تمام واضح ثبوتوں اور نشانیوں کو رد کر دیں گے یا عملی طور پر اسے نظر انداز کر دیں گے، چاہے وہ دعویٰ ہی کیوں نہ کریں۔ باب 10 ہونس، آیت 7

درحقیقت وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پر مطمئن ہیں اور اسی ”میں بے خوف ہیں اور جو ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔“

ان کے اس رویے کے نتیجے میں وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہیں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی عدم توازن کی حالت میں ختم ہو جائیں گے اور وہ اپنے ارد گرد ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے۔ یہ تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، چاہے وہ کسی بھی دنیاوی آسائش سے لطف اندوز ہوں۔ اور جیسا کہ ان کا طرز عمل انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کی تیاری سے روکتا ہے، آخرت میں ان کی سزا اس سے بھی بدتر ہوگی۔ باب 10 یونس، آیت 8:

”ان کے لیے ان کا ٹھکانا آگ ہے اس کی وجہ سے جو وہ کماتے تھے۔“

لہذا ایک شخص کو اپنے فائدے کے لیے اسلامی اصولوں کو قبول اور لاگو کرنا چاہیے، چاہے یہ اس کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہو۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کی طبی سفارشات پر عمل کرتا ہے، یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفادات کو پورا کرتا ہے، یہاں تک کہ جب ناخوشگوار علاج اور سخت خوراک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جس طرح یہ عقلمند مریض بہترین ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ فرد جو اسلامی تعلیمات کو اپنائے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی علم کا واحد ذریعہ ہے جو کسی شخص کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول میں مدد فراہم کرتا ہے، اور اس کی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو صحیح طریقے سے ترتیب دیتا ہے، اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ وہ ہر حال میں، خواہ آسانی کے وقت ہوں یا مشکل میں، بالآخر دونوں جہانوں میں سکون کا باعث بنتے ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 9:

”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے، ان کا رب ان کے ایمان کی وجہ سے انہیں ہدایت دے گا۔“

اور جیسا کہ ان کا طرز عمل اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کر رہے ہیں، وہ آخرت میں حتمی کامیابی حاصل کریں گے۔ باب 10 یونس، آیت 9

ان کا رب ان کے ایمان کی وجہ سے ان کی رہنمائی کرے گا، ان کے نیچے نعمتوں کے باغوں میں”
”نہریں جاری ہوں گی۔

زمین پر اپنی زندگی کے دوران جتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اس کے پس پردہ حکمتوں کو جاننے کے بعد اور کس طرح ان مشکلات میں اللہ تعالیٰ کی ثابت قدمی سے ان کی اطاعت ذہنی سکون اور ان گنت انعامات کا باعث بنی، اہل جنت اس بات کو تسلیم کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر اپنی زندگی کے دوران ان کے لیے جو کچھ بھی منتخب کیا ہے وہ سب سے بہتر تھا، حالانکہ وہ اپنی پسند کی بہت سی چیزوں کو سمجھنے میں ناکام رہے۔ باب 10 یونس، آیت 10

اس میں ان کی پکار ہوگی ”اے اللہ تو پاک ہے“۔“

آخرت میں اس کا تجربہ کرنے کے لیے دنیا میں اس طرح کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ انہیں یہ مان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے جو کچھ بھی چنتا ہے وہ سب سے بہتر ہے، چاہے وہ اس کے احکامات: باب 2 البقرہ، آیت 216 ممانعتوں اور انتخاب کے پس پردہ حکمتوں پر عمل نہ کریں۔

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

اس طرز عمل سے اللہ تعالیٰ کی طرف کسی بھی منفی چیز کو منسوب کرنے کی نفی ہو جائے گی جو اس کی تسبیح کا نچوڑ ہے۔ امید ہے کہ جو لوگ اس دنیا میں صحیح طریقے سے اس کی تسبیح کرتے ہیں، وہ جنت میں اس کی تسبیح کریں گے۔ باب 10 یونس، آیت 10

اس میں ان کی پکار ہوگی ”اے اللہ تو پاک ہے۔“

جس طرح اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی تسبیح کرنے والے کو آخرت میں سکون اور خوشی ملے گی، اسی طرح جو لوگ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں اس دنیا میں اس کے احکام، ممنوعات اور احکام میں کسی منفی چیز کو منسوب کرنے سے گریز کرتے ہوئے اس دنیا میں سکون حاصل کریں گے، کیونکہ وہ اسلامی تعلیمات میں دی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کر کے اس کی اطاعت پر قائم رہیں گے۔ نتیجتاً، وہ دماغ اور جسم کا ایک ہم آہنگ توازن حاصل کریں گے، اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں اور افراد کو ترتیب دیں گے، اور اپنے آپ کو قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب طریقے سے لیس کریں گے۔ نتیجتاً، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔ باب 10 یونس، آیت 10

”اس میں ان کی پکار ہوگی، ”اے اللہ تو پاک ہے“ اور وہاں ان کا سلام ہوگا ”سلام۔“

درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والا اس طرح اپنی نیت، قول اور فعل سے اس کی حمد کرتا ہے۔ جو اس دنیا میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتا ہے وہ اس دنیا سے آخرت تک کا سفر ختم کرتا ہے اور آخرت کی زندگی کا آغاز بھی اس کی حمد کے ساتھ کرتا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 10

"اور ان کی آخری پکار یہ ہو گی، "الحمد لله رب العالمین

مزید برآں، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنا چاہیے، دونوں وقتوں میں آسانی، شکر اور مشکل کے وقت، صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے، کیونکہ وہ صرف وہی انتخاب کرتا ہے جو ہر ایک کے لیے بہتر ہو نیت کے ساتھ شکرگزاری کا مظاہرہ کرنے میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ خواہ یہ ان پر ظاہر نہ ہو۔ کو خوش کرنے کے لیے عمل کرنا شامل ہے۔ زبانی طور پر شکریہ ادا کرنے کا مطلب ہے یا تو مثبت بولنا یا خاموشی اختیار کرنا۔ مزید برآں، اعمال کے ذریعے شکر ادا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ جو نعمتیں کسی نے حاصل کی ہیں ان کو ان طریقوں سے استعمال کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہوں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس مشق میں شامل ہونا ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دے کر اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو صحیح طریقے سے ترتیب دے کر دنیا اور آخرت دونوں میں مزید برکتوں، سکون اور کامیابی کا باعث بنے گا۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

“... اگر تم شکر گزار رہو گے تو میں تمہیں ضرور بڑھاؤں گا”

مزید برآں، صبر میں اللہ تعالیٰ کی مسلسل اطاعت کرتے ہوئے الفاظ یا عمل کے ذریعے شکایت کرنے سے باز رہنا شامل ہے۔ یہ اس یقین کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ وہ صرف وہی چیز منتخب کرتا ہے جو ان کے لیے واقعی فائدہ مند ہو، چاہے یہ ان کے لیے فوری طور پر واضح نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216:

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ “تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

نتیجتاً جو شخص ہر حال میں مناسب رویہ اختیار کرے گا اسے اللہ تعالیٰ کی غیر متزلزل تائید اور رحمت حاصل ہوگی۔ اس کے نتیجے میں، دونوں جہانوں میں ہم آہنگی والی ذہنی اور جسمانی حالت کو حاصل کر کے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو مناسب طور پر پوزیشن دینے کے نتیجے میں سکون ملتا ہے۔ یہ ہدایت صحیح مسلم نمبر 7500 میں درج ایک حدیث میں مذکور ہے۔ باب 10 یونس، آیت 10

"ان کی آخری پکار یہ ہو گی، "الحمد لله رب العالمین اور

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کے معاملات کو تخلیق اور کنٹرول کیا ہے اور لوگوں سے جوابدہ ہے لیکن وہ ان کی برائیوں کی فوری سزا نہیں دیتا بلکہ انہیں مہلت دیتا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 11

اور اگر اللہ لوگوں کے لیے برائی میں جلدی کرتا جیسا کہ وہ ان کے لیے خیر میں جلدی کرتا ہے تو

"ان کی مدت ختم ہو چکی ہوتی۔"

یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کو جو مہلت دی گئی ہے وہ ابدی نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے دی گئی مہلت کے بارے میں خواہش مندانہ سوچ سے پرہیز کرنا چاہیے اور اس کی نافرمانی کو جاری رکھتے ہوئے یہ خیال کرنا چاہیے کہ انہیں کوئی سزا نہیں دی جائے گی یا انہیں صرف اس لیے معاف کر دیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ سزا پر معافی کو پسند کرتا ہے، جیسا کہ میڈیا کی عدم موجودگی سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے برعکس، حقیقی امید اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لیے کوشاں ہے، جس کے لیے اسلامی اصولوں کے مطابق ان کو عطا کی گئی نعمتوں سے استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کی امید بھی اس زندگی اور آخرت دونوں میں شامل ہے۔ اس فرق کو جامع ترمذی نمبر 2459 میں درج ایک حدیث میں واضح کیا گیا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس فرق کو پہچانیں اور خواہش مندانہ سوچ سے پرہیز کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ

کی رحمت اور بخشش میں مستند امید پیدا کریں، کیونکہ یہ ان کو نہ دنیا میں فائدہ دے گی اور نہ ہی آخرت میں۔

اس کے علاوہ، جو شخص ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے جو اسے حاصل ہوئی ہیں، اسے یہ یقین کرنے میں بے وقوف نہیں بنایا جانا چاہیے کہ فوری نتائج کی کمی، یا اس کے کسی بھی قسم کے اثرات کو دیکھنے کی ناکامی کا مطلب ہے کہ وہ نتائج سے پوری طرح بچ جائیں گے۔ اس زندگی میں، ان کا اپنے احتساب کو رد کرنا یا عملی طور پر اس کو نظر انداز کرنا، چاہے وہ زبانی طور پر اس پر یقین کا دعویٰ کریں، انہیں ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے سے روکے گا اور اس کی وجہ سے وہ اپنے اردگرد کی ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دے گا۔ نتیجے کے طور پر، ان کی زندگی کے عناصر، بشمول خاندان، دوست، کیریئر، اور دولت، کشیدگی کا ذریعہ بن جائیں گے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت جاری رکھیں گے تو وہ اپنے رشتہ داروں کی طرح غلط لوگوں اور حالات کی طرف غلط طور پر اپنے تناؤ کو منسوب کریں گے۔ ان مثبت اثرات کے ساتھ تعلقات منقطع کرنے سے وہ صرف اپنی ذہنی صحت کے مسائل کو مزید خراب کریں گے، جو ممکنہ طور پر ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بنتے ہیں۔ یہ نتیجہ ان لوگوں کا مشاہدہ کرنے سے واضح ہوتا ہے جو اپنی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور، ظاہری دنیاوی لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے باوجود۔ باب 10 یونس، آیت 11

لیکن ہم ان لوگوں کو چھوڑ دیتے ہیں جو ہم سے ملاقات کی امید نہیں رکھتے، اپنی سرکشی میں اندھا”
”ہو کر بھٹکتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ان لوگوں پر تنقید کرتا ہے جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اس کی نافرمانی پر قائم رہتے ہیں، پھر بھی جب بھی انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، خاص طور پر ایسی مشکلات جن کا تدارک ان کے دنیاوی وسائل سے ممکن نہیں ہوتا، اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 12

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے خواہ وہ اپنے پہلو میں لیٹا ہو یا بیٹھا۔
ہو یا کھڑا ہو۔“

عام طور پر، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے سب سے زیادہ زبردست اشارے میں سے ایک، اس کی تخلیق، پر اپنی اعلیٰ طاقت اور اختیار کے ساتھ، ایک ایسی چیز ہے جس کا تجربہ بہت سے افراد کو ہوتا ہے خواہ ان کے عقائد یا اس کی کمی ہو۔ جب کسی حقیقی چیلنج کا سامنا ہوتا ہے جسے ان کے دستیاب ذرائع سے حل نہیں کیا جاسکتا ہے، تو لوگ کثرت سے ایک خدا، اللہ، بلند، کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ مایوسی کے لمحات کے دوران، وہ متعدد دیوتاؤں کو پکارنے سے گریز کرتے ہیں، کیونکہ ان کا باطن انہیں ایک خدا کی تلاش میں فطری طور پر رہنمائی کرتا ہے۔ اس رجحان کو اکثر فلموں اور ٹیلی ویژن سیریزوں میں دکھایا جاتا ہے، جہاں ایسے کردار جو شاید کسی دیوتا پر یقین نہیں رکھتے، اپنی ضرورت کے وقت ایک خدا سے اپیل کرتے ہوئے پاتے ہیں۔ فلم سازوں کی جانب سے مذہب کو کم کرنے کی کوششوں کے باوجود، اس سچائی کو سنیما کے منظر نامے میں کثرت سے پیش کیا جاتا ہے۔

بحران کے وقت ایک خدا، اللہ، بلند، کو پکارنے کا یہ فطری میلان انسان کی روح کے جوہر سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ روح جو کبھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں موجود تھی اور اس کی ربوبیت، وحدانیت اور تمام مخلوقات پر مکمل تسلط اور قدرت کا اقرار کرتی تھی۔ باب 7 الاعراف، آیت 172

اور وہ وقت یاد کرو جب تمہارے رب نے بنی آدم سے ان کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور
ان کو ان کی ذات پر گواہ بنایا اور کہا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ "انہوں نے کہا: ہاں ہم نے گواہی
دی ہے۔

ان لمحات پر توجہ دینی چاہیے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا واضح اشارہ ہیں۔ اس طرح کی توجہ لوگوں کو اُس پر ایمان لانے کی ترغیب دے گی، اگر وہ پہلے سے اس کے مالک نہ ہوں، اور یہ اُن کو اُس کی عطا کردہ نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے حقیقی طور پر اُس کی فرمانبرداری کرنے کی ترغیب

دے گی جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، کیونکہ حقیقی امن اور اس میں ایک کامیاب نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسی سچائی ہے جس کی تصدیق کسی کی روح کرتی ہے، خاص طور پر مشکل کے وقت۔ باب 10 یونس، آیت 22

وہی ہے جو تمہیں خشکی اور سمندر میں سفر کرنے کی توفیق دیتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ ان کے ساتھ اچھی ہوا سے چلتے ہیں اور وہ اس میں خوش ہوتے ہیں، ایک طوفانی آندھی آتی ہے اور ہر جگہ سے ان پر موجیں آتی ہیں اور ان کو لپیٹ میں لینے کی امید ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے دین میں خلوص کے ساتھ دعا کرتے ہیں، "اگر تو ہمیں اس سے بچا لے تو ہم یقیناً شکر گزار ہوں گے۔"

اور باب 41 فصیلات، آیت 53

ہم انہیں اپنی نشانیاں افق پر اور ان کے اندر دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ یہ "حق ہے۔"

باب 10 یونس، آیت 12

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے خواہ اس کے پہلو میں ہو یا بیٹھا ہو "یا کھڑا ہو، لیکن جب ہم اس سے اس کی تکلیف کو دور کر دیتے ہیں تو وہ اس طرح چلتا رہتا ہے گویا اس نے ہمیں کبھی کسی ایسی مصیبت کو دور کرنے کے لیے پکارا ہی نہیں جو اسے چھوئی ہو۔"

ایک مسلمان کو اس طرز عمل سے گریز کرنا چاہیے جس کے ذریعے وہ مشکل وقت میں صرف اللہ کی طرف رجوع کرے تاکہ وہ ان کی مشکل کو دور کر دے لیکن آسانی کے وقت اس کی نافرمانی پر قائم رہے۔ یہ طرز عمل مسلمانوں کی اللہ تعالیٰ کے تنہا بے اعتنائی کی واضح علامت ہے کیونکہ وہ اپنے ایمان کو اپنے دنیاوی مسائل کو حل کرنے کے لیے بطور ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کا بنیادی مقصد افراد کو دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کی طرف لے جانا ہے۔ اس بنیادی مقصد کو نظر انداز کرنا اور اسے صرف اور صرف دنیاوی مسائل کے حل کے لیے استعمال کرنا نامناسب ہے کیونکہ یہ ایک حقیقی مسلمان کے طرز عمل کے خلاف ہے۔ یہ کسی ایسے شخص سے مشابہت رکھتا ہے جو متعدد لوازمات سے لیس گاڑی خریدتا ہے لیکن اس کے پاس انجن نہیں ہے۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں، خاص کر آسانی کے وقت۔ باب 10 یونس، آیت 12

”اس طرح فاسقوں کے لیے خوشنما کیا جاتا ہے جو وہ کرتے رہے ہیں۔“

نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت میں پائیں گے، اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیتے ہوئے، اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے ناکافی تیاری کر رہے ہوں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، چاہے وہ کچھ مادی آسائشوں کا تجربہ کریں۔ اور چونکہ اس شخص کو مشکل کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے اور آسانی کے وقت اسے نظر انداز کرنے کی عادت ہے، اس لیے وہ اس چکر کو دہرائیں گے۔ یہ انتہائی جذباتی تبدیلیوں کا باعث بنتا ہے، جس کے تحت کوئی خوشی کے لمحات سے بار بار انتہائی اداسی کی طرف جھولتا ہے۔ اس کے نتیجے میں، ان کی ذہنی صحت کی خرابی کی طرف جاتا ہے

اس نتیجہ سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ لوگوں کو صحیح طرز عمل اختیار کرنے کے لیے تاریخ پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 13

اور ہم نے تم سے پہلے کئی امتوں کو ہلاک کر دیا تھا جب انہوں نے ظلم کیا تھا اور ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے لیکن وہ ایمان لانے والے نہیں تھے، ہم مجرموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔

عام طور پر، یہ آیت لوگوں پر زور دیتی ہے کہ وہ خود غرضی کے نقطہ نظر سے پرہیز کریں، جہاں وہ صرف اپنی زندگیوں اور چیلنجوں پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ جو لوگ اس طرح کے نقطہ نظر کو اپناتے ہیں وہ دونوں تاریخی واقعات اور اپنے تجربات کے ساتھ ساتھ اپنے اردگرد کے لوگوں کے حالات سے بصیرت حاصل کرنے کا موقع کھو دیتے ہیں۔ ان پہلوؤں سے علم حاصل کرنا کسی کے رویے کو بڑھانے اور ماضی کی غلطیوں کو دہرانے سے روکنے کے لیے سب سے مؤثر طریقوں میں سے ایک ہے، بالآخر اندرونی سکون کو فروغ دیتا ہے۔ مثال کے طور پر، دولت مند اور مشہور افراد کو دی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے دیکھنا، صرف تناؤ، دماغی صحت کے مسائل، لت، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات — خوشی اور عیش کے لمحات کے باوجود — ایک گہرے سبق کے طور پر کام کرتا ہے۔ یہ مبصرین کو ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے سے گریز کرنے کی تعلیم دیتا ہے جو انہیں دی گئی ہیں، اس خیال کو تقویت دیتی ہے کہ ذہنی سکون مادی دولت یا ہر دنیوی خواہش کی تسکین سے حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح، کسی کی خراب صحت کا مشاہدہ کرنے سے اس کی اپنی بھلائی کے لیے شکر گزار ہونا چاہیے اور اس کے ضائع ہونے سے پہلے اس کے صحیح استعمال کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ نتیجتاً، اسلام مسلمانوں کو مسلسل ہوشیار رہنے کی تلقین کرتا ہے، بجائے اس کے کہ وہ اپنے ذاتی معاملات میں اس قدر مشغول ہو جائیں کہ وہ اپنے اردگرد کی وسیع دنیا کو نظر انداز کر دیں۔ باب 10 یونس، آیت 13

اور ہم نے تم سے پہلے کئی امتوں کو ہلاک کر دیا تھا جب کہ انہوں نے ظلم کیا تھا اور ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے لیکن وہ ایمان لانے والے نہیں تھے۔“

اللہ تعالیٰ لوگوں کو پچھلی نسلوں کی طرح برتاؤ کرنے سے متنبہ کرتا ہے جنہوں نے ان کو دی گئی باب 2 واضح دلیلوں کو نظر انداز کر دیا کیونکہ یہ ان کی خواہشات اور رسم و رواج کے خلاف تھا۔
البقرہ، آیت 170

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے، تو کہتے ہیں کہ ہم تو "اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، حالانکہ ان کے باپ دادا کچھ "سمجھتے ہیں اور نہ ہدایت یافتہ ہیں؟

دوسروں کی غیر سوچی سمجھی تقلید نے مسلسل گمراہی کا ایک اہم ذریعہ بنایا ہے۔ افراد کو ریوڑ کے جانوروں کی طرح برتاؤ کرنے سے گریز کرنا چاہیے اور اس کے بجائے معلومات اور شواہد کا تنقیدی جائزہ لینے کے لیے انہیں عطا کردہ عقل اور عقل کا استعمال کرنا چاہیے، جس سے وہ زندگی کے مختلف حالات میں مناسب اختیارات کا انتخاب کر سکیں۔ یہ اصول دنیوی اور دینی دونوں معاملات سے متعلق ہے۔ بہت سے مذاہب کے برعکس، اسلام اندھی تقلید کی مذمت کرتا ہے اور انسانیت کو اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ اسلام کی سچائی کو آزادانہ طور پر معلوم کرنے کے لیے اپنے پاس موجود باب 12 یوسف، آیت 108 عقل کو استعمال کرے۔

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں

اور باب 34 سبا، آیت 46

کہہ دو کہ میں تمہیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لیے جوڑے اور الگ الگ ” کھڑے ہو جاؤ اور پھر سوچو، تمہارے ساتھی میں کوئی دیوانگی نہیں ہے، وہ تو تمہیں سخت عذاب سے پہلے ڈرانے والا ہے۔

اس لیے ایک مسلمان کو اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں میں سچائی کو سمجھنے کے لیے علم حاصل کرنے اور اس کا اطلاق کرنے کے راستے پر چلنا چاہیے، بجائے اس کے کہ وہ بغیر کسی سوال کے دوسروں کی پیروی کرے۔ یہ ذہنیت بچوں کے لیے تو قابل قبول ہو سکتی ہے لیکن بڑوں کے لیے یہ مناسب نہیں ہے۔ جب کوئی فرد اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتا ہے تو وہ لامحالہ ایسا طرز زندگی اور ضابطہ حیات اپنا کر شیطان کے پھندوں کا شکار ہو جاتا ہے جو اسے ملی نعمتوں کے غلط استعمال کی ترغیب دیتا ہے۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو ذہنی اور جسمانی عدم توازن کی حالت میں پائیں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو غلط جگہ دیں گے، آخر کار قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے صحیح طریقے سے تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، چاہے وہ کسی بھی دنیاوی آسائش کا تجربہ کر سکیں۔

یہاں تک کہ جس چیز کو اچھا سمجھا جاتا ہے اس میں دوسروں کی اندھا پیروی کرنے کی اسلام میں حوصلہ شکنی کی گئی ہے، چاہے اعمال مثبت ہوں۔ یہ اس حقیقت کی وجہ سے ہے کہ اسلام لوگوں کو سچائی سے آگاہ ہونے اور اس پر اس یقین کے ساتھ عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے کہ یہ حقیقت میں حق ہے، بجائے اس کے کہ کسی اور نے انہیں ایسا کرنے کی ہدایت کی ہو۔ اگرچہ نیک اعمال میں دوسروں کی اندھی تقلید دنیا اور آخرت دونوں میں مثبت نتائج دے سکتی ہے، لیکن ایسے افراد مشکل وقت میں بے صبرے اور ناشکرے ہونے کا امکان رکھتے ہیں، کیونکہ ان کے پاس اسلامی علم سے حاصل ہونے والے یقین کا فقدان ہوتا ہے، جو ہر وقت صبر اور شکر کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ یہ افراد اطاعت اور نافرمانی کے درمیان اتار چڑھاؤ آتے ہیں، اپنے مقصد کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں یا زندگی میں ایک اعلیٰ مقصد کی خواہش رکھتے ہیں جو اس مادی وجود سے بالاتر ہے۔ ایسے شخص کے درمیان فرق، خواہ وہ آخرت میں نجات حاصل کر لے، اور جو ایمان کے ساتھ زندگی گزارتے ہوئے اسلامی علم حاصل کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے، اس کے درمیان فرق بہت اہم ہے۔

اگر کوئی فرد بغیر سوچے سمجھے تقلید میں مشغول رہتا ہے تو اس کا وجود بالآخر مویشیوں سے مشابہ ہوتا ہے جو بغیر کسی سوال کے دوسروں کی پیروی کرتے ہیں۔ عام طور پر اس طرز عمل کا نتیجہ دنیا اور آخرت دونوں میں مشکلات، تناؤ اور ناخوشی کا باعث بنتا ہے، کیونکہ فرد میں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر ثابت قدم رہنے کی ہمت نہیں ہوتی، یہاں تک کہ جب وہ نیک لوگوں کی پیروی کر رہا ہوتا ہے۔ مزید برآں، اندھی تقلید کرنے والا لامحالہ اپنے آپ کو گمراہ افراد اور ان کے خیالات سے جوڑ لے گا جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہوں، خواہ وہ لوگ متقی ہی کیوں نہ ہوں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ اندھی تقلید کرنے والے یہ مانیں گے کہ وہ صحیح کام کر رہے ہیں، جبکہ حقیقت میں وہ اس بات سے بے خبر ہیں کہ وہ صراط مستقیم سے کس حد تک بھٹک گئے ہیں۔ ایک شخص جو ان کی گمراہی کو پہچانتا ہے وہ اپنی سمت درست کر سکتا ہے، لیکن جس کو یقین ہے کہ وہ صحیح راستے پر ہیں، اس کے لیے کسی قسم کی تبدیلی کا امکان نہیں ہے۔ باب 10 یونس، آیت 13

اور ہم نے تم سے پہلے کئی امتوں کو ہلاک کر دیا تھا جب کہ انہوں نے ظلم کیا تھا اور ان کے پاس ”ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے لیکن وہ ایمان لانے والے نہیں تھے۔“

نتیجتاً وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں گے اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی عدم توازن کی حالت میں ہوں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے، اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، باوجود اس کے کہ وہ کسی بھی مادی آسائش سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 13

”ہم مجرم لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔“

پچھلی نسلوں کی اکثریت کی پیروی کے خلاف تنبیہ کرنے کے بعد جنہوں نے اپنے بزرگوں کی اندھی تقلید میں اس کی نافرمانی پر اصرار کیا اور اس کی اطاعت کرنا ان کی دنیاوی خواہشات کے خلاف: تھا، اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو اس زمین پر زندگی کا مقصد یاد دلاتا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 14

پھر ہم نے تم کو ان کے بعد زمین میں جانشین بنایا تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیا کرتے ہو۔“

لہذا انسان کو حق کو قبول کرنا چاہیے اور اسلامی تعلیمات میں جو نعمتیں دی گئی ہیں ان کا صحیح استعمال کرتے ہوئے صحیح طرز عمل اختیار کرنا چاہیے۔ یہ اس بات کی ضمانت دے گا کہ وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں اور اس میں موجود ہر فرد کو مناسب طور پر پوزیشن میں رکھیں گے، جبکہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے کافی حد تک تیار ہوں گے۔ چنانچہ اس طرز عمل سے دونوں جہانوں میں سکون پیدا ہوگا۔ یا وہ اپنی دنیاوی خواہشات کی تکمیل پر ڈٹے رہنے کا انتخاب کر سکتے ہیں اور اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کر کے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کر سکتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر، ان کی زندگی کا ہر پہلو بشمول خاندان، دوست، کیریئر، اور دولت، پریشانی کا باعث بن جائے گا۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت پر اڑے رہتے ہیں تو وہ غلط طور پر اپنے رشتہ داروں کی طرح دوسروں اور اپنی زندگی کے حالات کو غلط طور پر منسوب کر سکتے ہیں۔ ان فائدہ مند رابطوں کو منقطع کرنے سے، وہ صرف اپنے دماغی صحت کے چیلنجوں کو مزید خراب کریں گے، جو ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ نتیجہ اس وقت واضح ہو جاتا ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو ان کو ملنے والی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور، حالانکہ وہ دنیاوی لذتوں میں مگن نظر آتے ہیں۔ لہذا ایک شخص کو اسلامی تعلیمات کو اپنے فائدے کے لیے قبول کرنا چاہیے اور ان کا اطلاق کرنا چاہیے، چاہے یہ تعلیمات اس کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہوں۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے پر عمل کرتا ہے، یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفادات کو پورا کرتا ہے، چاہے اس میں ناخوشگوار دوائیں لینا اور سخت غذا کی پیروی کرنا شامل ہو۔ جس طرح یہ عقلمند مریض بہترین ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ شخص جو اسلامی تعلیمات کو اپنائے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس وہ علم ہے جو کسی فرد کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول میں مدد فراہم کرتا ہے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو مناسب طریقے سے ترجیح دیتا ہے۔

چونکہ الہی تعلیمات اکثر لوگوں کی دنیوی خواہشات کے خلاف ہوتی ہیں، جیسا کہ یہ انہیں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو اپنے فائدے کے لیے صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی ترغیب دیتی ہیں، اس لیے پوری تاریخ میں لوگوں نے ہمیشہ ان الہی تعلیمات پر سمجھوتہ کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ وہ نیک ظاہر ہوتے ہوئے اپنی دنیوی خواہشات کی پیروی کر سکیں۔ باب 10 یونس، آیت 15

اور جب ان پر ہماری آیات واضح دلیل کے طور پر پڑھی جاتی ہیں تو جو لوگ ہم سے ملاقات کی ”امید نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس اس کے سوا کوئی اور قرآن لاؤ یا اسے بدل دو۔

جیسا کہ اس آیت میں واضح طور پر اشارہ کیا گیا ہے کہ جو شخص اپنی دنیاوی خواہشات کی خاطر اسلامی تعلیمات سے سمجھوتہ کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس سے ان کا اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ ہونا اور قیامت کے دن ان کی جوابدہی ثابت ہوتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان رکھتا ہے اور ان کی جوابدہی اللہ تعالیٰ کی ہر چیز کو قبول اور مانے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ صرف یہی طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے، متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے، ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھ کر اور یوم حساب کے لیے مناسب تیاری کے ذریعے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر سمجھوتہ کرنا دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات کا باعث بنتا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 15

کہو، ”یہ میرے بس میں نہیں ہے کہ میں اسے اپنی مرضی سے تبدیل کروں۔ میں صرف اس چیز...“ کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل ہوتی ہے۔ بے شک میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں اپنے رب کی ”نافرمانی کروں تو ایک بڑے دن کے عذاب سے۔

لہذا یہ ضروری ہے کہ بعض اسلامی تعلیمات پر انتخابی طور پر عمل کرنے سے گریز کیا جائے جبکہ ذاتی خواہشات کی بنیاد پر دوسروں کو نظر انداز کیا جائے، کیونکہ اس طرح کے طرز عمل سے

اسلامی اصولوں پر سمجھوتہ ہوتا ہے۔ ایک فرد جو اس طرز عمل میں ملوث ہوتا ہے، وہ درحقیقت اپنی خواہشات کی پرستش کرتا ہے، خواہ اس کے خلاف کوئی بھی دعویٰ کیوں نہ ہو۔ باب 25 الفرقان، آیت 43:

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

اس لیے اسلام کو ایک ایسا لباس سمجھنے سے گریز کرنا چاہیے جسے ذاتی خواہشات کی بنیاد پر پہنایا یا اتارا جا سکتا ہے۔ اس طرح کا رویہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو فروغ دے گا۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی توازن میں کمی کا تجربہ کریں گے، اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو غلط طریقے سے ترتیب دیں گے، اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام ہوں گے۔ اس کے نتیجے میں لامحالہ ان کے موجودہ وجود اور بعد کی زندگی دونوں میں تناؤ اور مشکلات پیدا ہوں گی، چاہے وہ کسی بھی مادی دولت سے لطف اندوز ہوں۔ اس کے علاوہ، جو شخص اسلامی تعلیمات کے بعض حصوں پر جان بوجھ کر عمل کرتا ہے اور دوسروں کو نظر انداز کرتا ہے جو ان کی خواہشات کے خلاف ہیں، اس کے ایمان کے ضائع ہونے کا بڑا خطرہ ہے۔ اہل کتاب نے بھی اسی طرح عمل کیا، حالانکہ وہ اپنے آسمانی صحیفوں پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر کفر کا الزام لگاتے تھے۔ باب 2 البقرہ، آیت 85:

پھر تم وہی ہو جو ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہو اور اپنی قوم کی ایک جماعت کو ان کے گھروں سے بے دخل کر رہے ہو، گناہ اور زیادتی میں ان کے ساتھ تعاون کر رہے ہو، اور اگر وہ تمہارے پاس اسیر ہو کر آتے ہیں تو تم ان کو فدیہ دیتے ہو، حالانکہ ان کا بے دخل کرنا تم پر حرام تھا، تو کیا تم کتاب کے کچھ حصے پر ایمان لاتے ہو اور ان لوگوں کے علاوہ جو تم میں سے اس کا انکار کرتے ہیں، اس کے علاوہ کیا ہے؟ "دنوی زندگی میں رسوائی اور قیامت کے دن سخت ترین عذاب میں بھیجے جائیں گے اور اللہ اس سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو۔

یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے سے مشابہت رکھتا ہے جسے پھلنے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ایک پودا جس کو سورج کی روشنی کی طرح ضروری رزق میسر نہ ہو، فنا ہو جاتا ہے، اسی طرح کسی شخص کا ایمان بھی فنا ہو سکتا ہے بشرطیکہ اسے اطاعت کے عمل سے برقرار نہ رکھا جائے۔ یہ سب سے اہم نقصان کی نمائندگی کرتا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 15

کہو، "یہ میرے بس میں نہیں ہے کہ میں اسے اپنی مرضی سے تبدیل کروں۔ میں صرف اس چیز..." کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل ہوتی ہے۔ بے شک میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں اپنے رب کی "نافرمانی کروں تو ایک بڑے دن کے عذاب سے۔"

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو قرآن مجید کے نزول اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تک پہنچانے کے عظیم احسان کی یاد دہانی کرائی ہے کیونکہ ہدایت کے ان دو ذرائع کو سیکھنا اور ان پر عمل کرنا ہی دونوں جہانوں میں سکون قلب حاصل کر سکتا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 16

..."کہہ دو کہ اگر اللہ چاہتا تو میں اسے تم پر نہ پڑھتا اور نہ وہ تمہیں اس سے آگاہ کرتا"

قرآن پاک اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو قبول کرنے اور ان پر عمل کرنے کے لیے یہی کافی وجہ تھی، جیسا کہ ہر شخص، خواہ اس کے عقیدے، جنس، نسل یا جس زمانے میں رہتے ہوں، ذہنی سکون حاصل کرنے کا مقصد رکھتے ہیں، چاہے وہ اسے مختلف جگہوں پر تلاش کریں۔ لیکن جیسا کہ اسلامی تعلیمات مکہ کے غیر مسلموں کی خواہشات سے متصادم تھیں، ان میں سے بہت سے لوگوں نے اس کی سچائی کو تسلیم کرنے کے باوجود اسے رد کر دیا، بالکل اسی طرح جیسے آج بہت سے لوگ اسے مسترد اور نظر انداز کر رہے ہیں۔

خاص طور پر، مکہ میں مقیم غیر مسلم، جو عربی میں مہارت رکھتے تھے، نے محسوس کیا کہ قرآن پاک کسی انسان نے نہیں لکھا۔ مزید برآں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چالیس سال گزارنے کے بعد، آپ کی نبوت کے اعلان سے پہلے، انہوں نے تسلیم کیا کہ وہ دھوکے باز نہیں تھے۔ باب 10: یونس، آیت 16

”کیونکہ میں اس سے پہلے زندگی بھر تمہارے درمیان رہا تھا، پھر کیا تم عقل نہیں کرو گے؟“

اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے کے آسمانی صحیفوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھا تھا - اس حقیقت کو اہل کتاب اور مکہ کے غیر مسلموں دونوں نے تسلیم کیا ہے - انہیں ان مقدس نصوص کی تبدیل شدہ یا اصل تعلیمات تک رسائی حاصل نہیں ہوتی۔ یہ حقیقت قرآن کریم کے الہی ماخذ کو مزید تقویت دیتی ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 48

اور تم نے اس سے پہلے کوئی صحیفہ نہیں پڑھا اور نہ ہی کسی کو اپنے داہنے ہاتھ سے لکھا، پھر”
“(یعنی دوسری صورت میں (جھٹلانے والے شک میں پڑ جاتے۔

مکہ میں رہنے والے غیر مسلموں نے اسلام کی سچائی کو پہچان لیا۔ تاہم، انہوں نے اس خوف سے اس کی مخالفت کی کہ اس سے ان کی دنیاوی خواہشات اور امنگوں کو خطرہ لاحق ہو جائے گا اور اسلام کے عروج کے ساتھ اپنی سماجی حیثیت اور طاقت کو کھونے کی فکر میں تھے۔ نتیجتاً، انہوں نے اسلام کو مسترد کرنے کے لیے گھٹیا بہانے گھڑ لیے، اور دوسروں کو اسے قبول کرنے سے روکنے کی کوشش کی۔ باب 10 یونس، آیت 17

پس اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے، یقیناً مجرم”
”کامیاب نہیں ہوں گے۔

عام طور پر، سماجی اثرات جیسے سوشل میڈیا، فیشن کے رجحانات، اور ثقافتی اصول اکثر ان افراد پر دباؤ ڈالتے ہیں جو اسلامی اقدار کے لیے وقف ہیں۔ اسلام کی ترویج کو اکثر دولت اور سماجی حیثیت کی ان کی خواہشات کی راہ میں رکاوٹ کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ جن صنعتوں کو اسلام کی طرف سے تنقید کا سامنا ہے وہ اسلامی اصولوں کو شامل کرنے کی سرگرمی سے مزاحمت کرتی ہیں اور مسلمانوں کو ان کے عقیدے کی پیروی کرنے کی حوصلہ شکنی کرتی ہیں۔ یہ سوشل میڈیا سمیت مختلف پلیٹ فارمز پر نظر آنے والے اسلام مخالف جذبات کو نمایاں طور پر بڑھا دیتا ہے۔

مزید برآں، جو لوگ اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے ہیں، جو ذاتی خواہشات میں اعتدال کو فروغ دیتے ہیں اور ان کو عطا کی گئی نعمتوں کے دانشمندانہ استعمال کو اکثر ایسے افراد کی طرف سے منفی ردعمل کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو حد سے زیادہ کام کرتے ہیں۔ بغیر کسی روک ٹوک کے اپنے جذبوں پر عمل کرتے ہیں، جیسا کہ اسلام انہیں حیوانیت پسند ظاہر کرتا ہے۔ یہ افراد اکثر دوسروں کو اسلام قبول کرنے سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے عقیدے پر عمل کرنے سے حوصلہ شکنی کرتے ہیں، انہیں ایسے طرز زندگی کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کی خصوصیت بے لگام خواہش ہوتی ہے۔ وہ اکثر اسلام کے مخصوص عناصر، کو نشانہ بناتے ہیں، جیسے کہ خواتین کے لباس کوڈ، اس کی اپیل کو کمزور کرنے کے لیے۔ تاہم ادراک رکھنے والے افراد ان تنقیدوں کی سطحی نوعیت کو آسانی سے پہچان سکتے ہیں، جو اسلام کی خود نظم و ضبط پر توجہ دینے کی توہین سے پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، اگرچہ وہ خواتین کے لیے اسلامی لباس کوڈ پر تنقید کر سکتے ہیں، لیکن وہ قانون نافذ کرنے والے، فوج، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم اور کاروبار سمیت دیگر اہم پیشوں پر اسی سطح کی جانچ کا اطلاق نہیں کرتے ہیں۔ دیگر لباس کے ضابطوں پر ان کی خاموشی کے برعکس اسلامی لباس کوڈ پر یہ منتخب تنقید ان کے دلائل کی کمزوری اور بے بنیاد نوعیت کو واضح کرتی ہے۔ بالآخر، یہ اسلام کے اصول اور اس کے ماننے والوں کا نظم و ضبط والا طرز عمل ہے جو اسلام پر ان مختلف حملوں کو ابھارتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اس پر کسی بھی طرح سے تنقید کر سکتے ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 17

”پس اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے؟“

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو جھٹلاتے یا نظر انداز کرتے ہیں، کیونکہ یہ ان کی خواہشات کے خلاف ہے، وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ نتیجتاً، وہ ذہنی اور جسمانی عدم توازن کا تجربہ کریں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے ناکافی تیاری کریں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، چاہے وہ کسی بھی مادی آسائش کے حامل ہوں۔ باب 10 یونس، آیت 17

”بے شک مجرم کامیاب نہیں ہوں گے۔“

مزید برآں، تنقید کا سامنا کرتے ہوئے، انسان کو ثابت قدمی کے ساتھ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت کے لیے وقف کر دینا چاہیے، یہ سمجھتے ہوئے کہ ایسا عزم انہیں سکون فراہم کرے گا اور انہیں دوسروں کے منفی اثرات سے محفوظ رکھے گا۔ دوسروں کو راضی کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی مخالفت کا انتخاب کرنا بالآخر اندرونی سکون کو نقصان پہنچاتا ہے، کیونکہ یہ فیصلہ انہیں ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا باعث بنے گا جو اس نے انہیں عطا کی ہیں۔

ثابت قدمی کو برقرار رکھنے کے لیے، ایک مضبوط ایمان پیدا کرنے کے لیے تندرستی سے کام کرنا چاہیے۔ ہر حال میں، خواہ آسانی ہو یا مشکل، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے وقف رہنے کے لیے مضبوط ایمان بہت ضروری ہے۔ اس گہرے ایمان کی پرورش قرآن کریم میں موجود واضح نشانیوں اور تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے ہوتی ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ یہ تعلیمات اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت دنیا اور آخرت میں سکون لاتی ہے۔ دوسری طرف، جو لوگ اسلامی اصولوں سے ناواقف ہوں گے ان کا ایمان کمزور ہوگا، جو انہیں اطاعت سے بھٹکنے کا زیادہ خطرہ بنائے گا، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات الہی ہدایت

سے ٹکرا جائیں گی۔ اس طرح کی جہالت ان کے اس خیال پر بادل ڈال سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کے حق میں اپنی خواہشات کے سپرد کرنا ہی دونوں جہانوں میں حقیقی امن کے حصول کا راستہ ہے۔ لہذا، افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کے حصول اور اس کے عملی اطلاق کے ذریعے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہیں۔ اس میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں حاصل ہوئی ہیں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات نے بیان کیا ہے، بالآخر ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت اور ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کی درست ترجیح کا باعث بنتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایمان پر سمجھوتہ کرنے کی ایک اور شکل کا تذکرہ کیا ہے جسے لوگوں نے نسل در نسل اپنایا ہے تاکہ وہ اپنی دنیاوی خواہشات کے پیچھے آزاد ہوں۔ باب 10 یونس، آیت 18

اور وہ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ ان کو فائدہ پہنچا سکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔"

وہ بے جان دیوتاؤں کی تعظیم کریں گے، یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ معاشرے کی نظروں میں ان کے لیے نیک ظاہر ہونے کا یہی واحد طریقہ ہے، اور ساتھ ہی ساتھ انہیں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اپنی دنیاوی خواہشات میں مبتلا ہونے کی آزادی بھی دے گا۔ یہاں تک کہ وہ یہ دعویٰ بھی کریں گے کہ بے جان بت ان مخلوقات کی نمائندگی کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں، جیسے کہ فرشتے، اور ان کی عبادت ان مخلوقات کو اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی طرف سے شفاعت کرنے کا باعث بنتی ہے۔ حقیقت میں، وہ سمجھ گئے تھے کہ ایک بے جان بت انہیں کوئی ضابطہ اخلاق پیش نہیں کر سکتا۔ لہذا، وہ اپنی خواہشات سے مطابقت رکھنے والے اصولوں کی پابندی کریں گے۔ باب 7 الاعراف، آیت 148

موسیٰ کی قوم نے اپنے زیورات سے ایک بچھڑا بنایا جس کی آواز نیچی تھی، کیا انہوں نے یہ اور نہیں دیکھا کہ وہ نہ ان سے بات کر سکتا ہے اور نہ انہیں کوئی راستہ دکھا سکتا ہے، انہوں نے اسے لے لیا اور وہ ظالم تھے۔

لہذا، بتوں کی پرستش کی تمام اقسام اور انسان کے بنائے ہوئے ضابطوں کی بنیادی نوعیت بنیادی طور پر دنیاوی خواہشات کی تکمیل ہے، جبکہ دوسروں کو یہ ماننے کے لیے گمراہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ وہ ایک اعلیٰ اخلاقی معیار کے پابند اخلاقی مخلوق ہیں۔ درحقیقت، وہ محض جانوروں کی طرح اپنی زمینی خواہشات کا تعاقب کر رہے ہیں۔ وہ اپنے فریب سے لوگوں کو بے وقوف بنا سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نہیں جو ان کی نیتوں، قول و فعل کا دونوں جہانوں میں جوابدہ ہوگا۔ باب 10 یونس: آیت 18

کہو کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں؟“ وہ ”پاک ہے اور اس سے بلند ہے جن کو یہ اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔

:باب 10 یونس، آیت 18

اور وہ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ ان کو فائدہ پہنچا سکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔“

افسوس کی بات ہے کہ بہت سے مسلمان اس طرز عمل میں پڑ گئے ہیں کیونکہ وہ غلط طور پر اللہ تعالیٰ کو ایک دنیاوی بادشاہ سمجھتے ہیں۔ ایک دنیاوی بادشاہ اپنی سلطنت کے معاملات خود نہیں چلا سکتا اور اس لیے مدد کرنے والے مقرر کرتا ہے، جیسے کہ گورنر، اس کی بادشاہت کے انتظام میں

مدد کرنے کے لیے۔ اس عقیدے کے نتیجے میں، بہت سے مسلمان ایسے روحانی لوگوں کو تلاش کرنے کے لیے وقت، توانائی اور دولت صرف کرتے ہیں جن کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ایک خاص طریقے سے ہے، بالکل اسی طرح جیسے ایک گورنر بادشاہ سے ایک خاص طریقے سے جڑا ہوتا ہے۔ ان کا مقصد روحانی ہستی کو خوش کرنا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی طرف سے شفاعت کر سکیں، جس طرح ایک گورنر کسی ایسے شخص کی طرف سے بادشاہ کی شفاعت کر سکتا ہے جو گورنر کو خوش کرتا ہو، تحائف اور احترام اور محبت کے غیر فطری مظاہروں کے ساتھ یہ روحانی لوگ قیادت اور دولت کے حصول کے لیے عام عوام اور اللہ تعالیٰ کے درمیان دروازے کے رکھوالے کا کام کرتے ہیں جو کہ اسلام کی تعلیمات سے بالکل متصادم ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی دربان کے طور پر کام نہیں کیا بلکہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا صحیح طریقہ سکھایا اور دکھایا۔ اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ایک قابل استاد سے اسلامی علم سیکھے اور انہیں وہ احترام دکھائے جس کے وہ مستحق ہیں لیکن انہیں یہ یقین نہیں کرنا چاہیے کہ انہیں ایسے لوگوں کی عبادت کرنی چاہیے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے روحانی نظر آتے ہیں، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہدایت کے خلاف ہے اور یہ معمولی شرک کا ایک پہلو ہے۔ باب 10 یونس، آیت 18

کہو کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے نہ زمین میں؟

باب 10 یونس، آیت 18

اور وہ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ ان کو فائدہ پہنچا سکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔

بالآخر، ایک مسلمان ایک گمراہ ذہنیت کو اپنائے گا جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے، جب کہ غلطی سے یہ یقین رکھتے ہیں کہ کوئی

اور، جیسا کہ مقدس ہستی، انہیں ان کے اعمال کے نتائج سے نجات دلائے گی۔ یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی نوع انسان کو دی گئی ہدایت کے بالکل خلاف ہے۔ باب 10 یونس، آیت 18

کہو کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے نہ زمین میں؟”

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت متعدد اسلامی تعلیمات میں ثابت ہے، جس میں سنن ابن ماجہ، نمبر 4308 میں موجود حدیث بھی شامل ہے۔ اس کے باوجود، یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ کچھ مسلمان اب بھی جہنم میں جاسکتے ہیں۔ جہنم میں ایک لمحہ بھی ناقابل برداشت ہے، اسی لیے ایسی ذہنیت سے بچنا بہت ضروری ہے۔ مزید برآں، خواہش مندانہ سوچ میں مبتلا ہونا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے اصول کا مذاق اڑاتا ہے۔ نتیجتاً، یہ رویہ ممکنہ طور پر انہیں باب اس کی شفاعت سے روک سکتا ہے، اور وہ قیامت کے دن ان کے خلاف گواہی بھی دے سکتا ہے۔
الفرقان، آیت 25 30

”اور رسول نے کہا اے میرے رب، میری قوم نے اس قرآن کو ترک کر دیا ہے۔“

یہ آیت مسلمانوں کی طرف اشارہ کرتی ہے، کیونکہ وہ واحد گروہ ہیں جنہوں نے قرآن کریم کو قبول کیا ہے، جب کہ غیر مسلموں نے اسے قبول نہیں کیا اور اس طرح اسے رد نہیں کر سکتے۔ جس مسلمان کے خلاف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن گواہی دیں گے، اس کا نتیجہ ظاہر ہے۔

چنانچہ یہ ضروری ہے کہ خواہش مندانہ سوچ سے گریز کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مستند امید پیدا کی جائے، اس کے احکام پر ایمانداری سے عمل کرتے ہوئے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ پھر واضح کرتا ہے کہ اسلام کا بنیادی پیغام کوئی نیا تصور نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک قدیم پیغام ہے جو پوری تاریخ میں متعدد بار پہنچایا گیا ہے، جس کا مقصد انسانیت کو اتحاد، انصاف، سکون اور دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی کے لیے ایک مثالی ضابطہ اخلاق پیش کرنا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 19:

اور بنی نوع انسان کے سوا ایک جماعت نہیں تھی [مذہب میں متحد]، لیکن [پھر] ان میں اختلاف ہو گیا۔“

اتحاد، انصاف، ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی، ضابطہ اخلاق کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان نظریات کے حصول میں افراد کی سمجھ بہت محدود ہے، کیونکہ ان میں مستقبل کے واقعات کے بارے میں دور اندیشی کا فقدان ہے اور وہ اپنے یا مجموعی طور پر معاشرے کے لیے جو طرز عمل قائم کرتے ہیں اس کے اثرات کا درست اندازہ نہیں لگا سکتے۔ مثال کے طور پر، آج بھی انسانیت نے انسانی دماغ اور جسم سے متعلق مکمل علم حاصل نہیں کیا ہے۔ اس طرح وہ ایک ایسا ضابطہ اخلاق کیسے تجویز کر سکتے ہیں جو ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرے جس سے ذہنی سکون حاصل ہو؟ وہ واحد ہستی جو ایک بے عیب ضابطہ حیات فراہم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، جو انسانی فطرت کے مطابق اور اس کے جوہر میں لازوال ہے انسانیت کا خالق ہے، جو ان اور دیگر تمام امور کا مکمل علم رکھتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ۔ یہ سچائی پوری تاریخ میں ثابت ہوتی رہی ہے۔ زیادہ تر تاریخ ایسے معاشروں سے بھری پڑی ہے جنہوں نے الہی تعلیمات کو نظر انداز کیا، اور یہ واضح ہے کہ ایسے معاشرے اپنی تکنیکی ترقی کے باوجود ذہنی سکون اور انصاف حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ اس کے برعکس، جن چند معاشروں نے الہی تعلیمات کو درست طریقے سے نافذ کیا ہے، وہ انصاف، اتحاد اور ذہنی سکون حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ معاشرے کے اندر انصاف اور اتحاد کے بارے میں، انسانوں کا وضع کردہ ضابطہ اخلاق ہمیشہ متعصب ہو گا، جو ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر ترجیح دیتا ہے، جیسے کہ امیر کو کم نصیب پر۔

مزید برآں، معاشرے میں انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کو نافذ کرنے اور ان کے نفاذ کے مستقبل کے مضمرات افراد کی کم اندیشی کی وجہ سے غیر یقینی رہتے ہیں، چاہے معاشرے پر نئے قوانین کے اثرات کے بارے میں پیشین گوئیاں کی جائیں۔ صرف وہی ہے جو ایک غیر جانبدارانہ ضابطہ اخلاق فراہم کر سکتا ہے، اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ ہر قانون وسیع تر معاشرے کو فائدہ پہنچاتا ہے، چاہے یہ فوری طور پر ظاہر نہ بھی ہو، اللہ ہی بلند و بالا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 19

اور بنی نوع انسان کے سوا ایک جماعت نہیں تھی [مذہب میں متحد]، لیکن [پھر] ان میں اختلاف ہو“ گیا۔

جب بھی افراد اپنے دنیوی عزائم اور خواہشات کی پیروی کرنے کا انتخاب کرتے ہیں، جیسے کہ دولت اور اختیارات کا حصول، وہ شعوری طور پر الہی ہدایات سے ہٹ جاتے ہیں، ان کی مخالفت کرتے ہیں اور ان کو نظر انداز کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ انتشار اور معاشرے کے باقی حصوں کو صحیح الہی تعلیمات پر عمل کرنے سے گمراہ کرنے کی صورت میں نکلتا ہے، کیونکہ ہر ایک غیرت مند عالم جان بوجھ کر ان الہی تعلیمات کو توڑ مروڑ کر اپنا گروہ قائم کرتا ہے، اور اس طرح قیادت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک مسلمان کو اس ذہنیت سے دور رہنا چاہیے، کیونکہ یہ بالآخر جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔ یہ تنبیہ سنن ابن ماجہ، نمبر 253 میں موجود ایک حدیث میں درج ہے۔ باب 23 المؤمنون، آیات 52-53

اور بے شک یہ تمہارا دین ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں، لہذا مجھ سے ڈرو، لیکن انہوں نے اپنے مذہب کو اپنے آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، ہر ایک گروہ، جس کے پاس ہے، خوش ہے۔

پہلے کی قوموں نے قیادت کو محفوظ بنانے اور دولت جمع کرنے کے لیے اپنے مذہبی طریقوں کے اندر ایک درجہ بندی کا نظام قائم کیا۔ انہوں نے اللہ، برگزیدہ، اور وسیع تر آبادی کے درمیان دربان کے طور پر کام کیا، اور اس بات پر زور دیا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا واحد راستہ اپنے اختیار

کی غیر تنقیدی پابندی اور تسلی بخش ہے۔ اسی طرح مسلم کمیونٹی نے اس طرز عمل کا مظاہرہ کیا جب آپس میں تفرقہ سے بچنے اور اسلامی تعلیمات کا دل سے مطالعہ کرنے اور ان پر عمل کرنے کی ہدایت کی گئی جس سے ان کے اتحاد کو تقویت ملتی۔ باب 3 علی عمران، آیت 105

اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو کھلے دلائل کے آنے کے بعد آپس میں بٹ گئے اور اختلاف”
 “کیا اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے ایسے رہنما کے طور پر کام کیا جنہوں نے دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کے قرب کی طرف لے جانے والے صحیح راستے کو روشن کیا۔ انہوں نے دربانوں کی طرح برتاؤ نہیں کیا جس سے یہ مطالبہ کیا جائے کہ لوگ ان سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے خوش ہوں۔ ایک مسلمان کو اسلامی تعلیمات کو صحیح طریقے سے سیکھنے اور اس پر عمل درآمد کرنے کے لیے ایسے اساتذہ کی تلاش کرنی چاہیے جو اس رویہ کو اپناتے ہیں تاکہ وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ یہ اس بات کی ضمانت دے گا کہ وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو مناسب طور پر پوزیشن میں رکھیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے کافی حد تک تیار ہوں گے۔ نتیجتاً، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔

لہذا ایک مسلمان کو ایسے علماء سے دور رہنا چاہیے جو اپنے اپنے فرقوں کو فروغ دیتے ہیں اور افراد کو ان کے ساتھ شامل ہونے کی ترغیب دیتے ہیں، ان کے ضابطوں کی اندھی پابندی کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ بلکہ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے تاکہ وہ ان پر دی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کر سکے اور صحیح ذہنیت کو پروان چڑھائے جو کہ اللہ تعالیٰ اور دوسرے لوگوں کے حقوق کی صحیح ادائیگی کے ذریعے معاشرے میں اتحاد کو فروغ دیتا ہے۔ تاہم، یہ ہدایت خاص طور پر ان لوگوں کے لیے ہے جو دوسروں کی اندھی پیروی کرنے سے گریز کرتے ہیں اور اس کے بجائے کھلے ذہن کے ساتھ اسلامی تعلیمات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔
 باب 12 یوسف، آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"
"...میری پیروی کرتے ہیں"

:باب 10 یونس، آیت 19

اور بنی نوع انسان کے سوا ایک جماعت نہیں تھی [مذہب میں متحد]، لیکن [پھر] ان میں اختلاف ہو"
"گیا۔

حسد جس کا نتیجہ اختلاف کی صورت میں نکلتا ہے اس وقت روکا جا سکتا ہے جب افراد بالخصوص علماء اور سماجی رہنما اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص اختیار کریں۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنے کی کوشش کرنا شامل ہے، جیسے کہ سماجی اثر و رسوخ اور قیادت، ایسے آداب سے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ ایسے اقدامات سے معاشرے میں امن، انصاف اور اتحاد کو فروغ ملے گا۔ یہی وہ واحد راستہ ہے جس کے ذریعے وہ دنیا اور آخرت دونوں میں سکون اور کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے برعکس، اگر وہ اپنی حاصل کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں، تو وہ جو کچھ بھی حاصل کرتے ہیں وہ دونوں جہانوں میں ان کے لیے تناؤ، مصائب اور مشکلات کا باعث بن جائے گا، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار اور اپنے فیصلوں کے اثرات سے بچ نہیں سکتے۔ باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟) اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بہلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بہلا دیا جائے گا۔

حسد کا شکار ہونے والے شخص کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ان کی ذہنیت اللہ تعالیٰ کے فرمان کی براہ راست مخالفت کرتی ہے، جو دنیاوی نعمتوں کو انفرادی طور پر مختص کرنے کا فیصلہ کرتا ہے۔ چنانچہ حسد کرنے والا یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی دوسرے شخص کو خاص نعمت عطا کرنے میں غلطی کی ہے نہ کہ ان پر۔ یہ عقیدہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ حسد کو ایک بڑا گناہ کیوں سمجھا جاتا ہے۔ اس کے بجائے، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے پر توجہ مرکوز کرے جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ جو نعمتیں ان کے پاس ہیں وہ ان کے لیے بہترین ہیں، بالکل اسی طرح جیسے دوسروں کو حاصل کردہ نعمتیں ان کے لیے بہترین ہیں۔ یہ طریقہ انہیں حسد کے نقصان دہ اثرات سے بچائے گا، جس میں دنیا اور آخرت دونوں میں ذہنی اذیت اور عذاب بھی شامل ہے اور اس کی بجائے ان کی دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے کے لیے، متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھنے کے ذریعے ان کی رہنمائی ہوگی۔

باب 10 یونس، آیت 19

اور بنی نوع انسان کے سوا ایک جماعت نہیں تھی [مذہب میں متحد]، لیکن [پھر] ان میں اختلاف ہو گیا۔

ایک بار جب ہر نسل پر انبیاء کرام علیہم السلام اور صحیفوں کے ذریعے حق آشکار ہوا تو عوام دو گروہوں میں بٹ گئی۔ یہ تقسیم ان کے درمیان ناگزیر رگڑ اور تصادم کا باعث بنی۔ اس طرح، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس اختلاف کے درمیان ثابت قدم رہنے کی تاکید کرتا ہے، کیونکہ یہ ایمان اور کفر کے درمیان ایک قدیم کشمکش کی نمائندگی کرتا ہے جو لامحالہ ہر نسل میں پیدا ہوتی ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 214:

یا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے جبکہ ابھی تم پر ایسی آزمائش نہیں آئی جو تم "سے پہلے گزرے لوگوں پر آئی تھی؟"

متعدد دیگر مذاہب کے برعکس، اسلام یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ اس کے ماننے والوں کو زمین پر اور بعد کی زندگی دونوں میں جنت ملے گی۔ بلکہ یہ واضح طور پر کہتا ہے کہ ایمان کو قبول کرنے میں آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے، کیونکہ یہ آزمائشیں یہ ظاہر کرنے کا واحد ذریعہ ہیں کہ کون ایمان رکھتا ہے اور کون نہیں۔ اسی طرح دنیاوی مضامین میں امتحانات کو کس طرح استعمال کیا جاتا ہے تاکہ یہ معلوم کیا جا سکے کہ کون سے طلباء حقیقی طور پر گریجویشن کے لیے ضروری علم رکھتے ہیں اور کون سے نہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ پہلے سے ہی جانتا ہے کہ سچا مومن کون ہے، لیکن وہ صرف اپنے لامحدود علم کی بنیاد پر لوگوں کا فیصلہ کرنے سے گریز کرتا ہے۔ اس کے بجائے، وہ ان کے ارادوں اور اعمال کی بنیاد پر ان کا جائزہ لیتا ہے۔ چنانچہ انسان کے ارادوں اور اعمال کو سامنے لانے کے لیے آزمائشیں ضروری ہیں۔ باب 3 علی عمران، آیت 179:

اللہ تعالیٰ مومنوں کو اس حال میں نہیں چھوڑے گا کہ تم اس حال میں ہو جب تک وہ برائی کو خیر "سے الگ نہ کر دے۔"

:اور باب 2 البقرہ، آیت 214

یا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے جبکہ ابھی تم پر ایسی آزمائش نہیں آئی جو تم "سے پہلے گزرے لوگوں پر آئی تھی؟"

:مزید برآں، بغیر جانچ کے، اس دنیا میں وجود کا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ باب 67 الملک، آیت 2

"...[وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں بہتر ہے]

ٹیسٹ زندگی کے خوشگوار اور چیلنجنگ دونوں پہلوؤں کا سامنا کرنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ اصل امتحان اس میں ہے کہ آیا کوئی آسانی کے وقت شکر گزاری کرتا ہے اور مشکل کے وقت صبر کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اپنی نیتوں میں شکرگزاری کا مطلب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرنا ہے۔ تقریر میں اظہار تشکر کا مطلب ہے یا تو مثبت بولنا یا خاموشی اختیار کرنا۔ مزید برآں اعمال کے ذریعے شکر ادا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ جو نعمتیں کسی نے حاصل کی ہیں ان کو ان طریقوں سے استعمال کریں جو اللہ تعالیٰ کو راضی کریں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس مشق میں شامل ہونا ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دے کر اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو صحیح طریقے سے ترتیب دے کر دنیا اور آخرت دونوں میں مزید برکتوں، سکون اور کامیابی کا باعث بنے گا۔

باب 14 ابراہیم دے کر دنیا اور آخرت دونوں میں مزید برکتوں، سکون اور کامیابی کا باعث بنے گا۔

آیت 7

“... اگر تم شکر گزار رہو گے تو میں تمہیں ضرور بڑھاؤں گا”

مزید برآں، صبر کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مسلسل پیروی کرتے ہوئے گفتگو یا رویے کے ذریعے شکایتیں کرنے سے باز رہنا۔ یہ بھروسہ کرنا بہت ضروری ہے کہ وہ اس بات کا انتخاب کرتا ہے جو ان کے لیے بہترین ہے، چاہے یہ پہلے واضح نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

اس کے نتیجے میں، جو شخص ہر حال میں ہمیشہ صحیح کام کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی مسلسل حمایت اور رحمت حاصل کرتا ہے۔ اس کے نتیجے میں، ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور ان کی زندگی کے تمام عناصر اور لوگوں کو صحیح طریقے سے ہم آہنگ کر کے دونوں جہانوں میں امن کو فروغ ملتا ہے۔ یہ نصیحت صحیح مسلم نمبر 7500 میں موجود حدیث میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی مہلت کے ختم ہونے سے پہلے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ صحیح طرز عمل اختیار کرے۔ باب 10 یونس، آیت 19

اور اگر تیرے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا جس ”میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔“

یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو جو مہلت دی ہے وہ ابدی نہیں ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی مہلت کے بارے میں خواہش مندانہ سوچ سے پرہیز کرنا چاہیے اور اس کی نافرمانی کو جاری رکھتے ہوئے یہ خیال کرنا چاہیے کہ وہ نتائج سے بچ جائیں گے یا انہیں صرف اس لیے معاف کر دیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ سزا پر معافی کو پسند کرتا ہے، جیسا کہ فوری طور پر عدم دستیابی سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے برعکس، حقیقی امید کے لیے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لیے کوشش کی ضرورت ہوتی ہے، جس میں اسلامی اصولوں کے مطابق عطا کی گئی نعمتوں کو بروئے کار لانا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کی توقع بھی اس زندگی اور آخرت دونوں میں شامل ہے۔ اس فرق کو جامع ترمذی نمبر 2459 میں موجود حدیث میں واضح کیا گیا ہے۔ لہذا اس فرق کو پہچاننا اور خواہش مندانہ سوچ سے پرہیز کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش میں مستند امید پیدا کرنا بہت ضروری ہے، کیونکہ یہ ان کو نہ دنیا میں فائدہ دے گا اور نہ ہی آخرت میں۔

مزید برآں، جو شخص اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے اسے یہ یقین کرنے میں دھوکہ نہیں دیا جانا چاہیے کہ فوری نتائج کی کمی، یا کسی بھی طرح کے نتائج کو محسوس نہ کرنے کا مطلب ہے کہ وہ نتائج سے مکمل طور پر بچ جائیں گے۔ اس زندگی میں، ان کا رویہ انہیں متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے سے روک دے گا اور وہ اپنے اردگرد ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے۔ نتیجے کے طور پر، ان کی زندگی کے عناصر، جیسے خاندان، دوست، کیریئر، اور دولت، کشیدگی کے ذرائع میں بدل جائیں گے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہیں گے تو وہ اپنے رشتہ داروں کی طرح غلط لوگوں اور حالات کی طرف غلط طور پر اپنے تناؤ کو منسوب کریں گے۔ ان مثبت اثرات کے ساتھ تعلقات منقطع کرنے سے، وہ صرف اپنے دماغی صحت کے مسائل کو مزید خراب کریں گے، جو ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ صورت حال اس وقت واضح ہو جاتی ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو اپنی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور، حالانکہ وہ دنیاوی لذتوں سے لطف اندوز ہوتے نظر آتے ہیں۔

پوری تاریخ میں، وہ لوگ جنہوں نے الہی تعلیمات کو نظر انداز کرنے یا رد کرنے کا انتخاب کیا، جیسا کہ یہ ان کی دنیاوی خواہشات سے متصادم ہے، ان لوگوں پر تنقید کی جنہوں نے الہی تعلیمات کو قبول خدائی رہنمائی کے آنے سے اپنی سماجی حیثیت اور اختیار کو کھونے کا اندیشہ رکھتے کیا کیونکہ وہ تھے۔ چونکہ وہ وحی الہی یا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو چیلنج نہیں کر سکتے تھے

اس لیے انہوں نے الہامی ہدایت کو رد کرنے کے لیے کمزور جواز گھڑ لیے تاکہ دوسروں کو اس کو قبول کرنے سے روکا جائے، جیسا کہ مکہ کے غیر مسلموں نے کیا تھا۔ باب 10 یونس، آیت 20

”اور وہ کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں نازل ہوئی؟“

مکہ کے غیر مسلم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معجزات کی درخواست کریں گے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی روایت کے مطابق جو کہ انسانیت کے لیے بدستور قائم ہے، اگر وہ انہیں وہ معجزہ عطا فرما دے جو وہ چاہتے تھے اور وہ اسلام کے انکار پر اڑے رہے تو وہ انہیں مکمل طور پر تباہ کر دے گا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ ان کی تباہی نہیں چاہتا تھا، اس لیے اس نے ان کے غلط مطالبات کو پورا نہ کرنے کا انتخاب کیا۔ چنانچہ وہ اسے اسلام کی صداقت کے خلاف ثبوت کے طور پر استعمال کریں: باب 17 الاسراء، آیت 59 گے۔

اور ہمیں معجزات بھیجنے سے کسی چیز نے نہیں روکا سوائے اس کے کہ پہلے لوگوں نے ان کو "جھٹلایا اور ہم نے ثمود کو اونٹنی دی تھی جو ایک کھلی ہوئی نشانی کے طور پر دی، لیکن انہوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم نشانیاں صرف تنبیہ کے لیے نہیں بھیجتے۔"

اور باب 10 یونس، آیت 20

”تو کہو کہ غیب صرف اللہ کے لیے ہے۔“

لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں خبردار کیا کہ اگر وہ خدائی ہدایت کو جھٹلانے یا نظر انداز کرنے پر اڑے رہے تو آخر کار انہیں دونوں جہانوں میں اپنی پسند کے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ باب 10 یونس، آیت 20:

”پس انتظار کرو، بے شک میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔“

لہذا جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہے، ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اسے یہ سوچنے کے دھوکے میں نہیں آنا چاہیے کہ اس نے ابھی تک نتائج کا سامنا نہیں کیا، یا کسی سزا کو نہیں پہچانا، اس کا مطلب ہے کہ وہ بے خوف ہو کر بیچ جائیں گے۔ اس زندگی میں ان کی ذہنیت انہیں ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے میں رکاوٹ بنے گی، یہ انہیں اپنے اردگرد کی ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دینے کا سبب بنے گی اور انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کی تیاری خواہ، اس سے دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات پیدا ہوں گی کرنے سے روک دے گی۔ وہ کچھ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔

اس کے علاوہ، اللہ تعالیٰ اپنی نافرمانی پر اڑے رہنے والوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ دنیاوی چیزوں سے بیوقوف نہ بنیں جو وہ انہیں عطا کرتا ہے کیونکہ یہ صرف ایک امتحان ہے تاکہ یہ واضح کیا جاسکے کہ کون ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتا ہے جو انہیں دی گئی ہیں اور کون نہیں۔ لیکن جو لوگ اس دنیا کی زندگی کے امتحان کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں وہ جھوٹا عقیدہ رکھتے ہیں کہ دنیاوی چیزیں حاصل کرنا اللہ کی رضامندی اور محبت کی نشانی ہے، باوجود اس کے کہ وہ اس کی نافرمانی کرتے ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 21:

اور جب ہم لوگوں کو تکلیف پہنچنے کے بعد رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ ہماری آیات کے خلاف ”سازشیں کرنے لگتے ہیں۔“

نتیجے کے طور پر، وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اس کی نافرمانی پر قائم رہیں گے جو، انہیں عطا کی گئی ہیں۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو ذہنی اور جسمانی عدم توازن کی حالت میں پائیں گے جس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ پر لے جائیں گے، بالآخر قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے صحیح طریقے سے تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ اس عدم توازن کا نتیجہ دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجوں اور مشکلات کا باعث بنے گا، چاہے وہ کسی بھی دنیاوی آسائش کا تجربہ کر رہے ہوں۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا کائنات کے معاملات کو چلاتا ہے، اس لیے وہ دونوں جہانوں میں جوابدہ ہونے سے بچ نہیں سکیں گے۔ باب 10 یونس، آیت 21

”کہہ دیجئے کہ اللہ حکمت میں بہت تیز ہے، بے شک ہمارے رسول لکھتے ہیں جو تم تدبیر کرتے ہو۔“

اس انجام سے بچنے کے لیے آسانی کے وقت شکر گزاری اور مشکل کے وقت صبر و تحمل کے ساتھ صحیح طرز عمل اختیار کرنا چاہیے۔ کسی کی نیت میں شکر ادا کرنے میں خالصتاً اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے عمل کرنا شامل ہے۔ جب الفاظ کے ذریعے اظہار تشکر کی بات آتی ہے تو اس میں یا تو مثبت بولنا یا خاموش رہنا شامل ہوتا ہے۔ مزید برآں، اعمال کے ذریعے شکرگزاری کا مظاہرہ کرنے کا مطلب ہے اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا۔ اس مشق میں شامل ہونے سے، ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دینے اور اس بات کو یقینی بنانے کے ذریعے کہ ہر چیز اور ان کی زندگیوں میں ہر شخص مناسب طریقے سے ہم آہنگ ہو، دونوں جہانوں: باب 14 ابراہیم، آیت 7 میں مزید برکات، امن اور کامیابی حاصل کرے گا۔

”... اگر تم شکر گزار رہو گے تو میں تمہیں ضرور بڑھاؤں گا“

مزید برآں، صبر کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر ثابت قدمی کے ساتھ عمل یا الفاظ کے ذریعے شکایت کرنے سے گریز کریں۔ یہ یقین رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس چیز کا انتخاب کرتا ہے جو بالآخر سب کے بہترین مفاد میں ہو، چاہے یہ فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216:

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

نتیجتاً جو شخص ہر حال میں درست رویہ اختیار کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی غیر متزلزل تائید اور رحمت حاصل ہوتی ہے۔ یہ، بدلے میں، ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کو حاصل کر کے اور اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں اور افراد کو مناسب طریقے سے ترتیب دے کر دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دیتا ہے۔ یہ بصیرت صحیح مسلم نمبر 7500 میں درج ایک حدیث سے ظاہر ہوتی ہے۔

لیکن جو لوگ صحیح رویہ اختیار کرنے میں ناکام رہتے ہیں وہ آسانی کے وقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو بھول جاتے ہیں اور مشکل کے وقت صرف اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 22:

وہی ہے جو تم کو خشکی اور سمندر میں سفر کرنے کی توفیق دیتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ ان کے ساتھ اچھی ہوا سے چلتے ہیں اور وہ اس میں خوش ہوتے ہیں، آندھی آتی ہے اور ہر طرف سے موجیں ان پر آتی ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ گھیرے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دین میں خلوص سے دعا کرتے ہیں کہ اگر تو ہمیں اس سے بچا لے تو ہم شکر گزار ہوں گے۔“

یہ کمزور ایمان اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے بے وفائی کی علامت ہے، جب کوئی مشکل کے وقت اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور آسانی کے وقت اسے نظر انداز کرتا ہے۔ درحقیقت جو اس طرح کا برتاؤ کرتا ہے وہ اپنے ایمان کو اپنی دنیاوی پریشانیوں کا آلہ سمجھتا ہے۔ اس کے نتیجے میں، ان کی تمام عبادتیں، جیسے کہ روحانی مشقیں، ان کے دنیاوی مسائل کو حل کرنے اور ان کی دنیاوی خواہشات کو حاصل کرنے کے لیے مکمل طور پر مرکوز ہیں۔ چونکہ یہ شخص صرف دنیا کا مقصد رکھتا ہے اس لیے آخرت میں ان کے لیے اجر حاصل کرنے کا امکان نہیں ہے، جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود حدیث کے مطابق ہر ایک کو ان کی نیت کی بنیاد پر پرکھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ، جب کوئی مشکل کے وقت صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے، تو وہ اس کی نافرمانی پر اڑے رہیں گے، جب بھی اللہ ان کی مشکل کو دور کرے گا۔ باب 10 یونس، آیت 23

لیکن جب وہ ان کو بچا لیتا ہے تو وہ فوراً زمین پر ناحق ظلم کرنے لگتے ہیں، اے انسانو، تمہارا یہ "ظلم صرف تم پر ہے، دنیا کی زندگی کا مزہ لینا۔"

نتیجتاً، ان کی زندگی کی ہر چیز، بشمول خاندان، دوست، کیرئیر، اور دولت، تناؤ کا باعث بن جائے گی۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی جاری رکھیں گے تو وہ اپنے رشتہ داروں کی طرح اپنے تناؤ کو، غلط طور پر دوسروں کی طرف منسوب کریں گے۔ اپنی زندگیوں سے ان مثبت اثرات کو ہٹانے سے، وہ صرف اپنی ذہنی صحت کے مسائل کو بڑھا دیں گے، جو ممکنہ طور پر ڈپریشن، مادہ کی زیادتی اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بنتے ہیں۔ یہ نتیجہ ان لوگوں کا مشاہدہ کرنے پر ظاہر ہوتا ہے جو اپنی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور، ظاہری طور پر دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہونے کے باوجود۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ ان کے رویے نے انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیاری کرنے سے روکا، انہیں سخت اور مشکل احتساب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آخرت میں اس شخص کے انجام کا تعین کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں۔ باب 10 یونس، آیت 23

”پھر تمہاری واپسی ہماری طرف ہے اور ہم تمہیں بتا دیں گے کہ تم کیا کرتے تھے۔“

وہی ہے جو تم کو خشکی اور سمندر میں سفر کرنے کی توفیق دیتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتیوں " میں ہوتے ہو اور وہ ان کے ساتھ اچھی ہوا کے ساتھ چلتے ہیں اور وہ اس میں خوش ہوتے ہیں، طوفان کی آندھی آتی ہے اور ہر طرف سے موجیں ان پر آتی ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ گھیرے ہوئے ہیں، اللہ سے دین میں خلوص سے دعا کرتے ہیں، "اگر تو ہمیں اس سے بچا لے تو یقیناً شکر گزار ہوں گے۔"

عام طور پر، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے سب سے گہرے اشارے میں سے ایک، تمام مخلوقات پر اپنی بالادستی اور تسلط کے ساتھ، ایک ایسا تجربہ ہے جو بہت سے لوگوں کے ساتھ گونجتا ہے، خواہ ان کے عقیدے ہوں یا اس کی عدم موجودگی۔ جب کسی حقیقی چیلنج کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کا مقابلہ ان کی اپنی کوششوں سے نہیں کیا جا سکتا، لوگ کثرت سے ایک خدا، اللہ، بلند، کی طرف دعا کرتے ہیں۔ مایوسی کے وقت، وہ فطری طور پر متعدد دیوتاؤں کو پکارنے سے گریز کرتے ہیں، کیونکہ ان کا باطن انہیں ایک خدا کی تلاش پر مجبور کرتا ہے۔ اس رجحان کو اکثر فلموں اور ٹیلی ویژن سیریز میں دکھایا جاتا ہے، جہاں ایسے کردار جو شاید کسی بھی عقیدے کو نہیں مانتے وہ اپنی ضرورت کے وقت ایک خدا تک پہنچتے پائے جاتے ہیں۔ فلم سازوں کی جانب سے مذہب کی اہمیت کو کم کرنے کی کوششوں کے باوجود، سنیما کے دائرے میں اس سچائی کی کثرت سے نمائندگی ہوتی رہتی ہے۔

بحران کے وقت ایک خدا، اللہ، بلند، کو پکارنے کا یہ فطری میلان روح کی بنیادی فطرت سے پیدا ہوتا ہے۔ روح، جو پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں موجود تھی، اس کی حاکمیت، انفرادیت، اور تمام مخلوقات: باب 7 الاعراف، آیت 172 پر مکمل اختیار اور قدرت کو تسلیم کرتی ہے۔

اور وہ وقت یاد کرو جب تمہارے رب نے بنی آدم سے ان کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور "ان کو ان کی ذات پر گواہ بنایا اور کہا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟" انہوں نے کہا: ہاں ہم نے گواہی دی ہے۔

ان لمحات پر توجہ مرکوز کرنا انتہائی اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا واضح اشارہ ہیں۔ ہوشیار رہنے سے، لوگ خود کو اس پر ایمان لانے کی تحریک پا سکتے ہیں، اگر وہ پہلے ہی ایسا نہ کر لیں، اور یہ انہیں ان نعمتوں سے استفادہ کرتے ہوئے جو اس نے ان کو عطا کی ہیں ان آداب کے ساتھ حقیقی طور پر اس کی مرضی پر قائم رہنے کی ترغیب دے گی جو اسے پسند کرتے ہیں۔ یہ اس بات کی ضمانت دے گا کہ وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی توازن حاصل کریں گے، وہ اپنی زندگی میں تمام پہلوؤں اور افراد کو مناسب طور پر جگہ دیں گے، ساتھ ہی ساتھ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے بھی کافی حد تک تیار ہوں گے۔ نتیجتاً، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔ باب 10 یونس، آیت 22

وہی ہے جو تمہیں خشکی اور سمندر میں سفر کرنے کی توفیق دیتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ ان کے ساتھ اچھی ہوا سے چلتے ہیں اور وہ اس میں خوش ہوتے ہیں، ایک طوفانی آندھی آتی ہے اور ہر جگہ سے ان پر موجیں آتی ہیں اور ان کو لپیٹ میں لینے کی امید ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے دین میں خلوص کے ساتھ دعا کرتے ہیں، "اگر تو ہمیں اس سے بچا لے تو ہم یقیناً شکر گزار ہوں گے۔"

اور باب 41 فصیلات، آیت 53

ہم انہیں اپنی نشانیاں افق پر اور ان کے اندر دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ یہ "حق ہے۔"

لیکن جو لوگ اسلامی تعلیمات کے اندر اس اور دیگر واضح نشانیوں کو نظر انداز کرتے ہیں کیونکہ یہ ان کی خواہشات کے خلاف ہے، وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو ذہنی اور جسمانی عدم توازن کی حالت میں پائیں گے، جس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ پر لے جائیں گے اور وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیاری کرنے کے لیے جدوجہد کریں گے۔ اس کے نتیجے میں اس کی زندگی اور آخرت دونوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، چاہے وہ کسی بھی دنیاوی لذت کا تجربہ کریں۔ باب 10 یونس، آیت 23

لیکن جب وہ ان کو بچا لیتا ہے تو وہ فوراً زمین پر ناحق ظلم کرنے لگتے ہیں، اے لوگو، تمہارا یہ "ظلم صرف تم پر ہے، دنیا کی زندگی کا فائدہ، پھر تمہاری واپسی ہماری طرف ہے، پھر ہم تمہیں بتا دیں گے کہ تم کیا کرتے تھے۔"

اللہ تعالیٰ تمام دنیاوی چیزوں کی نوعیت اور انجام کو بیان کرتے ہوئے لوگوں کو اپنی دنیاوی خواہشات کی محبت میں اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرنے یا رد کرنے سے خبردار کرتا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 24:

دنیاوی زندگی کی مثال اس بارش کی سی ہے جسے ہم نے آسمان سے برسایا جسے زمین کے پودے "جذب کر لیتے ہیں جسے انسان اور مویشی کھاتے ہیں، یہاں تک کہ جب زمین اپنی زینت اختیار کر لے اور مزین ہو جائے۔"

اس دنیا میں زندگی کا امتحان یہ ہے کہ آیا لوگ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں جو انہیں آسمانی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں یا وہ اپنی دنیاوی خواہشات کے حصول کے لیے ان کا غلط استعمال کرتے ہیں جو ان کے لیے لذت اور حسن کا باعث ہیں۔ جو شخص اس دنیا میں زندگی کے

امتحان کو سمجھنے میں ناکام رہتا ہے وہ لامحالہ اپنی دنیاوی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے۔ وہ غلط طور پر یقین رکھتے ہیں کہ ذہنی سکون ان کی دنیاوی خواہشات کی تکمیل میں مضمر ہے اور یہ کہ وہ اپنی دنیاوی خواہشات کی تکمیل سے جو خوشی محسوس کرتے ہیں وہ باقی رہے گی اور ان کی ذہنی اور جسمانی تندرستی پر کوئی منفی اثر نہیں پڑے گا۔ نتیجے کے طور پر، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی دنیاوی چیزیں ہمیشہ ان کے پاس رہیں گی اور وہ زندگی بھر ان کے لیے خوشی کا باعث رہیں گے۔ باب 10 یونس، آیت 24

جب زمین اپنی زینت اختیار کر لیتی ہے اور مزین ہو جاتی ہے اور اس کے لوگ یہ گمان کرتے ہیں ”کہ اس پر ان کا قبضہ ہے۔“

لوگ مادی دنیا کی خوبصورتی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں لیکن اگر وہ زندگی کے امتحان کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں تو پھر وہ امتحان میں کامیاب ہونے کی بجائے اپنی دنیاوی خواہشات کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ جس طرح ایک طالب علم جس طرح دنیاوی تفریحات میں مشغول ہو کر اپنے امتحان میں فیل ہو جاتا ہے وہ امتحان میں فیل ہو جاتا ہے، اسی طرح وہ شخص دنیا کی زندگی کے امتحان میں ناکام ہو جاتا ہے اگر وہ اپنی دنیاوی خواہشات کی تکمیل سے غافل ہو جاتا ہے۔

مزید برآں، جو صرف اپنی دنیاوی خواہشات پر اکتفا کرتا ہے وہ یہ فرض کر لے گا کہ وہ اپنی زندگی اور اپنی زندگی کے اندر کی چیزوں پر کنٹرول رکھتے ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 24

جب زمین اپنی زینت اختیار کر لیتی ہے اور مزین ہو جاتی ہے اور اس کے لوگ یہ گمان کرتے ہیں ”کہ اس پر ان کا قبضہ ہے۔“

نتیجے کے طور پر، وہ عملاً قیامت کے دن اپنے احتساب کی تیاری میں تاخیر کریں گے، یہ فرض کرتے ہوئے کہ وہ بعد کی تاریخ میں اس کی تیاری کر سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ موت کا وقت معلوم نہیں ہے اور زندگی بہت تیزی سے گزرتی ہے، اس لیے جو شخص اپنے احتساب کے لیے عملی طور پر تیاری کرنے میں ناکام رہتا ہے، اسلامی تعلیمات میں دی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، وہ اچانک اپنی موت کو بغیر تیاری کے پہنچ جائے گا۔ نتیجتاً ان کی تمام دنیاوی کوششیں خواہشات اور کامیابیاں اسی دنیا میں رائیگاں جائیں گی، کیونکہ ان چیزوں نے انہیں نہ دنیا میں سکون پہنچایا اور نہ ہی آخرت میں کوئی فائدہ پہنچایا۔ باب 10 یونس، آیت 24

اور اس کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس پر ان کا قبضہ ہے، اس پر ہمارا حکم رات کو یا دن کو آتا”
 “ہے، اور ہم اسے کھیتی کی طرح بنا دیتے ہیں، جیسے وہ کل نہیں پھلی تھی۔

:اور باب 18 الکہف، آیات 103-104

کہہ دو، کیا ہم تمہیں ان کے اعمال کے لحاظ سے سب سے بڑے خسارے میں رہنے والوں کے بارے میں بتائیں؟ وہ لوگ ہیں جن کی محنت دنیاوی زندگی میں ضائع ہو جاتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ ”وہ کام میں اچھا کر رہے ہیں۔“

:باب 10 یونس، آیت 24

جب زمین اپنی زینت اختیار کر لیتی ہے اور مزین ہو جاتی ہے اور اس کے لوگ یہ گمان کرتے ہیں”
 کہ اس پر ان کا قبضہ ہے۔“

اس کے علاوہ، جیسا کہ دنیاوی چیزیں، جیسے شہرت، دولت، اختیار، خاندان اور دوست فطرت کے اعتبار سے تمام نامکمل اور عارضی ہیں، اس لیے ان کو تھامے رکھنا اور یہ یقینی بنانا ممکن نہیں کہ وہ انسان کے لیے خوشی کا باعث بنیں۔ باب 10 یونس، آیت 24

اور اس کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس پر ان کا قبضہ ہے، اس پر ہمارا حکم رات کو یا دن کو آتا ہے اور ہم اسے کھیتی کی طرح بنا دیتے ہیں گویا وہ کل نہیں پھلی، اسی طرح ہم غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

درحقیقت، جب کوئی ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے جو اسے عطا کی گئی ہیں، تو وہ لامحالہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو غلط جگہ دے گا۔ جس طرح کتابوں کا ایک کتب خانہ جو مکمل طور پر منقطع ہے کسی خاص کتاب کی تلاش کرنے والے کے لیے تناؤ کا باعث بن جاتا ہے، اسی طرح جو شخص اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دے دیتا ہے اس کو ان تمام دنیاوی چیزوں سے تناؤ کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا جو وہ حاصل کرتے ہیں اور جو دنیاوی خواہشات وہ پوری کرتے ہیں، خواہ وہ خوشی کے لمحات سے لطف اندوز ہوں۔ اس کے علاوہ، جس طرح انسانی جسم کو متوازن طریقے سے ڈیزائن کیا گیا ہے جس کے تحت کسی بھی جسمانی نظام میں عدم توازن بیماری کا باعث بنتا ہے، جیسے زیادہ یا کم کھانا، یا جسم کا درجہ حرارت کم یا زیادہ ہونا، جو شخص ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے جو ان کی عطا کی گئی ہیں، لازمی طور پر ان کی ذہنی اور جسمانی حالتوں میں عدم توازن پیدا کرے گا۔ یہ عدم توازن اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کی غلط جگہ اس لیے انہیں ذہنی سکون حاصل کرنے سے روکے گی، چاہے وہ اپنی تمام دنیاوی خواہشات کو پورا کر لیں۔ یہ حقیقت اس وقت عیاں ہوتی ہے جب کوئی امیر اور مشہور لوگوں کو دیکھتا ہے جو اپنی دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے اور بے شمار دنیاوی چیزیں حاصل کرنے کے باوجود ذہنی صحت کے مسائل جیسے ڈپریشن، نشے کی لت اور خودکشی کے رجحانات سے دوچار ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 24:

دنیوی زندگی کی مثال تو بارش کی سی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا جسے زمین کے پودے ”جذب کر لیتے ہیں جسے انسان اور مویشی کھاتے ہیں، یہاں تک کہ جب زمین اپنی زینت اختیار کر لیتی ہے اور اس کی زینت بن جاتی ہے اور اس کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس پر ان کا قبضہ ہے تو اس پر ہمارا حکم رات یا دن آ جاتا ہے، اور ہم نے اسے کل جیسا کر دیا تھا، اگر ہم نے اس پر عمل ”نہیں کیا۔ ہم غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

جبکہ جو شخص اسلامی تعلیمات میں بتائی گئی دنیاوی چیزوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتا ہے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کے ذریعے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھ کر دونوں جہانوں میں ان کے لیے امن کا ذریعہ بن جائے۔ جب آخر کار دنیا ٹل جائے گی، یا تو ان کی موت سے یا قیامت کے قیام سے، ان کی نیکیاں اور کوششیں باقی رہیں گی اور آخرت میں بھی ان کے لیے باعث سکون بن جائیں گی۔ باب 18 46: الکہف، آیت:

دنیوی اثاثے اور اہل و عیال دنیوی زندگی کی زینت ہیں، لیکن باقی رہنے والی نیکیاں تمہارے رب ”کے نزدیک ثواب کے لیے بہتر اور امید کے لیے بہتر ہیں۔

لہذا ایک فرد کو اپنے فائدے کے لیے اسلامی تعلیمات کو اپنانا اور اس پر عمل کرنا چاہیے، چاہے یہ اس کی ذاتی خواہشات کے خلاف ہو۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح کام کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفاد میں ہے، باوجود اس کے کہ انہیں ناگوار دوائیں دی گئی ہیں اور سخت خوراک کا طریقہ ہے۔ جس طرح یہ عقلمند مریض اچھی ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ فرد بھی جو اسلامی تعلیمات کو قبول کرے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی وہ واحد علم ہے جس کے پاس انسان کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اس کی زندگی میں صحیح مقام دینے میں مدد فراہم کرنے کے لیے ضروری علم ہے۔ باب 10 یونس، آیت 25

”اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے۔“

جو شخص اس حقیقت کو سمجھے گا وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اس کی اطاعت کرے گا جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی ضمانت دے گا کہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو صحیح طریقے سے پوزیشن میں رکھتے ہیں جبکہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے کافی تیاری کرتے ہیں۔ چنانچہ اس طرز عمل سے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل ہو گا۔
باب 10 یونس، آیت 26

جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کے لیے بہترین اور اضافی ہے، ان کے چہروں پر نہ اندھیرا چھائے "گا اور نہ ذلت، یہ جنت کے ساتھی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

لیکن جن پر اپنی دنیاوی خواہشات کا غلبہ ہے، وہ لازماً اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کر دیں گے کیونکہ یہ انہیں اپنی دنیاوی خواہشات پر قابو پانے کی دعوت دیتی ہے۔ نتیجے کے طور پر، وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہیں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ نتیجتاً، ان کے وجود کا ہر پہلو بشمول ان کے خاندان، دوست، کیرئیر، اور دولت، تناؤ کا ذریعہ بن جائے گا۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو نظر انداز کرتے رہیں تو امکان ہے کہ وہ اپنی زندگی کے غلط افراد اور حالات جیسے کہ ان کے رشتہ داروں پر اپنے تناؤ کا الزام لگا دیں گے۔ ان مثبت اثرات کے ساتھ تعلقات منقطع کرنے سے، وہ اپنی ذہنی صحت کے مسائل کو اور بڑھا دیں گے، جو ممکنہ طور پر ڈپریشن، مادہ کی زیادتی اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بنیں گے۔ یہ نتیجہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کوئی ان لوگوں کا جائزہ لیتا ہے جو اپنی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ مالدار اور معروف، مادی آسائشوں سے لطف اندوز ہونے کے باوجود۔ باب 10 یونس، آیت 27

”لیکن جنہوں نے برے کام کیے ہیں، برائی کا بدلہ اس کے برابر ہے، اور ذلت ان پر چھا جائے گی۔“

جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلے کائنات کے معاملات کو کنٹرول کرتا ہے، بشمول ان کے روحانی دل، سکون: قلب، اس کی نافرمانی سے وہ کبھی بھی ذہنی سکون حاصل نہیں کریں گے۔ باب 10 یونس، آیت 27

ان کا اللہ کی طرف سے کوئی محافظ نہیں ہوگا، گویا ان کے چہرے رات کے ٹکڑوں سے ڈھکے ”
ہوئے ہوں گے، اتنی تاریک ہیں۔“

جیسا کہ آیت 27 کے آخر میں متنبہ کیا گیا ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت میں عمل کے ساتھ ناکام رہتا ہے اور اس کے بجائے اس کی نافرمانی پر قائم رہتا ہے، وہ اپنے ایمان سے محروم ہونے کے شدید خطرے میں ہے اور اس کے نتیجے میں وہ آخرت میں عذاب میں رہیں گے۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کی طرح ہے جسے پھلنے پھولنے اور زندہ رہنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک پودے کی طرح جو سورج کی روشنی جیسے ضروری عناصر کے بغیر مرجھا جاتا ہے، ایک شخص کا ایمان بھی فنا ہو سکتا ہے اگر فرمانبردارانہ اعمال کی تائید نہ ہو۔ یہ سب سے بڑے نقصان کی نشاندہی کرتا ہے۔ باب: یونس، آیت 27 10

”یہ لوگ دوزخ کے ساتھی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“

عام طور پر، قیامت کے دن، اللہ تعالیٰ کفر کو معاف نہیں کرے گا، کیونکہ یہ زمین پر زندگی کے بنیادی مقصد کے خلاف ہے۔ باب 67 الملک، آیت 2

"...[وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں بہتر ہے]"

اگر تمام طلباء کو ان کی کارکردگی سے قطع نظر پاسنگ گریڈ دیا جاتا ہے تو امتحان کی اہمیت ختم ہو جائے گی۔ امتحان کا بنیادی مقصد ان افراد کے درمیان فرق کرنا ہے جو پاس ہونے کے اہل ہیں اور جو نہیں پاس کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مومنین کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی تو یہ دونوں کے درمیان ایک غیر مساوی مساوات قائم کرے گا، جو عدل و انصاف کے بنیادی اصولوں کو مجروح کرے گا۔ باب 45 الجثیہ، آیت 21

کیا وہ لوگ جو برائیاں کرتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے - ان کی زندگی اور موت میں برابری پیدا کر دیں گے، یہ جو فیصلہ کرتے ہیں وہ برا ہے۔"

جب کہ اللہ تعالیٰ لامحدود رحمت کو مجسم کرتا ہے، اس کی شفقت اس کے عدل و انصاف کو کمزور نہیں کرتی، کیونکہ اس طرح کا برتاؤ ناقابل قبول طرز عمل کا باعث بنے گا، جس سے وہ بالکل آزاد ہے۔ اس دنیا میں ایک جج کو سخت تنقید کا سامنا کرنا پڑے گا اور وہ اپنے عہدے سے ہٹا دیا جائے گا اگر وہ ہر مجرم کو بغیر کسی ردعمل کے معاف کر دیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ سے اس طرح کے کاموں کی توقع رکھنا غیر معقول ہے جو کہ سب سے بڑا قاضی ہے۔

زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے عام طور پر کافی محنت اور عزم کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ ڈاکٹر بننے کے سفر کے مترادف ہے۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ جنت میں داخلہ کسی بھی دنیوی کامیابی سے کہیں زیادہ بڑی کامیابی کی نمائندگی کرتا ہے، اسی طرح یہ ایک خاص حد تک جدوجہد کا تقاضا کرتا ہے۔ جنت میں داخلے کے لیے بنیادی شرط ایمان ہے، خواہ اس ایمان کو برقرار رکھتے ہوئے گناہوں کا ارتکاب کیا ہو۔

مزید برآں، کفر کسی کے خالق اور پالنے والے کے خلاف بغاوت کا ایک صریح فعل ہے، اور یہ اس مقصد کے انکار کی نمائندگی کرتا ہے جس کے لیے اسے تخلیق کیا گیا تھا۔ باب 51 ذریات، آیت 56

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا نہیں کیا کہ میری عبادت کریں۔“

جنہوں نے اپنے خالق اللہ تعالیٰ کا انکار کیا وہ قیامت کے دن اس کی طرف سے رد کیے جانے کے مستحق ہیں۔ اسی طرح، جو لوگ اپنے مطلوبہ مقصد کو پورا کرنے میں ناکام رہتے ہیں وہ اس دن ایک طرف ڈالے جانے کے لائق ہیں، ایک ایسے آلے کی طرح جو اپنے مقرر کردہ کام کو انجام نہیں دیتا ہے اور اسے ناکامی سمجھا جاتا ہے، اس طرح اسے مسترد کر دیا جاتا ہے۔

ایک غیر مسلم کو جہنم میں ابدی عذاب برداشت کرنا پڑتا ہے کیونکہ زمین پر ان کے عارضی وجود پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے کفر کا سایہ پڑتا ہے، جو اس کی ابدی وحدانیت سے متصادم ہے۔ چنانچہ اس کفر کے اثرات آخرت میں بھی لازوال ہیں۔

مزید یہ کہ کسی کو یہ یقین کرنے میں گمراہ نہیں ہونا چاہئے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی بخشش بے حد ہے اس لیے اسے کفر کو بھی معاف کرنا چاہیے۔ تمام گناہوں کی حقیقی معافی صرف ان لوگوں کو دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس کی وحدانیت کا انکار کرنا اس کی لامحدود رحمت کے تصور کو رد کرنا ہے، جیسا کہ یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور ہستی سے بخشش حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس لیے یا تو اللہ کی وحدانیت اور اس کی بخشش کی لامحدود فطرت کو قبول کرنا چاہیے یا وہ اس کی وحدانیت اور اس کے نتیجے میں اس کی رحمت کی وسعت کو پہچاننے

میں ناکام ہو جائیں گے۔ اگر وہ اس کی بے پناہ بخشش کو قبول نہیں کرتے ہیں تو یہ ان کے لیے ناقابل رسائی رہے گی اور وہ اپنے کفر پر قائم رہیں گے جب تک کہ وہ سچی توبہ نہ کریں۔

مزید برآں، ایک فرد جو کفر کا انتخاب کرتا ہے وہ دوسروں کو اسی انتخاب کی طرف راغب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، کیونکہ ان کے موقف کو آزادی کی ایک شکل کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے اگرچہ اس کے موروثی فریب ہیں۔ اس کے برعکس، حقیقی آزادی باطنی سکون کو فروغ دیتی ہے، اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتے رہتے ہیں، ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے انہیں ایسا سکون حاصل نہیں ہوگا۔ بلکہ، وہ ذہنی اور جسمانی انتشار کا سامنا کریں گے، جس کی وجہ سے ان کی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کی غلط ترتیب ہو جائے گی۔ اس کا نتیجہ دنیا اور آخرت دونوں میں تناؤ، چیلنجز اور مصائب کا باعث بنے گا، خواہ وہ کسی بھی مادی فوائد کے حامل ہوں۔ بہر حال، چونکہ اس طرز عمل کو آزادی کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے، اس لیے یہ متعدد پیروکاروں کو اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے۔ نتیجتاً، ایک شخص جو اللہ تعالیٰ سے کفر کرتا ہے، بہت سے دوسرے لوگوں کو اسی فیصلے کی طرف رہنمائی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، بالآخر آخرت میں اپنے انتخاب کے نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ باب 4 النساء آیت 48

”اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس نے یقیناً بہت بڑا گناہ باندھا۔“

بالآخر، چونکہ جو کچھ موجود ہے سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور حکومت ہے، اس لیے لوگوں کے لیے اس کے احکام پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔ جس طرح کسی کو کسی قوم کے قوانین کی خلاف ورزی کرنے پر سزائیں دی جا سکتی ہیں، اسی طرح خالق کے قائم کردہ الہی ضابطوں کو نظر انداز کرنے سے اس کی زندگی اور آخرت دونوں میں مشکلات پیدا ہوں گی۔ اگرچہ کوئی شخص ناپسندیدہ ملک چھوڑنے کا انتخاب کر سکتا ہے، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت سے نہیں بچ سکتا۔ اگرچہ افراد معاشرتی اصولوں کو بدلنے کی کوشش کر سکتے ہیں، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وضع کردہ الہی قوانین کو تبدیل نہیں کر سکتے۔ جس طرح ایک جائیداد کا مالک اپنی رہائش کے لیے قوانین طے کرتا ہے، اسی طرح کائنات پر اللہ تعالیٰ کی حکومت ہے، جو تنہا انسان کی اجازت کے بغیر اپنے قوانین کا تعین کرتا ہے۔ لہذا ذاتی فائدے کے لیے ان احکام الہی کی پابندی ضروری ہے۔ جو لوگ اس حقیقت کو سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے ان نعمتوں کو ان طریقوں سے

استعمال کریں گے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ افراد ذاتی اور معاشرتی فلاح و بہبود کو فروغ دینے میں ان کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ممانعتوں کے پیچھے موجود حکمت کی تعریف کرنے کا انتخاب کر سکتے ہیں، یا وہ اپنی خواہشات کے آگے جھک سکتے ہیں اور اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ تاہم، جو لوگ اسلامی اصولوں کو نظر انداز کرتے ہیں، ان کو اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنے کے لیے دنیا اور آخرت میں تیار رہنا چاہیے، کیونکہ کوئی اعتراض یا شکایت انہیں نتائج سے نہیں بچا سکتی۔ باب 18 الکہف، آیت 29

اور کہہ دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے۔ اور جو چاہے کفر کرے، بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایک آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی، اور اگر وہ راحت کے لیے پکاریں گے تو ان کو ایسے پانی سے راحت ملے گی جیسے گدھے تیل سے، جو ان کے چہروں کو جھلسا دیتا ہے، برا مشروب ہے اور برا ٹھکانہ ہے۔

قیامت کے دن دو نتائج کا ذکر کرنے کے بعد، اللہ تعالیٰ ایک خاص واقعہ کا ذکر کرتا ہے جو قیامت کے دن پیش آئے گا تاکہ لوگوں کو اس دنیا میں صحیح طرز عمل اختیار کرنے کی ترغیب دی جائے۔ باب 10 یونس، آیات 28-29

اور جس دن ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے، پھر ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنہوں نے اللہ کے ساتھ "شرک کیا تھا،" تم اپنی جگہ پر رہو اور تمہارے شریک۔ "پھر ہم ان کو الگ کر دیں گے، اور ان کے شریک "کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ اور ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ" "کافی ہے کہ ہم تمہاری عبادت سے بے خبر تھے۔

یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ جھوٹے دیوتا، جیسے بت، صرف وہی چیز نہیں ہے جس کی انسان اللہ کے علاوہ عبادت کر سکتا ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جو کچھ بھی مانتا ہے، باب 9 توبہ آیت 31 جیسا کہ سوشل میڈیا، فیشن، ثقافت اور لوگوں کی وہ عبادت کرتا ہے۔

انہوں نے اللہ کے سوا اپنے علماء اور راہبوں کو رب بنا لیا ہے۔“

اہل کتاب کے علماء اور راہبوں کی عبادت نہیں کی جاتی تھی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ان کی اطاعت کی گئی لیکن یہ اطاعت عبادت سمجھی گئی۔ یہ اسلامی اصول شیطان کے سلسلے میں بھی بیان: باب 36 یاسین، آیت 60 کیا گیا۔

اے بنی آدم کیا میں نے تم کو یہ وصیت نہیں کی تھی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا ”کھلا دشمن ہے۔“

انسانیت کی غالب اکثریت شیطان کی عبادت میں مشغول نہیں تھی؛ تاہم، ان پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ان کی اطاعت کی وجہ سے ایسا الزام لگایا گیا ہے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں دیگر ہستیوں کی اطاعت سے پرہیز کیا جائے، بشمول لوگ، سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت، کیونکہ یہ ان ہستیوں کی عبادت کے مترادف ہے۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی بندگی کو رد کر دے تو وہ لامحالہ خود کو دوسرے اثرات جیسے افراد، سوشل میڈیا، فیشن، ثقافت اور اپنے آجروں کے تابع پائیں گے۔ متعدد اور غیر منصفانہ آقاؤں کو متوازن کرنے کا نتیجہ صرف تناؤ میں ہوتا ہے، کیونکہ ان کی بے ترتیب فطرت کی وجہ سے ان سب کو مطمئن کرنا ناممکن ہے۔ جس طرح متعدد نگرانوں کے ساتھ ایک ملازم ہر ایک کی توقعات کو پورا کرنے کے لیے جدوجہد کرتا ہے، اسی طرح جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بندگی کو مسترد کرتے ہیں، وہ بے شمار آقاؤں کے بوجھ تلے دب جائیں گے، بالآخر ان کا ذہنی سکون ختم ہو جائے گا۔ وقت گزرنے کے ساتھ، ان افراد کو اداسی، تنہائی، افسردگی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیال کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، کیونکہ ان کی اپنے دنیاوی آقاؤں کو مطمئن کرنے کی کوششیں وہ

اطمینان حاصل کرنے میں ناکام رہتی ہیں جس کی وہ خواہش کرتے ہیں۔ یہ بنیادی حقیقت سب پر عیاں ہے، خواہ ان کا تعلیمی پس منظر کچھ بھی ہو۔ مزید برآں، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ان کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے انسان کی دوسری ہستیوں کی پرستش انہیں آخرت میں کوئی فائدہ نہیں دے گی کیونکہ یہ ہستی ان کی ضرورت کے وقت ان کی مدد نہیں کریں گی۔ درحقیقت وہ قیامت کے دن ان کے ساتھ جو بھی تعلق تھا اس سے انکار کر دیں گے۔ باب 10 یونس، آیات 28-29

اور جس دن ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے، پھر ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنہوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تھا، "تم اپنی جگہ پر رہو اور تمہارے شریک۔" پھر ہم ان کو الگ کر دیں گے، اور ان کے شریک "کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ اور ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ" "کافی ہے کہ ہم تمہاری عبادت سے بے خبر تھے۔"

جیسا کہ اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح اس نے پہلی بار انسانوں کو پیدا کیا، اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کی نیت، قول اور فعل کو جانتا ہے، اس لیے وہ قیامت کے دن ان سے جوابدہ ہوگا۔ باب 10 یونس، آیت 30

وہاں، [اس دن] ہر نفس کو اس کے پہلے اعمال کی وجہ سے آزمائش میں ڈالا جائے گا، اور وہ اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کے مالک، حق ہے۔“

قیامت ایک واقعہ ہے جو پہلے سے طے شدہ ہے۔ کائنات کا مشاہدہ توازن کی متعدد مثالوں سے پردہ اٹھاتا ہے۔ مثال کے طور پر، زمین سورج سے ایک بہترین اور متوازن فاصلہ برقرار رکھتی ہے۔ اگر زمین سورج سے ذرا بھی قریب یا دور ہو تو یہ ناقابل رہائش ہو جائے گی۔ تقابلی انداز میں، آبی چکر جس میں سمندر سے پانی کا فضا میں بخارات بننا شامل ہے اور اس کے بعد بارش پیدا کرنے کے لیے اس کی گاڑھا ہونا، اس بات کو یقینی بنانے کے لیے احتیاط سے متوازن ہے کہ زمین پر زندگی پروان چڑھ سکے۔ زمین کو متوازن طریقے سے تشکیل دیا گیا ہے، جس سے بیجوں کی نازک شاخوں اور

ٹہنیوں کو اس میں گھسنے کے قابل بنایا گیا ہے تاکہ وہ رزق کے لیے فصلیں پیدا کر سکے، جبکہ اس پر کھڑی کی گئی بھاری تعمیرات کا بوجھ برداشت کرنے کے لیے کافی مضبوط ہے۔ بے شمار مثالیں موجود ہیں جو نہ صرف واضح طور پر ایک خالق کے وجود کی نشاندہی کرتی ہیں بلکہ توازن کو بھی واضح کرتی ہیں۔ اس کے باوجود، اس دنیا کا ایک قابل ذکر پہلو واضح طور پر غیر متوازن ہے، خاص طور پر انسانیت کے اعمال۔ جابر اور جابر شخصیات کا مشاہدہ کرنا اکثر ایسا ہوتا ہے جو اس زندگی میں نتائج سے بچنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس، بے شمار افراد جبر اور مختلف مشکلات کو برداشت کرتے ہیں پھر بھی وہ انعامات حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں جو وہ اپنی ثابت قدمی کے لیے مستحق ہیں۔ بہت سے مسلمان جو پوری تندہی سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرتے ہیں، اکثر اس دنیا میں بہت سے چیلنجوں کا سامنا کرتے ہیں اور انہیں اجر کا ایک محدود حصہ دیا جاتا ہے، جب کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بے حرمتی کرتے ہیں، وہ دنیاوی لذتوں میں مگن رہتے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں توازن قائم کیا ہے اسی طرح اعمال کی جزا و سزا کی تقسیم بھی منصفانہ ہونی چاہیے۔ تاہم، یہ واضح طور پر اس دنیا میں حقیقت نہیں ہے؛ لہذا، یہ ایک مختلف وقت پر واقع ہونا ضروری ہے، خاص طور پر قیامت کے دن۔ نتیجتاً، افراد کو اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے ناگزیر احتساب کے لیے تیاری کرنی چاہیے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اپنے جوابدہی کے لیے مناسب طور پر تیار ہیں اور یہ اس دنیا میں ان کے ذہنی سکون کے حصول میں سہولت فراہم کرے گا، ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں مناسب پوزیشن دے کر۔

لیکن اگر کوئی صحیح طریقے سے برتاؤ کرنے میں ناکام رہتا ہے اور اس کے بجائے ایک مختلف ضابطہ اخلاق کو اپناتا ہے تو وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو اسے دی گئی ہیں۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت میں پائیں گے اور وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے۔ اس کے نتیجے میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی یہاں تک کہ اگر وہ بعض دنیاوی آسائشوں کا تجربہ کرتے ہیں۔ اور جیسا کہ یہ طرز عمل انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کی تیاری سے روک دے گا، اس لیے ان کی ساری کوششیں دنیا میں رائیگاں جائیں گی اور وہ قیامت کے دن خالی ہاتھ رہ جائیں گے۔ باب 18 الکہف، آیات 103-104

کہہ دو، کیا ہم تمہیں ان کے اعمال کے لحاظ سے سب سے بڑے خسارے میں رہنے والوں کے بارے میں بتائیں؟ وہ لوگ ہیں جن کی محنت دنیاوی زندگی میں ضائع ہو جاتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ "وہ کام میں اچھا کر رہے ہیں۔"

:اور باب 10 یونس، آیت 30

اور جو کچھ وہ ایجاد کرتے تھے وہ ان سے کھو گیا۔ ”

لہذا انسان کے بنائے ہوئے تمام ضابطوں سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ لامحالہ انہیں دنیا میں ذہنی سکون حاصل کرنے سے روکیں گے اور آخرت میں جوابدہی کی تیاری سے روکیں گے۔ اس میں یوم جزا کے بارے میں اپنی اپنی سوچ کے مطابق عقیدہ رکھنا بھی شامل ہے، جیسے خواہش مندانہ سوچ کو اپنانا جس کے ذریعے یہ یقین ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاف کر دے گا، خواہ اس نے جو بھی اعمال کیے ہوں۔ باب 45 الجثیہ، آیت 21

کیا وہ لوگ جو برائیاں کرتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے - ان کی زندگی اور موت میں برابری پیدا کر دیں گے، یہ جو فیصلہ کرتے ہیں وہ برا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت میں حقیقی امید میں شامل ہے کہ اس کی عطا کردہ نعمتوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق استعمال کرتے ہوئے اس کی اطاعت کی کوشش کریں، ساتھ ہی اس کی رحمت اور بخشش کی دنیا اور آخرت دونوں میں امید رکھنا بھی شامل ہے۔ یہ فرق جامع ترمذی نمبر 2459 کی ایک حدیث میں مذکور ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس فرق کو پہچانیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش میں حقیقی امید پیدا کریں، خواہش مندانہ سوچ سے پرہیز کریں، جو انہیں اس زندگی میں فائدہ نہیں پہنچا سکتی اور نہ ہی آخرت میں۔ مزید برآں، کسی کو غلطی سے یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ اگر وہ اسلام کے

علاوہ کسی اور طرز زندگی کا انتخاب کرتے ہیں تو وہ سچی توبہ، شفاعت یا کسی اور ذریعہ سے باب 30 اروم، آیت 57 قیامت کے دن چیزوں کو درست کر سکتے ہیں۔

پس اس دن ظالموں کو ان کا عذر کچھ فائدہ نہیں دے گا اور نہ ہی ان سے اللہ کو راضی کرنے کا کہا“ جائے گا۔

اور باب 10 یونس، آیت 30

اور جو کچھ وہ ایجاد کرتے تھے وہ ان سے کھو گیا۔“

مزید برآں، چونکہ اسلام قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کی اہمیت پر زور دیتا ہے، اس لیے یہ ضروری ہے کہ مذہبی علم کے متبادل ذرائع سے پرہیز کیا جائے، چاہے وہ اچھے اعمال کو فروغ دینے والے کیوں نہ ہوں۔ ان دوسرے ذرائع سے جتنا زیادہ مشغول ہو گا، خواہ ان کی بھلائی کی صلاحیت کچھ بھی ہو، وہ رہنمائی کے دو بنیادی ذرائع پر اتنا ہی کم انحصار کرے گا، جو بالآخر گمراہی کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابو داؤد نمبر 4606 میں درج ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ جو بھی بات ان دو منابع ہدایت پر مبنی نہیں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دی جائے گی۔ مزید برآں، مذہبی علم کے متبادل ذرائع پر بڑھتا ہوا انحصار افراد کو ایسے عقائد اور طریقوں کو اپنانے پر مجبور کر سکتا ہے جو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے متصادم ہوں۔ یہ بتدریج انحراف یہ ہے کہ کس طرح شیطان قدم بہ قدم لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، چیلنجوں کا سامنا کرنے والے شخص کو بعض روحانی طریقوں میں مشغول ہونے کی ترغیب دی جا سکتی ہے جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہوں۔ اگر یہ فرد جاہل ہے اور دینی علم کے دوسرے ذرائع پر چلنے کا عادی ہے تو وہ آسانی سے اس جال میں پھنس سکتا ہے اور ایسی روحانی مشقیں کرنا شروع کر سکتا ہے جو براہ راست اسلامی اصولوں کے خلاف ہو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ، برگزیدہ، اور کائنات کے بارے میں

ایسے عقائد رکھنے پر بھی آ سکتے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں، جیسا کہ یہ تصور کہ افراد یا مافوق الفطرت مخلوق اپنی تقدیر کا حکم دے سکتے ہیں، کیونکہ ان کی سمجھ دو بنیادی ہدایات سے باہر کے ذرائع سے اخذ کی گئی ہے۔ ان میں سے کچھ گمراہ کن عقائد اور عمل صاف کفر کے باب 2 البقرہ، آیت 102 مترادف ہو سکتے ہیں، جیسے کہ کالے جادو کا عمل۔

سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور ”جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل ہوا تھا لیکن وہ [یعنی دونوں فرشتے] کسی کو نہیں سکھاتے جب تک یہ نہ کہیں کہ ”ہم آزمائش ہیں، اس لیے کفر نہ کرو۔“

اس لیے ایک مسلمان دینی علم کے مختلف ذرائع پر انحصار کرنے کے رجحان کی وجہ سے نادانستہ طور پر اپنا ایمان کھو سکتا ہے۔ نتیجتاً، مذہبی بدعات میں مشغول ہونا جن کی بنیاد رہنمائی کے دو بنیادی ذرائع میں نہیں ہے، شیطان کے راستے پر چلنے کا باعث بن سکتی ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 208

، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو ”بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“

بالآخر، ایک فرد جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے لیکن وہ اسلامی تعلیمات کے برخلاف زندگی گزارتا ہے، اس کے عقیدے کو خطرے میں ڈالنے کا بڑا خطرہ ہوتا ہے، کیونکہ وہ اپنے عقیدے کے بولے ہوئے اثبات کو اپنے اعمال سے ہم آہنگ کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ نتیجتاً، ان کا اسلام پر ایمان لانے کا غیر مخلصانہ زبانی دعویٰ بے اثر ہو جائے گا اور انہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ باب 10 یونس، آیت 30

اور جو کچھ وہ ایجاد کرتے تھے وہ ان سے کھو گیا۔“

یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ایمان ایک ایسے پودے سے مشابہت رکھتا ہے جسے پھلنے پھولنے اور ترقی کرنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی سے محروم ایک پودا مرجھا جاتا ہے، اسی طرح ایک شخص کا ایمان بھی فنا ہو سکتا ہے اگر اس میں فرمانبرداری کے کاموں کی حمایت نہ ہو۔

قیامت کے بعض عناصر پر بحث کرنے کے بعد، اللہ تعالیٰ مزید شواہد فراہم کرتا ہے کہ صرف اسی کی اطاعت کیوں کی جائے اور قیامت کے دن کی حقیقت اس حقیقت پر مبنی ہے کہ وہ قیامت کے دن تمام لوگوں کو جوابدہ کرنے کی طاقت اور علم رکھتا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 31

”...کہو، تم کو آسمان اور زمین سے کون رزق دیتا ہے؟ یا جو سماعت اور بینائی کو کنٹرول کرتا ہے“

ایک شخص جو کسی دوسرے فرد کی ضروریات کے بعض پہلوؤں، جیسے ان کی رہائش، کو پورا کرتا ہے، تعریف کا مستحق ہے۔ لہذا جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی تمام نعمتیں انسانیت کو عطا کی ہیں، اسی طرح انسانوں کے لیے اس کا شکر ادا کرنا ہی جائز اور مناسب ہے۔ سچی شکرگزاری، کسی کی نیت کے لحاظ سے، صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرنا ہے۔ دوسرے مقاصد کے لیے کام کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر نہیں ملے گا۔ جامع ترمذی نمبر 3154 میں درج ایک حدیث میں اس احتیاط پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ خلوص نیت کا واضح اشارہ یہ ہے کہ کوئی شخص دوسروں سے کسی قسم کی پہچان یا انعام کی امید نہیں رکھتا۔ تقریر کے ذریعے اظہار تشکر یا تو اچھی بات کو بیان کرنا یا خاموشی کا انتخاب کرنا ہے۔ مزید برآں، اعمال کے ذریعے ظاہر ہونے والی شکرگزاری میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ مشق برکات کی کثرت کا باعث بنتی ہے اور بالآخر دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دیتی ہے، متوازن

ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کے ذریعے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح
:باب 14 ابراہیم، آیت 7 طریقے سے رکھ کر۔

“... اگر تم شکر گزار رہو گے تو میں تمہیں ضرور بڑھاؤں گا”

:باب 16 النحل، آیت 97 اور

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی
"بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

مزید برآں، جب کسی فرد کے پاس کوئی چیز ہوتی ہے، تو اس کے لیے یہ مناسب اور روایتی سمجھا
جاتا ہے کہ وہ اس چیز کو اس طرح استعمال کریں جیسے وہ مناسب سمجھیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کائنات
میں موجود تمام چیزوں کا خالق، مالک اور پالنے والا ہے، بشمول انسانیت، اس لیے وہی اس بات کا
تعیین کرتا ہے کہ کائنات میں کیا ہوتا ہے اور کیا نہیں۔ پس یہ صرف ایک فرد کے لیے ہے کہ وہ اللہ
تعالیٰ کے سامنے سر تسلیم خم کر دے، کیونکہ وہ پوری کائنات کا واحد مالک ہے، ان کو بھی محیط
ہے۔

اسی طرح جب کوئی اپنے پاس موجود کسی چیز کو قرض دیتا ہے تو صرف اتنا ہوتا ہے کہ قرض لینے
والا اس چیز کو مالک کی مرضی کے مطابق استعمال کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر وہ نعمت عطا فرمائی
ہے جو ایک فرد کو عارضی قرض کے طور پر حاصل ہے۔ یہ نعمتیں بطور تحفہ نہیں دی گئیں۔ زمینی
قرضوں کی طرح، اس قرض کی ادائیگی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس قرض کی ادائیگی کا واحد ذریعہ
،یہ ہے کہ ان نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں۔ اس کے برعکس

چونکہ جنت کی نعمتیں درحقیقت تحفے ہیں، اس لیے افراد کو آزادی حاصل ہوگی کہ وہ اپنی مرضی باب 7 الاعراف، آیت 43 کے مطابق ان سے لطف اندوز ہوں۔

اور ان کو پکارا جائے گا کہ یہ وہ جنت ہے جس کا تم وارث بنائے گئے ہو ان اعمال کے بدلے جو ”تم کرتے تھے۔“

اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ دنیوی نعمتوں کو جو جنت کے تحفوں کے ساتھ قرض کی حیثیت رکھتا ہے، میں خلط ملط نہ کرے۔

باب 10 یونس، آیت 31

”...یا جو سماعت اور بینائی کو کنٹرول کرتا ہے...“

جیسا کہ اللہ تعالیٰ تمام نعمتوں کو اپنے کنٹرول میں رکھتا ہے جیسے کہ ان کی سماعت، بصارت اور چیزوں کو سمجھنے کی صلاحیت، اگر کوئی ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے شکر ادا کرنے میں ناکام رہے جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، تو وہ ان نعمتوں سے محروم ہو سکتا ہے۔ درحقیقت یہ بات بالکل واضح ہے کہ جب کوئی وسیع تر معاشرے کا مشاہدہ کرتا ہے کہ جب کوئی شخص ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں، جیسے کہ اپنی جسمانی حواس، تو وہ اکثر ذہنی اور جسمانی بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں جو انہیں عطا کی گئی نعمتوں کو ضائع کر دیتے ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ زندگی اور موت کو کنٹرول کرتا ہے، اس لیے وہ قیامت کے دن ان کے جوابدہی کے لیے مردوں کو زندہ کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 31

اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔“۔

قیامت کے دن انسان کے جی اٹھنے کے امکان کا انکار کرنا واقعی ایک عجیب و غریب دعویٰ ہے خاص طور پر جب کوئی شخص قیامت کے دن بے شمار واقعات پر غور کرے جو دنوں، مہینوں اور سالوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر، اللہ تعالیٰ ایک ویران، بنجر زمین میں زندگی پھونکنے کے لیے بارش کا استعمال کرتا ہے اور ایک بے جان بیج کو بیدار اور پھلنے پھولنے کا سبب بنتا ہے اس طرح تخلیق کو برقرار رکھتا ہے۔ اسی طرح، اللہ تعالیٰ انسان کو دوبارہ زندہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے، زمین کے اندر دفن غیر فعال بیج کی طرح، جو بالآخر پھٹ کر زندگی بن جاتا ہے۔ موسموں کی چکراتی نوعیت قیامت کی ایک واضح مثال کے طور پر کام کرتی ہے۔ مثال کے طور پر سردیوں کو ہی لے لیں، جب درختوں کے پتے مرجھا کر گرتے ہیں، تو درخت بظاہر بے جان ہو جاتا ہے۔ پھر بھی، بعد کے موسموں میں، پتے دوبارہ نمودار ہوتے ہیں، اور درخت ایک بار پھر زندگی کے ساتھ متحرک ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ، تمام جانداروں کی زندگی کی اصل ایک مردہ خلیہ ہے، جیسے انسانی زائگوٹ۔ یہاں تک کہ زندہ انسانی جسم کے اندر، خلیات مسلسل مر رہے ہیں اور دوبارہ پیدا ہو رہے ہیں، جیسے کہ جلد کے خلیے، ایک ایسا عمل جس پر لوگوں کا کوئی کنٹرول نہیں ہے۔ مزید برآں، تمام جانداروں کی نیند جاگنے کا چکر بھی قیامت کی مثال دیتا ہے۔ نیند کو موت کی بہن سے تشبیہ دی جا سکتی ہے، کیونکہ سونے والے کے حواس لمحہ بہ لمحہ معطل ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم و کرم سے کسی شخص کی روح کو ان میں بحال کر دیتا ہے اگر وہ زندہ رہنا ہے، اس طرح سوئے ہوئے فرد کو: ایک بار پھر زندہ کر دیتا ہے۔ باب 39 از زمر، آیت 42

اللہ تعالیٰ روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جو نہیں مرتے ان کی روحيں ان کی" نیند میں قبض کرتا ہے، پھر جن کے لیے موت کا حکم دیا ہے ان کی روحيں قبض کر لیتا ہے اور

باقیوں کو ایک مقررہ مدت کے لیے چھوڑ دیتا ہے، بیشک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے "نشانیوں ہیں۔"

ان مثالوں پر غور کرنے سے، بے شمار دیگر کے ساتھ، واضح طور پر قیامت کے دن آخری قیامت کے امکانات کا پتہ چلتا ہے۔

باب 10 یونس، آیت 31

”اور [ہر [معاملے کو کون ترتیب دیتا ہے؟“

اس بات کی واضح نشانی کہ انسان تمام معاملات پر حکومت نہیں کرتا وہ بے شمار مثالیں ہیں جہاں ایک اچھی ساختہ منصوبہ غیر متوقع طور پر، پیشگی انتباہ یا جواز کے بغیر کھل جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، بہترین صحت کے حامل ایک شادی شدہ جوڑے پر غور کریں جو طبی علاج کروانے کے باوجود بچے کو حاملہ کرنے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں، جب کہ دوسرے جوڑے، جو حمل کو روکنے کے لیے ہر طرح کی احتیاط برتتے ہیں، ان کے کئی بچے ہوتے ہیں۔ کسی کو یہ سوچ کر گمراہ نہیں ہونا چاہئے کہ وہ کائنات کے معاملات پر تسلط رکھتے ہیں۔ بلکہ، ان کا اپنے اعمال پر صرف ایک محدود اثر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر انسان کو اپنے جسم پر مکمل عبور حاصل ہوتا تو بیماری کا کوئی وجود نہ ہوتا۔ مزید برآں، آسمانوں اور زمین دونوں کے اندر موجود مختلف ہم آہنگ نظاموں کا مشاہدہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ ان نظاموں میں سے کسی پر کوئی کنٹرول نہیں رکھتے۔ مثال کے طور پر، سورج سے زمین کا درست فاصلہ، سمندروں کی مثالی کثافت جو پھلتی پھولتی سمندری زندگی کو سہارا دیتی ہے جبکہ بڑے بڑے جہازوں کو اپنی سطحوں پر تشریف لے جانے کی اجازت دیتی ہے، زمین کی بہترین ساخت جو نازک پودوں کو پھلنے پھولنے کے قابل بناتی ہے یہاں تک کہ اس پر بڑے بڑے ڈھانچے بنائے گئے ہیں، اور صاف پانی کے بغیر پانی کی تخلیق۔ اس طرح کے بالکل متوازن نظام لوگوں کے کنٹرول میں نہیں ہیں اور نہ ہی بے ترتیب پن ان کے لیے حساب

کر سکتا ہے۔ اگر ایک سے زیادہ دیوتا ہوتے تو ہر ایک کی متضاد خواہشات ہوتیں، جس کے نتیجے میں تخلیق کے لیے انتشار پیدا ہوتا۔ باب 21 الانبیاء، آیت 22

”اگر ان کے اندر اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو وہ دونوں برباد ہو جاتے۔“

،ظاہر ہے کہ یہ وہ صورتِ حال نہیں ہے، جو بلا شبہ یہ بتاتی ہے کہ صرف ایک ہی خدا ہو سکتا ہے: باب 10 یونس، آیت 31 اللہ، بلند، جو تمام معاملات کو چلاتا ہے۔

”اور [ہر معاملے کو کون ترتیب دیتا ہے؟“

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کائنات کے تمام معاملات کو کنٹرول کرتا ہے، اس لیے اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کر کے اس کی نافرمانی کرنا لغو ہے، کیونکہ اس کے قابو اور طاقت سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ باب 10 یونس، آیت 31

”وہ کہیں گے ”اللہ“ تو کہو ”پھر کیا تم اس سے نہیں ڈرو گے؟“

لیکن اگر کوئی آسمانوں اور زمین کے اندر موجود ان واضح نشانیوں کو نظر انداز کر دے جو اللہ تعالیٰ کے مکمل کنٹرول اور اختیار کی نشاندہی کرتی ہیں، کیونکہ اس کی اطاعت ان کی دنیاوی خواہشات

کے خلاف ہے، تو وہ لازماً وہ غلط طرز زندگی اختیار کریں گے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کی طرف لے جائے گا۔ باب 10 یونس، آیت 32

، کیونکہ وہی اللہ ہے جو تمہارا رب، حق ہے، اور حق سے بڑھ کر گمراہی کے سوا کیا ہو سکتا ہے "تو تم کیسے ٹال رہے ہو؟"

نتیجے کے طور پر، ان کی زندگی کا ہر پہلو خواہ وہ خاندان ہو، دوست ہو، کیریئر ہو یا دولت ہو، تناؤ کا باعث بن جاتا ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہیں گے تو وہ غلط طور پر اپنے دکھ کو اپنے رشتہ داروں کی طرح دوسروں سے منسوب کر سکتے ہیں۔ اپنے آپ کو ان اچھے اثرات سے دور کرنے سے، وہ صرف اپنی ذہنی صحت کو خراب کریں گے، جو ممکنہ طور پر شدید ڈپریشن مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بنیں گے۔ یہ نتیجہ خاص طور پر ظاہر ہوتا ہے جب ان لوگوں کا مشاہدہ کیا جاتا ہے جو اپنی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور، مادی آسائشوں میں مبتلا ہونے کے باوجود۔ اگر کوئی مسلمان اس رویہ پر قائم رہے تو وہ اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے رخصت ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ اپنے زبانی اعلان ایمان کی حمایت عمل سے نہیں کر سکے۔ باب 10 یونس، آیت 33

اس طرح آپ کے رب کا فرمان ان لوگوں پر نافذ ہوا جنہوں نے نافرمانی کی کہ وہ ایمان نہیں لائیں "گے۔"

یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایمان ایک نازک پودے سے مشابہت رکھتا ہے جسے پھلانے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی کی طرح ضروری غذائیت سے محروم پودا مرجھا جاتا ہے، اسی طرح کسی شخص کا ایمان بھی فنا ہو سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے عمل سے برقرار نہ رکھا جائے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، یہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ جھوٹے دیوتا، بشمول بتوں، واحد ہستی نہیں ہیں جن کی پرستش کوئی فرد اللہ تعالیٰ کے علاوہ کر سکتا ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں جس چیز کی بھی کوئی اطاعت کرتا ہے، خواہ وہ سوشل میڈیا ہو، فیشن، ثقافت یا افراد: باب 36 یاسین، آیت 60 ہو، وہ ان کی عبادت ہے۔

اے بنی آدم کیا میں نے تم کو یہ وصیت نہیں کی تھی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا ”کھلا دشمن ہے۔“

بنی نوع انسان کی اکثریت نے شیطان کی تعظیم میں حصہ نہیں لیا۔ بہر حال، ان پر ایسے الزامات کا سامنا کرنا پڑے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت میں اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں جن چیزوں کی اطاعت کرتا ہے ان پر پھر تنقید کی جاتی ہے کیونکہ ان کی اطاعت کا کوئی حق نہیں ہے۔ باب 10 یونس، آیت 34:

کہو، کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو تخلیق کی ابتدا کرے اور پھر اُسے ”... دہرائے؟“ کہو، ”اللہ تخلیق کی ابتدا کرتا ہے اور پھر اُس کا اعادہ کرتا ہے

جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی زندگی اور موت کو کنٹرول کرتا ہے اسی طرح مخلوق کی پیدائش اور موت کے درمیان ہونے والی تمام چیزوں کو بھی وہی کنٹرول کرتا ہے۔ اس کے نتیجے میں، وہ اکیلا ہی اس بات کا مستحق ہے کہ اسے ان کا رب تسلیم کیا جائے اور اس طرح اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے ہر حال میں اس کی اطاعت کی جائے۔ لیکن جیسا کہ اس کی اطاعت میں اپنی دنیاوی خواہشات پر قابو پانا شامل ہے، جو لوگ اپنی دنیاوی خواہشات کے پیچھے لگے رہتے ہیں وہ معاشرے کے مختلف عناصر جیسے کہ سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت کے ذریعے دھوکہ میں پڑ جائیں گے، اس طرز عمل میں ذہنی سکون مضمر ہے۔ باب 10 یونس، آیت 34:

”تو تم کیسے دھوکے میں ہو؟“

نتیجے کے طور پر، وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہیں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ نتیجتاً وہ اپنے آپ کو ایک غیر مستحکم ذہنی اور جسمانی حالت میں پائیں گے، جس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ پر لے جائیں گے، آخر کار قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے صحیح طریقے سے تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، چاہے وہ کچھ مادی آسائشوں کا تجربہ کریں۔

اللہ تعالیٰ، پھر لوگوں کو انسانوں کے بنائے ہوئے ضابطوں پر عمل کرنے سے خبردار کرتا ہے کیونکہ وہ کسی کو ذہنی سکون کی طرف نہیں لے جا سکتے۔ باب 10 یونس، آیات 35-36

کہو، کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرے؟“ کہو، ”اللہ حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ تو کیا وہ جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس کی پیروی کرنے کا زیادہ حقدار ہے یا وہ جو ہدایت نہیں کرتا جب تک کہ اسے ہدایت نہ دی جائے؟ پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟“ اور ان میں سے اکثر لوگ صرف گمان کی پیروی نہیں کرتے، بے شک ”گمان حق کے کچھ بھی کام نہیں آتا، بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں

اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ کوئی معاشرہ کتنا ہی ترقی یافتہ ہو جائے، اور اس سے قطع نظر کہ وہ انسانیت کے ذہنی اور جسمانی دونوں پہلوؤں سمیت مختلف شعبوں میں جتنا بھی علم حاصل کرتا ہے، ان کے لیے ایسا ضابطہ اخلاق بنانا ناممکن ہے جو مکمل طور پر انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہو اور جو ان تمام حالات، حالات اور منظرناموں کو حل کرتا ہو جن کا سامنا افراد یا معاشروں کو زمین

پر زندگی بھر سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ کام فطری طور پر ناقابل عمل ہے، کیونکہ انسانیت انسانی وجود کے مخصوص عناصر، جیسے انسانی دماغ کے مختلف شعبوں کے کردار کے بارے میں نئی معلومات دریافت کرتی رہتی ہے، ایک بے عیب ضابطہ اخلاق تیار کرنے کے لیے کافی سمجھ حاصل کرنا چھوڑ دیں جو انفرادی اور معاشرتی دونوں سطحوں پر امن اور انصاف کو فروغ دیتا ہے۔ اس کو حاصل کرنے کی صلاحیت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، کیونکہ وہ ہر چیز کا خالق ہے، اور اس کا علم لامحدود ہے، جو ماضی، حال اور مستقبل سب پر محیط ہے۔ باب 10 یونس، آیت 35

کہو، کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرے؟“ کہو، ”اللہ حق کی“
”...طرف رہنمائی کرتا ہے

لہذا، وہ ہی بجا طور پر انسانیت کو ایک ضابطہ اخلاق پیش کرنے کے لیے لیس ہے، ایک ایسا معیار جو اچھے اور برے، فائدہ مند اور نقصان دہ کے درمیان واضح طور پر فرق کرتا ہے، اور ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کے ذریعے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھ کر ذہنی سکون حاصل کرنے میں مدد کرتا ہے۔ تاریخی شواہد واضح طور پر بتاتے ہیں کہ جب اس الہی ضابطہ اخلاق کو افراد کی زندگیوں میں مؤثر طریقے سے لاگو کیا گیا تو اس کے نتیجے میں معاشرے میں انصاف اور امن پھیل گیا۔ نتیجے کے طور پر، افراد کو الہی ضابطہ اخلاق کو قبول کرنا چاہیے جو انہیں دیا گیا ہے، اسے ان کی فلاح و بہبود کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند تسلیم کرتے ہوئے، چاہے کچھ پہلو ان کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہوں۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے کو تسلیم کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ بالآخر ان کے اپنے ہی فائدے کے لیے ہے، باوجود اس کے کہ ناخوشگوار دواؤں کے نسخے اور سخت غذائی منصوبہ بندی ہو۔ باب 10 یونس، آیت 35

تو کیا وہ جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس کی پیروی کرنے کا زیادہ حقدار ہے یا وہ جو...“
”ہدایت نہیں کرتا جب تک کہ وہ ہدایت نہ کرے؟ پھر تمہیں کیا ہوا، تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟

علم میں محدودیت، دور اندیشی اور موروٹی تعصبات کی وجہ سے تمام انسانوں کے بنائے ہوئے ضابطہ اخلاق ثبوت یا علم پر مبنی نہیں ہیں، وہ صرف دنیاوی خواہشات، مفروضوں اور آزمائش و غلطی پر مبنی ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 36

اور ان میں سے اکثر لوگ صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں، بے شک گمان حق کے مقابلے میں "کچھ بھی کام نہیں آتا۔"

اس لیے افراد کو چاہیے کہ وہ علم اور شواہد کی بنیاد پر ہر صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے انہیں عطا کردہ استدلال اور عقل کو بروئے کار لاتے ہوئے انہیں باخبر فیصلے کرنے کی اجازت دیتے ہیں چاہے یہ فیصلے اکثریت کی مروجہ رائے سے ہٹ کر کیوں نہ ہوں۔ یہ انہیں لاعلمی میں فیصلے کرنے سے روکے گا، جو دونوں جہانوں میں ہمیشہ تناؤ اور پریشانی کا باعث بنتا ہے۔

باب 10 یونس، آیت 36

اور ان میں سے اکثر لوگ صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں، بے شک گمان حق کے مقابلے میں "کچھ بھی کام نہیں آتا۔"

خاص طور پر دینی معاملات میں، ہدایت کے دو ذرائع پر سختی سے عمل کرنا چاہیے: قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات، کیونکہ ان کی جڑیں علم اور شہادت پر ہیں۔ جبکہ دینی علم کے دیگر تمام ذرائع ثبوت پر مبنی نہیں ہیں اور انہیں گمراہ لوگوں نے گھڑ لیا ہے جو دنیاوی چیزوں جیسے قیادت اور دولت کے خواہش مند ہیں۔ درحقیقت، متبادل ذرائع سے جتنا زیادہ تعامل کرے گا، خواہ ان کے ممکنہ فوائد ہوں، وہ رہنمائی کے دو اہم ذرائع پر اتنا ہی کم انحصار کرے گا، جو

بالآخر گمراہی کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابو داؤد نمبر 4606 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ جو بھی معاملہ ان دو منابع ہدایت پر مبنی نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا۔ مزید برآں، مذہبی علم کے دیگر ذرائع پر انحصار میں اضافہ افراد کو ایسے عقائد اور طرز عمل کو اپنانے پر مجبور کر سکتا ہے جو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے متصادم ہیں۔ یہ بتدریج انحراف یہ ہے کہ شیطان کس طرح قدم قدم پر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، مشکلات کا سامنا کرنے والے شخص کو بعض روحانی طریقوں میں مشغول ہونے کے لیے کہا جا سکتا ہے جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں۔ اگر یہ شخص بے خبر ہو اور دینی علم کے متبادل ذرائع پر عمل کرنے کا عادی ہو تو وہ آسانی سے اس جال میں پھنس سکتا ہے اور ایسی روحانی سرگرمیاں کرنا شروع کر سکتا ہے جو براہ راست اسلامی اصولوں سے متصادم ہوں۔ یہاں تک کہ وہ اللہ، برگزیدہ، اور کائنات کے بارے میں ایسے عقائد بھی پیدا کر سکتے ہیں جو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں، جیسے کہ یہ خیال کہ افراد یا مافوق الفطرت ہستیاں اپنی تقدیر کو کنٹرول کر سکتی ہیں، کیونکہ ان کی سمجھ کو دو بنیادی ہدایات سے باہر کے ذرائع سے تشکیل دیا گیا ہے۔ ان میں سے کچھ گمراہ کن عقائد اور طرز عمل سراسر کفر کا باعث بن سکتے ہیں: باب 2 البقرہ، آیت 102 جیسے کالے جادو کی مشق۔

سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور ”جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل ہوا تھا لیکن وہ [یعنی دونوں فرشتے] کسی کو نہیں سکھاتے جب تک یہ نہ کہیں کہ ”ہم آزمائش ہیں، اس لیے کفر نہ کرو۔“

اس لیے ایک مسلمان نادانستہ طور پر مذہبی علم کے متبادل ذرائع پر عمل کرتے ہوئے اپنا ایمان کھو سکتا ہے۔ نتیجے کے طور پر، مذہبی بدعات میں حصہ لینا جن کی بنیاد رہنمائی کے دو بنیادی ذرائع میں نہیں ہے، ایک فرد کو صحیح راستے سے بھٹکنے کا سبب بن سکتا ہے جو دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی توازن حاصل کرنے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے: باب 10 یونس، آیت 36 رکھنے کے ذریعے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔

اور ان میں سے اکثر لوگ صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں، بے شک گمان حق کے مقابلے میں ”کچھ بھی کام نہیں آتا۔“

عام طور پر، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی دینی اور مفید دنیاوی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل یہ دعویٰ کیا جا سکتا کرنے سے گریز کرتا ہے اور اس کے بجائے اپنے فیصلے جہالت پر کرتا ہے۔ ہے کہ جہالت تمام گناہوں اور گمراہی کی جڑ ہے، کیونکہ جو فرد اپنے اعمال کے نتائج کو صحیح، معنوں میں سمجھتا ہے وہ ان کے ارتکاب سے باز رہے گا۔ اس کا تعلق مستند فائدہ مند علم سے ہے جو وہ علم ہے جسے عملی جامہ پہنایا جاتا ہے۔ درحقیقت، کوئی بھی علم جو استعمال نہ کیا جائے وہ فائدہ مند علم کے طور پر اہل نہیں ہے۔ قرآن پاک اس شخص کی مثال دیتا ہے جو اس طرح کام کرتا ہے ایک گدھے کی طرح علم کی کتابوں کے بوجھ سے اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ باب 62 الجمعہ، آیت 5:

اور پھر اس پر عمل نہیں کیا۔ (اس گدھے کی مانند ہے جو کتابوں کی کثرتیں...)۔
 ”اٹھائے ہوئے ہے۔“

ایک فرد جو اپنے علم کو بروئے کار لاتا ہے وہ شاذ و نادر ہی ناکام ہوتا ہے اور جان بوجھ کر غلط کاموں میں ملوث ہوتا ہے۔ درحقیقت، جب ایسا کوئی واقعہ پیش آتا ہے، تو یہ عام طور پر جہالت کے ایک لمحاتی لمحے کی وجہ سے ہوتا ہے، جس کے دوران ایک فرد اپنے علم پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتا ہے، جس سے گناہ پر مبنی رویہ ہوتا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2322 میں درج ایک حدیث میں ایک مرتبہ جاہلیت کی کشش پر زور دیا اور فرمایا کہ مادی دنیا کی ہر چیز ملعون ہے، سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے، اس ذکر سے وابستہ ہر چیز، عالم اور طالب علم۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام مادی نعمتیں جاہلوں کے لیے لعنت میں بدل جائیں گی، کیونکہ وہ ان کا غلط استعمال کریں گے، اس طرح گناہوں کا ارتکاب کریں گے۔

درحقیقت، جہالت کو انسان کا سب سے بڑا مخالف سمجھا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ اسے نقصان سے بچانے اور فائدے حاصل کرنے سے روکتی ہے، جو صرف علم کے استعمال سے ہی پورا ہو سکتا ہے۔ جاہل انسان سمجھے بغیر گناہ کرتا ہے۔ کوئی شخص گناہ سے کیسے بچ سکتا ہے اگر وہ اس بات سے بے خبر ہو کہ گناہ کیا ہے؟ جہالت کی وجہ سے اکثر لوگ اپنے فرائض سے غفلت برتتے ہیں۔ اگر وہ ان فرائض سے غافل ہوں تو وہ اپنے فرائض کو کیسے پورا کر سکتا ہے؟

اس لیے تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے تمام واجبات کو ادا کرنے اور گناہوں سے باز رہنے کے لیے کافی علم حاصل کریں۔ سنن ابن ماجہ نمبر 224 میں ایک حدیث سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ باب 10 یونس، آیت 36:

اور ان میں سے اکثر لوگ صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں، بے شک گمان حق کے مقابلے میں "کچھ بھی کام نہیں آتا۔"

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، وہ ان لوگوں سے پوری طرح واقف ہے جو اپنے فیصلے علم یا جہالت کی بنیاد پر کرتے ہیں اور اس لیے وہ دونوں جہانوں میں ہر ایک کو ان کے انتخاب کے لیے جوابدہ ٹھہرائے گا۔ باب 10 یونس، آیت 36:

بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔“

لوگوں کو انسانوں کے بنائے ہوئے ضابطوں سے بچنے کی ترغیب دینے کے بعد، کیونکہ وہ علم کی کمی، دور اندیشی اور موڑی تعصبات کی وجہ سے انہیں ذہنی سکون کی طرف نہیں لے جا سکتے اور اس کے بجائے اس نے بنی نوع انسان کو جو کامل الہی ضابطہ اخلاق عطا کیا ہے، اس پر عمل کرنے کی ترغیب دینے کے بعد، اللہ تعالیٰ واضح کرتا ہے کہ قرآن پاک، اور توسیع کے ذریعے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 37

اور یہ ممکن نہیں تھا کہ اس قرآن کو اللہ کے سوا کسی اور نے بنایا ہو، لیکن [یہ [اس سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق اور [سابقہ [کتاب کی تفصیل ہے، جس میں کوئی شک نہیں، رب العالمین کی طرف سے ہے۔

مکہ میں مقیم غیر مسلم، جو عربی زبان میں مہارت رکھتے تھے، نے تسلیم کیا کہ قرآن پاک کسی انسان کی طرف سے نہیں لکھا جا سکتا تھا۔ باب 10 یونس، آیت 37

”اور یہ ممکن نہیں تھا کہ اس قرآن کو اللہ کے سوا کوئی اور بناتا۔“

مزید یہ کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے اعلان نبوت سے چالیس سال پہلے تک جانتے ہوئے، وہ جانتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹے نہیں تھے۔ باب 10 یونس، آیت 16

”کیونکہ میں اس سے پہلے زندگی بھر تمہارے درمیان رہا تھا، پھر کیا تم عقل نہیں کرو گے؟...“

یہ دیکھتے ہوئے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سابقہ آسمانی صحیفوں کے ساتھ کوئی تعامل نہیں تھا - ایک حقیقت جسے اہل کتاب اور مکہ میں غیر مسلموں نے تسلیم کیا تھا - آپ کو ان مقدس صحیفوں میں پائی جانے والی ترمیم شدہ یا اصل تعلیمات کا علم نہ ہوتا۔ یہ حقیقت قرآن کریم کی: الوہی مآخذ کو مزید مضبوط کرتی ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 48

اور تم نے اس سے پہلے کوئی صحیفہ نہیں پڑھا اور نہ ہی کسی کو اپنے داہنے ہاتھ سے لکھا، پھر”
 “یعنی دوسری صورت میں (جھٹلانے والے شک میں پڑ جاتے۔

:اور باب 10 یونس، آیت 37

”...لیکن [یہ [اس بات کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے تھا اور [سابقہ [صحیفے کی تفصیلی وضاحت...”

عام طور پر قرآن پاک کے اندر پائے جانے والے الفاظ بے مثال ہیں اور اس کے معانی واضح طور پر پیش کیے گئے ہیں۔ الفاظ اور آیات غیر معمولی فصاحت کا مظاہرہ کرتے ہیں، کسی بھی دوسرے متن کو پیچھے چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ تضادات سے پاک ہے، جو کہ دیگر تمام صحیفوں اور مختلف مذاہب کی تعلیمات میں مشترک ہیں۔ قرآن پاک ماضی کی قوموں کی تاریخوں کا ایک جامع بیان پیش کرتا ہے حالانکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاریخ میں باقاعدہ تعلیم نہیں دی تھی۔ یہ افراد کو ہر اچھی چیز کو قبول کرنے اور برائی کو مسترد کرنے کے لیے رہنمائی کرتا ہے، جو فرد اور معاشرے دونوں کو مجموعی طور پر متاثر کرتا ہے، اس طرح ہر گھر اور برادری میں انصاف، سلامتی اور امن کو فروغ دیتا ہے۔ قرآن مجید مبالغہ آرائی، جھوٹ یا فریب سے اجتناب کرتا ہے شاعری، کہانیوں اور افسانوں کے برعکس۔ ہر آیت فائدہ مند ہے اور اسے عملی طور پر کسی کی زندگی پر لاگو کیا جا سکتا ہے۔ یہاں تک کہ جب قرآن پاک میں ایک ہی کہانی کو دہرایا جاتا ہے تو یہ مختلف اہم اسباق کو اجاگر کرتا ہے۔ دوسری تحریروں کے برعکس، قرآن پاک متعدد پڑھنے کے بعد

بھی دل موہ لینے والا ہے۔ یہ وعدے اور انتباہات پیش کرتا ہے، جن کی تائید ناقابل تردید اور واضح ثبوتوں سے ہوتی ہے۔ ایسے تصورات پر بحث کرتے ہوئے جو خلاصہ معلوم ہو سکتے ہیں، جیسے صبر کی مشق، قرآن پاک ہمیشہ روزمرہ کی زندگی میں اطلاق کے لیے واضح اور عملی طریقے پیش کرتا ہے۔ یہ افراد کو اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جس میں خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری شامل ہے، انہیں عطا کردہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرنا جو اس کے لیے پسند ہیں۔ یہ اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ لوگ اس زندگی اور بعد کی زندگی دونوں میں ذہنی سکون اور کامیابی حاصل کرتے ہیں، ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دیتے ہوئے اور ہر ایک کو اور ہر چیز کو اپنی زندگی کے اندر مناسب طریقے سے رکھ کر اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے کافی تیاری کرتے ہوئے۔ واضح اور دلکش راستہ ان لوگوں کے لیے واضح ہو جاتا ہے جو دونوں جہانوں میں سکون اور حقیقی کامیابی کی تلاش میں ہیں۔ جیسا کہ یہ انسانی فطرت کے جوہر سے متعلق ہے، یہ لازوال حکمت فراہم کرتا ہے جو ہر شخص، جگہ اور وقت کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ جب صحیح طریقے سے سمجھا اور نافذ کیا جائے تو یہ تمام جذباتی، مالی اور جسمانی مشکلات کے حل کے طور پر کام کرتا ہے۔ یہ ہر اس مسئلے کا جواب پیش کرتا ہے جس کا سامنا ایک فرد یا پوری کمیونٹی کو ہو سکتا ہے۔ تاریخ پر صرف یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ جن معاشروں نے قرآن پاک کی تعلیمات کو ایمانداری کے ساتھ قبول کیا انہوں نے اس کی ہمہ گیر اور پائیدار حکمت کے انعامات کیسے حاصل کئے۔ وقت گزرنے کے باوجود قرآن پاک کا ایک حرف بھی تبدیل نہیں کیا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ تاریخ میں کسی اور متن میں یہ غیر معمولی خوبی نہیں ہے۔ باب 15 الحجر، آیت 9

بے شک ہم نے ہی اس پیغام کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے ایک کمیونٹی کے اندر موجود بنیادی مسائل کو حل کیا اور ان میں سے ہر ایک کے لیے موثر حل کا خاکہ پیش کیا۔ ان بنیادی مسائل کی اصلاح سے ان سے پیدا ہونے والے بے شمار ثانوی مسائل بھی حل ہو جائیں گے۔ یہ وہ طریقہ ہے جس میں قرآن پاک نے دونوں جہانوں میں افراد اور معاشروں کی ترقی کے لیے تمام ضروریات کو پورا کیا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 89

“اور ہم نے آپ پر ہر چیز کی وضاحت کے لیے کتاب نازل کی ہے۔“

یہ سب سے نمایاں اور ابدی معجزہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا تھا۔ البتہ حق کی پیروی کرنے والے اور اس پر عمل کرنے والے ہی اس کا فائدہ اٹھاتے ہیں جب کہ جو لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور اس میں سے انتخاب کرتے ہیں وہ آخر کار: دونوں جہانوں میں نقصان اٹھاتے ہیں۔ باب 17 الاسراء، آیت 82

اور ہم قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے، لیکن یہ ظالموں "کے لیے نقصان کے سوا کچھ نہیں بڑھاتا۔"

:اور باب 10 یونس، آیت 37

جس میں کوئی شک نہیں، رب العالمین کی طرف سے۔“

چونکہ مکہ کے غیر مسلم قرآن مجید کو چیلنج نہیں کر سکتے تھے، اس لیے دوسروں کو اسے قبول کرنے سے روکنے کے لیے انہوں نے دعویٰ کیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مصنف ہیں، اس حقیقت کے باوجود کہ انہوں نے سابقہ صحیفوں کا کبھی مطالعہ نہیں کیا، جس چیز سے مکہ کے غیر مسلم اور مدینہ میں رہنے والے اہل کتاب نے انکار نہیں کیا۔ باب 29 العنکبوت، آیت 48

اور تم نے اس سے پہلے کوئی صحیفہ نہیں پڑھا اور نہ ہی کسی کو اپنے داہنے ہاتھ سے لکھا، پھر”
“(یعنی دوسری صورت میں (جھٹلانے والے شک میں پڑ جاتے۔

:اور باب 10 یونس، آیت 38

”یا وہ کہتے ہیں کہ یہ اس نے ایجاد کیا ہے؟“

جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان جیسے انسان تھے، اگر وہ قرآن مجید کی تصنیف کرتے جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے، تو مکہ کے غیر مسلموں، عربی زبان کے ماہرین، قرآن کریم کے مشابہ کچھ تخلیق کرنے کے قابل ہوتے، جس سے ثابت ہوتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے۔ باب 10 یونس، آیت 38

کہہ دو کہ پھر اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا جس کو بھی بلا سکتے ہو پکارو، اگر”
”تم سچے ہو۔

اس چیلنج میں نہ صرف قرآن پاک کے تال میل سے مطابقت رکھنے والی آیات تیار کرنا شامل ہے بلکہ آیات اور ایک باب تیار کرنا بھی شامل ہے جو قرآن پاک کی ہر خصوصیت کی عکاسی کرتا ہے۔ اس میں اس کی ہمہ گیر نوعیت، ہر حال میں اس کا اطلاق، ہر جگہ اور زمانہ میں، جاہل اور علم والے دونوں کے لیے اس کی فہم، اور عملی مشورے دینے کی اس کی صلاحیت جو کسی کی زندگی میں آسانی سے نافذ کی جا سکتی ہے، نہ کہ محض ایسے تصورات کو پیش کرنے کے جو فائدہ مند معلوم ہوں لیکن عملی طور پر قابل اطلاق نہ ہوں۔

لیکن چونکہ مکہ کے غیر مسلم، ان کے بعد کے بہت سے لوگوں کی طرح، قرآن کریم کے وسیع فوائد کی قدر نہ کر سکے، کیونکہ اس کی بہت سی تعلیمات ان کی دنیاوی خواہشات کے خلاف تھیں، اس لیے انہوں نے اسے رد کر دیا۔ باب 10 یونس، آیت 39

بلکہ انہوں نے اس چیز کا انکار کیا جس کا احاطہ علم میں نہیں ہے۔“

جب بھی لوگ اپنی دنیاوی خواہشات کی پیروی میں غرق ہوتے ہیں تو وہ واضح ثبوت کی قدر نہیں کرتے جو ان کی خواہشات کے خلاف ہو، جس طرح ایک عادی شخص اپنی علت کی حقیقت کو قبول نہیں کرتا اور اس سے ان کو پہنچنے والے نقصانات، جیسا کہ یہ ان کی لت میں جاری رہنے کی خواہش کے خلاف ہوگا۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ آسمانی تعلیمات میں ان کی موت کے وقت اور آخرت میں عذاب جیسی تنبیہات ظاہر نہیں ہوئی ہیں، اس کے نتیجے میں، دنیاوی خواہشات کے نشے میں دھت شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا رہے گا، ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے، جب تک وہ اللہ کے عذاب سے بے نیاز ہو کر گرفت میں نہ آجائے۔ باب 10 یونس، آیت 39

“...اور جس کی تعبیر ابھی تک ان کے پاس نہیں آئی”

اس کے علاوہ، جب کوئی اپنی دنیاوی خواہشات کی پیروی میں غرق ہو جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں انہیں عطا کی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے، تو وہ یہ پہچاننے میں ناکام ہو جاتا ہے کہ ان کی ذہنی صحت کے مسائل کی وجہ ان کی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ درحقیقت، ان کی زندگی کی ہر چیز بشمول ان کے خاندان، دوست، کیریئر اور دولت، تناؤ کا باعث بن جائے گی۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی جاری رکھیں گے تو ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں، وہ اپنی زندگی

کے غلط افراد اور حالات جیسے کہ اپنے رشتہ داروں کو اپنے تناؤ کا ذمہ دار ٹھہرائیں گے۔ اپنی زندگیوں سے ان مثبت اثرات کو ہٹانے سے، ان کے دماغی صحت کے مسائل میں اضافہ ہونے کا امکان ہے، جو ممکنہ طور پر ڈپریشن، مادے کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بنتے ہیں۔ یہ نتیجہ ان لوگوں کا مشاہدہ کرنے پر ظاہر ہوتا ہے جو ان کو ملنے والی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور، ظاہری طور پر دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہونے کے باوجود۔

اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں کو اس نتیجہ سے بچنے کی دعوت دیتا ہے کہ وہ ان لوگوں کا مشاہدہ کریں جو ان سے پہلے گزرے اور اپنے اردگرد کے لوگوں کا بھی جائزہ لے کر، جنہوں نے ایک جیسا سلوک کیا اور اس نے انہیں دونوں جہانوں میں کس طرح تناؤ، پریشانی اور مشکلات میں ڈالا۔ باب 10 یونس، آیت 39:

اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا، پھر دیکھو کہ ظالموں کا انجام کیسا ہوا۔“

یہ آیت لوگوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے کہ وہ خود غرض رویہ سے بچیں، صرف اپنی زندگی اور حالات پر توجہ دیں۔ جو لوگ غلط رویہ اپناتے ہیں وہ تاریخی واقعات، اپنے ذاتی تجربات اور اپنے اردگرد کے حالات سے قیمتی سبق کھو بیٹھتے ہیں۔ ان عناصر سے سیکھنا اپنے اعمال کو بہتر بنانے اور ماضی کی غلطیوں کو دہرانے سے بچنے کے بہترین طریقوں میں سے ایک ہے، بالآخر اندرونی سکون کو فروغ دیتا ہے۔ مثال کے طور پر، دولت مند اور مشہور افراد کو ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے دیکھنا جو انہیں دی گئی ہیں، صرف پریشانی، دماغی صحت کے چیلنجوں، نشے کی عادت، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات - خوشی اور عیش کے مختصر لمحات کا تجربہ کرنے کے باوجود - ایک اہم سبق پیش کرتا ہے۔ یہ تماشائیوں کو سکھاتا ہے کہ وہ عطا کی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرنے سے گریز کریں، اس تصور کو تقویت دیتے ہوئے کہ حقیقی سکون مادی دولت یا ہر دنیوی خواہش کو پورا کرنے سے پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح، کسی کی خراب صحت کا مشاہدہ کرنے سے اس کی اپنی بھلائی کے لیے شکر گزاری کی ترغیب دینی چاہیے اور اس کے چھن جانے سے پہلے اس کے صحیح استعمال کی ترغیب دینی چاہیے۔ لہذا، اسلام مسلمانوں کو اپنے ذاتی معاملات میں

اس قدر مشغول ہونے کے بجائے ہوشیار اور ہوشیار رہنے کی مسلسل ترغیب دیتا ہے کہ وہ اپنے اردگرد کی وسیع دنیا کو نظر انداز کر دیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر صحیح ہدایت یا گمراہی پر مجبور نہیں کرتا، کیونکہ یہ اس دنیا میں زندگی کی آزمائش کو ٹال دیتا ہے، وہ حق کو واضح انداز میں پیش کرتا ہے، لوگوں کو زندگی میں اپنا راستہ چننے کی اجازت دیتا ہے اور پھر ان سے دونوں جہانوں میں ان کی نیتوں، قول و فعل کا جوابدہ ہوتا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 40

اور ان میں سے وہ ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے وہ ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے۔

جو لوگ خدائی تعلیمات کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے میں ناکام رہتے ہیں وہ لازماً اپنے اندر اور معاشرے میں فساد کا باعث بنتے ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 40

”اور تمہارا رب فساد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔“

جب وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہتے ہیں تو ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے یہ ان کو غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کی طرف لے جائے گا اور اس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو گمراہ کر دیں گے اور اس طرح ان کی ذہنی اور جسمانی صحت خراب ہو جائے گی۔ اور یہ طرز عمل انہیں لوگوں کے حقوق ادا کرنے سے روک دے گا۔ نتیجتاً وہ معاشرے میں بدعنوانی اور ناانصافی کو پھیلانے کا سبب بنیں گے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ اسلام لوگوں پر صحیح رہنمائی پر مجبور نہیں کرتا، اس لیے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اسلام کی صحیح تعلیمات کو اپنے قول و فعل کے ذریعے بیرونی دنیا کے سامنے پیش کریں، اسلامی تعلیمات کے اندر بیان کردہ مثبت خصوصیات مثلاً سخاوت، صبر اور شکر کو اپناتے ہوئے اور اس میں مذکور منفی خصوصیات سے اجتناب کرتے ہوئے، جیسے تکبر، حسد اور دوسروں کو اپنی زندگی کا فیصلہ کرنے دیں۔ باب 10 یونس، آیت 41

اور اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو کہہ دو کہ میرے لیے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال۔
"تم میرے کاموں سے الگ ہو اور جو تم کرتے ہو میں اس سے الگ ہوں۔"

جیسا کہ اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے اعمال کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق ڈھالتے ہوئے اپنے ارادوں، قول و فعل اور اسلام کو نہ ماننے والوں کے درمیان واضح فرق کریں، کیونکہ یہی وہ واحد طریقہ ہے جس سے وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے زبانی اعلان کی تائید کر سکتے ہیں۔ جو مسلمان اس طرح اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت کرنے میں ناکام رہے گا، وہ لامحالہ ان لوگوں کے طرز عمل کو اپنائے گا جو اسلام کو نہیں مانتے، ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی توازن کی کمی کا تجربہ کریں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، خواہ وہ بعض دنیوی لذتوں میں شریک ہوں۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ ان مسلمانوں نے اپنے ارادوں، قول و فعل کو ان لوگوں کے ساتھ جوڑ دیا جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے، تو آخرت میں ان کے ساتھ مل جائیں گے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4031 میں موجود ایک حدیث میں اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے۔ درحقیقت یہ رویہ ان کے ایمان کو کھونے کا سبب بن سکتا ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کے مترادف ہے جسے پھلنے پھولنے اور زندہ رہنے کے لیے فرمانبرداری کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی جیسے ضروری وسائل سے محروم پودا مر جائے گا، اسی طرح انسان کا ایمان بھی کم ہو سکتا ہے اور مر سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے کاموں سے مدد نہ ملے۔ اس نتیجے سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ رکھنے والوں سے اپنے ارادے، قول و فعل کو الگ کرنا چاہیے اور اپنے ارادے، قول و فعل کو اسلامی تعلیمات پر

استوار کرنا چاہیے تاکہ جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کا صحیح استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر سکیں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو درست طریقے سے ترتیب دیں گے، ساتھ ہی ساتھ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے بھی مناسب تیاری کریں گے۔ نتیجتاً یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دے گا۔ باب 10 یونس، آیت 41

پھر کہو، "میرے لیے میرے اعمال ہیں، اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں۔ تم میرے کاموں سے الگ ہو اور جو تم کرتے ہو میں اس سے الگ ہوں۔"

اللہ تبارک و تعالیٰ ان لوگوں کے بعض اعمال پر تنقید کرتا ہے جو اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرتے ہیں یا رد کرتے ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 42

"اور ان میں ایسے بھی ہیں جو تمہاری بات سنتے ہیں، لیکن کیا تم بہروں کو سنا سکتے ہو؟"

یہ اس شخص پر تنقید کرتا ہے جو کسی معاملے میں اپنی پسند کا پہلے سے تعین کرتا ہے، کیونکہ اس کا پہلے سے طے شدہ انتخاب ان کی خواہشات کے مطابق ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ علم اور ثبوت سننے سے پہلے۔ وہ ثبوت اور علم کی بنیاد پر اپنے انتخاب کا پہلے سے تعین نہیں کرتے بلکہ اپنی خواہشات کی بنیاد پر کرتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر، اگر ان کے سامنے واضح ثبوت پیش کر دیا جائے تو بھی وہ سچائی کو قبول نہیں کریں گے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ جاننے والا ہے، جو ایک شخص کو دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی توازن کے ذریعے سکون حاصل کرنے کی رہنمائی کر سکتا ہے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی کے اندر درست طریقے سے رکھ سکتا ہے، کیونکہ یہ حقیقت ان کی دنیاوی خواہشات سے متصادم ہے۔ باب 10 یونس، آیت 42

"لیکن کیا آپ بہروں کو سن سکتے ہیں، حالانکہ وہ عقل کا استعمال نہیں کریں گے؟..."

اسی طرح، جو پہلے سے طے شدہ فیصلہ کرتا ہے، وہ بصیرت حاصل نہیں کرے گا اور نہ ہی سچائی کو قبول کرے گا، یہاں تک کہ جب وہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 43

اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو آپ کی طرف دیکھتے ہیں، لیکن کیا آپ اندھوں کی رہنمائی کر سکتے ہیں حالانکہ وہ بصیرت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کریں گے؟

مثال کے طور پر، بہت سے لوگ دیکھتے ہیں کہ امیر اور مشہور لوگ ان کو عطا کی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کیسے حاصل کرتے ہیں اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیتے ہیں اور یہ کس طرح انہیں ذہنی، صحت کے مسائل کی طرف لے جاتا ہے، جیسے ڈپریشن، مادہ کی لت اور خودکشی کے رجحانات حالانکہ وہ بہت ساری دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اس سچائی کو دیکھنے کے بعد بھی اکثر لوگ یہ سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں کہ دنیاوی خواہشات میں مبتلا ہونے یا دنیاوی چیزوں پر قبضہ کرنے سے ذہنی سکون حاصل نہیں ہوتا۔ نتیجے کے طور پر، وہ اپنی دنیاوی خواہشات پر قائم رہتے ہیں اور انہی ذہنی اور جسمانی پریشانیوں کا سامنا کرتے ہیں جو امیر اور مشہور کا سامنا کرتے ہیں۔

جو شخص اپنی دنیاوی خواہشات کی بنیاد پر پہلے سے طے شدہ فیصلے کرتا ہے اور دوسروں کے انتخاب کا مشاہدہ کرتے ہوئے جو بصیرت اور سمجھ عطا کرتا ہے اسے استعمال کرنے میں ناکام رہتا ہے، وہ دنیاوی یا دینی معاملات میں صحیح رہنمائی حاصل نہیں کر سکے گا۔ باب 10 یونس، آیت 44

”بے شک اللہ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا، بلکہ لوگ اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔“

،نتیجے کے طور پر، وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہیں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ نتیجتاً وہ اپنے آپ کو غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت میں پائیں گے اور وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے۔ اس کے نتیجے میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی چاہے وہ کچھ مادی آسائشوں کا تجربہ کریں۔ اور جیسا کہ یہ طرز عمل انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کی تیاری سے روکتا ہے، ان کی پریشانی اور پریشانی میں تیزی سے اضافہ ہوتا جائے گا۔ باب 10 یونس: آیت 45

”اور جس دن وہ ان کو جمع کرے گا تو گویا وہ دن کی ایک گھڑی باقی نہیں رہے تھے۔“

اللہ تعالیٰ نے ایک اور وجہ بتائی ہے کہ اسلامی تعلیمات کو رد کرنے یا نظر انداز کرنے کے لیے پہلے سے طے شدہ فیصلے کرنے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ یہ ان کی دنیاوی خواہشات کے خلاف ہے چاہے وہ اس دنیا میں پیش کی جانے والی تمام چیزیں حاصل کر لیں اور اس سے لطف اندوز ہوں۔ باب: یونس، آیت 45 10

”اور جس دن وہ ان کو جمع کرے گا تو گویا وہ دن کی ایک گھڑی باقی نہیں رہے تھے۔“

انسان کی عمر کتنی ہی کیوں نہ ہو، اس سے کوئی انکار نہیں کرتا کہ زندگی بہت تیزی سے گزر جاتی ہے۔ اس لیے آخرت کی دائمی نعمتوں کو دنیا کی ایک گھڑی دنیا کی نعمتوں سے لطف اندوز کرنے

کے لیے قربان کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا، خاص طور پر جب دنیا کی نعمتیں نامکمل، عارضی ہوں اور موت آخرکار انسان کو ان سے سخت کر دیتی ہے۔

عام طور پر، طویل زندگی کے لیے جھوٹی امید رکھنا ایک انتہائی قابلِ مذمت خصلت ہے، کیونکہ یہ بنیادی طور پر ایک مسلمان کو آخرت کی تیاری پر دنیاوی اموال جمع کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔ کسی کو صرف اپنے عام 24 گھنٹے دن کا جائزہ لینے اور اس حقیقت کو پہچاننے کے لیے آخرت کے لیے وقف کیے گئے وقت کے مقابلے میں دنیاوی مشاغل کے لیے مختص وقت کی مقدار پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ درحقیقت، لمبی زندگی کے لیے جھوٹی امید ایک سب سے طاقتور ہتھیار کے طور پر کام کرتی ہے جو شیطان لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ جب کوئی شخص اس خیال میں ہوتا ہے کہ وہ لمبی زندگی سے لطف اندوز ہوں گے، تو وہ آخرت کی تیاریوں کو ملتوی کر دیتے ہیں، یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ مستقبل قریب میں اس کا ازالہ کر سکتے ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ مستقبل قریب میں اکثر کبھی پورا نہیں ہوتا، جس کے نتیجے میں لوگ بعد کی زندگی کے لیے مناسب تیاری کیے بغیر اس دنیا سے چلے جاتے ہیں۔

مزید برآں، لمبی عمر کا وہم لوگوں کو حقیقی توبہ اور اپنے کردار کی بہتری کی طرف لے جاتا ہے کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے پاس یہ تبدیلیاں کرنے کے لیے کافی وقت ہے۔ یہ اس یقین کے تحت مادی املاک، جیسے دولت، کو جمع کرنے کی ذہنیت کو فروغ دیتا ہے کہ زمین پر ان کے طویل عرصے کے دوران یہ ضروری ہوں گے۔ شیطان لوگوں میں خوف پیدا کرتا ہے، انہیں اس بات پر قائل کرتا ہے کہ انہیں اپنے بعد کے سالوں کے لیے دولت جمع کرنی چاہیے، کیونکہ جب وہ جسمانی طور پر کمزور ہو جاتے ہیں اور کام کرنے سے قاصر ہو جاتے ہیں تو وہ خود کو سہارا نہیں پا سکتے ہیں۔ وہ اس حقیقت سے چشم پوشی کرتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی جوانی میں ان کی حاجتیں پوری کیں، اسی طرح بڑھاپے میں بھی ان کی حفاظت فرمائیں گے۔ حقیقت میں زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے خلقت کے احکام مقرر کیے گئے تھے، جیسا کہ صحیح مسلم نمبر 6748 میں درج ایک حدیث میں اس کی تصدیق کی گئی ہے۔ یہ واقعی عجیب بات ہے کہ کس طرح ایک فرد اپنی ریٹائرمنٹ کے لیے 40 سال بچاتے ہوئے گزارے گا، جو کہ شاذ و نادر ہی یہاں 20 سال کے لیے تیار ہوتا ہے۔

اسلام مسلمانوں کو دنیا کی تیاری سے غفلت برتنے کی ہدایت نہیں کرتا۔ مستقبل قریب کے لیے بچت کرنے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ آخرت کو ترجیح دی جائے۔ اگرچہ لوگ کسی بھی لمحے مرنے کے امکان کو تسلیم کرتے ہیں، لیکن کچھ ایسے کام کرتے ہیں جیسے وہ اس دنیا میں غیر معینہ مدت تک موجود رہیں گے۔ وہ اس مقام تک بھی پہنچ سکتے ہیں جہاں، اگر زمین پر ابدی زندگی کا وعدہ کیا جاتا ہے، تو وہ دن رات کی پابندیوں کی وجہ سے مزید مادی دنیا کو اکٹھا کرنے کے لیے مزید جدوجہد کریں گے۔ کتنے لوگ اس زندگی سے توقعات سے پہلے رخصت ہوئے؟ اور کتنے لوگ اس کو سبق: باب 10 یونس، آیت 45 کے طور پر لیتے ہیں اور اپنے طرز عمل کو بدلتے ہیں؟

”اور جس دن وہ ان کو جمع کرے گا تو گویا وہ دن کی ایک گھڑی باقی نہیں رہے تھے۔“

درحقیقت موت کے وقت یا آخرت کے کسی دوسرے مرحلے میں انسان کو جو سب سے گہرا دکھ ہوتا ہے وہ آخرت کی تیاری میں تاخیر سے پیدا ہونے والا ندامت ہے۔ باب 63 المنافقون، آیات 10-11

اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے اور وہ کہے کہ اے میرے رب، کاش تو مجھے تھوڑی دیر کے لیے مہلت دے تو میں صدقہ کر دوں اور نیک لوگوں میں سے ہو جاؤں "لیکن اللہ تعالیٰ کسی کو اس کا وقت آنے پر ہرگز مؤخر نہیں کرے گا، اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

ایک شخص کو بے وقوف سمجھا جائے گا اگر وہ کسی ایسے گھر میں زیادہ وقت اور وسائل لگاتا ہے جس میں وہ صرف ایک مختصر مدت کے لیے قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، بجائے اس کے کہ اس نے طویل مدت تک رہنے کا ارادہ کیا ہو۔ یہ عارضی دنیا کو ابدی آخرت پر ترجیح دینے کے رجحان کو واضح کرتا ہے۔

مسلمانوں کو دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی کے لیے کوشش کرنی چاہیے، پھر بھی انہیں یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ موت ایک مقررہ وقت، حالات یا عمر پر نہیں آتی۔ یہ ناگزیر ہے۔ نتیجتاً، موت کی تیاری اور اس کے بعد کے نتائج کو اس دنیا میں ایک غیر یقینی مستقبل کی منصوبہ بندی پر ترجیح دینا چاہیے۔
باب 10 یونس، آیت 45

”اور جس دن وہ ان کو جمع کرے گا تو گویا وہ دن کی ایک گھڑی باقی نہیں رہے تھے۔“

جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، کسی کو پہلے سے طے شدہ فیصلے کرنے سے گریز کرنا چاہئے جس کے تحت وہ اسلامی تعلیمات کو رد یا نظر انداز کریں کیونکہ یہ ان کی خواہشات کے خلاف ہے اور اس کے بجائے انہیں واضح ثبوت اور علم کی بنیاد پر زندگی کا انتخاب کرنا چاہئے اور اپنے آس پاس کے لوگوں سے سبق سیکھنا چاہئے۔ اگر وہ صحیح طرز عمل اختیار کرنے میں ناکام رہے تو وہ ان لوگوں کو پہچانیں گے جنہوں نے ان کے سامنے اسلامی علم اور شواہد پیش کیے لیکن چونکہ یہ ان کی خواہشات کے خلاف تھا انہوں نے اسے رد یا نظر انداز کیا۔ اور وہ اپنی زندگی کے انتخاب اور ان انتخاب کے نتائج کو دیکھ کر ان لوگوں کو پہچانیں گے جن سے انہیں سبق سیکھنا چاہیے تھا۔ لیکن چونکہ یہ حقیقت ان کی دنیاوی خواہشات کے خلاف تھی، اس کے بجائے وہ اس دنیا میں گمراہوں کی پیروی پر اڑے رہے۔ باب 10 یونس، آیت 45

”...[اور وہ ایک دوسرے کو پہچان لیں گے۔]“

لیکن یہ پہچان انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گی کیونکہ صحیح فیصلے کرنے کا وقت اس دنیا میں تھا، جب کہ یوم حشر اپنے انتخاب کے نتائج کا سامنا کرنے کا وقت ہے۔ باب 10 یونس، آیت 45

”وہ لوگ خسارے میں پڑ گئے جنہوں نے اللہ سے ملاقات کا انکار کیا اور ہدایت کے پابند نہ رہے۔“

یہ آیت متنبہ کرتی ہے کہ اگر کوئی اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، صحیح رہنمائی کا عہد کرنے میں ناکام رہتا ہے، تو عملی طور پر، اس نے قیامت کے دن اپنے احتساب سے انکار کر دیا ہے، کیونکہ وہ عملی طور پر اس کی تیاری میں ناکام رہے ہیں۔ اگر صحیح رہنمائی کے لیے ان کا عزم انتہائی کمزور تھا، تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے بحیثیت غیر مسلم مل سکتے ہیں، خواہ وہ اس دنیا میں اس پر ایمان لانے کا دعویٰ کریں۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کی طرح ہے جسے پھلنے پھولنے اور زندہ رہنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی جیسے ضروری عناصر سے محروم ایک پودا مر جائے گا، اسی طرح ایک فرد کا ایمان تباہ ہو سکتا ہے اگر اسے فرمانبرداری کے اعمال کی حمایت نہ ہو۔

مزید برآں، کسی فرد کو اس دنیا میں ایک مسلمان کے طور پر اس کے عقیدے کے اثبات کی بنیاد پر قانون کے ذریعے تسلیم کیا جاتا ہے۔ تاہم، بعد کی زندگی میں، اللہ تعالیٰ ہر فرد کی جانچ اس کے باطنی سچائی کے مطابق کرے گا، جو دوسروں سے پوشیدہ ہے۔ چنانچہ ایک شخص جو زبانی طور پر اللہ تعالیٰ پر ایمان اور آخرت میں ان کی جوابدہی کا دعویٰ کرتا ہے، لیکن اس کے زبانی اثبات کو متعلقہ اعمال سے ثابت کرنے میں ناکام رہتا ہے، اس کے روحانی دل میں حقیقی ایمان کی کمی ہو سکتی ہے۔ اس کے نتیجے میں، وہ قیامت کے دن ایک غیر مسلم کے طور پر شمار کیے جائیں گے، حالانکہ قانون انہیں اس دنیا میں مسلمان تسلیم کرتا ہے۔ لہذا کسی کو اس حقیقت کے فریب میں مبتلا ہونے سے بچنا چاہیے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کو عمل کے ساتھ ساتھ دینے میں ناکام رہتے ہیں تو اس دنیا میں انہیں مسلمان سمجھا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ لوگوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ اسلام کے واضح دلائل کو قبول کریں اور ان پر عمل کریں یا ان کو نظر انداز کریں کیونکہ یہ ان کی خواہشات کے خلاف ہے، انہیں دونوں جہانوں میں اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں نے کیا تھا۔ باب 10 یونس، آیت 46

اور چاہے ہم تمہیں ان میں سے کچھ دکھا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں یا تمہیں موت کے "گھاٹ اتار دیتے ہیں، ان کا لوٹنا ہماری طرف ہے، پھر جو کچھ وہ کر رہے ہیں، اللہ اس پر گواہ ہے۔

یہ ایک ناقابل تردید اور ناگزیر حقیقت ہے۔ درحقیقت، اس دنیا میں، ان کی ذہنیت انہیں متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول میں رکاوٹ ڈالے گی، جس کی وجہ سے وہ اپنے اردگرد موجود ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ پر لے جائیں گے۔ اس کے نتیجے میں، ان کی زندگی کے مختلف عناصر، بشمول خاندان، دوست، کیریئر، اور دولت، تناؤ کے ذرائع میں بدل جائیں گے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت پر اڑے رہیں گے تو وہ اپنے رشتہ داروں کی طرح غلط لوگوں اور حالات کی طرف غلط طور پر اپنے تناؤ کو منسوب کریں گے۔ اپنی زندگیوں سے ان مثبت اثرات کو ہٹانے سے، وہ صرف اپنے دماغی صحت کے چیلنجوں کو مزید خراب کریں گے، ممکنہ طور پر ڈپریشن، منشیات کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات بھی۔ یہ نتیجہ اس وقت واضح ہوتا ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو دنیاوی لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے باوجود دولت مند اور مشہور جیسی نعمتوں کا مسلسل غلط استعمال کرتے ہیں۔ اور جیسا کہ یہ طرز عمل انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کی تیاری سے روکتا ہے، ان کی پریشانی اور پریشانی میں تیزی سے اضافہ ہوتا جائے گا۔ باب 10 یونس، آیت 46

اور چاہے ہم تمہیں ان میں سے کچھ دکھا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں یا تمہیں موت کے "گھاٹ اتار دیتے ہیں، ان کا لوٹنا ہماری طرف ہے، پھر جو کچھ وہ کر رہے ہیں، اللہ اس پر گواہ ہے۔

مکہ کے غیر مسلم اور مدینہ منورہ میں رہنے والے اہل کتاب کا یہ جھوٹا عقیدہ تھا کہ اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتل ہو جائیں یا وفات پا جائیں تو ان کا اسلام سے مسئلہ حل ہو جائے گا۔ لیکن وہ یہ تسلیم کرنے میں ناکام رہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات اس حقیقت کو تبدیل نہیں کرے گی کہ انہیں دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اسی طرح اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرنا کسی کو اس دنیا میں اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنے سے نہیں بچا سکتا۔ جس طرح کسی کی گیس کے بل کی ادائیگی جیسی مالی ذمہ داری کو نظر

انداز کرنا انہیں ایسا کرنے میں ناکامی کے نتائج سے نہیں بچاتا، اسی طرح اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرنا انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے نتائج کا سامنا کرنے سے بچائے گا، جو انہیں عطا کی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کر سکتا ہے۔ ایک ناگزیر حقیقت کو نظر انداز کرنا کسی کو اس کا سامنا کرنے سے نہیں بچائے گا، یہ صرف اس کا سامنا کرنے کا سبب بنے گا جب کہ وہ بغیر تیاری کے۔ جس طرح وہ طالب علم جو پڑھائی سے امتحان کی تیاری کو نظر انداز کرتا ہے وہ غالباً ناکام ہو جاتا ہے، اسی طرح وہ شخص جو اپنے اعمال کے لیے دونوں جہانوں میں جوابدہ ہونے کی حقیقت کو نظر انداز کرتا ہے وہ ناکام ہو گا۔ باب 10 یونس، آیت 47

اور ہر امت کے لیے ایک رسول ہے، پس جب ان کا رسول آئے گا تو ان کے درمیان انصاف کے "ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔"

ہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی امت کے لیے یا ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ اگر کوئی ان کے حق میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت چاہتا ہے تو اسے عملی طور پر آپ کے نقش قدم پر چلنا چاہیے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے کیا تھا۔ اس میں قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا شامل ہے۔ جبکہ جو شخص عملی طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کو نظر انداز کرتا ہے، وہ قیامت کے دن ان کے خلاف گواہی دے سکتا ہے، خواہ وہ آپ سے محبت اور احترام: باب 25 الفرقان، آیت 30 کا دعویٰ کریں۔

"اور رسول نے کہا اے میرے رب، میری قوم نے اس قرآن کو ترک کر دیا ہے۔"

یہ آیت مسلمانوں کی طرف اشارہ کرتی ہے کیونکہ وہ واحد گروہ ہیں جنہوں نے قرآن کریم کو قبول کیا، جب کہ غیر مسلموں نے اسے قبول نہیں کیا اور اس طرح اسے ترک نہیں کر سکتے۔ جس مسلمان کے خلاف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن گواہی دیں گے، اس کا نتیجہ ظاہر ہے۔

مکہ میں رہنے والے غیر مسلموں نے اسلام کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا۔ تاہم، انہوں نے ان کے دنیاوی عزائم اور خواہشات کو لاحق خطرے کی وجہ سے اس کی مزاحمت کی۔ وہ فکر مند تھے کہ اسلام کے عروج سے ان کی سماجی حیثیت اور طاقت کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ نتیجتاً، انہوں نے اسلام کو مسترد کرنے کے لیے ناقص وجوہ گھڑ لیے، اس امید پر کہ وہ دوسروں کو اسے قبول کرنے سے باز رکھیں گے۔ اس کوشش کی ایک مثال یہ ہے کہ جب وہ روزِ جزا کا صحیح وقت ان سے ظاہر کرنے کے لیے پوچھیں گے اور جب یہ فراہم نہیں کیا گیا تو وہ یہ دعویٰ کریں گے کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ باب 10 یونس، آیت 48

"اور کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا، اگر تم سچے ہو؟"

یہ رویہ غیر دانشمندانہ تھا کیونکہ قیامت کی صحیح تاریخ کے بارے میں علم کی کمی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ واقع نہیں ہوگا۔ اسی طرح لوگوں کو اپنی موت کے وقت کا علم نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ موت واقع نہیں ہوگی۔ بعض بنیادی سچائیاں، جیسے موت اور یومِ جزا، کو تخلیق سے چھپایا گیا ہے تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ لوگ اپنی تیاریوں کو اس وقت تک موخر کرنے کے بجائے مستقل طور پر تیار رہیں جب تک کہ واقعہ قریب نہ ہو۔ یہ فعال نقطہ نظر ایک رد عمل کے مقابلے میں کامیابی حاصل کرنے میں کہیں زیادہ موثر ہے۔ مثال کے طور پر، ایک عقلمند طالب علم جو آنے والے سرپرائز ٹیسٹ کے بارے میں جانتا ہے وہ ٹیسٹ ہونے تک روزانہ کی بنیاد پر مسلسل تیاری کرے گا۔ اس کے برعکس، اگر طالب علم کو ٹیسٹ کے لیے ایک مخصوص تاریخ فراہم کی جاتی ہے، تو وہ، اطمینان کے احساس کی وجہ سے، تاریخ کے قریب آنے تک اپنی مطالعہ کی کوششوں کو موخر کر سکتے ہیں۔ یہ تاخیر بالآخر ان کی کامیابی کے امکانات کو کم کر دیتی ہے، کیونکہ اس صورت حال میں ان کی تیاری کی سطح ناکافی ہو سکتی ہے۔

مزید یہ کہ قرآن پاک ان لوگوں پر تنقید کرتا ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اسلامی تعلیمات کو اس وقت تک قبول نہیں کریں گے یا اس پر عمل نہیں کریں گے جب تک کہ فرشتوں جیسے غیب عناصر

سمیت ہر پہلو کو ان پر ظاہر نہ کر دیا جائے۔ یہ نقطہ نظر غلط ہے، کیونکہ حقیقی ایمان اس وقت معنی خیز ہوتا ہے جب اس میں بعض غیب سچائیوں پر یقین شامل ہو جس میں پانچ حواس کے ذریعے ان کا ادراک کرنے کی ضرورت نہ ہو، جیسے اللہ تعالیٰ کو دیکھنا۔ بہر حال، ان نادیدہ عناصر کی تائید آسمانوں اور زمین دونوں میں پائے جانے والے بے شمار شواہد اور نشانات سے ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، ایک پیٹنگ کا وجود ایک مصور کی موجودگی کی نشاندہی کرتا ہے۔ اسی طرح، تخلیق کا وجود ایک خالق کی نشاندہی کرتا ہے، خاص طور پر جب تخلیق کمال اور ہم آہنگی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ مزید برآں، ایسے بے شمار دنیاوی مظاہر ہیں جن کو لوگ ابھی تک محسوس نہیں کر پاتے ہیں اور بغیر کسی شکایت کے استعمال کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، بہت سے لوگ یہ سمجھے بغیر دوا لیتے ہیں کہ یہ انسانی جسم میں کیسے کام کرتی ہے۔ اگرچہ اسلام کے ذریعے انسانیت کو فراہم کیا گیا اخلاقی ڈھانچہ مکمل طور پر شواہد اور عقلی استدلال پر مبنی ہے، لیکن اسلام کے بعض پہلو بنیادی طور پر نادیدہ حقائق میں جڑے ہوئے ہیں، جو ایمان کی اہمیت کو بڑھاتے ہیں۔ لہذا، کسی ایسے فرد کے ایمان کا دعویٰ جو فرشتوں جیسے غیب کا مشاہدہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسلیم نہیں کیا جائے گا، کیونکہ ان غیب کی حقیقتوں کے مشاہدہ کے بعد ان پر ایمان لانا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

افراد کی تشخیص ان کی حقیقت کو تسلیم کرنے کی صلاحیت پر مبنی ہے، یہاں تک کہ جب یہ ان کے حواس کے ذریعے براہ راست قابل رسائی نہ ہو، اور ان کی نافرمانی کا انتخاب کرنے کی صلاحیت کے باوجود، اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کی حقیقی تسلیم و رضا ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھیجنے اور آسمانی صحیفوں کے افشاء کرنے میں اللہ تعالیٰ نے مستقل طور پر لوگوں کی فہم و فراست کا اندازہ لگانے اور ان کی اس پر عمل کرنے کا فریم ورک فراہم کیا ہے۔ اس نے کبھی بھی اس حد تک حقیقت سے پردہ نہیں اٹھایا کہ لوگ اسے بلاوجہ قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ اگر یہ معاملہ ہے تو، جانچ کی کوئی بنیاد نہیں ہوگی، کامیابی یا ناکامی کے تصورات کو غیر متعلقہ قرار دینا۔ لہذا لوگوں کو یہ توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ ان پر غیب ظاہر ہو جائے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کا ان کے سامنے ہونا۔ اس طرح کا واقعہ تمام معاملات کے خاتمے کی نشاندہی کرے گا لوگوں کے لیے اپنے انتخاب کو استعمال کرنے کے کسی بھی موقع کو ختم کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ پر یقین اور سچی اطاعت صرف اس وقت تک اہمیت رکھتی ہے جب تک حقیقت کو اس انداز میں پیش کیا جائے جو اس کے رد کی اجازت دیتا ہو۔ اگر حقیقت کو پوری طرح ظاہر کر دیا جائے اور لوگ کائنات اور آخرت کی غیب جہتوں کا ادراک کر سکیں تو ان کا ایمان اور اطاعت بے قیمت ہو جائے گی۔ اگر یہ تمام پہلو واضح طور پر ظاہر ہوتے تو سخت ترین کافر اور سخت ترین گنہگار بھی رد یا مخالفت نہ کرتے۔ ایمان اور اطاعت کا اقرار اسی وقت معنی رکھتا ہے جب پردہ حقیقت کو چھپاتا ہو۔ فوری حقیقت مکمل طور پر آشکار ہو گئی ہے جو افراد کو انتخاب کرنے اور ان کے ٹیسٹ کے مرحلے کو حتمی شکل دینے کے لیے مختص وقت کے اختتام کو نشان زد کرے گی۔ اس لمحے کو جزا کا دن کہا جاتا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 49

کہہ دو کہ میں اپنے لیے کسی نقصان اور نفع کا مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے۔ ہر قوم کے لیے ایک ”اصطلاح ہے۔ جب ان کا وقت آجائے گا تو نہ وہ ایک گھڑی پیچھے رہیں گے اور نہ آگے بڑھیں گے۔“

یہ آیت ایک اور تنقید کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے جو الہی تعلیمات کو رد کرنے والوں نے عمر بھر اٹھایا ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا انسان ہونے کی بجائے ایک الگ ہستی، جیسا کہ فرشتہ، مافوق الفطرت طاقتوں سے مالا مال ہونا چاہیے۔ ایک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار خاص طور پر انسانیت کے لیے وضع کیا گیا ہے جس کی وجہ سے فرشتوں جیسی مخلوق کو اس کام کی تکمیل کے لیے مقرر کرنا غیر منطقی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے لیے زندگی کے تمام پہلوؤں کو کیسے منظم کیا جائے اس کے لیے عملی نمونہ فراہم کرنا ہے۔ انسانوں کے برعکس، فرشتے تھکاوٹ جیسے تجربات سے نہیں گزرتے، جو لوگوں کی فرشتوں کے نبی کے ساتھ تقلید کرنے کی صلاحیت کو روکتا ہے جو ممکنہ طور پر انہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے جواز پیش کرتا ہے۔ اس لیے اگر اللہ تعالیٰ کسی فرشتے کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طور پر مبعوث کرے تو اسے انسانی شکل میں پیش کرنا پڑے گا تاکہ باب 6 الانعام، آیت 9 لوگ ان کی تقلید کریں۔

اور اگر ہم اسے فرشتہ بنا دیتے تو ہم اسے ایک آدمی بنا دیتے اور جس چیز میں وہ ڈھانپتے ہیں اس "سے ہم ان پر پردہ ڈال دیتے۔"

اس طرح غیر مسلم اس بات پر حیران کیوں ہوئے کہ ایک انسان کو دوسروں تک پیغام پہنچانے کے لیے منتخب کیا گیا؟ اسی طرح کیا انسانیت کی رہبری کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کرنے کا رواج نہیں ہے؟ اگر لوگ گمراہی میں بھٹک رہے ہیں اور حقیقت سے ناواقف ہیں، تو واقعی حیرت کی کیا بات ہے کہ ان کا خالق اور رب ان کی رہنمائی کے لیے اقدامات کرے گا، یا یہ کہ انہیں باب 10 یونس، آیت 49 اپنی گمراہی میں رہنے دیا جائے گا؟

”کہہ دو کہ میں اپنے لیے کسی نقصان اور نفع کا مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں کو خبردار کرتا ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرنے یا رد کرنے کے اپنے بے بنیاد عذروں کو ترک کر دیں کیونکہ یہ انہیں دونوں جہانوں میں اپنی زندگی کے انتخاب کے نتائج کا سامنا کرنے سے نہیں بچا سکے گا۔ اس ناقابل تردید اور ناگزیر سچائی کو پہچاننے کے لیے صرف تاریخ اور اپنے اردگرد کے لوگوں کا مشاہدہ کرنے کی ضرورت ہے۔ باب 10 یونس، آیت 49:

”ہر قوم کے لیے ایک میعاد مقرر ہے، جب ان کا وقت آجائے گا تو نہ وہ ایک گھڑی پیچھے رہیں گے“ اور نہ آگے بڑھیں گے۔

عام طور پر، ایک شخص کو یہ یقین کرنے میں دھوکہ نہیں دیا جانا چاہئے کہ وہ اس دنیا میں مکمل طور پر آزاد ہیں، صرف اس وجہ سے کہ انہیں ان کے ارادوں، تقریر اور عمل کے حوالے سے تھوڑی سی آزادی دی گئی ہے۔ درحقیقت اگر کوئی شخص واقعی آزاد ہوتا تو اسے اپنی زندگی پر مکمل اختیار حاصل ہوتا، جس میں اس کی جسمانی اور ذہنی صحت، اس کی موت اور دونوں جہانوں میں اس کا احتساب شامل ہوتا۔ چونکہ ان کا ان چیزوں پر کوئی کنٹرول نہیں ہے، وہ آزاد نہیں ہیں، اس سے قطع نظر کہ دنیاوی چیزیں، جیسے کہ سوشل میڈیا، فیشن اور کلچر، جھوٹا دعویٰ کریں۔ اس سچائی کو قبول کرنے سے انسان کو صحیح طرز عمل اختیار کرنے کی ترغیب ملے گی جس میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسلامی تعلیمات میں بیان کی ہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دماغ اور جسم کی متوازن حالت حاصل کریں، وہ اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مناسب طریقے سے ترتیب دیتے ہوئے قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کر رہے ہوں۔ اس کے نتیجے میں یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کا باعث بنے گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ، لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے حوصلہ شکنی کرنے کے لیے تمام زمانوں میں غیر مسلموں کے ذریعے استعمال کیے جانے والے ایک اور طریقہ پر تنقید کرتا ہے۔ وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چیلنج کریں گے کہ اگر ان کا ایمان سچا ہوتا تو فوراً اللہ تعالیٰ کا عذاب لاؤ۔ لیکن جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ لوگوں کو مہلت دی ہے، اس لیے وہ انہیں فوراً سزا نہیں دے گا اور اس کے نتیجے میں وہ اس مہلت کو اسلام کے باطل ہونے کے ثبوت کے طور پر استعمال کریں گے۔ باب 10: یونس، آیت 50

کہہ دو، کیا تم نے غور کیا ہے کہ اگر تم پر اس کا عذاب رات کو آجائے یا دن کو، تو مجرم کس چیز کے لیے بے صبری کریں گے؟

یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کو جو مہلت دی گئی ہے وہ مستقل نہیں ہے۔ جو شخص اپنی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرنے پر اڑے رہتا ہے اسے یہ یقین کرنے میں بے وقوف نہیں بنایا جانا چاہئے کہ صرف اس وجہ سے کہ اسے فوری نتائج کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا، یا کسی بھی طرح کے نتائج کو دیکھنے میں ناکام رہے گا، وہ نتائج سے مکمل طور پر بچ جائیں گے۔ اس زندگی میں، ان کا سوچنے کا طریقہ انہیں دماغ اور جسم کی متوازن حالت کے حصول میں رکاوٹ ڈالے گا، جس کی وجہ سے وہ ہر چیز اور اپنے آس پاس کی ہر چیز کو غلط جگہ پر لے جائیں گے۔ نتیجے کے طور پر، ان کی زندگی کے عناصر، بشمول خاندان، دوست، کیریئر، اور دولت، پریشانی کے ذرائع میں بدل جائیں گے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت پر اڑے رہیں گے تو وہ اپنے تناؤ کو غلط افراد اور حالات سے غلط طور پر منسوب کریں گے۔ ان فائدہ مند رابطوں کو منقطع کرنے سے، وہ صرف اپنی ذہنی صحت کی جدوجہد کو مزید خراب کریں گے، جو ممکنہ طور پر ڈپریشن، مادہ کے غلط استعمال، اور یہاں تک کہ خود کو نقصان پہنچانے کے خیالات کا باعث بنیں گے۔ یہ حقیقت اس وقت واضح ہو جاتی ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو ان کو دی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور، حالانکہ وہ دنیاوی لذتوں میں مگن نظر آتے ہیں۔ اور، اگر وہ توبہ کرنے اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کرنے میں ناکام رہے تو دنیا میں ان کی آخری سزا ان کی موت اور قیامت کے دن ان کا محاسبہ انہیں بغیر تیاری کے لے جائے گا۔ باب 10: یونس، آیت 50:

کہہ دو، کیا تم نے غور کیا ہے کہ اگر تم پر اس کا عذاب رات کو آجائے یا دن کو، تو مجرم کس چیز“ کے لیے بے صبری کریں گے؟

انہیں اپنے طرز عمل کی اصلاح کی مزید مہلت نہیں دی جائے گی، خواہ وہ ایمان کا اعلان کریں اور عمل سے اپنے ایمان کی زبانی تائید کا وعدہ کریں، کیونکہ یہ دنیا اعمال کی جگہ ہے اور آخرت جوابدہی کی جگہ ہے جس کا کوئی دوسرا موقع نہیں ہے۔ باب 10 یونس، آیت 51

پھر کیا جب یہ واقع ہو چکا ہے تو تم اس پر ایمان لاؤ گے؟ اب؟“

درحقیقت وہ مسلمان جو اس دنیا میں اپنے ایمان کے زبانی اعلان کو عمل کے ساتھ ساتھ دینے میں ناکام رہے گا وہ اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے چلا جائے گا اور انہیں دوسرا موقع نہیں دیا جائے گا۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے سے مشابہت رکھتا ہے جسے پھانے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی کی طرح ایک پودا جو ضروری رزق حاصل نہیں کرتا، فنا ہو جاتا ہے، اسی طرح انسان کا ایمان بھی مر سکتا ہے اگر اس کی پرورش اطاعت کے ساتھ نہ کی جائے۔ باب 10 یونس، آیت 52

پھر ظالموں سے کہا جائے گا کہ ابدیت کے عذاب کا مزہ چکھو۔ کیا تمہیں بدلہ دیا جا رہا ہے سوائے اس کے جو تم کماتے تھے؟

عام طور پر، قیامت کے دن، اللہ تعالیٰ کفر کی معافی نہیں دے گا، کیونکہ یہ زمین پر وجود کے بنیادی مقصد کے خلاف ہے۔ باب 67 الملک، آیت 2

"...[وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں بہتر ہے]"

اگر ہر طالب علم کو امتحان میں اس کی کارکردگی سے قطع نظر پاسنگ گریڈ دیا جائے تو امتحان کی اہمیت کم ہو جائے گی۔ امتحان کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ پاس ہونے والوں اور نہ کرنے والوں کے درمیان فرق کرنا ہے۔ اسی طرح، اگر اللہ تعالیٰ، کافروں کو مومنین کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کی اجازت دیتا ہے، تو یہ دونوں کے درمیان ایک غیر منصفانہ مساوات قائم کرے گا، جو عدل و انصاف کے بنیادی اصولوں کو مجروح کرے گا۔ باب 45 الجثیہ، آیت 21

کیا وہ لوگ جو برائیاں کرتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے - ان کی زندگی اور موت میں برابری پیدا کر دیں گے، یہ جو فیصلہ کرتے ہیں وہ برا ہے۔"

جب کہ اللہ تعالیٰ، لامحدود رحمت کی نمائندگی کرتا ہے، اس کی شفقت اس کے عدل و انصاف کو کمزور نہیں کرتی، کیونکہ اس طرح کے اعمال کے نتیجے میں ناقابل قبول رویے ہوں گے، جس سے وہ بالکل آزاد ہے۔ اس دنیا میں ایک جج کو سخت تنقید کا سامنا کرنا پڑے گا اور وہ اپنے عہدے سے ہٹا دیا جائے گا اگر وہ ہر ظالم کو بغیر کسی نتیجے کے معاف کر دیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ سے اس قسم کے کاموں کی توقع رکھنا غیر معقول ہے۔

زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے عام طور پر کافی محنت اور عزم کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ ایک ڈاکٹر بننے کا سفر ہے۔ چونکہ جنت میں داخل ہونا کسی بھی دنیاوی کامیابی سے کہیں زیادہ بڑی کامیابی کی نمائندگی کرتا ہے، اس لیے اس کے لیے ایک خاص حد تک جدوجہد کی بھی ضرورت ہے۔ جنت میں داخلے کے لیے بنیادی شرط ایمان ہے، خواہ اس ایمان کو تھامے ہوئے کسی نے گناہ کیا ہو۔

مزید برآں، کفر اپنے خالق اور پالنے والے کے خلاف بغاوت کا ایک صریح فعل ہے، اور یہ اسی مقصد کے رد کی نمائندگی کرتا ہے جس کے لیے اسے تخلیق کیا گیا تھا۔ باب 51 ذریات، آیت 56

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا نہیں کیا کہ میری عبادت کریں۔“

جو لوگ اپنے خالق اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں وہ قیامت کے دن اس کی تکذیب کا سامنا کریں گے۔ اسی طرح، جو لوگ اپنے حقیقی مقصد کو پورا کرنے میں ناکام رہتے ہیں، ان کو اس دن ضائع کر دیا جائے گا، اس آلے کی طرح جو اپنا مطلوبہ کام انجام نہیں دیتا ہے اور اسے ناکام سمجھا جاتا ہے، اس طرح ضائع کر دیا جائے گا۔

ایک غیر مسلم کو جہنم میں ابدی عذاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ زمین پر ان کا مختصر وقت اللہ تعالیٰ پر ان کے کفر کی وجہ سے چھایا ہوا ہے، جو اس کی ابدی وحدانیت سے متصادم ہے۔ چنانچہ اس کفر کے اثرات آخرت میں بھی لازوال ہیں۔

مزید برآں، کسی کو یہ یقین کرنے میں گمراہ نہیں ہونا چاہیے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ لامحدود بخشش کا مالک ہے، اس لیے اسے کفر کو بھی معاف کرنا چاہیے۔ تمام گناہوں کی حقیقی معافی صرف ان لوگوں

کو دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس کی وحدانیت کا انکار کرنا اس کی لامحدود رحمت کے تصور کو رد کرنا ہے، جیسا کہ یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور ہستی سے معافی مانگی جا سکتی ہے۔ اس لیے یا تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی بخشش کی بے حد فطرت کو قبول کرنا چاہیے یا وہ اس کی وحدانیت اور اس کے نتیجے میں اس کی رحمت کی وسعت کو پہچاننے میں ناکام ہو جائیں گے۔ اگر وہ اس کی لامحدود بخشش کو قبول نہیں کرتے ہیں تو یہ ان کے لیے ناقابل حصول رہے گا، اور وہ اپنے کفر پر قائم رہیں گے جب تک کہ وہ سچی توبہ نہ کریں۔

مزید برآں، ایک فرد جو کفر کا انتخاب کرتا ہے وہ دوسروں کو اسی انتخاب کی طرف راغب کرنے کی طاقت رکھتا ہے، کیونکہ بنیادی طور پر دھوکہ دہی کے باوجود ان کا نقطہ نظر آزادی کی ایک شکل کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کے برعکس، حقیقی آزادی اندرونی سکون کو فروغ دیتی ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے ان کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں، وہ اس طرح کے سکون کا تجربہ نہیں کریں گے۔ اس کے بجائے، وہ ذہنی اور جسمانی پریشانیوں کا سامنا کریں گے اور وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو غلط جگہ دیں گے۔ اس کا نتیجہ اس زندگی اور آخرت دونوں میں تناؤ، چیلنجوں اور مصائب کا باعث بنے گا، چاہے وہ کسی بھی مادی دولت کے مالک ہوں۔ بہر حال، چونکہ اس طرز عمل کو آزادی کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے، اس لیے یہ متعدد پیروکاروں کو اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے۔ نتیجتاً، جو شخص اللہ تعالیٰ سے کفر کرتا ہے، وہ بہت سے دوسرے لوگوں کو بھی اسی نتیجے پر پہنچانے کی صلاحیت رکھتا ہے، آخر کار: آخرت میں اپنے فیصلوں کے نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ باب 4 النساء آیت 48

”اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس نے یقیناً بہت بڑا گناہ باندھا۔“

بالآخر، چونکہ ہر چیز جو موجود ہے اس کی ملکیت اور حکومت اللہ تعالیٰ کی ہے، اس لیے لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کے احکام کی پیروی کریں۔ جس طرح کسی کو کسی قوم کے قوانین کی خلاف ورزی کے نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اسی طرح خالق کے مقرر کردہ الہامی ضابطوں کو نظر انداز کرنے سے اس زندگی اور آخرت دونوں میں مشکلات پیدا ہوں گی۔ اگرچہ کوئی شخص ناپسندیدہ ملک چھوڑنے کا انتخاب کر سکتا ہے، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار سے نہیں بچ سکتا۔ یہاں تک کہ اگر لوگ معاشرتی اصولوں کو بدلنے کی کوشش کرتے ہیں، تو وہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ الہی

قوانین میں ترمیم نہیں کر سکتے۔ جس طرح ایک جائیداد کا مالک اپنے گھر کے لیے اصول طے کرتا ہے، اسی طرح کائنات پر اللہ تعالیٰ کی حکومت ہے، جو اکیلے اپنے قوانین کو انسانی رضامندی کے بغیر متعین کرتا ہے۔ لہذا ذاتی فائدے کے لیے ان الہی ضابطوں کی پابندی بہت ضروری ہے۔ جو لوگ اس حقیقت کو سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرتے ہوئے ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اللہ کی خوشنودی حاصل کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ افراد ذاتی اور معاشرتی بھلائی کو فروغ دینے میں ان کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ممانعتوں کے پیچھے موجود حکمت کو تسلیم کرنے کا انتخاب کر سکتے ہیں، یا وہ اپنی خواہشات کے آگے جھک سکتے ہیں اور اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ تاہم، جو لوگ اسلامی اصولوں کو نظر انداز کرتے ہیں، ان کو اس زندگی اور آخرت میں اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے، کیونکہ کسی قسم کی شکایات یا شکایات انہیں نتائج سے محفوظ نہیں رکھ سکیں گی۔ باب 10 یونس، آیت 52

پھر ظالموں سے کہا جائے گا کہ ابدیت کے عذاب کا مزہ چکھو۔ کیا تمہیں بدلہ دیا جا رہا ہے سوائے "اس کے جو تم کماتے تھے؟"

کچھ لوگ حق کی تلاش کے لیے استفسار کریں گے کہ قیامت برحق ہے یا نہیں اور بعض نے اس کے تصور کا مذاق اڑانے کے لیے ایسا کیا اور دوسروں کو اسلام قبول کرنے سے روک دیا۔ باب 10 یونس، آیت 53

... "اور وہ آپ سے معلومات پوچھتے ہیں، "کیا یہ سچ ہے؟"

لوگ قیامت کی حقیقت اور ان کے احتساب کو مانیں یا نہ مانیں، یہ واضح ہے کہ یہ واقع ہونے والا ہے اور وہ اس سے بچ نہیں سکیں گے۔ باب 10 یونس، آیت 53

"کہو، "ہاں، میرے رب کی قسم۔ بے شک، یہ سچ ہے؛ اور تم (اللہ کو) ناکام نہیں کرو گے۔..."

قیامت کے دن انسان کے جی اٹھنے کے امکان کا انکار کرنا واقعی ایک عجیب دعویٰ ہے، خاص طور پر جب کوئی شخص تمام دنوں، مہینوں اور سالوں میں ہونے والی قیامت کی بہت سی مثالیں دیکھ سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، اللہ تعالیٰ، ایک بے جان، بنجر زمین کو دوبارہ زندہ کرنے کے لیے بارش کا استعمال کرتا ہے اور ایک مردہ بیج کو زندہ کرتا ہے، جس سے مخلوق کی پرورش ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ زمین میں دفن انسانی بیج کو زندہ کرنے اور زندہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، جس طرح مردہ بیج بالآخر زندہ ہو جاتا ہے۔ موسموں کا بدلنا قیامت کی واضح مثال ہے۔ مثال کے طور پر سردیوں پر غور کریں، جب درختوں کے پتے مر جاتے ہیں اور گر جاتے ہیں، جس سے درخت بے جان ہو جاتا ہے۔ تاہم، بعد کے موسموں میں، پتے واپس آتے ہیں، اور درخت ایک بار پھر زندگی سے بھرا ہوا ہے۔ قیامت کا عمل جسم کے اندر بھی مسلسل ہوتا رہتا ہے۔ خلیے مسلسل مر رہے ہیں اور دوبارہ پیدا ہو رہے ہیں، جیسے کہ جلد کے خلیے۔ مزید برآں، تمام جانداروں کی نیند جاگنے کا چکر قیامت کی ایک اور مثال ہے۔ نیند کا موازنہ موت سے کیا جا سکتا ہے، کیونکہ سونے والے کے حواس لمحہ بہ لمحہ غیر فعال ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ، پھر کسی شخص کی روح کو ان کے پاس واپس کر دیتا ہے اگر وہ زندہ رہنا مقصود ہو، اس طرح سوئے ہوئے فرد کو ایک بار پھر زندہ کر دیتا ہے۔ باب 39: از زمر، آیت 42

اللہ تعالیٰ روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جو نہیں مرتے ان کی روحوں کو ان کی نیند میں قبض کرتا ہے، پھر جن کے لیے موت کا حکم دیا ہے ان کی روحوں قبض کر لیتا ہے اور باقیوں کو ایک مقررہ مدت کے لیے چھوڑ دیتا ہے، بیشک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے "نشانیاں ہیں۔"

مزید یہ کہ قیامت ایک ناگزیر واقعہ ہے۔ کائنات کا مشاہدہ توازن کی بہت سی مثالیں دکھاتا ہے۔ مثال کے طور پر، زمین سورج سے ایک کامل اور ہم آہنگ فاصلے پر ہے۔ اگر یہ تھوڑا سا بھی قریب یا دور ہوتا تو یہ غیر آباد ہو جاتا۔ اسی طرح، آبی چکر، جس میں سمندر سے پانی کا فضا میں بخارات

بننا شامل ہے، اس کے بعد بارش پیدا کرنے کے لیے گاڑھا ہونا، احتیاط سے متوازن ہے تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جا سکے کہ زمین پر زندگی پنپ سکے۔ مٹی کو اس طرح ڈیزائن کیا گیا ہے کہ نازک شاخیں اور بیجوں کی ٹہنیاں اس سے ٹوٹ کر تمام جانداروں کے لیے فصلیں پیدا کر سکیں، جبکہ اس پر بنے ہوئے بھاری ڈھانچے کو سہارا دینے کے لیے کافی مضبوط بھی ہوں۔ ایسی بہت سی مثالیں ہیں جو نہ صرف خالق کے وجود کی نشاندہی کرتی ہیں بلکہ توازن کے اصول کو بھی اجاگر کرتی ہیں۔ تاہم، اس دنیا میں ایک اہم عدم توازن انسانیت کا رویہ ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ظالم اور جابر لوگ اس زندگی میں انجام سے بچ جاتے ہیں۔ اس کے برعکس، لاتعداد افراد جبر برداشت کرتے ہیں اور اپنی ثابت قدمی کا صحیح صلہ حاصل کیے بغیر مختلف مشکلات کا سامنا کرتے ہیں۔ بہت سے مسلمان جو خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پیروی کرتے ہیں، اکثر اس دنیا میں کافی چیلنجوں کا سامنا کرتے ہیں اور انہیں اپنے انعامات کا بہت کم حصہ ملتا ہے، جب کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کھلم کھلا مخالفت کرتے ہیں، وہ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں توازن پیدا کیا ہے اسی طرح اعمال کی جزا اور سزا بھی متوازن ہونی چاہیے۔ اس کے باوجود اس دنیا میں واضح طور پر ایسا نہیں ہے، اس لیے اسے کسی اور وقت، خاص طور پر قیامت کے دن ہونا چاہیے۔

جزا کا دن شروع ہونے کے لیے، اس مادی دنیا کا خاتمہ ضروری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سزا اور جزا صرف اسی وقت دی جا سکتی ہے جب ہر ایک کے اعمال مکمل ہو جائیں۔ پس یوم جزا اس وقت تک واقع نہیں ہو سکتا جب تک کہ لوگوں کے اعمال اپنے انجام کو نہ پہنچ جائیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مادی دنیا بالآخر بند ہو جائے گی، چاہے جلد یا بدیر۔

اس بحث پر غور کرنے سے قیامت کے دن کے بارے میں اس کا یقین گہرا ہو سکتا ہے اور وہ قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق حاصل ہونے والی نعمتوں سے استفادہ کرتے ہوئے خود کو تیار کرنے کی ترغیب دے سکتا ہے۔ یہ تیاری متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھنے کے ذریعے دنیا اور آخرت دونوں میں سکون اور کامیابی کا باعث بنے گی۔ باب 45 الجثیہ، آیت 22

کیونکہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو ایک مقصد کے لیے پیدا کیا ہے، تاکہ ہر شخص کو اس کے "کیے کا بدلہ دیا جائے، اور کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔"

لیکن اگر کوئی قیامت کی حقیقت کو تسلیم کرنے میں ناکام رہے کیونکہ ان کے اعمال کا جوابدہ ہونا ان کی دنیاوی خواہشات کے خلاف ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں گے اور ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی توازن کی کمی کا تجربہ کریں گے اور اپنی زندگی میں ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے۔ اس سے تناؤ، رکاوٹیں اور مشکلات پیدا ہوں گی، باوجود اس کے کہ وہ کسی بھی مادی آسائش سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ اور جیسا کہ یہ طرز عمل انہیں عملی طور پر قیامت کے دن اپنے احتساب کی تیاری کرنے سے روک دے گا، آخرت میں ان کی مشکلات اور مشکلات میں تیزی سے اضافہ ہو جائے گا اور انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا دوسرا موقع نہیں دیا جائے گا، یا انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اصلاح کرنے کا موقع نہیں ملے گا، خواہ وہ زمین کی مکمل نعمتوں کے حامل ہوں۔ باب 10 یونس، آیت 54

،اور اگر ہر ظلم کرنے والے کے پاس روئے زمین کی ہر چیز ہوتی تو وہ اسے فدیہ میں دے دیتی" اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو پشیمان ہوں گے۔

عام طور پر مسلمانوں کو یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ ندامت کو دو الگ الگ زمروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلی قسم میں دنیاوی معاملات سے متعلق پچھتاوے شامل ہیں، جیسے کہ شادی یا اولاد کی عدم موجودگی۔ دوسری قسم ان پچھتاویوں سے متعلق ہے جو انسان کو قبر میں اور قیامت کے دن ہو سکتا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اپنے وسائل اور نعمتوں کو مؤثر طریقے سے استعمال کرنے میں ناکامی بھی شامل ہے۔ دنیوی معاملات کے بارے میں پشیمانی، خواہ اس کی نوعیت کچھ بھی ہو، مستقل نہیں ہوتی۔ وہ اس وقت ختم ہو جائیں گے جب کوئی فرد اپنی خواہشات کو پورا کرتا ہے اپنے نقطہ نظر کو بدل دیتا ہے، یا مر جاتا ہے۔ یہ پچھتاوے فطری طور پر عارضی ہوتے ہیں، کیونکہ اس قسم کے پچھتاوے کا سب سے طویل تجربہ موت تک ہوتا ہے۔ مزید برآں، وہ زیادہ اہمیت کے حامل نہیں ہیں، کیونکہ وہ اداسی پیدا کر سکتے ہیں، لیکن ان کے نتیجے میں سخت سزا یا عذاب نہیں ہوتا۔

مزید برآں، اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت حاصل کر لیتا ہے تو یہ پشیمانیوں دور ہو جائیں گی۔

اس کے برعکس، آخرت سے وابستہ ندامتیں دائمی ہیں، کیونکہ قبر میں اور یوم حشر میں گزارا جانے والا عرصہ انسان کے دنیاوی وجود سے کہیں زیادہ ہے۔ اس طرح کی پشیمانی اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک کہ کوئی فرد جنت میں داخل نہ ہو جائے، جو ہو سکتا ہے نہ ہو یا اس میں بہت زیادہ باب 22 الحج، آیت وقت لگ جائے، بشرطیکہ آخرت کا ایک دن زمین پر ایک ہزار سال کے برابر ہو۔
47:

”اور یقیناً تمہارے رب کے نزدیک ایک دن ہزار سال کے برابر ہے جسے تم شمار کرتے ہو۔“

بالآخر، یہ پچھتاوے کافی وزن رکھتے ہیں، کیونکہ ان کے نتیجے میں موت کے بعد کی زندگی میں سخت سزا اور تکلیف ہو سکتی ہے۔

چنانچہ ایک مسلمان کو اس پر غور کرنا چاہیے اور دنیا کے ندامتوں کا ازالہ کرنے سے پہلے قبر میں اور قیامت کے دن ان ممکنہ پشیمانیوں کو دور کرنے کے لیے کام کرتے ہوئے اپنے تئیں ہمدردی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ باب 89 الفجر، آیات 23-24

، اور لایا گیا، وہ دن جہنم ہے، اس دن آدمی یاد رکھے گا، لیکن اس کے لیے کیا فائدہ ہوگا، وہ کہے گا،
”کاش میں نے اپنی زندگی کے لیے آگے بھیج دیا ہوتا۔“

قیامت کے دن ندامت سے بچنے کی اہمیت کو کوئی سمجھے یا نہ سمجھے، یومِ ندامت، جب انہیں مزید مہلت نہیں دی جائے گی اور نہ اپنے طرزِ عمل کو درست کرنے کا موقع دیا جائے گا، یا تو اللہ تعالیٰ ان کی نیت، قول و فعل کے مطابق عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا کیونکہ وہ اس کے قابو اور قدرت سے نہیں بچ سکتے۔ باب 10 یونس، آیات 54-55

اور ان کا انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا، بلا شبہ جو کچھ” آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔“

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے تمام امور کو پیدا کیا اور اس کا کنٹرول کیا، اس کے وعدے سچے اور ناگزیر ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 55

بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔“

اس نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو خلوص دل سے اس کی اطاعت کرتے ہیں، ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو انہیں دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کی اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کے ذریعے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی کے اندر صحیح طریقے سے رکھ کر اور قیامت کے دن ان کے جوابدہی کی مناسب: باب 16 النحل، آیت 97 تیاری کر کے۔

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

باب 10 یونس، آیت 55

بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔“

اس نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو اس کی اطاعت میں ناکام رہتے ہیں اس طرح ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات سے دوچار ہوں گے کیونکہ وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے صحیح طریقے سے تیاری کرنے میں: باب 9 توبہ آیت 82 ناکام رہیں گے، خواہ وہ کچھ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ

رہا تھا؟) اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

:باب 10 یونس، آیت 55

بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔“

اس نے وعدہ کیا ہے کہ دونوں جہانوں میں تمام لوگوں کو ان کے اعمال کے لیے جوابدہ ٹھہرایا جائے گا تاکہ ان کے اعمال کو متوازن بنایا جاسکے، بالکل اسی طرح جیسے اس نے کائنات کے اندر موجود دیگر تمام نظاموں کو متوازن کیا ہے، جیسے کہ سورج سے زمین کا مثالی فاصلہ، سمندروں کی عین کثافت جو سمندری حیات کو پھلنے پھولنے کی اجازت دیتی ہے جب کہ بڑے بحری جہاز اپنی سطحوں سے گزرتے ہیں، زمین کی مکمل ساخت جو کہ زمین کی ساخت کو بھی روشن کرتی ہے۔ بلند عمارتوں کا، اور پانی کا متوازن چکر جو تخلیق کو خالص اور صاف پانی فراہم کرتا ہے۔ درحقیقت آخرت کے بغیر لوگوں کی کوششیں لازماً رائیگاں جائیں گی کیونکہ ہر کوئی اس دنیا سے خالی ہاتھ چلا جائے گا اور موت انہیں اس دنیاوی کامیابی سے الگ کر دے گی جس سے ان کی تمام کوششیں اور کامیابیاں بے معنی ہو جائیں گی۔ آخرت دنیا کی زندگی کو معنی اور مقصد دیتی ہے، کیونکہ انسان کی محنت رائیگاں نہیں جائے گی۔ اس کے بجائے، وہ ان کے لئے جوابدہ ہوں گے اور یا تو اس کے مطابق انعام یا سزا حاصل کریں گے۔ لہذا، دنیا کی زندگی کی قیمت صرف قیامت اور آخرت کی حقیقت کے ساتھ ہے۔ اس سچائی کو قبول کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں عملی طور پر اس کے لیے تیاری کرے۔ لیکن چونکہ یہ لوگوں کی دنیاوی خواہشات سے متصادم ہے، ان میں سے بہت سے لوگ اپنے احتساب کی تیاری کو رد کر دیں گے یا نظر انداز کر دیں گے خواہ وہ زبانی طور پر اس پر ایمان کا دعویٰ کریں۔ نتیجتاً وہ قیامت کے دن اور آخرت میں ان کی جوابدہی کے بارے میں جاہلانہ رویہ اختیار کریں گے۔

:باب 10 یونس، آیت 55

”بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔“

اللہ تعالیٰ کے وعدوں سے مثبت طور پر متاثر ہونے کے لیے مضبوط ایمان کو اپنانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے عزم کو برقرار رکھنے کے لیے مضبوط ایمان ضروری ہے، ہر حال میں، خواہ خوشحالی کے وقت ہوں یا مصیبت کے۔ قرآن پاک میں پائی جانے والی واضح نشانیوں اور تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے مضبوط ایمان پیدا ہوتا ہے۔ یہ تعلیمات یہ ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت دنیا اور آخرت دونوں میں سکون کا باعث بنتی ہے۔ اس کے برعکس، جو لوگ اسلامی اصولوں سے ناواقف ہیں وہ اکثر کمزور ایمان کے مالک ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ اطاعت سے انحراف کا شکار ہو جاتے ہیں، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات الہی ہدایت سے متصادم ہوں۔ علم کی یہ کمی اس حقیقت کو دھندلا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کے لیے اپنی خواہشات کو ترک کرنا دونوں جہانوں میں حقیقی امن کے حصول کے لیے بہت ضروری ہے۔ لہذا، افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کو حاصل کر کے اور اس کو عملی طور پر استعمال کرتے ہوئے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی غیر متزلزل اطاعت کو یقینی بنائیں۔ اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق ان پر دی گئی نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا، بالآخر ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دینا اور ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کی درست ترجیح شامل ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی اور موت کو پیدا کیا ہے اور اس پر مکمل اختیار ہے، اس لیے لوگوں کو ان کے مرنے کے بعد زندہ کرنا اور ان کا محاسبہ کرنا اس کے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ اگر وہ اس دنیا میں صحیح طرز عمل اختیار کرنے میں ناکام رہتے ہیں اور اس کے بجائے ان کو دی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرنے پر اڑے رہتے ہیں تو وہ غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لیں گے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے۔ پھر آخر کار انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا اور آخرت میں بغیر تیاری کے ان کے آخری احتساب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

باب 10 یونس، آیت 56

”وہی زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔“

چونکہ زندگی اور موت لوگوں کے کنٹرول میں نہیں ہے، اس کا مطلب ہے کہ انہیں اس دنیا میں کام کرنے کی محدود آزادی ہے۔ نتیجے کے طور پر، انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ وقت اور وسائل کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا چاہئے، تاکہ وہ اس زندگی اور آخرت میں ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر چیز کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھ کر ذہنی سکون حاصل کریں۔ باب 10 یونس، آیات 57-58

اے لوگو، تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور سینوں کے لیے شفا اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت آئی ہے، کہہ دو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت میں، اسی پر وہ خوش ہوں۔ "یہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

اس بات کو اجاگر کرنا ضروری ہے کہ متعدد دیگر مذاہب اور طرز زندگی کے برعکس، اسلام بغیر کسی استثناء کے ہر فرد کے لیے ایک مذہب اور طرز زندگی دونوں کے طور پر کام کرتا ہے۔ باب: یونس، آیت 57 10

اے لوگو، تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور سینوں میں جو کچھ ہے اس کے لیے شفا آئی ہے۔

یہ اسلام میں مساوات کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ اسلام افراد کی حیثیت کو ایک بنیادی معیار کے مطابق جانچتا ہے: اللہ تعالیٰ کے لیے ان کی مخلصانہ اطاعت کی حد۔ اس میں ان کو عطا کردہ نعمتوں کو ان آداب کے ساتھ استعمال کرنا ہے جو اللہ کو پسند ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 13

ہے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار”
ہے۔“

جنس، نسلی اور سماجی طبقے سمیت افراد کی حیثیت کا اندازہ لگانے کے لیے دیگر تمام معیارات کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور مسلمانوں کو نظر انداز کیا جانا چاہیے۔ دوسری صورت میں، وہ کمیونٹی کے اندر نسل پرستی اور تقسیم کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ چونکہ ایک شخص کے ارادے دوسروں سے پوشیدہ ہوتے ہیں، اس لیے وہ بیرونی رویوں کی بنیاد پر دوسروں کو برتر نہیں سمجھ سکتے۔ لہذا، انہیں اپنی یا دوسروں کی حیثیت کے بارے میں دعوے کرنے سے گریز کرنا چاہیے، کیونکہ تمام افراد کی نیتوں، قولوں اور افعال کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ باب 53 عن نجم، آیت 32:

”پس اپنے آپ کو پاکیزہ ہونے کا دعویٰ نہ کرو، وہ خوب جانتا ہے کہ کون اس سے ڈرتا ہے۔“

:باب 10 یونس، آیت 57

”...اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی ہے“

محدود علم، دور اندیشی اور موروثی تعصبات کی وجہ سے لوگ کبھی بھی ایسا ضابطہ اخلاق نہیں بنا پائیں گے جو معاشرے میں انصاف اور انصاف کو یقینی بنائے۔ اس سے قطع نظر کہ کوئی معاشرہ کتنا ہی ترقی یافتہ کیوں نہ ہو، اس کا ضابطہ اخلاق ہمیشہ کچھ دوسروں کو پسند کرتا ہے، جیسے کہ امیر غریب پر۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا لامحدود علم ماضی، حال اور مستقبل پر محیط ہے، وہ اکیلا ہی کامل ضابطہ حیات فراہم کر سکتا ہے جو معاشرے میں انصاف اور امن کے پھیلاؤ کو یقینی بنا سکتا ہے۔ انصاف اور امن کے پھیلاؤ کو یقینی بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ اکیلا ہی معاشرے میں دوسرے لوگوں کے حقوق کا تعین کر سکتا ہے، جیسے کہ رشتہ دار۔ جبکہ جیسا کہ آج دنیا کے تمام حصوں میں معاشرہ سے ظاہر ہے کہ جب لوگ دوسروں کے حقوق کی تعریف کرتے ہیں تو وہ کبھی بھی انصاف پسند اور منصفانہ نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کی تعریفیں ان کی اپنی خواہشات کے مطابق ہوں گی خواہ وہ دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کریں۔ درحقیقت، زیادہ تر معاملات میں، ایک شخص صرف اپنے حقوق کی فکر کرے گا اور آسانی سے دوسروں کے حقوق کو نظر انداز کرے گا۔ اس سے معاشرے میں ناانصافی اور کرپشن پھیلے گی۔ اسلامی تاریخ نے واضح طور پر بتایا ہے کہ جب لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہدایات پر عمل کیا تو لوگوں نے ایک دوسرے کے حقوق ادا کیے اور اس کے نتیجے میں معاشرے میں عدل و انصاف قائم ہوا۔

اللہ تعالیٰ نہ صرف یہ کہ معاشرے میں امن اور انصاف کے پھیلاؤ کو یقینی بنانے کے لیے ہدایات فراہم کرتا ہے بلکہ وہ یہ رہنمائی بھی فراہم کرتا ہے کہ کس طرح ایک فرد متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھ کر دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کر سکتا ہے۔ ایک بار پھر، معاشرے کے زیر انتظام افراد کی ذہنی اور جسمانی حالتوں کی تفہیم اس نتیجے کو حاصل کرنے کے لیے کبھی بھی کافی نہیں ہوگی، چاہے وسیع پیمانے پر تحقیق کی جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح کا علم ہر اس چیلنج سے نمٹ نہیں سکتا جس کا سامنا ایک شخص کو زندگی بھر ہو سکتا ہے۔ ان کی رہنمائی کسی کو ہر طرح کے ذہنی اور جسمانی تناؤ سے بچنے کے قابل نہیں بنا سکتی، اور نہ ہی اس بات کو یقینی بنا سکتی ہے کہ علم، تجربے، دور اندیشی اور موروثی تعصبات میں رکاوٹوں کی وجہ سے کوئی اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو درست طریقے سے ترتیب دے سکتا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 57

اے لوگو، تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور سینوں میں جو کچھ ہے اس کے لیے ”شفا آتی ہے۔“

لیکن صرف وہی لوگ جو اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو عملی طور پر اپنی زندگیوں میں نافذ کرتے ہیں، اور اس پر عمل کے ذریعے اپنے ایمان کے اعلان کی تائید کرتے ہیں، اس کی رہنمائی سے مستفید ہوں گے تاکہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کر سکیں جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 57

”اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت“

یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دماغ اور جسم کی متوازن حالت حاصل کر سکیں گے، اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو صحیح طریقے سے ترتیب دیتے ہوئے قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کر رہے ہیں۔ نتیجتاً یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دے گا۔ اور جیسا کہ یہ طرز عمل لوگوں کے حقوق کی تکمیل کو یقینی بناتا ہے، یہ معاشرے میں انصاف اور امن کے پھیلاؤ کا سبب بھی بنے گا۔ باب 10 یونس، آیت 58

کہہ دو اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے، اسی میں وہ خوش ہوں۔ یہ اس سے بہتر ہے جو وہ ”جمع کرتے ہیں۔“

کسی کو صرف امیروں اور مشہور لوگوں کا مشاہدہ کرنے کی ضرورت ہے اور وہ کس طرح عیش و عشرت اور تفریح کی ان گنت شکلوں تک رسائی کے باوجود، کس طرح ذہنی صحت کے مسائل، جیسے ڈپریشن، مادے کی لت اور خودکشی کے رجحانات سے دوچار، بدقسمت زندگی گزارتے ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ذہنی سکون کسی کی تمام دنیاوی خواہشات کی پیروی کرنے میں نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو حاصل کرنے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی کے اندر درست طریقے سے رکھنے میں مضمر ہے، جس طرح کتابوں کی ایک لائبریری صحیح ترتیب سے ترتیب دی گئی ہے کسی خاص کتاب کی تلاش کرنے والے کے لیے آسانی فراہم

کرتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی اس نتیجہ کو حاصل کرنے کے لیے علم عطا کر سکتا ہے، جیسا کہ وہ انسانی نفسیات جیسی تمام چیزوں کو جانتا ہے، اس لیے جو شخص دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنا چاہتا ہے اسے اسلامی علم کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ باب 10 یونس، آیت 58:

”کہہ دو اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے، اسی میں وہ خوش ہوں۔ یہ اس سے بہتر ہے جو وہ“ جمع کرتے ہیں۔

چنانچہ ایک فرد کو چاہیے کہ وہ اپنے فائدے کے لیے اسلامی تعلیمات کو اپنائے اور اس پر عمل درآمد کرے، خواہ یہ تعلیمات اس کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہوں۔ انہیں اپنے آپ کو ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفاد میں ہے، باوجود اس کے کہ ناخوشگوار دوائیں تجویز کی جائیں اور سخت غذا کا طریقہ ہو۔ جس طرح یہ عقلمند مریض ذہنی اور جسمانی تندرستی حاصل کرے گا، اسی طرح وہ فرد بھی جو اسلامی تعلیمات کو اپنائے گا اور اس پر عمل کرے گا۔

باب 10 یونس، آیت 57:

”اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور سینوں کے لیے شفا اور مومنوں کے“ لیے ہدایت اور رحمت آئی ہے۔

متعدد افراد، بشمول مسلمان، اپنے دماغی صحت کے مسائل، جیسے کہ تناؤ، اضطراب اور ڈپریشن کو دور کرنے کے لیے مختلف دنیاوی ذرائع سے رہنمائی اور معلومات حاصل کرتے ہیں، جن میں سیلف

ہیلپ گرو، ماہرین نفسیات، اور مشیر شامل ہیں۔ اگرچہ ان ذرائع سے حاصل ہونے والی کچھ بصیرتیں اور نصیحتیں فائدہ مند ہو سکتی ہیں، خاص طور پر جب اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہو، لیکن اس طرح کی رہنمائی کی اکثریت متعدد محدود عوامل کی وجہ سے مکمل طور پر مفید نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر، ایک مشیر کا علم اور تجربہ فطری طور پر محدود ہے، قطع نظر اس کے کہ ان کی تعلیم کی حد یا ان کی مدد کرنے والے گاہکوں کی تعداد سے قطع نظر۔ ان کا نقطہ نظر ہمیشہ محدود ہوتا ہے کیونکہ وہ صرف ایک محدود نقطہ نظر سے دوسروں کے خیالات اور طرز عمل کا مشاہدہ اور تشریح کر سکتے ہیں۔ وہ صرف اس بات سے پرہیز کرتے ہیں کہ مریض کیا ظاہر کرنے کا انتخاب کرتا ہے اور وہ بہت سے جذبات اور احساسات سے بے خبر رہ سکتے ہیں جن کو بیان کرنے کے لیے مریض جدوجہد کرتا ہے۔ محققین کو آبادی کے نمونے کی بنیاد پر بھی محدودیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو وہ اپنے مطالعے میں استعمال کرتے ہیں، جو عمر، نسل، نسل، سماجی طبقے اور مذہب جیسے عوامل سے متاثر ہو سکتے ہیں۔ مزید برآں، ایک مشیر یا سیلف ہیلپ گرو ان کے ذاتی تجربات سے تشکیل پانے والے بعض رویوں اور طرز عمل کے بارے میں لاشعوری تعصب کو روک سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک مرد مشیر کو مرد کلانٹ کی ذہنیت کو سمجھنا آسان ہو سکتا ہے۔ مزید برآں، ایک کونسلر لاشعوری طور پر اپنے ماضی کے رشتوں کی طرف متوجہ ہو سکتا ہے، جیسے کہ جوڑوں کے علاج کے سیشن کے دوران اپنی سابقہ بیوی کا تصور کرنا۔ یہ تعصبات ناگزیر ہیں، کیونکہ انسانی تجربات نمایاں طور پر افراد کو تشکیل دیتے ہیں اور ان کے لاشعور سے گہرا متاثر ہوتے ہیں۔

فرد کی ذہنی صحت کی مکمل حمایت کرنے کی صلاحیت رکھنے والا واحد ادارہ وہ ہے جو تمام حالات، اور حالات میں مکمل طور پر غیر جانبدار رہے۔ یہ وہ ہستی ہے جس کی تفہیم ہر طرح کے جذبات رویے، سوچ اور خصلت کا احاطہ کرتی ہے جس کا انسان کو سامنا ہو سکتا ہے۔ جس کے پاس ہر ذہنی پریشانی کا علاج ہے۔ وہ جو دماغی صحت کے حالات کی تشخیص میں غلطیوں سے مبرا ہے۔ یہ سب کچھ اور اس سے آگے کرنے والا واحد ہستی اللہ تعالیٰ ہے۔ باب 67 الملک، آیت 14

"کیا وہ ان لوگوں کو نہیں جانتا جن کو اس نے پیدا کیا؟"

چنانچہ اگر کوئی فرد اپنی ذہنی پریشانیوں کا علاج چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو حاصل کر کے اس پر عمل پیرا ہو کر اللہ تعالیٰ سے

اس کی تلاش کرے۔ اس طرز فکر پر عمل کرنے سے اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ دنیوی علوم بھی انہیں فائدہ پہنچائیں گے۔ باب 21 الانبیاء، آیت 10

"بے شک ہم نے تم پر ایک کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ذکر ہے، پھر کیا تم عقل نہیں کرو گے؟"

:اور باب 10 یونس، آیات 57-58

اے لوگو، تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور سینوں کے لیے شفا اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت آئی ہے، کہہ دو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت میں، اسی پر وہ خوش ہوں۔
"یہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔"

مزید برآں، معاشرے میں انصاف اور امن دو بنیادی عناصر کے بغیر پروان نہیں چڑھ سکتا، جو دونوں اللہ تعالیٰ سے جڑے ہوئے ہیں، اور اس کی طرف سے ہدایت کی گئی ہے: اللہ کا خوف، بلندی، اور ایک اچھا قانونی نظام۔ صرف ایک مضبوط قانونی ڈھانچہ ناکافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف کے بغیر لوگ قانون کی خلاف ورزی کرنے کا حوصلہ محسوس کر سکتے ہیں اگر وہ سمجھتے ہیں کہ وہ پولیس جیسے دنیاوی حکام سے بچ سکتے ہیں۔ مزید برآں، عذاب الہی کے خوف کی عدم موجودگی میں ایک مناسب طریقے سے کام کرنے والے قانونی نظام سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ مزید برآں، مجرمانہ سرگرمیوں کو روکنے کے لیے ایک موثر اور منصفانہ قانونی نظام بہت ضروری ہے، خاص طور پر ان لوگوں میں جو اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں رکھتے۔ لہذا، انصاف اور امن کو فروغ دینے کے لیے، ایک معاشرے کو ایک قابل بھروسہ اور غیرجانبدار قانونی نظام اور اللہ تعالیٰ کا خوف، دونوں کا ہونا ضروری ہے، دونوں کا تعلق اسلام سے ہے۔

تمام نسلوں کے دوران، اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ انسانوں کو صحیح رہنمائی فراہم کی ہے تاکہ وہ انفرادی اور معاشرتی سطح پر ذہنی سکون حاصل کر سکیں۔ لیکن چونکہ الہی تعلیمات اکثر لوگوں کی دنیوی خواہشات سے متصادم ہوتی ہیں، اس لیے انہوں نے یا تو الہی تعلیمات کو نظر انداز کیا یا اپنی دنیاوی خواہشات کے مطابق ان میں تبدیلی کی۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کر کے یا جان بوجھ کر ان کی غلط تشریح کر کے اس طرح کے برتاؤ سے گریز کریں۔ باب 10 59 یونس، آیت:

کہو، ”کیا تم نے دیکھا ہے کہ اللہ نے تم پر کیا نازل کیا ہے جس میں سے تم نے کچھ حلال کیا ہے“ اور کچھ کو حرام؟“ کہو، ”کیا اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے، یا تم اللہ کے بارے میں (کچھ) افتراء کرتے ہو؟“

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے پاس تمام نعمتیں پیدا کی ہیں اور فراہم کی ہیں، اس لیے صرف وہی فیصلہ کرے گا کہ ان کو کس طرح استعمال کیا جائے اور وہی جانتا ہے کہ لوگوں کو ان کو کس طرح استعمال کرنا چاہیے تاکہ وہ انفرادی اور معاشرتی سطح پر ذہنی سکون حاصل کر سکیں۔ لہذا انسان کو ہدایت کے دو ذرائع پر سختی سے عمل کرنا چاہیے: قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات، اور بدعات پر عمل کرنے سے بچنے کے لیے دینی علم کی دیگر تمام اقسام سے اجتناب کرنا ایک شخص متبادل مذہبی علم پر جتنا زیادہ انحصار کرتا ہے، خواہ اس سے مثبت نتائج برآمد چاہیے۔ ہوں، وہ ہدایت کے دو اہم ذرائع پر اتنا ہی کم عمل کرے گا، جو بالآخر گمراہی کا باعث بن سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 4606 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ جو چیز ان دونوں مصادر پر مبنی نہیں ہو گی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دی جائے گی۔ مزید برآں، جتنا زیادہ کوئی مذہبی علم کے دوسرے ذرائع کا پیچھا کرتا ہے اتنا ہی زیادہ امکان ہوتا ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات سے متصادم طریقوں کو اپنائے۔ یہ بتدریج بڑھتا ہے کہ کس طرح شیطان قدم بہ قدم لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، مشکلات کا سامنا کرنے والے شخص کو بعض ایسے روحانی طریقوں میں مشغول ہونے کی ترغیب دی جا سکتی ہے جو اسلامی اصولوں کے خلاف ہوں۔ اگر یہ شخص جاہل ہے اور متبادل مذہبی ذرائع کی پیروی کرتا ہے تو وہ آسانی سے اس جال میں پھنس سکتا ہے اور ایسی روحانی سرگرمیاں کرنا شروع کر سکتا ہے جو براہ راست اسلامی تعلیمات سے متصادم ہوں۔ یہاں تک کہ وہ اللہ، برگزیدہ اور کائنات کے بارے میں ایسے عقائد بھی پیدا کر سکتے ہیں جو اسلامی نظریے سے متصادم ہیں، جیسا کہ یہ خیال کہ افراد یا مافوق الفطرت ہستیاں اپنی تقدیر کو کنٹرول کر سکتی ہیں، کیونکہ ان کی سمجھ دو بنیادی رہنماؤں

کے علاوہ دوسرے ذرائع سے آتی ہے۔ ان میں سے کچھ گمراہ کن عقائد اور طرز عمل سراسر کفر کا باعث بن سکتے ہیں، جیسے کالا جادو کرنا۔ باب 2 البقرہ، آیت 102

سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور ”جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل ہوا تھا لیکن وہ [یعنی دونوں فرشتے] کسی کو نہیں سکھاتے جب تک یہ نہ کہیں کہ ”ہم آزمائش ہیں، اس لیے کفر نہ کرو۔“

اس لیے ایک مسلمان اس سے آگاہ ہوئے بغیر اپنا ایمان کھو سکتا ہے، کیونکہ وہ اکثر مذہبی علم کے متبادل ذرائع پر عمل کرتے ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 60

”اور جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا قیامت کے دن کیا گمان ہوگا؟“

یہ بڑی عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کی پیروی کے لیے کامل ضابطہ حیات فراہم کرنے کے باوجود، تاکہ وہ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھ کر ذہنی سکون حاصل کر سکیں، بہت سے لوگ اب بھی دینی علم کے متبادل ذرائع تلاش کرتے اور ان پر عمل کرتے ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 60

”بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے لیکن ان میں سے اکثر شکر نہیں کرتے۔“

اس رویہ سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، اس کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے کے لیے مضبوط ایمان کو اپنانا چاہیے۔ یہ پختہ ایمان ہر حال میں خواہ خوشحالی کے وقت ہو یا مشکلات میں، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے وقف رہنے کے لیے ضروری ہے۔ ایسا گہرا ایمان قرآن کریم میں موجود واضح نشانیوں اور تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سمجھنے سے پروان چڑھتا ہے۔ یہ تعلیمات یہ ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت اس زندگی اور آخرت دونوں میں سکون لاتی ہے۔ اس کے برعکس، جو لوگ اسلامی اصولوں سے ناواقف ہیں ان کا ایمان کمزور ہوتا ہے، جس سے وہ اطاعت سے بھٹکنے کا زیادہ خطرہ بنتے ہیں، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات الہی ہدایت سے ٹکرا جاتی ہیں۔ یہ علم کی کمی ان کے ادراک پر بادل ڈال سکتی ہے اور انہیں یہ سمجھنے سے روکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کے حق میں اپنی خواہشات کے حوالے کر دینا دونوں جہانوں میں حقیقی امن کے حصول کی کلید ہے۔ لہذا، افراد کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کو حاصل کر کے اور اسے عملی طور پر استعمال کرتے ہوئے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہیں۔ اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق ان کو حاصل کردہ نعمتوں کا استعمال کرنا شامل ہے، جو بالآخر ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت اور ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کی مناسب ترجیح کا باعث بنتا ہے۔

چاہے کوئی پختہ ایمان حاصل کرے اور ہر وقت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کا پابند رہے یا اپنی دنیاوی خواہشات کی پیروی میں اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرے، اللہ تعالیٰ ان کی نیتوں، قول و فعل کو جانتا ہے اور دونوں جہانوں میں ان کا جوابدہ ہوگا۔ باب 10 یونس، آیت 61

اور تم کسی کام میں مشغول نہیں ہو اور نہ ہی قرآن کی پیروی کرتے ہو اور تم [لوگ] کوئی عمل نہیں کرتے مگر یہ کہ جب تم اس میں شامل ہو تو ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں اور تمہارے رب کی طرف سے زمین میں یا آسمان کے اندر یا اس سے چھوٹی یا اس سے بڑی چیز (کوئی چیز) غائب نہیں ہے لیکن اس سے زیادہ واضح ہے۔

یہ حقیقت کہ قرآن کریم کی پیروی کو دوسرے اعمال سے الگ کر دیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تعلیمات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی اہمیت ہے۔ لہذا اسے ایسی زبان میں پڑھنا جس کی سمجھ میں نہیں آتا اتنا اچھا نہیں ہے کیونکہ اس پر عمل کرنے کے لیے اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح نقشہ کسی کو اس وقت تک اس کی منزل تک نہیں پہنچا سکتا جب تک کہ وہ اسے سمجھ کر اس پر عمل نہ کرے، اسی طرح قرآن پاک اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں ناکام رہنے کی صورت میں دونوں جہانوں میں امن کی رہنمائی نہیں کرے گا۔ جو شخص قرآن پاک پر عملاً عمل کرتا ہے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دماغ اور جسم کی ایک متوازن حالت حاصل کریں، اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مؤثر طریقے سے ترتیب دیں اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے خود کو مناسب طریقے سے تیار کریں۔ نتیجے کے طور پر، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کا باعث بنے گا اور انتہائی خوف اور غم جیسے شدید جذبات سے الہی تحفظ کا باعث بنے گا۔ باب 10 یونس، آیت 62

”بلاشبہ اللہ کے ولیوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“

یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ اس کا مطلب اس دنیا میں تناؤ کی عدم موجودگی نہیں ہے، کیونکہ تناؤ کا سامنا کرنا اس دنیا میں زندگی کا ایک موروثی پہلو ہے۔ اس کے بجائے، یہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ افراد کو درپیش ہر چیلنج کو نیویگیٹ کرنے کے لیے ضروری قوت اور رہنمائی ملے گی جس سے وہ ان رکاوٹوں پر فتح حاصل کر سکیں گے جبکہ متعدد انعامات حاصل کریں گے اور دونوں: باب 16 النحل، آیت 97 جہانوں میں سکون حاصل کریں گے۔

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

جبکہ اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرنے والوں کو پتہ چل جائے گا کہ وہ ہر مشکل حالات سے مغلوب اور مغلوب ہیں۔ نتیجتاً، وہ دھیرے دھیرے سکون سے دور ہوتے جائیں گے جیسے جیسے وقت آگے بڑھتا ہے، بالآخر زندگی تناؤ، اضطراب، اور ذہنی صحت کے مسائل سے بھری ہوتی ہے، جس میں ڈپریشن، مادے کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات بھی شامل ہیں، کبھی کبھار خوشی: باب 9 توبہ آیت 82 کے لمحات سے لطف اندوز ہونے کے باوجود۔

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

:اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟) اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

:باب 10 یونس، آیت 62

”بلاشبہ اللہ کے ولیوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“

لیکن دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے کے لیے جہاں انسان شدید جذبات اور ذہنی عدم توازن سے محفوظ رہتا ہے، انہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کو عمل کے ساتھ ساتھ دینا چاہیے۔ باب 10 یونس، آیت 63

”جو لوگ ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے۔“

اس میں اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا شامل ہے، ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو اس نے انہیں عطا کی ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے انہیں دماغ اور جسم کا ہم آہنگ توازن حاصل کرنے میں مدد ملے گی، ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو سیدھ میں لایا جائے گا اور انہیں قیامت کے دن ان کے جوابدہی کے لیے مناسب طریقے سے لیس کیا جائے گا۔ نتیجتاً، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔ باب 10 یونس، آیت 64

ان کے لیے دنیا اور آخرت میں خوشخبری ہے، اللہ کے کلام میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔“

باب 10 یونس، آیت 63

”جو لوگ ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے۔“

اس آیت میں تقویٰ کا ایک پہلو یہ ہے کہ بعض حلال چیزوں سے اس خوف سے بچنا ہے کہ یہ حرام کی طرف لے جائے گی۔ باب 2 البقرہ، آیت 187

”یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں، ان کے قریب نہ جاؤ۔“

اللہ تعالیٰ نے صرف یہ نہیں فرمایا کہ کوئی اس کی حدود سے تجاوز نہ کرے۔ بلکہ، اس نے واضح طور پر اشارہ کیا کہ افراد کو اس کی حدود کے قریب بھی نہیں آنا چاہیے۔ یہ ہدایت پورے قرآن پاک میں دہرائی گئی ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت کے درخت سے پرہیز کرنے کی تاکید فرمائی، لیکن درخت کے قریب جانے سے بھی منع فرمایا، حالانکہ اس کے قریب جانا جائز تھا۔ باب 7 الاعراف، آیت 19

اور اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

متعدد مثالیں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ محض اس لیے کہ کوئی عمل قانونی ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو اس میں مشغول ہونا چاہیے۔ کچھ جائز اعمال ہیں، جیسے فضول معاملات میں مشغول ہونا جن سے پرہیز کیا جانا چاہیے کیونکہ وہ اکثر غیر قانونی رویے کی راہ ہموار کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، فضول باتوں کو لے لیجئے، جسے گناہ کے طور پر درجہ بندی نہیں کیا گیا ہے لیکن یہ گپ شپ اور جھوٹ جیسے گناہ کے کاموں کا باعث بن سکتا ہے۔ اسی طرح مال کی فضول خرچی بھی فضول خرچی کا باعث بنتی ہے جو کہ واقعی گناہ ہے۔ باب 17 الاسراء، آیت 27

بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا کبھی ناشکر رہا۔
 ”بے۔“

راہِ راست سے بھٹکنے والے افراد کی غالب اکثریت نے بتدریج عمل کے ذریعے ایسا کیا۔ مثال کے طور پر، وہ شروع میں غیر قانونی سرگرمیوں میں شامل ہوئے بغیر ان سے رجوع کرتے تھے، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ، انہوں نے خود کو ان غیر قانونی کاموں میں حصہ لینے کے لیے حوصلہ افزائی اور لالچ میں پایا۔ مثال کے طور پر، ایک شخص جو شراب پینے والوں کے ساتھ وقت گزارتا ہے۔ ان کے پینے میں حصہ لینے کا امکان اس شخص کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے جو شراب پینے والوں کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا ہے۔ بعض حلال کاموں خصوصاً فضول کاموں سے پرہیز کرنے کی یہ ذہنیت وہ چیز ہے جس کی سفارش حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2451 میں درج ایک حدیث میں فرمائی ہے۔ درحقیقت آپ نے یہ نصیحت کی ہے کہ کوئی شخص حقیقی تقویٰ حاصل نہیں کر سکتا، یعنی وہ اس وقت تک مستقل طور پر ان نعمتوں کو استعمال نہیں کر سکتا جو انہیں اسلامی اصولوں کے مطابق دی گئی ہیں۔ خدشہ ہے کہ یہ انہیں غیر قانونی رویے کی طرف لے جا سکتے ہیں۔ نتیجتاً، یہ ضروری ہے کہ نہ صرف غیر قانونی کاموں سے بچنے پر توجہ مرکوز کی جائے بلکہ بعض حلال کاموں، خاص طور پر فضول مشاغل سے پرہیز کرنے پر بھی توجہ دی جائے، اس خوف کی وجہ سے کہ وہ آخرکار غیر قانونی کاموں کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ چوکسی اس بات کو یقینی بنانے میں مدد کرے گی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلصانہ اطاعت میں ثابت قدم رہیں، جس میں ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا ہے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ عمل راستبازی کا مرکز ہے اور متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھ کر: اس زندگی اور آخرت دونوں میں سکون کی راہ ہموار کرتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 187

”اس طرح اللہ لوگوں کے لیے اپنی آیات کو واضح کرتا ہے تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں۔“

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

:اور باب 10 یونس، آیت 64

ان کے لیے دنیا اور آخرت میں خوشخبری ہے، اللہ کے کلام میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی بڑی کامیابی "ہے۔"

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے احترام کی اہمیت کو نہیں سمجھتے، وہ جائز لذتوں، خاص طور پر فضول کاموں میں حد سے زیادہ مشغول ہوتے ہیں۔ یہ زیادتی حرام کاموں میں ملوث ہونے کے امکانات کو بڑھا دیتی ہے اور ان پر دی گئی نعمتوں کے غلط استعمال کا باعث بنتی ہے۔ نتیجے کے طور پر، وہ اپنے آپ کو ذہنی اور جسمانی عدم توازن کی حالت میں پائیں گے، ہر چیز اور اپنے اردگرد موجود ہر چیز کو غلط جگہ دیتے ہوئے، انہیں قیامت کے دن اپنی ذمہ داریوں کا سامنا کرنے کے لیے تیار نہیں چھوڑیں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور رکاوٹوں کا باعث بنے گا، باوجود اس کے کہ وہ کسی بھی مادی آسائش سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جس کے بدلے میں وہ کماتے تھے۔"

جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی کائنات کے معاملات کو کنٹرول کرتا ہے، جس میں لوگوں کے روحانی دل ذہنی سکون کا گھر بھی شامل ہے، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کس کو ذہنی سکون ملے اور کس کو نہیں: باب 53 عن نجم، آیت 43 اور کوئی چیز اس حقیقت کو بدل نہیں سکتی۔

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

لہذا ایک شخص کو اپنے فائدے کے لیے اسلامی اصولوں کو قبول اور لاگو کرنا چاہیے، چاہے یہ اس کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہو۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کی طبی سفارشات پر عمل کرتا ہے، یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفادات کو پورا کرتا ہے، یہاں تک کہ جب ناخوشگوار علاج اور سخت خوراک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جس طرح یہ محتاط مریض ذہنی اور جسمانی صحت کے عروج کو پہنچ جائے گا، اسی طرح وہ فرد جو اسلامی تعلیمات کو اپنائے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس علم کا واحد مالک ہے جس کی ضرورت انسان کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کی طرف رہنمائی کرنے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو درست طریقے سے ترتیب دینے کے لیے درکار ہے۔ باب 10 یونس، آیات 63-64:

جو لوگ ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں خوشخبری ہے، اللہ کے "کلام میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔"

چونکہ اسلامی تعلیمات کی پیروی اکثر لوگوں کی دنیوی خواہشات اور عزائم سے متصادم ہوتی ہے، اس لیے وہ اس پر جس طرح بھی تنقید کر سکتے ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 65:

"...اور ان کی باتیں تمہیں غمگین نہ کرے"

عام طور پر، جب کوئی فرد اپنے ساتھیوں کے مقابلے میں مختلف راستے کا انتخاب کرتا ہے، تو اس سے دوسروں میں اپنے فیصلوں کے حوالے سے ناواقفیت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، خاص طور پر اگر وہ فیصلے اللہ تعالیٰ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے پر ذاتی خواہشات پر زور دیتے ہیں۔ نتیجتاً، اس کے نتیجے میں ان لوگوں پر تنقید ہو سکتی ہے جو ثابت قدمی سے اپنے عقیدے کو برقرار رکھتے ہیں، اکثر خاندان کے افراد کی طرف سے۔

مزید برآں، سماجی اثرات جیسے کہ سوشل میڈیا، فیشن کے رجحانات، اور ثقافتی اصول اکثر ان افراد پر دباؤ ڈالتے ہیں جو اسلامی اقدار کے لیے وقف ہیں۔ اسلام کی ترویج کو اکثر دولت اور سماجی حیثیت کے حصول میں رکاوٹ کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ جن شعبوں کو اسلام کی طرف سے تنقید کا سامنا ہے وہ اسلامی اصولوں کو شامل کرنے کی سرگرمی سے مزاحمت کرتے ہیں اور مسلمانوں کو اپنے عقیدے پر قائم رہنے کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں۔ یہ سوشل میڈیا سمیت مختلف پلیٹ فارمز پر پھیلے ہوئے اسلام مخالف جذبات میں نمایاں طور پر حصہ ڈالتا ہے۔

مزید برآں، جو لوگ اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے ہیں، جو ذاتی خواہشات میں اعتدال کو فروغ دیتے ہیں اور ان کو عطا کی گئی نعمتوں کے دانشمندانہ استعمال کو اکثر ایسے افراد کی طرف سے منفی ردعمل کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو حد سے زیادہ کام کرتے ہیں۔ بغیر کسی روک ٹوک کے اپنے جذباتوں پر عمل کرتے ہیں، جیسا کہ اسلام انہیں حیوانیت پسند ظاہر کرتا ہے۔ یہ افراد اکثر دوسروں کو اسلام قبول کرنے سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے عقیدے پر عمل کرنے سے حوصلہ شکنی کرتے ہیں، انہیں ایسے طرز زندگی کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کی خصوصیت غیر منظم خواہش سے ہوتی ہے۔ وہ اکثر اسلام کے مخصوص عناصر کو نشانہ بناتے ہیں، جیسے کہ خواتین کے لباس کوڈ، اس کی اپیل کو کمزور کرنے کے لیے۔ تاہم، ادراک رکھنے والے افراد ان تنقیدوں کی سطحی نوعیت کو آسانی سے پہچان سکتے ہیں، جو اسلام کی خود نظم و ضبط پر توجہ دینے کی توہین سے پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، اگرچہ وہ خواتین کے لیے اسلامی لباس کوڈ پر تنقید کر سکتے ہیں، لیکن وہ قانون نافذ کرنے والے، فوج، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم اور کاروبار سمیت دیگر اہم پیشوں پر اسی سطح کی جانچ کا اطلاق نہیں کرتے

ہیں۔ دیگر لباس کے ضابطوں پر ان کی خاموشی کے برعکس اسلامی لباس کوڈ پر یہ منتخب تنقید ان کے دلائل کی کمزوری اور بے بنیاد نوعیت کو واضح کرتی ہے۔ بالآخر، یہ اسلام کے اصول اور اس کے ماننے والوں کا نظم و ضبط والا طرز عمل ہے جو اسلام پر ان مختلف حملوں کو ابھارتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اس پر کسی بھی طرح سے تنقید کر سکتے ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 65

"...اور ان کی باتیں تمہیں غمگین نہ کرے"

تمام حالات میں، ایک شخص کو ثابت قدمی کے ساتھ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت کے لیے وقف کر دینا چاہیے، یہ سمجھتے ہوئے کہ اس طرح کی وابستگی انہیں سکون فراہم کرے گی اور انہیں دوسروں کے منفی اثرات سے محفوظ رکھے گی۔ باب 10 یونس، آیت 65

اور ان کی بات تمہیں غمگین نہ کرے، بے شک عزت تو اللہ ہی کے لیے ہے، وہ سننے والا جاننے والا ہے۔"

جبکہ دوسروں کو راضی کرنے اور اپنی خواہشات کی پیروی کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا انتخاب کرنا بالآخر اندرونی سکون کو نقصان پہنچانے کا باعث بنے گا، کیونکہ یہ فیصلہ انہیں اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا باعث بنے گا۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو ذہنی اور جسمانی پریشانی میں پائیں گے، وہ اپنے اردگرد کی ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے، اور انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیار نہیں چھوڑیں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجوں اور مشکلات کا باعث بنے گا، چاہے وہ کسی بھی مادی دولت سے لطف اندوز ہوں۔

ایک ثابت قدم ذہنیت کو برقرار رکھنے کے لیے، ایک مضبوط ایمان کی تعمیر پر کام کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے وقف رہنے کے لیے مضبوط ایمان ضروری ہے، ہر حال میں، خواہ اچھے وقت میں ہوں یا بُرے۔ اس گہرے ایمان کی پرورش قرآن پاک میں واضح نشانیوں اور تعلیمات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے ہوتی ہے۔ یہ تعلیمات ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت دنیا اور آخرت میں سکون لاتی ہے۔ دوسری طرف، جو لوگ اسلامی اصولوں کا علم نہیں رکھتے ان کا ایمان کمزور ہو گا، جس سے ان کے اطاعت سے بھٹکنے کا امکان زیادہ ہو جائے گا، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات الہی رہنمائی سے ٹکرا جائیں گی۔ اس طرح کی جہالت ان کی سمجھ پر بادل ڈال سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کے لیے اپنی خواہشات کو ترک کرنا ہی دونوں جہانوں میں حقیقی سکون حاصل کرنے کا راستہ ہے۔ لہذا افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کو حاصل کر کے اور اسے عملی طور پر استعمال کرتے ہوئے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہیں۔ اس کا مطلب اسلامی تعلیمات کے مطابق انہیں حاصل ہونے والی نعمتوں کا استعمال کرنا ہے، جو بالآخر ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت اور ان کی زندگی کے تمام شعبوں کی صحیح ترجیح کا باعث بنتی ہے۔ جس کا ایمان جتنا مضبوط ہوگا، اتنا ہی وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا۔ چنانچہ تمام عزتوں کے مالک اور سرچشمہ دونوں جہانوں میں انہیں اتنی ہی عزت ملے گی، خواہ ان کے پاس دنیاوی چیزیں کم ہوں اور دنیاوی آسائشیں کم ہوں۔ باب 10 یونس، آیت 65

”بے شک عزت تو اللہ ہی کے لیے ہے، وہ سننے والا جاننے والا ہے۔“

اور باب 63 المنافقون، آیت 8

اور عزت اللہ ہی کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے اور مومنوں کے لیے۔“

یہ نتیجہ ناگزیر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے معاملات کو کنٹرول کرتا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 66

”...بلاشبہ اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین پر ہے“

عام طور پر چونکہ جو کچھ موجود ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور مکمل طور پر اس کے ماتحت ہے، اس لیے لوگوں کے لیے اس کے احکام پر عمل کرنا لازم ہے۔ جس طرح کسی قوم کے قوانین کی تعمیل میں ناکامی کے نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اسی طرح اگر وہ خالق کائنات کے قائم کردہ ضابطوں کو نظر انداز کرتے ہیں تو اسے دنیا اور آخرت دونوں میں چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگرچہ ایک فرد کسی ملک کو چھوڑنے کا انتخاب کر سکتا ہے اگر وہ اس کے قوانین سے متفق نہ ہوں، لیکن وہ ایسی جگہ فرار نہیں ہو سکتا جہاں اللہ تعالیٰ کا اختیار اور قوانین موجود نہ ہوں۔ ایک شخص اپنی برادری کے قوانین کو بدل سکتا ہے، لیکن وہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کو بدلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ مزید برآں، جس طرح ایک گھر کا مالک اپنی جائیداد کے لیے قوانین وضع کرتا ہے دوسروں کی مخالفت سے قطع نظر، اس کائنات کی ملکیت اللہ تعالیٰ کی ہے، جو اکیلا ہی اس پر حکومت کرنے والے قوانین بناتا ہے، انسانی منظوری سے آزاد۔ نتیجتاً، اپنے فائدے کے لیے ان ضوابط کی تعمیل ضروری ہے۔ جو لوگ اس حقیقت کو سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کریں گے اور اس کی بندگی کی کوشش کریں گے اور ان نعمتوں سے استفادہ کریں گے جو اس کو پسند ہیں جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ افراد یا تو اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ممنوعات کے پیچھے موجود حکمت کو سمجھنے کی کوشش کر سکتے ہیں یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ وہ کس طرح اپنے مفادات اور عظیم برادری کی خدمت کرتے ہیں، دونوں، جہانوں میں امن کو فروغ دیتے ہیں، یا پھر وہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے اور اسلام کی تعلیمات کو مسترد کرنے کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ اس کے باوجود جو لوگ اسلامی اصولوں پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ دونوں جہانوں میں اپنے اعمال کے نتائج کے لیے خود کو تیار رکھیں کیونکہ کوئی بھی اعتراض، احتجاج یا شکایات انہیں نتائج سے بچا نہیں سکتی۔ باب 18 الکہف: آیت 29

اور کہہ دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے۔ اور جو چاہے کفر کرے، بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایک آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں

گی، اور اگر وہ راحت کے لیے پکاریں گے تو ان کو ایسے پانی سے راحت ملے گی جیسے گدھے تیل سے، جو ان کے چہروں کو جھلسا دیتا ہے، برا مشروب ہے اور برا ٹھکانہ ہے۔

یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ جھوٹے معبود، بشمول بت، وہ واحد ہستی نہیں ہیں جن کی پرستش کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کر سکتا ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں جس چیز کی بھی کوئی اطاعت کرتا ہے، خواہ وہ سوشل میڈیا، فیشن، ثقافت یا افراد ہو، وہ ان کی عبادت بن جاتی ہے۔
باب 36 یاسین، آیت 60

اے بنی آدم کیا میں نے تم کو یہ وصیت نہیں کی تھی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا
”کھلا دشمن ہے۔“

لوگوں کی اکثریت شیطان کی عبادت میں شریک نہیں ہوتی تھی۔ بہر حال، وہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت میں
اس کی اطاعت کی وجہ سے ایسا کرنے کے الزامات کا سامنا کریں گے۔ باب 10 یونس، آیت 66

اور جو لوگ اللہ کے سوا کسی کو پکارتے ہیں وہ اس کے شریکوں کی پیروی نہیں کرتے۔“

یہ تصور کہ سوشل میڈیا، لوگوں، فیشن اور ثقافت جیسی دنیاوی چیزوں کو ماننا ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے جب لوگ اکثریت کی رائے پر آنکھیں بند کر کے پیروی کرتے ہیں۔ دوسروں کے اعمال پر غیر تنقیدی طور پر عمل کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ معاشرے میں رائج رویے اکثر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا باعث بنتے ہیں۔ جب کوئی فرد معاشرے کی اکثریت کو اسلامی اصولوں کو نظر انداز کرتے ہوئے دیکھتا ہے، تو وہ اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ اکثریت کے اعمال فطری طور پر درست ہیں جس کی وجہ سے وہ بغیر غور و فکر کے اس کی پیروی کرتے ہیں۔ حقیقت میں، اکثریت کا اتفاق ہمیشہ

درست نہیں ہے۔ تاریخی شواہد نے مستقل طور پر ایسے واقعات کا مظاہرہ کیا ہے جہاں اکثریت کی رائے یا عقیدہ کو بعد میں نئی دریافتوں اور بصیرت سے غلط ثابت کر دیا گیا، جیسے کہ زمین چپٹی تھی۔ یہ بہت ضروری ہے کہ بے فکری سے اکثریت کے نقطہ نظر کے مطابق ہو کر مویشیوں کی طرح برتاؤ کرنے سے گریز کیا جائے، کیونکہ یہ اکثر دنیاوی اور روحانی دونوں معاملات میں گمراہ کن فیصلوں پر منتج ہوتا ہے۔ باب 6 الانعام، آیت 116

اور اگر تم زمین والوں میں سے اکثر لوگوں کی بات مانو گے تو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں" گے، وہ صرف گمان کی پیروی نہیں کرتے اور وہ صرف گمان نہیں کرتے۔

بلکہ، افراد کو چاہیے کہ وہ علم اور شواہد کی بنیاد پر ہر صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے انہیں، عطا کردہ استدلال اور عقل کو بروئے کار لاتے ہوئے، انہیں باخبر فیصلے کرنے کے قابل بناتے ہیں چاہے یہ انتخاب اکثریت کے غالب خیالات سے مختلف کیوں نہ ہوں۔ درحقیقت، اسلام اس وجہ سے مذہبی معاملات میں بھی غیر تنقیدی طور پر دوسروں کی پیروی کرنے کی سخت مذمت کرتا ہے اور اس طرح مسلمانوں کو علم حاصل کرنے اور اسلامی تعلیمات کو فہم کے ساتھ لاگو کرنے کی تاکید: یوسف، آیت 108 کرتا ہے۔ باب 12

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو" "...میری پیروی کرتے ہیں"

درحقیقت، ہر وہ فرد جو اسلامی ضابطہ اخلاق کو انسان کے بنائے ہوئے متبادل ضابطوں کے حق میں نظر انداز کرتا ہے، ایسا صرف اور صرف اپنی دنیاوی خواہشات کی تسکین کے لیے کرتا ہے، کیونکہ دیگر تمام ضابطہ اخلاق بنیادی طور پر انسانی خواہشات پر مبنی ہیں نہ کہ کسی بھی اہم چیز، جیسے کہ علم اور واضح ثبوت پر۔ باب 10 یونس، آیت 66

”وہ صرف گمان کی پیروی نہیں کرتے اور وہ جھوٹے ہیں۔“

متمول اور بااثر لوگ اکثر اس ذہنیت سے زیادہ مضبوط وابستگی کا مظاہرہ کرتے ہیں، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کے اصولوں کو قبول کرنے کے لیے ایک مخصوص اخلاقی ضابطے کی پابندی ضروری ہے، جو ان کی دنیاوی خواہشات کے حصول کو محدود کر دے گی۔ اس کے نتیجے میں، وہ دوسروں کے درمیان اس ذہنیت کو فروغ دیتے ہیں، اپنے اختیار اور کنٹرول کو کھونے کے خوف سے۔ تاریخی طور پر، یہ اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ وہ کیوں ابتدائی طور پر انبیاء علیہم السلام کو مسترد کرنے اور مزاحمت کرنے والے تھے۔ اس طرز عمل کا اسلام کے صحیح یا باطل ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے جیسا کہ واضح شواہد سے طے ہوتا ہے۔ یہ صرف ذاتی خواہشات کی تکمیل کے گرد گھومتا ہے۔

،اس لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں دیگر ہستیوں کی اطاعت سے گریز کیا جائے بشمول افراد، سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت، کیونکہ یہ ان ہستیوں کے لیے عبادت کی ایک شکل ہے۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی بندگی ترک کر دے تو وہ لازماً ان چیزوں کے تابع ہو جائیں گے۔ متعدد اور غیر منصفانہ آقاؤں کو متوازن کرنے کی کوشش صرف تناؤ کا باعث بنتی ہے، کیونکہ ان کی غیر متوقع نوعیت کی وجہ سے سب کے مطالبات کو پورا کرنا ناقابل عمل ہے۔ جس طرح متعدد نگرانوں کے ساتھ ایک ملازم ہر ایک کی توقعات پر پورا اترنا مشکل محسوس کرتا ہے، اسی طرح جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بندگی کو نظر انداز کرتے ہیں، وہ بے شمار آقاؤں کے بوجھ تلے دب جاتے ہیں، بالآخر اپنے ذہنی سکون کو قربان کر دیتے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ، ان افراد کو اداسی، تنہائی، افسردگی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، کیونکہ ان کی اپنے دنیاوی آقاؤں کو مطمئن کرنے کی کوششیں ان کی خواہش کی تکمیل میں ناکام رہتی ہیں۔ یہ بنیادی سچائی سب پر عیاں ہے چاہے ان کا تعلیمی پس منظر کچھ بھی ہو۔ مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں دیگر ہستیوں کی پرستش کرنا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں دے گا کیونکہ یہ ہستی ان کی ضرورت کے وقت ان کا ساتھ نہیں دیں گی۔

”وہ صرف گمان کی پیروی نہیں کرتے اور وہ جھوٹے ہیں۔“

عقیدے کے معاملات میں، یہ صورت حال اس وقت پیدا ہو سکتی ہے جب کوئی فرد اسلامی تعلیمات سے بے خبر رہتا ہے، جس کی وجہ سے وہ مذہبی بدعات میں مشغول ہو جاتا ہے جن کی علم یا ثبوت کی بنیاد نہیں ہوتی ہے۔ نتیجتاً وہ گمراہ ہو سکتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر سکتے ہیں۔ اس نتیجہ کو روکنے کے لیے ضروری ہے کہ رہنمائی کے دو بنیادی ذرائع: قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر سختی سے عمل کیا جائے، اور مذہبی علم کے دیگر تمام ذرائع سے پرہیز کیا جائے۔ ایک شخص متبادل مذہبی علم پر جتنا زیادہ انحصار کرتا ہے، خواہ اس کے بظاہر مثبت نتائج برآمد ہوں، وہ رہنمائی کے دو اہم ذرائع کی طرف اتنا ہی کم رجوع کرے گا، جو بالآخر گمراہی کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 4606 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ جو چیز ان دونوں مصادر پر مبنی نہیں ہو گی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دی جائے گی۔ مزید برآں، جتنا زیادہ کوئی مذہبی علم کے متبادل ذرائع کو تلاش کرتا ہے، اسلامی تعلیمات سے متصادم طریقوں کو اپنانے کا امکان اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے۔ یہ بتدریج بڑھتا ہے کہ کس طرح شیطان قدم بہ قدم لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، مشکلات کا سامنا کرنے والے شخص کو بعض روحانی طریقوں میں مشغول ہونے کا لالچ دیا جا سکتا ہے جو اسلامی اصولوں کے خلاف ہیں۔ اگر یہ شخص بے خبر ہے اور دوسرے مذہبی ذرائع کی پیروی کرتا ہے تو وہ آسانی سے اس جال میں پھنس سکتا ہے اور ایسی روحانی سرگرمیاں کرنا شروع کر سکتا ہے جو براہ راست اسلامی تعلیمات کے خلاف ہوں۔ یہاں تک کہ وہ اللہ، برگزیدہ، اور کائنات کے بارے میں ایسے عقائد بھی پیدا کر سکتے ہیں جو اسلامی نظریے سے متصادم ہیں، جیسا کہ یہ خیال کہ افراد یا مافوق الفطرت مخلوق اپنی تقدیر کو کنٹرول کر سکتے ہیں، کیونکہ ان کی سمجھ دو اہم رہنماؤں کے علاوہ دوسرے ذرائع سے آتی ہے۔ ان میں سے کچھ گمراہ کن عقائد اور طرز عمل: باب 2 البقرہ، آیت 102 سراسر کفر کا باعث بن سکتے ہیں، جیسے کالے جادو کی مشق۔

سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور ”جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل ہوا تھا لیکن وہ [یعنی دونوں فرشتے] کسی کو نہیں سکھاتے جب تک یہ نہ کہیں کہ ”ہم آزمائش ہیں، اس لیے کفر نہ کرو۔“

ایک مسلمان اپنے ایمان سے بے خبر ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ مذہبی علم کے متبادل ذرائع پر انحصار کرتے ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 66

”وہ صرف گمان کی پیروی نہیں کرتے اور وہ جھوٹے ہیں۔“

جیسا کہ اللہ تعالیٰ، اکیلا، کائنات کو تخلیق اور کنٹرول کرتا ہے، اس لیے اس کی ہدایت پر عمل کرنا چاہیے اور دیگر تمام ضابطوں سے بچنا چاہیے۔ باب 10 یونس، آیت 67

وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی ہے اس میں آرام کرنے کے لیے اور دن بنایا ہے بینائی دینے والا۔“

دن اور راتوں کا درست وقت، سال بھر میں ان کی مختلف لمبائیوں کے ساتھ، افراد کو ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے قابل بناتا ہے۔ اگر دن لمبا ہو جائے تو طویل گھنٹوں کی وجہ سے لوگوں کو تھکاوٹ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس کے برعکس، اگر راتوں کو بڑھا دیا جاتا، تو لوگوں کے پاس روزی کمانے اور علم حاصل کرنے جیسی دیگر قیمتی کوششوں کے حصول کے لیے ناکافی وقت ہوتا۔ چھوٹی راتوں کی صورت میں، لوگوں کے پاس آرام کرنے کا مناسب وقت نہیں ہوتا، جو کہ بہترین صحت کے لیے ضروری ہے۔ دن اور رات کے دورانیے میں تبدیلی سے زرعی پیداوار پر بھی اثر پڑے گا، جس سے انسانوں اور جانوروں دونوں کے رزق پر منفی اثر پڑے گا۔ باب 10 یونس، آیت 67

”بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو سنتے ہیں۔“

لیکن صرف وہی لوگ جو اسلامی علم کو صحیح طریقے سے سنتے ہیں اس کی تعلیمات سے مستفید ہوتے ہیں۔ اس کے لیے اسلامی علم کو توجہ سے سننے، اسے اپنے ماضی کے ذاتی تجربات سے جوڑنے، مستقبل میں تعلیمات کو بروئے کار لانے اور اس مقصد کے لیے دلجمعی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اس طرح کا طرز عمل اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ کوئی شخص اس اسلامی علم سے فائدہ اٹھاتا ہے جسے وہ سنتے ہیں۔ ان اقدامات پر عمل کیے بغیر صرف اسلامی معلومات کو سننا ان کے طرز عمل میں مثبت تبدیلی کا باعث نہیں بنے گا۔ یہی وہ بنیادی وجہ ہے جس کی وجہ سے مسلمان پہلے سے کہیں زیادہ اسلامی معلومات تک رسائی کے باوجود مثبت تبدیلیوں کا تجربہ نہیں کر پا رہے ہیں۔

مزید برآں، کائنات میں دیگر متوازن نظاموں کے ساتھ ساتھ دن اور راتوں کا ہموار کام — جیسے سورج سے زمین کا مثالی فاصلہ، سمندروں کی بہترین کثافت جو سمندری زندگی کو سہارا دیتی ہے جب کہ ان کی سطح پر بڑے جہازوں کو جگہ دیتے ہیں، زمین کی مناسب ترکیب جو کہ نازک پودوں کو تعمیر کرنے کے قابل بناتی ہے اور ذیلی پانی کی تعمیر کے لیے توازن پیدا کرتی ہے۔ وہ سائیکل جو مخلوق کو خالص اور صاف پانی فراہم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ایک زبردست ثبوت ہے۔ متعدد دیوتاؤں کی موجودگی لامحالہ متضاد ارادوں کا باعث بنے گی، جس کے نتیجے میں کائنات کے: باب 21 الانبیاء، آیت 22 اندر خرابی پیدا ہو گی۔

”اگر ان کے اندر اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو وہ دونوں برباد ہو جاتے۔“

اگرچہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی حقیقت واضح ہے پھر بھی کچھ لوگ اس کی طرف بیٹا منسوب کرتے ہیں۔ باب 10 یونس، آیات 68-69

نے کہا کہ اللہ نے بیٹا بنایا ہے وہ پاک ہے، وہ بے نیاز ہے، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے انہوں سب اسی کا ہے، تمہارے پاس اس کا کوئی اختیار نہیں، کیا تم اللہ کے بارے میں وہ بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے، کہہ دو کہ اللہ پر جھوٹ باندھنے والے کامیاب نہیں ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلط عقائد کے پھیلاؤ میں جو عوامل کارفرما ہیں، ان میں آپ کی معجزانہ ولادت، آپ کے دکھائے گئے معجزات اور آپ کے زندہ ہوتے ہوئے آسمانوں پر چڑھنے کو شامل کیا گیا ہے۔ قرآن پاک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ ولادت کی تصدیق کرتا ہے اور واضح طور پر ان کی پیدائش کو بغیر باپ کے اللہ تعالیٰ کی بے پایاں قدرت کے ثبوت کے طور پر بیان کرتا ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 47

اس نے کہا: اے میرے رب، میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا جب کہ مجھے کسی آدمی نے چھوا تک نہیں؟ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اس سے صرف اتنا کہتا ہے کہ ہو جا، اور وہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے وجود میں لایا، جس طرح اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا اور نہ ہی ماں کے۔ اس حقیقت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ الوہیت کے مالک ہیں۔ باب 3 علی عمران، آیت 59

بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے، اس نے انہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اس سے ”کہا کہ ہو جا، تو وہ ہو گیا۔“

یہ عجیب بات ہے کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے فرزند ہیں، اس لیے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ تاہم وہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا نہیں مانتے باوجود اس کے کہ وہ بغیر باپ اور نہ ماں کے پیدا ہوئے۔ ان کے نقطہ نظر سے حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے فرزند کے لقب کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ دعویٰ ہونا چاہیے لیکن وہ اس بات کا دعویٰ نہیں کرتے۔ یہ واقعی دلچسپ ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے تناظر میں منطق اور استدلال کا اطلاق کیسے کرتے ہیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں ایسا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب معجزات کی تصدیق قرآن کریم نے کی ہے۔ اس میں واضح طور پر لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ معجزات اللہ تعالیٰ کی مرضی، اجازت اور حکم سے انجام دیے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام الہی ہوتے تو انہیں اللہ تعالیٰ کی مرضی یا اجازت کی ضرورت نہ ہوتی۔ باب 3 علی عمران، آیت 49

اور بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنو [جو کہے گا] کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے "نشانی لے کر آیا ہوں کہ میں تمہارے لیے مٹی سے بناتا ہوں [جو کہ پرندے کی طرح ہے، پھر میں اس میں پھونک مارتا ہوں اور وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے جنم دیتا ہوں] مردوں کو زندہ کرنا - اللہ کے حکم سے اور میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ کرتے ہو۔

مزید برآں، عیسائی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام نے بھی معجزات دکھائے جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ تاہم یہ خاص بات ہے کہ وہ اپنے معجزاتی کاموں کے باوجود ان دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرف الوہیت کو منسوب نہیں کرتے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ ہوتے ہوئے آسمانوں پر چڑھ جانا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مزید ثبوت ہے کیونکہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے اس سفر میں سہولت فراہم کی۔ اگر حضرت باب عیسیٰ علیہ السلام الوہیت کے مالک ہوتے تو وہ اپنی فطری قوت سے یہ سفر طے کر سکتے تھے۔
:علی عمران، آیت 355

جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ، بیشک میں تمہیں لے لوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا اور”
”تمہیں کافروں سے پاک کروں گا۔

قرآن کریم عیسائیوں کو آگاہ کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے عقیدے کے خلاف مصلوب نہیں کیا گیا تھا۔ صلیب پر جس شخص کی مشابہت ظاہر ہوئی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں تھے بلکہ وہ شخص تھے جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ بنایا گیا تھا۔ اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں تک پہنچا دیا تھا۔ باب 4 النساء، آیات 156-158

اور ان کے کفر اور مریم پر بہتان تراشی کی وجہ سے، اور ان کے یہ کہنے کے لیے کہ ”بے شک“ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم، اللہ کے رسول کو قتل کر دیا ہے۔ ”اور انہوں نے اسے قتل نہیں کیا اور نہ سولی پر چڑھایا، بلکہ اس کو ان کے مشابہ بنایا گیا تھا، بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھایا۔

عیسائیوں کا غلط عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کیا گیا تھا، جس کا مطلب ہے کہ آپ کو قتل کر دیا گیا تھا، فطری طور پر عجیب ہے، کیونکہ ایک حقیقی الہی ہستی موت کے تجربے سے بالاتر ہے۔ اگر کوئی ہستی مرنے کے قابل ہو تو اسے الہی نہیں سمجھا جا سکتا۔ لہذا، مصلوب کے ذریعے اس کی موت پر ان کا غلط عقیدہ فطری طور پر اس کی الوہیت میں ان کے غلط عقیدے کے خلاف ہے۔

ایک الہی ہستی، اپنی فطرت کے اعتبار سے، خود کفیل ہے، یعنی وہ رزق کے لیے کسی دوسرے پر انحصار نہیں کرتا۔ اگر کوئی وجود رزق کے لیے دوسرے پر منحصر ہے تو اسے الہی کے طور پر درجہ بندی نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ مریم علیہا السلام، دونوں ہی الہی مخلوق نہیں تھے، کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پرورش کی ضرورت تھی، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خود کفالت کرنے والی ہستی نہیں ہیں۔ باب 5 المائدة، آیت 75

مسیح ابن مریم تو صرف ایک رسول تھا، اس سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں، اور اس کی "ماں حق کی حمایتی تھی، وہ دونوں کھانا کھاتے تھے، دیکھو ہم ان کے لیے کیسے نشانیاں بیان کرتے ہیں، پھر دیکھو کہ وہ کس طرح دھوکے میں پڑتے ہیں۔"

مزید برآں، اس بات پر یقین نہیں کیا جا سکتا کہ فرشتوں کو، ان کے استعمال کی کمی کی وجہ سے دیوتا مانا جا سکتا ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ان کی تائید ہوتی ہے، اگرچہ مختلف طریقے سے، اس لیے وہ خود کفیل نہیں ہیں۔ محض یہ حقیقت کہ وہ پیدا کیے گئے ہیں اور باقی تمام مخلوقات کی طرح موت کا سامنا کریں گے، ان کی الوہیت کو غلط ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

ایک حیاتیاتی اولاد ہمیشہ اپنے والدین سے وراثت میں ملنے والی بعض خصلتوں کی حامل ہوتی ہے۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال میں وہ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کو ظاہر نہیں کرتے۔ درحقیقت، اس کی تمام خصلتیں دوسرے انسانوں میں عام ہیں۔ وہ پیدا کیا گیا تھا، اس کی پرورش خوراک اور پانی سے ہوئی تھی، وہ ہر دوسرے انسان کی طرح مرے گا اور دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اس کی صفات الوہیت کے تصور کی تردید کے لیے کافی ہیں۔

عیسائیت قبول کرنے والے رومیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تصور کو اپنے عقیدہ کے نظام میں الہی کے طور پر شامل کیا، یہ تصور انہیں اپنے سابقہ عقیدے، کافر پرستی سے وراثت میں ملا

تھا۔ انہوں نے ایک قابل احترام اور مبارک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لیا، اور آپ کو خرافات اور افسانوں سے جوڑ دیا، جیسے زیوس، ہرکولیس اور اوڈن۔ یہ تسلیم کرنے کے لیے صرف ایک عام فہم کی ضرورت ہوتی ہے کہ ایک وجود جو تخلیق کیا گیا ہو، دوسرے کے ذریعے برقرار ہو، اور مرنے کے قابل ہو، وہ الہی نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ صفات بنیادی طور پر ایک الہی وجود کے جوہر سے متصادم ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 68

انہوں نے کہا کہ اللہ نے بیٹا بنایا ہے، وہ پاک ہے، وہ بے نیاز ہے، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو "کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے، تمہیں اس [دعوے] کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی تائید کرنے والے بے تحاشا شواہد کے باوجود، بحیثیت رسول اللہ، بہت سے عیسائی آپ کے بارے میں اپنے غلط عقائد پر قائم ہیں۔ اس عجیب و غریب رویے کا ایک اہم عنصر ان کے بزرگوں کی اندھی تقلید ہے۔ باب 10 یونس، آیت 68

”کیا تم اللہ کے بارے میں وہ بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے؟“

اس طرح کی تقلید افراد کو علم اور شواہد کا جائزہ لینے سے روکتی ہے اور ان کی حوصلہ شکنی کرتی ہے کہ وہ ان عقائد اور مفروضوں پر سوال اٹھائیں جو ان میں بچپن سے ہی پیدا ہوئے ہیں۔ یہ اسلام کی تعلیمات اور عقل کے بالکل برعکس ہے، کیونکہ انسانوں کو تنقیدی انداز میں سوچنے کے لیے پیدا کیا گیا تھا، نہ کہ چوپایوں کی طرح اندھی پیروی کرنے کے لیے۔ چنانچہ تقلید سے پرہیز کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ گمراہی کا بنیادی سبب ہے۔ اس کے بجائے، افراد کو چاہیے کہ وہ اپنی عقل کو استعمال کرتے ہوئے علم اور شواہد کا جائزہ لے کر ہر صورت حال میں، چاہے وہ دنیاوی ہو یا مذہبی، اور بعد میں باخبر فیصلے کریں۔ اسلام کے اندر بھی، اندھی تقلید کی مذمت کی گئی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ لوگ اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کریں، سمجھیں اور ان پر عمل کریں نہ کہ باب 12 یوسف، آیت 108 دوسرے مسلمانوں کی محض تقلید کے بجائے فہم کی بنیاد پر۔

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں"

ایک اور اہم وجہ جس کی وجہ سے عیسائیوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی کردار کے ٹھوس ثبوتوں کے باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنے عقائد پر قائم ہیں، ان کی اپنی دنیاوی خواہشات اور خواہشات کی تسکین ہے۔ متعدد عیسائی عقائد ان لوگوں کے لیے دونوں جہانوں میں نجات کے خیال کو فروغ دیتے ہیں جو عیسائیت پر عمل پیرا ہیں، چاہے ان کے اعمال کچھ بھی ہوں۔ یہ اعتقادی نظام انہیں دونوں جہانوں میں اپنی نجات کو یقینی بناتے ہوئے اپنی تمام دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ نتیجتاً، وہ اپنے مسیحی عقیدے کو برقرار رکھتے ہیں، کیونکہ اس زندگی میں ان کا بنیادی مقصد اپنے دنیاوی عزائم کو حاصل کرنا ہے بجائے اس کے کہ وہ اعلیٰ اخلاقی معیار پر قائم رہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی نعمتوں کے صحیح استعمال میں رہنمائی کرے۔ باب 10 یونس، آیت 69

”کہہ دو کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔“

اپنے عقیدے کے نتیجے میں وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں گے، ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، ان کی زندگی کا ہر پہلو، بشمول خاندان دوست، کیریئر، اور دولت ان کے لیے پریشانی کا باعث بن جائے گی۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت پر اڑے رہیں گے تو وہ اپنے رشتہ داروں کی طرح اپنی زندگی کے غلط لوگوں اور حالات پر اپنے دباؤ کا غلط الزام لگا دیں گے۔ ان مثبت اثرات کو ختم کرنے سے، وہ صرف اپنے دماغی صحت کے مسائل کو مزید خراب کریں گے، جو ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ نتیجہ ان لوگوں کا مشاہدہ کرنے پر واضح ہوتا ہے جو ان کو عطا کی گئی نعمتوں کا مسلسل غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور، حالانکہ وہ دنیا کی آسائشوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اور جیسا کہ یہ طرز عمل انہیں آخرت میں جوابدہی کی تیاری سے روکتا ہے

اس لیے آخرت میں ان کا عذاب اس دنیا میں جو کچھ بھی ہوا اس سے کہیں زیادہ برا ہوگا۔ باب 10
یونس، آیت 70

دنیا میں ان کا فائدہ ہے، پھر ہماری طرف ان کی واپسی ہے، پھر ہم انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں”
”کہے کیونکہ وہ کفر کیا کرتے تھے۔

باب 10 یونس، آیت 69

”کہہ دو کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔“

عام طور پر اللہ تعالیٰ کے بارے میں گمراہ کن تصور کی نشوونما کو روکنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کی الوہی صفات اور ناموں کا جائزہ لیا جائے جیسا کہ قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات۔ یہ فہم اللہ تعالیٰ پر صحیح یقین پیدا کرتا ہے اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق استعمال کرتے ہوئے حقیقی اطاعت کو فروغ دیتا ہے۔ دوسری طرف، اللہ تعالیٰ کی صفات اور ناموں کے بارے میں علم کی کمی، غلط عقائد کا باعث بن سکتی ہے جس کے نتیجے میں نافرمانی ہو سکتی ہے، جیسے خواہش مندانہ سوچ۔ مثال کے طور پر ایک فرد جو یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ بخشنے والا ہے، وہ اپنے گناہوں کی معافی حاصل کرنے کی امید کے ساتھ اس کی اطاعت کرنے کی پوری کوشش کرے گا۔ اس کے برعکس، جو شخص اس کی بخشش کی نوعیت کو صحیح طور پر نہیں سمجھتا وہ نافرمانی پر اڑے رہ سکتا ہے غلطی سے یہ سمجھتا ہے کہ وہ بری ہو جائیں گے، چاہے اس کے اعمال کچھ بھی ہوں، حالانکہ یہ عدل و انصاف کے منافی ہوگا۔

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَتَقَوْمِ إِن كَانَ كِبُرٌ عَلَيْكُمْ مَقَامِي
وَتَذِكْرِي بِآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ
وَشُرَّكَاءَ كُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا
تُنْظِرُونِ﴾ (٧١)

فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجَرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَأُمِرْتُ أَنْ
أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ (٧٢)

فَكَذَّبُوهُ فَنَبَّيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنَاهُمْ خَلْقًا وَأَغْرَقْنَا
الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ﴾ (٧٣)

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِ رُسُلًا إِلَى قَوْمِهِمْ فَجَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا
لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ كَذَلِكَ نَطْبَعُ عَلَى قُلُوبِ الْمُعْتَدِينَ﴾ (٧٤)

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِم مُوسَى وَهَارُونَ إِلَى فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ بِآيَاتِنَا
فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُجْرِمِينَ﴾ (٧٥)

فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا إِنَّ هَذَا السِّحْرُ مُبِينٌ﴾ (٧٦)

قَالَ مُوسَى أَتَقُولُونَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَكُمْ أَسِحْرُ هَذَا وَلَا يُفْلِحُ
السَّحَرُونَ ﴿٧٧﴾

قَالُوا أَجِئْتَنَا لْتَلْفِنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا وَتَكُونَ لَكُمُ الْكِبْرِيَاءُ فِي
الْأَرْضِ وَمَا نَحْنُ لَكُمْ بِمُؤْمِنِينَ ﴿٧٨﴾

وَقَالَ فِرْعَوْنُ أَتَتُونِي بِكُلِّ سِحْرِ عَلِيمٍ ﴿٧٩﴾

فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمُ مُوسَى الْقُوا مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ ﴿٨٠﴾

فَلَمَّا الْقَوْا قَالَ مُوسَى مَا جِئْتُمْ بِهِ السَّحْرُ إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ إِنَّ اللَّهَ
لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ﴿٨١﴾

وَيُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴿٨٢﴾

فَمَا آمَنَ لِمُوسَى إِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّن قَوْمِهِ عَلَى خَوْفٍ مِّن فِرْعَوْنَ
وَمَلَائِهِمْ أَن يَفْتِنَهُمْ وَإِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْأَرْضِ وَإِنَّهُ لَمِنَ
الْمُسْرِفِينَ ﴿٨٣﴾

وَقَالَ مُوسَى يَقُومُ إِن كُنْتُمْ ءَامِنُونَ بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِن كُنْتُمْ

مُسْلِمِينَ ﴿٨٤﴾

فَقَالُوا عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٨٥﴾

وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٨٦﴾

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى وَأَخِيهِ أَن تَبَوَّءَا لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوتًا وَاجْعَلُوا

بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٧﴾

وَقَالَكَ مُوسَىٰ رَبَّنَا إِنَّكَ ءَاتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَئَهُ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَن سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ

وَأَشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٨٨﴾

قَالَ قَدْ أُجِيبَت دَعْوَتُكُمْ فَاسْتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعَانِ سَبِيلَ الَّذِينَ

لَا يَعْلَمُونَ ﴿٨٩﴾

﴿ وَجَوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَءِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ، بَغْيًا
وَعَدُوا حَتَّى إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ ءَامَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي
ءَامَنْتُ بِهِ، بَنُوا إِسْرَءِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٩٠﴾

ءَاكُنْ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ﴿٩١﴾

فَالْيَوْمَ نُنَجِّكَ بِدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلَقَكَ ءَايَةً وَإِنْ كَثِيرًا مِّنَ
النَّاسِ عَنِ ءَايَتِنَا لَغَافِلُونَ ﴿٩٢﴾

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ مَبْوَءَ صِدْقٍ وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ فَمَا
أَخْتَلَفُوا حَتَّى جَاءَهُمُ الْعِلْمُ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا كَانُوا
فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٩٣﴾

فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ فَسْأَلِ الَّذِينَ يَقْرَأُونَ
الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ
الْمُتَرَدِّينَ ﴿٩٤﴾

وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَتَكُونُوا
الْخَاسِرِينَ ﴿٩٥﴾

إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٩٦﴾

وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتَّى يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٩٧﴾

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ ءَامَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَنُهَا إِلَّا قَوْمٌ يُونُسَ لَمَّا ءَامَنُوا
كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ﴿٩٨﴾

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَنَّ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلَّهُمْ جَمِيعًا أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ
النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٩٩﴾

وَمَا كَانَتْ لِنَفْسٍ أَنْ تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى
الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٠٠﴾

قُلْ أَنْظِرُوا مَاذَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ
قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٠١﴾

فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ قُلْ
فَأَنْظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ﴿١٠٢﴾

ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ ءَامَنُوا كَذَلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنَجِ
الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾

قُلْ يَتَأَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِّن دِينِي فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن
دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِن أَعْبُدُ اللَّهَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم وَأُمِرْتُ أَنَّ أَكُونَ مِنَ
الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٤﴾

وَأَن أَقِمَّ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ
الْمُشْرِكِينَ ﴿١٠٥﴾

وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا مِّنَ
الظَّالِمِينَ ﴿١٠٦﴾

وَإِن يَمَسُّسُكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِن يُرِدْكَ
بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ مِّنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُورُ
الرَّحِيمُ ﴿١٠٧﴾

قُلْ يَتَأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَن أَهْتَدَى
فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ
بِوَكِيلٍ ﴿١٠٨﴾

وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَأَصْبِرْ حَتَّىٰ يَخُصِمَ اللَّهُ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿١٠٩﴾

اور ان کو نوح کی خبر سناؤ، جب اس نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اے میری قوم، اگر تم پر میرا ٹھکانہ اور میرا اللہ کی نشانیاں کا ذکر کرنا مشکل ہو گیا تو میں نے اللہ پر بھروسہ کیا۔ تو اپنی تدبیر پر پختہ ہو اور اپنے ساتھیوں کو پکارو۔ پھر آپ کے منصوبے کو آپ پر مبہم نہ ہونے دیں۔ پھر اسے مجھ پر لادنا اور مجھے مہلت نہ دینا۔

اور اگر تم روگردانی کرو گے تو میں نے تم سے کوئی اجر نہیں مانگا۔ میرا اجر صرف اللہ کے ذمے ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے رہوں۔

اور انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے ان کو بچا لیا اور ان کو جانشین بنایا اور ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ پھر دیکھو ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جنہیں ڈرایا گیا تھا۔

پھر ہم نے اس کے بعد ان کی قوموں میں رسول بھیجے اور وہ ان کے پاس کھلی دلیلیں لے کر آئے۔ لیکن وہ اس بات کو ماننے والے نہیں تھے جس کا وہ پہلے انکار کر چکے تھے۔ اس طرح ہم ظالموں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔

پھر ہم نے ان کے بعد موسیٰ اور ہارون کو اپنی نشانیاں کے ساتھ فرعون اور اس کی حکومت کے پاس بھیجا تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔

پس جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا تو کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔

موسیٰ نے کہا کیا تم حق کے بارے میں کہتے ہو جب وہ تمہارے پاس آچکا ہے کیا یہ جادو ہے لیکن جادوگر کامیاب نہیں ہوں گے۔

انہوں نے کہا کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اس سے ہمیں پھیر دے اور تم دونوں کو زمین میں بڑائی حاصل ہو اور ہم تم کو ماننے والے نہیں ہیں۔

اور فرعون نے کہا کہ میرے پاس ہر عالم جادوگر کو لاؤ۔

پس جب جادوگر آئے تو موسیٰ نے ان سے کہا کہ جو پھینکو گے اسے ڈال دو۔

اور جب انہوں نے پھینکا تو موسیٰ نے کہا کہ جو کچھ تم لائے ہو وہ جادو ہے، بے شک اللہ اس کی فضولیت کو ظاہر کر دے گا، بے شک اللہ فساد کرنے والوں کے کام کو نہیں بدلتا۔

"اور اللہ حق کو اپنے کلمات سے ثابت کرے گا، خواہ مجرموں کو یہ ناگوار کیوں نہ ہو۔

لیکن موسیٰ کی قوم کے کچھ نوجوانوں کے علاوہ کسی نے بھی فرعون اور اس کی حکومت کے خوف سے موسیٰ کا یقین نہیں کیا کہ وہ انہیں ستائیں گے۔ اور بیشک فرعون زمین میں متکبر تھا اور بیشک وہ فاسقوں میں سے تھا

اور موسیٰ نے کہا اے میری قوم اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم مسلمان ہو۔

تو انہوں نے کہا کہ ہم اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں، اے ہمارے رب ہمیں ظالم لوگوں کے لیے آزمائش میں نہ ڈال

"اور اپنی رحمت سے ہمیں کافر قوم سے بچا۔"

اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کو گھروں میں آباد کرو اور اپنے گھروں کو قبلہ کی طرف کرو اور نماز قائم کرو اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو۔

اور موسیٰ نے کہا اے ہمارے رب بیشک تو نے فرعون اور اس کی حکومت کو دنیاوی زندگی میں رونقیں اور دولتیں عطا کی ہیں، اے ہمارے رب، تاکہ وہ تیرے راستے سے گمراہ کریں، اے ہمارے رب، ان کے مال کو مٹا دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے تاکہ وہ ایمان نہ لائیں جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہاری دعا قبول ہو گئی۔ لہذا سیدھے راستے پر رہو اور ان لوگوں کے راستے "پر نہ چلو جو نہیں جانتے۔"

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر پار کر دیا اور فرعون اور اس کے لشکر ظلم اور دشمنی میں ان کا تعاقب کرتے رہے یہاں تک کہ جب اسے غرق کر دیا تو اس نے کہا کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

اب؟ اور تم نے پہلے اس کی نافرمانی کی تھی اور فساد کرنے والوں میں سے تھے؟

پس آج ہم آپ کو بدن میں بچا لیں گے تاکہ آپ اپنے بعد آنے والوں کے لیے نشانی بن جائیں۔ اور بیشک لوگوں میں سے بہت سے لوگ ہماری نشانیاں سے غافل ہیں۔

اور ہم نے یقینی طور پر بنی اسرائیل کو ایک اچھی بستی میں بسایا تھا اور انہیں اچھی چیزیں مہیا کی تھیں۔ اور انہوں نے اختلاف نہیں کیا یہاں تک کہ ان کے پاس علم آ گیا۔ بے شک تیرا رب ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے

پس اگر تمہیں اس چیز میں شک ہے جو ہم نے تم پر نازل کی ہے تو ان لوگوں سے پوچھ لو جو تم سے پہلے کتاب پڑھتے رہے ہیں۔ یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آچکا ہے، لہذا برگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔

اور برگز ان لوگوں میں سے نہ ہونا جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ۔

بیشک جن پر تیرے رب کی بات نافذ ہو گئی وہ ایمان نہیں لائیں گے

خواہ ان کے پاس ہر نشانی آجائے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔

پھر کیا کوئی ایسا شہر نہیں رہا جو ایمان لایا ہو کہ اس کے ایمان نے اسے فائدہ پہنچایا ہو سوائے یونس کی قوم کے؟ جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے ان سے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب ہٹا دیا اور انہیں ایک وقت تک فائدہ دیا۔

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو جو لوگ زمین پر ہیں سب کے سب ایمان لے آتے۔ پھر کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے کہ وہ ایمان لے آئیں؟

اور اللہ کے حکم کے بغیر کسی نفس کے لیے ایمان لانا نہیں ہے، اور وہ ان لوگوں پر گندگی ڈال دے گا جو عقل سے کام نہیں لیں گے۔

کہو کہ دیکھو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ لیکن جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے لیے نشانیاں اور ڈرانے والے کچھ کام نہیں آئیں گے۔

تو کیا وہ انتظار کرتے ہیں سوائے ان دنوں کے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں؟ کہو پھر انتظار کرو، میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔

پھر ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کو بچا لیں گے۔ پس یہ ہم پر فرض ہے کہ ہم مومنوں کو بچائیں۔

کہہ دو کہ اے لوگو اگر تمہیں میرے دین میں شک ہے تو میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو بلکہ میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری موت کا سبب بنتا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مومنوں میں سے رہوں

اور (حکم دیا) کہ اپنا رخ دین کی طرف رکھو، حق کی طرف مائل ہو، اور اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہونا۔

اور اللہ کے سوا ایسی چیزوں کو نہ پکارو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان، اگر تم نے ایسا کیا تو "یقیناً تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔"

اور اگر اللہ تمہیں کوئی مصیبت پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں۔ اور اگر وہ تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے۔ اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

کہہ دو کہ اے لوگو، تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آچکا ہے، پس جو شخص ہدایت پاتا ہے وہ اس کے لیے ہی ہدایت پاتا ہے، اور جو گمراہ ہوتا ہے وہ اس کے خلاف ہی گمراہ ہوتا ہے، اور میں تم پر منتظم نہیں ہوں۔

اور اس کی پیروی کرو جو تمہاری طرف وحی کی جاتی ہے اور صبر کرو یہاں تک کہ اللہ فیصلہ "کر دے۔ اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔"

میں سے آیات 71-109 پر بحث 109

اس کی اطاعت کی اہمیت پر بحث کرنے کے بعد، اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ پچھلی امتوں کے بارے میں گفتگو کرتا ہے اور اس طرح اس کی اطاعت اور نافرمانی کے نتائج پر روشنی ڈالتا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 71

...اور ان کو نوح کی خبر سناؤ جب اس نے اپنی قوم سے کہا

سب سے پہلے، یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سابقہ آسمانی صحیفوں سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس حقیقت کو اہل کتاب اور مکہ کے غیر مسلموں نے بھی تسلیم کیا ہے۔ اس لیے ان کو ان مقدس صحیفوں میں موجود بدلی ہوئی یا اصل تعلیمات تک رسائی حاصل نہیں ہوتی۔ یہ حقیقت قرآن کریم کی الہی ماخذ کو مزید تقویت دیتی ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 48:

اور تم نے اس سے پہلے کوئی صحیفہ نہیں پڑھا اور نہ ہی کسی کو اپنے داہنے ہاتھ سے لکھا، پھر”
“(یعنی دوسری صورت میں (جھٹلانے والے شک میں پڑ جاتے۔

باب 10 یونس، آیت 71

اور ان کو نوح کی خبر سناؤ، جب اس نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم، اگر تم پر میرا ٹھکانہ" اور میرا اللہ کی نشانیوں کو یاد دلانا بوجہل ہو گیا ہے۔"

عام طور پر، جب کوئی شخص اپنے ہم عصروں سے مختلف راستے کا انتخاب کرتا ہے، تو یہ دوسروں میں اپنے انتخاب کے بارے میں ناواقفیت کے جذبات کو جنم دے سکتا ہے، خاص طور پر اگر یہ انتخاب اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ذاتی عزائم کو ترجیح دیتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر، یہ ان لوگوں پر تنقید کا باعث بن سکتا ہے جو اپنے ایمان کو مضبوطی سے برقرار رکھتے ہیں، اکثر خاندان کے افراد کی طرف سے۔

مزید برآں، سماجی عوامل جیسے کہ سوشل میڈیا، فیشن کے رجحانات، اور ثقافتی اصول اسلامی اقدار کے پابند افراد پر اکثر دباؤ ڈالتے ہیں۔ اسلام کی وکالت کو اکثر دولت اور سماجی حیثیت کے حصول میں رکاوٹ سمجھا جاتا ہے۔ جن شعبوں کو اسلام کی طرف سے تنقید کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ اسلامی اصولوں کے انضمام کی سرگرمی سے مزاحمت کرتے ہیں اور مسلمانوں کو اپنے عقائد پر قائم رہنے سے روکتے ہیں۔ اس سے سوشل میڈیا سمیت مختلف پلیٹ فارمز پر بڑے پیمانے پر پھیلے اسلام مخالف جذبات میں نمایاں اضافہ ہوتا ہے۔

مزید برآں، وہ افراد جو اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جو ذاتی خواہشات میں اعتدال اور ان سے عطا کردہ نعمتوں کے صحیح استعمال کی وکالت کرتے ہیں، انہیں اکثر ان لوگوں کی طرف سے منفی ردعمل کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو حد سے زیادہ کام کرتے ہیں۔ بغیر کسی روک ٹوک کے اپنے جذبات پر عمل کرتے ہیں، جیسا کہ اسلام انہیں حیوانیت پسند ظاہر کرتا ہے۔ یہ افراد اکثر دوسروں کو اسلام قبول کرنے سے روکتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے عقیدے پر عمل کرنے سے روکتے ہیں، انہیں ایک ایسے طرز زندگی میں آمادہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس میں بے لگام خواہش ہوتی ہے۔ وہ اکثر اسلام کے خاص پہلوؤں پر توجہ مرکوز کرتے ہیں، جیسے خواتین کے لیے لباس کوڈ، اس کی کشش کو کم کرنے کے لیے۔ اس کے باوجود، سمجھدار افراد ان تنقیدوں کی سطحی حیثیت کو آسانی سے پہچان سکتے ہیں، جو اسلام کے خود پر قابو پانے پر زور دینے کے لیے نفرت سے پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، اگرچہ وہ خواتین کے لیے اسلامی لباس کے ضابطے پر تنقید کر سکتے ہیں، لیکن وہ دیگر ضروری پیشوں، جیسے قانون نافذ کرنے والے، فوج، صحت کی دیکھ

بہال، تعلیم، اور کاروبار کو ایک ہی سخت امتحان سے مشروط نہیں کرتے ہیں۔ اسلامی لباس کوڈ کی یہ منتخب تنقید، دوسرے لباس کے ضابطوں کے بارے میں ان کی خاموشی کے ساتھ جوڑ کر، ان کے دلائل کی نزاکت اور بے بنیاد پن کو نمایاں کرتی ہے۔ بالآخر، یہ اسلام کے اصول اور اس کے پیروکاروں کا نظم و ضبط ہے جو اسلام پر ان مختلف حملوں کو بھڑکاتے ہیں اور انہیں ہر ممکن طریقے سے اس پر تنقید کرنے پر اکساتے ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 71

اور ان کو نوح کی خبر سناؤ، جب اس نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم، اگر تم پر میرا ٹھکانہ" اور میرا اللہ کی نشانیاں کو یاد دلانا بوجھل ہو گیا ہے۔"

ہر حال میں، ایک فرد کو غیر متزلزل طور پر اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کا عہد کرنا چاہیے، یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ یہ لگن انہیں سکون بخشے گی اور انہیں دوسروں کے منفی اثرات سے محفوظ رکھے گی۔ باب 10 یونس، آیت 71

پھر میں نے اللہ پر بھروسہ کیا ہے، لہذا اپنی تدبیر پر پختہ ہو جاؤ اور اپنے شریکوں کو پکارو، پھر ”تمہاری تدبیر تم پر مبہم نہ ہو، پھر اسے مجھ پر عمل میں لاؤ اور مجھے مہلت نہ دو۔“

اور باب 65 میں طلاق، آیت 2

”اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔“

یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ یہ الہی مدد ہمیشہ انفرادی خواہشات کے مطابق نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی بے پناہ حکمت اور علم کے ساتھ مستقل طور پر مطابقت رکھتا ہے۔ نتیجتاً، یہ الہی امداد لوگوں کے لیے موزوں ترین موقعوں پر ظاہر ہوتی ہے اور ایسے آداب کے ساتھ جو ان کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہوتے ہیں، خواہ وہ اسے شروع میں نہ پہچانیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

اس کے برعکس، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، دوسروں کو راضی کرنے اور دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے کا انتخاب بالآخر باطنی سکون کے ضیاع پر منتج ہوگا، کیونکہ اس طرح کا انتخاب ان نعمتوں کو ضائع کرنے کا باعث بنے گا جو اس نے انہیں عطا کی ہیں۔ اس کے نتیجے میں، افراد ذہنی اور جسمانی، دونوں طرح کی پریشانیوں کا سامنا کریں گے، وہ اپنے رشتوں اور ذمہ داریوں کو غلط ترجیح دیں گے اس طرح وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے نا اہل ہو جائیں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں لامحالہ تناؤ، رکاوٹوں اور مشکلات کا باعث بنے گا، خواہ وہ کسی بھی مادی دولت کے مالک ہوں۔

:باب 10 یونس، آیت 71

پھر میں نے اللہ پر بھروسہ کیا ہے، لہذا اپنی تدبیر پر پختہ ہو جاؤ اور اپنے شریکوں کو پکارو، پھر ”تمہاری تدبیر تم پر مبہم نہ ہو، پھر اسے مجھ پر عمل میں لاؤ اور مجھے مہلت نہ دو۔“

ایک لچکدار ذہنیت کو پروان چڑھانے کے لیے، ایک مضبوط ایمان پیدا کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے عزم کو برقرار رکھنے کے لیے مضبوط ایمان ضروری ہے، ہر حال میں، خواہ خوشحالی کے وقت ہوں یا مشکل حالات میں۔ یہ پختہ ایمان قرآن مجید میں موجود واضح نشانیوں اور تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے فہم اور عمل سے پروان چڑھتا ہے۔ یہ تعلیمات اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت سے دنیا اور آخرت میں سکون ملتا ہے۔ اس کے برعکس، اسلامی اصولوں سے ناواقف افراد کا ایمان کمزور ہوتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اطاعت سے انحراف کا شکار ہو جاتے ہیں، خاص طور پر جب ان کے ذاتی رجحانات الہی رہنمائی سے متصادم ہوں۔ اس طرح کی جہالت ان کے اس ادراک کو دھندلا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کی خواہشات کو ترک کرنا ہی دونوں جہانوں میں حقیقی امن کے حصول کا راستہ ہے۔ لہذا، افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کو حاصل کر کے اور اسے اپنی زندگیوں میں نافذ کر کے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہیں۔ اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق ان کو حاصل ہونے والی برکات کو بروئے کار لانا شامل ہے، جو بالآخر ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دیتا ہے اور ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مناسب ترجیح دیتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے تمام انبیاء علیہم السلام کی طرح یہ واضح کر دیا کہ انہوں نے اپنے معاشرے کو جو صحیح رہنمائی فراہم کی ہے اس کے لیے انہوں نے کبھی ادائیگی نہیں مانگی اس لیے اس کو رد کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں تھی۔ باب 10 یونس، آیت 72

”اور اگر تم روگردانی کرو گے تو میں نے تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگا۔“

:اور باب 52 تور، آیت 40

”یا تم ان سے کوئی معاوضہ مانگو کہ وہ قرض کے بوجھ تلے دب گئے؟“

درحقیقت، اس کی قوم صحیح ہدایت سے منہ موڑ گئی کیونکہ یہ ان کی دنیاوی خواہشات کے خلاف تھی، کیونکہ خدائی رہنمائی میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو اسے عطا کی گئی ہیں۔

عام طور پر، اچھے کام کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص اختیار کرنا چاہیے تاکہ دونوں جہانوں میں اس کی طرف سے اجر حاصل ہو۔ جو لوگ کسی اور وجہ سے عمل کرتے ہیں، جیسے کہ لوگوں کو خوش کرنا، ان کو دونوں جہانوں میں کوئی اجر نہیں ملے گا۔ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ نیک نیت کی ایک مثبت علامت یہ ہے کہ انسان لوگوں سے شکرگزاری یا معاوضے کی امید نہ رکھے۔ باب 10 یونس، آیت 72

اور اگر تم (میری نصیحت سے) منہ موڑو گے تو میں نے تم سے کوئی اجر نہیں مانگا، میرا اجر تو ”اللہ کے ذمے ہے۔“

اس سے قطع نظر کہ دوسرے لوگ اسلامی تعلیمات کو قبول کرتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں یا ان کو نظر انداز کرنے کا انتخاب کرتے ہیں، انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا چاہیے اور ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو اسے عطا کی گئی ہیں۔ یہ اس بات کی ضمانت دے گا کہ وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں اور افراد کو مناسب طور پر پوزیشن میں رکھیں گے، جبکہ قیامت کے دن اپنے جوابدہی کے لیے کافی حد تک تیار ہوں گے۔ چنانچہ اس سے دونوں جہانوں میں سکون پیدا ہوگا۔ باب 10 یونس، آیت 72

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے رہوں۔“

لہذا معاشرے میں اکثریتی رائے کی غیر تنقیدی پیروی سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ معاشرے میں رائج رویے اکثر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا باعث بنتے ہیں۔ جب کوئی یہ دیکھتا ہے کہ معاشرے کی اکثریت اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کر رہی ہے، تو وہ اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ اکثریت کے اعمال فطری طور پر درست ہیں، جس کی وجہ سے وہ بغیر غور و فکر کے اس کی پیروی کرتے ہیں۔ حقیقت میں، اکثریت کا اتفاق ہمیشہ درست نہیں ہوتا ہے۔ تاریخی شواہد نے مستقل طور پر یہ ثابت کیا ہے کہ نئی معلومات اور تفہیم کی آمد کے ساتھ اکثریت کی رائے یا عقیدہ کو غلط ثابت کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ ایک بار وسیع پیمانے پر پھیلی ہوئی غلط فہمی کہ زمین چپٹی تھی۔ یہ بہت ضروری ہے کہ بھیڑ بکریوں کی طرح برتاؤ کرنے سے گریز کیا جائے اور اکثریت کے نظریے کے مطابق ہو کیونکہ یہ اکثر دنیاوی اور مذہبی معاملات میں گمراہ کن فیصلوں پر منتج ہوتا ہے۔ باب 6 الانعام، آیت 116:

اور اگر تم زمین والوں میں سے اکثر لوگوں کی بات مانو گے تو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں" "گے، وہ صرف گمان کی پیروی نہیں کرتے اور وہ صرف گمان نہیں کرتے۔

بلکہ، افراد کو علم اور شواہد کی بنیاد پر ہر صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے انہیں عطا کردہ استدلال اور عقل کو بروئے کار لانا چاہیے، اس طرح انہیں باخبر فیصلے کرنے کے قابل بنانا چاہیے، یہاں تک کہ جب ایسے فیصلے اکثریت کے غالب خیالات سے مختلف ہوں۔ درحقیقت، اسلام اسی وجہ سے اسلام کے اندر بھی دوسروں کی غیر تنقیدی تقلید کی سخت مذمت کرتا ہے اور اس طرح مسلمانوں کو یوسف علم حاصل کرنے اور اسلامی تعلیمات کو فہم کے ساتھ لاگو کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ باب 12: آیت 108،

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو" "...میری پیروی کرتے ہیں

جب تک انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہے گا، ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اسے عطا کی گئی ہیں، وہ لوگوں کے منفی اثرات سے محفوظ رہے گا اور دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی توازن حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے ڈھالنے سے محفوظ رہے گا۔ باب 10 یونس، آیت 73

اور انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے اسے اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے بچا لیا" اور ان کو جانشین بنا دیا۔

اور باب 65 میں طلاق، آیت 2

”اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔“

یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ یہ الہی امداد ہمیشہ ذاتی خواہشات سے مطابقت نہیں رکھتی۔ اس کے بجائے، یہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے لامحدود علم سے ہم آہنگ رہتا ہے۔ نتیجتاً، یہ الہی امداد افراد کے لیے انتہائی سازگار لمحات میں اور ان طریقوں سے ابھرتی ہے جو ان کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہوتے ہیں، چاہے وہ اسے شروع میں محسوس نہ کر سکیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

لیکن اگر کوئی اپنی دنیاوی خواہشات کے پیچھے لگا رہنے کا انتخاب کرتا ہے تو وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجتاً، ان کے وجود کا ہر پہلو، بشمول ان کے خاندان دوست، کیریئر، اور دولت، تناؤ کا ذریعہ بن جائے گا۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نظر انداز کرتے رہیں گے تو امکان ہے کہ وہ اپنی زندگی کے مختلف عناصر، جیسے کہ ان کے رشتہ داروں پر اپنی تکلیف کا الزام لگا دیں گے۔ ان مثبت اثرات کے ساتھ تعلقات منقطع کرنے سے، وہ اپنی ذہنی صحت کے مسائل کو بڑھا سکتے ہیں، جو ممکنہ طور پر ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ نتیجہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کوئی ان افراد کا جائزہ لیتا ہے جو اپنی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ مالدار اور مشہور، مادی آسائشوں سے لطف اندوز ہونے کے باوجود۔ اور جیسا کہ یہ طرز عمل انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کی تیاری سے روکتا ہے، آخرت میں ان کی سزا اس سے بھی بدتر ہوگی۔ باب 10 یونس، آیت 73:

اور ہم نے ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، پھر دیکھو ان لوگوں کا انجام ”کیسا ہوا جنہیں ڈرایا گیا تھا۔“

مجموعی طور پر، یہ آیت لوگوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے کہ وہ خود غرض نقطہ نظر سے گریز کریں، جہاں وہ اپنی زندگیوں اور مشکلات پر خصوصی توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ جو لوگ اس طرح کے نقطہ نظر کو اپناتے ہیں وہ تاریخی واقعات اور اپنے ذاتی تجربات کے ساتھ ساتھ اپنے آس پاس کے لوگوں کے حالات سے سیکھنے کا موقع ضائع کرتے ہیں۔ ان عناصر سے علم حاصل کرنا اپنے طرز عمل کو بہتر بنانے اور ماضی کی غلطیوں کی تکرار کو روکنے کے لیے سب سے مؤثر طریقوں میں سے ہے، بالآخر اندرونی سکون کو فروغ دیتا ہے۔ مثال کے طور پر، دولت مند اور نامور افراد کا مشاہدہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں، صرف تناؤ، ذہنی صحت کے چیلنجوں، لت، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات سے دبے ہونے کے لیے — خوشی اور عیش کے عارضی لمحات کے باوجود — ایک اہم سبق فراہم کرتا ہے۔ یہ تماشائیوں کو ان نعمتوں کا غلط استعمال

کرنے سے باز رہنے کی ہدایت کرتا ہے جو انہیں دی گئی ہیں، اس خیال کو تقویت دیتے ہوئے کہ حقیقی سکون مادی دولت یا ہر دنیوی خواہش کی تکمیل سے پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح، کسی کو خراب صحت کی گواہی دینا اس کی اپنی تندرستی کے لیے تعریف کی ترغیب دینی چاہیے اور اسے دور کرنے سے پہلے اس کے صحیح استعمال کو فروغ دینا چاہیے۔ لہذا، اسلام مسلمانوں کو اپنے ذاتی معاملات میں اس قدر مشغول ہونے کے بجائے ہوشیار اور باخبر رہنے کی تلقین کرتا ہے کہ وہ اپنے اردگرد کی وسیع دنیا کو نظر انداز کر دیں۔

تمام نسلوں کے دوران اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا ہے اور علم اور واضح شواہد سے جڑی الہامی وحی بنی نوع انسان کو ایک ایسے ضابطہ اخلاق کی طرف رہنمائی کے لیے بھیجی ہے جو اس بات کو یقینی بنائے گی کہ وہ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھ کر دونوں جہانوں میں سکون حاصل کریں۔ یہ نتیجہ الہی رہنمائی کے بغیر حاصل کرنا ممکن نہیں کیونکہ لوگ خواہ ان کے علم اور تجربے سے قطع نظر کامل ضابطہ حیات پیدا نہیں کر سکتے جو ان کے علم، تجربے، دور اندیشی اور فطری تعصبات کی حدوں کی وجہ سے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث ہو۔ باب 10 یونس، آیت 74

پھر ہم نے اس کے بعد ان کی قوموں کی طرف رسول بھیجے اور وہ ان کے پاس کھلی دلیلیں لے کر "آئے۔"

لیکن جیسا کہ الہی ہدایت ہمیشہ لوگوں کی دنیاوی خواہشات سے متصادم رہی ہے، جیسا کہ وہ انہیں عطا کی گئی نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا سکھاتی ہے، اس لیے ہر نسل کے لوگوں نے ان سے انکار کیا، نظر انداز کیا ہے، چاہے وہ زبانی طور پر ان پر ایمان کا دعویٰ ہی کیوں نہ کریں۔ باب 10 یونس، آیت 74:

“...لیکن وہ اس بات پر ایمان نہیں لائیں گے جس کا وہ پہلے انکار کر چکے ہیں”

نتیجتاً یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت میں پائیں گے، وہ اپنی اڑے رہتے ہیں۔ زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے، اور وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے صحیح طریقے سے تیاری نہیں کر پائیں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، چاہے وہ کچھ دنیوی لذتوں کا تجربہ کریں۔ باب 10 یونس، آیت 74

”اس طرح ہم ظالموں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔“

یہ آیت ان کی حقانیت کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتی ہے کیونکہ مخلوق میں کوئی بھی چیز اس کی مرضی اور اجازت کے بغیر واقع نہیں ہوتی لیکن یہ واضح ہے کہ یہ نتیجہ ان کے اعمال کا براہ راست نتیجہ ہے۔

باب 10 یونس، آیت 74:

”...لیکن وہ اس بات پر ایمان نہیں لائیں گے جس کا وہ پہلے انکار کر چکے ہیں“

اس آیت میں ان لوگوں کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے جو اپنے باپ دادا کی اندھی پیروی کرتے ہیں۔ دوسروں کی اندھی تقلید ہمیشہ سے گمراہی کا ایک اہم ذریعہ رہی ہے۔ افراد کو بھیڑ بکریوں کی طرح

برتاؤ کرنے سے گریز کرنا چاہیے اور اس کے بجائے معلومات اور شواہد کا جائزہ لینے کے لیے ان کے پاس موجود عقل اور ذہانت کو استعمال کرنا چاہیے، جس سے وہ زندگی کے مختلف حالات میں بہترین طرز عمل کا انتخاب کر سکیں۔ یہ اصول دنیوی اور دینی دونوں معاملات سے متعلق ہے۔ بہت سے مذاہب کے برعکس، اسلام اندھی تقلید کی مذمت کرتا ہے اور انسانیت کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ: باب 12 یوسف، آیت 108 اپنی عقل سے کام لے تاکہ آزادانہ طور پر اسلام کی توثیق کا پتہ چل سکے۔

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں

:اور باب 34 سبا، آیت 46

کہہ دو کہ میں تمہیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لیے جوڑے اور الگ الگ " کھڑے ہو جاؤ اور پھر سوچو، تمہارے ساتھی میں کوئی دیوانگی نہیں ہے، وہ تو تمہیں سخت عذاب سے پہلے ڈرانے والا ہے۔

لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ علم کی پیروی کرے اور اس پر عمل کرے تاکہ وہ اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں سچائی کو پہچان سکے، بجائے اس کے کہ وہ بغیر کسی سوال کے دوسروں کی پیروی کرے۔ یہ ذہنیت بچوں کے لیے موزوں ہو سکتی ہے، لیکن یہ بڑوں کے لیے نہیں ہے۔ اسلامی علم کو حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے میں کوتاہی کرنے سے انسان شیطان کے شکنجے میں پھنس جاتا ہے اور ایسا طرز زندگی اختیار کرتا ہے جو اسے ملی نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے۔ اس کے نتیجے میں آخرکار اس دنیا اور آخرت دونوں میں مشکلات پیدا ہوں گی، یہاں تک کہ اگر کوئی مسلمان بنیادی فرائض ادا کرتا ہے، جس میں عام طور پر ہر روز ایک گھنٹہ سے بھی کم وقت درکار ہوتا ہے۔ باب: البقرہ، آیات 168-169 2

اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، وہ تمہیں صرف برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ کے بارے میں ایسی بات کہو جو تم نہیں جانتے۔“

اگر کوئی نیکی کر رہا ہے تو بھی اندھا ہو کر دوسروں کی پیروی کرنا اسلام میں جائز نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام لوگوں کو سچائی سے آگاہ ہونے اور اس پر اس یقین کے ساتھ عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے کہ یہ حقیقت میں سچ ہے، بجائے اس کے کہ کسی دوسرے کی رہنمائی کی جائے۔ اگرچہ اچھے کاموں میں دوسروں کی اندھی تقلید دنیا اور آخرت دونوں میں ذہنی سکون فراہم کر سکتی ہے، لیکن ایسے افراد مشکل وقت میں بے صبرے اور ناشکرے ہونے کا امکان رکھتے ہیں۔ یہ ان کے ایمان میں یقین کی کمی کی وجہ سے ہے، جو اسلامی علم کے ذریعے پیدا ہوتا ہے، جو انہیں ہر وقت صبر اور شکر گزار رہنے کے قابل بناتا ہے۔ یہ افراد اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور نافرمانی کے درمیان اتار چڑھاؤ آتے ہیں، اپنے مقصد کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں یا مادی دنیا سے بالاتر کسی اعلیٰ مقصد کی خواہش رکھتے ہیں۔ جو شخص اندھی تقلید کرتا ہے، خواہ وہ آخرت میں نجات حاصل کر لے، اور جو اسلامی علم حاصل کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے، یقین کے ساتھ زندگی گزارتا ہے، ان میں فرق نمایاں ہے۔

اندھی تقلید کرنے والے کے لیے کسی اچھے مشورے پر دھیان دینے کا امکان نہیں ہے جو ان لوگوں کے عقائد سے متصادم ہو جو وہ بغیر کسی سوال کے پیروی کرتے ہیں۔ ایسے معاملات میں ان سے بات چیت کرنا مویشیوں سے بات کرنے کے مترادف ہے۔ باب 10 یونس، آیت 74

“اس طرح ہم ظالموں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔“

قرآن مجید کے ایک بڑے سامعین کی حیثیت سے اہل کتاب، ان کے آباء و اجداد، بنی اسرائیل کے بارے میں تفصیل سے گفتگو کی گئی۔ باب 10 یونس، آیت 75

پھر ہم نے ان کے بعد موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کی حکومت کے پاس اپنی نشانیوں کے "ساتھ بھیجا

درحقیقت، ہر وہ شخص جو خدائی ضابطہ اخلاق کے فریم ورک کو رد کرتا ہے یا نظر انداز کرتا ہے متبادل انسانی بنائے ہوئے ضابطہ اخلاق کے حق میں ایسا خالصتاً اپنی دنیاوی خواہشات کی تکمیل کے لیے کرتا ہے، کیونکہ باقی تمام نظام بنیادی طور پر انسانی خواہشات میں جڑے ہوتے ہیں نہ کہ علم اور واضح ثبوت جیسی کوئی بھی چیز۔ امیر اور طاقتور اکثر اس ذہنیت سے زیادہ لگاؤ ظاہر کرتے ہیں، کیونکہ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ الہی رہنمائی کے اصولوں کو اپنانے کے لیے ایک مخصوص اخلاقی ضابطے کی پیروی کی ضرورت ہوتی ہے، جو ان کی دنیاوی لذتوں کے حصول کو محدود کر دیتا ہے۔ نتیجے کے طور پر، وہ دوسروں کے درمیان اس نقطہ نظر کی وکالت کرتے ہیں، ان کی طاقت اور اثر و رسوخ کے نقصان کے خوف سے۔ تاریخی طور پر، یہ اس بات پر روشنی ڈالتا ہے کہ وہ سب سے پہلے کیوں انبیاء علیہم السلام کو چیلنج اور مزاحمت کرتے رہے ہیں۔ ان کے رویے کا اسلام کی سچائی یا باطل سے کوئی تعلق نہیں ہے جیسا کہ واضح ثبوتوں سے ثابت ہے۔ یہ صرف ذاتی خواہشات کی تسکین پر مرکوز ہے۔ باب 10 یونس، آیت 75

پھر ہم نے ان کے بعد موسیٰ اور ہارون کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کی حکومت کے "پاس بھیجا، لیکن انہوں نے تکبر کیا اور مجرم لوگ تھے۔

اسلام اپنی دنیاوی خواہشات پر عبور حاصل کرنے کے خیال کو فروغ دیتا ہے، جو ان خواہشات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس پر تنقید کرتے ہیں، جیسا کہ یہ انہیں حیوانی روشنی میں پیش کرتا ہے۔ مزید برآں، وہ کاروبار اور صنعتیں جو لوگوں کو اپنی خواہشات میں مبتلا کرنے سے فائدہ اٹھاتے ہیں، وہ بھی اسلام کے خلاف کام کریں گے، جو لوگوں کو اس کی تعلیمات پر عمل کرنے سے روکنا چاہتے ہیں۔ باب 10 یونس، آیات 76-77

پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا تو انہوں نے کہا کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے موسیٰ نے کہا کیا تم حق کے بارے میں کہتے ہو جب وہ تمہارے پاس آچکا ہے؟ کیا یہ جادو ہے؟ لیکن جادوگر "کامیاب نہیں ہوں گے۔"

اس تنقید کی روشنی میں، مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں پختہ رہنا چاہیے، کیونکہ وہ انہیں سکون عطا کرے گا اور دوسروں کے منفی اثرات سے ان کی حفاظت کرے گا، چاہے یہ ان پر فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔ دوسری طرف جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بے توقیری کرتے ہوئے معاشرے کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اس کے عذاب سے محفوظ نہیں رہیں گے اور نہ ہی وہ حقیقی طور پر، معاشرے کی رضامندی حاصل کر سکیں گے کیونکہ لوگوں اور دنیاوی معاملات بشمول سوشل میڈیا فیشن اور ثقافت فطری طور پر غیر مستحکم ہیں۔ جب تک کوئی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کے پابند رہے گا، اسلامی تعلیمات میں بتائی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لیں گے، اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو صحیح طور پر ترجیح دیں گے، اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے پوری طرح تیار ہوں گے۔ یہ طرز عمل بالآخر اس زندگی اور آخرت دونوں میں ذہنی سکون کو فروغ دیتا ہے۔

اس کے برعکس جو لوگ سماجی رضامندی اور اپنی دنیاوی خواہشات کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں وہ لازماً ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے۔ نتیجتاً، وہ ذہنی اور جسمانی انتشار کا سامنا کریں گے، اپنی ترجیحات اور تعلقات کو مؤثر طریقے سے سنبھالنے کے لیے جدوجہد کریں گے، اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام ہوں گے۔ اس کے نتیجے میں اس زندگی اور بعد کی زندگی دونوں میں تناؤ اور چیلنجز پیدا ہوں گے، چاہے ان کے پاس جو بھی مادی آسائشیں ہوں۔ درحقیقت وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہتے ہیں اور ظاہری طور پر اس پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں، ان کے ایمان کے بغیر اس دنیا سے جانے کا بڑا خطرہ ہے۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے سے مشابہت رکھتا ہے جسے پھلنے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ایک پودا جو ضروری رزق حاصل نہیں کرتا، سورج کی روشنی کی طرح فنا ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر اطاعت

کے ساتھ اس کی پرورش نہ کی جائے تو اس کا ایمان بھی کم ہو کر مر سکتا ہے۔ یہ سب سے اہم نقصان کی نمائندگی کرتا ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، پوری تاریخ میں گمراہی کا ایک اہم ذریعہ اندھی وفاداری کے سبب آباؤ اجداد کی تقلید رہا ہے اور اس لیے کہ ان ضابطوں نے انہیں اپنی دنیاوی خواہشات کی تکمیل کی اجازت دی ہے۔ باب 10 یونس، آیت 78

انہوں نے کہا کیا آپ ہمارے پاس اس لیے آئے ہیں کہ ہمیں اس سے پھیر دیں جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟

عام طور پر، غیر تنقیدی طور پر دوسروں کی نقل کرنا، حتیٰ کہ اسلام کے اندر بھی، اکثر گمراہی کا باعث بن سکتا ہے۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ جب لوگ قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے انحراف کرتے ہیں تو وہ لوگ پہچان نہیں پاتے۔ نتیجتاً، وہ غلطی سے یہ مان سکتے ہیں کہ وہ اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہیں جبکہ درحقیقت ایسے روایتی طریقوں میں مشغول ہیں جو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ نہیں ہیں۔ جو لوگ اس ذہنیت کو برقرار رکھتے ہیں وہ اس سے آگاہی کے بغیر بھی گمراہ ہونے کا خطرہ رکھتے ہیں۔ اس کے برعکس، وہ لوگ جو دوسروں کی اندھی تقلید کرنے کے بجائے اسلامی علم پر بھروسہ کرتے ہیں، وہ ایسے طریقوں کی نشاندہی کرنے کا زیادہ امکان رکھتے ہیں جن کی اسلام میں کوئی بنیاد نہیں ہے اور اس طرح وہ ان سے دور رہیں گے۔ نتیجے کے طور پر، وہ قرآن پاک کی تعلیمات اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات پر عمل کریں گے، جو ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کے ذریعے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے ڈھالنے کے ذریعے دنیا اور آخرت دونوں میں سکون فراہم کرتی ہے۔ یہ ایک اہم وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، اسلام کے تناظر میں بھی، اندھی تقلید کے خلاف نصیحت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ لوگ اسلام کی تعلیمات کا مطالعہ کریں اور دوسروں، باب 12 یوسف کی غیر سوچے سمجھی تقلید کے بجائے سمجھ بوجھ کے ذریعے ان پر عمل کریں۔

آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"
"...میری پیروی کرتے ہیں

جیسا کہ الہی ہدایت لوگوں کی دنیاوی خواہشات سے متصادم ہے، اس لیے بہت سے لوگ، خاص طور پر امیر اور مشہور، اس کی تعلیمات کو نظر انداز اور رد کرتے ہیں اور اپنی قیادت اور سماجی اثر و رسوخ کو کھونے کے خوف سے دوسرے لوگوں کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے دنیاوی مقاصد، جیسے اقتدار حاصل کرنے کے لیے الہی رہنمائی کے حامیوں پر جھوٹا الزام لگاتے ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 78

نے کہا کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اس سے انہوں "ہمیں پھیر دے اور تم دونوں کو ملک میں بڑائی حاصل ہو؟ اور ہم آپ کو ماننے والے نہیں ہیں۔

آج بھی، بہت سے لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ مذہب لوگوں کو کنٹرول کرنے کا صرف ایک ذریعہ ہے۔ لوگوں کو قابو میں رکھنا صرف اس وقت مفید ہے جب ان سے کوئی چیز لینا مقصود ہو، جیسے کہ ان کی دولت۔ سوشل میڈیا اور فیشن جیسی تمام دنیاوی چیزوں کا مقصد یہی ہے، جبکہ اسلام کا مقصد صرف لوگوں کو فائدہ پہنچانا ہے، اس کا مقصد لوگوں سے ان کے مال جیسی کسی چیز کو چھیننے کی ضرورت نہیں ہے۔

عام لوگوں کو ایمان لانے سے روکنے کے لیے فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو جادو کے ذریعے عوام میں چیلنج کرنے کا منصوبہ بنایا۔ باب 10 یونس، آیت 79

- فرعون نے کہا کہ میرے پاس ہر عالم جادوگر کو لاؤ اور

،جس طرح فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی الہی ہدایت کے خلاف پروپیگنڈہ کیا اسی طرح جو لوگ اپنے سماجی اثر و رسوخ اور قیادت کو کھونے سے ڈرتے ہیں وہ اسلام کو پروپیگنڈے کے ذریعے نشانہ بناتے ہیں جو اکثر سوشل میڈیا کے ذریعے پھیلا جاتا ہے۔ کسی کو جاہلانہ رویہ اختیار کرنے سے گریز کرنا چاہیے جس کے تحت وہ اسلام کے بارے میں سوشل میڈیا پر نظر آنے والی ہر چیز پر یقین کرے اور اس کے بجائے انفرادی اور معاشرتی سطح پر اس کے وسیع فوائد کی تعریف کرنے کے لیے اس کی تعلیمات کو قابل اعتماد ذریعہ سے تحقیق کرے۔

جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے جادوگروں کا جھوٹ عوام کو دکھانا چاہا تو آپ نے ان کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو معجزہ عطا کیا ہے اس کو دکھانے سے پہلے پہلے اپنا جادو دکھائیں۔
باب 10 یونس، آیت 80

"پھر جب جادوگر آئے تو موسیٰ نے ان سے کہا کہ جو پھینکو گے اسے ڈال دو۔"

عام طور پر تاریخ نے یہ ثابت کیا ہے کہ جب بھی کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی الہی کے ساتھ مبعوث ہوئے، اس نے افراد کی دنیاوی خواہشات کے خلاف کیا۔ چنانچہ انہوں نے اسلام، تمام انبیاء علیہم السلام کے عقیدے کے خلاف نمایاں کوششیں کیں، تاکہ اپنے اختیار اور سماجی حیثیت کے کھو جانے کے خوف سے دوسروں کو اسے قبول کرنے سے باز رکھا جائے۔ مثال کے طور پر، سماجی عوامل جیسے سوشل میڈیا، فیشن کے رجحانات، اور ثقافتی اصول اکثر اسلامی اقدار کے پابند افراد پر دباؤ ڈالتے ہیں۔ اسلام کی ترویج کو اکثر دولت اور سماجی حیثیت کے لیے ان کے عزائم کی راہ میں رکاوٹ سمجھا جاتا ہے۔ وہ صنعتیں جن پر اسلام تنقید کرتا ہے عام طور پر اسلامی اصولوں کے انضمام کی مخالفت کرتا ہے اور مسلمانوں کو ان کے عقیدے پر عمل کرنے سے روکتا ہے۔ اس سے سوشل میڈیا سمیت متعدد پلیٹ فارمز پر وسیع پیمانے پر اسلام مخالف جذبات کو ہوا ملتی ہے۔

مزید برآں، وہ لوگ جو اسلامی اصولوں کی پیروی کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جو ذاتی خواہشات میں اعتدال اور ان کو عطا کی گئی نعمتوں کے ذمہ دارانہ استعمال کی وکالت کرتے ہیں، انہیں اکثر ان لوگوں کی طرف سے تنقید کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو حد سے زیادہ کام کرتے ہیں۔ بغیر کسی روک ٹوک کے اپنے جذبات پر عمل کرتے ہیں، جیسا کہ اسلام انہیں حیوانیت پسند ظاہر کرتا ہے۔ نتیجے کے طور پر، یہ ناقدین دوسروں کو اسلام قبول کرنے سے روکنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے عقیدے پر عمل کرنے سے روکتے ہیں، انہیں بے لگام خواہشات کے نشان زدہ طرز زندگی میں آمادہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اکثر اسلام کے مخصوص پہلوؤں کو نشانہ بناتے ہیں، جیسے خواتین کے لیے لباس کوڈ، اس کی کشش کو کم کرنے کی کوشش میں۔ تاہم، سمجھدار افراد ان تنقیدوں کی سطحی پن کو آسانی سے دیکھ سکتے ہیں، جو اسلام کے خود نظم و ضبط پر زور دینے کے لیے نفرت سے پیدا ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر، اگرچہ وہ خواتین کے اسلامی لباس کوڈ پر حملہ کر سکتے ہیں، لیکن وہ قانون نافذ کرنے والے، فوج، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم اور کاروبار سمیت دیگر اہم پیشوں پر اسی سطح کی جانچ کا اطلاق نہیں کرتے ہیں۔ اسلامی لباس کوڈ پر یہ منتخب تنقید، دوسرے لباس کے ضابطوں پر ان کی خاموشی کے ساتھ جوڑ کر، ان کے دلائل میں کمزوری اور مادہ کی کمی کو نمایاں کرتی ہے۔ بالآخر، یہ اسلام کے اصول اور اس کے پیروکاروں کا نظم و ضبط ہے جو اسلام پر ان مختلف حملوں کو بھڑکاتے ہیں، اور انہیں اس پر کسی بھی طرح سے تنقید کرنے پر اکساتے ہیں۔ باب: یونس، آیات 81-82 10

جب انہوں نے پھینکا تو موسیٰ نے کہا کہ جو کچھ تم لائے ہو وہ صرف جادو ہے۔ بے شک اللہ اور اس کی بے وقعتی کو ظاہر کرے گا۔ بے شک اللہ فساد کرنے والوں کے کام نہیں بدلنا۔ اور اللہ حق کو "اپنے کلمات سے ثابت کرے گا، خواہ مجرموں کو یہ ناگوار کیوں نہ ہو۔

تاہم چونکہ ان کی جدوجہد اللہ تعالیٰ کے خلاف ہے اس لیے وہ اسلام کی حقانیت کو کمزور کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوں گے جیسا کہ تاریخ نے ثابت کیا ہے۔ سیاست، تشدد، پروپیگنڈے اور سوشل میڈیا، سمیت مختلف طریقوں سے اسلام کو معاشرے سے مٹانے کی کوشش کرتے ہوئے بے شمار افراد تنظیمیں اور صنعتیں عروج و زوال کا شکار ہوئیں۔ اس کے باوجود اسلام ثابت قدم ہے اور قیامت تک

قائم رہے گا۔ اسلام کو ختم کرنے کی ان کی کوششیں اتنی ہی بیہودہ ہیں جتنی سورج کی روشنی کو محض پھونک مار کر بجھانے کی کوشش۔ باب 9 توبہ آیت 32

وہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دینا چاہتے ہیں، لیکن اللہ اپنے نور کو مکمل کرنے کے سوا "انکار کرتا ہے، اگرچہ کافروں کو یہ ناپسند ہو۔

اسلام کی روشنی کو کامل بنا کر انسانیت کے سامنے پیش کیا ہے۔ اب یہ ان کا انتخاب ہے کہ وہ اس کے علم کو حاصل کر کے اور اس پر عمل کر کے دونوں جہانوں میں سکون حاصل کریں، کیونکہ یہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کی ضمانت دے گا، جس سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو مناسب طور پر ترجیح دے سکیں گے جبکہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے کافی حد تک: باب 10 یونس، آیت 82 تیار ہوں گے۔

"اور اللہ حق کو اپنے قول سے ثابت کرے گا، خواہ مجرموں کو یہ ناگوار کیوں نہ ہو۔"

جو لوگ اپنی دنیاوی خواہشات سے چمٹے رہنے کا انتخاب کرتے ہیں وہ اپنی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے۔ اس کے نتیجے میں، وہ اپنی ذہنی اور جسمانی تندرستی میں عدم توازن کا تجربہ کریں گے، اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے، اور وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور پیچیدگیاں پیدا ہوں گی، چاہے ان کے پاس مادی آسائشیں کیوں نہ ہوں۔

لہذا، ایک فرد کو چاہیے کہ وہ اپنے فائدے کے لیے اسلامی اصولوں کو مکمل طور پر اپنائے اور اس پر عمل کرے، خواہ یہ اس کی ذاتی خواہشات کے خلاف ہو۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح کام

کرنا چاہیے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفاد میں ہے، یہاں تک کہ جب ناخوشگوار علاج اور سخت خوراک کا سامنا ہو۔ جس طرح یہ محتاط مریض اچھی ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ شخص بھی جو اسلامی تعلیمات کو قبول کرے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بے مثال علم اور حکمت ہے جو انسان کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو صحیح طریقے سے ترتیب دینے کے لیے ضروری ہے۔ انسانی ذہنی اور جسمانی حالات کے بارے میں معاشرے کی سمجھ ہمیشہ اس مقصد تک پہنچنے میں ناکافی رہے گی، چاہے تحقیق کتنی ہی وسیع کیوں نہ ہو۔ یہ حد موجود ہے کیونکہ اس طرح کی تفہیم زندگی میں لوگوں کو درپیش ہر مسئلے کو حل نہیں کر سکتی۔ یہ ہر قسم کے ذہنی اور جسمانی تناؤ کو ٹال نہیں سکتا اور نہ ہی علم تجربے، دور اندیشی اور موروثی تعصبات کی حدود کی وجہ سے زندگی کے تمام پہلوؤں کے موثر انتظام کی ضمانت دے سکتا ہے۔ یہ مکمل علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، جو اس نے قرآن مجید یہ حقیقت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ذریعے انسانیت کے ساتھ شیئر کیا ہے۔ اس وقت واضح ہو جاتی ہے جب اسلامی اصولوں کے مطابق عطا کردہ نعمتوں کو قبول نہ کرنے والوں سے موازنہ کیا جائے۔ اگرچہ بہت سے مریض اپنے تجویز کردہ علاج کے پیچھے سائنسی دلیل کو پوری طرح سے نہیں سمجھ سکتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ صرف اپنے ڈاکٹروں پر انحصار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام کی تعلیمات پر غور کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ ان کی زندگیوں پر اس کے فائدہ مند اثرات کو سمجھ سکیں۔ وہ اسلامی تعلیمات کو اندھا قبول کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ اس کے بجائے، وہ لوگوں سے اس کی سچائی کو واضح ثبوت کے ذریعے پہچاننا چاہتا ہے۔ تاہم اس کے لیے اسلام کی تعلیمات کے ساتھ کھلے اور غیر جانبدارانہ نقطہ نظر سے منسلک ہونے کی ضرورت ہے۔ باب 12 یوسف، آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں، میں اور میری پیروی..." کرنے والے

لیکن جیسا کہ الہی ہدایت پر عمل کرنا اپنی دنیاوی خواہشات پر قابو پانا شامل ہے، اس لیے یہ ہمیشہ ان لوگوں کی تنقید کا باعث بنے گا جن کا مقصد صرف اپنی دنیاوی خواہشات کی تکمیل ہے۔ باب 10 یونس، آیت 83

لیکن موسیٰ پر کسی نے یقین نہیں کیا، سوائے اس کی قوم کے کچھ نوجوانوں کے، فرعون اور اس کی حکومت کے خوف سے کہ وہ انہیں ستائیں گے۔"

زیادہ تر معاملات میں، مسلمان ایسے ممالک میں رہتے ہیں جو انہیں اسلام پر عمل کرنے کی اجازت دیتے ہیں اور اس لیے انہیں اس آزادی کے لیے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے، جیسا کہ بہت سے دوسرے لوگوں کو، خاص طور پر تاریخ میں، یہ آزادی حاصل نہیں تھی اور اللہ تعالیٰ پر ان کے ایمان کے نتیجے میں انہیں ستایا گیا تھا۔ اس بات کی قدر کرنی چاہیے کہ ایسے مشکل وقتوں اور ایذا رسانی کے دوران صالحین نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو برقرار رکھا اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں دونوں جہانوں میں سکون قلب عطا کیا۔ اگر یہ ان لوگوں کا نتیجہ تھا جو ظلم و ستم کے وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہے تو ان لوگوں کے لیے دونوں جہانوں میں سکون قلب حاصل کرنا آسان ہو جائے گا جو ظلم و ستم کا سامنا کیے بغیر اسلام پر عمل پیرا ہیں۔

باب 10 یونس، آیت 83

لیکن موسیٰ پر کسی نے یقین نہیں کیا، سوائے اس کی قوم کے کچھ نوجوانوں کے، فرعون اور اس کی حکومت کے خوف سے کہ وہ انہیں ستائیں گے۔"

عام طور پر، جب کوئی اپنے ساتھیوں سے مختلف راستے کا انتخاب کرتا ہے، تو اس سے دوسروں میں اپنے فیصلوں کے حوالے سے ناواقفیت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، خاص طور پر اگر وہ فیصلے اللہ تعالیٰ کی تعلیمات پر ذاتی مقاصد پر زور دیتے ہیں۔ نتیجتاً، اس کے نتیجے میں تنقید ہو سکتی ہے جس کا مقصد ان لوگوں پر ہوتا ہے جو ثابت قدمی سے اپنے عقائد کو برقرار رکھتے ہیں، اکثر خاندان کے افراد کی طرف سے۔ لہذا یہ جاننا ضروری ہے کہ اس دنیا میں زندگی کے امتحان کا حصہ متکبر، اور گمراہ افراد کا مقابلہ کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والوں پر تنقید کرتے رہیں گے

کیونکہ یہ ان کی سماجی حیثیت، اثر و رسوخ، قیادت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مذمت کردہ اعمال، کے ذریعے دولت حاصل کرنے کی ان کی صلاحیت کے لیے براہ راست خطرہ ہے۔ باب 10 یونس: آیت 83

”اور بیشک فرعون زمین میں سرکش تھا اور بے شک وہ فاسقوں میں سے تھا۔“

اس تنقید کے جواب میں، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت کریں، اس کی اطاعت میں ثابت قدم رہتے ہوئے، کیونکہ وہ انہیں ذہنی سکون فراہم کرے گا اور دوسروں کے منفی اثرات سے محفوظ رکھے گا، چاہے یہ ان پر فوری طور پر واضح نہ ہو۔ باب 10 یونس: آیات 84-86

اور موسیٰ نے کہا اے میری قوم اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم مسلمان ہو تو انہوں نے کہا کہ ہم اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب ہمیں ظالم لوگوں کے لیے آزمائش کا سامان نہ بنا۔ اور اپنی رحمت سے ہمیں کافر لوگوں سے بچا۔

اور باب 65 میں طلاق، آیت 2

”اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔“

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ یہ الہی امداد ہمیشہ ذاتی خواہشات کے مطابق نہیں ہوتی۔ اس کے بجائے یہ مستقل طور پر اللہ تعالیٰ کی لامحدود حکمت اور علم کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔ نتیجتاً، یہ الہی ہدایت لوگوں کے لیے انتہائی سازگار لمحات پر ظاہر ہوتی ہے اور ان طریقوں سے جو ان کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہیں، چاہے وہ اسے شروع میں نہ دیکھیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

جب تک کوئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے وقف ہے، اسلامی اصولوں کے مطابق عطا کردہ نعمتوں کو دانشمندی کے ساتھ استعمال کرتے ہوئے، وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لے گا اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو مناسب طور پر ترجیح دے گا۔ یہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اعمال کے مرکزی ستون کا تذکرہ کیا، جس پر تمام نیک اعمال گھومتے ہیں اور اس لیے اگر وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس پر ایمان کے زبانی اعلان کی تائید کے لیے اسے انجام دینا چاہیے۔ باب 10 یونس، آیت 87

اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کو گھروں میں آباد کرو اور اپنے گھروں کو نماز کی طرف رخ کرو اور نماز قائم کرو۔

فرض نمازوں کو قائم کرنے میں ان کی تمام ضروری شرائط اور آداب کو پورا کرنا شامل ہے، بشمول انہیں وقت کی پابندی کرنا۔ فرض نمازوں کے قیام پر قرآن پاک میں کثرت سے تاکید کی گئی ہے

، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے سب سے اہم عملی مظاہرے کے طور پر کام کرتی ہے۔ مزید برآں چونکہ روزانہ کی فرض نمازیں دن بھر تقسیم ہوتی ہیں، اس لیے یہ روز قیامت کی مسلسل یاد دہانی کے طور پر کام کرتی ہیں اور اس کی تیاری میں مدد کرتی ہیں، کیونکہ فرض نماز کا ہر مرحلہ یوم قیامت سے منسلک ہے۔ جب کوئی سیدھا کھڑا ہوتا ہے تو یہ اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کیسے کھڑے ہوں گے۔ باب 83 المطففین، آیات 4-6

کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے، ایک عظیم دن کے لیے جس دن انسان رب "العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے؟

جب وہ جھکتے ہیں، تو یہ ان بے شمار افراد کی یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے جنہیں قیامت کے دن زمین پر اپنی زندگی بھر اللہ کے سامنے جھکنے میں ناکام رہنے پر تنقید کا سامنا کرنا پڑے گا۔ باب: المرسلات، آیت 48 77

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو تو وہ رکوع نہیں کرتے۔

اس تنقید میں زندگی کے ہر پہلو میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو مکمل طور پر تسلیم کرنے میں ناکامی بھی شامل ہے۔ جب ایک فرد نماز کے دوران سجدہ کرتا ہے، تو یہ اس بات کی یاد دہانی کا کام کرتا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرنے کے لیے کس طرح بلایا جائے گا۔ تاہم، وہ لوگ جنہوں نے زمین پر اپنی زندگی بھر اس کو ٹھیک طرح سے سجدہ نہیں کیا۔ یعنی انہوں نے اپنے وجود کے تمام شعبوں میں اس کی اطاعت نہیں کی۔ وہ خود کو قیامت کے دن ایسا کرنے سے قاصر پائیں گے۔ باب 68 القلم، آیات 42-43

جس دن حالات سنگین ہو جائیں گے، انہیں سجدہ کرنے کی دعوت دی جائے گی، لیکن ایسا کرنے سے روکا جائے گا، ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی، ذلت ان پر چھائی ہوئی ہے، اور انہیں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا جب وہ ٹھیک تھے۔

جب ایک فرد نماز میں گھٹتے ٹیکتا ہے، تو یہ اس بات کی یاد دہانی کا کام کرتا ہے کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کس طرح کھڑا ہو گا، جو اپنے آخری انجام کے بارے میں ڈرتا ہے۔ باب 45
:الجثیہ، آیت 28

اور تم ہر امت کو گھٹتے ٹیکتے ہوئے دیکھو گے اور ہر قوم کو اس کے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا کہ آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

جو لوگ ان عناصر کو مدنظر رکھتے ہوئے نماز پڑھتے ہیں وہ اپنی نماز کو درست طریقے سے ادا کریں گے۔ نتیجتاً، یہ فرض نمازوں کے درمیان وقفوں کے دوران اللہ تعالیٰ کی ان کی حقیقی اطاعت کی ضمانت دے گا۔ باب 29 العنکبوت، آیت 45

“...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے”

اس اطاعت میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس کو راضی کرنے کے طریقے سے عطا کی گئی ہیں جیسا کہ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی ضمانت دے گا کہ وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو مناسب طور پر پوزیشن میں رکھیں گے جبکہ قیامت کے دن اپنے احتساب

کے لیے کافی حد تک تیار ہوں گے۔ چنانچہ اس طرز عمل سے دونوں جہانوں میں سکون پیدا ہوگا۔
باب 10 یونس، آیت 87

اور نماز قائم کرو اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ نے سمجھنے کے لیے ایک اہم حقیقت کا ذکر کیا۔ وہ صرف آزمائش کے طور پر دنیاوی چیزیں فراہم کرتا ہے، جیسے کہ دولت اور قیادت۔ اس امتحان میں یہ شامل ہے کہ آیا لوگ ان نعمتوں کا استعمال کریں گے جو اس نے انہیں عطا کی ہیں جیسا کہ الہی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو دنیاوی چیزیں مہیا نہیں کرتا، جیسا کہ دولت اور قیادت، ان کی محبت کی وجہ سے کیونکہ تاریخ میں جن لوگوں کو دنیاوی چیزیں عطا کی گئی ہیں، ان کی اکثریت اس سے محبت نہیں کرتی تھی۔ باب 10 یونس، آیت 88

اور موسیٰ نے کہا اے ہمارے رب تو نے فرعون اور اس کی حکومت کو دنیا کی زندگی میں شان و شوکت اور مال و دولت سے نوازا ہے۔

لہذا اس جاہلانہ عقیدہ کو اپنانے سے گریز کرنا چاہیے کہ جیسا کہ انہیں دنیاوی چیزیں مہیا کی گئی ہیں اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر احسان کرتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے۔ اس سے وہ صرف ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ ایک ذہنی اور جسمانی عدم توازن کا تجربہ کریں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے، بالآخر انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیار نہیں چھوڑیں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، چاہے وہ کسی بھی مادی آسائش سے لطف اندوز ہوں۔

اس کے علاوہ، کسی کو دوسرے لوگوں کا مشاہدہ نہیں کرنا چاہیے جنہیں دنیاوی چیزیں عطا کی گئی ہیں، جیسے کہ دولت اور سماجی اثر و رسوخ، اور ان کی اور ان کے طرز زندگی کی اندھی پیروی کریں، اس غلط عقیدہ کے ساتھ ذہنی سکون اور کامیابی اسی طرز عمل میں مضمر ہے۔ اس کے بجائے انہیں یہ دیکھنا چاہیے کہ دولت مند اور مشہور لوگ ان نعمتوں کا کس طرح غلط استعمال کرتے ہیں جو انہیں دی گئی ہیں، صرف تناؤ، ذہنی صحت کے مسائل، لت، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کے بوجھ تلے دبے ہوئے خوشی اور عیش و آرام کے لمحات کے باوجود۔ یہ ان کی حوصلہ افزائی کرے گا کہ وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے سے گریز کریں جو انہیں دی گئی ہیں، اس خیال کو تقویت ملے گی کہ ذہنی سکون مادی دولت یا ہر دنیاوی خواہش کی تسکین سے حاصل نہیں ہوتا۔ باب 10 یونس، آیت 88:

تو نے فرعون اور اس کی حکومت کو دنیاوی زندگی میں رونقیں اور دولتیں عطا کی ہیں، اے ہمارے ”رب، تاکہ وہ تیرے راستے سے بھٹکا دیں۔“

لیکن جو لوگ دوسروں کے برے رویے کو دیکھ کر سبق حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں، وہ لازماً ان کی پیروی کرتے ہوئے ذہنی سکون کا جھوٹا یقین کرتے ہیں اور کامیابی ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرنے میں ہے۔ نتیجتاً، ان کے وجود کا ہر پہلو—خاندان، دوست، کیرئیر، اور دولت —پریشانی کا باعث بن جائے گا۔ باب 10 یونس، آیت 88

اے ہمارے رب ان کے مال مٹا دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں ایمان نہ لائیں۔“

اگر وہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت پر اڑے رہیں گے تو وہ اپنے تناؤ کو دوسروں اور اپنے حالات جیسے کہ اپنے رشتہ داروں سے غلط طور پر منسوب کریں گے۔ ان مثبت اثرات سے خود کو دور کرنے سے، وہ صرف اپنے دماغی صحت کے چیلنجوں کو مزید خراب کریں گے، جو ڈپریشن، مادہ کی زیادتی

اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیال کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ نتیجہ اس وقت واضح ہوتا ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو انہیں عطا کی گئی نعمتوں کا مسلسل غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے امیر اور مشہور، جو مادی دولت کے ظاہری مزے لینے کے باوجود، بدحالی کی زندگی گزارتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کی قوم کے خلاف دعا کی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہے اور مومنین کو ستا رہے تھے۔ وہ چاہتا تھا کہ لوگ اس حقیقت کا مشاہدہ کریں کہ حقیقی کامیابی اور ذہنی سکون دنیاوی آسائشوں جیسے دولت اور قیادت میں مضمر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور فرعون اور اس کی قوم کو سب کے لیے عبرت کا نمونہ بنایا۔
باب 10 یونس، آیت 89

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہاری دعا قبول ہو گئی ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ اگرچہ فرعون اور اس کی قوم نے گمراہی کا انتخاب کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اس کے پیروکاروں کو ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری جاری رکھنے کی ضرورت تھی جو انہیں دی گئی تھیں، اور اس طرح گمراہوں کے طرز عمل سے منفی طور پر متاثر ہونے سے بچتے تھے۔ باب 10 یونس، آیت 89

”...تو صحیح راستے پر رہو“

یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی توازن حاصل کریں گے، جس سے وہ اپنی زندگی میں تمام پہلوؤں اور افراد کو مناسب طور پر پوزیشن میں رکھ سکیں گے، اور ساتھ ہی

ساتھ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے خود کو کافی حد تک تیار کر سکیں گے۔ نتیجتاً یہ دونوں جہانوں میں سکون کا باعث بنے گا۔

مزید برآں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یاد دلایا کہ ان کی دعا کا جواب بہترین وقت اور بہترین طریقے سے دیا جائے گا، خواہ اس کے حقیقی ہونے کے پیچھے جو حکمتیں ہیں وہ ان پر ظاہر نہ ہوں۔ باب 10 یونس، آیت 89

اور ان لوگوں کے راستے کی پیروی نہ کرو جو نہیں جانتے۔“

اس لیے ان کی دعا پر یقین کرنے اور مشکلات سے خدا کی حفاظت حاصل کرنے کے جاہلانہ رویہ سے بچنا چاہیے جو ان کی خواہشات کے مطابق واقع ہو گی۔ اسلام ان لوگوں کے لیے الہی تحفظ اور حمایت کی ضمانت دیتا ہے جو سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں، اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے، لیکن یہ واضح کرتا ہے کہ یہ حمایت اور تحفظ اللہ تعالیٰ کے لامحدود علم کے مطابق ہوتا ہے، نہ کہ لوگوں کی خواہشات کے مطابق۔ لہذا یہ خدائی حفاظت، باب 2 البقرہ اور مدد بہترین وقت اور بہترین طریقے سے ہوتی ہے، خواہ یہ لوگوں پر ظاہر نہ ہو۔
آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے ان کی اطاعت کی وجہ سے بہترین وقت اور بہترین طریقہ سے نجات دی۔ باب 10 یونس، آیت 90

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر پار کر دیا۔“

جس طرح اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی امداد اکثر فوراً نہیں آتی، جیسے بہترین وقت تک تاخیر سے آتی ہے اور بہترین طریقے سے آتی ہے، اسی طرح اس کی نافرمانی پر اڑے رہنے والوں کے لیے اس کی سزا میں بھی تاخیر ہوتی ہے، تاکہ انہیں توبہ اور اپنے کردار کی اصلاح کا موقع فراہم کیا جا سکے۔ باب 10 یونس، آیت 90

اور فرعون اور اس کے سپاہیوں نے ظلم اور دشمنی میں ان کا تعاقب کیا یہاں تک کہ جب اسے غرق ہو گیا تو اس نے کہا کہ میرا ایمان ہے کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

لیکن مہلت صرف لوگوں کو ان کی موت تک دی جاتی ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہے اور ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اسے معاف نہیں کیا جائے گا اگر وہ اس وقت توبہ کر لیں جب انہیں یقین ہو کہ ان کی موت قریب ہے۔ باب 10 یونس، آیت 91

"اب؟ اور تم پہلے بھی نافرمانی کر چکے تھے اور فساد کرنے والوں میں سے تھے؟"

لہذا اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی مہلت سے استفادہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ عارضی ہے نہ کہ مستقل۔ سچی توبہ کے لیے جرم کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی کی پیروی کی جاتی ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں سے جن کو نقصان پہنچا ہے، بشرطیکہ اس کے نتیجے میں اضافی پیچیدگیاں نہ ہوں۔ ایک ہی یا اس کے برابر گناہ کو دہرانے سے باز رہنے اور اللہ تعالیٰ اور دوسرے لوگوں کے بارے میں جو حقوق پامال ہوئے ہیں ان کی اصلاح کرنے کا عزم کرنا چاہیے۔ مزید برآں، انہیں چاہیے کہ وہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے رہیں، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق صحیح طور پر استعمال کریں۔ جو ان کو دی گئی مہلت سے فائدہ اٹھانے میں ناکام رہے گا وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتا رہے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ اپنے آپ کو ایک غیر مستحکم ذہنی اور جسمانی حالت میں پائیں گے اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیتے ہوئے، اور قیامت کے دن اپنے احتساب کا سامنا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مسائل اور مشکلات کا باعث بنے گا، چاہے وہ کچھ مادی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ باب 10 یونس، آیت 91:

"اب؟ اور تم پہلے بھی نافرمانی کر چکے تھے اور فساد کرنے والوں میں سے تھے؟"

اللہ تعالیٰ نے فرعون کی لاش کو محفوظ رکھا تاکہ لوگ اس کی خصوصیات اور افعال کو اپناتے ہوئے اس کے نقش قدم پر چلنے سے بچیں۔ باب 10 یونس، آیت 92:

پس آج ہم تجھے جسم کے ساتھ بچائیں گے تاکہ تم ان لوگوں کے لیے نشانی بن جاؤ جو تمہارے بعد..."

آخر میں، یہ لوگوں کو خود غرض رویہ سے بچنے کی ترغیب دیتا ہے، جہاں وہ خصوصی طور پر اپنی زندگیوں اور مشکلات پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ جو لوگ اس نقطہ نظر کو اپناتے ہیں وہ دونوں تاریخی واقعات اور اپنے تجربات سے سیکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے آس پاس کے لوگوں کے حالات

سے بھی سیکھنے کا موقع گنوا دیتے ہیں۔ ان عناصر سے علم حاصل کرنا اپنے طرز عمل کو بہتر بنانے اور ماضی کی غلطیوں کو دہرانے سے بچنے کے لیے سب سے مؤثر طریقوں میں سے ایک ہے، بالآخر اندرونی سکون کو فروغ دیتا ہے۔ مثال کے طور پر، دولت مند اور مشہور افراد کا مشاہدہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں، صرف تناؤ، دماغی صحت کے چیلنجوں، لت اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کی وجہ سے — خوشی اور عیش کے مختصر لمحات کے باوجود — ایک اہم سبق فراہم کرتا ہے۔ یہ تماشائیوں کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرنے سے باز رہیں، اس خیال کو تقویت دیتے ہوئے کہ حقیقی سکون مادی دولت یا ہر دنیوی خواہش کی تکمیل سے پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح، کسی کو خراب صحت کی گواہی دینا اس کی اپنی صحت کے لیے شکر گزاری کی تحریک پیدا کرنی چاہیے اور اسے چھیننے سے پہلے اس کے صحیح استعمال کو فروغ دینا چاہیے۔ لہذا، اسلام مسلمانوں کو مسلسل ہوشیار اور باخبر رہنے کی نصیحت کرتا ہے، بجائے اس کے کہ وہ اپنے ذاتی معاملات میں اس قدر مشغول ہو جائیں کہ وہ اپنے اردگرد کی وسیع دنیا کو نظر انداز کر دیں۔ تاہم، اگر کوئی ایک مشاہداتی ذہنیت پیدا نہیں کرتا ہے، تو وہ اپنی زندگی میں یا دوسروں کی زندگیوں میں رونما ہونے والے واقعات سے سبق حاصل کرنے میں ناکام رہے گا۔ نتیجتاً وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہیں گے جو انہیں دی گئی ہیں، کیونکہ وہ اس طرز عمل کے اثرات کو نہیں جانتے۔ باب 10 یونس، آیت 92

”اور یقیناً بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔“

نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی عدم توازن کی حالت میں ہوں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، چاہے وہ کسی بھی مادی آسائش سے لطف اندوز ہوں۔

جیسا کہ بنی اسرائیل نے مشکلات میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر کیا، انہیں اس دنیا میں ذہنی سکون، راحت اور راحت ملی۔ باب 10 یونس، آیت 93

اور ہم نے یقیناً بنی اسرائیل کو ایک اچھی بستی میں بسایا تھا اور انہیں اچھی چیزیں مہیا کی تھیں۔“

عام طور پر دیکھا جائے تو مشکلات پر قابو پانے کے بعد شکر ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا چاہیے کیونکہ آسانی کے وقت اس کی نافرمانی کرنا مشکل کے وقت سے کہیں زیادہ آسان ہو سکتا ہے جہاں انسان پھنسا ہوا ہو اور اس کے پاس صبر کے انتظار کے سوا کوئی چارہ نہیں، ہوتا۔ یاد رہے کہ آسانی کا وقت بھی ایک امتحان ہے کہ وہ اللہ رب العزت کا شکر ادا کریں گے یا نہیں، جس طرح مشکل کا وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے کہ صبر کریں گے یا نہیں۔

کسی کی نیت میں شکر ادا کرنے کا مطلب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرنا ہے۔ جب بات تشکر کے زبانی اظہار کی ہو تو اس میں یا تو مثبت بات کرنا یا خاموش رہنے کا انتخاب کرنا شامل ہے۔ مزید برآں، اعمال کے ذریعے شکرگزاری کا اظہار کرنے میں اسلامی تعلیمات کے مطابق حاصل کردہ نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے۔ شکرگزاری کی مشق کرنے سے، ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دینے اور اس بات کو یقینی بنانے کے ذریعے کہ اس کی زندگی کے باب 14 ابراہیم، آیت 7 تمام پہلو مناسب ترتیب میں ہوں۔

“... اگر تم شکر گزار رہو گے تو میں تمہیں ضرور بڑھاؤں گا”

مزید برآں، صبر میں اللہ تعالیٰ کی ہدایات پر مسلسل عمل کرتے ہوئے کسی بھی عمل یا الفاظ کے ذریعے شکایات کا اظہار کرنے سے باز رہنا شامل ہے۔ یہ بھروسہ کرنا بہت ضروری ہے کہ وہ اس چیز کا انتخاب کرتا ہے جو بالآخر ہر ایک کے لیے فائدہ مند ہے، چاہے یہ فوری طور پر واضح نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

اس کے نتیجے میں جو شخص ہر حال میں مستقل طور پر صحیح کام کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ثابت قدمی اور رحمت حاصل کرتا ہے۔ یہ، بدلے میں، ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کے ذریعے اور ان کی زندگی کے تمام عناصر اور لوگوں کو صحیح طریقے سے ترتیب دے کر دونوں جہانوں میں امن پیدا کرتا ہے۔ یہ فہم صحیح مسلم نمبر 7500 میں موجود ایک حدیث میں واضح ہے۔

بنی اسرائیل کے فرعون کے ظلم سے آزاد ہونے کے بعد، انہیں تورات دی گئی، جس نے انہیں اس زندگی اور آخرت دونوں میں اتحاد، انصاف، سکون اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے ایک مثالی ضابطہ اخلاق پیش کیا۔ اتحاد، انصاف، ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی، ضابطہ اخلاق کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ یہ ان نظریات کی تلاش میں محدود فہم افراد کی وجہ سے ہے، کیونکہ ان کے پاس مستقبل کے واقعات کے بارے میں دور اندیشی کا فقدان ہے اور وہ اپنے لیے یا بڑے پیمانے پر معاشرے کے لیے جو طرز عمل قائم کرتے ہیں ان کے نتائج کا درست اندازہ نہیں لگا سکتے۔ مثال کے طور پر، اس موجودہ دور میں بھی، انسانیت نے انسانی دماغ اور جسم کی پیچیدگیوں کو پوری طرح سے نہیں سمجھا ہے۔ لہذا، وہ ایک ایسا ضابطہ اخلاق کیسے تجویز کر سکتے ہیں جو ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دے جس سے ذہنی سکون حاصل ہو؟ ایک کامل ضابطہ حیات فراہم کرنے کی اہلیت صرف وہی ہے جو انسانی فطرت کے مطابق ہو اور جوہر میں لازوال ہو، وہ خالق انسانیت ہے، جسے ان اور دیگر تمام امور کا مکمل علم ہے، یعنی اللہ تعالیٰ۔ اس حقیقت کی پوری تاریخ میں تصدیق ہوتی رہی ہے۔ زیادہ تر تاریخ ایسے معاشروں سے بھری پڑی ہے جنہوں نے الہی تعلیمات کو نظر انداز کیا، اور یہ واضح ہے کہ ایسے معاشروں نے ذہنی سکون اور انصاف حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کی ہے، چاہے ان کی تکنیکی ترقی ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے برعکس، چند معاشرے جنہوں نے الہی تعلیمات کو درست طریقے سے لاگو کیا ہے، انصاف، اتحاد اور ذہنی سکون کے حصول میں جب معاشرے میں انصاف اور اتحاد کی بات آتی ہے، تو انسانوں کے ترقی کی منازل طے کی ہیں۔ ذریعہ بنائے گئے کوئی بھی ضابطہ اخلاق متعصب ہونے کا پابند ہوتا ہے، اکثر ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر ترجیح دیتا ہے، جیسا کہ کم مراعات یافتہ طبقے پر امیر۔ مزید برآں، معاشرے میں انسانوں کے

بنائے ہوئے قوانین کے نفاذ اور ان کے نفاذ کے مستقبل کے نتائج غیر یقینی ہیں، زیادہ تر افراد کی محدود دور اندیشی کی وجہ سے، حالانکہ وہ اس بارے میں پیشین گوئی کر سکتے ہیں کہ نئے قوانین معاشرے کو کس طرح متاثر کر سکتے ہیں۔ ایک غیر جانبدارانہ ضابطہ اخلاق فراہم کرنے کی صلاحیت رکھنے والا، اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ ہر قانون زیادہ سے زیادہ بھلائی کا کام کرتا ہے۔ خواہ یہ فوری طور پر لوگوں پر واضح نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہے۔

جب بھی لوگ اپنے دنیوی عزائم اور خواہشات کے حصول کا انتخاب کرتے ہیں، جیسے کہ دولت اور طاقت کا حصول، وہ شعوری طور پر الہی ہدایت سے بھٹک جاتے ہیں، اس سے متصادم ہو جاتے ہیں اور نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یہ تفرقہ کا باعث بنتا ہے اور باقی معاشرے کو حقیقی الہی تعلیمات پر عمل کرنے سے گمراہ کرتا ہے، کیونکہ ہر ایک غیرت مند رہنما، جیسا کہ علماء، جان بوجھ کر ان تعلیمات کی غلط تشریح کرتے ہوئے اپنا الگ گروہ بناتا ہے، جس کا مقصد قیادت حاصل کرنا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 93:

اور ہم نے بنی اسرائیل کو ایک اچھی بستی میں بسایا تھا اور انہیں پاکیزہ چیزوں سے نوازا تھا اور ”جب تک ان کے پاس علم نہ آجاتا ان میں اختلاف نہیں ہوا“۔

ایک مسلمان کو اس رویہ سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ یہ انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہنے کی ترغیب دے گا اور جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کا غلط استعمال کریں۔ نتیجے کے طور پر، ان کے وجود کا ہر حصہ، بشمول خاندان، دوست، کیریئر، اور دولت پریشانی کا باعث بن جائے گا۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں گے تو وہ غلط طور پر اپنے تناؤ کو دوسروں کی طرف منسوب کریں گے، جیسے کہ اپنے رشتہ دار۔ اپنی زندگیوں سے ان مثبت اثرات کو ختم کرنے سے، وہ صرف اپنی ذہنی صحت کے چیلنجوں کو مزید بگاڑ دیں گے، جو ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ نتیجہ اس وقت واضح ہوتا ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو ان کو دی گئی نعمتوں کا مسلسل غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور لوگ، حالانکہ وہ زندگی کی آسائشوں سے لطف اندوز ہوتے نظر آتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ لوگ جو دانستہ طور پر دنیاوی چیزوں مثلاً قیادت کی خاطر علم الہی کی غلط تشریح پر اڑے رہتے ہیں، سنن ابن ماجہ، نمبر 253 میں موجود حدیث میں جہنم سے خبردار کیا گیا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 93:

بے شک تمہارا رب قیامت کے دن ان کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

ماضی میں، قوموں نے قیادت کو یقینی بنانے اور دولت جمع کرنے کے لیے اپنے مذہبی طریقوں میں ایک منظم درجہ بندی تشکیل دی۔ انہوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ، بزرگی اور عام لوگوں کے درمیان ثالث کے طور پر پیش کیا، اور یہ دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہونے کا واحد راستہ بلا شبہ اپنے اختیار کو تسلیم کرنا اور تسلی دینا ہے۔ اسی طرح، مسلم کمیونٹی نے اسی طرح کے رجحانات کا مظاہرہ کیا جب انہیں تفرقہ سے دور رہنے اور اس کے بجائے مستعدی سے اسلامی تعلیمات کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کی تاکید کی گئی، جس سے ان کے اتحاد کو فروغ دیا جا سکتا تھا۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے ایسے مینار کا کام کیا جنہوں نے دنیا اور آخرت دونوں میں اللہ تعالیٰ کے قرب کی طرف صحیح راستہ روشن کیا۔ انہوں نے دربان کے طور پر کام نہیں کیا، اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کے لیے لوگوں کو ان کی خوشنودی کی ضرورت تھی۔ ایک مسلمان کو اسلامی تعلیمات کو صحیح طریقے سے سیکھنے اور لاگو کرنے کے لیے اس ذہنیت کی عکاسی کرنے والے اساتذہ کو تلاش کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ ان نعمتوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں جو انہیں حاصل ہوئی ہیں۔ یہ نقطہ نظر انہیں ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول میں مدد دے گا، جس سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو صحیح ترتیب میں رکھ سکیں گے جبکہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کر سکیں گے۔ نتیجتاً یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دے گا۔

لہذا، ایک مسلمان کو ایسے علماء سے بچنا چاہیے جو اپنے فرقوں کی وکالت کرتے ہیں اور لوگوں کو ان کے ساتھ شامل ہونے کے لیے دباؤ ڈالتے ہیں، اور ان کے طرز عمل سے اندھی وفاداری کو فروغ دیتے ہیں۔ اس کے بجائے، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات سے سیکھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کے لیے کام کرے، تاکہ وہ ان کو

عطا کردہ نعمتوں کو دانشمندی سے استعمال کر سکے اور صحیح ذہنیت پیدا کر سکے جو اللہ تعالیٰ کے حقوق کو صحیح طریقے سے ادا کر کے، معاشرے میں اتحاد کی حوصلہ افزائی کرے۔ تاہم، یہ ہدایت صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو دوسروں کی اندھی پیروی نہیں کرتے بلکہ کھلے اور غیر جانبدارانہ، ذہن کے ساتھ اسلامی تعلیمات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ باب 12 یوسف، آیت 108:

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو..." میری پیروی کرتے ہیں

:باب 10 یونس، آیت 93

اور ہم نے بنی اسرائیل کو ایک اچھی بستی میں بسایا تھا اور انہیں پاکیزہ چیزوں سے نوازا تھا اور" جب تک ان کے پاس علم نہ آجاتا ان میں اختلاف نہیں ہوا۔"

انتشار کا باعث بننے والے حسد سے اس وقت بچا جا سکتا ہے جب افراد بالخصوص علماء اور کمیونٹی رہنما اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص اختیار کریں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو دی گئی نعمتوں کو استعمال کرنے کی کوشش کریں، جیسے سماجی اثر و رسوخ اور قیادت، ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح کی کوششوں سے معاشرے میں امن انصاف اور اتحاد کو فروغ دینے میں مدد ملے گی۔ یہی وہ واحد راستہ ہے جس سے وہ دنیا اور آخرت دونوں میں سکون اور کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ دوسری طرف، اگر وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں جو انہیں حاصل ہوئی ہیں، تو وہ جو کچھ بھی حاصل کریں گے وہ دونوں جہانوں میں ان کے لیے تناؤ، مصائب اور چیلنجوں کا باعث بنے گا، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار اور اپنے اعمال کے نتائج سے بچ نہیں سکتے۔ باب 9 توبہ آیت 82:

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟" (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بہلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بہلا دیا جائے گا۔

جو شخص حسد محسوس کرتا ہے اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اس کی ذہنیت اللہ تعالیٰ کے فرمان سے براہ راست متصادم ہے، جو تنہا فیصلہ کرتا ہے کہ دنیاوی نعمتیں کس طرح لوگوں میں تقسیم کی جاتی ہیں۔ نتیجتاً، غیرت مند شخص یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بجائے کسی اور کو خاص نعمت دینے میں غلطی کی ہے۔ یہ عقیدہ اس بات پر روشنی ڈالتا ہے کہ حسد کو ایک بڑا گناہ کیوں سمجھا جاتا ہے۔ اس کے بجائے، ایک مسلمان کو اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے پر توجہ دینی چاہیے، یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ ان کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ ان کے لیے بہترین ہیں بالکل اسی طرح جیسے دوسروں کو دی گئی نعمتیں ان کے لیے مثالی طور پر موزوں ہیں۔ یہ نقطہ نظر انہیں حسد کے نقصان دہ اثرات سے محفوظ رکھے گا، جیسے جذباتی تکلیف اور عذاب کی زندگی اور آخرت میں، اور اس کی بجائے انہیں دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے کی طرف لے جائے گا، متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور اپنی زندگی میں ہر چیز کو مناسب طریقے سے رکھ کر۔

بنی اسرائیل کے بارے میں گفتگو کرنے کے بعد، اللہ تعالیٰ، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مسلمانوں کو الہی علم حاصل کرنے کی ترغیب دے کر مضبوط ایمان کو اپنانے کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 94

پس اگر تمہیں اس چیز میں شک ہے جو ہم نے تم پر نازل کیا ہے تو ان لوگوں سے پوچھ لو جو تم "سے پہلے کتاب پڑھتے رہے ہیں۔"

عام طور پر دیکھا جائے تو یہ آیت ایک مسلمان کو اسلام پر اپنے ایمان کو مضبوط کرنے کے لیے سابقہ آسمانی صحیفوں تورات اور بائبل کا مطالعہ کرنے کی اجازت دیتی ہے، جیسا کہ اصل اور غیر ترمیم شدہ سابقہ آسمانی صحیفے اور قرآن پاک سب ایک ہی مصنف، اللہ تعالیٰ نے نازل کیے ہیں۔ لیکن یہ بات ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ قرآن پاک کی صداقت کو سمجھنے کے لیے کوئی بھی سابقہ آسمانی صحیفوں کا مطالعہ کر سکتا ہے لیکن ان کی توجہ ہمیشہ قرآن پاک کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے پر مرکوز ہونی چاہیے تاکہ ان کی عطا کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ ہو سکے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرز عمل تھا۔ انہیں خالص علمی رویہ اپنانے سے گریز کرنا چاہیے۔ علمی ذہنیت ان افراد میں واضح ہوتی ہے جو دنیاوی علم کی تلاش اور تحقیق میں مشغول ہوتے ہیں۔ تاہم، ان طلباء کے ذریعہ حاصل کردہ دنیاوی علم ان کے رہن سہن یا اللہ تعالیٰ یا اس کی مخلوق سے تعلق کو متاثر نہیں کرتا ہے۔ یہ ایک مکمل طور پر تعلیمی حصول ہے جو طالب علم کی روزمرہ کی زندگی، رویے، یا رویے پر اثر انداز نہیں ہوتا ہے۔ یہ رجحان اسلامی علوم کے طلباء میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ وہ اپنی حاصل کردہ معلومات سے متاثر ہو سکتے ہیں لیکن بنیادی اسباق اور اخلاق کو سمجھنے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں علم ان کے کردار، رویے اور زندگی کو مثبت انداز میں ڈھالنے میں ناکام ہو جاتا ہے۔ نتیجتاً، وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی مخلصانہ اطاعت میں اضافہ نہیں کرتے جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو ان کو دی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اس کے لیے پسند ہوں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ مزید برآں، ان کا علم انہیں دوسروں کے حقوق کو برقرار رکھنے کی ترغیب نہیں دیتا، جس میں سب سے بنیادی بات یہ ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ جیسا سلوک کرنا چاہتے ہیں۔ صرف ایک علمی نقطہ نظر سے اسلامی علوم اور سابقہ آسمانی صحیفوں کے ساتھ مشغول ہونا کسی شخص کے علم کو بڑھا سکتا ہے، لیکن اس سے ان کے کردار پر مثبت اثر نہیں پڑے گا۔ اس سے وہ علم بے اثر ہو جاتا ہے جو انہوں نے حاصل کیا ہے۔ باب 62 الجمعہ

آیت 5

اور پھر اس پر عمل نہیں کیا (اپنے علم پر عمل نہیں کیا) (اس گدھے کی طرح ہے جو کتابوں کی کتابیں اٹھائے ہوئے ہے۔“

یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اسلامی تعلیمات اور سابقہ آسمانی صحیفوں کے مطالعہ کا مقصد اللہ تعالیٰ اور دوسروں کے ساتھ اپنے طرز عمل کو بڑھانا ہے۔ اگر یہ بہتری نہیں آتی تو وہ صحیح راستے پر نہیں چل رہے اور درحقیقت صحیح راستے سے مزید بھٹک رہے ہیں۔ صحیح رویہ اختیار کرنے والا ان کا ایمان مضبوط کرے گا جو انہیں اسلامی تعلیمات میں دی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے کی ترغیب دے گا۔ باب 10 یونس: آیت 94

بلاشبہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آچکا ہے، لہذا ہرگز شک کرنے والوں میں سے ”نہ ہونا۔“

ایک مضبوط ایمان کی پرورش ضروری ہے، کیونکہ یہ افراد کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے وقف رہنے کی اجازت دیتا ہے، خواہ ان کے حالات کچھ بھی ہوں، چاہے وہ آسانی کے وقت ہوں یا چیلنجز کا سامنا۔ قرآن پاک میں موجود واضح دلائل و شواہد اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے مضبوط ایمان پیدا ہوتا ہے۔ یہ تعلیمات اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت کا نتیجہ دنیا اور آخرت دونوں میں سکون ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ اسلامی تعلیمات سے ناواقف ہیں وہ اکثر کمزور ایمان کے مالک ہوتے ہیں۔ ایسے افراد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں جب ان کی خواہشات اس کے احکام سے متصادم ہوتی ہیں، یہ نہ سمجھے کہ ذاتی خواہشات سے بالاتر ہو کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے سے دونوں جہانوں میں سکون ملتا ہے۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو ذہنی اور جسمانی خلفشار کی حالت میں پا سکتے ہیں، ہر چیز اور اپنے اردگرد کی ہر چیز کو نظر انداز کر سکتے ہیں، اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے ناکافی تیاری کر سکتے ہیں۔ یہ صورت حال دونوں جہانوں میں

تناؤ، چیلنجوں اور مشکلات کا باعث بن سکتی ہے، قطع نظر اس کے کہ وہ کسی بھی دنیاوی لذت کا تجربہ کر سکتے ہیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہیں گے تو وہ اس پر اپنے ایمان کے زبانی اثبات میں اسی طرح کے اعمال سے ناکام رہیں گے اور اس کے نتیجے میں وہ اپنے ایمان کے بغیر: اس دنیا سے چلے جائیں گے۔ باب 10 یونس، آیات 94-95

یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آچکا ہے، لہذا ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا اور اللہ کی آیات کو جھٹلانے والوں میں سے ہرگز نہ ہونا اور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو “جانا۔

یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کی طرح ہے جو پھلنے پھولنے اور برقرار رہنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہے۔ اسی طرح سورج کی روشنی جیسی ضروری خوراک سے محروم پودا مرجھا جائے گا۔ اسی طرح، ایک فرد کا ایمان فنا ہو سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے عمل سے برقرار نہ رکھا جائے۔

،اگر کوئی اس سچائی کی قدر کرنے میں ناکام رہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہتے ہیں ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے جو انہیں عطا کی گئی ہیں، اور اس طرح اس پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کو عمل سے ثابت کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ اپنے آپ کو اور دوسروں کو یہ جھوٹا یقین دلانے کے لیے بے وقوف بنا سکتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں جب کہ حقیقت میں وہ نہیں ہیں، کیونکہ اندرونی ایمان ہمیشہ اچھے اعمال کو ظاہر کرتا ہے جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 96

“بے شک وہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے جن پر آپ کے رب کا کلام نافذ ہو گیا ہے۔”

اس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہے کیونکہ کائنات میں اس کی مرضی کے بغیر کوئی چیز واقع نہیں ہوتی۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ یقین نہ کرنے کا نتیجہ براہ راست اپنے اعمال کا ہی نکلتا ہے۔ اگر کوئی عمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت کرنے میں ناکام رہتا ہے، تو وہ کسی بھی علامت کا مثبت جواب نہیں دے گا، خواہ وہ نشانیاں اسلامی تعلیمات میں پائی گئی ہوں ان کی اپنی زندگیوں میں، دوسروں کی زندگیوں میں ہوں یا وسیع تر کائنات کے اندر، جو تمام اسلامی تعلیمات میں دی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ اگر وہ اس طرز عمل پر قائم رہیں تو ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی جب وہ اس دنیا میں اپنے انجام کو دیکھیں گے۔ باب 10 یونس، آیت 97

”چاہے ان کے پاس ہر نشانی آجائے، یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔“

باب 10 یونس، آیت 96

”بے شک وہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے جن پر آپ کے رب کا کلام نافذ ہو گیا ہے۔“

اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرنے اور رد کرنے کا انتخاب کیا ہے کیونکہ یہ ان کی دنیاوی خواہشات کے خلاف ہے۔ نتیجے کے طور پر، وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہیں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ نتیجتاً، ان کی زندگی کا ہر پہلو—خاندان، دوست کیرئیر، اور دولت—پریشانی کا باعث بن جائے گا۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہیں گے تو وہ غلطی سے اپنے دباؤ کا الزام دوسروں پر ڈالیں گے، جیسے کہ اپنے رشتہ دار۔ اپنے آپ کو ان مثبت اثرات سے الگ کر کے، وہ صرف اپنے دماغی صحت کے مسائل میں اضافہ کریں گے، جو ممکنہ طور پر ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بنتے ہیں۔ یہ نتیجہ خاص طور پر ان لوگوں میں ظاہر ہوتا ہے جو اپنی عطا کردہ نعمتوں کا مسلسل غلط استعمال کرتے

ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور، جو دنیاوی آسائشوں میں مبتلا ہونے کے باوجود بدحالی کی زندگی گزارتے ہیں۔ اگر کوئی اس طرز عمل کو جاری رکھے گا تو وہ اس واضح نشانی کو پہچاننے میں ناکام ہو جائیں گے جو انہیں اور ان پر عمل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے اپنے کردار کو بہتر بنانے کی تاکید کرتی ہے اور ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں ان پر زور دیا گیا ہے۔ نتیجتاً، موت کے وقت اور بعد کی زندگی میں ان کو جو سزا ملے گی، وہ خاصی سخت ہوگی، اور انہیں مزید کوئی دوسرا موقع نہیں دیا جائے گا۔ باب 10 یونس، آیت 97:

”چاہے ان کے پاس ہر نشانی آجائے، یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔“

اللہ تعالیٰ لوگوں کو یاد دلاتا ہے کہ جب تک وہ اس دنیا میں اپنے انجام کی گواہی سے پہلے سچے دل سے توبہ کریں گے تو ان سے بھی اس طرح قبول کیا جائے گا جس طرح حضرت یونس علیہ السلام کی امت سے قبول کیا گیا تھا، جب انہوں نے اپنے اوپر عذاب الہی کا مشاہدہ کرنے سے پہلے سچے دل سے توبہ کی تھی۔ باب 10 یونس، آیت 98

پھر کیا کوئی شہر ایسا نہیں ہے جو ایمان لایا ہو تو اس کے ایمان نے اسے فائدہ پہنچایا ہو سوائے یونس کی قوم کے، جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے ان سے دنیاوی زندگی میں رسوائی کا عذاب ہٹا دیا اور ان کو ایک وقت تک فائدہ پہنچایا۔

سچی توبہ میں پچھتاوا، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور ان لوگوں سے جن پر ظلم ہوا ہے، جب تک کہ اس سے مزید مسائل پیدا نہ ہوں۔ اسی یا اسی طرح کے گناہ کو دوبارہ کرنے سے بچنے کے لیے مخلصانہ عہد کرنا اور اللہ تعالیٰ اور دیگر کے بارے میں جو حقوق پامال ہوئے ہیں ان کو بحال کرنا بہت ضروری ہے۔ مزید برآں، اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اس کی وفاداری کے ساتھ اطاعت کرتے رہنا چاہیے۔ یہ جاننا ضروری

ہے کہ چونکہ موت کا وقت معلوم نہیں ہے، اس لیے کسی کو یہ یقین کرنے میں دھوکا نہیں ہونا چاہیے کہ وہ اپنی موت سے پہلے سچے دل سے توبہ کر لیں گے، کیونکہ جس کو یقین ہے کہ ان کی موت واقع ہو چکی ہے، اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور اس لیے اسے اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ باب 4 النساء، آیات 17-18

اللہ کی طرف سے توبہ قبول ہوتی ہے صرف ان لوگوں کی جو نادانی میں برے کام کر بیٹھتے ہیں" اور پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرماتا ہے، اور اللہ ہمیشہ سے علم والا اور حکمت والا ہے، لیکن ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو برے کام کرتے رہتے ہیں، جب تک کہ میں ان کے لیے موت نہ آجائے۔" اب توبہ کر لو "یا جو لوگ کفر کی حالت میں "مرتے ہیں، ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

اور جو گمراہ کن رویہ اختیار کرتا ہے کہ وہ موت سے پہلے توبہ کر لیں گے وہ توبہ کے تصور کا مذاق اڑا رہا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ غیر متوقع طور پر موت کا شکار ہو جائے گا۔

لوگوں کو اس پر ایمان لانے کی ترغیب دینے اور اس پر ایمان کے زبانی اعلان کی تائید کرنے کے بعد، اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ لوگوں کو یاد دلاتا ہے کہ وہ ان پر صحیح رہنمائی کا جبر نہیں کرتا، کیونکہ یہ اس دنیا میں زندگی کے امتحان کے مقصد سے انحراف کرے گا۔ باب 10 یونس، آیت 99

"اور اگر آپ کا رب چاہتا تو جو لوگ زمین پر ہیں سب کے سب ایمان لے آتے۔"

:اور باب 67 الملک، آیت 2

"...[وہ] جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں بہتر ہے"

اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد دلاتا ہے کہ ان کا فرض لوگوں پر جبراً ہدایت کرنا نہیں ہے بلکہ ان کے سامنے حق کو پیش کرنا، ان کے لیے بہترین نمونہ بننا اور پھر انہیں زندگی کی راہ خود طے کرنے کے لیے چھوڑ دینا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 99

“پھر کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے کہ وہ مومن بن جائیں؟”

عام طور پر، یہ ایک فرد کا فرض ہے کہ وہ اپنے آس پاس کے لوگوں کو صحیح رہنمائی اور گمراہی کے درمیان فرق کے بارے میں مناسب طور پر آگاہ کرے، اور ساتھ ہی ساتھ انہیں زندگی میں صحیح راستے کا انتخاب کرنے کی ترغیب دے۔ اس کے باوجود وہ کسی کو یہ فیصلہ کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ جو لوگ اس حقیقت کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں وہ گمراہی کا انتخاب کرنے والوں کے لیے ہمیشہ مایوسی اور سامنا کرتے ہیں، اور غم کا یہ احساس ڈپریشن میں بھی بڑھ سکتا ہے اگر وہ یہ نہ سمجھیں کہ ان کا کردار زندگی میں صحیح راستے کے انتخاب کے لیے دوسروں پر دباؤ ڈالنا نہیں ہے۔ باب 88 الغاشیہ، آیات 21-22

"تو یاد دلائیں کہ آپ صرف ایک یاد دہانی ہیں۔ آپ ان پر کنٹرولر نہیں ہیں۔"

صحیح رہنمائی کے خواہشمند ہی اس کا جواب دیں گے۔ دونوں جہانوں میں سکون حاصل کرنے کی خواہش رکھنے والے افراد، چاہے اس کے لیے ان کی دنیاوی خواہشات کی مخالفت ہی کیوں نہ ہو، تسلیم کرتے ہیں کہ اس وجود میں اپنی خواہشات کو قابو میں رکھنا دونوں جہانوں میں سکون حاصل کرنے کے لیے ایک چھوٹی سی رعایت ہے۔ مزید یہ کہ، یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اپنی تمام دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے سے اندرونی سکون نہیں ہوتا۔ جب کوئی امیر اور نامور لوگوں کی زندگیوں کا جائزہ لیتا ہے تو یہ واضح طور پر واضح ہوتا ہے۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو صحیح ہدایت یا گمراہی پر مجبور نہیں کرتا، کوئی بھی کم نہیں، کوئی بھی اپنے ایمان کو قبول اور اس پر عمل نہیں کر سکتا اور اس کی رحمت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر سکتا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 100

اور کسی نفس کے لیے یہ کام نہیں کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر ایمان لائے۔“

اس لیے کہ ایمان کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی صلاحیت، الہام، علم اور موقع سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنا انسان کو اپنے عقیدے اور اپنے اچھے اعمال کے بارے میں غرور اختیار کرنے سے روک دے گا۔ غرور ہی انسان کے ایمان، کوششوں اور نیک اعمال کی تباہی کا باعث بنتا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 100

”اور وہ ان لوگوں پر ناپاک کرے گا جو عقل کا استعمال نہیں کریں گے۔“

اس کے علاوہ، جو اپنی عقل کو استعمال کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کرنے میں ناکام رہتا ہے کہ واحد وہی ہے جو کامل ضابطہ اخلاق فراہم کر سکتا ہے جو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے

دونوں جہانوں میں سکون کا باعث بنتا ہے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو صحیح طریقے سے رکھ کر اللہ تعالیٰ اعلیٰ ہے، اور ان لوگوں کو دیکھنے میں ناکام رہتا ہے جو انہیں عطا کی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ یہ امیر اور ذہنی صحت کے مسائل کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ نشے کی لت اور خودکشی کے خیالات، خواہ وہ کچھ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں نادانی سے ان کے طرز عمل میں ان کی پیروی کریں گے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ ذہنی سکون ان کے طرز عمل میں مضمر ہے۔ باب 10 یونس، آیت 100

"اور وہ ان لوگوں پر ناپاک کرے گا جو عقل کا استعمال نہیں کریں گے۔۔۔"

نتیجتاً، ان کی زندگی کا ہر پہلو—خاندان، دوست، کیرئیر، اور دولت—تناؤ کا باعث بن جائے گا۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہیں گے تو وہ غلطی سے اپنے تناؤ کا الزام دوسروں پر ڈالیں گے جیسے کہ اپنے رشتہ دار۔ اپنے آپ کو ان فائدہ مند اثرات سے الگ کر کے، وہ صرف اپنے دماغی صحت کے مسائل کو بڑھا دیں گے، جو ممکنہ طور پر ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بنتے ہیں۔ یہ نتیجہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو اپنی عطا کردہ نعمتوں کا مسلسل غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور لوگ جو زندگی کی آسائشوں کا مزہ لینے کے باوجود بدحالی کی زندگی گزارتے ہیں۔ اس نتیجہ کو روکنے کے لیے، دوسروں کے فیصلوں اور ان انتخاب کے نتائج کو دیکھنا اور سیکھنا چاہیے، اس طرح یہ یقینی بنانا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ثابت قدم رہیں، اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو دانشمندی کے ساتھ استعمال کرتے ہوئے۔ باب 10 یونس، آیت 101

”کہہ دو، دیکھو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔“

یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دماغ اور جسم کی متوازن حالت حاصل کر سکیں گے، اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو صحیح طریقے سے ترتیب دیتے ہوئے قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب

طریقے سے تیاری کر رہے ہیں۔ نتیجتاً یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دے گا۔ لہذا ایک فرد کو چاہیے کہ وہ اپنے فائدے کے لیے اسلامی اصولوں کو اپنائے اور ان کا اطلاق کرے، خواہ یہ اصول اس کے ذاتی رجحان کے خلاف ہوں۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے جو اپنے معالج کی طبی سفارشات پر عمل کرتا ہے، اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ اس طرح کی رہنمائی ان کے بہترین مفادات کو پورا کرتی ہے، چاہے اس میں ناخوشگوار دوائیں لینا اور سخت غذائی پلان، پر عمل کرنا شامل ہو۔ جس طرح یہ عاقل مریض بہترین ذہنی اور جسمانی تندرستی حاصل کرے گا، اسی طرح اسلامی تعلیمات کو تسلیم کرنے اور اس پر عمل کرنے والا فرد بھی فلاح پائے گا۔ یہ اس حقیقت کی وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی وہ واحد ہستی ہے جس کے پاس انسان کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول میں مدد کرنے اور اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں اور افراد کو صحیح طریقے سے ترتیب دینے کے لیے ضروری علم حاصل ہے۔

اس کے علاوہ، صحیح رویہ اپنانے کے لیے قیامت کے دن اپنے اعمال کے لیے جوابدہ ہونے کی حقیقت کو سمجھنا چاہیے۔ قیامت پر ایمان کی قوت اس وقت بڑھ جاتی ہے جب وہ تخلیق پر غور کرتے ہیں۔
باب 10 یونس، آیت 101

”کہہ دو، دیکھو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔“

قیامت کی بے شمار مثالیں دنوں، مہینوں اور سالوں میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر، اللہ تعالیٰ، ایک بے جان، بنجر زمین کو زندہ کرنے کے لیے بارش کا استعمال کرتا ہے اور ایک مردہ بیج کو زندہ کرنے کے قابل بناتا ہے، جس سے مخلوق کو رزق ملتا ہے۔ اسی طرح اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ انسانی بیج کو زندگی بخشے جو زمین میں دفن ہے، جس طرح مردہ بیج سے زندگی نکلتی ہے۔ موسموں کی تبدیلی قیامت کے تصور کو واضح طور پر واضح کرتی ہے۔ مثال کے طور پر سردیوں میں درختوں کے پتے مرجھا کر گر جاتے ہیں جس سے درخت بظاہر بے جان نظر آتا ہے۔ تاہم، دوسرے موسموں میں، پتے دوبارہ نمودار ہوتے ہیں، اور درخت ایک بار پھر زندگی کے ساتھ متحرک ہو جاتا ہے۔ قیامت کا واقعہ زندہ جسموں کے اندر بھی واضح ہے، جہاں خلیے مستقل طور پر مر رہے ہیں اور دوبارہ پیدا ہو رہے ہیں، جیسے کہ جلد کے خلیات۔ مزید برآں، تمام جانداروں کی نیند کے جاگنے کا چکر قیامت کی ایک اور مثال کے طور پر کام کرتا ہے۔ نیند کو موت کی ایک

شکل سے تشبیہ دی جا سکتی ہے، کیونکہ سونے والے کے حواس عارضی طور پر معطل ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ، پھر کسی شخص کی روح کو ان میں بحال کرتا ہے اگر وہ زندہ رہنے کے لیے ہے، اس طرح سوئے ہوئے فرد کو ایک بار پھر زندہ کر دیتا ہے۔ باب 39 از زمر، آیت 42

اللہ تعالیٰ روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جو نہیں مرتے ان کی روحيں ان کی "نیند میں قبض کرتا ہے، پھر جن کے لیے موت کا حکم دیا ہے ان کی روحيں قبض کر لیتا ہے اور باقیوں کو ایک مقررہ مدت کے لیے چھوڑ دیتا ہے، بیشک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے "نشانیوں ہیں۔"

مزید برآں، قیامت ایک واقعہ ہے جو ہونا ضروری ہے۔ کائنات کا مشاہدہ کرنے سے توازن کی متعدد مثالیں سامنے آتی ہیں۔ مثال کے طور پر، زمین سورج سے ایک مثالی فاصلہ برقرار رکھتی ہے۔ اگر یہ تھوڑا سا بھی قریب یا دور ہوتا تو یہ ناقابل رہائش ہو جاتا۔ اسی طرح، پانی کا چکر، جو سمندر سے بخارات بن کر فضا میں پانی پر مشتمل ہوتا ہے اور پھر بارش پیدا کرنے کے لیے گاڑھا ہوتا ہے زمین پر زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے احتیاط سے متوازن ہے۔ زمین کو اس طرح سے ڈیزائن کیا گیا ہے جو نازک شاخوں اور بیجوں کی ٹہنیوں کو ٹوٹنے کی اجازت دیتا ہے، فصلوں کو زندگی کے لیے فراہم کرتا ہے، جبکہ اس پر بنے ہوئے بھاری ڈھانچے کو سہارا دینے کے لیے کافی مضبوط بھی ہے۔ ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں جو نہ صرف ایک خالق کی طرف اشارہ کرتی ہیں بلکہ توازن کے تصور کی طرف بھی اشارہ کرتی ہیں۔ تاہم، اس دنیا کا ایک اہم پہلو واضح طور پر غیر متوازن ہے: انسانیت کے اعمال۔ جابر اور ظالم لوگوں کا مشاہدہ کرنا عام ہے جو اس زندگی میں نتائج سے بچ جاتے ہیں۔ اس کے برعکس، بہت سے لوگ جبر اور دیگر مشکلات کا شکار ہیں لیکن پھر بھی ان کی برداشت کے لیے ان کے مستحق انعامات نہیں ملتے ہیں۔ بے شمار مسلمان جو وفاداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں، اکثر اس دنیا میں مختلف چیلنجوں کا سامنا کرتے ہیں اور انہیں اپنے انعامات کا صرف ایک حصہ ملتا ہے، جب کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی صریح نافرمانی کرتے ہیں، وہ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور کم سے کم مسائل کا سامنا کرتے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں توازن قائم کیا ہے اسی طرح اعمال کی جزا اور سزا بھی متوازن ہونی چاہیے۔ تاہم، واضح طور پر اس دنیا میں ایسا نہیں ہے، اسی لیے اسے کسی اور وقت، خاص طور پر یوم جزا پر ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ اس دنیا میں پوری طرح جزا اور سزا دینے کا اختیار رکھتا ہے۔ تاہم، اس دنیا میں وہ مکمل سزا نہ دینے کی ایک وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو سچی توبہ کرنے اور اپنے اعمال کی اصلاح کرنے کے بے شمار مواقع فراہم کرنا ہے۔ وہ مسلمانوں کو ان کا پورا انعام اس زندگی میں دینے سے گریز کرتا ہے کیونکہ یہ دنیا جنت نہیں ہے۔ مزید برآں، غیب پر ایمان، بالخصوص مکمل انعامات جو مسلمانوں کے لیے آخرت میں منتظر ہیں، ایمان کا ایک اہم عنصر ہے۔ درحقیقت یہ غیب پر یقین ہی ایمان کو ممتاز کرتا ہے۔ اگر کوئی صرف ان چیزوں پر یقین کر سکتا ہے جو پانچ حواس کے ذریعے واضح ہے، جیسے اس دنیا میں مکمل انعامات حاصل کرنا، تو وہ اپنی قدر کھو دے گا۔

اس کے علاوہ، آخرت میں مکمل انعامات حاصل کرنے کی امید کے ساتھ مل کر مکمل سزا کا خوف لوگوں کو گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال میں مشغول ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔

جزا کا دن شروع ہونے کے لیے، اس جسمانی دنیا کا خاتمہ ضروری ہے۔ یہ اس حقیقت کی وجہ سے ہے کہ سزا اور جزا صرف اسی وقت دی جاسکتی ہے جب تمام اعمال ختم ہو جائیں۔ چنانچہ یوم جزا اس وقت تک واقع نہیں ہو سکتا جب تک کہ لوگوں کے اعمال ختم نہ ہوں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مادی دنیا بالآخر ختم ہو جائے گی۔

اس بحث پر غور کرنے سے قیامت کے دن پر اس کے یقین کو تقویت ملے گی اور قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق حاصل ہونے والی نعمتوں سے استفادہ کرتے ہوئے تیاری کرنے کی ترغیب ملے گی۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھ کر: دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کریں۔ باب 45 الجثیہ، آیت 22

کیونکہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو ایک مقصد کے لیے پیدا کیا ہے، تاکہ ہر شخص کو اس کے "کیے کا بدلہ دیا جائے، اور کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔"

:اور باب 10 یونس، آیت 101

”کہہ دو، دیکھو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔“

لیکن جن کا مقصد صرف اپنی دنیوی خواہشات کی تکمیل ہے وہ روز قیامت اپنے احتساب کی حقیقت اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اہمیت کو نظر انداز یا رد کر دیں گے کیونکہ اس کے لیے وہ اپنی دنیوی خواہشات پر قابو پا کر اس کی عطا کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کریں۔ باب 10 یونس، آیت 101

”جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے لیے نشانیاں اور ڈرانے والے کچھ کام نہیں آئیں گے۔ لیکن“

اس کے علاوہ، یہ آیت ان لوگوں کو متنبہ کرتی ہے جو زبانی طور پر اسلام پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اپنے ایمان کے اعلان کو اعمال کے ساتھ کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ اگر وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کی حقیقت اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اہمیت کو اعمال کے ذریعے قبول کرنے میں ناکام رہتے ہیں، جس کی نشانیاں آسمانوں اور زمین میں واضح طور پر ظاہر ہوتی ہیں، تو وہ ایمان نہیں رکھتے، خواہ وہ دعویٰ ہی کیوں نہ کریں، جیسا کہ حقیقی ایمان رکھنے والا ان نشانیوں سے مثبت طور پر متاثر ہوگا۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اسلامی معاشرے میں لوگوں کو ان کی ظاہری شکل و صورت سے پرکھا جاتا ہے، چاہے اس سے ان کی اصلیت ظاہر نہ ہو۔ مثال کے طور پر، اگر کوئی شخص مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، تو معاشرہ اسے قبول کرے گا جب تک کہ وہ کفر کا صریح فعل انجام نہ دیں۔ بہر حال، بعد کی زندگی میں، اللہ تعالیٰ لوگوں کا ان کی حقیقی اندرونی حالت اور ان کے ظاہری اعمال کی بنیاد پر فیصلہ کرے گا۔ اس لیے منافقانہ رویے سے بچنا چاہیے، کیونکہ یہ دنیا میں دوسروں کو گمراہ کر سکتا ہے، لیکن آخرت میں وہ گمراہ ہوں گے، کیونکہ ان کی اصل باطنی حالت کے مطابق جانچ کی جائے گی، جس کی جڑ شاید کفر پر ہو۔ باب 2 البقرہ، آیات 8-9:

،اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں" لیکن وہ مومن نہیں ہیں، وہ اللہ اور ایمان والوں کو دھوکہ دیتے ہیں، لیکن وہ اپنے آپ کو دھوکہ نہیں دیتے اور اس کا شعور نہیں رکھتے۔

:اور باب 57 الحديد، آیات 13-15

اسی دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کرو تاکہ ہم تمہارے نور میں سے کچھ حاصل کر لیں، کہا جائے گا کہ اپنے پیچھے جاؤ اور روشنی تلاش کرو۔ "اور ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس کا دروازہ رحمت ہو گا، لیکن اس کے باہر عذاب ہو گا، وہ [یعنی ہم ان منافقوں کو پکاریں گے]۔ آپ کے ساتھ نہیں؟ "وہ کہیں گے "ہاں، لیکن تم نے اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالا اور [ہمارے لئے] بدقسمتی کا انتظار کیا اور شک کیا، اور خواہش مندانه سوچ نے تمہیں دھوکہ دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا۔ اور دھوکے باز [یعنی شیطان نے] تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکہ دیا۔ پس آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ کافروں سے۔ تیری پناہ گاہ آگ ہے۔ یہ تمہارے لیے سب سے زیادہ لائق ہے اور بری منزل ہے۔

لہذا جو لوگ اسلام میں ایمان کے اپنے زبانی اعلان پر عمل نہیں کرتے وہ اپنے آپ کو سچے مسلمان ماننے میں بے وقوف نہ بنائیں۔ سچی بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے روحانی دل میں اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان رکھتا ہے تو یہ کسی نہ کسی طرح اس کے اعمال سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس حقیقت کی تائید صحیح بخاری نمبر 52 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ دوسری طرف جس میں ایمان نہیں ہے وہ اپنے عمل سے اسلام کو ظاہر نہیں کرے گا، خواہ وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے۔ اس ذہنیت سے بچنا چاہیے؛ بصورت دیگر جو شخص مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے وہ آخر کار قیامت کے دن غیر مسلم ظاہر ہو سکتا ہے۔ اس تصور کو درج ذیل آیت سے مزید تقویت ملتی ہے، جو اسلام میں ایمان کے اعلان پر اعمال کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ اسلام کا اظہار اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اپنے اعمال سے ہوتا ہے، جب کہ ایمان روحانی قلب میں موجود ہوتا ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 85

اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور طریقہ کو زندگی گزارنا چاہے تو وہ اس سے ہرگز قبول "نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔"

مزید برآں، اپنے ارادوں، قول اور عمل کی ذمہ داری لیتے ہوئے اس دنیا میں زندگی کے مقصد کو اپنانا ضروری ہے، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ کوئی صحیح طرز عمل اختیار کرے، کیونکہ اللہ: باب 67 الملک، آیت 2 تعالیٰ دونوں جہانوں میں لوگوں کو جوابدہ ٹھہرائے گا۔

جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں بہتر ہے۔“۔‘

اگر کوئی اس حقیقت کو نہیں پہچانتا تو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا رہے گا اور ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتا رہے گا۔ نتیجتاً، انہیں ذہنی اور جسمانی دونوں طرح کی عدم استحکام کا سامنا کرنا پڑے گا، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور آخر کار قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، خواہ وہ کچھ دنیاوی لذتوں میں شریک ہوں۔ مزید برآں، جو شخص اپنے

،زبانى اعلان ايمان كى حمايت عمل سے نهى كرتا وه اپنے ايمان كے بغير اس دنيا سے چلا جا سكتا هے جيسا كه جو الله تعالىٰ كى كهلم كهلا نافرمانى كرتا هے ، اس كے ايمان كو تباہ كرنے كا خطرہ هے۔ يہ سمجھنا ضرورى هے كه ايمان ايك پودے كى مانند هے جسے پهلنے پهلنے اور برداشت كرنے كے ليے اطاعت كے عمل كے ذريعے پرورش كى ضرورت هوتى هے۔ اسى طرح، سورج كى روشنى جيسے اہم وسائل سے محروم پودا مرجھا جائے گا۔ اسى طرح، ايك شخص كا ايمان كم اور فنا ہو سكتا هے اگر اسے اطاعت كے اعمال سے تقويت نہ ملے۔ باب 10 يونس، آيات 101-102:

ليكن جو لوگ ايمان نهى لاتے ان كے ليے كوئى نشانياں اور ڈرانے والے كام نهى آئیں گے ، تو كيا وه ان لوگوں كے دنوں كے سوا انتظار كرتے هیں جو ان سے پہلے گزر چكے هیں؟ كهہ دو كه پھر "انتظار كرو۔ بے شك ميں تمہارے ساتھ انتظار كرنے والوں ميں سے ہوں۔"

يہ جاننا ضرورى هے كه الله تعالىٰ كى طرف سے انسانوں كو جو مہلت دى گئی هے وه ابدى نهى هے۔ جو شخص اپنى حاصل كردہ نعمتوں كا غلط استعمال كرتا رہتا هے اسے يہ سوچ كر دھوكہ نهى دينا چاہئے كه صرف اس وجہ سے كه اسے فورى نتائج كا سامنا نهى كرنا پڑتا، يا اس كے كوئى منفى اثرات نظر نهى آتے، وه اس كے نتائج سے پورى طرح بچ جائیں گے۔ اس زندگى ميں، ان كى ذہنيت انہيں دماغ اور جسم كى ہم آہنگى حاصل كرنے سے روكے گى، جس كى وجہ سے وه اپنے اردگرد ہر چيز ،اور ہر چيز كو غلط جگہ پر لے جائیں گے۔ اس كے نتيجے ميں، ان كى زندگى كے پہلو، بشمول خاندان دوست، كيريئر، اور دولت، تناؤ كا ذريعہ بن جائیں گے۔ اگر وه الله تعالىٰ كى نافرمانى كرتے رہیں گے تو وه غلطى سے اپنى پریشانى كا الزام غلط لوگوں اور چیزوں پر ڈال ديں گے۔ ان قيمتى رابطوں كو منقطع كرنے سے، وه صرف اپنى ذہنى صحت كے مسائل كو بڑھا ديں گے، جس كے نتيجے ميں ممكنہ طور پر ڈپریشن، مادے كى زيادتى، اور يہاں تك كه خودكشى كے خيالات بهى پيدا ہو سكتے هیں۔ يہ حقيقت اس وقت عياں ہو جاتى هے جب كوئى ان لوگوں كو ديكتا هے جو اپنى حاصل كردہ نعمتوں كا غلط استعمال كرتے رہتے هیں جيسے كه دولت مند اور مشہور، حالانكه وه دنياوى لذتوں ميں مبتلا نظر آتے هیں۔ اگر وه توبہ نہ كريں اور اپنے طرز عمل كى اصلاح نہ كريں تو دنيا ميں ان كى آخرى سزا ان كى موت اور قيامت كے دن ان كا احتساب ان كو بغير تيارى كے پكڑے گا۔ باب 10 يونس، آيت 102:

تو کیا وہ انتظار کرتے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ان سے پہلے گزرے ہیں؟ "کہہ دو پھر انتظار"
"کرو۔ بے شک میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔"

انہیں اپنے طرز عمل کی اصلاح کے لیے مزید مہلت نہیں دی جائے گی، خواہ وہ ایمان کا اعلان کریں اور عمل سے اپنے ایمان کی زبانی تائید کا وعدہ کریں، کیونکہ یہ دنیا اعمال کی جگہ ہے اور آخرت جوابدہی کی جگہ ہے، جس کا کوئی دوسرا موقع نہیں ہے۔ صرف وہی لوگ جنہوں نے اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے عمل کے ساتھ اپنے زبانی اعلان ایمان کی تائید کی، وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھ کر دونوں جہانوں میں سکون حاصل کریں گے۔ باب 10
:یونس، آیت 103

پھر ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کو بچا لیں گے، اس لیے ہم پر فرض ہے کہ ہم مومنوں کو "
"بچائیں۔"

اللہ تعالیٰ کی مدد کا وعدہ مومنوں سے کیا گیا ہے، مسلمانوں سے نہیں۔ مسلمان وہ ہیں جن کے پاس اسلامی معلومات نہیں ہیں اور وہ اپنے رشتہ داروں جیسے والدین کی وجہ سے اسلام قبول کرتے ہیں۔
:باب 49 الحجرات، آیت 14

بدوی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں، کہہ دو کہ تم ابھی تک ایمان نہیں لائے۔ لیکن یہ کہو کہ 'ہم
نے تسلیم کر لیا' کیونکہ ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے۔

اسلامی علم سے ناواقفیت کے نتیجے میں وہ کمزور ایمان کے مالک ہیں۔ کمزور ایمان ان کو عطا کی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اکثر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا باعث بنے گا، خاص طور پر جب ان کی خواہشات اسلامی تعلیمات سے متصادم ہوں، اور خواہ وہ بنیادی واجبات کو پورا کر رہے ہوں۔ جبکہ مومن قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے ماخوذ علم کی بنیاد پر اسلام قبول کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں مضبوط ایمان حاصل ہوتا ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 15

مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا بلکہ اللہ کی راہ میں اپنے ”مال اور جان سے جہاد کیا، یہی لوگ سچے ہیں۔“

اپنے پختہ ایمان کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ثابت قدم رہیں گے، دونوں وقتوں میں کسی کی نیت میں شکر ادا کرنے میں صرف آسانی، صبر، اور آسانی کے وقت شکر گزاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے عمل کرنا شامل ہے۔ کسی کی تقریر میں شکرگزاری کا مظاہرہ کرنا یا تو مثبت بولنا یا خاموش رہنے کا انتخاب کرنا ہے۔ مزید برآں، اعمال کے ذریعے شکر ادا کرنے کا مطلب ہے کہ حاصل کردہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرنا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہوں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ مشق ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دے کر اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو صحیح طریقے سے ترتیب دے کر دنیا اور آخرت دونوں میں مزید برکات، سکون اور کامیابی کا باعث بنتی ہے۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

”... اگر تم شکر گزار رہو گے تو میں تمہیں ضرور بڑھاؤں گا“

مزید برآں صبر کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ثابت قدم رہتے ہوئے قول و فعل دونوں میں شکایات سے پرہیز کرنا۔ اس کے لیے ایک یقین کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ اس چیز کا انتخاب کرتا ہے جو ان کے لیے بہترین ہے، چاہے یہ فوری طور پر واضح نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

لہذا جو لوگ ہر حال میں صحیح کام کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی ثابت قدمی اور رحمت حاصل کرتے ہیں۔ یہ، بدلے میں، ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں مناسب طریقے سے رکھ کر دونوں جہانوں میں سکون پیدا کرتا ہے۔ اس نصیحت کا حوالہ: باب 10 یونس، آیت 103 صحیح مسلم، نمبر 7500 میں موجود ایک حدیث میں ہے۔

"پس یہ ہم پر فرض ہے کہ ہم مومنوں کو بچائیں۔ ..."

مزید برآں، یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ یہ الہی امداد ہمیشہ انفرادی خواہشات سے میل نہیں کھاتی۔ اس کے بجائے، یہ مستقل طور پر اللہ تعالیٰ کی لامحدود حکمت اور علم کی عکاسی کرتا ہے۔ نتیجتاً یہ الہی امداد لوگوں کے لیے انتہائی سازگار لمحات پر ظاہر ہوتی ہے اور ان طریقوں سے جو ان کے: باب 2 البقرہ، آیت 216 لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہوتی ہے، چاہے وہ اسے شروع میں نہ دیکھیں۔

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

اُس پر اعتقاد کو اپنانے کی اہمیت اور یہ بتانے کے بعد کہ یہ کس طرح دونوں جہانوں میں الہی تائید اور ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے اعتقاد کی بنیادی تعلیم کی وضاحت کرتا ہے۔ باب 10
:یونس، آیت 104

کہہ دو کہ اے لوگو اگر تمہیں میرے دین میں شک ہے تو میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم اللہ ”
کے سوا عبادت کرتے ہو۔“

اس بات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ بتوں کی طرح جھوٹے معبود واحد ہستی نہیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ انسان کی عبادت کر سکتا ہے۔ درحقیقت کوئی بھی چیز جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں باب سرتسلیم خم کرتی ہے جیسے کہ سوشل میڈیا، فیشن، ثقافت اور افراد ان کی عبادت بن جاتی ہے۔
:یاسین، آیت 36 60

اے بنی آدم کیا میں نے تم کو یہ وصیت نہیں کی تھی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا ”
“کھلا دشمن ہے۔“

لوگوں کی اکثریت شیطان کی پرستش نہیں کرتی۔ تاہم، ان پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی وجہ سے ایسا کیا۔ اس لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں دیگر ہستیوں کی اطاعت سے گریز کیا جائے، بشمول افراد، سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت، کیونکہ یہ ان ہستیوں کی عبادت کے مترادف ہے۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی بندگی سے منہ موڑتا ہے تو وہ لازماً دوسرے اثرات کے تابع ہو جائیں گے، جیسا کہ پہلے درج کی گئی چیزیں۔ متعدد اور غیر منصفانہ آقاؤں کو جگانا صرف تناؤ کا باعث بنتا ہے، کیونکہ ان کی غیر متوقع نوعیت کی وجہ سے ہر ایک کے مطالبات کو پورا کرنا ناممکن ہے۔ جس طرح ایک ملازم جس کے متعدد مالکان تمام توقعات پر پورا اترنے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں، اسی طرح جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بندگی کو رد کرتے ہیں، وہ اپنے آپ کو بہت سے مالکوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے پائیں گے اور بالآخر اپنا ذہنی سکون کھو بیٹھیں

گے۔ وقت گزرنے کے ساتھ، ان افراد کو اداسی، تنہائی، افسردگی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، کیونکہ ان کی اپنے دنیاوی آقاؤں کو مطمئن کرنے کی کوششیں وہ تکمیل نہیں لاتی ہیں جس کی وہ تلاش کرتے ہیں۔ یہ بنیادی سچائی ہر کسی پر واضح ہے، چاہے ان کی تعلیمی سطح کچھ بھی ہو۔ مزید برآں، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں دیگر ہستیوں کی پرستش کرنا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں دے گا، کیونکہ یہ ہستیاں ضرورت کے وقت ان کی مدد کو نہیں آئیں گی۔ باب 10 یونس، آیت 104:

کہہ دو کہ اے لوگو اگر تمہیں میرے دین میں شک ہے تو میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم اللہ”
...کے سوا عبادت کرتے ہو۔ لیکن میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں

اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اس کی خوشنودی کے لیے نیک اعمال کرنا شامل ہے۔ دوسرے مقاصد کے لیے کام کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر نہیں ملے گا۔ یہ تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3154 کی ایک حدیث میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا مطلب قرآن کریم کے مختلف پہلوؤں کو پورا کرنا بھی ہے۔ قرآن پاک کی تلاوت درست اور باقاعدگی سے کرنی چاہیے۔ اس کے معنی کو سمجھنا اور اس کی تعلیمات کو روز مرہ کی زندگی میں خلوص کے ساتھ لاگو کرنا ضروری ہے۔ صرف اس زبان میں تلاوت کرنا جس کی سمجھ میں نہیں آتا، کافی اچھا نہیں ہے، کیونکہ قرآن پاک صرف تلاوت کا متن نہیں ہے بلکہ ایک رہنما ہے۔ صحیح رہنمائی صرف اسی وقت حاصل کی جا سکتی ہے جب کوئی اپنے اصولوں کو فعال طور پر نافذ کرے، جیسا کہ نقشہ صرف اس وقت منزل کی طرف لے جا سکتا ہے جب استعمال کیا جائے۔ مزید برآں، اسے مادیت پرستی کے مقاصد کے لیے استعمال نہیں کیا، جانا چاہیے، جہاں لوگ دنیاوی مال حاصل کرنے کے لیے بار بار بعض آیات کی تلاوت کرتے ہیں جیسے کہ بچے یا شریک حیات، کیونکہ قرآن پاک دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے کا ذریعہ نہیں ہے۔ دنیاوی اسباب دنیاوی چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں۔ جو لوگ اس کی تعلیمات پر ایمانداری سے عمل کرتے ہیں وہ اس بات کو یقینی بنائیں گے کہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کو یقینی بنائیں گے، جبکہ قیامت کے دن اپنے احتساب کی تیاری کے لیے اپنی زندگی کے تمام شعبوں کو مؤثر طریقے سے منظم کریں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر حقیقی یقین کی نمائندگی کرتا ہے، اور دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 104

لیکن میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری موت کا سبب بنتا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مومنوں میں سے رہوں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور زندگی اور موت پر مکمل اختیار رکھتا ہے، اس لیے لوگوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا اور ان کا محاسبہ کرنا اس کے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص ان کے ناگزیر احتساب کو مسترد کرتا ہے یا نظر انداز کرتا ہے تو وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے پر اڑے رہیں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ ایک غیر مستحکم ذہنی اور جسمانی حالت کے ساتھ ختم ہو جائیں گے، ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں غلط جگہ پر لے جائیں گے۔ بالآخر، وہ موت کے ہاتھوں پکڑے جائیں گے اور آخرت میں بغیر کسی تیاری کے اپنے آخری احتساب کا سامنا کریں گے۔

مزید برآں، چونکہ زندگی اور موت انسانی اختیار سے باہر ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ افراد کو اس دنیا میں کام کرنے کی محدود آزادی حاصل ہے۔ چنانچہ انہیں چاہیے کہ وہ وقت اور وسائل کو دانشمندی کے ساتھ استعمال کریں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات نے حکم دیا ہے، تاکہ دنیا اور آخرت دونوں میں ذہنی سکون حاصل کیا جا سکے کیونکہ کسی اور طریقے سے ذہنی سکون حاصل کرنا ان کے بس سے باہر ہے۔ باب 10 یونس، آیات 104-105

لیکن میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری موت کا سبب بنتا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مومنوں میں سے رہوں۔

جب کوئی ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتا ہے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں ہر حال میں، وہ زندگی میں اس سمت کا سامنا کرے گا جو دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔ لہذا یہ واضح ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، جو چند عبادات سے بالاتر ہے۔ درحقیقت، اسلام انسان کو درپیش ہر صورت حال اور ہر اس نعمت کو متاثر کرتا ہے جس سے وہ

تعامل کرتا ہے۔ لہذا اسلام کو ایک زرہ کی طرح نہیں سمجھنا چاہیے جسے وہ اپنی خواہشات کے مطابق پہنتے اور اتارتے ہیں۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرتا ہے وہ صرف اپنی خواہشات کی پرستش کرتا ہے: باب 25 الفرقان، آیت 43 خواہ وہ کوئی اور دعویٰ کرے۔

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

:باب 10 یونس، آیت 105

”اور [حکم دیا] کہ اپنا رخ دین کی طرف رکھو، حق کی طرف مائل ہو جاؤ۔“

سچائی کو قبول کرنے کا مطلب ہے اس حقیقت کو پہچاننا اور اس پر عمل کرنا کہ حقیقی ذہنی سکون صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے جس کے پاس دنیا اور آخرت دونوں میں اسے حاصل کرنے کا علم ہے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ کوئی معاشرہ کتنا ہی ترقی یافتہ ہو جائے یا وہ مختلف شعبوں بشمول انسانیت کے ذہنی اور جسمانی پہلوؤں میں کتنا علم حاصل کر لے، ان کے لیے ایسا ضابطہ اخلاق بنانا ناممکن ہے جو انسانی فطرت سے پوری طرح ہم آہنگ ہو اور ان تمام حالات، حالات اور منظرناموں کو حل کرے جن کا سامنا افراد یا معاشروں کو زمین پر اپنی زندگی بھر کرنا پڑتا ہے۔ یہ کام فطری طور پر ناقابل عمل ہے، کیونکہ انسانیت انسانی وجود کے مخصوص عناصر، جیسے انسانی دماغ کے مختلف شعبوں کے کردار کے بارے میں نئی بصیرتیں دریافت کرتی رہتی ہے، ایک بے عیب ضابطہ اخلاق تیار کرنے کے لیے کافی سمجھ بوجھ کو اکٹھا کرنا چھوڑ دیں جو انفرادی اور معاشرتی دونوں سطحوں پر امن اور انصاف کو فروغ دیتا ہے۔ اس کو حاصل کرنے کی صلاحیت صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، کیونکہ وہ ہر چیز کا خالق ہے، اور اس کا علم لامحدود ہے، جو ماضی، حال اور مستقبل سب پر محیط ہے۔ لہذا، وہ اکیلا ہی انسانیت کو ایک ضابطہ اخلاق پیش کرنے کے لیے کامل پوزیشن میں ہے، ایک ایسا معیار جو اچھے اور برے، فائدہ مند اور نقصان دہ کے درمیان واضح طور پر فرق کرتا ہے، اور دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے میں مدد

کرتا ہے۔ تاریخی شواہد واضح طور پر بتاتے ہیں کہ جب اس الہی ضابطہ اخلاق کو لوگوں کی زندگیوں میں صحیح طور پر لاگو کیا گیا تو اس سے معاشرے میں انصاف اور امن میں اضافہ ہوا۔ لہذا، افراد کو چاہیے کہ وہ خدائی ضابطہ اخلاق کو قبول کریں جو انہیں دیا گیا ہے، اسے اپنی فلاح و بہبود کے لیے بہترین آپشن کے طور پر دیکھتے ہوئے، چاہے کچھ پہلو ان کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہوں۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کے مشورے کو تسلیم کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ بالآخر ان کے اپنے ہی فائدے کے لیے ہے، چاہے اس میں ناخوشگوار دوائیں لینا اور سخت خوراک کی پیروی کرنا شامل ہو۔ باب 10 یونس، آیات 105-106

[حکم دیا] کہ اپنا چہرہ دین کی طرف رکھو، حق کی طرف مائل ہو۔ اور اللہ کے ساتھ شرک کرنے اور والوں میں سے ہرگز نہ ہو۔ اور اللہ کے سوا ایسی چیزوں کو نہ پکارو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان، اگر تم نے ایسا کیا تو یقیناً تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے میں مندرجہ ذیل اثرات شامل ہیں جو اس کی اطاعت سے متصادم ہیں جیسے سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت۔ یہ اثرات افراد کو ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کی طرف لے جاتے ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، ان کے وجود کا ہر پہلو—خاندان، دوست کیرئیر، اور دولت — تناؤ کا باعث بن جائے گا۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت پر اڑے رہیں تو وہ غلط طور پر اپنی پریشانی کو اپنے رشتہ داروں سمیت دوسروں کی طرف منسوب کر سکتے ہیں۔ ان مثبت اثرات سے خود کو دور کرنے سے، وہ صرف اپنے دماغی صحت کے چیلنجوں کو مزید خراب کریں گے، جو ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ نتیجہ اس وقت واضح ہوتا ہے جب کوئی ایسے افراد کو دیکھتا ہے جو اپنی نعمتوں کا مسلسل غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ امیر اور معروف، جو اپنی مادی دولت سے لطف اندوز ہونے کے باوجود ذہنی صحت کے مسائل سے دوچار ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 106

اور اللہ کے سوا ایسی چیزوں کو نہ پکارو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان، اگر تم نے ایسا کیا تو ”یقیناً تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔“

اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی کائنات کے معاملات کو کنٹرول کرتا ہے، بشمول لوگوں کے روحانی دلوں، ذہنی سکون کا گھر، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کون اسے حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 : عن نجم، آیت 43

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

:اور باب 10 یونس، آیت 107

اور اگر اللہ تمہیں کوئی مصیبت پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی دور کرنے والا نہیں، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے۔“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2516 میں درج ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کی لامحدود اور اعلیٰ قدرت پر روشنی ڈالی۔ اسی طرح ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات میں صرف وہی ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ چنتا ہے۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ یہ رہنمائی یہ تجویز نہیں کرتی ہے کہ کسی کو ادویات جیسے ذرائع کا استعمال بند کر دینا چاہیے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی ان ذرائع کو استعمال کر سکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، لیکن اسے یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تمام نتائج کا واحد فیصلہ کرنے والا ہے۔ مثال کے طور پر، بہت سے بیمار لوگ ہیں جو دوائی لیتے ہیں اور اپنی بیماریوں سے شفا پاتے ہیں۔ تاہم، کچھ اور ہیں جو دوا لیتے ہیں اور بہتر نہیں ہوتے ہیں۔ یہ واضح کرتا ہے کہ ایک اور عنصر حتمی نتیجہ کا تعین کرتا ہے، خاص طور پر، اللہ تعالیٰ کی :باب 9 توبہ آیت 51 مرضی۔

کہہ دو کہ ہم پر ہرگز نہیں مارے جائیں گے مگر جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے۔“

جو شخص اس کو سمجھتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ ان پر اثر انداز ہونے والی کوئی بھی چیز ناگزیر تھی۔ اسی طرح وہ مواقع جو ان سے چھوٹ گئے وہ کبھی حاصل نہیں ہو سکتے تھے۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ حتمی نتیجہ خواہ وہ کسی شخص کی خواہشات کے خلاف کیوں نہ ہو، انہیں صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے اور سچا بھروسہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بہترین چیز کا: باب 2 البقرہ، آیت 216 انتخاب کیا ہے، چاہے وہ نتیجہ کے پیچھے موجود حکمتیں نہ دیکھ سکیں۔

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

جب کوئی اس حقیقت کو صحیح معنوں میں سمجھ لیتا ہے، تو وہ تخلیق پر انحصار کرنا چھوڑ دیتے ہیں، یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ فطری طور پر انہیں نقصان یا فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ اس کے بجائے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں، اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے، اور تقدیر کا صبر کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے اس کی مدد اور حفاظت چاہتے ہیں جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ پر صحیح طور پر بھروسہ ہو گا۔ یہ انہیں صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی ترغیب دیتا ہے، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر مخلوق انہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اس بات کو تسلیم کرنا کہ کسی کی زندگی اور کائنات میں جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو پکڑنے کا حصہ ہے۔ جب یہ عقیدہ کسی کے روحانی دل میں پختہ ہو جائے تو وہ صرف اللہ سے امید رکھیں گے، یہ جانتے ہوئے کہ وہی ان کی مدد کر سکتا ہے۔ وہ اپنی زندگی کے ہر پہلو میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں گے۔ درحقیقت، ایک شخص نقصان سے حفاظت یا فائدہ حاصل کرنے کے لیے دوسرے کی اطاعت کرتا ہے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی فراہم کر سکتا ہے، اس لیے صرف وہی اطاعت اور بندگی کا مستحق ہے۔ اگر کوئی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت پر کسی دوسرے

کی اطاعت کا انتخاب کرتا ہے تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ یہ دوسرا ان کے لیے کوئی نہ کوئی فائدہ یا نقصان سے بچا سکتا ہے۔ یہ ان کے ایمان کی کمزوری کو ظاہر کرتا ہے۔ تمام واقعات کی اصل اللہ تعالیٰ ہے، اس لیے انسان کو صرف اسی کی اطاعت کرنی چاہیے۔ باب 10 یونس، آیت 107

اور اگر اللہ تمہیں کوئی مصیبت پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی دور کرنے والا نہیں، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے۔“

یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ کسی ایسے شخص کی اطاعت کرنا جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو فروغ دیتا ہے، بنیادی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ مثال کے طور پر اس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی شامل ہے۔ باب 4 النساء آیت 80 علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت بھی شامل ہے۔

“جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

جو شخص مخلوق پر اللہ تعالیٰ کے اقتدار اعلیٰ اور کنٹرول کو سمجھتا ہے، وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کر کے اس کی اطاعت پر قائم رہے گا جو اس نے اسلامی تعلیمات میں بیان کی ہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مؤثر طریقے سے منظم کریں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کریں گے۔ نتیجتاً یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں سکون کا باعث بنے گا۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے کاملیت کا مطالبہ نہیں کرتا اس لیے اس کے فرمانبردار بندے سے جو بھی گناہ سرزد ہو جائیں وہ معاف کر دیے جائیں گے۔ باب 10 یونس، آیات 107-108

اور وہ بخشنے والا مہربان ہے، کہہ دو کہ اے لوگو، تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آچکا ہے، لہذا جو شخص ہدایت پاتا ہے وہ اپنے نفس کے لیے ہی ہدایت پاتا ہے۔“

متعدد دیگر مذاہب اور طرز زندگی کے برعکس، اسلام بغیر کسی استثناء کے، ہر ایک کے لیے ایک مذہب اور طرز زندگی دونوں کے طور پر کام کرتا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 108

کہہ دو کہ اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آچکا ہے، لہذا جو شخص ہدایت پاتا ہے وہ اپنے نفس کے لیے ہی ہدایت پاتا ہے۔“

یہ اسلام میں مساوات کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ اسلام ایک اہم عنصر کی بنیاد پر افراد کی تشخیص کرتا ہے: اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو ملنے والی نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کریں جو اللہ کو پسند ہوں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 13

بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔“

جنس، نسل اور سماجی طبقے سمیت لوگوں کی حیثیت کا اندازہ لگانے کے دیگر تمام معیارات کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور مسلمانوں کو نظر انداز کیا جانا چاہیے۔ دوسری صورت میں، وہ کمیونٹی کے اندر نسل پرستی اور تقسیم کا باعث بنتے ہیں۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ چونکہ ایک شخص کے

ارادے دوسروں سے پوشیدہ ہوتے ہیں، اس لیے وہ اس بات کا تعین نہیں کر سکتے کہ بیرونی رویوں کی بنیاد پر کون برتر ہے۔ اس لیے انہیں دوسروں یا اپنی ذات کے بارے میں دعوے کرنے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہر ایک کی نیت، قول اور عمل کو صحیح معنوں میں سمجھتا ہے۔ باب 53 عن نجم، آیت 32

”پس اپنے آپ کو پاکیزہ ہونے کا دعویٰ نہ کرو، وہ خوب جانتا ہے کہ کون اس سے ڈرتا ہے۔“

باب 10 یونس، آیت 108

کہہ دو کہ اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آچکا ہے، لہذا جو شخص ہدایت پاتا ہے وہ اپنے نفس کے لیے ہی ہدایت پاتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے سے انسان کو دنیا اور آخرت دونوں میں سکون ملتا ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے سے تکبر کو روکنے میں مدد ملتی ہے، جو اس وقت پیدا ہو سکتی ہے جب کوئی غلط سوچتا ہے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ اس طرح کی تکبر اللہ کے سامنے سچی سر تسلیم خم کرنے میں رکاوٹ بن سکتی ہے خاص طور پر جب ذاتی خواہشات اس کے احکام سے ٹکراتی ہیں، بالآخر انہیں راہ راست سے ہٹا دیتی ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 108

پس جو شخص ہدایت پاتا ہے وہ صرف اپنے نفس کے لیے ہدایت پاتا ہے اور جو گمراہ ہوتا ہے وہ ”اس کے خلاف ہی گمراہ ہوتا ہے۔“

اس کے برعکس، جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا ایمان اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت، بالآخر خود کو فائدہ پہنچاتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کو فروغ دیتے ہیں، اور مشکل اور آسان دونوں وقتوں میں اپنی اطاعت پر قائم رہتے ہیں۔ مشکل حالات میں، وہ صبر کا مظاہرہ کریں گے، اور آرام کے لمحات میں، وہ شکر گزاری کا مظاہرہ کریں گے۔ نیت میں شکر کا مطلب صرف اللہ کو راضی کرنے کے لیے عمل کرنا ہے، جب کہ تقریر میں شکرگزاری کا اظہار مہربان الفاظ یا خاموشی سے کیا جا سکتا ہے۔ مزید برآں، اعمال میں شکرگزاری میں ان نعمتوں کو مناسب طریقے سے استعمال کرنا شامل ہے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں بتایا گیا ہے۔ صبر کا مطلب ہے کہ بات اور عمل دونوں میں شکایات سے پرہیز کیا جائے، جبکہ اللہ تعالیٰ کی مسلسل اطاعت کرتے ہوئے، اس یقین کے ساتھ کہ وہ ہمیشہ ان کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا: باب 2 البقرہ، آیت 216 ہے، یہاں تک کہ جب یہ فوری طور پر واضح نہ ہو۔

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

چنانچہ جو شخص ہر حال میں صحیح طرز عمل اختیار کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیر متزلزل تائید اور رحمت حاصل ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ دنیا اور آخرت دونوں میں ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے اور ہر چیز اور ہر چیز کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھنے سے حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ صحیح مسلم نمبر 7500 میں ایک حدیث میں موجود ہے۔

لیکن جو لوگ اسلام کی واضح حقیقت کو قبول کرنے میں ناکام رہتے ہیں، کیونکہ یہ ان کی دنیاوی خواہشات کے خلاف ہے، وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجتاً، ان کی زندگی کا ہر پہلو—تعلقات، کام اور دولت—تناؤ کا باعث بن جائے گا۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ وہ غلطی سے اپنی پریشانی کا الزام دوسروں پر ڈال دیں۔ اپنے آپ کو ان فائدہ مند اثرات سے الگ کر کے، وہ صرف اپنے

دماغی صحت کے مسائل کو بڑھا دیں گے، جو ممکنہ طور پر ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بنتے ہیں۔ یہ صورت حال اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب ہم ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جو اپنی نعمتوں کا مسلسل غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور جو بظاہر دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہونے کے باوجود دماغی صحت کے مسائل سے دوچار ہیں۔ اور جیسا کہ یہ رویہ انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیاری کرنے سے روکتا ہے، آخرت میں ان کی سزا نمایاں طور پر تیز ہو جائے گی۔ باب 10 یونس، آیت 108

تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آچکا ہے، لہذا جو شخص ہدایت پاتا ہے وہ اپنے نفس کے لیے ہدایت پاتا ہے، اور جو گمراہ ہوتا ہے وہ اس کے خلاف ہی گمراہ ہوتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں کو یاد دلاتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فریضہ دوسروں پر ہدایت مسلط کرنا نہیں ہے، بلکہ سچائی کو فصاحت کے ساتھ پیش کرنا اور ان کے لیے مثالی نمونہ بننا ہے، بالآخر انہیں اپنی زندگی کا سفر خود چننے کی آزادی دیتا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 108

تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آچکا ہے، لہذا جو ہدایت پاتا ہے وہ اپنے نفس کے لیے ہی ہدایت پاتا ہے، اور جو گمراہ ہوتا ہے وہ اس کے خلاف ہی گمراہ ہوتا ہے، اور میں تم پر کوئی منتظم نہیں ہوں۔

خلاصہ یہ کہ ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اردگرد کے لوگوں کو زندگی میں صحیح اور غلط راستے کے درمیان فرق کے بارے میں صحیح طریقے سے روشناس کرائے اور ساتھ ہی ساتھ انہیں زندگی میں صحیح راستے پر چلنے کی ترغیب دے۔ تاہم، یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ کوئی دوسرے کو اس طرح کے انتخاب کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ جو لوگ اس سچائی کو نہیں سمجھتے وہ گمراہی کا راستہ اختیار کرنے والوں کی طرف مسلسل مایوسی اور مایوسی کا سامنا کرتے رہیں گے، اور یہ احساس غم مایوسی کا شکار بھی ہو سکتا ہے اگر وہ یہ سمجھنے میں ناکام رہے کہ ان کا

، مقصد زندگی میں صحیح راستہ اختیار کرنے پر دوسروں کو مجبور کرنا نہیں ہے۔ باب 88 الغاشیہ
آیات 21-22:

"تو یاد دلائیں کہ آپ صرف ایک یاد دہانی ہیں۔ آپ ان پر کنٹرولر نہیں ہیں۔"

صرف وہی لوگ جو صحیح رہنمائی حاصل کریں گے مثبت نتائج حاصل کریں گے۔ وہ لوگ جو دونوں جہانوں میں امن کے خواہشمند ہیں، خواہ اس کے لیے انہیں اپنی دنیاوی خواہشات کو ایک طرف رکھنے کی ضرورت ہو، یہ جان لیں کہ اس زندگی میں اپنی خواہشات پر قابو پانا دونوں جہانوں میں ہم آہنگی کے حصول کے لیے ایک معمولی قربانی ہے۔ مزید برآں، یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہر زمینی خواہش کو پورا کرنا حقیقی اندرونی سکون کے مترادف نہیں ہے۔ یہ واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے جب کوئی امیر اور مشہور لوگوں کی زندگیوں پر غور کرتا ہے۔

اس سے قطع نظر کہ وسیع تر معاشرہ کس طرح کام کرتا ہے، اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ثابت قدم رہنا چاہیے، کیونکہ یہی دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی توازن کا باعث بنتا ہے، اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے ڈھالنے سے۔ باب 10 یونس، آیت 109

"...اور اس کی پیروی کرو جو تم پر وحی کی جاتی ہے"

عام طور پر، احتیاط برتنی چاہیے اور ہجوم کی غیر تنقیدی پیروی سے پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ معاشرے میں غالب رویہ اکثر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا باعث بنتا ہے۔ جب افراد معاشرے کی اکثریت کو اسلامی اصولوں کو نظر انداز کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو وہ غلطی سے یہ مان لیتے ہیں کہ اکثریت

کے اعمال جائز ہیں اور اس طرح تنقیدی سوچ میں پڑے بغیر ان کی پیروی کرتے ہیں۔ تاہم، یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اکثریت کا نقطہ نظر ہمیشہ درست نہیں ہوتا۔ تاریخ نے ہمیں دکھایا ہے کہ مروجہ رائے یا عقیدہ کو نئے شواہد اور بصیرت کی آمد کے ساتھ غلط ثابت کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ ایک زمانے میں وسیع پیمانے پر قبول شدہ تصور کی طرح کہ زمین چپٹی تھی۔ یہ ضروری ہے کہ بھیڑ بکریوں کی طرح برتاؤ کرنے کے رجحان سے اجتناب کیا جائے، بے فکری سے اکثریت کے خیالات کے مطابق ہو، کیونکہ یہ دنیاوی اور روحانی دونوں جہانوں میں اکثر گمراہ کن فیصلوں کا باعث بنتا ہے۔
باب 6 الانعام، آیت 116

اور اگر تم زمین والوں میں سے اکثر لوگوں کی بات مانو گے تو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں" "گے، وہ صرف گمان کی پیروی نہیں کرتے اور وہ صرف گمان نہیں کرتے۔

اس کے بجائے، لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے پاس موجود استدلال اور عقل کو استعمال کرتے ہوئے علم، اور شواہد کی بنیاد پر ہر صورت حال کا جائزہ لیں۔ یہ انہیں باخبر فیصلے کرنے کے قابل بناتا ہے چاہے وہ فیصلے اکثریت کی مروجہ رائے سے متصادم ہوں۔ درحقیقت، اسلام اس وجہ سے مذہبی معاملات میں بھی دوسروں کی اندھی تقلید کرنے کے عمل کی سختی سے مذمت کرتا ہے، اور اس لیے مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات کو سمجھ کر مطالعہ کرنے اور ان پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ باب: یوسف، آیت 108 12

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو" "میری پیروی کرتے ہیں"

،لیکن معاشرے میں اکثریتی رائے سے گریز کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، اکثر کسی کی

خواہشات کے خلاف ہوتا ہے، صبر کی ضرورت ہوتی ہے جب تک کہ وہ ذہنی سکون حاصل نہ کر لے جس کا دونوں جہانوں میں وعدہ کیا گیا ہے۔ باب 10 یونس، آیت 109

”اور صبر کرو یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کر دے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے کے لیے مضبوط ایمان کو اپنانا چاہیے۔ مضبوط ایمان برقرار رکھنے کے لیے بہت ضروری ہے، کیونکہ یہ افراد کو ہر حال میں، خواہ آسانی ہو یا مشکل میں، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے پابند رہنے کی اجازت دیتا ہے۔ اس پختہ ایمان کی آبیاری قرآن کریم اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں پائے جانے والے واضح دلائل و شواہد کے مطالعہ اور اطلاق سے ہوتی ہے جو یہ ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت سے دونوں جہانوں میں امن آتا ہے۔ اس کے برعکس، جو لوگ اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرتے ہیں وہ اکثر کمزور ایمان پیدا کرتے ہیں۔ ایسے افراد اللہ تعالیٰ کی مخالفت کا زیادہ امکان رکھتے ہیں جب ان کی خواہشات آپس میں متصادم ہوتی ہیں کیونکہ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے اپنی خواہشات کے حوالے کرنے سے دونوں جہانوں میں سکون حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ایمان کا یقین حاصل کر کے اسلامی علم حاصل کر کے اس کا اطلاق کیا جائے، اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ثابت قدم رہے۔ اس میں اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال شامل ہے۔ ایسا کرنے سے، وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کریں گے، متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کے ذریعے اور اپنی زندگی میں ہر ایک اور ہر چیز کو مؤثر طریقے سے ترجیح دیتے ہوئے۔

لہذا، ایک فرد کو اپنے فائدے کے لیے اسلامی تعلیمات کو اپنانا اور ان پر عمل کرنا چاہیے، خواہ یہ اس کی ذاتی خواہشات کے خلاف ہو۔ انہیں اپنے آپ کو ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہیے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفاد میں ہے، یہاں تک کہ جب ناخوشگوار ادویات اور سخت غذا کا سامنا کرنا پڑے۔ جس طرح یہ عقلمند مریض اچھی ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ فرد بھی جو اسلامی تعلیمات کو قبول کرے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس وہ علم ہے جو ایک شخص کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول میں مدد کرنے کے لیے ضروری ہے اور

ہر چیز اور ہر ایک کو اس کی زندگی میں صحیح طریقے سے پوزیشن میں رکھ سکتا ہے۔ انسانی دماغی اور جسمانی حالات کا ادراک جو معاشرہ رکھتا ہے اس مقصد تک پہنچنے کے لیے کبھی بھی کافی نہیں ہوگا، وسیع تحقیق کے باوجود، کیونکہ یہ زندگی میں کسی شخص کا سامنا کرنے والے ہر چیلنج کو حل نہیں کر سکتا۔ ان کی رہنمائی ہر قسم کے ذہنی اور جسمانی تناؤ کو نہیں روک سکتی اور نہ ہی اس بات کو یقینی بنا سکتی ہے کہ علم، تجربے، دور اندیشی اور موروثی تعصبات کی حدود کی وجہ سے کوئی بھی ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھتا ہے۔ یہ علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، جو اس نے قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ذریعے انسانیت کو عطا کیا ہے۔ یہ حقیقت اس وقت واضح ہو جاتی ہے جب کوئی ان لوگوں کا مشاہدہ کرتا ہے جو حاصل شدہ نعمتوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق استعمال کرتے ہیں بمقابلہ جو نہیں کرتے۔ اگرچہ زیادہ تر مریض اپنی تجویز کردہ دوائیوں کے پیچھے سائنس کو نہیں سمجھ سکتے اور اس طرح بغیر کسی سوال کے اپنے ڈاکٹر پر بھروسہ کرتے ہیں، تاہم، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام کی تعلیمات پر غور کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگیوں پر اس کے فائدہ مند اثرات کو پہچان سکیں۔ وہ لوگوں سے اسلامی تعلیمات کو آنکھ بند کر کے قبول کرنے کا مطالبہ نہیں کرتا۔ بلکہ وہ چاہتا ہے کہ وہ اس کی سچائی کو اس کے واضح ثبوتوں کے ذریعے تسلیم کریں۔ تاہم، اس کے لیے ضروری ہے کہ ایک شخص غیر جانبدارانہ اور کھلے ذہن کے ساتھ اسلام کی تعلیمات سے رجوع کرے۔ باب: یوسف، آیت 108 12

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں"

مزید برآں، چونکہ اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کے روحانی دلوں کا واحد حاکم، ذہنی سکون کا گھر ہے، اس لیے وہی طے کرتا ہے کہ کون اسے حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

:اور باب 10 یونس، آیت 109

”اور صبر کرو یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کر دے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔“

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون عطا کرتا ہے جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق استعمال کرتے ہیں۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور اس کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی آل اور صحابہ کرام پر درود و سلام ہو۔

اچھے کردار پر 500 سے زیادہ مفت ای بکس

/ مفت انگریزی کتابیں اور آڈیو بکس +500 اردو کتب / کتب عربیہ / بنگالی کتابیں / بکو میلیو /
Libros En Español / Livres En Français / Libri Italiani / Deutsche Bücher /
Livros : پرتگالی

<https://shaykhpod.com/books/>

ای بکس کے لیے بیک اپ سائٹس : <https://shaykhpodbooks.wordpress.com/books/>
<https://shaykhpodbooks.wixsite.com/books>
<https://shaykhpod.weebly.com>
<https://archive.org/details/@shaykhpod>

یوٹیوب : <https://www.youtube.com/@ShaykhPod/playlists>

آڈیو بکس ، بلاگز ، انفوگرافکس اور پوڈکاسٹ : <https://shaykhpod.com/>

دیگر شیخ پوڈ میڈیا

روزانہ بلاگز : www.ShaykhPod.com/Blogs
AudioBooks : <https://shaykhpod.com/books/#audio>
تصویریں : <https://shaykhpod.com/pics>
جنرل پوڈکاسٹ : <https://shaykhpod.com/general-podcasts>
PodWoman: <https://shaykhpod.com/podwoman>
PodKid: <https://shaykhpod.com/podkid>
اردو پوڈکاسٹ : <https://shaykhpod.com/cast>
Podcasts: Live <https://shaykhpod.com/live>

ای میل کے ذریعے روزانہ بلاگز اور اپ ڈیٹس حاصل کرنے کے لیے سبسکرائب کریں
<http://shaykhpod.com/subscribe>



Achieve Noble Character